

کتابخانه

از

دکتر محمد عبداللہ اعوان نقشی ضل

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

هُوَ الْمَعِينُ

اللَّهُ أَكْبَرُ

سوانح عمری

فیضانِ اقبال
نمای مصطفیٰ کمال

بالتصویر

جلد اول

از ڈاکٹر محمد عبداللہ اعوان مثنیٰ قابل ایم ڈی بیٹھورہ

جنگل سکو

اعوان بک ایجنسی سیالکوٹ ۱۹۳۹ء میں

تعلیمی پرنٹنگ پریس بیرون شیر نوالہ گیٹ لاہور میں

بابتہام ایم محمد فاضل انجیر جیو کر شہر لاہور

فہرست مضامین سو انجمری مصطفیٰ کمال پاشا جلد اول

| صفحہ | مضامین | صفحہ | مضامین |
|------|--------------------------------------|------|-------------------------------|
| ۱۱۵ | سفر جرمنی | ۵ | دیباچہ طبع اول |
| ۱۱۸ | جرمنی سے واپسی | ۴ | " " دوم |
| ۱۲۰ | سیریا کے محاذ پر قسیناٹی | ۸ | تمہید |
| ۱۲۰ | سیریا کے محاذ کو روانگی | | پہلا باب |
| | دوسرا باب | ۵۱ | مصطفیٰ کمال کا خاندان |
| ۱۲۷ | عارضی صلح | ۵۲ | مصطفیٰ کمال کی پیدائش و تربیت |
| ۱۲۸ | قسطنطنیہ کو واپسی | ۵۶ | فوجی سکول میں داخلہ |
| ۱۲۹ | قسطنطنیہ پر اتحادی قبضہ | ۵۸ | سیاست کا شوق |
| ۱۳۰ | عزّت پاشا سے ملاقات | ۶۱ | انجمن کا قیام |
| ۱۳۳ | صلح کانفرنس | ۶۲ | تقدیر و بند |
| ۱۳۳ | قوم پرستوں کے حالات | ۶۳ | جلا وطنی |
| ۱۳۸ | یونان پر قبضہ | ۶۴ | جنگ دروس |
| ۱۳۸ | مصطفیٰ کمال کی روانگی | ۶۵ | عزم سارونیکا |
| ۱۳۹ | مصطفیٰ کمال کی قومی تحریک | ۶۷ | مرگ کی سزا |
| ۱۴۳ | استغاثہ | ۶۸ | سارونیکا میں تبدیلی |
| ۱۴۵ | کانفرنس ارض روم | ۶۸ | انجمن اتحاد و ترقی |
| ۱۴۶ | سیواس کانفرنس | ۶۹ | انقلاب طرکی |
| ۱۴۹ | نئی پارلیمنٹ | ۷۲ | جدید نظام طرکی |
| ۱۵۰ | قسطنطنیہ میں پارلیمنٹ کا اجلاس | ۷۴ | جنگ طرابلس |
| ۱۵۳ | قسطنطنیہ پر اتحادی قبضہ | ۷۷ | جنگ بلقان |
| ۱۵۴ | قوم پرستوں کی حالت | ۸۱ | انقلاب پارلیمنٹ |
| ۱۵۵ | فوجی قبضہ کے خلاف صدائے احتجاج | ۸۵ | جنگ یورپ |
| | تیسرا باب | ۸۵ | حملہ درہ دانیال |
| ۱۵۶ | قوم پرستوں کی تحریک کو دبانے کی کوشش | ۸۷ | محاذ گیلی پولی |
| ۱۵۹ | سلطان کی محنت | ۱۰۹ | محاذ ماکیشیا |
| ۱۶۲ | مرکزی حکومت کی مخالفت | ۱۱۳ | محاذ بغداد |

| صفحہ نمبر | مضامین | صفحہ نمبر | مضامین |
|-----------|---|-----------|--------------------------------------|
| ۲۰۹ | معاہدہ روس و ترکی | ۱۶۴ | فتورے |
| ۲۱۲ | شرکوں پر الزام | ۱۶۵ | قوم پرستوں کے کارنامے |
| ۲۱۳ | نیا عہد نامہ | ۱۶۹ | انگور میں پہلی قومی پارلیمنٹ |
| ۲۱۴ | بالٹک حکومت کے نمائندہ کا جواب | ۱۷۱ | نازی مصطفیٰ کمالی پاشا کی استدعا |
| ۲۱۵ | افغانستان سے عہد نامہ | ۱۷۳ | مصطفیٰ کمالی پاشا کا ایک اور خط |
| ۲۱۶ | شرائط معاہدہ | ۱۷۴ | اناطولیہ پر حملہ کی تیاریاں |
| ۲۱۹ | انگور میں افغانی مشن | ۱۷۷ | جماعت احرار کے اعلانات |
| ۲۲۰ | افغانی سفارت کا نشان | | چوتھے باب |
| ۲۲۱ | ایرانی اور ترکی عہد نامہ | ۱۷۸ | پیرس کانفرنس |
| ۲۲۲ | قارص کانفرنس | ۱۸۱ | ولی عہد ترکی کی گرفتاری |
| ۲۲۳ | معاہدہ قارص کی شرائط | ۱۸۲ | داماد فرید پاشا کی چال |
| ۲۲۷ | یوکرین جمہوریہ بخارا اور انگور کا اتحاد | ۱۸۵ | ترکان اسرار اور بایعالی میں گفتگو |
| ۲۲۷ | انگور گورنمنٹ اور یوکرین کا معاہدہ | ۱۸۶ | قوم پرستوں کے سر کے اتحادیوں کے خلاف |
| ۲۳۵ | شیخ سنوسی | ۱۸۸ | سرکار احمد |
| - | چھٹا باب | ۱۹۰ | قسط نمبر کو بچانے کی کوشش |
| ۲۳۹ | انگور | ۱۹۵ | ادھم |
| ۲۴۲ | نظام حکومت | ۱۹۹ | مصطفیٰ منیر |
| ۲۴۴ | افواج کی تنظیم | | پانچواں باب |
| ۲۴۴ | کارخانہ اسلحہ سازی | ۲۰۳ | قوم پرستوں اور بالٹک پول کا اتحاد |
| ۲۴۴ | حکومت انگور کا نظام آئینی | ۲۰۶ | مصطفیٰ کمال اور روسی وزیر خارجہ |
| ۲۴۶ | تقریر | ۲۰۷ | مصطفیٰ کمال پاشا کا خط |
| | ~~~~~ | ۲۰۸ | مصطفیٰ کمال پاشا اور لینن |

| صفحہ نمبر | مضامین | صفحہ نمبر | مضامین |
|-----------|---|-----------|--------------------------------------|
| ۲۰۹ | معاہدہ روس و ترکی | ۱۶۴ | فتورے |
| ۲۱۲ | شرکوں پر الزام | ۱۶۵ | قوم پرستوں کے کارنامے |
| ۲۱۳ | نیا عہد نامہ | ۱۶۹ | انگور میں پہلی قومی پارلیمنٹ |
| ۲۱۴ | بالٹک حکومت کے نمائندہ کا جواب | ۱۷۱ | نازی مصطفیٰ کمالی پاشا کی استدعا |
| ۲۱۵ | افغانستان سے عہد نامہ | ۱۷۳ | مصطفیٰ کمالی پاشا کا ایک اور خط |
| ۲۱۶ | شرائط معاہدہ | ۱۷۴ | اناطولیہ پر حملہ کی تیاریاں |
| ۲۱۹ | انگور میں افغانی مشن | ۱۷۷ | جماعت احرار کے اعلانات |
| ۲۲۰ | افغانی سفارت کا نشان | | چوتھے باب |
| ۲۲۱ | ایرانی اور ترکی عہد نامہ | ۱۷۸ | پیرس کانفرنس |
| ۲۲۲ | قارص کانفرنس | ۱۸۱ | ولی عہد ترکی کی گرفتاری |
| ۲۲۳ | معاہدہ قارص کی شرائط | ۱۸۲ | داماد فرید پاشا کی چال |
| ۲۲۷ | یوکرین جمہوریہ بخارا اور انگور کا اتحاد | ۱۸۵ | ترکان اسرار اور بایعالی میں گفتگو |
| ۲۲۷ | انگور گورنمنٹ اور یوکرین کا معاہدہ | ۱۸۶ | قوم پرستوں کے سر کے اتحادیوں کے خلاف |
| ۲۳۵ | شیخ سنوسی | ۱۸۸ | سرکار احمد |
| - | چھٹا باب | ۱۹۰ | قسط نمبر کو بچانے کی کوشش |
| ۲۳۹ | انگور | ۱۹۵ | ادھم |
| ۲۴۲ | نظام حکومت | ۱۹۹ | مصطفیٰ منیر |
| ۲۴۴ | افواج کی تنظیم | | پانچواں باب |
| ۲۴۴ | کارخانہ اسلحہ سازی | ۲۰۳ | قوم پرستوں اور بالٹک پول کا اتحاد |
| ۲۴۴ | حکومت انگور کا نظام آئینی | ۲۰۶ | مصطفیٰ کمال اور روسی وزیر خارجہ |
| ۲۴۶ | تقریر | ۲۰۷ | مصطفیٰ کمال پاشا کا خط |
| | ~~~~~ | ۲۰۸ | مصطفیٰ کمال پاشا اور لینن |

| صفحہ نمبر | مضامین | صفحہ نمبر | مضامین |
|-----------|---|-----------|--------------------------------------|
| ۲۰۹ | معاہدہ روس و ترکی | ۱۶۴ | فتورے |
| ۲۱۲ | شرکوں پر الزام | ۱۶۵ | قوم پرستوں کے کارنامے |
| ۲۱۳ | نیا عہد نامہ | ۱۶۹ | انگور میں پہلی قومی پارلیمنٹ |
| ۲۱۴ | بالٹک حکومت کے نمائندہ کا جواب | ۱۷۱ | نازی مصطفیٰ کمالی پاشا کی استدعا |
| ۲۱۵ | افغانستان سے عہد نامہ | ۱۷۳ | مصطفیٰ کمالی پاشا کا ایک اور خط |
| ۲۱۶ | شرائط معاہدہ | ۱۷۴ | اناطولیہ پر حملہ کی تیاریاں |
| ۲۱۹ | انگور میں افغانی مشن | ۱۷۷ | جماعت احرار کے اعلانات |
| ۲۲۰ | افغانی سفارت کا نشان | | چوتھے باب |
| ۲۲۱ | ایرانی اور ترکی عہد نامہ | ۱۷۸ | پیرس کانفرنس |
| ۲۲۲ | قارص کانفرنس | ۱۸۱ | ولی عہد ترکی کی گرفتاری |
| ۲۲۳ | معاہدہ قارص کی شرائط | ۱۸۲ | داماد فرید پاشا کی چال |
| ۲۲۷ | یوکرین جمہوریہ بخارا اور انگور کا اتحاد | ۱۸۵ | ترکان اسرار اور بابل میں گفتگو |
| ۲۲۷ | انگور گورنمنٹ اور یوکرین کا معاہدہ | ۱۸۶ | قوم پرستوں کے سر کے اتحادیوں کے خلاف |
| ۲۳۵ | شیخ سنوسی | ۱۸۸ | سرکار احمد |
| - | چھٹا باب | ۱۹۰ | قسط نمبر کو بچانے کی کوشش |
| ۲۳۹ | انگور | ۱۹۵ | ادھم |
| ۲۴۲ | نظام حکومت | ۱۹۹ | مصطفیٰ منیر |
| ۲۴۴ | افواج کی تنظیم | | پانچواں باب |
| ۲۴۴ | کارخانہ اسلحہ سازی | ۲۰۳ | قوم پرستوں اور بالٹک پول کا اتحاد |
| ۲۴۴ | حکومت انگور کا نظام آئینی | ۲۰۶ | مصطفیٰ کمال اور روسی وزیر خارجہ |
| ۲۴۶ | تقریر | ۲۰۷ | مصطفیٰ کمال پاشا کا خط |
| | ~~~~~ | ۲۰۸ | مصطفیٰ کمال پاشا اور لینن |

| صفحہ نمبر | مضامین | صفحہ نمبر | مضامین |
|-----------|---|-----------|--------------------------------------|
| ۲۰۹ | معاہدہ روس و ترکی | ۱۶۴ | فتوے |
| ۲۱۲ | شرکوں پر الزام | ۱۶۵ | قوم پرستوں کے کارنامے |
| ۲۱۳ | نیا عہد نامہ | ۱۶۹ | انگور میں پہلی قومی پارلیمنٹ |
| ۲۱۴ | بالٹک حکومت کے نمائندہ کا جواب | ۱۷۱ | نازی مصطفیٰ کمال پاشا کی استدعا |
| ۲۱۵ | افغانستان سے عہد نامہ | ۱۷۳ | مصطفیٰ کمال پاشا کا ایک اور خط |
| ۲۱۶ | شرائط معاہدہ | ۱۷۴ | انا طولیہ پر حملہ کی تیاریاں |
| ۲۱۹ | انگور میں افغانی مشن | ۱۷۷ | جماعت احرار کے اعلانات |
| ۲۲۰ | افغانی سفارت کا نشان | | چوتھے باب |
| ۲۲۱ | ایرانی اور ترکی عہد نامہ | ۱۷۸ | پیرس کانفرنس |
| ۲۲۲ | قارص کانفرنس | ۱۸۱ | ولی عہد ترکی کی گرفتاری |
| ۲۲۳ | معاہدہ قارص کی شرائط | ۱۸۲ | داماد فرید پاشا کی چال |
| ۲۲۷ | یوکرین جمہوریہ بخارا اور انگور کا اتحاد | ۱۸۵ | ترکان احرار اور بایعالی میں گفتگو |
| ۲۲۷ | انگور گورنمنٹ اور یوکرین کا معاہدہ | ۱۸۶ | قوم پرستوں کے سر کے اتحادیوں کے خلاف |
| ۲۳۵ | شیخ سنوسی | ۱۸۸ | سرکار احمد |
| | چھٹے باب | ۱۹۰ | قسطنطنیہ کو بچانے کی کوشش |
| ۲۳۹ | انگور | ۱۹۵ | ادھم |
| ۲۴۲ | نظام حکومت | ۱۹۹ | مصطفیٰ منیر |
| ۲۴۴ | افواج کی تنظیم | | پانچواں باب |
| ۲۴۴ | کارخانہ اسلحہ سازی | ۲۰۳ | قوم پرستوں اور بالٹک پول کا اتحاد |
| ۲۴۴ | حکومت انگور کا نظام آئینی | ۲۰۶ | مصطفیٰ کمال اور روسی وزیر خارجہ |
| ۲۴۶ | تقریر | ۲۰۷ | مصطفیٰ کمال پاشا کا خط |
| | ~~~~~ | ۲۰۸ | مصطفیٰ کمال پاشا اور لینن |

استاد اور مصطفیٰ کمال پاشا کی صورت نگہ کے حالات درج ہیں۔ دوسری جلد میں جس کا نام ”مصطفیٰ کمال پاشا اور محاربات آرمینیا و فرانس“ ہے۔ آرمینیا اور فرانس سے لڑائیوں اور ان کی صلح کا ذکر ہے۔ اور قسیمی جلد میں جس کا نام ”مصطفیٰ کمال پاشا اور محاربات یونان“ ہے۔ ترکیان احرار اور یونان کے تمام جنگوں کے حالات ابتداء سے لے کر موجودہ وقت تک مکمل و مفصل درج ہیں۔ اور اس جلد کے انجام میں یونان پر یونان بھی لکھے گئے ہیں۔

غرضیکہ یہ ہے اس کتاب کا داب تدوین۔ ہم امید کرتے ہیں کہ ہمارے ناظرین انکرام حال کر کے خوشی اور دلچسپی حاصل کریں گے اور ہماری محنت اور تہمت کی قدر کرتے ہوئے ہماری حوصلہ افزائی کریں گے اور ہر جگہ دعاؤں خیر سے یاد فرماتے رہا کریں گے۔

اس سراخمری کی تمام جلدوں کی اشاعت و

طباعت کا انتظام اعوان بک ڈپو کے

کارپردازان کے ہاتھ میں ہے۔

اور جملہ حقوق اس کتاب

کے یحییٰ ہذا کے

پاس محفوظ

ہیں

نیازمند

محمد عبداللہ اعوان (مشی فاضل)

مالک اعوان بک یحییٰ

لاہور

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

تہذیب

جنگِ یورپ کی مہیب اور غطیس جنگ ساڑھے چار سال کی شدید خونریزی کے بعد جس میں تقریباً ایک کروڑ افراد کی جانیں تلف ہوئیں۔ اور جس نے تمام دنیا کو مصائبِ آفات میں مبتلا کر رکھا تھا۔ ختم ہو گئی۔ سب سے پہلے بلجاریہ جنگ سے پیچھے ہٹا۔ بعد ازاں جرمنی اکتوبر ۱۹۱۸ء میں جنگ سے دست بردار ہوئی۔ جرمنی کی شرکت جنگ کے متعلق تمام حالات سوانح عمری غازی الہر پاشا میں بالتفصیل لکھے گئے ہیں۔ اس میں ناظرین ملاحظہ فرما سکتے ہیں۔ کہ جرمنی کا جنگ میں حصہ لینے کی کیا وجوہات تھیں۔

اس جنگ سے تنگ آکر یہ سوال کئی دفعہ پیدا ہوا کہ جنگ کب ختم ہوگی۔ ذمہ دار حکام اور غیر ذمہ دار لوگ اپنے اپنے خیالات کے مطابق اندازہ لگاتے تھے۔ لیکن سب خیالات پادور ہوا ثابت ہوئے۔ البتہ امپیریل کونسل کے مالی ممبر آرنیل سرولیم میر نے جن امور واقعی اور متیقن کو پیش نظر رکھ کر اس سوال کو بحث کے متعلق کونسل میں تقریر کرتے ہوئے حل کیا۔ وہ بالکل صحیح اور درست ثابت ہوا۔ آرنیل ممتاز نے کہا تھا کہ۔

ممکن ہے کہ لڑائی مارچ ۱۹۱۸ء تک جاری رہے۔ یا اس سے بھی کچھ تجاوز کر جائے۔ مہرچند سرولیم میر نے صرف اسکا امکان ظاہر کیا تھا۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ آنگلیہ اسکا امکان یقین سے بھی کچھ زیادہ ثابت ہوا۔ اور آنگلیہ پیشین گوئی بالکل صحیح اور درست نکلے۔ اس سلسلہ میں طلعت پاشا مرحوم جرمنی کی وزیر اعظم کے یہ الفاظ بھی کچھ قوت نہیں رکھتے کہ جنگ موسمِ سرما کے آغاز سے پہلے ختم ہو جائے گی۔ اس جنگ کو روکنے کیلئے



مصطفیٰ کمال اتاترک

غیر جانبدار سلطنتوں نے بہت کوشش کی۔ مگر نہ رکی۔ اس جنگ کے آخری سال میں امریکہ بھی جنگ میں شریک ہو گیا۔ جسکی شرکت سے جنگ پر بہت سخت اثر پڑا۔ چونکہ امریکہ ایک صلح پسند اور غیر جنگجو ملک ہے۔ ہمیشہ اُسکی یہی خواہش رہی ہے کہ دنیا میں امن و امان رہے۔ اور نظام عالم میں کوئی اضطراب پیدا نہ ہو تو مولوں کی آزادی کا بھی دل سے حامی ہے۔ شخصی حکومتوں کے مظالم اور جبر و استبداد کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتا ہے۔ اسلئے قدرتی طور پر یورپ کی تمام سلطنتوں کے ایک عظیم الشان و ہلاکت آفرین جنگ میں مبتلا ہوجانے سے امریکہ میں یہ خیال پیدا ہوا کہ جس طرح ممکن ہو جنگ کو روکا جائے۔ اور آئندہ ایسی صورت اختیار کی جائے کہ جنگ کے فطرت کا بالکل ہی خاتمہ ہو جائے۔ چنانچہ امریکہ کے ارکان حکومت بڑبین سلطنت نے اس کو محسوس کیا۔ اور ساتھ ہی اُنکے تلوپ میں مولوں کی آزادی کا خیال پیدا ہوا امریکہ چونکہ جنگ کے ابتدائی سالوں میں بالکل غیر جانبدار تھا۔ اور دنیا میں اُسکی صلح جوی اور جنگ سے نفرت مشہور ہے۔ اسلئے دوران جنگ میں جب جرمنی سے بہت سے امور قانون بین الاقوامی کے خلاف سرزد ہوئے۔ اور فریق ثانی نے جرمنی کے ارتکابات و خلاف ورزیوں سے اذیت و تکلیف اور نقصان محسوس کیا تو اُسکے خلاف امریکہ نے مدائے احتجاج بلند کیا اور خواہش کی کہ جرمنی کو قانون بین الاقوامی کے خلاف ورزی سے روکا جائے۔ مطالبہ دست تھا اور امریکہ کو حق تھا کہ وہ قانون بین الاقوامی کا احترام ملحوظ رکھ کر اُسکی خلاف ورزیوں سے فریقین جنگ کو روکے۔ چنانچہ اُس نے جرمنی اور اُس کے حلیفوں کو تنبیہ کی۔ کہ وہ قانون مذکورہ کا پورا پورا احترام کر لیں۔ اور اُنکے خلاف بے رحمیوں سے کام نہ لیں۔ لیکن امریکہ کی اس تنبیہ کا جرمنی پر کچھ اثر نہ پڑا۔ اور جنگ کا دیر تا قیصر بدستور سفاکی۔ بے رحمی۔ جبر و استبداد کو اپنی کامیابیوں کا ذریعہ بنا لے رہا۔ یہاں تک کہ اُس نے غیر جانبدار ممالک خصوصاً امریکہ کو بھی اس خیال سے کہ وہ اُسکے دشمنوں کو مدد دیتا ہے۔ نقصان پہنچانا شروع کیا۔ بہتر سے غیر جانبدار ممالک کے جہاز اُس نے تارپیڈ و کشتیوں سے تباہ و برباد کئے۔ اور امریکہ سے آئیہ واسلے جہازوں کی فاصل

طوری پر نگرانی کا ہمارے لگی۔ اور جہاں کسی جہاز کو مشتبہ پایا۔ فوراً دریا کی تیر میں پہنچا دیا۔ کئی قیمتی جہاز امریکہ کے اس طرح ضائع ہوئے۔ لیکن اس نے اپنی روش صلح پسندی کو تباہ نہ ہونے دیا۔ اور صرف تنبیہ سے کام لیتا۔ ہا۔ عرصہ تک یہی صورت رہی۔ لیکن جب جرمن کے مظالم اتنا بڑا برداشت حد تک پہنچ گئے۔ اور امریکہ والوں نے محسوس کیا۔ کہ جرمن نظام عالم کو تباہ و برباد کر دینا چاہتا ہے۔ قوموں کی آزادی کا مسئلہ طور میں ہے اور جرمنی طاقت اسکو پامال کر کے یورپ کے نقشہ کو بدل دینا اور اپنے اقتدار کو دنیا کے تمام حصوں میں قائم کرنا چاہتی ہے۔ تو اس نے ضروری سمجھا کہ جرمنی کی قوت کمزور کر کے دنیا اور قوموں کی آزادی کو محفوظ رکھے۔ اور جو موقع مدت سے اس جنگ کی بدولت جمہوریت یا قوموں کی حقیقی آزادی کا ہم پہنچا ہے۔ اس سے جرمنی کی قوت سے نقصان نہ پہنچے دے۔ منجیم۔ سرویا۔ مانٹی نگر و اور رومانیہ کی تباہی روک کر کی بربادی اور فرانس میں متواتر جرمن فتوحات نے پریسڈنٹ ولسن کی رائے میں حیرت انگیز تبدیلی پیدا کر دی۔ اور آخر وہ جمہوریت کی حفاظت کے لئے کھڑا ہو گیا۔ اور اس خطرہ کو دور کرنے کا اس نے پورا تہیہ کر لیا۔ جو جرمنی کی قوت اقتدار سے دنیا کو پہنچنے والا تھا۔

استاد یوں کی جنگی کارروائی قانون کے اندر تھی۔ اور وہ کوئی ایسی بات روا نہ رکھتے تھے۔ جس قانون بین الاقوامی کو مدہ پہنچے۔ اور یہی سمجھتے تھے کہ اس جنگ کا انجام جمہوریت اور قوموں کی آزادی پر ہو گا۔ اس لئے انھوں نے نہ صرف امریکہ والوں کو اس کا یقین دلایا تھا کہ وہ قوموں کی آزادی کے حامی ہیں۔ بلکہ عملاً بعض مقصدات سے بعد جنگ آزادی دینے کا انھوں نے وعدہ بھی کیا تھا۔ اس لئے یہ امر قدرتی تھا کہ امریکہ اس قوت کے ساتھ بلکہ جنگ کو اختتام کی منزل تک پہنچا جو حامی امن اور قوموں کی آزادی کی محافظ ہو۔ اور اس قوت کے خلاف کھڑا ہو جسکی عیناً ریوں اور مظالم کی نہ صرف دنیا شاکی ہو۔ بلکہ جسکے کامیاب ہو جانے سے اس کا اندیشہ بھی قوی ہو کہ اس سے دنیا کی آزادی اور یورپ کے اقتدار کو

نقصان عظیم پہنچے گا۔ اسلئے امریکہ میں ایک قومی کانگریس منعقد ہوئی۔ اور پریذیڈنٹ ولسن نے اس قومی کانگریس کے مشورہ اور اجازت سے اتحادیوں کے ساتھ ہم کر جرمنی سے لڑنے اور اس کے مظالم اور جبر و استبداد سے دنیا کو محفوظ رکھنے کا فیصلہ کر لیا۔ اور امریکن فوجیں میدان جنگ میں پہنچ کر اتحادیوں کے دوش بدوش جرمنی سے لڑنے لگیں۔

جرمنی نے جب دیکھا کہ حامی امن و محافظ آزادی حکمران کی ٹڈی دل فوجیں اس کے مقابلے کے لئے آئیں۔ تو اسے انجام کار پر نظر ڈالی۔ اور غور و تامل کے بعد اس نتیجہ پر پہنچا کہ اپنے ان دو اہم مقصدوں میں جن میں ایک مالک گیری اور دوسرا دنیا میں تجارتی فروغ کیلئے سمندروں میں اقتدار حاصل کرنا تھا تبدیلی کرنی چاہئے۔ وہ اس سے قیرواقت تھا کہ امریکہ محافظ آزادی و حامی جمہوریت ہے۔ اسلئے ملک گیری اور سمندروں پر اقتدار کمال کی کوئی صورت نظر نہ آتی تھی۔ اسکو یہ بھی یقین تھا کہ امریکہ کی شرکت سے کوئی فائرے قوم اپنی فتوحات سے فائدہ نہیں اٹھا سکتی کیونکہ امریکہ صرف اسلئے شریک جنگ ہوا ہے۔ کہ دنیا کو شخصی حکمرانوں کے جبر و استبداد سے بچا کر آزادی کا موقع ہم پہنچائے۔ لہذا اس نے اپنے ارادوں کو پورا نہ ہوتے دیکھ کر اور دوسری طرف ملک کی حالت زریروں پا کر یہ قرار دیا کہ مقبوضہ مقامات کو چھوڑ دیا جائے۔ اور اس طرح ان کو خالی کیا جائے۔ کہ اس کے وقار و اقتدار کو نقصان نہ پہنچے۔ اور کوشش کی جائے کہ سمندروں پر اگر اس کا اقتدار قائم نہ ہو۔ تو کم از کم کوئی دوسری سلطنت بھی اس پر قابض نہ رہے۔

امریکہ کی شرکت جنگ سے جرمنی نے جو ہم تبدیل اپنے مقاصد میں کی تھی۔ ممکن ہے کہ اس میں اسکا بھی یقین شامل ہو۔ کہ امریکہ معاملات کو طے کرنے میں سمندروں کو بالکل آزاد قرار دیکھا۔ اور شخصی حکومتوں کا زاتمہ کر کے قومی گورنمنٹس قائم کر دیکھا۔ جس سے اسکا مقصد دوسرے رنگ میں حاصل ہو جائے گا۔ اس خیال کو

پیش نظر رکھ کر اس نے فرائض کو خالی کرنا شروع کر دیا۔ اور آہستہ طور پر بدشگون سے
 لڑتا لڑتا پیچھے ہٹتا رہا۔ یہاں تک کہ اس نے چند ماہ کے عرصے میں فرائض کا بیشتر
 حصہ خالی کر دیا۔ اور بلجیم کے بھی بعض حصے چھوڑ دئے۔ پس جرمنی فوجوں کی واپسی
 اور اتحادی امریکن افواج کی پیش قدمی اور فرانسیسی علاقوں پر اپنا قبضہ ہو جانے
 کے بعد تحریک صلح میں زور پیدا ہوا۔ تجاویز صلح پیش ہونے لگیں۔ دونوں فریق
 جنگ نے اپنے اپنے مقاصد کو ملحوظ رکھ کر شرائط پیش کیں۔ امریکہ نے ان شرائط پر
 غور کیا۔ پھر امریکہ نے اپنے نقطہ خیال سے چودہ شرطوں کو مینا و صلح قرار دیکر
 پیش کیا۔ امریکہ کی شرطیں چونکہ بائبل جبر میں تھیں اور نقطہ نظر کے موافق تھیں سب
 سے پہلے اس نے ان کو بلا کسی اعتراض یا خواہش ترمیم کے قبول کر لیا۔ اور پھر
 آسٹریا۔ ترکی۔ بلغاریہ نے بھی انکو تسلیم کر لیا۔ وہ چودہ شرائط ولسن کی فیل
 میں درج کی جاتی ہیں۔

۱۔ معاہدات صلح علانیہ ہوں۔ اور انکے بعد کوئی سمجھوتہ خفیہ نہ ہو۔ سفارتی
 گفتگو ہمیشہ صاف صاف عوام الناس کے سامنے ہو کرے۔

۲۔ جنگ وامن کے زمانہ میں اپنے اپنے علاقہ کے سمندروں کے باہر بحری
 جہازوں کو پوری آزادی حاصل رہے۔ صرف اس صورت میں کہ جو معاہدات
 موکد ہو چکے ہیں۔ ان کی تعمیل جبراً کرتا ہو۔ اس وقت سمندروں میں روک پید
 کیجا سکتی ہے۔

۳۔ تمام تجارتی روک ٹوک موقوف کی جائے۔ تمام لوگ جو امن پسند کرتے
 ہوں۔ اس اصول کو برقرار رکھنے کیلئے باہم شریک ہوں۔ تجارتی حالتوں کی
 مساوات قائم کی جائے۔

۴۔ اس بات کی کافی ضمانت معاہدہ کرنے والوں میں ہو کہ تمام اقوام
 کی فوجیں جنگی جہاز اور دوسرا سامان اس ادنیٰ درجہ تک گھٹایا جائے۔ جو ملکی
 شان کے موافق ہو۔

۵۔ نوآبادیوں کے تمام دعووں کا کشادہ دلی اور آزادی سے تصفیہ کیا جائے۔ یہ دعوے اس اصول کو سختی کے ساتھ ملحوظ رکھیں گے۔ کہ ایسے مسائل کے طے کرنے میں متعلقہ آبادیوں کے مقاصد بھی ان حکومتوں کے منصفانہ دعاوی کے ساتھ مساوی توازن قائم رکھیں۔ جن حکومتوں کے ساتھ طے کئے جائیں گے۔

۶۔ روسی علاقہ خالی کر دیا جائے۔ روس پر اثر ڈالنے والے تمام مسائل پر طرح طے کر دئے جائیں۔ کہ اسکے لئے بے روک ٹوک اپنی سیاسی نشوونما اور قومی پالیسی کے قائم کرنے کا اور اقوام عالم کے ساتھ بہت اچھا اور آزادانہ اتحاد عمل حاصل ہو۔ روس کے ساتھ اقوام آئندہ جو سلوک کریں گی وہ اسکی بغیر غیر خواہی کا ثبوت ہوگا۔

۷۔ تمام بلجیم خالی اور بحال کر دیا جائے۔ اور اس خواہش کے محدود کرنے کی کوشش نہ کی جائے۔ جس سے وہ دوسری قوموں کی مانند بدور ہے۔ اس تخلیہ و بحالی کے برابر کوئی کام اقوام عالم میں ان قوانین کا اعقاد قائم کرنے میں کارگر نہ ہوگا جو خود انھوں نے ایک دوسرے کے ساتھ اپنے تعلقات کا انتظام کرنے کیلئے بنائی ہیں۔ اس عمل کے بغیر بین الاقوامی قانون کا سارا ڈھانچہ ہمیشہ کیلئے کمزور ہو جائیگا۔

۸۔ تمام فرانسیسی علاقہ آزاد کیا جائے۔ اور جو حصے حملوں میں تباہ ہوئے ہیں وہ بحال خود کر دئے جائیں۔ اور پروشیا نے لکسمبرگ میں اس اس اور مورین کے معاملہ میں فرانس کے ساتھ جو بے انصافی کی تھی۔ جس نے امن کو تقریباً پچاس سال تک متزلزل رکھا ہے۔ اسکی اصلاح کی جائے۔ تاکہ امن پھر ایک دفعہ تمام لوگوں کو فائدے کی خاطر محفوظ و مستحکم ہو جائے۔

۹۔ اٹلی کی سرحدوں کی از سر نو دوستی قومیت کے قابل شناخت اصول پر کی جائے۔

۱۰۔ آسٹریا۔ ہنگری کے لوگوں کو جسکی جگہ اقوام عالم میں محفوظ رکھنی چاہتے ہیں

اندرونی آزادی کے ساتھ نشوونما کا موقع دیا جائے۔

۱۱۔ رومانیہ۔ سرویہ۔ مانیٹو نگر و خالی کر دئے جائیں۔ اور مقبوضہ علاقہ بحال

ہوں۔ سرویہ کو سمندر تک آزاد محفوظ رسائی دی جائے۔ اور بلقان ریاستوں کے

یا بھی تعلقات دوستانہ مشورے سے اطاعت و قومیت کے تاریخی قائم شدہ اصول پر معین کئے جائیں۔ اور اعلیٰ پولیٹیکل اور اقتصادی آزادی اور علاقے کے استحکام کی بین الاقوامی کی ضمانتیں دی جائیں۔

۱۲۔ موجودہ سلطنت عثمانیہ کے ترکی علاقوں کو محفوظ ترقی کا اطمینان دلایا جائے لیکن دوسری قومیں جو اب ترکی حکومت کے ماتحت ہیں۔ انکی حفاظت کیلئے اندرونی آزاد نشوونما کا اطمینان کر لینا چاہئے۔ درہ دانیال بین الاقوامی ضمانتوں کے زیر اثر مستقل طور سے کشادہ و آزاد رہے۔

۱۳۔ پولیٹیکل میں ایک آزاد حکومت قائم کی جائے۔ جس میں وہ علاقے شامل ہوں جو زیادہ تر پولیش آبادی سے معمور ہیں۔ اس حکومت کو سمندر تک آزادی سے رسائی دی جائے اور پولیٹیکل اور اقتصادی اور استحکام علاقہ کی بین الاقوامی ضمانتیں دی جائیں۔

۱۴۔ خاص معاہدے کے ذریعہ ایک عام انجمن بڑی اور چھوٹی حکومتوں کو یکساں طور پر سیاسی آزادی اور استحکام کی ضمانت دینے کے لئے بنائی جائے۔

اِستاد یوں کے لئے یہ شرطیں سخت نقصان رساں تھیں۔ وہ ان کے تسلیم کرنے پر عرصہ تک آمادہ نہ ہوئے۔ اخبارات اور مدبرین انجمنستان نے ان شرطوں کو ناقابل قبول بنایا۔ اور نظا ہر کیا کہ ان شرطوں کے قبول کرنے کے یہ معنی ہونگے کہ ہم نے فتح حاصل کر کے شکست اُٹھائی۔

جرمنی نے ان شرائط کو کیوں قبول کیا۔ اس پر ہم مفصل بحث ہو چکی ہے۔ جرمنی نے جو اپنے مقاصد میں اہم تبدیلی کی تھی۔ اور آئندہ کے لئے جو امر قرار دیا تھا۔ یہ شرطیں اس قرارداد کے بالکل مطابق تھیں۔ جرمن نے سمجھ لیا کہ اگر ان اصول و شرائط پر صلح ہو گئی۔ جو پر سیٹلٹ ولسن نے قرار دی ہیں۔ تو جرمن قوم کو دنیا میں کافی عروج و ترقی کا موقع ملے گا۔ اور اسکی تجارتی ترقی کو کوئی طاقت نہ روک سکے گی۔ اور اصرار بڑی بڑی سلطنتیں تقسیم ہو کر قومی گورنمنٹیں قائم ہو جانے سے اسکی قوت کو کوئی نقصان نہ پہنچا سکے گا۔ کیونکہ ان ممالک میں عموماً غیر قومیں

زیادہ آباد ہیں۔ اور جرمن صرف اپنی قوم پر حکمراں ہے۔ اسکے علاوہ اس کے تعلقات ان گورنمنٹوں اور قومی حکومتوں سے زیادہ اچھے اور مستحکم رہیں گے۔ اور وہ آنے سے خوب اقتصادی فائدہ حاصل کرے گا۔ ان وجوہ سے اس نے فوراً دسٹن کی شرائط کو منظور کر لیا۔ اور پھر اتحادیوں نے بھی اس شرط سے اٹکے آگے تسلیم خم کر دیا۔ کہ سمندروں کی آزادی کی شرط کو بالفعل محفوظ رکھا جائے۔ اور صلح کانفرنس میں اس کی نظر ثانی کی جائے۔

الترقیہ ۱۲ نومبر ۱۹۱۸ء کو ان شرائط پر فریقین میں عارضی صلح قائم ہوئی اور ایک صلح کانفرنس کے انعقاد کا فیصلہ کیا گیا۔ اور تا فیصلہ کانفرنس صلح جنگ ملتوی ہوئی۔ بڑی کے جنگ سے دست بردار ہونے کے تھوڑے ہی عرصہ بعد جنگ کا خاتمہ ہوا۔ جو دراصل کلینٹن فائتمہ تھا۔

پریسڈنٹ دسٹن نے اپنی چودہ شرطوں کے علاوہ پانچ اور شرطیں بھی پیش کیں جو پہلی شرطوں کی طرح صلح کے بنیادی اصولوں میں شامل ہوئیں۔ اور وہ حسب ذیل ہیں:-

۱۔ تمام قوموں کے حقوق بلا کسی امتیاز کے مساوی رکھے جائیں۔ اور ان سے بے لاگ انصاف کیا جائے۔

۲۔ کسی ایک قوم یا جمہورہ اقوام کی کوئی جداگانہ یا خاص اغراض تصفیہ کے کسی حصہ کی کوئی بنیاد نہ بنائی جائے گی۔ جو مشترکہ اغراض کے موافق نہ ہوگی۔

۳۔ خاص معاہدوں یا سمجھوتوں کی کوئی مجالس یا متحدہ جماعتیں مجالس اقوام کے عام اور مشترکہ خاندان میں نہیں ہو سکتیں۔

۴۔ کوئی خاص خود غرضانہ اقتصادی ترکیبیں لیگ کے اندر نہیں ہو سکتیں اور

اقتصادی بائیکاٹ یا استثنائ کی کوئی صورت کام میں نہیں لائی جا سکتی۔ سوائے اس صورت کے کہ دنیا کے بازاروں سے خارج کرنے کے طریق سے اقتصادی سزا دینے کا اختیار خود مجالس اقوام کو بطور ایک ڈسپلن ونگ کی ہونا چاہیئے۔

۵۔ تمام بین الاقوامی معاہدات اور ہر قسم کے عہد نامہ جات پورے طور سے باقی دنیا کو بتائے جائیں۔ خاص اتحادی اور اقتصادی رقابتیں اور خصوصیتیں جس عظیم عالم جذبات میں جنگ پیدا کرنے کا ایک مستقل ذریعہ رہی ہیں۔ یہ ایک غیر مخلصانہ اور ناپائیدار صلح ہوگی۔ جو ان خاص معاہدات اتحاد اور قابلیتوں کو مقبوضہ و مستحکم الفاظ میں مربوط نہ کر دے۔

اتحادیوں اور ایالتیوں نے دامن کے ان بنیادی اصولوں کو تسلیم کیا اور جنگ سے دست بردار ہوئے۔ جنگ بند ہو گئی۔ اس وقت مسٹر دامن نے امریکہ میں التوائے جنگ کا اعلان کرتے ہوئے امریکن کانگریس میں ایک دلولہ انیگر تقریر میں فرمایا۔ کہ ہم جانتے ہیں کہ جنگ کا مقصد حاصل ہو گیا ہے۔ اور صلح اقتدار شاہی جس کا کل کے حکمران خواب دیکھ رہے تھے۔ فتح ہو گیا۔ وہ عظیم الشان اقوام جو جرمنی کے فوجی طبقہ کی مطلق العنانی کو تباہ کرنے کیلئے متفق ہوئی تھیں۔ اب اس مشترکہ مقصد کے لئے پورے طور پر متحد ہیں۔ کہ ایک ایسی مشترکہ صلح قائم کی جائے۔ جس سے غیر جانبدارانہ انصاف ساری دنیا کو مطمئن کر دے۔ اور جو اس حالت سے بہتر اور زیادہ پائیدار ہوں۔ جس میں اب تک طاقتور اقوام اپنے اغراض میں ایک دوسرے سے دست درگیاں کرتیں۔ خارج اقوام کی حسد کی اور حسد کا اظہار نہایت ہی عملی طریقہ پر اس طرح ہو گیا ہے۔ کہ انھوں نے متفقہ طور پر دول وسطیٰ کی اقوام کو یقین دلایا ہے کہ انھیں خود ایک بہم پہنچانے کی موجودہ حالات میں جو تدبیر ممکن ہے۔ وہ عمل میں لائی جائیگی بلجیم کی امدادی کارروائیوں کی طرح انھیں بھی امداد پہنچانے کیلئے امدادی کوششیں باضابطہ طور پر شروع کرنے کی فوری تدابیر اختیار کی جائیں گی۔ اس غرض کیلئے دول وسطیٰ کے جو جہاز بیکار پڑے ہیں۔ وہ کام میں لائے جائیں گے اور ان کارروائیوں سے مطمئن اقوام کی قوت اور خیالات اور سرکردہ ترتیب کے اس مہتمم باشندانہ اور خطرناک کام کی طرف رجوع ہو جائیں گے۔ جو اس وقت انھیں درپیش ہے۔ قدیم گورنمنٹوں کے زوال کے بعد ہی ایک انقلاب شروع ہوا۔ جو

لحظہ بلحظہ متغیر صورتیں اختیار کر رہا ہے۔ حتیٰ کہ اس وقت مسجد اہل لوگوں کو یہ فکر پیدا ہو چلی ہے کہ کن گورنمنٹوں اور کس قسم کی اقوام سے ہمیں معاہدہ صلح کرنا پڑے گا۔ اور کن طبانیوں سے اُنکا اقتدار پائیدار ہو گا۔ اور بین الاقوامی انتظامات جن پر ہم بہت جلد بحث کر نبوالے ہیں۔ قائم رہے گا۔ یہ کوئی ایسا معاملہ نہیں ہے جسکے متعلق غلط فہمی یا تشویش نہ ہو۔ ہم نہایت آزادی سے تسلیم کئے لیتے ہیں۔ کہ ان سوالات کا قابلِ اطمینان یا فوری جواب نہیں دیا جاسکتا۔ زمانہ حال تو ان اقوام کا ہے جنہیں خود داری اور اپنی گورنمنٹوں کو باضابطہ چلانے کا مادہ موجود ہے لیکن مستقبل ان اقوام کیلئے ہے۔ جو اپنے آپ کو نسل انسانی کا ہمدرد ثابت کریں۔ مجھے پورا اعتماد ہے۔ کہ جن اقوام نے حریت کے مضابطہ سمجھ لئے ہیں۔ وہ بہت جلد محض قوتِ تمیز اور دوستانہ امداد سے ساری دنیا کو فتح کر لیں گی۔ جو اقوام ابھی ابھی ذی اقتدار حکومت کی ظلمت سے نکل کر آزادی کی روشنی میں آئی ہیں۔ وہ حریت کے خزانے مشتعل روشنی میں نہ دیکھ سکیں گی۔ اُنہیں معلوم ہو گا۔ کہ دھندلا راستہ جس کو خود اُنکے بھائیوں کے خون سے رنگا گیا ہے۔ بجائے اُنکی آسیدوں کے مستقر کے ایک بھول بھلیاں کی طرف رہنمائی کرتا ہے۔ اس وقت وہ ابتدائی امتحان سے دو بدو ہیں۔ ہمیں برابر یکساں روشنی دکھاتے رہنا چاہئے یہاں تک کہ وہ خود اپنی ہستی کو محسوس کر لیں۔ اور اس اثناء میں اگر ممکن ہو تو ہمیں ایک ایسی صلح کر لینی چاہئے۔ جو اقوام کے مابین اُن کی حیثیت کو معین اور متروک کر دیں اور اُنکی پڑوسیوں اور اُنکے قدیم آقاؤں کا خوف اُنکو دل سے نکال ڈالیں۔ اور اپنے معاملہ کو منظم کرنے کے بعد امن و امان اور صبر و شکر کے ساتھ زندگی بسر کر سکیں۔ اگر وہ خود داری اور امن و امان کی زندگی بسر کریں گے۔ تو ہم اُنکی ہر ممکن طریقہ پر امداد کریں گے۔ اگر وہ ایسا نہ کریں تو ہمیں صبر اور ہمدردی سے اس بیداری اور ہوش و حواس میں آنے کے زمانہ کا انتظار کرنا چاہئے۔ جو آخر کار آکر رہے گا۔

دلسن کی مذکورہ بالا شرائط سے ایک انقلابِ عظیم برپا ہونے والا تھا۔ کہ جنگی برکے

تمام یورپین طاقتوں کے ماتحت ممالک یا اقوام کو آزادی نصیب ہوئی تھی۔ ٹرکی کے ماتحت بھی مسلمان یہودی اور عیسائی رعایا آباد تھی۔ انکو بھی انہیں شرائط کی رو سے آزادی ملتی تھی۔ خاص کر ملک عرب کو ترکوں کی حکومت سے آزاد کرنے کا ہتھیہ کر لیا گیا تھا۔ اور خود عرب قوم میں آزادی کا جذبہ پیدا ہو گیا تھا۔ یرونی اعانت برابر اُسکے خیالات میں قوت بھر رہی تھی۔ جنگ یورپ میں ٹرکی کی شرکت سے عربوں کو آزادی حاصل کرنے کا ایک موقع بہم پہنچا۔ مگر ٹرکی حکومت کے اقتدار اور عرب کو صدمہ پہنچانے کا کسی شرط سے واضح نہیں ہوتا تھا۔ متخاصمین کے نمائندوں سے ان شرائط پر دستخط کرائے گئے۔ ٹرکی جو جنگ سے دست بردار ہو چکا تھا۔ اُس فی فوراً دستخط کر دئے۔ بلکہ ٹرکی گورنمنٹ نے موصل کے دستہ سپاہ کو ہدایت کی کہ جنرل مارشل کی شرائط پر عمل درآمد کیا جائے۔ اور خلیہ شہر اور فوجوں کے منتشر کرنے کی کارروائی عمل میں لائی جائے۔

صلح کانفرنس پیرس میں منعقد ہوئی۔ ولسن بھی اِس میں تشریف لائے۔ ہر ایک حکومت کی طرف سے نمائندے صلح کانفرنس میں شامل ہوئے۔ اور اپنی اپنی شرائط پیش لے کر آئے۔ کیونکہ ولسن کے اصولوں کے مطابق ہر ایک کو حق حاصل تھا۔ شروع شروع میں ٹرکی کے متعلق کسی کو بغض و عناد نہ تھا۔ نہ بانی صلح مسٹر ولسن ایسے خیال رکھتا تھا اس کا یہ منشا تھا۔ کہ ہر ایک ملک پولیٹیکل اور اقتصادی لحاظ سے آزاد ہو۔ مسند آزاد رہتے چاہئیں۔ ہاں اگر اتحادیوں کے دلوں میں کچھ کھوٹ ہو تو ہو۔ مگر اتحادی بھی تو بظاہر یہ اعلان کرتے تھے کہ مشرق میں ہماری پالیسی کا راز صرف ان فقرات میں مضمر ہے۔ کہ لوگوں کو غلامی کے پھندے سے آزاد کرایا جائے۔ ان مظلوموں کی حمایت کی جائے۔ جو ترکوں کے جوہر جفا سے تنگ آ گئے ہیں۔ اور ایک ایسی قومی حکومت کی بنیاد ڈالی جائے۔ جس کا عنصر غالب ملکی وطنی آبادی ہو۔ اُن محرکات کو تقویت دینے کیلئے فرانس اور برٹش نے اِس امر کا ہتھیہ کر لیا کہ ملکی حکومت سے اصولوں کو رائج کیا جائے۔ اور ایسی تحریکات کو استوار بنایا جائے۔ اور ان طریقوں کی

ان ملکوں میں مشلاں سر دیا اور عراق عرب اور ان صوبجات میں جن کی آزادی کے ہم خواہاں ہیں تبلیغ کی جائے۔ دونوں حکومتوں کا مدعا یہ تھا کہ ان ملکوں میں لوگوں کو حکومت ملنی کا حصہ دیا جائے۔ انصاف کو کیساں پر تا جائے۔ ملک کی اقتصادی ترقی میں نمایاں حصہ لیا جائے۔ تعلیم کا نشر عام کیا جائے۔ اور ان نقشہ جات کو جو ترکی پالیسی کے رہن مشن ہیں۔ ایک بنایا جائے۔ اس اعلان کے یہ بات ہرگز مترشح نہیں ہوتی کہ اتحادیوں کا منشا اس وقت ٹرکی کے حصے بخرے کرنا تھا۔ مگر حالات موجودہ کو مشاہدہ کر کے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ اس وقت یہ پالیسی ان اعلانات کی تحت میں پوشیدہ رکھی گئی تھی کہ جب وقت آئیگا۔ چریچاڑ کرنے والا اور ارشال کی ٹرکی کی قطع و برید کر دے گی۔

تمام سلطنتوں کے نمائندے صلح کانفرنس میں شریک ہوئے۔ ٹرکی کے نمائندے بھی ۶ جون ۱۹۱۹ء کو جہاز میں سوار ہو کر پیرس کی طرف چلے گئے۔ ٹرکی کا یہ فرد اما د فرید پاشا کی ماتحتی میں تھا۔ اس وفد میں ایکس ذیر اعظم توفیق پاشا کونسل کا پریذیڈنٹ ٹرک پاشا۔ وزیر مال توفیق بے۔ وزیر سونیز رینڈر شید پاشا اور کچھ دیگر ٹرکی کی شامل تھے صلح کانفرنس میں پہلے پہل صرف بحر منی کے متعلق بحث مباحثہ ہوتا رہا۔ اور کسی سلطنت کے نمائندوں کے متعلق کوئی کارروائی نہ ہوئی بہت رز و کد اور اعتراضات کے بعد بحر من صلح پر راضی ہوا۔ تب ٹرکی کے نمائندوں نے بھی جون ۱۹۱۹ء کے انجام میں صلح کانفرنس کے سکریٹری کی خدمت میں ایک یادداشت ارسال کی۔ ۲۹ جون ۱۹۱۹ء کو ایک کمیٹی نے اس یادداشت کے جواب میں اتحادیوں کی طرف سے یہ لکھا کہ صلح کانفرنس میں جو بیانات اور کاغذات موصول ہوئے ہیں۔ وہ نہایت ہی احتیاط اور غور و خوض کے محتاج ہیں۔ یہ ٹرکی کے علاوہ اور ملکوں کی دلچسپیوں سے بھی وابستہ ہیں۔ ان کاغذات سے بین الاقوامی سوالات پیدا ہوتے ہیں۔ جن کا فی الفور فیصلہ کرنا دشواری قسمت سے بالکل ناممکن ہے کونسل خود اس فکر اور تشویش میں سمجھ گھڑی ہوئی ہے۔ کہ صلح کا بہت جلد تصفیہ

ہو جائے۔ اس بے آرامی اور تکلیف کو جو موجودہ توقف کی طوالت سے پیدا ہوئی ہے اچھی طرح سمجھتے ہیں۔ لیکن موجودہ حالات کی صورت پر تخریب غور و خوض کرنے کے بعد اُن کو یقین ہو گیا ہے کہ یہ توقف اور تاخیر گریز ہے۔ لہذا وہ اس بات کو محسوس کرتے ہیں کہ فی الحال ترکِ نیابت کے دیر تک پیرس میں ٹھہرنے سے کچھ فائدہ نہ ہوگا۔ جب باہمی تبادلہ خیالات کا وقت آئے گا۔ تو اس وقت کو بینٹ ٹرکی سے بذریعہ خط و کتابت صلح کا سلسلہ شروع کیا جائے گا۔ اور اس سے بہترین طریقہ پر مشورہ حاصل کر لیا جائے گا۔ تاکہ نتیجہ نہایت ہی اطمینان اور آرام سے حاصل ہو سکے۔

یہ جواب سن کر ٹرکی کا وفد چند ایام کے قیام کے بعد پیرس سے قسطنطنیہ بے نیل و مرام واپس لوٹا۔ اس اثناء میں ایک کمیشن مقرر کیا گیا۔ جو ٹرکی کے اندر فی حالات اور درہ داریاں کے متعلق رپورٹ کرے۔ تاکہ ٹرکی کی غیر مسلم رعایا کی آبادی اور درہ داریاں کی بین الاقوامی کا فیصلہ کیا جائے۔

جرمنی سے صلح ہو گئی۔ باقی ابھی اور بھی ممالک موجود تھے۔ یعنی آسٹریا۔ بلغاریہ اور ٹرکی کا فیصلہ ابھی مسلوق بہ ہوا تھا۔ جرمنی کے بعد آسٹریا کا معاملہ صلح کا نقص میں پیش ہوا۔ اس کے قصصیہ کے بعد بلغاریہ کا مسئلہ ہاتھ میں لیا گیا۔ جب اس آخر الذکر ملک کا فیصلہ ہوا۔ تب کہیں ٹرکی کی باری آئی۔ مگر اس اثناء میں کئی سوالات ٹرکی کے متعلق ہوئے۔ نشیب و فراز کو دیکھا گیا۔ ٹرکی کا شیرازہ بکھیرنے کی تجاویز پوشیدہ طور پر عمل میں لائی جا رہی تھیں۔ سب سے پہلے ٹرکی کو یہ ضرب لگائی گئی۔ کہ اگست ۱۹۱۹ء میں تھریس کے متعلق سوالات پیدا ہوئے۔ اور اس کی تقسیم کیلئے کونسل میں بحث مباحثہ ہوا۔ جس کو اس طرح تقسیم کرنا بہتر سمجھا گیا۔ کہ تھریس کا غایت مشرقی حصہ مہم ایڈریا نپول اور ساحل بحیرہ اسود قسطنطنیہ کی آئندہ بین الاقوامی ریاست کا حصہ ہوگا۔ وسطی تھریس میں ایک عریض و طویل راستے کی حد بندی ہوگی جو بلغاریہ و سرحد سے شروع ہو کر سمرنا تک جا پہنچے گا۔ اس میں ویدی غاراج کا بند درگاہ بھی شامل ہوگا۔ بیلک

میں الاقوامی ریاست قرار دیا جائے گی۔ جو لیگ اقوام کے ماتحت ہوگی اور اس کے ذریعہ سے بلغاریہ کو بحیرہ ایجین تک پہنچانے کا۔ مغربی تھریس بدستنائے رقبہ قلیل ملحقہ سرحد بلغاریہ قرار دے کر وہ ۱۹۱۲ء میں یونان کو دیدیا جائے گا۔ مگر ٹرونیکیوں اور تقسیم سے متفق نہ تھے۔ انھوں نے ایک اور سکیم تھریس کی تقسیم کے متعلق تیار کی جو صلح کانفرنس میں منظور ہو گئی۔

ٹرکی کی اس مجوزہ تقسیم نے اسلامی دنیا کو اس سرے سے لے کر دوسرے تک آگ بگولا کر دیا۔ کابل و قاہرہ وغیرہ جیسے دور دراز مقامات میں بھی بغیض و غضب کے شعلے برپا کیجئے ہوئے۔ پیرس کے اکثر اخبارات یہ صلاح دیتے رہے کہ اب ترکوں سے صلح کانفرنس میں گفتگو کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ کیونکہ اب ترکی کوئی سلطنت ہی نہیں۔ سرحدیڈورہا پس یہ کہتے تھے کہ نصف اناطولیہ اٹلی کو دیدیا جا رہا ہے۔ سمٹرا اور ملک کا ایک بڑا قطعہ یونان سے نامزد ہو گیا ہے۔ اور ترک تھریس اور قسطنطنیہ سے نکالے جا رہے ہیں۔ پھر پانچٹر گارڈن نے بھی قسطنطنیہ کو بالٹریکوں کا مرکز قرار دے کر یہ مشورہ دیا کہ ترکوں کو قسطنطنیہ اور تھریس سے بحیثیت ایک حکمران قوم ہونے کے نکال دیا جائے۔

الفرق لیروپین اخبارات نے بہت بہت نکات اور اعتراضات چھانٹے۔ اور ہر ایک کا یہی مقصد تھا کہ اب ترکی نیست و نابود ہو گئی ہے۔ یہ دنیا میں اب کوئی سلطنت نہیں۔ ایسی ایسی اخبار و حشت آثار نے دنیا کے اسلام میں ایک تلکہ ڈال دیا۔ مصر میں بدامنی رونما ہو گئی۔ عربوں کی دوستی بھی متزلزل ہو گئی۔ ہندوستان کے مسلمانوں کے دماغ بہت ہی مختل ہو گئے۔ ان دنوں میں ترکی کے متعلق اگر کوئی مسرت انگیز اور اُمید افزا خبر سنی جاتی تھی۔ تو یہی تھی کہ وزیر اعظم برطانیہ اور صاحبِ سر ہند کی کوششوں نے پیرس میں دوں خمسہ کے نمائندوں کے سامنے اسلامی جذبات کو پیش کیا۔ بلکہ مسٹر لائڈ جارج نے تو سلطنت عثمانیہ کو ترقی دینے کیلئے ڈاکٹر دلن کو اس کا سرپرست مقرر کیا۔ بالآخر وہی ہوا۔ جو اتحادیوں کا نصب العین تھا۔

چنانچہ ستمبر ۱۹۱۹ء کو سپریم کونسل کے اجلاس میں ٹریڈریل کمیشن نے سفارش کی کہ یونانی قوجوں کو مغربی تھریس پر قبضہ کر لینا چاہئے۔ اور برطانیہ قومی-فرانسیسی اور اطالوی اقوام کو وسطی اور مشرقی تھریس پر قابض ہو جانا چاہئے۔ چونکہ ممالک متحدہ امریکہ نے اس بات کو منظور کر لیا ہے۔ اس لئے اس کارروائی کو بلا شک و شبہ عملی جامہ پہنایا جائے گا۔ یونان جو ۱۹۱۹ء کے درمیان میں ہی اپنی اقوام کو علاقہ سمرا کے قریب لے آیا تھا۔ یہ آواز صلح کانفرنس کی سفارش ہی علاقہ سمرا پر چڑھ دوڑا۔ اور چیرہ دستیوں شروع کر دیں۔ اس اثنا میں فرانس اور برطانیہ کے درمیان شام کے مسئلہ کے متعلق کچھ کشیدگی سی پیدا ہو گئی۔ جس نے پیچیدہ صورت حالات اختیار کر لی۔ اس جھجکے کا باعث خفیہ چار معاہدے تھے۔ جس کا علم دنیا کو ۱۹۱۹ء کے اخیر تک نہ ہوا۔ انہیں سے ایک معاہدہ مارسی ۱۹۱۹ء میں فرانس اور برطانیہ کے مابین ہوا۔ جس کے ذریعہ سے ترکی کے عربی مقبوضات و حصوں میں تقسیم کئے گئے تھے۔ ایک حصہ برطانیہ۔ اور دوسرا فرانس کے زیر اثر رہنا پسند ہوا تھا۔ لیکن اس سے قبل برطانیہ نے اکتوبر ۱۹۱۵ء میں ایک معاہدہ عربوں سے بھی کیا تھا کہ وہ ترکی کے برخلاف انقلاب برپا کر دیں تو یہ ۴ درجہ عرض البلد کی جانب جنوب کے علاقہ میں آزاد عرب سلطنت قائم کر دی جائیگی۔ اس طرح دو اور معاہدے ملک شام کے متعلق ہوئے۔ اور یہ سب آپس میں متضاد تھے۔ یہی سبب تھا کہ مسئلہ شام پیچیدہ ہو گیا۔ کیونکہ عرب معاہدے کو مطابق اپنی آزادی انگریزوں سے طلب کرتے تھے۔ اور فرانس اپنا وطن شام میں چاہتا تھا چنانچہ اس مسئلہ کے تصفیہ کے لئے وزیر اعظم برطانیہ فرانس میں گئے۔ اور جنرل اللبائی شام سے فرانس پہنچے۔ تاکہ وہ وزیر اعظم کو مشورہ دیں کہ شام کی حکمرانی فرانس کے حوالہ کر دی جائے۔ مگر لارڈ جارج اور ایم کلیمنٹو کے درمیان اس مسئلہ پر بحث ہوتی رہی۔ گفتگو کے بعد یہ فیصلہ ہوا کہ شام فرانس کو دیا جائے۔ اور یہ طایاکہ فرانسیسی قومی بالائی شام میں جا کر برطانوی اقوام سے چارج لے کر انکو ذمہ داری سے سبکدوش کریں۔ اس فیصلہ کو اعلیٰ کونسل نے بھی تسلیم کر لیا۔ پس فرانسیسی قومیوں کو نومبر ۱۹۱۹ء میں

شام اور فلسطین پر قابض ہو گئیں۔

مگر ابھی تک رٹ کی کا قطعی فیصلہ نہیں ہوا۔ فی الحال تقسیم ہی ہو رہی ہے۔ جس قدر ہوا ہی ہو کہ یونان سمندر پر قدم جمائے۔ اور شام کے بالائی علاقہ میں فرانسیسی افواج اپنے ڈیرے نصب کر کے قبضہ کرے۔ ابھی رٹ کی کا بہت سا ملک باقی ہے۔ جسکی تقسیم ہونی تھی۔ ناظرین آگے چل کر دیکھیں گے کہ کس طرح اتحادیوں کے ہاتھ سے رٹ کی کے پڑے اڑے۔

۲۲ نومبر ۱۹۱۸ء کو عثمانی عدالت نے صلح کانفرنس میں پھر اپیل کی کہ مسئلہ رٹ کی کا بہت جلد فیصلہ کیا جائے۔ ۲۴ نومبر کو مسٹر لائڈ جارج نے دارالامام میں مباحثہ کے وقت اعلان کیا کہ گورنمنٹ اتحادیوں سے خط و کتابت کر رہی ہے۔ کہ ممکن سے ممکن تعمیل کے ساتھ مسئلہ رٹ کی کا فیصلہ کر دیا جائے۔ ایک کانفرنس جو رٹ کی کے مسائل پر بحث کر نیکے لئے لندن میں منعقد ہوئی۔ وہ بھی ۱۳ دسمبر کو ختم ہو گئی۔ اس میں مسٹر لائڈ جارج اور ایم کمینٹش کے علاوہ جاپانی امریکن اور اطالوی سفیر بھی موجود تھے۔ اس میں بھی یہ فیصلہ ہوا کہ رٹ کی کے متعلق تسلی بخش فیصلہ ہوگا۔

ترکوں کے ساتھ برے طریق عمل کی درود انگیز داستان یہیں ختم نہیں ہوتی۔ بلکہ آگے چل کر اور بھی تعصب بھری کارروائیاں ظاہر ہونگی۔ مہلت ذوقہ جنگ کے زمانہ میں بھی انہیں تکلیف کی حالت میں رکھا گیا۔ اپوزٹ الی ختم ہونے کے بعد مدینہ شریف خالی کر دیئے اور شریف حسین کو دیر سے کانزور ٹڈالا گیا۔ اور مقدس سرزمین کا یہ آخری شہر بھی مہلت جنگ کے زمانہ میں آنے لے لیا گیا۔

چونکہ ترکوں سے ہتھیار لے لئے گئے تھے۔ اور ان کی فوجوں کا بڑا حصہ پرانگندہ کر دیا گیا تھا۔ اس لئے آسانی کے ساتھ یونانیوں نے سمرنا میں فوجیں اتار دیں۔ اور مسلمانوں پر نہایت دل دکھانے والے مظالم شروع کر دیئے۔ جن سے تنگ آ کر خلیفۃ المسیح نے ایک یورپین نامہ نگار سے اس داستان دروانیچہ کو اس طرح بیان فرمایا۔

”ذو گورنمنٹ کے قصور کا کفارہ اس طرح کیوں ہو۔ کہ یونانی سپاہ اور یونانی باشندے جنکے مظالم پشت اوبام ہیں۔ ایٹانے کو چمک کے ہزار ہا معصوم بچوں اور امن پسند

باشندوں پر تسلیم کریں۔ اور انھیں لوٹیں۔ یا ان کی عورتوں کی عصمت دری کریں۔ اور ان کے شہروں کو جلا لیں۔ اسی وجہ سے ترکوں میں جوش اور ایسا ہی بڑھ رہا ہے اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا ایک نئی جنگ شروع ہو گئی ہے۔ لیکن التوائے جنگ کی شرائط کے ماتحت یہ باتوں کا تحفظ کیا جا رہا ہے (حالانکہ ان سے ہماری لڑائی بھی نہیں تھی) اور ہمیں ان کے منظم کے بچاؤ سے محروم کیا جا رہا ہے۔ اور اسکے ساتھ ہی ہم التوائے جنگ کی بنیاد پر بنے ہتھیار ہیں۔ اور ہماری افواج منتشر کر دی گئی ہیں۔ اس لئے کہ اس سے پہلے کی صورت حالات اور بھی بدتر ہو چائے۔ یورپ کی طاقتوں کا فرض ہے کہ وہ اس قصابی کو روکیں۔“

مسئلہ مذکور بالا بیان سے صاف ظاہر ہوتا ہے۔ کہ ترکی گورنٹ اور خود سلطان المنظم کس قدر صلح کانفرنس کا فیصلہ متعلقہ ٹرکی سننے کے لئے حیران تھے۔ چنانچہ وزیر اعظم ٹرکی نے پریذیڈنٹ کمیشن کے پاس درخواست کی کہ کمیشن مذکورہ کو بہت جلد اپنی رپورٹ تیار کرنے کا حکم دیا جائے تاکہ ڈیلیگیشن کی طلبی کی جلد امید ہو سکے ہائی کمشنر نے وزیر اعظم کو اطلاع دی کہ ترکی کے ساتھ جلد صلح کی جائے گی۔ پہلے یہ اعلان ہوا کہ دوسری کانفرنس صلح ۵ جنوری ۱۹۲۰ء کو شروع ہو گی اس وقت میں ٹرکی کے ساتھ صلح کے مسئلہ پر ابتدائی گفتگو ہوتی رہی۔ تاکہ اس کا حل آئندہ کانفرنس میں کیا جائے۔

۵ جنوری کی بجائے ۳۱ فروری ۱۹۲۰ء کو سپریم کونسل کا اجلاس ہوا جس میں پھر ترکی صلح نامہ پیش ہوا۔ ایڈریالک اور دیگر مسائل پر بحث ہوتی رہی۔ اور ترکی نے فی الحال طے پا گئیں۔ ایک اور امر زیر بحث تھا۔ کہ ترکوں کو قسطنطنیہ میں رہنے دیا جائے یا نہ۔ اسکے متعلق کانفرنس صلح نے یہ فیصلہ کیا کہ ترکوں کو قسطنطنیہ میں ہی رہنے دیا جائے۔ اگر مزید قتل و قہر میں آیا۔ تو اس میں تبدیلی کرنی ناگزیر ہو گی۔ صلح ہی اسکے یہ بھی فیصلہ ہوا کہ سلطان المنظم بھی قسطنطنیہ میں ہی رہینگے۔ لیکن براعظم پر شدید بری اور بحری حکومت قائم کیا جائیگی۔ بری اور بحری حکومت کا فیصلہ ہارین فن چھوڑا گیا

اسی شرائط صلح شائع بھی ہوئیں کہ برطانوی بحری فوجیں قسطنطنیہ کی طرف کوچ کر گئیں۔ اور انھوں نے ۱۴ مارچ ۱۸۷۸ء کی صبح کو شہر پر قبضہ کر لیا۔ اس قبضہ میں انڈوی اور بالخصوص برٹش جنگی جہازوں کے نمایاں حصہ لیا۔ کورنٹس میں نہ آئی۔ شہر خاموش تھا۔ تمام اتحادی افواج اور بحری جہازیں جہازوں نے قبضہ میں حصہ لیا۔ برٹش جہازوں نے چار ہزار بحری آدمی اتارے۔ ان کی توپوں کی شہت استول پر باندھی گئی۔ ایک اور برٹش جنگی جہاز نے اسلحہ خانہ کے بالمقابل جگہ لی۔ اور باسفورس میں دوسرے جنگی جہازوں کو کارروائی کیلئے تیار کیا گیا۔ اس تجویز سے اہل قسطنطنیہ میں مقابلہ کی ہمت نہ رہی۔ اور خاموشی سے اتحادیوں کے ماتحت ہو گئے۔ اتحادی امن اور سلامتی کے ساتھ قسطنطنیہ میں ۱۶ مارچ کو داخل ہو گئے۔ اور فوجی قبضہ کر لیا۔

قبضہ کے وقت اتحادیوں نے ایک اعلان بدیں مطلب شائع کیا کہ اتحادیوں کی پرسکون پالیسی کے باوجود قوم پرستوں کی مسلسل دست برد اور مقابلہ کی پالیسی نے اتحادیوں کو فوجی قبضہ پر مجبور کر دیا ہے۔ تاکہ شرائط صلح کی تکمیل کر آئیں۔ قبضہ عارضی ہے۔ اور سلطان کے خلاف نہیں۔ بلکہ تمام ممکن اطراف میں اس کی عثمانی حکومت کی نگرانی کے لئے اس سے ایک کمک بھجنا چاہئے۔ قتل یا دوسری نشان پیش آنے کی صورت میں قبضہ کو غیر متعین زمانہ تک دست و بجا رکھی ہے۔ قبضہ میں یہ کوشش مخفی ہے کہ ترکوں کو سلطان کے احکام کے ماتحت عثمانی خوشحالی کے بحال کرنے کیلئے جمع کیا جائے۔

قسطنطنیہ پر فوجی قبضہ کے بعد اتحادیوں نے باہمی کو لکھا کہ مصطفیٰ کمال پاشا اور ان لوگوں سے اپنی بے تعلقی اور نفرت کا اظہار کرو۔ جو قوم پسندی کی تحریک کے علمبردار ہیں۔ جو زیادتبناں بالخصوص عیشیا میں رونما ہوئی ہیں۔ تاکہ یہ لوگ ذمہ دار ہیں۔ اگر چہ اس کا اعادہ ہوا۔ تو شرائط صلح اور بحری سمجھوتہ کیلئے عیشیا میں اور جو مراعات دی جا چکی ہیں۔ واپس لے لی جائیں گی۔ اور جب تک شرائط صلح کی تکمیل نہ ہوگی

الطرح من قسطنطنیہ میں اتحادی قبضہ کے بعد تیرہ کوں اور خود سلطان اعظم پر مختلف قسم کے مصائب نازل ہوتے رہے۔ جب قدر قوم پرست افراد تھے۔ اکثر اپنی جان بچا کر چلے گئے۔ اور مصطفیٰ کمال پاشا سے جا ملے۔ جو اناطولیہ کی پتھر ٹی زمینوں میں اپنی قومی آبرو کو قائم رکھنے کیلئے جہد و جہد کر رہے تھے۔ قوجی عدالتیں قائم ہو گئیں جنہوں نے جن جن کو قوم پرست احرا ترکوں کو باضابطہ پھانسیاں دیں ان میں احرا ترکوں کو مالی و جاتی نقصان پہنچانے کی مختلف تدابیر اختیار کیا گئیں۔ ایک کمیشن نے انور پاشا۔ خدیوہ پاشا۔ جمال پاشا وغیرہ پر موت کا فتویٰ صادر کر دیا۔ ایک اور کورٹ مارشل نے اس حیلہ سے کہ سلطان عبدالحمید خان مرحوم کی معذوری کے رقت قصر طرید کو شک کو ان لوگوں نے لٹا تھا۔ حکم دیا کہ انور پاشا۔ نالیب پاشا شفقت طاغوت پاشا اور دیگر اعلیٰ انسروں اور چند میران پارلیمنٹ کی جائیدادیں منقولہ اور غیر منقولہ اور بنک میں جمع کردہ روپیہ سب ضبط کر لیا جائے۔ اس خبر سے قسطنطنیہ میں بڑی سستی پھیل گئی۔ ایک اور کورٹ مارشل نے مصطفیٰ کمال پاشا اور اسکے ہمراہیوں کو موت کا حکم صادر کر دیا۔

قسطنطنیہ پر اتحادی قبضہ جم گیا۔ جو اتحادیوں کا مقصد تھا۔ وہ پورا ہو گیا۔ اس قبضہ کے متعلق مشر بوتر لانے دیوان عام میں کہا کہ قسطنطنیہ کے عام نظم و نسق کو اپنے ہاں مقیم نہ لیا جائے گا۔ بلکہ صرف جنگی اور بحری وزارتوں پر قبضہ کیا جائے گا۔ اور ڈاکخانہ اور تار اور باسفورس کی جہاز رانی پر اتحادی انسروں کی نگرانی رہے گی۔

ابھی تک شرائط صلح پیش نہیں ہوئیں۔ مزید تجویز تقسیم کہ ہی ممکن کیا گیا ہے جب یہاں تک نوبت پہنچی۔ کہ آہستہ آہستہ تمام ترک کی تقسیم ہو گئی۔ اور باسفورس اور قسطنطنیہ پر بھی اتحادیوں کا قبضہ ہو گیا۔ تو پھر قسطنطنیہ کے ہائی آشران نے باب عالی کو لکھ بھیجا کہ پیرس میں ۱۰ مئی ۱۹۱۵ء کو ایک جلسہ ہونیوالا ہے۔ اس میں معاہدہ صلح لینے کیلئے نمائندے بھیجے جائیں۔ پس نمائندے پیرس میں گئے۔ سان ریمو کونسل اعلیٰ نے معاہدہ ٹرکی کے ملکی فقرات پر دوبارہ بحث کر کے یو۔ وین ٹرکی کی سرحد

مقرر کر دی۔ کونسل نے یغوس پاشا کا بھی بیان سنا۔ جس نے آرمینیوں کے نقطہ نگاہ کی وضاحت کی۔

ایم پریٹر نے دوران مکالمہ میں بیان کیا کہ سان ریمو کانفرنس نے موجودہ کمیشن کو موقوف کر کے ایک جدید کمیشن بنانے کا فیصلہ کر لیا ہے۔ جو ترکی کے مالی معاملات کا فیصلہ کرے گی۔

با بیان صلح نے جو سان ریمو میں جمع ہوئے تھے۔ ترکی کے متعلق آخر اپنا خوراک فتویٰ صادر کر دیا۔ برطانیہ کو عراق اور فلسطین کی حکمرانری دی گئی۔ فرانس کو شام کی حکمرانری سپرد ہوئی۔ ہسنا اور تھریس پونان کے حوالے کر دیا گیا۔ آرمینیا کو آزاد کر دیا گیا۔ قابل جہوں نے ترکی کے ٹکڑے چھانٹ چھانٹ کر اپنے لئے رکھ لئے۔ اور ترکی کو زرخیز علاقوں سے محروم کر دیا گیا۔

اب ہم اس حد تک پہنچ گئے ہیں کہ ترکی کی شرائط صلح ناظرین کے سامنے بغرض ملاحظہ پیش کریں۔ ترکی کا معاہدہ صلح سفیر خارجہ کے کلارک روم میں ایم پریٹر جو اس وقت صدر تھے۔ اور ممتاز اتحادی مدبرین کی موجودگی میں ترکی سفارت کا حوالہ کر دیا گیا۔ ایم پریٹر نے سفارت ترکی کو آگاہ کیا۔ کہ انھیں اظہار کے لئے ایک مہینہ کی مہلت دی جاتی ہے۔ تو فیق پاشا نے معاہدے کو کاسبتے ہوئے ہاتھوں سے پکڑا۔ اور لرزتی ہوئی آواز کے ساتھ مختصر الفاظ میں اس کو تسلیم کیا۔ اور یہ کس کارروائی پانچ منٹ کے اندر ختم ہو گئی۔ ترکی کی شرائط صلح ذیل میں درج کجائی ہو۔ معاہدہ صلح ۳۴ حصوں پر مشتمل ہے۔ حصہ اول میں لیگ اقوام کا معاہدہ ہے۔ دوسرے میں سرحدوں کا تذکرہ ہے۔ اور تیسرے میں سیاسی شرائط مذکور ہیں۔

ترکی سرحدیں (النت) ترکی کی مغربی یا یورپی سرحد ہنگ سے شروع ہو کر کیکیٹیا پر بشمول اس مقام کے ختم ہو گئی۔ اس طرح ترکی میں جمیل درکوں استرخا اور غلط شتا لہجہ بھی شامل ہو گئے۔

(ب) مشرقی سرحدیں۔ ولایات۔ طرابزون۔ ارض روم اور ٹلس اور وان میں

ترکی اور ارمینی سرحدوں کا فیصلہ صدر جمہوریہ امریکہ کے اختیار میں چھوڑا جائیگا۔ ترکی اور آرمینیا اور دیگر بڑے بڑے فریق اس فیصلہ کو مانتے ہیں اور ایک آزاد ریاست آرمینیا کیلئے سمندر کا راستہ بھی تسلیم کرتے ہیں۔

(ج) جنوبی سرحد دریائے جیہوں کے دہانے سے یورپاتی۔ اتر مانیہ۔ عین تاب عرقہ جزیرہ ابن عمر (تمام خود بھی شامل ہیں) اور دہاں سے کجری داغ پر ایرانی سرحد کی طرف جاتی ہے۔ (سمندر پار یونانی حکومت کا ایک حصہ ترکی میادوت کو ماتحت ہوگا۔ اور اسکی سرحد تخمیناً آخ حصار اور ادمین کے بیچوں بیچ جائیگی۔

(۱) ترکی حکومت کے حقوق یا القاب میں کوئی تبدیلی نہ ہوگی۔ تاہم سیاسی شرائط اس شرط میں تبدیلی کا حق محفوظ رکھا جاتا ہے۔ اگر ترکی فی ایمانڈاری سے شرائط صلح کو پورا نہ کیا۔

(۲) آبنائے باسفورس کے متعلق بحیرہ اسود۔ دہانہ باسفورس اور بحیرہ روم۔ دہانہ درہ دانیال اور تیز ہرہ دہانوں سے تین میں کے فاصلہ پر اور تین ساحلوں پر جہاں تک کہ ضرورت ہو ان سب پر ایک کمیشن حکومت کریگی۔ جس کا فرض یہ دیکھنا ہوگا کہ جنگ دامن میں جہاں زانی کھلے طور پر ہوتی ہے۔

وہ طاقتیں جو شرائط میں شامل نہیں ہیں۔ ان پر ترکی علاقے میں عدالتی اختیار ترکوں کو حاصل ہوگا۔ یونانی علاقہ کالیونان کو۔ اور شرائط میں شامل طاقتوں کی تفصیلات کی عدالتوں کو۔

اس تاریخ سے لے کر عرصہ چھ ماہ کے اندر اندر جس سے یہ معاہدہ کر دستان نفاذ پذیر ہوتا ہے۔ دریائے فرات کے مشرقی علاقہ میں حصین زیادہ تر کرد آباد ہیں۔ لوکل سیلف گورنمنٹ (حکومت خود اختیاری) کی سکیم پر ایک کمیشن غور کریگی۔ جس کو فرانس۔ اطالی۔ اور برطانی حکومتیں مقرر کریں گی۔

کمیشن قسطنطنیہ میں اپنے اجلاس کریگی۔ اس سکیم میں سیرانی اور دیگر مذہبی و قومی تفصیل اقتدار جماعتوں کی حفاظت پورے طور پر ملحوظ رکھی جائیگی۔ اور اس

غرض کیلئے کردوں۔ ایرانیوں۔ اطالیوں۔ فرانسیسیوں اور برطانی مائٹ۔ اس کی متحدہ کمیشن مقرر کی جائیگی تاکہ وہ مزید بحث معاملات کو دیکھے۔ اور فیصلہ کرے۔ لیکن اگر مذکورہ باہر طبقہ کے کرد اس تاریخ سے لیکر ایک سال کے عرصہ میں جب یہ معاہدہ نفاذ پذیر ہوتا ہے۔ ایک اقوام کی کونسل سے درخواست کریں اور اس بات کی تسلی بخش شہادت دیں۔ کہ اس رقبہ کی اکثر آبادی کی خواہش ترکوں سے علیحدہ ہونے کی ہے۔ اور اگر یہ کونسل خیال کرے کہ لوگ حکومت خود مختاری کے قابل ہو گئے ہیں۔ اور سفارش کرے کہ ترک کی حکومت سے ان کو خود مختاری مل جائے۔ ترک کی پہلے ہی سے اس بات پر رضامند ہے کہ وہ کونسل کی سفارش پر عمل کرے گی۔ اور تمام حقوق و امتیازات جو اسے اس علاقہ میں حاصل ہیں چھوڑ دیں گی۔ مگر ایک علیحدہ اقرار نامہ جو حوالگی کی تفصیل کے مستحق ہو ترک کی اور بڑی بڑی متحدہ طاقتوں کے درمیان تجویز کیا جائیگا۔ جن کے دستخط موجودہ معاہدہ پر ہیں اگر اس وقت جب کہ یہ حوالگی واقع ہو۔ اور کرد جو کردستان کے اس علاقہ میں رہتے ہیں۔ جو موصل کی ولایت کا ایک خاص حصہ ہے۔ کردوں کی ریاست میں شامل ہونے کی خواہش کریں۔ جس کو نیا حق خود اختیاری ملا ہے۔ تو بڑی بڑی متحدہ طاقتوں کو آئے اس ریاست میں شامل کئے جانے پر کوئی اعتراض نہ ہوگا۔

چونکہ یہ شہر مذہب۔ نسل۔ زبان میں اکثر فواجی آبادی سے مختلف ہے اور یونان ایک علیحدہ معاہدہ صلح میں ایسی شرائط لگانے سے مستحق ہے۔ جو اسکے باشندوں کے مفاد کی حفاظت کیلئے ضروری ہوں۔

امداد کے مستحق اُنہی درخواست اور حکم دار طاقتوں کی فلسطین۔ عراق عرب۔ شام

جانب سے انتظامی مشورہ کی بنا پر جب تک کہ وقت نہ آجائے کہ وہ اپنے پاؤں پر کھڑے ہونے کے قابل ہو گئے ہیں۔ فلسطین۔ عراق عرب اور شام۔ عارضی طور پر خود مختار ریاستیں تسلیم کیا جائیں گی۔ فلسطین کی حکمرانی اس ملک کو عمل میں لانے کی ذمہ دار ہوگی۔ جو برطانیہ حکومت نے نوبر ۱۹۱۷ء کو

یہودیوں کیلئے ایک قومی مسکن کے قیام کی نسبت کیا تھا۔

ایک آزاد اور خود مختار ریاست کے طور پر تسلیم کیا جانا حجاز کے حق میں منظور کیا گیا ہے۔ شاہ حجاز نے ایک عہد کیا ہے کہ ہر ایک ملک کے حاجی کو مکہ اور مدینہ میں آزادی اور آسانی سے داخلہ کا یقین دلایا جائے گا۔

مصر۔ سوڈان

ٹرکی نے مصر پر جو قرضہ لیا ہوا ہے۔ اسکی ذمہ داری سے برطانیہ ٹرکی کو سکدر دہش کرتا ہے۔ ترکی رعایا جو مصر میں ۸ ارب ۵۰ لاکھ پونڈ سے مقیم ہے مصری شہر ہوئے۔ اور اس کے بعد ٹرکی کی رعایا نہیں رہیں گے۔

جزیرہ قبرس کے الحاق کی توثیق کیجاتی ہے۔

ٹرکی ٹیڈنس اور مراکش پر فرانسیسی حکومت محدودہ کو تسلیم کرتی ہے۔

بحیرہ مجمع الجزائر اور لیبیا پر ٹرکی کی جو حقوق اور مراعات حاصل تھیں وہ ان سے دستکش ہوتی ہے۔

ٹرکی جزائر دوڈیکانس کے تمام حقوق اور اختیارات جو اٹلی کے تصرف میں ہیں

ان سے اٹلی کے حق میں دست کش ہوتی ہے۔

اتحادی طاقتوں اور ریاستوں کے درمیان جو عام عہد و پیمان یا معاہدات

موجودہ عہد نامہ صلح کے ماتحت ہوئے ہیں۔ یا ہو چکے ہیں۔ ٹرکی ان کو تسلیم کرتی

ہے۔ ان عہد ناموں میں جو سرحدیں قائم کی گئی ہیں

ٹرکی ان کو بھی تسلیم کرتی ہے۔

اپنی آزادی دوبارہ حاصل کرنے کے بعد جب تک وہ بخوشی

مذہب اسلام قبول کرے تک ضروری رسوم پر سے نہ کریں تمام

وہ لوگ جو یکم نومبر ۱۹۱۸ء سے پہلے غیر مسلمان تھے۔ غیر مسلمان سمجھے جائیں گے مجلس

اقوام منجملہ کمیشن مقرر کرے گی جس کے پاس معلوم لوگ یا ایسے خاندان یا رشتہ دار

شکایات پیش کر سکتے ہیں۔ ۱۹۱۵ء کا متروک جائدادوں کا قانون منسوخ کیا گیا ہے

ٹرکی یہ اپنے ذمہ دیتا ہے کہ کمیشنوں کے فیصلوں کی تعمیل ہوگی۔
ٹرکی فوج بحری - فوجی - اور ہوائی طاقت کی شرائط مسلح سپاہ جسے ٹرکی
 کام میں لاسکتی ہے۔

دراستحسان کو باڈمی گارڈ ...

۱۳) قلیل التعداد جماعتوں کی حفاظت - اندرونی امن کے قیام کیلئے چند
 ۱۴) خاص عناصر جنہیں سے چند راسہ کو کمک پہنچائی جائے گی۔ (۲۰ و ۲۱) کی
 میزبان پچاس ہزار سے نہیں بڑھے گی۔

ٹرکی بیرونہ سات جہازوں اور چھ تارپیڈو کشتیوں سے نہیں بڑھے گا بحری
 یا بری ہوائی طاقت کا رکھنا ممنوع ہے۔ ترکی بتدریج ہوں میں جس قدر جنگ
 جہاز نظر بند ہیں۔ ان سب کی اطاعت تسلیم کر لی گئی ہے۔ ان واقعات کی تکمیل
 کے لئے ایک بین الاقوامی کمیشن مقرر کیا جائے گی۔

اسیروں کی واپسی کیلئے ہر ایک آسانی منظور کی گئی ہے جس
اسیران جنگ اور قبریں جگہ اتحادی سپاہیوں کی قبریں ہیں۔ وہ اٹلی برطانیہ اور
 فرانس کو منتقل کر دی جائے گی۔

ٹرکی حکومت ان تمام اشخاص کو جو جنگ کے قوانین و آئین کی
تعزیرات خلاف ورزی کے ملزم ہیں۔ دول متعلقہ کے سپرد کر دیگی تاکہ ملزمین
 کے مقدمات کی سماعت اس سلطنت کی فوجی عدالتوں میں ہوگی جنکی رعایا کے کسی شخص
 کے خلاف استتباب جرم کیا گیا ہو۔ ملزمین کو بغیر منصفانہ اپنی مرضی کے دیکھا کے
 انتخاب کا حق حاصل ہے۔ گورنمنٹ ٹرکی ان اشخاص کی حوالگی کا بھی ذمہ دیتی
 ہے جو قتل عام کے واقعات کے ذمہ دار قرار پائینگے۔ اور انکی سپردگی ضرور ہوگی۔
 جنگ سے پیشتر ٹرکی حکومت پر کوئی ۱۶۳ ملین قرضہ تھا۔ اور جنگ کے

مالیات بعد ۱۹۱۴ء میں ملین کا اندازہ کیا گیا ہے۔ عثمانی حکومت کے قرضہ کی تاریخ
 سے ظاہر ہوتا ہے کہ جنگ سے پیشتر حکومت ٹرکی اس کو تسلیم کرتی تھی کہ مالی بحران کی

مستحکم ضرورت ہے۔ اور اب تو اس کی ضرورت اور بھی زیادہ ہے۔ کیونکہ ترکی کی ذمہ داریاں بہت بڑھ گئی ہیں۔ قرقند کا پیش اور جنگ کے ایک حصہ کا بار ان حکومتوں پر جن کا قیام ترکی کی قطع و برید سے بے دخل میں آیا ہے۔ مقبوضہ علاقہ بنات پر ڈالا جائے گا۔

اقتصادیات دول متحدہ کی رعایا کے اشخاص کی ان کمپنیوں کو جن کی حقوق کی محافظہ دول متحدہ میں جو رعایتیں ۱۹۰۲ء اکتوبر ۱۹۰۲ء سے پہلے حاصل تھیں۔ بلا کم و کاست پھر دی جائیں گی۔ تاکہ انہیں وہی ترجیحی حقوق حاصل ہو جائیں جو ابست و عا حاصل تھے۔ دول متحدہ کی رعایا کے اشخاص اور ان کمپنیوں کو جن کے حقوق کی محافظہ دول متحدہ میں جو رعایتیں ترکی حکومت یا ترکی مقامی حکام نے ۱۹۰۲ء اکتوبر ۱۹۰۲ء سے پیشتر ان علاقوں کو دی تھیں۔ جو ترکی سے علیحدہ کر لئے گئے ہیں۔ ان پر کسی بڑی اقتصادی حکومت کی سرپرستی قائم کی جائے گی۔ وہ اپنے حاصل کردہ حقوق سے پورا پورا فائدہ اٹھاتے رہیں گے۔ اور جو وعدے ان سے گئے ہیں۔ ان کا ایفاء میں آئے گا۔ یا دول متعلقہ ان کے مساوی اقرارات ان سے کہیں گے۔ لیکن دول متعلقہ اپنے لئے اس حقوق کو محفوظ رکھتی ہیں کہ اگر وہ اس قسم کے اقتصادی حقوق کے برقرار رہنے کو مصالح عامہ کے خلاف سمجھیں۔ تو انہیں سے ہر ایک حکومت ایسے حقوق کو خود خرید لے۔ یا ایسے حقوق میں کمی کر دے۔ اور اس کا اداجی معاوضہ ادا کر دے۔

ہوائی جہاز رانی۔ ریلوے بندھ گاہیں۔ آبی گذر گاہیں دول متحدہ کے ہوائی جہاز رانی کو ترکی کی فضا سے گزرنے اور

زمین پر اترنے کیلئے مندرجہ ذیل بندر گاہیں بین الاقوامی قرار دی جاتی ہیں اور یہ گنجائش رکھتی جاتی ہے۔ کہ ہر بندر گاہ میں جداگانہ قومی رقبے معین ہوں۔ اسکندرونہ۔ بصرہ۔ باطوم۔ قسطنطنیہ۔ دیدی۔ غار۔ حیضہ۔ حیدر پاشا۔ سمونا۔ طرابزون۔

شرکی اس بین الاقوامی میا ہدہ کو تسلیم کرتا ہے
مزدوروں کے متعلق جو جماعت مزہ دوران کے متعلق ہوا ہے۔

شرکی اس امر کا بھی ذمہ لیتا ہے۔ کہ وہ آئنا قذیمہ کے متعلق ایک
مستفقات سے
نیا قانون جاری کرے گا۔ اسکے متعلق اس نے خاص خاص شرائط تسلیم
بھی کر لیا ہے۔

تذنیق پاشا نے یہ شرائط قسطنطنیہ میں بھیج دیں۔ اور خود وہیں رہا۔ لیکن جب
یہ شرائط قسطنطنیہ میں پہنچیں تو انھوں نے وہاں عجب ہی دردناک اثر پیدا
کیا۔ جس کے متعلق لندن کے اخبار ڈیلی ایمپیرس کے قسطنطولی نمائندے کا
مراسلہ درج ذیل کیا جاتا ہے۔ نامہ نگار تذکرہ لکھتا ہے:-

آج استنبول میں ماحمی جمعہ ہے۔ اعضاء حکومت عثمانیہ اور جماعت
اور ہر جگہ کے ترک نمازاد اکرنے گئے۔ مگر تصویر یاس و غم بنے ہوئے تھے۔
توفیق پاشا نے ایک مختصر سے مراسلہ میں شرائط صلح درج کر کے بھیجی تھیں۔ یہ
شرطیں کل شب وزیر اعظم کو موصول ہوئیں۔ اور ان کی سختی سے ترکان آل
عثمان کے قلوب پر حزن و اندوہ کی ایک گھٹا چھا گئی۔ یہ گھٹا با سفورس سے
لے کر لیدیز کو شک تک پھیلی ہوئی تھی۔ جہاں اہل دربار سپیکر غم و الم بنے ہوئے
یہ کہتے سنے جاتے تھے۔ کہ دولت عثمانیہ کی تاریخ میں آج رسم سلاطین سب سے
زیادہ غم آلود ہے۔

سلطان المعظم مہمول سے زیادہ کم سن سال اور سٹھکے ماندے نظر آتے
تھے۔ اور چہرہ پر درشتی اور غنوت برس رہی تھی۔ آپ جب معمول روئی افروز
مسجد ہو کر مراجعت فرما ہوئے۔ لیکن باقی تمام رسمیں چھوڑ کر شرائط صلح اور اپنی مملکت
کے مستقبل قریب پر غور و غوض کرنے میں مصروف ہو گئے۔

مجھے مجتہد ذرائع سے معلوم ہوا ہے۔ کہ حضرت سلطان المعظم نے پروردگار تعالیٰ میں
اپنے عزم شامانہ کا اظہار فرمایا ہے۔ کہ عہد نامے کی موجودہ شرائط کو آپ ہرگز تسلیم

نہ فرمائیں گے۔ اور اگر شرائط صلح میں ترمیم نہ ہوئی۔ تو آپ مسند خلافت سے دستکش ہو جائیں گے۔ اور اگر یہ واقع پیش آیا۔ تو شہزادہ ولیہد بہادر بھی مسند نشین خلافت نہ ہو سکے۔ تاکہ اس طور پر دنیا سے اسلام کو دول متحدہ پر دباؤ ڈالنے کا موقع مل سکے۔

سرکاری اور غیر سرکاری معلقوں میں ترکوں کی طرف سے اس حقیقت کا اعتراف ہو رہا ہے۔ کہ آخر وقت تک انھیں دول متحدہ کے ارادوں کے متعلق یہ خیال تھا کہ تھریس اور سمرنا کے بارے میں جو تجا دینہ ان سے مضبوط کی جاتی ہیں۔ وہ مبالغہ آمیز ہیں۔ لیکن اب اسی حال کھٹنے پر ترکوں کو قلوب کی یہ کیفیت ہے کہ گویا آسمان سے آئینہ بجلی گر پڑی۔ خود حکومت کے وہ اعلیٰ بھی جو مصطفیٰ کمال پاشا کی مخالفت کے بدعی تھے۔ اب یہ مخالفت چھوڑ بیٹھے ہیں اور کہتے ہیں کہ پیرس میں جو فیصلہ ہوا ہے۔ اسپر انٹرنیشنل کی اُمید رکھنا ایک توقع لاعمال ہے۔ آج وہ کھلم کھلا کہہ رہے تھے کہ غلطی ہماری تھی۔ غازی مصطفیٰ کمال پاشا بالکل سچا تھا۔ ترک جابجا کہہ رہے ہیں۔ کہ قسطنطنیہ میں سیاہ جھنڈے نمایاں کرنے چاہئیں۔ اور جبے منعقد کرنے چاہئیں۔ جنہیں شرائط صلح کے خلاف صدائے احتجاج بلند کی جائے۔

بعد ازاں ان شرائط پر غور کر نیکے لئے ایک کمیشن مقرر ہوئی۔ جس کے صدر شیخ الاسلام مقرر ہوئے۔ بحث مباحثہ کے بعد اس کمیشن نے شرائط کا جواب تیار کیا۔ اس میں آرمینیا اور جازان کی خود مختاری اور یٹولس پر فرانسیسی قبضے کو تسلیم کر لیا گیا۔ مصر اور جزائر بحین سے دست برداری کا اعلان کیا گیا۔ شام۔ عراق۔ عرب اور فلسطین کی خود مختاری اور ہنر سوئٹزر۔ سوڈان اور قبرس پر برطانیہ کے حقوق کو تسلیم کیا گیا۔ آبنائے کوکھولے پر بھی رضامندی ظاہر کی گئی۔ لیکن یہ التجا کی گئی کہ اقتدار سلطنت و سیاہی رہے۔ جیسا ہنر سوئٹزر کے لئے عہد نامہ قسطنطنیہ ۱۸۳۰ء میں معین کیا گیا تھا۔ تھریس اور سمرنا کے متعلق جو شرائط ہیں۔ ان پر اعتراض کیا گیا

اور علاقہ سمرنا سے یونانیوں کے اخراج کا مطالبہ کیا گیا۔ فوج کی تیئین اور مالی ننگہ انی کے کمیشن کے تقرر پر رضامندی ظاہر کی گئی۔

قسطنطنیہ دارالخلافہ ترکی کی حیثیت پر قرار رکھنے پر اطمینان ظاہر کیا گیا۔ لیکن اس کے ساتھ ہی جو شرائط و قیود عاید کی گئیں اور ترکی کو آبنائے کی کمیشن سے خارج کر دیا گیا تھا۔ ان امور پر صدائے احتجاج بلند کی گئی۔ اور اعلان کیا گیا کہ جو اختیارات کمیشن کو عطا کئے گئے ہیں۔ ان سے حکومت عثمانیہ کو شاہانہ حقوق میں غفلت پڑتا ہے۔ اور یہ بھی کہا گیا کہ معاہدہ صلح کی بعض دفعات میں جو یہ روج کیا گیا ہے کہ ایک خاص علاقے کے اندر تمام احکامات منہدم کر دے جائیں۔ اور اس علاقے پر دول متحدہ کی فوجیں قبضہ کر لیں۔ اس سے ترکی کے حقوق شانہ و درامع و انتظام کی براہ راست توہین ہوتی ہے۔ مطالبہ کیا گیا کہ مقبوضہ علاقہ کے طول و عرض میں تخفیف کر دیجائے۔ آبنائے کی کمیشن میں ترکی مستندین بھی مقرر کئے جائیں۔ ارضی علاقہ پرانی ترکی روسی سرحد سے متجاوز نہ ہو۔ اور کردستان، شام اور عراق عرب کی سرحد قائم کر نیکی لئے ایک بین الاقوامی تحقیقاتی کمیشن قائم ہونی چاہیے۔

اس کے ساتھ ہی یہ مطالبہ بھی تسلیم کر لیا گیا۔ کہ ماکن مقدسہ پر حضور سلطان المعظم کے اختیارات و حقوق کا بحیثیت خلیفۃ المسلمین احترام کیا جائے۔

جب یہ یادداشت اتحادیوں کو پہنچی تو اس کے جواب میں اتحادیوں نے تھریس سمرنا۔ سرحد شام یا آرمینیا کے بارے میں رد و بدل کر نیسے استنکار کیا۔ آبنائے باسفورس کی حبش کی نسبت جواب میں بڑے زور سے کہا گیا کہ اس بات کی ضرورت میں کسی کو کلام نہیں ہو سکتا۔ کہ ترکی حکومت کو تہذیب کے بارہ میں ایک اور بے وفائی سے روکنے کیلئے مؤثر تدابیر اختیار کرنی ضروری ہیں۔ البتہ اتحادیوں نے فیصلہ کر لیا ہے کہ ترکوں کی یہ درخواست کہ انہیں ایک نمائندہ کمیشن آبنائے میں مقرر کرنے کا حق دیا جائے۔ یہ کمیشن ایسے مسائل کی نسبت کارروائی کریگی۔

جیسا کہ اس شرط کی دلیلی ہے۔ جس کی رو سے ٹرکی ۱۷۷۰ء میں اور اس سے زیادہ
 دنوں کے اپنے تمام دفاعی جہاز اتحادیوں کے حوالے کر دینے کا عہدہ کرتی تھی۔
 جواب میں نیز اس بات پر مرمور دیا گیا۔ کہ ٹرکی کی شرکت جنگ کے باعث
 سے جنگ کم از کم دو سال اور طول پکڑ گئی۔ جس سے اتحادیوں کو کوئی لاکھ نفیس
 اور کروڑوں پونڈ کا نقصان برداشت کرنا پڑا۔ یادداشت میں ان مظالم کو دہرایا
 گیا جو بلوٹاریہ۔ مقدونیہ اور رومانیہ میں ترکوں نے کئے۔ اس سے یہ ضرورت
 محسوس ہوتی ہے۔ کہ دیگر اقوام پر ترکوں کی حکومت ختم کر دی جائے۔ جواب میں
 یہ بھی ظاہر کیا گیا کہ اگر ٹرکی نے صلح نامہ پر دستخط کرنے سے انکار کیا۔ یا اگر
 وہ اناطولیہ میں اپنی حکومت دوبارہ قائم کر لے۔ تو ممکن ہے کہ ہمیشہ کیلئے ترکوں
 کو یورپ سے نکال کر اتحادی قسطنطنیہ کے انتظام کے متعلق غور کرنے پر مجبور ہو جائیں
 جس کی نسبت اتحادیوں کو توثیق ایجنڈا شہادت ہیں۔

اس اثناء میں ترکی وزیراعظم پوشیدہ پوشیدہ پیرس میں گئے۔ اور ۱۹
 جولائی کو واپس آ گئے۔ تب انہوں نے وزراء سے کہا کہ ترکوں کو ۲ جولائی
 تک معاہدہ صلح پر دستخط کرنے کی ہمت نہ کی جائے۔ اور معاہدہ صلح میں کسی
 ایک دفعہ میں بھی اہم ترمیم ہونے کی تمام توقعات قوم پر ترکوں کے اس پر
 حملہ کرنے کے دیوانہ پن سے خاک میں مل گئی ہیں۔ اگر معاہدہ صلح پر دستخط نہ کئے گئے
 تو ترکی کی حالت بدتر ہو جائے گی۔ اور اس سے لڑائی شروع ہو جانے کا اندیشہ
 سرکاری حلقوں میں ترکی رائے معاہدہ صلح پر دستخط کرنے کی بہت زیادہ تھی۔ نیز
 ترکی وفد کے اکثر ممبروں کی رائے تھی۔ کہ معاہدہ صلح پر دستخط نہ کرنے کی صورت
 میں ترکوں کے ہاتھ کچھ نہ آئے گا۔ ممکن ہے کہ انکار کی صورت میں یونانی قسطنطنیہ
 پر قبضہ کر لیں۔

(۲)

زیر مزدہ اقبال کواں سوو آد : دولت ز نشاط تہنیت گوو آد

گئل ایک بار غ عشرت از سر بشکفت : دے فروش کہ آب رفتہ در چہ آ۔
 اگرچہ داماد فرید پاشا نے بہت کوشش کی کہ شرائط صلح پر دستخط ہو جائیں۔
 لیکن اس کو اس میں کامیابی نصیب نہ ہوئی۔ کیونکہ ایک طرف تو خود سلطان اور
 دلی عہدہ ترک کی ان شرائط کے مخالف تھے۔ بلکہ انھوں نے یہ اقرار بھی کر لیا تھا کہ
 اگر اتحادیوں نے تھریس اور سمرانیونان کو دیدے۔ تو سلطان تخت سے دست
 بردار ہو جائیں گے۔ اور ولی عہد عہدہ ولی عہدی سے استعفا دیدینگے۔ دوسری
 طرف ملک میں آزادی پسند جماعت موجود تھی۔ جو اتحادیوں کی اس غیر منصفانہ
 تقسیم کے مخالف اپنی قومی عظمت و شوکت کو برقرار رکھنے کیلئے جدوجہد کر رہی تھی
 یہ جماعت ملک میں اسوقت سے موجود تھی۔ جبے یونان نے تھریس اور سمرنا میں
 اپنی فوجیں اتار لی تھیں۔ اسوقت یہ لوگ مخالفانہ حسوں میں موجود تھے۔ وہ جولائی
 ۱۹۱۹ء میں مصطفیٰ کمال پاشا کی سرکردگی میں منظم ہوئے۔ اور ایک جلسہ میں انہوں
 نے آپس میں حلف اٹھائے کہ یا تو کٹ کر مر جائیں گے۔ یا دشمنوں سے اپنے
 ملک کو پاک کریں گے۔ چنانچہ اس جماعت کی تحریک بہت جلد ملک کے طول و عرض
 میں پھیل گئی۔ جب الوطنی کا جذبہ دل میں رکھنے والے لوگ اس جماعت احرار سے
 پیوستہ ہو گئے۔ یہاں تک کہ ۱۹۱۹ء کے انجام تک یہ جماعت ایک خاص اور کثیر
 فوجی جماعت بن گئی۔ شروع سال ۱۹۲۰ء میں انھوں نے اتحادیوں کو مختلف
 مقامات پر جنگ چھیڑ دی۔ بعد ازاں انہوں نے یونان پر بھی حملہ کر دیا۔
 کس کو امید تھی کہ یہ مٹھی بھرا شخص اس طاقت و قوت کے مالک بن جائیں گے
 کہ اتحادیوں کی مسلح افواج کے مد مقابل ہو کر ان پر حملہ کرنے شروع کر دیں گے۔
 لیکن یہ سچ بات ہے کہ حق ہمیشہ نمایاں رہتا ہے۔ اور ہمیشہ غالب رہتا ہے۔ یہ لوگ
 حق پرست تھے۔ صرف اپنی آزادی چاہتے تھے۔ اور توکل بڑا راہ اس کام پر آ رہا
 ہو گئے تھے۔ حق تعالیٰ نے انکی امداد کی۔ اور وہ اس مرتبہ تک پہنچ کر مقابلے کے لئے
 تیار ہو گئے۔ پھر طرہ یہ کہ انکو صرف ایک ہی طاقت سے مقابلہ درپیش نہ تھا۔ ترکی میں

داماد فرید پاشا ترکوں کو قوم پرستوں کے خلاف اکا اک کر میدان جنگ میں بھیجتا تھا۔ اتحادی علیحدہ مقابلے پر کھتے۔ ایک طرف فرانس لڑ رہا تھا۔ اور دوسری طرف آرمینیا اور یونان۔ غرضیکہ ایک ہی وقت پر اس قوم پرستوں کی جماعت کو بے شمار دشمنوں سے دوچار ہونا پڑتا تھا۔ یہ بہادر بکھر دغا میں کودتے اور پھاندتے چلے گئے۔ بالکل نہ گھبرائے۔ بلکہ اپنی سرگرمیوں میں مشغول رہے اپنے اغراض و مقاصد کی اشاعت ٹرکی میں اور دیگر ممالک میں کرتے رہے یہ اغراض و مقاصد ایک حقیقی بات کی بنیاد ڈالتے تھے۔ مسلمان بہت جدا آئے گرویدہ ہوتے گئے۔ اور مصطفیٰ کمال پاشا کی امداد کیلئے اسکے جھنڈے تلے جمع ہوتے گئے۔ سب سے اول ترک ہی موقع بہ موقع انکی جماعت سے ملے گئے یہ نہیں کہ ادنیٰ لوگ ہی اس جماعت کے شریک ہوتے تھے۔ بلکہ ٹرکی کی سلطنت کے اعلیٰ اراکین۔ رؤسا۔ امرا اور مولیٰ آدمی بھی آئے ساتھ شمولیت کا امتیازی تمغہ حاصل کرتے گئے یہ لوگ خاص کر اسوقت کثیر تعداد میں ترکوں کے ساتھ مل کر شروع ہوئے۔ جب اتحادیوں نے قسطنطنیہ پر قبضہ کر کے ترکوں پر تسلط و تسلط شروع کئے تھے۔ دوسری بات یہ ہے کہ جب فرانس نے شام کے علاقے پر قبضہ کر لیا۔ اور عراق عرب میں برطانیہ کا تسلط ہو گیا۔ تو اسوقت وہ عرب جو جنگ یورپ کے زمانہ میں ترکوں کے بر خلاف شمشیر زنی کر چکے تھے۔ بیدار ہو گئے۔ اور انہیں یہ بات واضح ہو گئی۔ کہ جو موامید و مواثیق کہنے انکی آزادی کے متعلق اتحادیوں نے کئے تھے۔ ان سب کو بالائے طاق رکھ کر ان کو اتحادی احکام کی سلاسل میں جکڑا گیا ہے اور آزادی اور خود اختیاری کا انکو شامعہ تک بھی حاصل نہیں ہوا ہے انہوں نے ہر چند اس بات پر دوا دیا کیا۔ مدائے احتجاج بلند کی۔ مگر کسی نے بھی نہ سنا۔ بلکہ اتحادی اپنے اپنے قبضہ کو مستحکم کرنے میں مشغول رہے۔ اسوقت عرب اپنے کے پر بہت پھٹائے مگر اب کیا ہو سکتا تھا۔ لیکن وہ بہت ہی بے چین اور بیقرار تھے۔ جب غازی مصطفیٰ کمال پاشا نے عربوں کی یہ حالت دیکھی تو اس موقع کو

غنیمت سمجھ کر انھوں نے اپنی تحریک کی اشاعت ان لوگوں میں کرنی شروع کر دی اور اپنے نمائندے اُن میں بھیجے۔ عربوں کی حالت تو اس وقت کبریت احمر کی سی تھی۔ جس کو دیر سے بتی دکھانے کی ضرورت ہوتی ہے۔ اور جیٹ شعلہ گیر ہو جاتی ہے۔ چنانچہ مصطفیٰ کمال پاشا نے اپنی تحریک کی اُن کو تعلیم دی۔ وہ جیٹ ترکوں کے گردیدہ ہو گئے۔ آٹھویں نے شام میں فرانسیسیوں کے خلاف اور عراق عرب میں برطانیہ کے خلاف علم منازعت و مخالفت بلند کر دیا۔ اور ان دونوں مسطعتوں کے درمیان گھسان کی لڑائیاں ہوتی رہیں۔ اس طریق سے مصطفیٰ کمال پاشا کو اور بھی تقویت حاصل ہو گئی۔ اور اس کی دی سخت مشکلات میں مبتلا تھے۔ کیونکہ ابیظرف تو اُن کو عربوں سے سلجھنا تھا۔ اور دوسری طرف احرار ترکوں سے۔

بہر حال اب اتحادیوں کو جنگ یوزپ سے بھی زیادہ سخت زمانہ نظر آ گیا۔ اور از حد بے چینی پھیلنی شروع ہو گئی۔ لارڈ چیمفورڈ نے کہا کہ جب تک ترک آرام اور اطمینان سے نہ بیٹھیں گے اور برطانیہ کا اُن سے کوئی خاص سمجھوتہ نہ ہوگا اس وقت تک مشرق میں کامل امن و سکون نہیں ہو سکتا۔

مشرق میں نے دیوان عام میں کہا کہ مشرق وسطیٰ میں حالت بہت خطرناک ہے۔ عراق عرب میں فتنہ و فساد کے تین سبب ہیں۔

۱۔ ترک کی قوم پرستوں کی تحریک جو مصطفیٰ کمال پاشا کے ماتحت ہے۔

۲۔ عرب جو قبضہ شام سے بے چین ہو گئے ہیں۔ اور جو ترک کی قوم پرستوں کے ساتھ اتحاد قائم کرنے پر تلے ہوئے ہیں۔

۳۔ بالترتیب۔

اگرچہ مصطفیٰ کمال پاشا کو بہت ہی تنگدلیت و مصائب کا سامنا تھا۔ لیکن انھوں نے اپنی ہمت کو نہ ہارا۔ ترقی کے لئے قدم آگے ہی بڑھاتے گئے۔ انھوں نے عربوں میں اپنی تحریک پھیلانے کے علاوہ بالترتیب کچھ دوسرے

کھانٹھا۔ جنھوں نے اقرار کیا کہ وہ ترکوں کو اپنی آزادی حاصل کرنے میں ہر طرح سے امداد دیں گے۔ دوسری طرف انھوں نے ایران میں بھی اپنے نمایندگان بھیجے۔ اگرچہ ایران اور برطانیہ کے درمیان معاہدہ ہو چکا تھا۔ لیکن ایران برطانیہ کو مشتبہ نگاہوں سے دیکھنے لگا۔ چنانچہ ایران بھی مصطفیٰ کمال پاشا کا حامی ہو گیا۔ پس اس طرح سے مصطفیٰ کمال پاشا کی قومی ترقی دین دو گنی اور ترقی چو گنی ہوتی گئی۔ انھوں نے شروع سال ۱۹۰۲ء میں اپنی قومی حکومت قائم کر کے انجمن میں اپنی قومی مجلس علیہ ملیہ کی بنیاد ڈالی..... اور خود جنگ میں مشغول رہے۔ اب وہ وقت آ گیا ہے جب کہ اتحادی شرائط صلح کی تکمیل کیلئے ٹرکی سے دستخط کرانے کی کوشش کر رہے تھے۔ اگرچہ داماد فرید پاشا اتحادیوں کے ہاتھ میں کھٹ پتلی کی طرح تھا۔ اور ان کے اشارے پر قیصر کرتا تھا۔ لیکن وہ اس معاملے میں کامیاب نہ ہوا۔ اس وقت ٹرکی کی واحد آزاد حکومت مصطفیٰ کمال پاشا کی حکومت تھی۔ قسطنطنیہ کو اس سے مشورہ لینے کی ضرورت محسوس ہوئی۔ لیکن مصطفیٰ کمال پاشا کی گورنمنٹ نے اس معاہدہ صلح کو تسلیم نہ کرتے ہوئے اظہارِ مخالفت کیا۔ بلکہ اس کے نائب مجلس نے ایک ریزولوشن پاس کر دیا۔ جس کی دفعات ذیل میں درج ہیں۔

دفعہ نمبر ۱۔ جن زمینوں میں صرف عرب بستے ہیں۔ اور جہاں دشمنوں کی فوجیں بسر کرتی ہیں۔ وہ تمام کی تمام سلطنت عثمانیہ کی ملک ہیں۔

یہ ضروری ہے کہ باشندوں کی رائے کے موافق ان کو جس طرح وہ چاہیں پوری پوری آزادی دی جائے۔ لیکن جو علاقے زمانہ عارضی صلح کی حد بندہ کی کے پس و پیش سلطنت عثمانیہ کے ملک ہیں۔ اور جن کے اکثر باشندے ترک ہیں۔ ان کے درمیان غرض واحد ہونے کی وجہ سے اتفاق و اتحاد ہے۔ اور اپنی اجتماعی زندگی کو قائم رکھنے اور اپنی حقوق کی حفاظت

کے لئے یک زبان ہیں۔ وہ اس حالت سے مستثنیٰ ہیں۔ یعنی انہیں ایسا اعتقاد و اتفاق ہے کہ تفرقہ کسی طرح رونما ہو نہیں سکتا۔ (اسناد آئینہ علیحدہ کرنا مناسب نہیں)۔

دفعہ ۲۔ فارص۔ اردو عمان۔ اور یا طرم کے تین قبیلے سلطنت عثمانیہ کے ہی حیراقت دار ہیں۔ کیونکہ ان قبیلوں کے باشندوں نے آزادی کا اعلان کرتے وقت ارادہ ظاہر کیا ہے کہ ہم دوبارہ سلطنت عثمانیہ کی آغوشِ عاطفت میں لوٹ آنے کو ترجیح دیتے ہیں۔ جو لوگ زمانہ جنگ کی تکلیفیں برداشت کرنے سے خستہ حال و سرخ دیدہ ہیں۔ اگر وہ جماعتِ احرار سے پیوستہ ہو چکے اور اُنہیں مشورہ لیں گے۔ تو اُن کی حالت سدھ جائے گی۔ اور ضرورت کے وقت ہر آفت سے محفوظ رہیں گے۔

دفعہ ۳۔ علاقہ ترسیل جس کا نصفہ معاہدہ مسلح کی تکمیل پر موقوف ہو مزدوری ہے کہ اس کا نظم و نسق اور مجلسِ قوانین کی بنیاد وہاں کے باشندوں کے ارادے پر رکھی جائے۔ یعنی اُن کی حسبِ منشاء ہو۔ جو پوری آزادی کا اظہار کر رہے ہیں۔

دفعہ ۴۔ یہ امر ضروری ہے کہ عثمانی حکومت کا دار الخلافہ آستانہ ہو اور بحیرہ مارمورا اعیانہ و دشمنانِ اسلام کی دستبرد سے محفوظ و مصون ہو۔ اس دفعہ کے رد سے امن و امان قائم ہو جائے گا۔ کیونکہ مسم کثیرہ رنج دیدہ اور پست شدہ لوگ ہی ایک طرف تو سلطانی حکومت کے ہر ایک ریزولوشن سے اتفاق ظاہر کرنے کے لائق ہو جائیں گے۔ اور دوسری طرف اُن کو بائی حکومتوں سے بھی چنداں مخالفت نہ ہو گی۔ یہاں تک کہ تجارتی آمد و شد اور تعلقات کے دروازے آپس کھل جائیں گے۔

دفعہ ۵۔ جن لوگوں کا عنصر کسی علاقہ میں مغلوب یعنی تعداد میں کم ہو اور وہ اپنی آواز سے اثر پیدا نہیں کر سکتے۔ اُنکے حقوق کی حفاظت اپنی قواعد

دراصل کے مطابق کیجائے۔ جو دوسرے ممالک سے مختلف سلطنتوں نے باہمی اتفاق سے قائم کر رکھے ہیں۔

ہمیں اُمید ہے کہ پڑوس کے علاقوں سے ترکی مغلوب عنصر ایسی باہمی بیاریوں سے فائدہ اٹھا سکیں گے۔ جو اُسے حقوق کے ضامن ہوں۔

دفعہ ۶۔ وہ لوگ جنکی حالت دوران جنگ میں گر گئی ہے۔ ایسی ضمانت

ذمہ داری اور باہمی مسابہہ کو دیکھ کر اپنی قومیت کے لحاظ کو رکھنے اور اقتصادی ترقی کے خواہشمند ہیں۔ ہم ان کو اُس تجویز کے ماتحت جو ہم نے بلحاظ متدین جدید پاس کر رکھی ہے کہ اُنکے علاقوں کو پوری آزادی اور کامل خود مختاری کی سہا سے مستفید ہونے کا موقع دیا جائے۔ خود مختار کر دیں گے۔ اور آزادی ایک ایسی چیز ہے۔ جو قوم کی زندگی اور سہتی کے لئے از حد ضروری اور لازمی ہے یہی وجہ ہے کہ ہم ہر ایک ایسی قانونی پابندی کی مخالفت کرتے ہیں۔ جو ہمارے ان مذکورہ بالا مقدمات کے متافی ہو۔ پس ضروری ہے کہ جو شرط بوقت صلح ہمارے پیش کئے جائیں وہ ہمارے ان تہذیبی دفعات کے مخالف نہ ہوں۔

علاوہ ازیں مصطفیٰ کمال پاشا نے بابِ عالی کی طرف ایک یادداشت ارسال کی جس میں ذیل کی شرطیں درج تھیں۔

۱۔ جناب جلالت آداب سلطان العظمیٰ پر واجب ہے۔ کہ ایک اعلان شائع کر دے۔ جس میں وطن پرستوں کی جمعیت کا جو انگورہ میں قائم ہے۔ اعتراف کیا جائے۔ اور ساتھ ہی اسکے خلافت و سلطنت کے استحقاق کی وجہ سے اپنا رعب و داب اور شان و شکوہ بھی قائم رکھا جائے۔

۲۔ سلطان العظمیٰ بذات خود شہر استام میں سکونت پذیر ہوں۔ اور حکومت قومی انگورہ میں قائم کیجائے۔ وزارتِ آستانہ کو معطل فرما کر حکومت انگورہ کے ارباب حل و عقد۔ خدمت وزارت سرانجام دینے کے واسطے سلطانِ عظمیٰ کی بارگاہ میں طلب کئے جائیں۔

۲۔ سلطانِ مسختم کے ذاتی خاص اخراجات اور عہدہ داروں کی تنخواہیں حکومت انگولا کے بجٹ میں سے ادا کی جائیں۔

اب تو اتحادیوں کو بہت مشکل بنی۔ شرائطِ صلح کسی طرح سے تسلیم نہ ہوتی تھیں۔ آخر کار اتحادیوں نے ٹرکی کو الٹی میٹم کی دھمکی دی۔ مگر ٹرکی تنہا کیا کر سکتی تھی۔ ملک کی نمایندہ قوم ترکانِ احرار کی جماعت تھی۔

قتضہ کوتاہ مصطفیٰ کمال پاشا کی تحریک نے یہاں تک زور پکڑا کہ پورہ پین تیر

بھی چمکے ہو کر اس کی طرف متوجہ ہوئے۔ اخبارات نے بھی اس پر مضمون لکھنے شروع کر دیے۔ اور اتحادیوں کو اس طرف مخاطب کیا۔ چنانچہ ڈیٹلی ٹیلیگراف نے

ٹرکی کی اس نازک حالت پر ایک متوالاقتناحیہ میں اسی بات پر زور دیا کہ اتحادیوں کو ٹرکی سے صلح کرتے وقت مصطفیٰ کمال پاشا اور ان کی افواج کا جو اسکے ساتھ اناطولیہ

میں ہیں۔ اور کم تربیت یافتہ جماعتوں کا جو دیگر مقامات میں ہیں۔ خیال رکھنا ضروری ہوگا۔ یہ ظاہر ہے کہ یہ طاقت ہمیشہ مشکلات پیدا کر دے گی۔ دیگر اخبارات

نے اکثر مواقع پر لکھا۔ کہ اب ترکی کی واحد حکومت مصطفیٰ کمال پاشا کی حکومت ہے۔ پہلے اس سے صلح کر لینی ضروری ہے۔ لنڈن کے دیوانِ عام میں اکثر یہ

سوال پیدا ہوا کہ مصطفیٰ کمال پاشا کی طاقت ایک خطرناک طاقت ہو۔ اس سے صلح کر لینی چاہیے۔ اور جب تک اس سے صلح قائم نہ ہوگی۔ مشرقِ قریب میں حالت

امن و سکون کا مراجعت کرنا ناممکن ہے۔ لیکن مسٹر لائڈ جارج کہتے تھے۔ کہ ہم ایک سلطنت کے باغی طاعنی اور لیڈر سے کس طرح صلح کر سکتے ہیں۔ اٹلی

اور فرانس نے برطانیہ کو بار بار مشورہ دیا۔ کہ ترکوں سے صلح کر لینی چاہیے۔ مگر حکومتِ برطانیہ نے قبول نہ کیا۔

اس جگہ یہ بیان کر دینا بھی ضروری معلوم ہوتا ہے کہ انجمنِ اتحاد و ترقی کو نوجوانِ ترک انور طلعت جمال۔ نوری وغیرہ جو جنگِ یورپ کے اختتام کے

بعد ملک سے بھاگ گئے تھے۔ وہ ملک کی حالتِ ابتر سے عین میں نہ تھے۔

وہ ملک سے باہر بیکہ اپنے ملک کو پانے کیلئے سرگرم کوششیں کرتے رہے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ انھوں نے وسط ایشیا میں اتحاد و اتفاق کی مستحکم بنیاد ڈال دی۔ بلکہ یہ نوجوان ترک مصطفیٰ کمال پاشا کو بیرونی امداد بھی بھیجتے رہے اتحادی معاہدہ صلح کی تکمیل کرانے میں بالکل ناکام رہے۔ بلکہ اٹلے جنگ میں پھنسے۔ ترکی حکومت نے مصطفیٰ کمال پاشا سے وعدہ کر لیا کہ وہ یورپ کا کوئی فیصلہ اس کے بغیر متورہ کے قبول نہیں کرے گی۔ اور خود مصطفیٰ کمال پاشا نے اعلان کیا کہ ہمارے اور گورنمنٹ کے مابین کامل اتفاق ہو گیا ہے اور اسے ہمیں تمام عثمانیوں کی طرف سے گفت و شنید کی اجازت دیدی ہے۔ علاوہ اسکے مصطفیٰ کمال پاشا سے تمام مسلمانوں کا اتحاد و اتفاق ہو گیا شاہ جزیرہ عرب بھی مصطفیٰ پاشا کی طرف مصافحہ کیلئے آگے بڑھا۔ یعنی نمائندہ نے غازی موصوف سے ملاقات کی۔

اب وہ وقت آگیا ہے کہ غازی مصطفیٰ کمال پاشا اپنے دشمنوں سے برسرِ پیکار ہیں۔ اور دلیرانہ مقابلہ کر رہے ہیں۔ اور معاہدہ صلح التوا میں تبرقہ بنینہ کی فوجیں قوم پرستوں سے چند موقع پر لڑیں۔ بعد ازاں وہ بھی جنگ سے علیحدہ ہو گئیں۔ پھر آرمینیا کو ترکوں نے تاخت و تاراج کر دیا۔ بعد ازاں اُس نے صلح کر کے ترکوں سے اپنی جان چھڑائی۔ برطانیہ نے ترکوں سے کوئی علانیہ مخالفت نہ کی۔ ہاں البتہ قوم پرستوں نے ان پر چند جگہوں پر حملے کئے لیکن سب سے سخت مقابلہ ترکوں کو فرانس سے کرنا پڑا۔ بلکہ اس سوریہ دہشت انگو یونان سے پالا پڑا۔ فرانس بھی چند لڑائیوں کے بعد ترکوں سے صلح کر کے جنگ سے علیحدہ ہوا۔ بلکہ اُس نے صلح کی شرائط کے مطابق ایشیا ترکوں کے حوالہ کر دیا۔ اس صلح نے اتحادیوں میں بہت بے چینی پیدا کر دی۔ کیونکہ اُن کے ایک حلیف نے علیحدہ صلح کر لی تھی۔ جبکہ وہ پسند نہیں کرتے تھے۔

غرضیکہ ترکانِ احرار نے فاتحانہ طور پر آرمینیا اور فرانس سے صلح کر لی

اور بہت سے نئے علاقے ان کو مل گئے۔ علاوہ اس کے ریاست ہائے
جمہوریہ فلسطین کا بھی مصطفیٰ کمالؐ پاشا کو کامل اتحاد و اتفاق ہو گیا۔ ان میابیلوں
پر فلسطین کے قوم پرست سردار تشکر و امتنان سے فتح و نصرت کے شادیانے
بجاتے تھے۔ اب باقی ترکوں کو مقابلہ عرف یونانیوں سے ہی درپیش ہے
یونان نے کئی مقامات پر شکستیں کھائیں۔ مگر سخت دیوار کی حمایت اس کو
آگے کر رہی ہے۔ ورنہ یونان میں اتنی تاب کہاں کہ وہ دیر تک ترکوں کا مقابلہ
کر سکے۔

مصطفیٰ کمالؐ پاشا کی فتوحات اور کامیابی پیش قدمیوں نے یورپ کو دنگ
کر دیا ہے۔ اب وہ چاہتے ہیں کہ کسی طرح سے یونان اور ترکیان احرار کے درمیان
صلح و صفائی ہو جائے۔ اور جنگ کا خاتمہ ہو۔ شروع شروع میں جبکہ اتحادی
ٹرکی کو تسلیم کر رہے تھے۔ اور یونان سمرا اور تھریس میں پیش قدمی کر رہا تھا
تو اس وقت عالم اسلام نے اتحادیوں سے باریک درخواستیں کیں۔ کہ وہ ٹرکی کو
تقسیم نہ کریں۔ اور نہ ہی یونان کو تھریس اور سمرا پر قبضہ کرنے کی اجازت دیں
خاص کر ہندوستان کے مسلمانوں نے ٹرکی کے ساتھ اذروئے مذہب
و عقیدت کی وابستگی کے برطانیہ کو بحیثیت ایک مسلمان رعایا ہونے کے متعدد
یادداشتیں بھیجیں۔ اسی طرح مسلمانان روس نے بھی اتحادیوں کے پاس اپنی
یادداشت روانہ کی۔ کہ تجزیہ ٹرکی کو روانہ رکھا جائے۔ مگر اس وقت
کسی نے بھی ان یادداشتوں کی طرف دھیان نہ کیا۔ لیکن آج جو بات
یورپ کو اسکی طرف متوجہ کر رہی ہے وہ مصطفیٰ کمالؐ پاشا کے بہادرانہ اور
شجاعانہ جوہر ہیں۔ جنہوں نے آرمینیا اور فرانس کو صلح کرنے پر مجبور کیا جنہوں
نے ٹرکی اور برطانیہ کو خاموش کر دیا۔ یورپ تو چاہتا ہے کہ یونان کے قبضے
میں تھریس اور سمرا ہی رہے۔ فلسطین پر اتحادی قبضہ رہے۔ درہ دانیال میں
بین الاقوامی بھی رہے۔ اور ترکیان احرار سے صلح بھی ہو جائے لیکن مصطفیٰ کمالؐ پاشا

خدا کے بزرگ و بزرگ کے فتنے و کرم سے ایک فاتحانہ پہلو رکھتے ہیں۔ انکو کیا ضرورت ہے کہ وہ ایک رفیل صلح پر مائل ہوں۔ وہ کہتے ہیں کہ اگر یورپ صلح کرانی چاہتا ہے۔ تو وہ ترکی کو غیر اقوام سے بالکل خالی کرادے۔ تب صلح ممکن ہو سکتی ہے۔ ورنہ اس جنگ کا فیصلہ تو اس سے ہی ہوگا۔ اور وہ اس غرضم ختم پر ڈٹے ہوئے ہیں۔ وہ اس مستقل ارادے کی بدولت اپنے تمام دشمنوں کو مزے چکھا چکے ہیں۔ اب صرف یونان ہی باقی ہے۔ جو امید ہے کہ وہ بھی انشاء اللہ آرمینیا اور فرانس کی مثالوں کی پیروی کر چکا۔ یونان کو جب کبھی بڑی شکست نصیب ہوئی۔ وہ بھاگا بھاگا اتحادیوں کے پاس جاتا اور صلح کی درخواست کرتا۔ اتحادی اسکی حالت پر رحم کر کے بیچ بچاؤ کرتے۔ مگر نہ وہ ترکوں کی شرائط تسلیم کرتا۔ اور نہ ہی ترک اسکی بات ماننے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوتا کہ دوبارہ لڑائی کا آغاز ہو جاتا۔ لیکن جب یونان فوجیاب ہو جاتا۔ تو پھر قصے اور کہانیوں کے طوبار باندھ دیتا۔ اور یہی کہتا کہ بس اب ترکوں کو ماریا ہے اور غریب انکی طاقت بلیا میٹ ہونے کو ہے۔ آخری معرکہ ترکوں اور یونانیوں کے درمیان شہر سکاریہ پر ہوا۔ جہیں یونانیوں نے بے شمار نقصان اٹھایا۔ اور اس میں دوبارہ مقابلہ کی طاقت و قدرت نہ رہی۔ اور وہ مارا مارا اتحادیوں کے پاس پھرتا رہا کہ صلح کرادی جائے۔ چنانچہ اتحادی پھر اس خیال میں مصروف ہوئے کہ یونان اور ترکوں کے درمیان صلح ہو جائے۔ اس غرض کیلئے پیرس میں ایک اور صلح کانفرنس منعقد ہوئی۔ جس میں ترکوں اور یونانیوں کا مسئلہ پیش ہوا۔ یونان کی فوجیں جہاں پڑی تھیں۔ وہیں پڑی رہیں لیکن مصطفیٰ کمال اپنی افواج کی تنظیم و تنبیق میں برابر مصروف رہے۔ تیاریاں برابر کرتے رہے۔ بلکہ انہوں نے اپنے جرنیلوں کو حکم دے رکھا تھا۔ کہ وہ تیار رہیں کہ جب موسم بہار شروع ہو جنگ شروع کر دی جائے۔

اس پیرس کانفرنس میں صلح کے متعلق کوئی فیصلہ نہ ہوا۔ اور لٹن کانفرنس

کی مانند جو ۱۲ فروری ۱۹۲۱ء کو لندن میں ہوئی تھی ناکام رہی۔

غازی مصطفیٰ کمال پاشا کے ساتھ تائید دہانی ہے۔ جس کی بدولت
انہوں نے چند آدمیوں کی محبت میں اس حد تک ترقی کی ہے کہ انہوں نے
ایک ڈوبتی ہوئی سلطنت کو بچا لیا ہے۔ اور از سر نو اس کو ایک ایسی محکمہ اور
مستحکم بنیادوں پر کھڑا کیا ہے۔ کہ جس کو خدا کے فضل و کرم سے کبھی زوال
نہ ہوگا۔ رٹ کی کی وہ عظمت اور شوکت جو اس کو کسی زمانے میں حاصل تھی۔ آج
پھر عود کر آئی ہے۔ آج ہم دیکھتے ہیں کہ غازی موصوف نے اپنی کوششوں
اور تدبیر سے حکومت انگور کو ایک شاندار حکومت قائم کر لیا ہے۔ جس کو ابھی
قائم ہوئے صرف دو سال کا ہی عرصہ گزرا ہے۔ اس سلطنت جدید کی بنیاد
انگور میں ۱۹۱۷ء کے آغاز میں غازی موصوف نے اپنے ہاتھوں ڈالی تھی
یہ حکومت ترکان احرار کی حکومت ہے۔ جس کا پایہ تخت انگور ہے۔ آج حکومت
قسطنطنیہ بھی اسکے سامنے مات ہے۔ بلکہ خلیفہ المسلمین نے علی کی تمام بایں
ترکان احرار کے ہاتھوں میں بھڑوی ہیں۔

اسکے علاوہ غازی مصطفیٰ کمال پاشا نے اپنے تدبیر و فیصل کی
رہنمائی سے تمام عالم اسلام سے کمال اتحاد و اتفاق پیدا کر لیا ہے۔ اکیڑوں
بالشویکوں سے اسکی دوستی ہے۔ دوسری طرف آرمینیا۔ فرانس اور اٹلی
سے ان کی صلح ہے۔ ایران اور وسط ایشیا کی تمام اسلامی ریاستوں سے
اسکے معاہدے ہو چکے ہیں۔ سب اتحاد و اتفاق کی ایک لڑی میں شامل
ہو گئے ہیں۔ افغانستان بھی اس اتحاد میں شامل ہے۔ اور ترک یورپ کی
شہنشاہیت پسندی کے مقابلے کیلئے تیار ہیں۔ اور بالشویک ہر وقت اسکی
کرپرامداد دینے کیلئے کھڑے ہیں۔

اب ہم اس مہم کو اسی جگہ ختم کرتے ہیں۔ کیونکہ یہ کسی قدر
طوالت پذیر ہو گئی ہے۔ یہ مہم دور اہل رٹ کی تقیم اور غازی مصطفیٰ کمال پاشا کے

ہزار ناموں کی ایک بھلی روڈراو ہے۔ اس سے آگے اصل کتاب غازی موصوف کے سوانحات کے متعلق شروع ہوتی ہے۔ جس میں ہمارے ناظرین اس بشر خدا کے مفصل و مکمل حالات پائیں گے۔ اور انشاء اللہ اسکے مطالعہ سے محفوظ و سرور ہونگے۔

اخیر میں ہم اللہ تعالیٰ کی بارگاہیں یہ دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اس شیر غازی کو فاتح اور کامیاب کرے۔ اس کی تمام مشکلات کو حل کرے سلطنت عثمانیہ کے دشمن پائمال اور خستہ حال ہوں۔ نیز اسلام تاقیات درخشندہ رہے۔ آمین! شہ آمین۔ زندہ یاد مصطفیٰ کمال پاشا۔ پائندہ باد شریکی۔

عمرت دراز باد و جہانت بکام باد
دولت ملازم در و اقبال یار غار
پیوستہ دشمنان تو ز بنگونہ مستمند
یا کشتہ یا گریختہ یا بستہ و حصار



پہلا باب

مصطفیٰ کمال کا خاندان

مصطفیٰ کمال ایک نہایت ہی غریب ترک نش خانہ میں پیدا ہوئے۔ آپ کے باپ کا نام علی رضا تھا۔ شہر میں ایک غیر معروف آدمی تھا۔ لیکن چال چلن نہایت ہی اعلیٰ اور قابل ستائش تھا۔ اس کے آباؤ اجداد زراعت پیشہ اور ناما غزل کی اولاد سے تھے۔ جب حکومت ترک کی نے اپنی مملکت وسیع کی۔ اس وقت علی رضا کے بزرگ البانہ کے پیادوں کو عبور کر کے سالونیکا میں جاگزین ہوئے۔

سالونیکا میں ترک محلوں میں علی رضا کا مکان تھا۔ مکان پُرانا خستہ اور نہایت ہی تنگ تھا۔ یہ محلہ نہایت ہی شریف تھا۔ اس میں خالص ترک لوگ آباد تھے۔ جن میں امیر بھی تھے۔ اور غریب بھی۔ اس محلہ کے تمام گھر پچھلے دار تھے۔ کوئی عورت بغیر ضرورت کے گھر سے باہر نہ نکلتی۔ اگر بغرض محال ضرورتاً جانا بھی پڑے تو کبھی بغیر برقعہ کے اور تنہا نہ جاتی۔ اس کے گھر کا کوئی آدمی ضرور اس کے ہمراہ ہوتا۔

مصطفیٰ کمال کی ماں کا نام زبیدہ تھا۔ نہایت پاکدامن اور باعزت عورت تھی۔ شرم و حیا کی پستہ تھی۔ پورا پورا پردہ کرتی تھی۔ اس کے والدین نے اس کو سات برس کی عمر میں ہی پردے میں ڈال دیا۔ گھر سے کبھی قدم باہر نہ رکھتی۔ اگر ضرورتاً جانا پڑے تو اکیلی کبھی نہ جاتی۔ اپنے خاوند

میر تقی میر نے سوا۔ یہ چند عورتوں کے وہ کسی کو نہ جانتی تھی۔ اگرچہ وہ علم کے زیادہ سے آراستہ نہ تھی۔ تاہم وہ گھر کے کام کا ج پالانے میں مہارت تامہ رکھتی تھی۔

زبیدہ کا باپ بیوی ابائیہ کا باشندہ تھا۔ زمیندار اور درویش کا کام کرتا تھا۔ زبیدہ کی ماں مقصودینہ کی رہنے والی تھی۔ زبیدہ کا قلبیبا اور خوش مزاج تھا۔ آنکھیں نیلی تھیں۔ بلبلانہ صفت کے وہ ہنسی میں ماحول پر خوش رہتا تھا۔ درجہ کا نہ ہی زبیدہ اپنے اندر رکھتی تھی۔ حب الوطنی کی والدہ اور شہید تھی۔

مصطفیٰ کمال اس غریب فائدہ ان میں سے تھا۔

مصطفیٰ کمال کا پیدائش تربیت

میں بمقام سالوینٹا پیدا ہوئے۔ نام مصطفیٰ رکھا گیا۔ اس وقت آپ کی والدہ کی عمر تیس سال کی تھی سلطان عبدالحمید خان تخت فلاحیہ پر خطینہ میں تھیں۔ یہ زمانہ کے چنگی خانہ میں غلام ہو گیا۔ سخاوت بہت تھیں جو گیارہ کیلئے کافی تھی۔ رقیب علی رضا نے ملازمت ترک کر کے تبارکی سلسلہ شروع کر دیا۔ اور کچھ ہی کی تجارت اختیار کر لی۔

مصطفیٰ کے سات بچپن میں خاموش لڑکا تھا۔ محض کمزور ہڈیوں کا ڈھسا بچہ۔ انکی زبان، ادبیلی۔ بالی بھروسے تھے۔ بچپن میں وہ کسی کے سامنے نہ کھیل کرتا تھا۔ بلکہ اکیلا ہی کھیلتا۔ کسی کو اپنا دوست نہ بنایا۔ علی رضا کی خواہش تھی کہ مصطفیٰ آج بچا ہے۔ زبیدہ چاہتی تھی کہ وہ مولوی بن جائے۔ لیکن مشیت۔ ایزدی اس دولوں کی مرضی سے خلاف تھا۔ وہ مصطفیٰ کو دنیا کا ایک قید اعظم بنا چاہتی تھی۔ اعلیٰ درجہ کا دبیر تیار کرنا چاہتی تھی۔

آپ کی والدہ محترمہ پر اسے نہانے کے طریقوں اور رسم و رواج کی حاشی تھی۔ اسکی تربیت قدیم طریقوں اور رسوم کے ماحول میں ہوئی تھی۔ اسکی زندگی کی بنیاد شرفیہ نہ عادات و اطوار ادیبی اور پرہیزگاری کے ارباب پر قائم تھی۔ یہ

بنیادِ اسفِ مضبوط تھی۔ نہ کوئی نئی بات اسے متزلزل نہیں کر سکتی تھی۔ بنابرین آپ کی والدہ کی خواہش تھی کہ مصطفیٰ کمال کو کسی مذہبی سکول میں داخل کرایا جائے۔ اور انہی تعلیم و تربیت کی باگ ڈور مدرسہ کے ملازم کے سپرد کر دی جائے۔ جو اسلامی روایات کے مطابق تعلیمی فرائض سر انجام دے۔ غرضیکہ مصطفیٰ کمال کی والدہ کے نزدیک تعلیم کا پہلا ایک خاص اہمیت رکھتا تھا۔

نیز آپ کی والدہ کا منشا تھا کہ اپنے بچے کے داخلہ مدرسہ کے دن کو دوسری دنوں کے مقابلہ میں ایک متبرک حیثیت دی جائے۔ تاکہ بچے کے دل پر اس امر کا نقش بیٹھ جائے کہ وہ خاندانِ حلقہ سوشل کر فرزندِ انِ اسلام کی وسیع برادری میں داخل ہو گیا ہے۔ جس پر مذہبی پابندیاں شدت کے ساتھ عائد ہوتی ہیں۔

لیکن آپ کی والدہ کے برعکس آپ کے والد آزاد خیال واقعہ ہوئے تھے۔ وہ علماء کے مخالفت تھے۔ وہ ایسے خیالات پر سختی کے ساتھ قائم تھے۔ جن سے مغربی تہذیب رہنمائی کی جملہ کم نمایاں طور پر ہو رہا ہو۔ لہذا اعلیٰ طبقات کی خواہش تھی کہ مصطفیٰ کمال کو ایسے مدرسہ میں داخل کرایا جائے۔ جس میں تسلیم کی بنیاد قرآن کریم کی بجائے جدید سائنس پر مبنی ہو۔

چنانچہ آپ دادا اپنی رائے منوانے میں کامیاب ہو گیا۔ لیکن وہ اپنی بیوی کے جذبہ کو بھی پائمال نہ کیا کرتا تھا۔ اس نے اس معاملہ میں حکمت عملی سے کام لیا۔ اور اپنی بیوی کی خواہش کو بھی ٹھیس نہ لگتے دی۔ اور مصطفیٰ کمال کو مذہبی رسوم کے ساتھ فاطمہ ملا قاریں کے سکول میں داخل کرا دیا۔ آپ کی والدہ نے آپ کو سفید کپڑے پہنائے۔ اور سر پر پٹکا باندھا۔ ایک سنہری کمان اپنے بچے کے ہاتھ میں دی۔ اس کے بعد استاد صاحب نے شاگردوں کے آپ کے مکان پر آیا۔ مکان کا دروازہ سبز پتوں اور جھنڈیوں سے مزین تھا۔ دعا مانگی گئی۔ مصطفیٰ کمال اپنے والد۔ والدہ اور استاد کو سلام کیا۔ بعد ازاں مصطفیٰ کمال اپنے ساتھیوں کے مسرت، ٹیکڑے سروں میں جلدیں کی شکل میں شہری

گلیموں سے ہوتے ہوئے مدرسہ میں پہنچ گئے۔ جو سجد سے ملحق تھا۔ وہاں پہنچ کر سب سے اڈل بلند آواز کے ساتھ دعا مانگی گئی۔ بعد ازاں استاد صاحب آپ کو ہاتھ سے پکڑ کر ایک گنبد والے کمرے میں لیگے۔ جہاں انہوں نے قرآن مجید کے مقدس الفاظ پڑھے۔ جب مصطفیٰ کمال گھر واپس آئے تو آپ نے دیکھا کہ آپ کی والدہ ماجدہ رب کبریا کی بارگاہ میں سر بسجود درود کر رہے عجز و انکسار کے ساتھ دعا مانگ رہی ہے۔ یا الہی میرے بچے کی عمر دراز کر اور اسکو قوموں کیلئے مایہ ناز و افتخار بنانا۔

والدین کی دعا خاص کر والدہ کی دعا اپنے بچوں کے حق میں قرب و اجابت کا دروازہ بارگاہ ایزدی میں وا کر دیتی ہے۔ اور بچوں کی قسمت کو پلٹ دیا کرتی ہے۔ یہ جو کچھ مصطفیٰ کمال کو مرتبہ اور جاہ حاصل ہوا۔ وہ اسکی ماں کی دعا باعث تھا۔ اسکی پڑا بھرا گر یہ وزارت بارگاہ ایزدی میں پہنچی۔ قدرت نے اسکو قبول فرمایا۔ اور اسکا بچہ اسکی دعا کے مطابق فی الواقعہ قوموں کیلئے مایہ ناز و افتخار ہوا۔ اُس نے وہ کام کیا۔ جو دنیا کے چند چیدہ چیدہ آدمی کرتے ہیں۔

چھ ماہ بعد آپ کے والد نے مذکورہ بالا مدرسہ سے آپ کو اٹھایا۔ اور ایک مدرسہ استاد کے پاس لیگے۔ جن کا نام نامی شمس افندی تھا۔ اُس نے یورپین اصول پر ایک ابتدائی مدرسہ قائم کر رکھا تھا۔ آپ کی والدہ نے اس فصل کی تعلیم نہ کی۔ کیونکہ اُس کے مذہبی جذبات و محرمات کے احترام کا ثبوت دل چکا تھا لیکن شوئے قسمت کہتے۔ اس کے بہت جلد بعد علی رضائے اس جہان فانی سے کوچ کیا۔ اسکو اپنی مرضی کے مطابق اپنے بچے کو تسلیم دینے کی مہلت نہ ملی۔ مصطفیٰ کمال چھوٹی عمر میں ہی اپنے باپ کے سایہ عاطفت سے محروم ہو گئے۔

چونکہ علی رضا کا گزارہ ٹکڑی کی تجارت پر تھا۔ اس میں کوئی خاص فائدہ نہ تھا۔ عرف گزارہ ہی چلتا تھا۔ علی رضا ترکہ میں کوئی خاص رقم باقی نہ چھوڑ گیا اس کے بعد خاندان غریبانہ حالت میں رہ گیا۔ زبیدہ کے گزارے کی کوئی تسلیل

باقی نہ رہی۔ وہ اپنے بھائی کے پاس چلی گئی۔ اب مصطفیٰ کمال کی تعلیم کا تمام انتظام دیرم برہم ہو گیا۔ نئے گھر میں جا کر اس کی تعلیم کا کوئی انتظام نہ ہو سکا یہاں مصطفیٰ کمال کو کھانا اور ریڑھ پرانے کے کام پر مامور کیا گیا۔ چونکہ مصطفیٰ کمال کمزور اور دُبلّا پیدا ہوتا تھا۔ یہ کام اس کی صحت میں ترقی کر دینے کے لیے نہایت ہی ضروری اور مفید ثابت ہوا۔ کھلی ہوا اس کی صحت کیلئے آب حیات سے بھی بڑھ کر ثابت ہوئی۔ وہ توانا اور تندرست ہو گیا۔ بدن اُس کا نہایت ہی مضبوط اور قریب ہو گیا۔ لیکن طاقت اور توانائی کے ساتھ اس کی طبیعت بھی کھڑ ہو گئی۔ تنہا پسند اور خود مختار نہ مزاج ہو گیا۔

مصطفیٰ کمال اس جنگلی کام سے بنگلی ہو گیا۔ اپنی ماں کی تابعداری سے انحراف کرنا شروع کر دیا۔ اپنی ماں کی ایک نہ سنتا۔ وہ نہیں چاہتی تھی کہ اُس کا بیٹا گڈرے کا کام کرے۔ یا زمیندارہ کرے۔ اسیلئے دو ماں بعد جب مصطفیٰ کمال کی عمر گیارہ برس کی ہو گئی۔ تو زبیدہ نے اپنی بہن کو اُگسیا کہ وہ اُس کو پڑھانے کیلئے کچھ خرچ کرے۔

چنانچہ مصطفیٰ کمال کو سالونیکا کے مدرسہ فقانیہ میں داخل کر دیا گیا لیکن وہ جنگلوں میں آزادانہ زندگی بسر کرنے کے سبب سے بالکل ہی آزاد منش ہو گیا۔ نہ تو اُس کو کسی قانون کا خوف تھا۔ اور نہ ہی وہ کسی انتظام کی پابندی کرتا تھا۔ ایک طرف تو وہ استاد کے ساتھ برسرِ بیجا رہتا۔ دوسری جانب اپنی ہم کتب طالب علموں سے جھگڑا کرتا رہتا۔ چونکہ مصطفیٰ کمال ان سب لڑکوں سے طاقتور اور توانا تھا۔ کوئی لڑکا اس سے لڑنے کی جرأت نہ کرتا۔ خود پسند اور خود راٹے بھی تھا۔ بدیں وجہ وہ لڑکوں میں ہر دِل عزیز نہ تھا۔ نہ تو دوسرے لڑکوں سے مل کر بیٹھتا۔ اور نہ ہی آئیے ساتھ کھیلتا۔ ایک روز کا ذکر ہے کہ استاد اپنے لڑکوں کو سبق پڑھا رہا تھا۔ اور مصطفیٰ کمال کسی بات پر اپنے ایک ہم کتب لڑکے کے ساتھ جھگڑ پڑا۔ یہ جھگڑا ایسا تنک طولی پچھڑ گیا کہ

کہ جاعت میں بہت شور بلند ہو گیا۔ استاد صاحب کی توجہ بھی اس جھگڑے کی طرف منتقل ہو گئی۔ وہ جب گڑا سن کر بہت ہی درہم برہم ہوا۔ اُس نے مصطفیٰ کمال کو بہت ہی زور سے زد و کوب کیا۔ مصطفیٰ کمال مارے غصہ کے بہت اٹھا بغل میں داب کر سکول سے نکل کھڑے ہوئے۔ اور گھر کی طرف چلے گئے جب آپ کی والدہ نے یہ قصہ سنا۔ تو انہوں نے مصطفیٰ کمال کو سکول سے اٹھایا اب مصطفیٰ کمال نے پڑھنا بالکل ترک کر دیا۔ اسکی والدہ کی کوشش تھی کہ وہ دوبارہ اس سکول میں چلا جائے۔ لیکن مصطفیٰ کمال نے نہ مانا۔ مصطفیٰ کمال کے چچا کی رائے تھی کہ اسکو سپاہی بنایا جائے۔ کیونکہ وہ نہایت ہی اکھڑا لڑکا تھا۔ کبھی تاجربن نہیں سکتا۔

اس چھوٹی عمر میں مصطفیٰ کمال کو بہادری کے کارنامے سننے کا از حد شوق تھا۔ چنانچہ بہادروں کے کارنامے اور شجاعوں کی دلاوری کے حالات سن کر اُس کے دل پر گہرا اثر ہوا کرتا تھا۔ پس وہ عمر جس میں بہادروں کی پرورش اور درکھاتی ہے۔ چڑھتے آفتاب کی طرح نمودار ترقی پرتی۔ مصطفیٰ کمال ان بہادروں اور تجربہ کار تہ کی افسروں کو پسند کیا کرتے تھے جو ہر روز اُن گلی کوچوں میں سے گزرتے جنہیں وہ کھیلا کرتے تھے۔ وہ روزانہ انہیں دیکھ کر شوق سے اُن کی باتیں کیا کرتے تھے۔ انہی ترفیہ و توصیف ہر وقت اُن کی درد زبان رہتی۔ از روئے رشک اُنکے دل میں یہ بات موجزن ہوا کرتی تھی کہ کاش وہ بھی تہ کی افسر کا عہدہ حاصل کر لیں۔

مصطفیٰ کمال کا چچا چاہتا تھا کہ چونکہ مصطفیٰ کمال اکھڑ

فوجی سکول میں داخلہ

اور فوری طبیعت کا لڑکا ہے۔ ایسے اسکو سپاہی بنانا کے فوجی سکول میں داخل کرادیا جائے۔ تاکہ سپاہی بنجائے۔ اور کسی روز افسر کے عہدہ تک فائز ہو جائے گا۔ اور اسکی آئندہ زندگی اچھی ہو جائیگی لیکن زبیدیہ نہ مانتی تھی۔ وہ اپنے بچے کو فوجی سکول میں بھیجنے اور سپاہی بنانے

کے خلاف تھی۔ لیکن مصطفیٰ کمال کو اپنے چچا کی تجویز پسند آگئی۔ اور آپ نے
حتیٰ ارادہ کر لیا کہ وہ فوجی سکول میں ضرور داخل ہونگے۔ مہا ہی نہیں لگے۔ اور
مرویت کا جبہ نہیں پہنیں گے۔ تجارت بھی آپ کو پسند نہ تھی۔

ان ایام میں مصطفیٰ کمال کا ایک ہمایہ لڑکا تہ کی فوجی سکول میں داخل
ہونے کیلئے چلا گیا۔ جب مصطفیٰ کمال کو اس بات کا علم ہوا تو ان کے دل میں
بھی یہ امنگ پیدا ہوئی۔ کہ وہ بھی کسی طرح اس فوجی سکول میں داخل ہو جائیں
پس اس بات کا انھوں نے مصمم ارادہ کر لیا۔ لیکن جب انھوں نے اپنی والدہ
ماجدہ کی خدمت میں یہ ظہار کیا۔ اور عرض کیا کہ مجھے بھی اس فوجی سکول میں
داخل کرا دیا جائے۔ ان کی والدہ ماجدہ نے فوجی سکول میں داخل کرا نیسے
صاف انکار کر دیا۔ جب آپ نے اپنے گھر میں یہ ممانعت و مزاحمت دیکھی۔ تو
آپنے دوبارہ اسکے متعلق کسی سے مشورہ نہ کیا۔

وہ چپکے سے اپنے باپ کے ایک دوست کے پاس گئے۔ یہ بوڑھا
پنشنر تھا۔ اس سے کالج میں داخل ہونے کیلئے مدد طلب کی۔ اسے مصطفیٰ کمال
کو کالج میں داخل کرا دیا۔ اور مصطفیٰ کمال داخلہ کے امتحان میں بیٹھ گئے۔ آپنے
اس داخلہ کے امتحان میں اعلیٰ کامیابی حاصل کر لی۔ (کیوں نہ ہو۔ ہونہار
بروسے کے چکنے چکنے پات)

جب آپ کے گھر والوں کو آپ کے اس فعل اور کامیابی کا علم ہو گیا۔
تو پھر کسی کو بھی آپچے ارادے میں رکاوٹیں پیدا کرنے کی گنجائش نہ رہی۔
مصطفیٰ کمال نے اس سکول میں منتقل مزاجی سے قدم جمائے۔ اور کامیابی
کے ساتھ اپنے مطالعہ میں مصروف رہے۔ حساب اور فوجی کاموں میں وہ
نہایت ہی ماہر تھے۔ قواعد اور پریڈ کے کام میں نہایت ہی ہوشیار تھے۔
اس سکول میں جو استاد صاحب آپ کو علم ریاضی پڑھایا کرتے تھے۔ ان کا نام بھی
مصطفیٰ تھا۔ انھوں نے اپنے شاگرد رشید کو ہوشیار خیال کر کے پوپل ٹیچر مقرر

کر دیا۔ اور چونکہ کلاس کا اس کو چارج دیدیا۔ استاد اور شاگرد کے ہمنام ہونے سے جماعت میں گڑ بڑ نہج جایا کرتی تھی۔ ایک روز استاد صاحب نے فرمایا۔ کہ ناموں کے اندر کچھ تبدیلی کر دینی چاہیے۔ تاکہ ہمنام ہونے کی وجہ سے معاملہ لگ جانے کی گنجائش نہ رہے۔ چنانچہ استاد صاحب نے اپنے شاگرد رشید کے نام کے آگے لفظ کمال بڑھا دیا۔ اس روز سے آپ کا نام نامی مصطفیٰ کمال ہوا۔ اور مصطفیٰ کمال کے نام سے بچا رہے جانے لگے ورنہ آپ کا پیدائشی نام صرف مصطفیٰ ہی تھا۔ کمال کے معنی ترکی میں صداقت اور راست بازی کے ہیں۔ چونکہ استاد صاحب انکی راست بازی اور اخلاق و اطوار کو بہت ہی پسند کرتے تھے۔ لہذا ان کو یہی مناسب معلوم ہوا کہ انکو نام کے آگے لفظ کمال کو ہی ایذا دیا جائے۔

مصطفیٰ کمال کو قدرت کی طرف سے کمال ذہانت اور حافظہ عطا ہوا تھا آپ نے بڑی سرعت کے ساتھ تعلیم میں ترقی حاصل کر لی۔ ہر امتحان میں مکمل کامیابی کے ساتھ پاس ہوتے گئے۔ آپ کی قابلیت اور خداداد ذہانت یہاں تک اتم درجہ رکھتی تھی۔ کہ وہ دوسرے لڑکوں کو بھی پڑھا سکتے تھے۔ وچ اس قابلیت کی یہ تھی۔ کہ وہ کبھی کبھیل کو دین میں معروف نہ ہوتے تھے۔ اور نہ ہی کھیلنے والے لڑکوں کو اپنے پاس پھڑکنے دیتے۔ لہو و لب کے سخت مخالف تھے۔ ہر وقت مطالعہ میں معروف رہتے۔ یہی وجہ تھی کہ وہ اپنے ہم پل میں ہر دل عزیز نہ تھے۔ اور دیگر طالب علم ان کو پسند نہ کرتے تھے۔ مصطفیٰ کمال کا یہ خیال تھا۔ کہ خوب محنت کر کے سکول میں ایک نامور اور ہوشیار لڑکا بن جائے چنانچہ محنت اور مطالعہ نے ان کو بہت جلد کامیاب کیا اور معراج اور پیر پڑھا دیا۔ اپنے ستر برس کی عمر میں مدرسہ قوتانیہ کے فوجی سکول میں تسلیم حاصل کر لی اور کامیابی کے ساتھ مناسٹر کینی فوجی سکول میں داخل ہو گئے۔

اس وقت سلطان عبدالحمید خان کا عہد حکومت تھا۔ عیسائی

سیاست کا شوق

مکومتوں کے ترغیب میں پھنسا ہوا تھا۔ وہ ترکی کے حصے بخرے کرنا چاہتی تھیں۔ دوسرے طرف رعایا افلاس و تنگ دستی سے تنگ آکر اصلاحات کا مطالبہ کر رہی تھی۔ لیکن مصلحتانِ اصلاحات دینے کو تیار نہ تھا۔ اُس نے کئی ترک لیڈروں کو جیل میں ڈال دیا۔ اور اکثریوں کو ہمیشہ کی نیند سلا دیا۔ اگرچہ مصطفیٰ کمال اس وقت تسلیم حاصل کر رہے تھے۔ لیکن آپکے دل میں حب الوطنی کا جذبہ اسی زمانہ سے موجود تھا۔ حالات کا مطالعہ کرتے تھے اور دیکھتے تھے کہ اجنبی بڑے بڑے عہدوں پر قابض ہیں۔ دیگر حکومتوں سے مل کر ریشہ دوانیاں کرتے ہیں۔ اور ترکی کو نقصان پہنچا رہے ہیں۔ لہذا وہ چاہتے تھے کہ تمام اجنبی افسر ملک سے نکال دئے جائیں۔ اور انکی جگہ ترک افسر بھرتی کیے جائیں۔ کیونکہ ترکی ترکوں کا ہے۔ اور ملک کو اصلاحات کے خزانوں سے مالا مال کر دیا جائے۔

جب ستر میں تعطیلات ہوئیں۔ آپ سالونیکا آئے۔ اپنی والدہ کے پاس نہ رہے کیونکہ آٹے افلاس سے تنگ آکر ایک میسر سوداگر سے شادی کر لی تھی۔ اور مصطفیٰ کمال اس کے برخلاف تھے۔ نہ تو وہ اپنی ماں کو ہی ملنا چاہتے تھے اور نہ ہی حقیقی باپ سے کلام کرنے پر مائل تھے۔ لہذا وہ ایک پادری کے پاس ٹھہرے۔ اُس نے مصطفیٰ کمال کو فرانسیسی زبان سکھلا دی۔ نیز مصطفیٰ کمال نے فنی بے سے دوستانہ تعلقات پیدا کر لئے۔ وہ فرانسیسی زبان بھی اچھی طرح جانتا تھا۔

جب مصطفیٰ کمال جامعہ حریہ کی اعلیٰ جماعتوں تک فائز ہوئے تو اس وقت آپ کو میاسیات کا شوق پیدا ہوا۔ آپ نے سیاسی معاملات میں حصہ لینا شروع کر دیا۔ اگرچہ جامعہ حریہ کے آئین و قوانین سخت تھے۔ اور سیاسیات میں حصہ لینا ممنوع تھا۔ تاہم آپ نے خفیہ طور پر کسی نہ کسی ذریعہ سیاسی کتب حاصل کر لیں۔ جنہیں قومی روح اور آزادی کے جذبات بھرے پڑے تھے۔

چنانچہ آپ نے کمال بے اور آنکھ ہم خیال لوگوں کی تصانیف پڑھیں۔ لیکن حکومت کے قانون کے مطابق ایسی کتب کا اپنے پاس رکھنا اور پڑھنا قطعاً ممنوع اور سخت جرم تھا۔ اور اسکی سزا قید تھی۔

ان کتب میں انقلاب اور سحجان پیدا کرنے والے جذبات تھے۔ ان کتابوں کے مطالعہ سے آپ پر واضح کر دیا۔ کہ رٹ کی کی موجودہ حکومت کا طریقہ عمل درست نہیں۔ مصطفیٰ کمال کے قول و جذبات میں ہر روز اضطراب، تڑپ اور بچہ طک اور بے چینی پیدا ہوتی گئی۔ لیکن ساتھ ہی اس کے آپ اصلیت کے رنگ میں رنگے گئے۔ جدھر نگاہ اٹھتی تھی حکومت اور خود مختاری کا ہی دور دورہ نظر آتا۔ سیاسی معاملات میں گھرداں ہیں۔ دوستوں میں۔ یاروں میں جلسوں اور مجالس میں یہاں تک کہ سکولوں اور کالجوں میں بھی میٹروں طریقہ خود مختاری جلوہ گر تھا۔ لیکن آپ شخصی حکمران کے اس رنگ ڈھنگ کو غور و خوض کی نظر سے دیکھنے کے بعد اس نتیجہ پر پہنچے کہ حکومت کا رویہ قوم کیلئے اور ملک کی آئینہ اصلاح و فلاح کیلئے بیکار و خطرناک ہے۔ جب آپ پر حقیقت روز روشن کی طرح آشکارا ہو گئی۔ تو آپ نے اپنے ہم جماعت طلباء میں ان حالات و واقعات کی نشر و اشاعت شروع کر دی۔

مصطفیٰ کمال نے اسوقت لیکچرار بننے کی کوشش کی۔ آپ کی تقریریں تھیں کہ نر کی شرکوں کی ہے۔ اغیار کی دستبرد سے اسکو محفوظ رکھنا چاہیے۔ سلطان کی غلطیوں کا بھی اپنے ملک کو شکار نہ ہونے دیں۔ آزادی کے متعلق آپ نے بے شمار مضامین اور نظمیں لکھیں۔

غرضیکہ سیاسیات میں وہ ایک لیڈر کی حیثیت سے رکھتے تھے لیکن دوسری جانب بلحاظ تعلیم کے بھی ان کو اپنے کام میں ایک نمایاں شخصیت حاصل تھی۔ جس طرح وہ سائنس کے فوجی سکول میں ہوشیار اور اول نمبر پر تھے۔ اسی طرح وہ سائنس کالج میں ایک ممتاز فرد تھے۔ قابلیت میں کوئی طالب علم

آپ کا ہمسرہ تھا۔ اس خاص خصوصیت کے سبب سے وہ قسطنطنیہ کے حریت
کالج کے جنرل سٹاف کیلئے منتخب ہوئے۔ اور سب لفٹننٹ بھرتی کر کے وہاں
بھیج دیئے گئے۔

اس وقت مصطفیٰ کمال کی عمر بیس برس کی تھی۔ عربیہ کالج میں بھی مصطفیٰ
کمال نے کمال قابلیت اور ہوشیاری سے ساتھ کامیابی حاصل کی۔ اور اعلیٰ
پیمانہ پر پاس ہوئے۔ شش ماہ میں آپ کا نام گورنمنٹ میں شامل ہو گیا۔ اور
کیپٹن کا عہدہ آپ کو دیا گیا۔

باوجود کامیاب تعلیم حاصل کرنے کے آپ نے میاں سادات کو ہاتھ سے نہ دیا۔
مناستریں وہ تمام طلباء سے سیکھتے تھے۔ سٹاف کالج میں بے شمار آپ کے ہم خیال
تھے۔ یہ تمام انقلاب پسند تھے۔ سلطان کی خود مختار حکومت کا تختہ الٹنا ان کا
اولین کام تھا۔ اور اپنے ملک کو غیر اقوام کے قبضوں سے پاک و صاف کرنے
کی تجاویز سوچا کرتے تھے۔ کالج کے پروفیسر بھی ان انقلاب پسندوں کے
خیالات سے ہمنوا تھے۔ لیکن وہ علانیہ ان کا ساتھ نہ دیتے۔

ہوتے ہوئے قربت یہ ایجا رسید کہ آپ نے ایک چھوٹی سی
انجمن کا قیام انجمن کا قیام
انجمن کی بنیاد ڈالی۔ جس کا نام ”حریت“ رکھا۔ آپ نے
ایک خفیہ اخبار بھی جاری کر لیا۔ چنانچہ مصطفیٰ کمال اس انجمن کا صدر
مقرر ہوا۔ اور اس اخبار کا جزو غالب اور مضمون نویس بن گئے۔ اس انجمن کا
مقصد وہ یہ تھا کہ ملک سے سلطان کی طاغوت پسند طاقت کا طیاسٹ
کر دیا جائے۔ اور جو رستم اور استبداد پسند حکومت کا خاتمہ کر دیا جائے
اور ملک کو پارلیمنٹ مل جائے۔ آپ نے اس انجمن میں نہایت ہی سرگرمی سے
کام کیا۔ اشتعال انگیز مضامین اور نظمیں لکھیں۔ کالج کے پرنسپل کو اس انجمن
کے متعلق علم تھا۔ لیکن وہ چشم پوشی کرتا۔ بد قسمتی سے کچھ عرصہ بعد سلطان
عبد الحمید خان کے خفیہ جاسوسوں نے اس پوشیدہ انجمن کا پتہ لگا لیا۔ انہوں نے

اسکی رپورٹ بادشاہ کی خدمت میں کر دی۔ سلطان نے اسماعیل حتی پاشا ڈائریکٹر جنرل آف ٹریڈ منیج کو حکم دیا۔ کہ وہ اس انجنین کا فائنلہ کر دے اسماعیل نے کالج کے پرنسپل سے دریافت کیا۔ اُس نے جواب دیا کہ کالج میں کوئی ایسی انجنین نہیں۔ حکومت کی طرف سے کالج کے منتظمین کو بتیہ ہوئی کہ طلباء کو پھر اس قسم کی حرکت سرزد نہیں ہونی چاہیے۔ لیکن مصطفیٰ کمال کو اس بات کا کافی وافی تجربہ ہو چکا تھا۔ آپنے ایک کمرہ شہر کے غیر آباد گوشہ میں کرایہ پر لے لیا۔ اور جب تک کالج میں رہے۔ انجنین کو چلاتے رہے۔ بلکہ کالج کی تعلیم سے فارغ ہونے کے بعد بھی اس انجنین کے وجود کو ضائع نہ ہو فرمایا۔ کالج کی تعلیم سے فراغت حاصل کر نیچے بند مصطفیٰ کمال کو کچھ عرصہ قیصر و بند

عزیزہ تک ملازمت نہ ملی۔ آپ کی والدہ نے کچھ رقم ماہانہ بھیج کر آپ کی امداد شروع کر دی۔ اس اثنا میں آپنے انجنین کا کام بڑی سرگرمی کے ساتھ کرنا شروع کر دیا۔ جو مکان آپنے شہر سے باہر کسی غیر آباد گوشہ میں لے رکھا تھا۔ اسی میں انجنین کا دفتر قائم کر دیا۔ جہاں سے وہ انجنین کی کارروائیوں کو شائع کیا کرتے۔ انجنین کی میٹنگ کسی پرائیویٹ مکان میں ہوتی تھی۔ آپ اس بات کی ہر وقت احتیاط کرتے کہ سلطان کے سپاہیوں کو اس کے متعلق علم نہ ہو جائے۔ لیکن سلطان کے سپاہی بھی اس انجنین کی تاک میں تھے۔ آخر انہوں نے اس انجنین کا پتہ لگا ہی لیا۔

ایک روز کا واقعہ ہے کہ ایک شخص مصطفیٰ کمال کے پاس آیا۔ اس نے اپنے آپ کو نادار و دیکس ظاہر کیا اور بتایا کہ وہ فوج میں ایک افسر تھا۔ لیکن اب ملازمت سے بطرف ہو چکا ہے۔ نہ تو اس کے پاس کچھ کھانے پینے کو ہے اور نہ ہی کوئی مکان رہائش کے لیے جہتا ہے۔ یہ داستان دردناک سن کر مصطفیٰ کمال کو اُس پر رحم آگیا۔ آپ اُسکی امداد کیلئے آمادہ و تیار ہو گئے۔ اور اُس کو اجازت دیدی کہ وہ انجنین کے کمرہ میں سو رہا کرے۔ لیکن آپ کو اس امداد اور

رحم دلی کا یہ بدلہ بلاکہ صرف دو ہی یوم گزرنے کے بعد آپ کیا دیکھتے ہیں۔ کہ آپکی آنکھیں کے تمام کارندے پابزنجیر ہیں اور جیل کی کوٹھڑیوں میں مقید ہیں۔ بلکہ آپ بھی اس قید سے نہ بچے۔ معلوم ہوا کہ یہ شخص جس کو آپ نے اپنے پاس رکھا تھا۔ شاہی جاسوس تھا۔ مصطفیٰ کمال اور اسکے ہمراہی تمام کے تمام چار ماہ تک جیل کی کوٹھڑیوں میں بند رہے۔

مصطفیٰ کمال ان سب میں بڑا بھرم تھا۔ آپکے برخلاف الزامات نہایت ہی سنگین تھے۔ کیونکہ پولیس کے پاس آپکے برخلاف زبردست شہادتیں موجود تھیں اسلئے آپ کو علیحدہ کوٹھڑی میں تنہا بند کر دیا گیا۔

مصطفیٰ کمال کی کسی والدہ اور اسکی بہن اسکو جیل میں بیٹے کیلئے گئیں۔ لیکن ملاقات کی اجازت نہ ملی۔ البتہ ان کو مالی امداد دینے کی اجازت مل گئی۔ جیل کیا تھا۔ ایک کال کوٹھڑی تھی۔ گندی تھی۔ کیرٹے بیٹھائے تھے دوڑتے پھرتے تھے ایک روشندان بلند چھت کے قریب تھا۔ جہاں سے کسی قدر روشنی اور ہوا آتی تھی۔ اس قید سے آپکے دماغ پر بہت بُرا اثر پڑا۔

ایک روز مصطفیٰ کمال کو اس کال کوٹھڑی سے نکال حقی پاشا کے روبرو پیش کیا گیا۔ یہ پاشا سلطان کا ایک بڑا خاص اخص آدمی تھا۔ اسنے مصطفیٰ کمال کو اپنے روبرو بٹھالیا۔ اور ہر طرح سے مطلع کرنے کے بعد کہا کہ سلطان نے اب کی مرتبہ آپ کو معافی دیدی ہے۔ اگر آپ آئندہ زندگی امن پسندی اور سلطان کی وفاداری میں گزارو گے۔ تو سلطان بہت خوش ہونگے۔ لیکن تمام باتیں آئینہ الی رپورٹوں پر منحصر ہونگی۔ اسوقت سلطان نے آپ پر کمال مہربانی صادر فرمائی ہے۔ اور آپ کو رہا کر دیا ہے۔ لیکن یہ آزادی مائے نام تھی اس قید سے مخلصی پائے ابھی دو ہی ہفتے گزرے تھے کہ مصطفیٰ

بلا وطنی کمال کو ایک جیش کا کپتان بنا کر ملک سے بلا وطن کر دیا۔ آپکا یہ تقرر دمشق میں ایک جہنٹ میں ہوا۔ آپ یہ عہدہ بیولینی کا لیکر شام کی طرف

غازم ہوئے۔ حکومت کے حکم کے مطابق آپ کو ایک جانیوالے جہاز پر سوار کر کر سیریا کی طرف روانہ کر دیا۔ آپ کو اپنی ماں اور احباب کو ملنے کی اجازت نہ تھی۔

آٹھ دن کے سفر کے بعد آپ کو بیروت بندرگاہ میں اتار دیا گیا۔ وہاں ایک گھوڑے پر سوار ہو کر کوہ لبنان کو عبور کر کے دمشق میں پہنچے۔ اور اپنی رجمنٹ میں شامل ہو گئے۔

جب مصطفیٰ کمال دمشق میں پہنچے تو اپنے دیکھا کہ فوجیں جنگ در دوس

یہ لوگ دمشق کے جنوبی پہاڑوں میں رہتے ہیں۔ اور ہر وقت حکومت سے اخراجات کر کے بغاوت پر آمادہ رہتے تھے۔

یہ ہم مصطفیٰ کمال کیلئے بالکل نئی مہم تھی جس کی کارروائیوں کا مطالعہ کرنے کا پہلا موقع تھا۔ دروسی پہاڑی لوگ تھے۔ وہ اس علاقہ کی چھپتے زمین سے واقف تھے۔ علاوہ انہیں وہ علاقہ غاروں اور وادیوں سے لبریز تھا۔ یہ ہم ٹیڑھی کھیر تھی۔ نہ کی عساکر تھک گئے۔ باوجود تمام کوششوں کے وہ اپنے دشمنوں کو نہ پاسکے۔ دروسی لوگ بھی مقابلہ کیلئے سامنے نہ آئے۔ جب ان کو خطرہ محسوس ہوتا۔ تو وہ بسرعت تمام دوسرے علاقوں میں کوچ کر جاتے۔ اور منتشر ہو جاتے۔ اس اثنا میں موسم سرما بھی آ گیا۔ اور ترکی عساکر دمشق میں واپس آ گئے۔

جب مصطفیٰ کمال اس مہم سے واپس ہوئے۔ تو دمشق میں ان کو ایک ایسے آدمی سے ملنے کا اتفاق ہوا۔ جو آپ جیسی ہی قیمت کا مالک تھا۔ اُس نے بھی حریہ مدرسہ میں تعلیم حاصل کی تھی۔ اور اپنے مدرسہ میں تاج و تخت کے خلاف سیاسی معاملات کو فروغ دینے میں نمایاں حصہ لیا۔ اس فصل کی پاداش میں اُس کو بھی شام بھیجا گیا۔ پھر کیا تھا خوب گزریگی جو بل بیٹھیکے دیوانے دوڑا

مصدق ہوا۔ دونوں سمجھا لیں بیٹھے۔ دونوں کے درمیان دوستی اور یکجہتی قائم ہو گئی۔ چنانچہ اس جیسے دونوں نے مل کر آزادی کیلئے ایک خفیہ انجمن کی بنیاد ڈال دی جس کا مقصد یہ تھا کہ اپنے اغراض و مقاصد کی تہہ دست شہرت و اشاعت کی جائے۔ تاکہ لوگوں پر یہ امر واضح ہو جائے۔ کہ جمہوری حکومت کی کہانتک ضرورت ہے۔ تھوڑے ہی عرصہ کے اندر ان دوستوں کی کوشش اور انتظام کا اثر تمام ملک شام کی سرزمین میں خوب چمک اٹھا۔ اس اثر کا نتیجہ یہ ہوا کہ بیروت۔ یافہ۔ یروشلم اور دیگر کئی مشہور قصبوں اور شہروں میں اس قسم کی انجمنیں معرض وجود میں آ گئیں۔ جس کی ہال کوٹھڑی اور حتی پاشا کا رعب اور خطرات آپ کے جذبات و خیالات کو دبا نہیں سکتے تھے۔ وہ پہلے کی طرح اب بھی انقلاب پسند تھے۔ آزادی کے جذبات آپ کے دل کے اندر موجزن تھے۔ اگر آپ کے نزدیک کوئی چیز قابل قدر و منزلت تھی۔ تو وہ صرف انقلاب ہی تھا۔ ہاں البتہ آپ نے تحریر و تقریر کو ترک کر دیا۔ کیونکہ آپ کے نزدیک تحریر و تقریر کوئی ٹھوس کام نہیں تھا۔ بلکہ وہ کوئی عملی کام کرنا چاہتے تھے۔ تاکہ انقلاب کی دیوی مشعل شہود پر جلوہ گر ہو سکے۔

مصطفیٰ کمال کو پورا یقین تھا کہ اگر مقدونہ کے باشندوں کے اندر جمہوریت کے خیالات کی تبلیغ کی جاتی۔ تو وہ شامیوں کی نسبت ان خیالات کو بہت جلد قبول کر لیتے۔ بدیں و چہر آپ کسی نہ کسی طریق سے سالوینیکا جانے کے متمنی ہو گئے۔ لیکن حکومت کی پابندیاں ایسی کڑی تھیں کہ وہ شام کی حدود سے باہر قدم نہ رکھ سکتے تھے۔

ان دنوں میں سالوینیکا کے حاکم اعلیٰ شکری پاشا تھے۔ مصطفیٰ کمال کو معلوم تھا کہ شکری پاشا اپنے سینے کے اندر ایک مینڈا دل رکھتے ہیں۔ چنانچہ مصطفیٰ کمال نے انہی خدمت میں ایک عرضیہ بھی ارسال کیا۔ جس میں اپنے خیالات اور مقاصد کا اظہار کرتے ہوئے تشریح بھی کر دی۔ ساتھ ہی اسکے اپنے پاشائے موصوف سے یہ دریافت کیا کہ وہ اس بارہ میں کیا

عزم سالوینیکا

امداد کر سکتے ہیں۔ پاشائے موصوف نے اس کے متعلق براہِ راست تو کوئی جواب نہ دیا۔ کیونکہ ایسا کرنا ان کیلئے خطرناک اور مضرت رسان تھا۔ ہاں انہوں نے اتنا بتا دیا کہ وہ مصطفیٰ کمال کے خیالات کو قدر اور پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ اور حتیٰ المقدور وہ امداد بھی فرما دینگے۔ پاشائے موصوف کے اس اقرار نے مصطفیٰ کمال کی اُمیدوں اور حوصلوں کو بلند و بالا کر دیا۔

مصطفیٰ کمال کے دوستوں نے آپ کو کہلا بھیجا کہ آپ کو سالونیکا میں تبدیلی کرانی چاہیے۔ مصطفیٰ کمال اُسی وقت شام سے سالونیکا کی طرف عازم ہوئے۔ چنانچہ بندرگاہ پر احمدیہ کے کماندار تھا۔ وہ بھی مصطفیٰ کمال کی انجمن کا ممبر تھا۔ اور مصطفیٰ کمال کی مدد کیلئے ہر طرح تیار تھا۔ چنانچہ آپ کے سفر سالونیکا کا اس طرح انتظام ہو گیا۔

آپ نے چند دنوں کی رخصت حاصل کر لی۔ اور جافہ بندرگاہ پر پہنچ کر اپنے ہمیں بدل لیا۔ اور نام بھی تبدیل کر لیا۔ یلدرم کو شک کے جاسوسوں کے ڈر کے مارے مصر کی طرف جانے والے جہاز پر سوار ہو گئے۔ اس طرح براستہ مصر لوان اور ایٹھنر سالونیکا پہنچے۔ تمام سفر میں آپ کو کوئی پہچان نہ سکا۔ وہاں آپ نے دیکھا کہ بڑی بلا عثمادی پھیلی ہوئی ہے۔ خفیہ انجمنیں جگہ بہ جگہ قائم ہیں۔ اور انقلاب پیدا کرنے کیلئے تیار ہیں۔ سالونیکا اس کام کیلئے مرکز نظر آیا۔

شکری پاشائے نہ تو آپ سے کھلے بندوں ملاقات کی۔ اور نہ ہی علانیہ کام کرنے کا موقعہ دیا۔ البتہ وہ آپ کے کام میں سدراہ بھی نہ ہوئے۔ مصطفیٰ کمال کو شکری پاشا کے اس طریق کار سے مایوسی کا سامنا کرنا پڑا۔ چار مہینے کا عرصہ گزر گیا۔ اور نتیجہ کچھ بھی برآمد نہ ہوا۔ آخر مصطفیٰ کمال اپنے سابق دوست سے ملے۔ اور اُس کے روبرو اپنے تمام خیالات کا اظہار کیا۔ آپ کا یہ دوست ایک زبردست دل گرہ کا مالک تھا۔ عالی حوصلہ تھا۔ ان اصولوں کا حامی تھا۔ اُس نے مصطفیٰ کمال کی تجویز کو بخوشی لبیک کہا۔ اور کمال جوش اور حوصلہ کا اظہار کیا۔ مصطفیٰ کمال کئی

ماہ تک ملازمت سے غیر حاضر رہے۔

پیشتر اسکے کہ مصطفیٰ کمال کوئی کام کر سکیں۔ سلطان کو سپاہیں
موت کی سزا

نے آپ کو پہچان لیا۔ اور آپ کی سرگرمیوں اور ملازمت سے غیر
حاضری کی رپورٹ سلطان کو کر دی۔ بادشاہ نے حکم صادر فرمایا کہ آپ کو فی الفور
گرفتار کر لیا جائے۔ مصطفیٰ کمال کی تلاش شروع ہو گئی۔ تاکہ مصطفیٰ کمال کو گرفتار
کر کے مقدمہ چلایا جائے۔ خوش قسمتی سے اسوقت پولیس کا انسپیکٹر جنرل انجمن کا ممبر تھا۔
اُس نے مصطفیٰ کمال کو اس شاہی حکم سے متنبہ کیا۔ اور کہا کہ دیولوم تک سلطان کے
حکم کو دبایا جاسکتا ہے۔ اسثناء میں آپ یہاں سے نکل جاؤ۔ آپ کے دوستوں نے
بھی مشورہ دیا کہ بہت جلد شام میں پہنچ جانا چاہیے۔ تب آپ نے جمعیت کا کام اپنے
اجاب کو تقویٰ کیا۔ اور خود نے الفور یوتان کی طرف عازم ہوئے۔ وہاں سے
جہاز پر سوار ہو کر جاتے پہنچے۔ لیکن آپ کی گرفتاری کا حکم جاذب میں آپ کے پہنچنے
سے پہلے ہی پہنچ چکا تھا۔ اسوقت احمد بے ڈیوٹی پر تھا۔ وہ مصطفیٰ کمال کو جہاز
پر بلا۔ اور آپ کو دردی اور کاغذات دئے۔ اور کہا کہ جہاز پر سوار ہو کر فی الفور
غازہ کی طرف چلے جاؤ۔

اسوقت ان سرحدات پر کچھ خطرہ تھا۔ لطفی بے اس جگہ کا انچارج تھا۔ لطفی
مصطفیٰ کمال کا قدیم دوست تھا۔ اس طرح غازہ کے فادات مصطفیٰ کمال کی شخصیت کا
باعث ہوئے۔

احمد بے نے دوبارہ قسطنطنیہ میں لکھا کہ مزید ہدایات بھیجی جاویں۔ موجودہ حکم
میں کچھ غلطی معلوم ہوتی ہے۔ کیونکہ مصطفیٰ کمال اسوقت تک غازہ میں موجود ہے۔ وہ
سیریا سے کسی جگہ باہر نہیں گیا۔

ایک ہفتہ گزرنے سے پہلے جواب آگیا۔ لطفی بے نے بھی اس بات کی تائید کی
کہ مصطفیٰ کمال اس کے پاس ہے۔ وہ کسی جگہ نہیں گئے۔ اس طرح سے مصطفیٰ کمال
کے سر سے مصیبت ٹل گئی۔ اگر اس دفعہ قابو آجاتے تو آپ کیلئے کوئی ٹھکانہ تھا۔ اور

نہ کوئی اور موقعہ حکومت نے دینا تھا۔ حکومت آپچی ملازمت سے فیر حاضری کی سزا موت تجویز کر چکی تھی۔ آپچے افسروں کی یزوقہ شہادت سے آپ کی جان بخشی ہوئی اور موت کا حکم منسوخ ہوا۔

اب مصطفیٰ کمال نے گوش ہوش داکئے۔ اور کام کی طرف دھیان دینے لگے آپچے افسروں نے رپورٹ کی کہ وہ نہایت ہی عمرہ کام کر نوالے ہیں قسطنطنیہ میں حکام بالا کو یقین ہو گیا۔ کہ سالونیکا کے سپاہیوں نے غلطی کھائی ہے۔

اسکے بعد مصطفیٰ کمال نے برابرتین سال شام میں گزارے

سالونیکا میں تبدیلی

مصطفیٰ کمال سالونیکا پہنچنے کا عزم صمیم کر چکے تھے۔ وہ سیریاں کبھی نہیں ٹھہر سکتے تھے۔ کچھ آپچے گھر میں ہم کی بڑی زبردست تیاریاں ہو رہی تھیں آپ کو معلوم تھا کہ آپ کی انجن کے ممبر تمام دفاتر میں موجود ہیں۔ بلکہ دفتر صریح بھی انجن کے ممبروں سے خالی نہ تھا۔ آپ نے ہر زنجیر کو کھینچا۔ تاکہ وہ کسی طرح سالونیکا پہنچ جائیں۔ آخر کار آپ کی تبدیلی سالونیکا میں ہو گئی۔ آپ نے اس بناوت کے مرکز میں بہت جلد پہنچنے کی کوشش کی۔

مصطفیٰ کمال سالونیکا میں قریب منبر میں متعین ہوئے۔ آپ کے ذمہ کچھ ڈیوٹی تو سالونیکا میں تھی۔ اور کچھ ریلوے لائن کا معائنہ تھا۔

مصطفیٰ کمال سالونیکا میں اپنی ماں اور بہن کے پاس رہے۔ آپ کا باپ فوت ہو گیا اور آپ کی ماں کے قبضہ میں بے شمار جائیداد منقولہ اور غیر منقولہ آگئی۔ اسکی مصطفیٰ کمال کو بے شمار اسٹاف کالج کے جماعتی تھے۔

جب آپ سالونیکا واپس آئے تو آپ کیا دیکھتے ہیں کہ انجن حریت کا نام تبدیلی انجن اتحاد و ترقی

کر کے انجن اتحاد و ترقی رکھ دیا گیا ہے۔ اس تغیر کی وجہ یہ ہوئی کہ ڈاکٹر ناقص بے فرانس سے سالونیکا تشریف فرما ہوئے۔ انھوں نے مصطفیٰ کمال کے دوستوں سے اس امر کی خواہش ظاہر کی کہ اس جمیٹ کا نام اس انجن کے نام پر ہونا چاہیے جو انھوں نے پیرس میں قائم کی ہوئی ہے۔ مصطفیٰ کمال کے دیگر ساتھی اس نے نام کی

انجمن کو چلاتے رہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب مصطفیٰ کمال نے اپنے شاف کا کچ کے صحابہ عقول کے پاس اپنی انجمن کا پرائیویٹ ڈاکٹریا۔ تو کامیابی نہ ہوئی۔ وہ اسکو مشکوک دیکھا ہوں دیکھتے تھے۔ آخر کار انہیں سے ایک نے مصطفیٰ کمال سے قسم لے کر کہا کہ راز کو افشا نہ کرنا۔ یہاں ایک انقلاب پسند جماعت موجود ہے۔ جس کا نام انجمن اتحاد و ترقی ہے۔ یہ انجمن درحقیقت مصطفیٰ کمال کی آزمائش کرتی تھی۔ کہ مبادا مصطفیٰ کمال حکومت کا ایجنٹ ہو۔ اور انجمن کی سراسر ریسائی کرتا ہو۔ یہی وجہ ہے کہ کوئی بھی آپ کا قدیم ہم جماعت آپ کی طرف متوجہ نہیں ہوتا تھا۔ لیکن مصطفیٰ کمال آزمائش میں لپرا اترے۔ تب انہوں نے آپ کو مدعو کیا۔ اور انجمن اتحاد و ترقی کے ممبروں میں شامل ہو گئے اب مصطفیٰ کمال اور آپ کے ساتھی اس نے نام کی انجمن کو چلاتے رہے۔ اسوقت انور جہاں۔ جاوید۔ نیازی۔ تلمت جیسے آراکین اس انجمن کے ممبر تھے۔ رفتہ رفتہ تمام قومی افسر اس انجمن کے ممبر بن گئے۔ جس سے اس انجمن کو بہت تقویت حاصل ہو گئی۔

آخر یہ سلگتی ہوئی آگ سلطان کے خلاف بھڑک اٹھی۔ جس غرض **انقلاب شری** کیلئے انجمن اتحاد و ترقی کو شش کر رہی تھی۔ اس کا وقت آن پہنچا انجمن کا مطالبہ یہ تھا کہ شخصی حکومت کا خاتمہ کر کے ملک کو اسلامی دستوری حکومت عطا کی جائے۔ چنانچہ مشورہ میں بیکار نیازی بے چند آدمیوں کو جمع کر کے مقدونیہ کے پہاڑوں میں لے گیا۔ اور گورنمنٹ کا مقابلہ شروع کر دیا۔ انور بی نے فی الفور انقلاب کا اعلان کر دیا۔ اور شرقی مقدونیہ میں نیازی کے مانند عمل پیرا ہوا۔ لیکن ان لوگوں نے نہ تو کوئی خاص تیاری کی اور نہ ہی تنظیم کی تھی۔ اسوقت انجمن اتحاد و ترقی کے پاس تین سو سے زیادہ ہوشیار ممبر نہ تھے۔ افواج کے خیالات کا بھی انجمن کو علم نہ تھا۔

اسوقت مصطفیٰ کمال خاموشی سے اپنی قومی خدمات سرانجام دے رہے تھے وہ اس غیر منظم روائی میں شامل ہونا درست خیال نہ کرتے تھے۔

اگر اُس نے کوئی اقدام کیا بھی۔ تو وہ نہایت ہی محنت و سکیم کے ماتحت تھا۔ تاکہ کامیاب نتیجہ برآمد ہو سکے۔

لیکن انور اور نیازی کی غیر عقلندانہ سکیم کامیاب ہوتی نظر نہ آئی۔ چند ہنگاموں باغی سپاہیوں میں پوشیدہ تھے۔ جو سلسلے فی لشکر ان باغیوں کی سرکوبی کیلئے جاتا۔ وہ ان سے مل جاتا۔ سپاہیوں کی کئی مہینوں کی تنخواہیں واجب الادا تھیں۔ یہی وجہ تھی کہ متنبی افواج باغیوں کے مقابلے میں جاتی۔ وہ اپنے افسروں کا حکم نہ مانتی اور باغیوں سے شریک ہو جاتی۔ جسے کہ خاص سلطان فوج میں بھی باغیوں کے ساتھ مل گئیں۔ اس طرح رفتہ رفتہ سلطان کی طاقت کمزور ہوتی گئی۔

سلطان عبدالحمید خان مجبور ہو گیا۔ کہ وہ انجمن کے مطالبات پورے کرے۔ وہ اسوقت ایک عجیب چال چل گیا۔ کہ اُس نے انجمن کے مطالبات کے مطابقت فی الفور ملک کو دستوری حکومت عطا کر دی۔ اور اعلان کر دیا۔ انور اور نیازی فتح کی خوشی میں منادیاں بجاتے ہوئے سالوینکا پہنچے۔ تمام جلاوطن شدہ ترک ممالک غیر سے واپس بلائے گئے۔ لیکن سلطان کی نیت نیک نہ تھی۔

نیازی واپس البانیہ چلا گیا۔ وہ وہاں مقبول ہوا۔ انور کو ٹری امپچی مقرر کر کے برلن بھیجا گیا۔ مصطفیٰ کمال کو شمالی افریقہ میں بھیجا گیا۔ تاکہ طرابلس کی افواج کے متعلق رپورٹ کرے۔ ہر طرف گڑ بڑ مچی ہوئی تھی۔ معاملہ بگڑا ہوا نظر آ رہا تھا۔ یوں نے یونین اور ہرزگوینا اپنی سلطنت میں شامل کر لیا۔ یونان نے کریٹ پر قبضہ جمالیا۔ بلغاریہ نے روس کے بل بوتے پر خود مختاری کا اعلان کر دیا۔ ترکی کے اندر بھی فساد تھا۔ البانیہ اور عرب میں بھی بغاوتیں ہو رہی تھیں۔ عیسائی اور مسلمانوں کے درمیان بھی تنازعات جاری تھے۔

ادھر سلطان نے ملک کو دستوری حکومت عنایت کر کے خود امپیر حلف اٹھانے لیت دسل کیا۔ اور موقعہ پا کر دستوری حکومت واپس لے لی۔ اور پھر وہی استبدادی حکومت یعنی شخصی حکومت کا دور دورہ ہو گیا۔ اور ملک پر پہلے سے بھی زیادہ سختی کی گئی۔

گرفت کو مضبوط کر دیا گیا۔ سلطان کے آدمیوں نے موقعہ پا کر میٹھہر کرنا شروع کر دیا۔ کونجین کے ممبر غیر مسلم ہیں۔ وہ اسلام اور خلافت کو تباہ کرنا چاہتے ہیں۔

سلطان کے آدمیوں کا یہ پراسٹیکٹ ڈھ افواج میں پھیل گیا۔ افواج مذہبی جوش سے مملو ہو گئیں۔ انہوں نے قسطنطنیہ میں قتل عام شروع کر دیا۔ افسروں کو قتل کر دیا۔ یا قید کر دیا۔ اور اعلان کر دیا کہ وہ اسلام اور سلطان کی تابعداری کو نیکے لیے تیار ہیں۔ انجمن اتحاد و ترقی کی تابعداری کیلئے تیار نہیں۔ انہوں نے قسطنطنیہ پر قبضہ کر لیا۔ جب انجمن نے دیکھا کہ سلطان اپنے اقرار سے منحرف ہو گیا ہے۔ اور قسطنطنیہ پر اُسکی افواج قابض ہو گئی ہیں۔ تو انجمن پہلے سے بھی زیادہ زور و شور کے ساتھ مستعد کار ہو گئی۔ اگرچہ سلطان نے انجمن کو ختم کرنے کی ہرچند کوشش کی۔ لیکن وہ انجمن کو ختم نہ کر سکا۔

انجمن نے مقدونیہ کی افواج کے پاس مدد کیلئے اپیل کی۔ اور کہا کہ اگر سلطان اور اُسکے ہواخواہ اپنی سکیم میں کامیاب ہو گئے۔ تو اُن کا غلبہ از سر نو ہو جائے گا۔ اس وقت مقدونیہ میں آفیسر کمانڈنگ محمود شوکت پاشا تھا۔ یہ عربی تھا۔ لیکن سلطان کا بڑا محترم و علیہ تھا۔

محمود شوکت پاشا کا قلب اور مضبوط تھا۔ بڑا ہوشیار سٹاف آفیسر تھا۔ لیکن ساتھ ہی اُس کے بالاعفان کمانڈر تھا۔ اُس نے سوچا کہ اب کیا کرنا چاہیے۔ اُس کے اسٹاف میں انجمن کے چند ممبر تھے۔ جن میں مصطفیٰ کمال بھی تھے۔ جو کہ طرابلس سے واپس آ گئے تھے۔ محمود شوکت پاشا اس معاملہ میں دخل دینے کیلئے تیار نہ تھا۔ لیکن انہوں نے اُس کو مجبور کیا کہ اسکے متعلق ضرور کوئی کارروائی کرنی چاہیے۔

چنانچہ ۱۹۰۹ء میں محمود شوکت پاشا نے افواج نمبر ۱ کو حکم دیا کہ قسطنطنیہ پر دھاوا بول دیا جائے۔ اُس وقت انور بھی بسرعت تمام برلن سے واپس آ گیا۔ اُس کے ماتحت توپ خانہ تھا۔ مصطفیٰ کمال چیف آف ڈمی سٹاف تھے۔ اور محمود شوکت پاشا کمانڈر انچیف تھے۔

انجمن کی سلطان کے خلاف دوبارہ فوج کشی رنگ لائی۔ یہ حملہ کامیاب ثابت ہوا۔ انقلاب پسندوں نے قلعہ یلدریم کو شک پر قبضہ کر کے سلطان کو گرفتار کر لیا۔ استبدادی حکومت کا خاتمہ کر دیا۔ اور ملک کے اندر دستور قیام ہوئی۔ انقلاب کا اہلی عنصر فوج تھی۔ فوجی افسرانجمن اتحاد و ترقی کے ممبر تھے۔ وہی سرکردہ اور نیک۔ اریڈر تھے۔ بدلیں وجہ انجمن اپنے منصوبے میں کامیاب ہو گئی۔ اور حکومت کا تختہ الٹ دیا گیا۔ لیکن ان سیاسی سرگرمیوں کی وجہ سے فوج کی حالت ناگفتہ بہ ہو گئی۔ اگرچہ مصطفیٰ کمال نے بڑے زور سے کہا کہ فوجی افسروں کو ملکی سیاسیات میں حصہ نہ لینا چاہیے۔ لیکن کسی نے نہ سنا۔ البتہ انقلاب کے بعد فوج کی فوج کا سکہ بیٹھ گیا۔ باغی فوجیں اس سرعت کے ساتھ قسطنطنیہ پہنچیں کہ دنیا کی کوئی فوج ایسی فیڑ پیش نہیں کر سکتی۔

انقلاب لڑکی میں سب سے زیادہ مچھلا اور ہر دل عزیز فسر جدید نظام لڑکی اور پاشا تھا۔ لوگوں کو اسپر لور اور اہمیت دیتا تھا۔ وہی انقلاب کا ہیر تو سیم کیا گیا۔ لیکن مصطفیٰ کمال لوگوں کی نظروں سے اوجھل رہنے کے سبب سے غیر معروف رہے۔

تیس سال کی عمر سے پہلے آپ مقدونیہ میں فوج نمبر کے چیف آف دی سٹاف تھے۔ سالہ ۱۹۰۷ء میں آپ کو جنرل علی رضا کے سٹاف میں شامل کر کے فرانس بھیجا گیا۔ پہلے وہ چند دنوں کے واسطے پیرس میں رہے۔ پھر سالانہ مینور کے لیے پکا رڈی میں چلے گئے۔ علی رضا نے آپ کے متعلق رپورٹ کی کہ وہ نہایت ہی قابل بالانصاف۔ راست باز اور ہوشیار افسر ہیں۔ پیرس سے واپسی کے بعد آپ کو سالوینھا میں افسروں کے سکول کا انچارج بنا دیا گیا۔

آپ نے سکول کی تنظیم نہایت ہی قابلیت کے ساتھ از سر نو کی۔ لیکن آپ کو اس ڈیوٹی پر اطمینان نہ تھا۔ یاد ہو دسپاہی ہونے کے آپ بڑے زیر دست سیاست دان تھے۔ لیکن سیاسی سرگرمیوں کے اظہار کیلئے آپ کو موقعہ اور گنجائش

نہ ملی۔ بناوٹ میں بھی آپ کو مشہور ہونے کا کوئی موقع نہ ملا۔ اگر مشہور ہوتے کا موقع ملتا تو صرف انورہ طاعت اور جمال کو۔ یہی تینوں آدمی سالوینیکا میں کسی کے ریکارڈ میں مشہور ترین آدمی تھے۔ وہی ملک چھوٹا سا تھا۔ جاوید بھودی النسل وزیر ایشیا تھا۔ یکایک مصطفیٰ کمال سب کو حقارت کی نظر سے دیکھتے۔ اور کہتے۔ کہ وہ حکومت کے اہل نہیں ہیں۔

آپ نے ملک کی حالت پر نکتہ چینی شروع کر دی۔ موجودہ حکومت کی بد نظمی کے کواٹھنے۔ لوگوں کے سامنے در و درشن کی طرح عیاں کر دیئے۔ اب مصطفیٰ کمال سیدنیہ آفیسر تھے۔ اور جیل شاف کی فہرست میں آپ کا نام درج ہو چکا تھا۔ آپ کی قابلیت کی شہرت بڑھ رہی تھی۔ آپ کی انصاف پسند طبع کو یہ نظر استخوان دیکھا جا رہا تھا۔ اور ہر تحریک کا لیڈر تصور ہوتا تھا۔

مصطفیٰ کمال کی یہ تمام نکتہ چینی محمود شوکت پاشا وزیر جنگ کے کانوں تک پہنچائی گئیں۔ لیکن پاشا نے مرصوف بھی مصطفیٰ کمال کو اچھی طرح جانتا تھا۔ آپ کو سالوینیکا میں انفینٹری رجمنٹ نمبر ۳ کا آفیسر کمانڈنگ بنا دیا گیا۔ عربت پاشا اُقتبہ سالوینیکا کی افواج کا انچارج تھا۔

اب مصطفیٰ کمال نے ایک اور تحریک پیدا کی۔ اور اس پر عملدرآمد شروع کر دیا۔ کہ ملک کی حکومت نہایت ہی عمدہ اور قابل ہوئی چاہیے۔ ابنتی عنصر کو ملک سے خارج کر دینا چاہیے۔ آپ کا یہی مقولہ تھا کہ ”ملک کی سرکوں کی ہے۔“

حکومت کے کارندوں نے آپ کے برخلاف رپورٹ کر دی کہ یہ خطرناک آدمی ہے۔ انجمن اتحاد و ترقی نے سزا دیئے کا مطالبہ کیا۔ محمود شوکت پاشا نے آپ کو بلا بھیجا۔ الزام یہ لگایا گیا کہ آپ افواج کو گورنمنٹ کے خلاف اُکسارہے ہیں۔ اور غریبوں کو ناپا کرتے ہیں۔ مصطفیٰ کمال نے اس الزام کا جواب دیا لیکن محمود شوکت پاشا آپ کے جوابوں پر مطمئن نہ ہوا۔ محمود شوکت پاشا کے پاس آپ کو گرفتار کرنے کیلئے کافی شہادت بھی نہ تھی۔ لہذا محمود شوکت پاشا نے آپ کو فوج کی

کمان سے غنیجہ کر کے دفترِ حیرت میں مامور کر دیا۔

مصطفیٰ کمال جیسے عقلمند اور ہوشیار آدمی کو قابو میں لانا بڑا مشکل تھا۔

رعب اور دھمکیاں آپ پر اثر انداز نہ ہو سکتی تھیں۔ آپ بہت ہڈ بٹھرتے۔

آپ کے خلاف الزام دکانیکہ کے کوئی مواد نہ ملتا۔ وہ ہر کام نہایت ہی ہوشیاری

سے کرتے۔ آپ کو دفترِ حیرت میں منتقل کرنے سے الیہ انتہا فائدہ ضرور ہوا کہ آپ

بقائے جیہ خطرناک مقام سے اور احباب سے دور رہتے۔ اور یہ آسانی آپ کی

تنگبانی کی جاتی تھی۔

مذکورہ بالا واقعات مصطفیٰ کمال کی اربابِ دانی زندگی کا قوتِ وہم

جنگِ طرابلس

اور چہ یہ حالات بھی مصطفیٰ کمال کی زندگی کو مزین کرتے نظر آتے

ہیں۔ لیکن اس سے آگے بڑھ کر جو واقعات رونما ہوئے۔ وہ مصطفیٰ کمال کی

زندگی کو چار چاند لگا گئے ہیں۔ تھک کر گیلی پولی کے واقعات۔ اور وہ واقعات

جو اتھ دی قبضہ ٹرکی کے بعد رونما ہوئے۔ ایسی مثال کسی ترک بہادر کی زندگی

میں چراغ لے کر تلاش کرینے بھی نہ ملے گی۔

مستزید ناظرین! اب ہم اس حد تک پہنچ گئے ہیں کہ آپ کو مصطفیٰ کمال کی

بہت ہی اہم اور محرکہ آثارِ زندگی کا نظارہ دکھلائیں۔ گذشتہ واقعات مصطفیٰ کمال

کی قریب قریب تیس سال کی عمر کا قوتِ وہم۔

اب زمانہ ۱۹۱۱ء کا گذر رہا ہے۔ اٹلی نے ٹرکی کے خلاف قدمِ منازعت

اٹھا۔ اور دفعہٴ اول اعلانِ جنگ بول دیا۔ صرف ہم گھنٹوں کی مہلت دیکھ کر ٹرکی

کی خداداد دولتِ طرابلس پر سکہ آور ہوا۔ ایسے آٹھ وقت میں جب کہ ٹرکی

اس تھوڑے سے عرصہ میں اپنی ذور کی مسافت پر طرابلس کوئی امداد نہ کر سکتی تھی

اور نہ ہی اپنی دولتِ خداداد کو اٹلی کی تیار اور لیس شدہ افواج کی دستِ بُرو

سے محفوظ رکھ سکتی تھی۔

اس وقت مصطفیٰ کمال نے تمام سیاسی امور کو بالائے طاق رکھ دیا۔ اور

طرابلس کی طرف جانیکے لیے تیار ہو گئے۔ دیکھو غیور اور بہادر افسر نور پاشا جیسے طرابلس کی طرف تیار چلے گئے۔ تاکہ اپنی املاک کو اٹلی کی سفارتی اور بے رحمی سے بچائیں۔ سیریا اور مصر کے ضوئل راستوں کے سوائے ٹرکی عثمانی افریقہ سے بالکل جبراً راکر دی گئی۔ کیونکہ اس وقت ہمسایہ عربوں پر اٹلی کا قبضہ تھا۔ جس کو سبب دردہ دانیال بالکل بند تھی۔ اس وقت ٹرکی کے پاس صرف تین جنگی جہاز۔ اور چند کرور تھے۔ اسی لئے ترکی افواج طرابلس میں پہنچنے محال تھی۔ ترکی افسر صرف افریقہ کے راستے طرابلس میں جاسکتے تھے۔ ہر ایک توجہ ان افسروں میں جانے کیلئے تیار تھا۔ اور فوراً بھیجیں بدلتے طرابلس کی طرف روانہ ہو گیا۔ حتیٰ بے جو کہ پیرس میں ملٹری اٹاچی تھا۔ فرانسیسی جہاز پر سوار ہو کر ٹولنس پہنچا۔ اور وہاں سے طرابلس پہنچ گیا۔

مصطفیٰ کمالؐ اپنے احباب کے ہمراہ براستہ خشکی چل پڑے۔ وہ ایشیاء کو چاک سیریا اور فلسطین کو عبور کرتے ہوئے چلے گئے۔ کچھ راستہ تونزلیہ پہنچ گئے۔ اور کچھ گھوڑوں پر۔ جب وہ سکندریہ پہنچے۔ تو ان کو معلوم ہوا کہ مصری گورنر نے غیر جانبداری کا اعلان کر دیا ہے۔ اور سرحد کو بند کر دیا ہے۔ اہل پٹہ مصطفیٰ کمالؐ کو از حد غصہ آیا۔ لیکن کیا ہو سکتا تھا۔ جانا بھی ضرورت تھا۔ تینوں دوست علیحدہ علیحدہ ہو گئے۔ ہر ایک نے اپنی اپنی تجویز کی اور طرابلس میں پہنچ گئے۔

مصطفیٰ کمالؐ نے عربی بھیجیں بدلتے اور گاڑی پر سوار ہو گئے۔ سرحد پر آپ کو روک دیا گیا۔ آپ ٹوٹی پھوٹی عربی جانتے تھے۔ لیکن تنبی آٹھکیں اور ہلکے بالوں کے سبب سے وہ عربی معلوم نہ ہوتے تھے۔ ایک مصری افسر سرحد پر مقرر تھا۔ اسکو مصطفیٰ کمالؐ کے تعلق اطلاع مل چکی تھی۔ سکندریہ کے انگریزی کمانڈر جاسم تھا۔ کہ مصطفیٰ کمالؐ کو کپڑ کر واپس کر دیا جائے۔

مصری افسر سلطان تھا۔ اسکی ترکوں کے ساتھ ہمدردی تھی۔ وہ جانتا تھا

کہ مصطفیٰ کمالؐ کسی ضرورت سرحد پار ہو جائے۔ اور طرابلس پہنچ جائے۔ لیکن وہ حکم عدولیٰ بھی نہیں کر سکتا تھا۔ اُس نے مصطفیٰ کمالؐ کی بجائے ایک اور مسافر کو جسکی آنکھیں نیلی تھیں گرفتار کر لیا۔ اور مصطفیٰ کمالؐ کو سرحد پار جانے کی اجازت دیدی۔

مصطفیٰ کمالؐ عین المنصورہ کے مقام پر رتر کی مہیڈ کو اڑھڑ میں پہنچا۔ یہ مقام بندرگاہ ورناسے پندرہ میل اندرونی طرف واقع ہے۔ مصطفیٰ کمالؐ اُپر تپاک غیر مقدم کیا گیا۔ کیونکہ افسر کم تھے۔ نیز مصطفیٰ کمالؐ ملک طرابلس اور وہاں کے لوگوں کو پچھلے سال کے دورہ سے جانتے تھے۔

آپ کو میر بہتاد یا گیا۔ اور ورناسیکشن کا چارج دیا گیا۔ اور غازی دین کے محاذ کی کمان آپ کے سپرد کی گئی۔ لیکن مہیڈ کو اڑھڑ آپ کا عین المنصورہ ہی تھا۔ انور بھی عین المنصورہ میں تھا۔ تمام فرنٹ کا علاوہ انور کی کمان میں تھا۔

مصطفیٰ کمالؐ نے نہ صرف ملک کی محافظت اور دشمن کی ملاحضت ہی کی۔ بلکہ عسکری سپاہیوں کو قواعد سکھلا کر فوج میں بھرتی کرنا شروع کر دیا۔ غازی انور پاشا کی ہدایت کے مطابق اور عزیز بے کی مدد سے انہوں نے عربوں کو ایسی قابلیت اور سرگرمی سے قواعد سکھلائی کہ عرب لوگ بہت ہی اقلیل عرصہ میں اعلیٰ اور ہادیہ سپاہی بن گئے۔ ان کامیاب اور نادر فتوتوں کی وجہ سے آپ یورپ میں بالعموم اور ترکی میں بالخصوص شہرت اور عزت کا رتبہ حاصل کر گئے۔ ہر جگہ آپ کی تعریف و توصیف ہو سنے لگیں۔ غازی محمود شوکت پاشا وزیر جنگ آپ کی تعریف میں بھی در طلب اللسان ہوئے۔

اٹلی نے شروع حملہ میں ساحل پر قبضہ کر لیا۔ لیکن بعد میں وہ اندرون ملک میں ایک رانچ بھی آگے نہ بڑھ سکا۔ ترک ان کے مقابلے پر تھے۔ تمام شمالی افریقہ ان کی حمایت پر تھا۔ نئے انور جہاد کا اعلان کر دیا گیا۔ عرب جوق در جوق دور و نزدیک سے اس جہاد میں شامل ہونے کیلئے آگئے۔ مذہبی سوال نے تمام شمالی افریقہ اور صحرائے افریقہ میں آگ لگا دی۔ لوگ انور کو دیکھنے کیلئے آٹھے چلے آئے۔

اسوقت انور کی ہستی جاذبِ نظر تھی۔ وہی خلیفہ کا نائب تسلیم کیا گیا۔ شیخ سنوسی نے اس کو اپنا بھائی بنالیا۔ اپنے جنگجو اور بہادر مرید اسکی امداد کیلئے بھیج دئے۔ انور جانتا تھا کہ اُنکے ساتھ کیسا بڑا تلو اور سلوک کرنا ہے۔ اُسنے اُنکے آرام و سائش کیلئے ہر طرح کے سامان مہیا کر دئے۔ اُن کو کسی قسم کی تکلیف نہ ہونے دی۔ اُس نے کمال عقل مند دی اور سرگرمی کے ساتھ اُن کو جنگ کی دعوت دی۔

اسوقت مصطفیٰ کمال بھی انور کے ہمراہ تھا۔ انور سے ایک سال بڑا۔ نین چھ برس میں کم۔ الغرض اٹلی کا اپنے قافیہ تنگ کر دیا۔ جس حرم کو لے کر اُس نے قدم نہایت رکھا تھا۔ وہ حرم پوری ہوتی نظر نہ آئی۔ باوجود محسوس تیاریوں کے اٹلی ساحل سے آگے ایک چپہ بھر زمین بھی اپنے قبضہ میں نہ کر سکا۔ ڈٹائی ایک سال تک جاری رہی۔ لیکن اٹلی کے حق میں کوئی بہتر نتیجہ نہ نکلا۔ اگرچہ اٹلی نے مزید کمک بھی ملک سے طلب کی لیکن ساحل سے ایک انچ بھی آگے نہ بڑھ سکا۔ عرب لوگ ترکوں کی شاگردی میں رہ کر تہایت ہی اعلیٰ اور بہادر سپاہی بن گئے۔ اور دیوار آہنی بینکر اٹلی کا مقابلہ کرتے رہے۔

مصطفیٰ کمال ابھی طرابلس میں ہی برسرِ پیکار تھے۔ کہ بلقان کے اندر جنگ بلقان

جنگ کی چنگاری بھڑک اُٹھی۔ اسپرانتشکیہ مادہ جو خونخوار تھا تاکہ شعلہ گر ہو کر رُشکی کے حرمین عزت ناموس کو ہمیشہ کیلئے پھینک دے۔ یورپ کی ریشہ دوانیاں بروئے کار آئیں۔ اکتوبر ۱۹۱۲ء میں مان ٹیگر و نے رُشکی کے خلاف اعلانِ جنگ کر دیا۔ تمام بقیہ ریاستیں متحد ہو گئیں۔ ڈڈی دل فوج لیکر باد بگولہ کی طرح اُڑتی ہوئی رُشکی کی سرحدات پر چھا گئیں۔ اسوقت کامل پاشا یہودی انسٹریٹر اعظم تھا۔ اُسکے ساتھ پہلے ہی ساز باز ہو چکا تھا۔ اُس نے ان بلقانی ریاستوں کو کامیاب بنانے کیلئے ہر ممکن کوشش کی۔

محمود شوکت پاشا وزیر اعظم نے اپنی وزارت کے زمانہ میں سرحدات کو نہایت ہی مضبوط و مستحکم بنا رکھا تھا۔ کئی لاکھ فوج اُن سرحدات پر تعین تھی۔ تاکہ جب بلقان

ریاستیں جو افنت و قسم اٹھائیں۔ اسٹھ اسی وقت سرکسچر دیا جائے۔ کامل پاشا
نے وزارت کا قلم سران سنبھالتے ہی محمد رشوت پاشا کے تمام استحقاقات اٹھا لئے
تمام افواج کو سرحدات سے منتقل کر کے غیر ضروری مقامات پر بھیج دیا۔ کیونکہ اشارے
کرائے پہلے ہی ہو چکے تھے۔ تمام معاملات پہلے ہی طے ہو چکے تھے۔ جب سرحدات
خالی اور غیر محفوظ ہو گئیں۔ تو بلقان کی ریاستوں کو حملہ کرنے کا اشارہ ہو گیا۔ بلقانی
ریاستیں اقرار و مدار کے مطابق اشارہ پاتے ہی ترکی کے فوجیں ہستی کو تباہ و برباد
کرنے کے لئے چڑھ دوڑیں۔

ملک کے اندر وزیر اعظم کامل پاشا نے یہ انتظام کیا کہ انجمن اتحاد و ترقی
کے ممبروں کو گرفتار کر لیا۔ تاکہ اس کی ہمارے وائیوں میں سسڑا نہ ہوں۔ ملک
کے مشہور و معروف ایڈیٹر اس وقت طرابلس میں برسرِ پیکار تھے۔ ان کو گھر کا کوئی علم
نہ تھا۔ انجمن کے چند ممبروں کی نظریوں سے خفیہ رہے۔ انہوں نے خفیہ طور پر طے
کر کے انور پاشا کو طرابلس میں اطلاع بھیج دی۔ اور اس شے آفت کے مستقبل
تک ہ کر دیا۔ کہ بلقانی افواج نے یکدم ترکی پر تہ بولی دیا ہے۔ وزیر اعظم کے لئے
میدان خالی تھا۔ اس نے اتحادیوں کے ایساو کے مطابق جھٹ بادشاہ کو صلح
کرنے پر مائل کر دیا۔ چنانچہ بادشاہ بھی راضی ہو گیا کہ بطرح ہو سکے صلح کرادی جائے
طرابلس میں اطلاع پاتے ہی ترکان احرار نے اپنے گھروں واپس جانے کا ارادہ
کر لیا۔ سلطان کمال نے بھی بلقانی محاذ پر پہنچا ضروری سمجھا۔ کیونکہ جب بلقانی ریاستیں
ترکوں کے گھر پر چڑھ آئیں۔ تو پھر طرابلس کے ملک میں ملوکیت کیلئے لڑائی لڑنا
ایک مفہمکہ زیورات تھی۔ چنانچہ ترکان احرار نے دارالکتوبر علیہ السلام کو اٹلی سے مسیح کی۔
اور تمام افسر و طرابلس میں موجود تھے۔ اپنے گھر کو اغیار کی دست برد سے بچانے
کیلئے طرابلس سے چلے گئے۔ عیس بدل کر ترکی میں پہنچے۔ انور پاشا وغیرہ تمام فوج
عین اسوقت پہنچے جب کہ ترکی اعدائے کے محاصرہ میں تھی۔

مصطفیٰ کمال نے چارج دیکر براستہ فرانس جانا نزدیک راستہ خیال کیا۔ لیکن

جب آپ کو معلوم ہوا کہ سید عامر آہستہ آپ کے لیے بند کر دیا گیا ہے۔ تو آسٹریا اور رومانیہ ہوتے ہوئے بحیرہ اسود میں پہنچے۔ راستے میں کئی جنگ کی رکاوٹوں اور بندشوں کے باوجود قسطنطنیہ میں دیکھ کر کے پیچھے ہٹنے میں پہنچے۔

صفحہ کمال نے دیکھا کہ ہر طرف پریشانی اور سراسیمگی کے آثار نمایاں تھے۔ ترک کی افواج کو تمام محاذوں پر شکست پر شکست ہو رہی ہے۔ سربوہ بغیر مقابلہ کے شمال سے بڑھا چلا آ رہا ہے۔ یونان نے جنوب کی جانب سے حملہ کر کے سائیونیا پہ قبضہ کر لیا ہے۔ اور ۲۵ ہزار ترک سپاہی گرفتار کر لیے ہیں۔ بنواریہ سیدھا بغیر کسی ٹوک کے قسطنطنیہ پر بڑھا چلا آ رہا ہے۔ اور نتیجہ کی مضبوط لائیو کو توڑ رہا ہے۔ او شہر سے صرف چند میل کے فاصلہ پر ہے۔ علاوہ ازیں ایڈریانوپل کا قلعہ بھی بغیر کے محاصرہ میں ہے۔ شکاری پاشا قلعہ میں محصور ہے۔ ترکوں کا تمام یورپ سے صفایا کر دیا گیا ہے۔ قسطنطنیہ اور ایڈریانوپل کے ارد گرد کے علاقوں کے علاوہ ترکوں کے پاس کوئی زمین نہ تھی۔

اس آٹے وقت میں اگر کوئی روشن پہلو تھا۔ تو وہ صرف یہ تھا کہ رٹوف پاشا نوجوان بحری کمانڈر نے پرانا جہاز حمید میر اپنے قبضہ میں کر لیا۔ اور کپڑوں کو درہ دانیال سے باہر چلا گیا۔ باوجود دشمن کے جہازوں کے تعاقب کو وہ بحیرہ ایجیئن تک پہنچ گیا۔ اس کا رن نامہ یہ تھا کہ کبھی وہ کسی بندر گاہ پر گولہ باری کرنا۔

کبھی کسی جہاز کا سامان رسد نہ ہو دیتا۔ ان کارناموں کے عوض میں اس کو قومی بہادری کا خطاب ملا۔ لیکن اس کے یہ بحری کارنامے خشکی میں عام شکست پر کوئی اثر نہ ڈال سکتے تھے۔

قسطنطنیہ زخمیوں سے بھر پور تھا۔ ہسپتال گرہے۔ مساجد لوگوں کے پرائیویٹ مکان سب کے سب زخمیوں سے پٹے پڑے تھے۔ رسد رسانی کا انتظام درہم برہم ہو چکا تھا۔ لگ بھگ ہزاروں کی تعداد میں کالوا اور ٹائیٹا اٹھ سے راہی ملک عدم ہو رہے تھے۔ اور ہزاروں بھوک اور سردی سے تباہ حال تھے۔

مصطفیٰؐ کہاں سے بڑی بیقاری سے اپنے گھر والوں کی تلاش کی۔ اُس نے بے شمار سالوں کا پناہ گزین دیکھے۔ انہوں نے کہا کہ نہر پردہ کوک سے قبضہ کیا گیا، یونان نے عام طور پر لوٹا۔ غارت گری۔ اوبسٹل عام کاخو فناک منظر پیدا کر دیا۔ مصطفیٰؐ کہاں سے اپنی ماں اور بہن کو ایک پناہ گزینوں کے کیمپ میں پایا۔ قسطنطنیہ میں اُن کی رہائش کا انتظام کیا۔ اسوقت زبیدہ کی عمر ساٹھ سال سے تجاوز کر چکی تھی بڑھاپے کے سبب سے اسکا جثہ بھاری ہو گیا تھا۔ بینائی بھی بند رہی۔ سالوں پہلے سے بھانگے وقت اُسکی ماں اور بہن نے عہدِ کرب اور سردی سے سخت تکلیف اٹھانی تھی جو بہنی بوڑھی ماں اپنے بیٹے کو پایا خوشی سے دمک اُٹھی۔ اُس نے اپنے بیٹے کو کہا کہ قسطنطنیہ میں لے چلو۔ تمام دین چٹائی پر چوکری مار کرے میں بیٹھی رہتی۔ کبھی آگے کی طرف اور کبھی پیچھے کی طرف جھکتی اور سربراہ کو یاد کرتی۔ سالوں کا یونان کے قبضہ میں تھا۔ اُسکا گھر کنویراچ کو تھا۔ جو کچھ اُس کا اناںہ تھا۔ وہ سب کا سب ضائع ہو گیا۔

مصطفیٰؐ کمالؐ اپنی ماں اور بہن کی رہائش کا انتظام کر نیک بعد و فقر حیرت میں پہنچی۔ آپ کو فاضل محمود مختار پاشا کی قیادت میں ملافت کرنیوالی افواج کے حملہ میں مامور کر دیا گیا۔ آپ جریرہ شاگیدی پولی میں اُس ڈیوین کے چیف آف دی ٹانٹ مقرر کئے گئے۔ بوشہاں استعمکات کی لائن کو اپنے قبضہ میں کئے ہوئے تھی۔ یہ لائن پوزیشن کے لحاظ سے ایک قسم کی کلید تھی۔ کیونکہ اگر بلغاریہ کا زور پڑ جائے۔ تو دورہ دانیائی پر قابض ہو جائے۔ اور سیدھا قسطنطنیہ پر پہنچے۔ آپ فی الفور محاذ جنگ پر پہنچ گئے۔ مصطفیٰؐ کہاں ابھی بولیر لائن پر پہنچے تھے کہ بلغاریہ کی افواج نے حملہ کر دیا۔

یہ استعمکات جنگ کے سبب کے موقعہ پر انگریزی انجنیئروں نے سچا س سال پہلے تعمیر کئے تھے۔ بلغاریہ فوجوں نے پے در پے متواتر حملے کیے۔ آپ نے نہایت دلیری اور بہادری سے مقابلہ کیا۔ حالات نے نئی صورت اختیار کر لی۔ ترکوں نے اس پوزیشن کو بڑی ہمت اور دلیری سے قابو میں رکھا۔ لڑائی شدید ہوئی۔ ترکی فوج نے جارجانہ کارروائی کر کے پیش قدمی شروع کر دی۔ اور

دشمنوں کو آٹے اصل خطوط تک پہنچا کر دیا۔ بلکہ ترک کی افواج نے اکثر مقامات پر قبضہ کر لیا۔

ان بہادر ترکوں کے ٹک میں پہنچتے ہی ترک کی کے سرے منحوس ستارہ غروب ہوا۔ سہل پاشا کے اوسان خطا ہو گئے۔ اس کی اُمیدوں پرانی پھر گیا۔ یورپ کیلئے اب سوائے صلح کے اور کوئی چارہ کار نہ رہا۔ آخر صلح کا جھٹکا بلند ہوا۔ اہر تمام محاذات پر صلح نامہ کی رو سے لڑائی بند ہو گئی یورپ کی بڑی بڑی حکومتوں نے صلح کا نفرنس کا اہانت کر دیا۔ دول یورپ نے صلح کی یادداشت بالبالی کی طرف روانہ کر دی۔ بلقانی ریاستوں کا مطالبہ تھا کہ یورپ ترک کی سوائے قسطنطنیہ کے آٹے حوالے کر دی جائے۔ تاکہ وہ آپس میں تقسیم کر لیں۔ باخاریہ نے اس بات پر زور دیا کہ ایڈریا نوپل بلغاریہ کے حوالے کر دیا جائے۔

اس وقت ترکوں کی دو پارٹیاں تھیں۔ ایک پارٹی ڈیفیر انقلاب پارلیمنٹ اعظم کمال پاشا کے ساتھ تھی۔ وہ یہ چاہتی تھی کہ حملہ آوروں سے صلح کر لینی چاہیے۔ خواہ کسی قیمت پر ہو۔ لیکن دوسری پارٹی جس میں فوجوان ترک شامل تھے۔ وہ صلح کیلئے آمادہ نہ تھے۔ بلکہ سب سے اول وہ موجودہ وزارت کمال پاشا کو نیچا دکھانا چاہتے تھے۔ اُنکی وزارت کو شکست دینی چاہتے تھے۔ کمال پاشا نے ترکان احرار کے اختلال سے خوفزدہ ہو کر اپنے وزراء کی اچانک میٹنگ طلب کی۔ اور شورہ کیا کہ اتحادی صلح کی یادداشت پر رفقہ الفور دستخط کر کے دول یورپ کو بھیج دی جائے۔ تاکہ ترکان احرار کے منصوبے کامیاب نہ ہونے پائیں۔ اگر یادداشت دستخط ہو کر ہو چلی جاتی۔ تو پھر ترکان احرار کیا کر سکتے تھے۔ اُن کو اپنے علاقوں سے دست بردار ہونا لازمی تھا۔ لیکن مذا کو کچھ اور ہی منظور تھا۔ وہ ترکوں کی عزت کو محفوظ رکھنا چاہتا تھا۔ عین اس وقت جبکہ میٹنگ ہو رہی تھی۔ انور پاشا دیگر ترکان احرار

کی محبت میں بالبالی کے دروازے پر پہنچے۔ چراسیوں نے آپ کو روکنا چاہا۔ لیکن یہ گروہ نہ رہا۔ اور زبردستی بابا بانی کے اندر گھس گیا۔ جب دیکھ دول کے سفر اسنے انور کو اندر آتے دیکھا۔ تو وہ فوراً بابا بانی سے اٹھ کر باہر نکل گئے۔ انور نے فوراً مطالبہ کیا کہ قوم موجودہ وزارت سے مستعفی ہونے کا مطالبہ کرتا ہے ممبروں نے مقابلہ کرتا چاہا۔ کہ اتنے میں ایک ہی فائر نے کل بادشاہ کو ہلکا کر دیا۔ انور پاشا نے حالات پر قابو پایا۔ یورپ کی یادداشت کو اپنے قبضہ میں کر لیا۔ دیکھا کہ تمام ممبروں کے دستخط ہو چکے تھے۔ اور یادداشت یہ بھیجنے کے لئے تیار کی جا رہی تھی۔

انور پاشا نے محمود شوکت پاشا کو بادشاہ کی منظوری لے کر وزیر اعظم کے منصب جلیلہ پر فائز کر دیا۔ اور نئی وزارت کی تشکیل ہوئی۔ الحمد للہ کہ قدرت نے رٹکی کے سر سے اس نئی مصیبت کو مائل دیا۔ اور رٹکی کی آن بچی۔ بعد ازاں محمود شوکت پاشا اور انور پاشا نے مل کر اتحادیوں کی یادداشت کا مناسب جواب دیا۔ اور جنگ بلقان کا خاتمہ ہوا۔

بعد ازاں ترکوں نے ایڈریا ناپل بھی فتح کر لیا۔ اور بلناریہ منہ کی کھا کر محاصرہ اٹھا کر اپنے ملک کی طرف مایوسی کے عالم میں پریشان ہو کر بھاگا۔ انور نے سیدھا ایڈریا ناپل کا رخ کیا۔ اور فاتحانہ طور پر ایڈریا ناپل میں داخل ہو گیا۔

رٹکی مرد بیمار کے نام سے پکارا جاتا تھا۔ لیکن رٹکی مرد بیمار نہیں۔ بلکہ ایک جیتا جاگتا شیر ہے۔ کہ جب کبھی اس نے نیند سے کھوٹ لی۔ تو بہتروں کو چیر پھاڑ کر رکھ دیا۔ صرف کمزوری اس بات کی تھی۔ کہ حکومت شخصی تھی۔ اس حکومت کی مشینری کے پرپر ترے صحیح اور ایسا انداز نہ تھے۔ ملک کے خیر خواہ نہ تھے۔ جسکی وجہ سے بیرونی تاثرات رٹکی کے اندرونی آئینہ کو دھندلا کیے ہوئے تھے۔ اگر فوج انان رٹکی پر حکومت کی مشینری کا انحصار ہوتا۔ تو یقیناً رٹکی میں یورپ کی ریشہ دوانیوں کو کوئی موقع نہ ملتا۔

تیار پنچ اور واقعات اس بات پر شاہد ہیں کہ جب ٹرکی میں کبھی فساد رونما ہوا۔ صرف ملک کے اندرونی بدخواہوں کی بدولت رونما ہوا۔ یہ اندرونی بدخواہ بیرونی بدخواہوں سے رشوت لے کر ساز باز کر لیا کرتے تھے۔ اور ٹرکی کا نقشہ بدلنے کی کوشش کرتے۔ لیکن بر خلاف اسکے جب ٹرکی کے اندرونی بدخواہ اور ہواخواہ ان بدخواہوں کی چالوں اور ریشہ دوانیوں سے آگاہ ہو جاتے۔ تو وہ فوراً برسرِ سبکدوشی کی عزت و آبرو بچا لیتے۔

جنگ بلقان کے اختتام کے بعد مصطفیٰ کمال قسطنطنیہ میں واپس آ گئے اور اپنی ماں اور بہن کے پاس کچھ عرصہ ٹھہرے رہے۔ ایڈریا توپل کی تئیر کے بعد مصطفیٰ کمال کو لغٹ کر نل کا عہدہ مل گیا۔

جنگ بلقان کے بعد وقت نے پانسہ پٹا۔ نئی گورنمنٹ کی تشکیل ہوئی۔ یہ گورنمنٹ نہایت ہی مضبوط اور متقل مزاج تھی۔ طلعت۔ انور۔ جمال اس گورنمنٹ کی نمایاں ہستیاں تھیں۔ محمود شوکت پاشا قتل کیا جا چکا تھا۔ تینوں ارکان پارلیمنٹ زبردست حکومت کر رہے تھے۔ ایرانی گورنمنٹ کی تار و پود بکھر چکی تھی۔

M-9-K

مصطفیٰ کمال کو اس نئی گورنمنٹ میں کوئی عہدہ نہ ملا۔ طلعت اور جمال وزیر تھے۔ اور انور پاشا وزیر جنگ۔ انور ٹرکی کی بین الاقوامی حیثیت میں نمایاں درجہ رکھتا تھا۔ اُس نے شاہی فرماند ان کی ایک شہزادی سے شادی کر لی اور باسفورس کے ایک قلعہ میں بڑی شان و شوکت کے ساتھ رہتا تھا۔ اُسکی تجویز یہ تھی کہ تمام مسلمانوں کو خلیفہ کے جھنڈے تلے جمع کر دیا جائے۔ تمام ترک کی بولنے والے لوگوں کو قلمروئے ٹرکی میں شامل کر لیا جائے۔ اور گورنمنٹ کی اپنی بدشوکت کو بڑھا دیا جائے۔ جرمن لوگ انور کو اپنا ملیف خیال کرتے تھے۔

لیکن اس ترقی کی دوڑ میں مصطفیٰ کمال پیچھے رہ گئے۔ طلعت وزیر اعظم اور انور وزیر جنگ اور مصطفیٰ کمال محض ایک جو نیر شاف آفیسر۔ مصطفیٰ کمال یہ

چاہتے تھے کہ غیر ملکی عنصر ملک میں نہیں ہونا چاہیے۔ کیونکہ ترکوں کی ترکوں کا بے
 ایسٹے بڑے بڑے عہدے جو جرمنوں کو دے جاتے ہیں۔ وہ ترکوں کو
 ہی ملنے چاہئیں۔ مصطفیٰ کمال کی اس رائے کے ساتھ صرف جمال ہی متفق تھا
 طلعت اور انور جرمنوں کو اپنے ملک میں بڑے بڑے عہدے دینے پر ملے
 ہوئے تھے۔ اگر مصطفیٰ کمال اور نئی گورنمنٹ کے درمیان کوئی وجہ مخالفت تھی تو
 وہ صرف یہی تھی۔ بدیں و مصطفیٰ کمال گورنمنٹ کی اس غیر ملکی عناصر کی امداد
 کی پالیسی کے خلاف نکتہ چینی کیا کرتے تھے۔ لیکن آپچی کون مست تھا۔ انور
 پاشا نے اپنی تجاویز پر عملی جامہ پہنانے کیلئے سب سے اول افواج کی تنظیم کا
 فیصلہ کیا۔ اس غرض کیلئے انور نے جرمنی سے جنرل لیمان وان سائڈرس کو
 یہ کام کرانیکے لئے بلایا۔ یہی بات تھی کہ جس کو مصطفیٰ کمال پسند نہ کرتے۔ آپ کا
 قول تھا کہ ترک افسر جرمن افسروں کی نسبت قابلیت اور انتظام و التیام کے
 لحاظ سے کسی طرح کم نہیں۔ یہ تمام کام ترک افسروں کے سپرد ہونے چاہئیں
 اور غیر عنصر اپنے ملک میں داخل نہیں ہونے دینا چاہیے۔ مصطفیٰ کمال نے
 ترک افسروں کو ترغیب دی کہ وہ متفقہ طور پر اس مسالہ میں پردلٹ کریں
 مصطفیٰ کمال نے اس مسالہ کے متعلق جمال سے گفتگو کی۔ انور نے ملاقات
 سے انکار کر دیا۔ لیکن مصطفیٰ کمال کی تمام کوششیں بے سود ہی ثابت ہوئیں۔
 اسوقت فتحی بے صوفیا میں وزیر مقرر ہو کر گیا۔ مصطفیٰ کمال کی اس سے
 دوستی تھی۔ حکومت نے مصطفیٰ کمال کو ملک سے باہر نکالنے کی یہ تجویز کی کہ
 اسکو ملٹری اٹاچی مقرر کر کے صوفیہ بھیج دیا۔ تاکہ گورنمنٹ مصطفیٰ کمال کی نکتہ چینی
 سے محفوظ ہو جائے۔ مصطفیٰ کمال نے اس جلاوطنی کو طبیعت خاطر منظور کر لیا۔ اس
 طرح قسطنطنیہ سے مصطفیٰ کمال کے تعلقات منقطع ہو گئے۔ اگرچہ ملٹری اٹاچی کا عہدہ
 کوئی خاص عہدہ نہیں تھا۔ کہ جس سے مصطفیٰ کمال کی قابلیت کا اظہار ہوتا۔ لیکن
 تاہم بھی جتنا اپنے کام کیا۔ نہایت ہی عمدہ اور احسن طریق پر کیا۔ اس عہد پر

آپ سال بھر رہے۔

اس اثناء میں جنگ عظیم کے ہولناک شعلے یورپ کے جنگ یورپ افق پر بلند ہونے شروع ہو گئے۔ اس محاربہ عظیم کا منبہ سٹریا تھا۔ یہاں جنگ کی چنگاری شعلہ گیر ہوئی۔ تمام یورپ اُس شعلہ کا شکار ہوا یورپ کا امن محو دُش ہوا۔ یورپ کی تمام بڑی بڑی طاقتیں اس جنگ میں شامل ہو گئیں۔ ایک طرف جرمن اور آسٹریا۔ دوسری جانب برطانیہ۔ فرانس۔ روس اور اٹلی سروریہ کی حمایت میں آئے۔ بلغاریہ غیر جانبدار رہا۔ صوفیہ نے بھی کوئی حصہ نہ لیا۔ مصطفیٰ کمال کی رائے تھی کہ ٹرکی کو بھی غیر جانبدار رہنا چاہیے۔

ترکوں کی اکثریت مصطفیٰ کمال کے ہم آہنگ تھی۔ بلکہ مصطفیٰ کمال کا یہ خیال تھا کہ غیر جانبدار رکھ کر حالات کا بغور مطالعہ کرنا چاہیے۔ اور جو پارٹی کامیاب نظر آئے۔ اُس کے ساتھ شمولیت کی جائے۔ آپ کو یقین واثق تھا کہ جرمنی جنگ میں کامیاب نہ ہوگا۔ اور جو ملک جرمنی کی حمایت کرے گا۔ وہ بھی تباہ ہوگا۔

دوسری جانب جرمن نے از حد کوشش کی کہ ٹرکی کو اپنے ساتھ ملائے۔ انور پاشا وزیر جنگ جرمنی کا حلیف تھا۔ اُس کو جرمنوں کے ساتھ خاص تعلق تھا۔ اور انور اور جرمنی کے درمیان خفیہ معاہدہ بھی ہو چکا تھا۔ کہ بصورت جنگ ٹرکی ضرور جنگ میں شریک ہو کر جرمنی کا ساتھ دے گا۔

انور پاشا شاہی خاندان کا داماد بھی تھا۔ اس لحاظ سے انور پاشا کا اثر حکومت پر بہت زبردست تھا۔ طلعت پاشا وزیر اعظم بھی ٹرکی کو جنگ میں شریک کرنے کا حامی تھا۔ اس لیے مصطفیٰ کمال پاشا کی مخالفت کا کوئی اثر ظاہر نہ ہوا۔ اگر بر قوم نے جرمنی کی حمایت میں جنگ میں شامل ہونے کا فیصلہ کر لیا۔ بلکہ اعلان جنگ بھی بول دیا۔ اور یکم نومبر ۱۹۱۴ء کو ٹرکی اور اتحادیوں کے درمیان لڑائی کا آغاز ہوا۔

حملہ درہ دانیال اب چونکہ اعلان جنگ ہو چکا تھا۔ اتحادیوں اور ٹرکی کے درمیان

طرح جنگ پیدا ہو چکی تھی۔ اس وقت ٹرنکی کیلئے یہ لازمی امر تھا کہ درہ دانیال کو بند کر دیا جائے۔ تاکہ اتحادیوں کے جہاز جو درہ دانیال کے ارد گرد دست لارہے تھے۔ آبنائے کے اندر گھس کر آستانہ پر حملہ آور نہ ہو جائیں۔ ۱۹ فروری ۱۹۱۵ء کو اتحادیوں نے درہ دانیال پر حملہ کیلئے تیاریاں کیں۔ چنانچہ فرانسیسی اور انگریزی جہازوں کا ایک بڑا بیڑہ درہ دانیال پر حملہ آور ہوا۔ لیکن اتحادیوں کو اپنے مقصد میں کامیابی نہ ہوئی۔ بلکہ نقصان اٹھا کر واپس ہونا پڑا۔

یہ ہزیمت اٹھا کر اتحادیوں نے دوبارہ حملہ کرنے کی مٹھانی۔ اریلیک زبردست جنگی بیڑہ تیار کیا۔ یہ بیڑہ پہلے بیڑہ سے بھی کئی گنا طاقتور اور مضبوط تھا۔ اس جنگ کے زمانہ میں ایسی شان کا کوئی بیڑہ نہ تھا۔ اس پر بڑی بڑی توپیں نصب تھیں۔ چنانچہ ۱۹ فروری ۱۹۱۵ء کو اس بیڑہ نے دوبارہ حملہ کیا۔ اور زبردستی آبنائے میں سے گزر جانے کی کوشش کی۔ انگریزی جہازوں نے خوب کام کیا۔ اتحادیوں کو اپنی طاقت پر بڑا فخر و ناز تھا۔ بلکہ اُن کا گمان تھا کہ اب کی بڑکی کا مرد بیمار ہمیشہ کے لئے ختم ہو جائے گا۔ لیکن قدرت کو ایسا منظور نہ تھا۔

اتحادی بیڑہ اپنے حملہ میں کامیاب ہوا۔ درہ دانیال کا دروازہ اپنی اجتماعی قوت سے توڑ کر آبنائے کے اندر داخل ہو گیا۔ قلعہ کے استحکام میں نہایت ہی حزم و احتیاط سے کام لیا گیا۔ اس بڑھتے ہوئے بیڑے پر قلعہ سے خوفناک آتشباری شروع ہو گئی۔ چشم زدن میں یہ بیڑہ آبنائے کی تہ میں پہنچ گیا۔ جو حصہ اس بیڑے کا قلعہ کی زد سے باہر تھا۔ وہ سلامتی کے ساتھ واپس لوٹ گیا۔

یہ حملہ اتحادیوں کو بہت ہی مہنگا پڑا۔ شدید نقصان ہوا۔ چنانچہ اس لڑائی میں اتحادیوں کے ہزاروں کی تعداد میں آدمی ہلاک ہوئے۔ اور ہتھیار جنگی جہاز غرق ہوئے۔ بڑا فوجی پارلیمنٹ نے اس امر کا اعتراض کیا۔ کہ جو

تباهی اور نقصانِ اتحادِ دیلوں کو درہ دانیالی پر برداشت کرنا پڑا ہے۔ وہ کسی دیگر محاذ پر نہیں ہوا۔

درہ دانیالی پر دومرتبہ شکست فاش کھا کر اور شدید نقصان **محاذ گیلی پولی** جان و مال برداشت کر کے اتحادِ دیلوں نے پھر برساتے سمندر حملہ کرنے کا نام تک نہ لیا۔ بلکہ براستہ خشکی حملہ کرنے کی تیاریاں شروع کر دیں اس مقصد کیلئے انہوں نے کربڑوں روپوں کا سامانِ حرب و غرب اور ٹرکوں کی افواج جمع کر لیں۔ فوج کی مدد کیلئے بڑے بڑے زبردست جنگی جہاز روانہ ہوا نہ کرنے کی تجویز ہوئی۔

ان تمام کارروائیوں سے اتحادِ دیلوں کی یہ غرض تھی کہ خواہ براستہ سمندر یا براستہ خشکی قسطنطنیہ پر قبضہ کر کے ٹرک کی کونیت و نابود کر دیا جائے۔ ان کا گمان تھا کہ سمندر کے راستہ حملہ کر کے درہ دانیالی میں سے گزیر کر براہِ راست بہت جلد قسطنطنیہ پر حملہ ہو جائیگا۔ لیکن انکی یہ کوشش ناکام ثابت ہوئی۔ درہ دانیالی میں سے گزیرنا آسان کام نظر نہ آیا۔ تب انہوں نے گیلی پولی پر چسبہ کرنے کا قصد کیا۔ تاکہ گیلی پولی پر قبضہ کر کے درہ دانیالی میں سے آسانی گزیر کر قسطنطنیہ پر قبضہ کر لیا جائے۔ لیکن قدرتِ کاملہ کی مرضی اتحادِ دیلوں کے ساتھ شامل نہ تھی قدرت نے ترکی کو صفحہ ہستی پر قائم رکھنا تھا۔

اتحادِ دی اس سخت و پُر میں مصروف تھے۔ جنگِ زوروں پر تھی۔ لیکن مصطفیٰ کمال پاشا صوفیہ میں ہی تھے۔ آپ کو ملک اور قوم کی خدمت کا کوئی موقع نہ ملا۔ آپ کو پاشا وزیر جنگ کو تار دیا کہ مجھے بھی ملک کی کوئی خدمت دیجائے۔ جواب ملا کہ آپ وہیں بیٹھے رہیں۔ آپ کی اُسی جگہ ضرورت ہے۔ مصطفیٰ کمال نے دوبارہ تار دیا۔ لیکن جواب نہ دیا۔ پھر آپ نے اپنے احباب کو بھی لکھا۔ لیکن کوئی نتیجہ پیدا نہ ہوا۔ فتحی بے بھی آپ کی کوئی مدد نہ کر سکتا تھا۔ کیونکہ سب کچھ انور کے اختیار و بس میں تھا۔

مصطفیٰ کمال جنگ میں شریک ہونے کیلئے از حد بے چین و متحرک تھے۔ اضطراب کی حالت میں وقت گزارتے تھے۔ آپ کے لئے ایک ایک دن ایک ایک مہینہ کے برابر تھا۔ یہاں تک کہ اسی جتن میں فروری ۱۹۱۵ء کا مہینہ سر پر آن پہنچا۔ چنانچہ اس وقت مصطفیٰ کمال نے فیصلہ کر لیا۔ کہ وہ رخصت حاصل کیے بغیر ہی چلے جاویں گے۔ اور فوج میں بھرتی ہو جائیں گے۔ ابھی آپ اپنی خیالات میں متہنگ تھے کہ قسطنطنیہ سے حکم پہنچا۔ کہ فوراً واپس قسطنطنیہ آ جاؤ۔

انور پاشا اس وقت قسطنطنیہ میں موجود نہ تھا۔ وہ روس کے خلاف ایک زبردست مہم لے کر کاکیشا کی طرف چلا گیا۔ یہ مہم قریب قریب ایک لاکھ نفوس پر مشتمل تھی۔ ملک کے چیدہ چیدہ فرزند جنگ جو ادھر بہادر جمع کئے گئے تھے۔ یہ فوج تمام عثمانی عساکر کا نچوڑ تھی۔ لیکن اس کا جو افسوسناک اور اندوہناک حشر ہوا۔ وہ کسی اور جگہ پر ذکر کیا جائے گا۔

چنانچہ اس وقت انور پاشا کی عدم موجودگی میں حتی پاشا کو ارٹھر ماسٹر جنرل تھا۔ تمام عثمانی عساکر کا چارج حتی پاشا کے قبضہ میں تھا۔ اُس نے انور کی پرائیویٹ اختلافات کی پرواہ نہ کی۔ اُس کو اعلیٰ اور عمدہ انسروں کی سخت ضرورت تھی۔ انگریزوں نے دو مرتبہ جنگی جہازوں کی مدد سے درہ دانیال عبور کرنے کی بے سود کوشش کی۔ اب وہ گیلی پولی پر حملہ کرنے کی تیاریاں کر رہے تھے۔ تاکہ قسطنطنیہ تک پہنچنے کی کوئی سبیل پیدا ہو جائے۔ نئی خبروں سے ظاہر ہوتا تھا۔ کہ اتحادی مصر میں مزید افواج بڑی شد و مدد جمع کر رہے ہیں۔ تاکہ گیلی پولی پر حملہ کریں۔ جرمن جنرل لیمان وان سائڈرس بھی اس حملہ کی روک تھام کے لئے نئی فوج کی تنظیم کر رہا تھا۔ لیکن جرمنیل مذکورہ گیلی پولی کی پوزیشن سے کما حقہ واقف نہ تھا۔ اب ایک واقعہ کا رتباً من کی ضرورت محسوس ہوئی۔ جو گیلی پولی کے حسن و قبح کو با حسن و جوحہ نابو میں رکھ سکے۔

حتی پاشا مصطفیٰ کمال کی جنگی قابلیت سے پوری پوری طرح واقف تھا۔

اسکے خیال میں تو کئی فوجی افسروں میں سے صرف وہی ایک شخص تھے۔ یہ اتحادیوں کی سرکوبی کر سکتے تھے۔ اور اس وقت دیوانہ کی افسردہ دل کو خاک میں ملا سکتے تھے وہ جہاں تھا۔ یہ مصطفیٰ کمال لایق افسر تھے۔ بشرطیکہ سیاسیات سے علیحدہ رہے۔ بڑی راجی پاشا کے نزدیک یہی افسر بہت اہم تھا۔ کہ مصطفیٰ کمال کو گیلی پولی کی مہم پر پہنچ کر مہم کو ختم کر دیا جائے۔ چنانچہ اُس نے مصطفیٰ کمال کو ہڈیوں پر مار کر صرفیہ سے بدایا۔ اور جرمن بریگیڈ لیوانی والی سائڈ میں کے پاس اسکی سفارش کی۔ جنرل منڈوکرنے مصطفیٰ کمال کو گیلی پولی کے جنوبی حصے کی افواج کی کمان دے دی۔

جرمن جنرل ہاخیال تھا۔ کہ تمام ترکی افسر گھٹیائیل ہیں۔ کوئی قابل اور لایق نہیں۔ لیکن جب اُس نے مصطفیٰ کمال کی جنگی فراست اور قابلیت کا مشاہدہ کیا۔ اُسکی رائے نے پٹا کھایا۔ اُس کو بہت جلد اسے اہم کا اعتراف کرنا پڑا۔ کہ مصطفیٰ کمال کی شخصیت مولیٰ افسروں سے بالاتر ہے۔ جرمن فوجی افسروں سے کسی طرح کم نہیں۔ البتہ سخت آدمی ہے۔ اپنی رائے کو پُر زور طریقہ پر مل کر کرتا ہے۔

اگرچہ مصطفیٰ کمال جرمن بریگیڈ کے ماتحت تھے۔ لیکن جرمن بریگیڈ کے ساتھ اکثر بے باک ہو کر گفتگو کرتے تھے۔ بلکہ کئی مرتبہ آپ بیزینس کے غلط احکام کی نسیل بھی نہ کرتے۔ تاہم جرمنیل ہو سو دنا آپ کی جنگی فراست اور ذہانت اور اعلا بیت رائے کو بے حد مداح تھا۔ اور وہ مصطفیٰ کمال کی اس شخصیت کو مد نظر رکھتے ہوئے مصطفیٰ کمال کی بے باکی اور انکام کی خدمات و زہد کو نظر انداز نہ کرتا تھا۔

ایک دفعہ مصطفیٰ کمال اور چند جرمن افسر انیسارپہ کی عدم شمولیت جنگ کے متعلق بحث کر رہے تھے۔ اور کہہ رہے تھے کہ بشارت نے غیہ یا نیدار نہ ہو کر پرے درجہ کی خاقت کا ثبوت دیا ہے۔ یہ سن کر مصطفیٰ کمال نہایت ہی مدہم ہو رہے ہوئے۔ اور بڑے زور سے کہا کہ غلط ہے۔ بشارت نے جنگ میں شریک نہ ہو کر اپنی کمال عقلندی اور دور اندیشی کا ثبوت دیا ہے۔ کیونکہ اسکو معلوم ہے کہ جرمن اپنے رادوں میں کاشیا نہیں ہو سکتا

جرمن افریصلے کمال کی اس صاف گوئی سے دم بخود رہ گئے۔ سوائے خاموش رہنے کے آواز کوئی چہرہ کار نہ تھا۔ اور کوئی جواب نہ دیا۔

ایک اور موقع پر آپ نے ثابت کر دیا۔ کہ جرمن سپیڈ کو اڑٹ سٹاف مجربانہ طور پر مست تھا۔ لیکن آپ خود سپاہیانہ وضع میں اپنے کام سے بخوبی ماہر تھے۔ روشن داغ اور اپنے فیصلہ میں یقینی طور پر پختہ اور ثابت قدم رہتے تھے۔ ایک پنج بھی پیچھے نہ ہٹتے۔ کیونکہ آپ کی رائے میں حیث الوجہ نہایت ٹھوس۔ اور مدلل ہوتی تھی۔

اکثر جرمن جرنیل اور آپ کی رائے میں اختلاف ہوتا۔ تاہم جنرل مرمونف آپکی طبیعت کو پا گیا۔ مصطفیٰ کمال میں بھی پرشین جیسے اوصاف اور طریقے پائے جاتے تھے۔ وہ جو شیلہ اور غیر متفقہ نوجوان سپاہی تھا۔ لیکن ان سب سے بڑھ کر انہیں یہ وصف تھا کہ وہ نہایت اعلیٰ درجہ کا بے مثل سپاہی تھا۔ جنرل مرمونف کہتا تھا کہ آپ اعلیٰ شان والے افسر اور لیڈر اعتبار کرنے کے لائق ہیں۔ اسوجہ سے جرمن جرنیل کہ آپ پر بھروسہ اور اعتماد تھا۔ اگرچہ مصطفیٰ کمال غیر عسکریوں کا مخالف تھا خاص کر جرمنوں کا جنک انور پاشا ملک میں لے آیا تھا۔ لیکن تاہم وہ جنرل مرمونف کی عزت کرتے۔ اور آپ نے بھی تسلیم کر لیا کہ جرمن بہادر اور مہر مند ہیں۔

قاہرہ اور ایتھنز سے خبریں ملنے پر پہلے پہل آپ ہی تھیں کہ اتحادی افواج گیلی پولی پر حملہ کر نیکے لیے تیاری میں مشغول ہیں۔ اسی ہزار فوج مصر میں جمع ہے اور ایک بڑا زبردست جنگی بیڑہ اس فوج کی حمایت کیلئے تیار ہے۔

درحقیقت یہ نہایت ہی خوفناک تیاریاں تھیں۔ بڑا زبردست حملہ ہوتا تھا۔ ترکی کی تباہی یقینی تھی۔ جرمن جرنیل جوں جوں حملے کی خبریں سنتا تھا۔ اُسکی تشویش میں روزانہ اضافہ ہوتا جاتا تھا۔ اُس کے اوصاف خطا ہو رہے تھے۔ اور سوچتا تھا کہ اس حملے کی دفاعی تدابیر کس طرح ہونگی۔ سب سے بڑی دقت یہ تھی کہ گیلی پولی کا ساحل ۵۲ میل لمبا تھا۔ ملک میں جا بجا پہاڑ تھے۔ یہ اندازہ لگانا ہی مشکل تھا کہ اتحادی جنگی بیڑہ

۲۵ میل طویل ساحل پر کس جگہ سنگر اندازہ ہوگا۔ اگر اتحادی فوج کسی جگہ پر لشکر لیک پیادری پر قابض ہو گئی۔ تو اس کے لئے درہ دایاں کا راستہ یا مکمل صاف ہو جائیگا اور نہایت ہی آسانی کے ساتھ قسطنطنیہ پر قابض ہو جائے گی۔

اب وہ وقت قریب آن پہنچا کہ خبر کا منتظر رہتا۔ ترکوں کی تباہی آٹھوں سے نظر آرہی تھی۔ جرمن جرنیل کے اوسان خطا ہو چکے تھے۔ اور اُس کے عقل و موہن نے جواب دیدیا تھا قسطنطنیہ کی غیرت تھی۔ اُس وقت ترکی کی بیات و ممالک سوئال درپیش تھا۔ جنرل مذکور کو مصطفیٰ کمال کی لیاقت و بہادری پر ازب و فخر و ناز و دھڑک رہا تھا۔ اُس نے مصطفیٰ کمال سے دریافت کیا کہ اب بچاؤ کی کیا ترکیب ہے۔ آپ نے جواب دیا۔ دینا کی کوئی فوج اور طاقت گیلی پولی کو تاقیامت فتح نہیں کر سکے گی۔

آخر جنرل لیمان وان سائڈرس نے فیصلہ کیا کہ ساڑھے ہزار ترکی فوج کے تین ڈیوین بنائے جائیں۔ تاکہ انہیں ساحل کے ساتھ ساتھ مستحکم کر دیا جائے اُس نے انیسویں ڈیوین کی کمان مصطفیٰ کمال کے سپرد کر دی۔ اور ہدایت کر دی کہ جہاں اتحادی افواج کے شدید حملہ کا احتمال ہو۔ وہاں اپنے ڈیوین کے ساتھ بہت جلد پہنچ جاؤ۔ اس طریق برتری کی افواج گیلی پولی کے طویل ساحل پر تقسیم ہو گئی اور انہوں نے ڈیرے ڈال دیے۔

مصطفیٰ کمال کی ڈیوین میں ایک ترک کی جینٹل عمدہ تربیت یافتہ اور دوعرب رجمین مسولی تربیت یافتہ تھیں۔ آپ نے چند ہی ہفتوں میں اپنی قابلیت سے ان عربی رجمینوں کو بھی اول درجے کی فوج بنا لیا۔ پھر اپنے اپنے ملک کا مطالعہ کیا۔ اور آئندہ اُسے واقعات کیلئے تیار ہو گئے۔

۲۵ اپریل ۱۹۱۵ء بروز اتوار رات کے ۱۲ بجے اتحادی افواج نے گیلی پولی پر حملہ کر دیا۔ اُس وقت سمندر پر دھند پھائی ہوئی تھی۔ اُس دھند کے درمیان ایک بڑا زبردست آہنی بیڑہ سنگر اندازہ تھا۔ جس میں جنگی جہاز۔ تباہ کن جہاز۔ اور

اور سامان رسد کے جہاز شاہ تھے۔ اتحادی افواج نے جی تین جنوں میں تقسیم کر کے تین مختلف متارات پر حملہ کیا۔ ایک حصے نے شاہی سال پر بولیر کے مقام پر حملہ کیا۔ یہ حملہ برائے نام تھا۔ لیکن وان سائنڈرس نے اس حملہ کو اصل شدید ترین حملہ خیال کیا اور مر اسلحہ جزیبہ کی طرف ت ہوا۔

تیسرا حملہ دوسری افواج پر ہوا۔ یہ حملہ بڑا زبردست حملہ تھا۔ اس حملہ پر حملہ آور اسٹرمین فوج تھی۔ اس حصے کا بڑا مقصد یہ تھا کہ کواٹریپ کے مقام پر اسٹرمین سیدھا مسیڈ اس دیلی کو عبور کیا جائے۔ وہاں سے ملکر چوٹک پر پہنچ کر پر قبضہ کر لیا جائے۔ جو حصے کمال کے کیمپ کے بائیں قریب واقع تھے۔ اور یہی پہاڑی تمام یوزیشیا کا کلیہ تھی۔ اس پہاڑی کا نام افق تھا۔ اگر دشمن ان پہاڑیوں پر قابض ہو جاتا۔ تو اس کی کامیابی یقینی تھی۔ اور تیسرا قلعہ خطہ کی امید نہ تھی۔

مندی میں ایک بڑی زبردست لہر اٹھی۔ جو سنہ سکر انداز بیونوالے جہازوں کو شمال کی طرف دوڑ تک بہا کر لے گئی۔ اور اسٹرمین فوج غامی سے ایک طرف ان کے مقام پر آگئی۔ انہوں نے دیکھا کہ وہ پہاڑی کے دامن میں کھرے ہیں۔ وہ اس سے وہ سیدھے چوٹک بیر کی طرف بڑھے۔

مصلطہ کمال کو اس حملے کے متعلق کوئی علم نہ تھا۔ اس نے اپنی فوج نمبر ۵۰ کو حکم دے رکھا تھا کہ وہ سچ کے وقت سارے پارچے بچے مشوق کے طور پر جوبی لڑائی چوٹک بیر کے ایک ڈھلوان پر کیا کریں۔ اس روز ترکی فوجوں نے دیکھا کہ انگریزی افواج نے حملہ کر دیا ہے۔ اور وہ پہاڑی کی طرف بڑھ رہے ہیں۔ اس امر کے متعلق مصلطہ کمال کو اطلاع دی گئی۔ اس نے اپنی فوج کو حکم دیا کہ بندر قواں کے قریب سے آن کو تھپچھ پڑو۔

ان کے چند منٹ بعد فوجیں ڈیوین سے جو آئے دامن پہنچی۔ اطلاع ملی کہ حملہ ہو گیا ہے۔ اور مزید فوج طلب کی گئی۔ تاکہ بائیں بان کو قابو میں رکھا جائے ! وان سائنڈرس کا خیال تھا کہ شمال آجا جب بولیر کے نزدیک قریب پہنچا ہوگا۔

لیکن چونکہ میر مقام پر زایش کی کلید تھی۔ مزید خبریں بھی اس بات کی شاہد تھیں۔ کہ بے شمار افواج چونکہ میر کے مقابلے میں شکی پر آمندی ہیں۔ اور یہی مقام حملہ آوردن کا اصل ہدف تھا۔ مسطفی کمال نے خیال کیا کہ یہ نہایت ہی اہم مقام ہے۔ اس مقام کو فی الفور پکڑنا چاہیے۔ اگر یہ مقام قابو میں نہ رہا۔ تو پھر قسطنطنیہ دشمنوں کے قبضہ میں پڑی آسانی سے آجائے گا۔ اسلئے آپ نے اپنے افسر کے حکم کا انتظار نہ کیا۔ کیونکہ اس وقت ایک ایک منزل قریبی تھا۔ آپ نے فی الفور دفاعی تدابیر اختیار کر لیں۔

مسطفی کمال نے اپنے اسٹاف میجر کو حکم دیا کہ فوراً چونکہ میر کی طرف بڑھو۔ اس وقت آپ کے پاس ایک چھوٹا سا قلعہ تھا۔ اس قلعہ پر ایرانی برہمنوں کو کیا گیا تھا۔ مسطفی کمال کے ایک ہاتھ میں یہ قلعہ تھا۔ اور دوسرے ہاتھ میں ایک کپاس تھا۔ آپ سو آدمیوں کو ہمراہ لے کر یہاں پہنچے۔ زمین ڈھلوانی تھی۔ اُس میں بے شمار غاریں تھیں۔ آدمی مسطفی کمال کے برابر نہیں چل سکتے تھے۔ جب وہ پہاڑ کی چوٹی پر پہنچے تو کیا دیکھتے ہیں کہ ٹھیک براہ راست آپ کے پیچھے قریب قریب چار سو گز کے فاصلے پر آخری ڈھلوان کے آدھے راستے پر اسٹریٹین فوجیں بڑھتی چلی آ رہی ہیں۔

اس فوج کا افسر پیچھے پیچھے آ رہا تھا۔ وہ اس پہاڑی زمین پر اپنے آدمیوں کو بڑھنے کی ترغیب دے رہا تھا۔ مسطفی کمال نے ایک سنیڈ افسر کو اپنے پاس بلا کر کہا کہ جس قسم آدمی جمع کر سکتے ہو جمع کر کے آگے بڑھو۔ اور دشمن پر حملہ کر دو۔

جو بہنی فوج نمبر ۱۰ کے ٹھکانے کے آگے آدی پہنچے۔ مسطفی کمال نے خود انکی قریب دی اہل ان کو آگے بڑھنے کا حکم دیا۔ اس شام میں توپ خانہ بھی پہنچ گیا۔ آپ نے پہلی توپ اپنے ہاتھ سے نصب کی۔ آپ خود آگ کے شعلوں کے درمیان بڑی سرگرمی سے کام کر رہے تھے۔ اس وقت آپ نے اپنی ذمہ داری پر اپنے افسر کے حکم کے بغیر دوسری جہت کو بھی بلالیا۔ اور لڑائی کے لئے آگے بھیج دیا۔ یہ فوج کافی معلوم نہ ہوئی۔ تب آپ نے تیسری جہت کو بلالیا۔ اور جنگ میں شریک ہونے کا حکم دیا۔

مسطفی کمال اپنے افسر کے پہلے حکم کو قبول نگئے۔ جو اس نے بطور تعین کیے تھے۔

کہ ہمیشہ رادرتحاط رہنا۔ آپ نے اپنی ذمہ داری پر اپنی تمام ریزرو فوج کو لڑائی میں شامل کر دیا۔ کیونکہ ان کو شدید حملے سے واسطہ پڑا تھا۔ اگر مصطفیٰ کماں اپنے قیاس میں غلط ہوتے۔ اور بڑا حملہ کسی اور مقام پر ہوتا۔ تو یہ بڑی خطرناک غلطی ہوتی۔ لیکن آپ کی رائے درست تھی۔

تمام دن لڑائی جاری رہی۔ آسٹریلین افواج دو تہائی راستہ پہاڑ تک طے کر چکیں تھیں۔ لیکن جب ترکی افواج ان کے مقابلے میں اتر آئیں۔ تو پھر وہ ایک قدم بھی آگے نہ بڑھ سکے۔ ترک تھک رہے تھے۔ رحبت نمیبھر بڑی بہادری کے جوہر دکھا رہی تھی۔ دو عرب حربتیں پریشان ہو رہی تھیں۔ اور قریب تھا کہ ان کے قدم اکھڑ جائیں۔ لیکن دوسری جانب آسٹریلین افواج بھی تھک چکی تھیں۔ اگر ایسی حالت میں پانچویں تازہ دم سپاہی کسی طرف بھی شامل ہو جاتے۔ تو لڑائی اسی روز فیصلہ کن تھی۔

رات قریب آگئی ہے۔ پہاڑ کی چوٹی ابھی تک ترکوں کے ہاتھ میں ہے۔ آسٹریلین افواج ان کے نیچے چوٹی پر چڑھنے کی کوشش کر رہی ہیں۔

مصطفیٰ کماں نے اپنا ہیڈ کوارٹر پہاڑ کی چوٹی کے عقب میں مقرر کیا۔ اور وہ تمام رات اور اگلے تمام دن بڑے شدید دھمکے ساتھ کام کرتے رہے۔ پے درپے حملہ ہا تنظیم کیا۔ تاکہ آسٹریلین فوجوں کو استحکام حاصل کرنے سے پیشتر سمندر میں دھکیں دیا جائے۔ اگر ایک حملہ ناکام رہتا۔ تو آپ فی الفور دوسرے حملے کی تیاریاں کر دیتے۔ وہ متواتر اپنے آدمیوں کے حوصلے بڑھا رہے تھے۔ وہ ان کے آرام اور آسٹی خوراک کا بھی خود ہی انتظام کرتے تھے۔ اور ان میں جوش کی روح پھونکتے تھے اگرچہ آپ نے آسٹریلین افواج کی پیش قدمی روک دی۔ لیکن وہ ان کو سمندر میں نہ دھکیل سکے۔

چونکہ یہ پہاڑ کی چوٹی درہ دانیال کی کلید تھی۔ اور درہ دانیال قسطنطنیہ کی کلید تھی۔ اگر درہ دانیال اور قسطنطنیہ دشمنوں کے ہاتھ آجاتا۔ تو ترکی کا تعلق بحرِ روم سے

منقطع ہو جاتا۔ اور جبرینی صلح کیلئے مجبور ہو جاتی۔ یونان۔ رومانیہ اور بلغاریہ انگریزوں کا ساتھ دیتے۔ روس کا راستہ بھی کھل جاتا۔ فوج خوراک بھی پہنچ جاتی۔
یہ مصطفیٰ کمال کی شخصیت تھی۔ جس نے ایسے آرٹے وقت میں آسٹریلین افواج کے حملے اور خطرناک امکانات کے درمیان تھکے ماندے ترکوں کی پوزیشن کو خوشامیاد
بیر کی تنگ چوٹی پر قائم رکھا۔ درنہ جبرین جبرئیل لیمان سائڈرس کے ہوش گم
ہو چکے تھے۔

یہ تو حسد اور افواج ترکوں کو لپا کر سکیں۔ اور نہ ہی ترک حملہ آوروں کو لپا کرنے میں کامیاب ہوئے۔ دونوں طرف کی افواج خندق گرین ہو گئیں۔
آسٹریلین افواج نے مصمم ارادہ کر لیا تھا۔ کہ اگر مزید پیش قدمی نہ ہو سکے گی
تو کم از کم حاصل شدہ پوزیشن کو قائم رکھا جائے۔ لیکن ترکوں نے بھی برعکس
ارے مصمم ارادہ کر لیا تھا۔ کہ وہ حملہ آوروں کو سمندر میں دھکیں کر دم لیں گے۔
آئندہ چند ہفتے خندقوں میں ہی بیٹھ کر ڈائیال ہوتی رہیں۔ لیکن ساتھ
ہی اسکے ایک خوفناک حملے کی تیاریاں سرگرمی کے ساتھ ہو رہی تھیں۔

جنگ نے طویل آہنیچا۔ اور اس اثنا میں موسم گرما بھی سرپاں پہنچا۔ گرمی نہایت
ہی شدید تھی۔ پانی بھی کمیاب تھا۔ پہاڑیاں تہاڑت آفتاب سے سرخ انگھارے
کی طرح دکھ رہی تھیں۔ گرم راکھ کی مانند تھیں۔ خندقوں میں مردہ لاشیں سڑ رہی
تھیں۔ ہوا ستر متعفن تھی کہ اس میں دم لینا دشوار ہو گیا۔ سچیش اور انٹریوں کی
تھالیف عام تھیں۔ طرفین کی تہمت کی کمریں شکستہ ہونے کے قریب تھیں۔ لیکن
مصطفیٰ کمال باوجود ان تمام تکالیف کے شکستہ خاطر نہ تھے۔ بلکہ ہر وقت خوش
دھرم ہی نظر آتے۔ آپ ہر دم لڑائی کیلئے تازہ دم تھے۔ آپ کو نیند کی ضرورت
بھی بہت ہی کم محسوس ہوتی۔ وہ اپنے فیصلے کو نہایت ہی صحیح خیال کرتے۔
آپ کے حکم فیصلہ کن حکم تھے۔

۱۸۰۹-۱۰

کینن گیر جبرین جبرئیل جبکہ ماتحت قویں دیوین مصطفیٰ کمال کے دائیں

جانب تھی۔ مصطفیٰ کمالؐ کی لیاقت کا قیام ہو گیا۔ اُس نے کہا کہ مصطفیٰ کمالؐ روشن ضمیر اور ہوشیار افسر ہے۔ وہ ہر ایک چیز اپنے لیے سوچ لیتا ہے۔ اور جانتا ہے کہ اسکو کس چیز کی ضرورت ہے۔ نہایت ہی دور اندیش اور مستعد فوجی افسر جنگی معاملات کے سمجھنے میں کوئی جبرسن افسر اسکا مقابلہ نہیں کر سکتا۔

مصطفیٰؐ کمالؐ اپنے جسم میں شیر جیسا دل رکھتے تھے۔ نہایت ہی بے باک اور عزم مصمم رکھنے والا افسر تھا۔ یہی وجہ تھی کہ وہ اپنی فوج کی قلت، تعداد کے باوجود بھی غنیمت سے آخری دم تک لڑنے کیلئے تیار تھے۔ آپؐ کی امداد بہت دیر سے۔ اور ترکی فوج کی محتاربانہ صلاحیت نے اتحادی افواج کے حوصلے پست کر دیے۔ مصطفیٰؐ کمالؐ بالعموم اپنی فوج سے پیش پیش رہتے۔ تاکہ جنگ کے متعلق صحیح اطلاعات و آثار کر سکیں۔ آپؐ کو کسی دوسرے کا محتاج نہ ہونا پڑے۔ بعض اوقات جنگ کی صحیح حالت کا اندازہ لگانے کے لیے آپؐ بالو مقامات پر پہنچ جاتے۔ جہاں باناغائی اور خطرہ نہ ہوتا۔ لیکن وہ اپنے فرائض منصبی سرانجام دینے میں اپنی جان سے بھی دریغ نہ کرتے۔ مصطفیٰؐ کمالؐ اپنے افسروں اور سپاہیوں سے اکثر اوقات گفتگو کرتے۔ اس طرح آپؐ کو ہر معاملے کے متعلق پوری پوری واقفیت حاصل ہوتی۔ آپؐ اکثر خندقوں میں چکر لگاتے۔ یا خطرناک مقامات پر چلے جاتے۔ تاکہ میدان جنگ کا مطالعہ کریں۔

ماہِ مئی میں عارمنی صوبہ کے زمانہ میں آپؐ مزد سے دفن کرنے والی جماعت میں شریک ہو کر آسٹریلین افواج کی خندقوں میں چلے گئے۔ لیکن دشمن آپؐ کو بالکل پہچان نہ سکا۔ آپؐ دشمنوں کی خندقوں کے حالات معلوم کر لیے۔ اور دشمنی حملوں کا خود انتظام کیا۔ بلکہ حملہ کے موقع پر وہ خود اپنی فوج میں موجود ہوتے۔ اور اپنے آدمیوں کو لڑائی کیلئے آگے بڑھنے کی ترغیب دیتے۔ بعض اوقات وہ خود اپنی فوج کی رہنمائی کرتے۔ اپنے کام میں ہمہ تن مصروف رہتے۔ اور اپنے سپاہیوں کو بھی سست نہ ہوتے دیکھتے۔

مصطفیٰؐ کمالؐ میں ایک یہ خوبی بھی تھی کہ وہ کئی مرتبہ گولیوں اور برستی ہوئی

آگ میں پھرتے نظر آتے۔ اور اپنی جان کی پرواہ نہ کرتے۔ حالانکہ کئی دفعہ ایسا ہوتا کہ اُنکے ارد گرد کے سپاہی دشمن کی گولیوں کا نشانہ بن جاتے۔ لیکن آپ قدرت کاملہ کی حفاظت سے بال بال بچ جاتے۔ آپ پوری قوت سے کام کرتے تھے۔ جس سے آپ کے آدمی بہت متاثر ہوئے۔ اور اپنے آفسر کی غیر ممبری ہمت و بہادری دیکھ کر ہر وقت مرنے مارنے پر تیار ہو جانے۔

ایک دفعہ آپ ایک نئی کھودی ہوئی خندق کے باہر بیٹھے ہوئے تھے جب غنیم نے آپ کو اس بے باکی کے ساتھ خندق کے باہر بیٹھے ہوئے دیکھا۔ تو گولہ باری شروع کر دی۔ گولے اُنکے ارد گرد گرتے رہے۔ لیکن آپ اطمینان قلب کے ساتھ اپنی جگہ پر بیٹھے رہے۔ یہ یقینی امر تھا کہ کوئی گولہ آپ کا کام تمام کر دیکھا۔ آپ کے عمل نے نہایت ہی مت و سماجت کے ساتھ التجا کی۔ کہ یہاں بیٹھنا خطرہ ہے۔

قالی نہیں۔ ان گولوں کی زد سے بچنا چاہیے۔ مصطفیٰ کمال نے جواب دیا۔ ہرگز نہیں۔ اس وقت موت کے منہ سے بھاگنا بڑی مثال کی مردہ بچ کرنے کے مترادف ہے۔

یہ کہہ کر آپ نے سگریٹ سلاکایا۔ اور بڑے اطمینان سے پینا شروع کر دیا۔ اور اسی جگہ پر بیٹھے رہے۔ اور لا پرواہ ہو کر بڑے مزے سے باتیں کرتے رہے۔ سپاہی خندقوں میں بڑی بے چینی کے ساتھ یہ جاکھ نظر آ رہے۔ دیکھتے رہے۔ اس وقت حسن اتفاق سے ابھی مرتبہ توپ نے گولہ کی اور طرف پھینک دیا۔ اگرچہ گولوں کے پھٹنے سے تمام فضا سے آسمانی دھواں دھار نکل رہی۔ لیکن آپ کا بال تک بیکانہ ہوا۔

اسی جنگ کے دوران میں آپ ایک دفعہ اپنی کار میں بیٹھے گیلی پولی کی طرف بارہے تھے۔ ایک برطانوی مبارک لیا رس نے آپ کا تعاقب کیا۔ اور کار پر گولے برسانے شروع کر دیئے۔ گولہ باری سے کار کے آگے اور پیچھے کی تمام سڑک ٹوٹ گئی۔ خراب ہو گئی۔ کار کیلئے آگے بڑھنا محال ہو گیا۔ ڈرائیور نے

اچھو کی نشیب جگہ میں پناہ لینے کو عرض کیا۔ لیکن آپ نے محکمہ لہجہ میں کہا کہ آپنا کام کیسے
 بناؤ۔ جو انہوں نے ہمارے موت کے ڈر سے بھاگنا نہیں کرتے۔ یہ جو حملہ انہوں نے اٹھایا سن کر
 ڈراؤ اور کسی ہمت بندہ گئی۔ اور بربط فوجی طریقے سے کیا بیمار ہو سکے یا وجود بھی
 کار چلے آ رہا۔ آخر ایک ہم عین کار میں آکر گرا۔ جس سے موٹر ڈراؤ اور کام تمام
 ہوا۔ لیکن مصطفیٰ کمالؐ ہاں بال بچ گئے۔

اس جنگ میں اکثر اوقات یہ دیکھنے میں آیا۔ کہ مصطفیٰ کمالؐ خندقوں میں
 گشت لگاتے۔ کندھوں پر اٹھائی ہوتی۔ اور خندق سے سربراہ بنگالی کر
 انٹر میں افواج کی فترتوں میں تھا۔ کہ گولی کا نشانہ لگاتے۔ خطرناک جگہوں میں وہ
 نہایت آہستہ چلتے۔ دشمن کی گولیاں آپ کے آس پاس سے گزر جاتیں۔ لیکن
 وہ متوجہ ہوئے بغیر سگ بٹھاتے ہوئے آئے بڑھتے چلے جاتے۔ بلکہ دشمن قریب
 سے بھی آپ پر گولی کی نشت باندھ کر نہیں چلا سکتا تھا۔ آپ کو پختہ یقین ہر چکا تھا۔
 کہ لوپ او یہ بندوٹی کی گولیوں سے آپ کو موت نہیں آئے گی۔ اس سبب سے
 وہ بالکل بیخود تھے۔

ماہِ جِوان میں مصطفیٰ کمالؐ نے اپنی عقلمندی اور تجربہ کاری سے معلوم کر لیا کہ
 اعداء کی لائن میں کمزوری کہاں واقعہ ہے۔ اگر مصطفیٰ کمالؐ اس کمزوری
 کی موجودگی میں حملہ کر دیتے۔ تو دشمن پسپا ہو جاتے۔ اس لیے آپ نے فیصلہ
 کیا کہ ۲۸ جون کو حملہ کیا جائے۔ اور تیاریاں شروع کر دیں۔ تجویز یہ ہوئی۔ کہ
 تازہ دم جہت منبہلہ حملہ کرے۔ باقی تمام ڈیویژن اس کی پشت میں ہوں۔

لیکن شومی قسمت کھیٹے۔ یا اعداء کی خوش قسمتی کہتے عین اس وقت جبکہ حملہ
 کی تیاریاں بڑی شد و مد سے ہو رہی تھیں۔ انور پاشا نے انش نفیس عیسیٰ پولی کے
 محاذ پر تشریف لے آئے۔ جب اسکو فازی مصطفیٰ کمالؐ کے اس تجویزہ حملہ کا پتہ
 چلا۔ تو اس نے اس تجویز سے اتفاق نہ کیا۔ اور کہا کہ اس حملہ کی تجویز سے پہلے افسران
 بالا سے منظوری لینا چاہیے تھی۔

مصطفیٰ کمال نے رپورٹ کی کہ دشمن گنیں اعداء کی آپ کے ہاتھ آئی ہیں لیکن انور پاشا کو اس رپورٹ پر یاد نہ ہوا۔ جواب میں کہا کہ پہلے مجھے قیدی اور شکن گنیں دکھاؤ۔

مصطفیٰ کمال کو اس تنقید پر غصہ آگیا۔ آپ نہایت ہی درہم برہم ہوئے۔ اوکھا کہ انور پاشا ہر معاملہ میں دخل دیکر کام بگھاڑ دیتا ہے۔ آپ نے انور پاشا کی مداخلت سے جا کو اپنی توہین خیال کرتے ہوئے عہدے سے استعفیٰ دیدیا۔ لیکن ایمان وان سائڈرس کب گوارا کر سکتا تھا کہ اسکا ایک مستعد اور نہایت ہی تجربہ کار جرنیل اس سے علیحدہ ہو جائے۔ اس نے مصطفیٰ کمال کے پاس بیچرفت و سماجت کی۔ تاکہ وہ اپنے عہدے سے مستعفی نہ ہوں۔ مصطفیٰ کمال نے کہا کہ جب تک انور پاشا معذرت کرتے ہوئے اپنے الفاظ واپس نہ لینگے۔ تب تک وہ اپنا استعفیٰ واپس نہ لیں گے۔

جرمن جرنیل بھی ایک نہر مند سپاہی تھا۔ اس نے بھی انور کی اس مداخلت کو ناپسند کیا۔ انور پاشا نے اپنے الفاظ واپس لے لیے۔

اگرچہ دونوں افسروں کے درمیان صفائی ہو گئی۔ لیکن اس بد مزگی کا اثر واقعہ پر چھپا نہ پڑا۔ بے لطفی کے سبب آپ مجوزہ حملہ کو کامیاب بنانے کے لیے کوشش نہ کر سکے۔ آپ نے حملہ تو کر دیا۔ لیکن جرمنٹ نمبر ۱۲ کا صفایا ہو گیا۔ تیاریاں ناقص تھیں۔ اور شاف کا کام خراب تھا۔

مصطفیٰ کمال نے ناکامی کو انور پاشا کی مداخلت سے جی پر محسوس کیا۔ انور نے ڈیڑھ ہزار سوائے کیا۔ انہی بہادری کی انکھ مبارکباد دی۔ لیکن اس نے اس شکست کو مصطفیٰ کمال کی کوتاہ اندیشی کا نتیجہ قرار دیا۔ اس پر غازی موصوف پھر آگ بگولا ہو گئے۔ آپ نے پھر استعفیٰ داخل کر دیا۔ جرمن جرنیل نے پھر آپکو استعفیٰ واپس لینے کی ترغیب دی۔ لیکن آپ نے ایسا کرنے سے انکار کر دیا۔ جرنل موصوف نے اپنی کوشش میں ناکامی دیکھ کر اپنے شاف کے حاکم اعلیٰ کاظم پاشا کو اس کام

کھیلے مامور کیا۔ تاکہ مصطفیٰ کمال کو کسی طریقہ سے استعفیٰ واپس لینے پر رضا مند کر دے۔

کاظم نے ٹیلیفون پر آپ کو بلایا۔ اور نہایت ہی نرمی اور ملاطفت کے ساتھ گفتگو کی۔

مصطفیٰ کمال ٹیلیفون پر دریافت کرتے ہیں۔ فرمائیے کون صاحب ہیں۔ کاظم نے بتلایا۔ میں ہوں کاظم اور پوچھا۔ کیا حال ہے۔ جنگ کی صورت حالات کیسی ہے۔ جنگ کے نتائج آپ کو کیا خیال ہے۔ آپ کو مزید کس چیز کی ضرورت ہے ؟

مصطفیٰ کمال۔ جنگ کی صورت حالات کے متعلق جو کچھ میں جانتا ہوں وہ میں ہر روز آپ کو بتا دیتا ہوں۔ لیکن کوئی کامیابی نہیں ہوئی۔ جو میں چاہتا ہوں۔ وہ نہیں ہوا۔ اب صرف ایک ہی کام باقی رہ گیا ہے۔ کاظم۔ اور وہ کیا ہے ؟

مصطفیٰ کمال۔ وہ یہ کام ہے کہ تمام فوجیں جو آپ کے پاس ہیں۔ مجھے دیدیں۔ مجھے اُن کا حاکم اعلیٰ مقرر کر دیں۔ اُن کا نظام اور بندوبست میرے سپرد کر دیں۔

کاظم۔ (عجب سے) بس یہی ہے۔ جو کچھ ختم چاہتے ہو۔ لیکن کیا وہ آپ کے مرتبہ سے بڑھ کر نہیں ؟

مصطفیٰ کمال۔ بلکہ میرے مرتبہ سے بہت کم ہے۔

ٹیلیفون کا سلسلہ ختم ہوا۔ آخر وہاں سائڈرس نے مصطفیٰ کمال سے کہا

کہ ٹھہرو۔ کیونکہ انور پاشا اب واپس قسطنطنیہ چلا گیا ہے۔

جولائی کے انجام میں معلوم ہوا کہ اتحادی ایک بڑے زبردست حملے کی تیاریاں کر رہے ہیں۔ اُن کو بے شمار کمک حاصل ہو گئی ہے۔ سامانِ رسد کے ذخائر۔ افواج۔ نئے نمونہ کی موٹریں خشکی پر فوج اُتارنے کیلئے معر اور

یونان میں دیکھی گئی ہیں۔ تب ترکوں نے بھی ہر طرف سے مزید کمک گیلی پولی میں بھیجنے کا انتظام کر لیا۔ لیکن جرمن جرنیل پریل کی طرح حملے کا وقت۔ حملے کی جگہ یا موقعہ تیار نہ کر سکا۔ بہر حال اس نے اپنی فوج کو حرکت کیلئے تیار رکھا۔ ۲۸ اگست کی رات کو برطانوی فوجوں نے حملہ کر دیا۔ اس حملے کا بڑا اہم مقصد یہ تھا۔ کہ ہو جا چمن پہاڑ کی چوٹی پر قبضہ کر لیا جائے۔ یہ پہاڑ چونک بیر پہاڑ کے شمال کی طرف تھا۔ جو ایک پہاڑی سلسلہ کے ذریعہ سے اس سے ملتی تھا۔ یہ چوٹی مصطفیٰ کمال کی خندقوں سے پرے تھی۔ اسکا نیچے کا ڈھلوان۔ خارجہ داتا ریلوے سے محفوظ کیا ہوا تھا۔ لیکن اسکی چوٹی خالی تھی۔ اگر انگریز اس چوٹی پر قابض ہو جاتے۔ تو چونک بیر پر بہ آسانی قبضہ کر سکتے تھے۔ اور ترکوں کے تمام مقامات مدافعت کو تباہ و برباد کر سکتے تھے اور تمام جزیرہ مناسپرا کا قبضہ یقینی تھا۔

برطانوی جرنیل کی تجویز تھی کہ ایک دستہ آسٹریلین افواج کی صف کے بائیں جانب سے بڑھ کر ہو جا چمن پر حملہ کر دے۔ اور دوسرا دستہ ۲۵ ہزار سہا خلیج سولا کے ساحل سے ۵ میل اوپر کی طرف اتر کر خشکی کے اندر بڑھ کر ہو جا چمن پر حملہ کر نیا لے دستہ سے مل جائے۔ اور پھر تمام کی تمام فوج پیش قدمی کر کے جزیرہ مناسپرا پر قابض ہو جائے۔ درہ و اینال کو کھول کر قسطنطنیہ کا راستہ صاف کر دے۔ تاکہ قسطنطنیہ پر بہ آسانی قبضہ ہو سکے۔

حملہ سے چند ہفتے پیشتر ہر رات تازہ انگریزی افواج خفیہ خفیہ آسٹریلین سے نیچے مصطفیٰ کمال کے بالمتقابل خندقوں میں اترتی۔ اور خندقوں میں پوشیدہ ہو جاتی۔

۲۸ اگست کی رات تاریک رات تھی۔ اس تاریکی میں چھ ہزار آدمیوں کا ایک دستہ آسٹریلین افواج کے عقب میں ندی کے کنارے کنارے ایک میل تک چلا گیا۔ وہاں سے تین خشک آبشاروں کے ساتھ ساتھ ملک کے اندر کی طرف پلٹا۔ تاکہ ہو جا چمن کی چوٹی پر پہنچ جائے۔ اس دستے کو یہ حکم تھا کہ صبح

ہونے سے پہلے منزل مقصود تک پہنچ جائے۔

وان سائڈرس کو بھی اس دستے کی روانگی کے متعلق اطلاع مل چکی تھی اُس نے جنرل کینگ سر کو حکم دیا کہ وہ ڈیوین ٹریلر کو جو مصطفیٰ کمال کے دائیں جانب ڈیرے ڈالی پڑی ہے لے جائے۔ اور اُس ہو جاچین پر حملہ کر نیوٹے دستے کا مقابلہ کرے۔

کینگ سر اس سپاڑی غیر مہوار علاقے کو عبور کر کے ساڑھے چار بجے صبح کو پہاڑ (ک) چوٹی پر پہنچ گیا۔ اُس نے مدھم روشنی میں پہاڑ کے نیچے تین سو گز کے فاصلہ پر اُس دستے کو دیکھا۔ یہ دستہ رفتہ رفتہ نہایت مستقل مزاجی کے ساتھ پہاڑ کے ڈھلوان کی طرف آ رہا تھا۔ کینگ سر کے پاس اس وقت صرف تین آدمی تھے۔ اُس نے کوئی چیلنے کا حکم دیدیا۔ برطانوی سپاہیوں نے خیال کیا۔ ترک مقابلہ کیلئے تیار ہیں۔ اور باقاعدہ منظم فوج اسکے بالمقابل ہے۔ وہ فائر کی آواز سنتے ہی زمین پر لیٹ گئے اس اشد میں ترکوں کی مزید فوج بھی وہاں پہنچ گئی۔ برطانوی دستہ تمام رات کوج سے تھکا ہوا تھا۔ ترکی نشانہ بازوں نے اسکا مقابلہ بڑی شدت سے کیا۔ اندھیرے میں ٹھوکریں کھاتے۔ آبشاروں پر چڑھتے پھسلتے۔ اور گرتے پڑتے یہاں پہنچتے تھے علاوہ ازیں رات بھی بڑی گرم تھی۔ پانی بھی نہ تھا۔ اس دستے کی خواہش تھی کہ کسی طرح آرام کیا جائے۔ انہوں نے وہ تمام دن آرام کیا۔ کینگ سر کو شدید زخم آیا۔ ترکوں کی مزید کمک آگئی اور چند قتل میں بیٹھ گئے۔ بائیں جانب سے مصطفیٰ کمال نے بھی اپنی فوج کے فالتو تمام آدمی مدد کیلئے ہو جاچین بھیج دیے۔

اس اشد میں وہ دستہ جو سولائی طرف بڑھ رہا تھا۔ وہ بھی بہت کم رکاوٹ کے بعد خشکی پر آخر آرام کیلئے ٹھہر گیا۔

جنرل لیٹان وان سائڈرس نے دشمنوں کے حملے کی لائن کو دیکھا۔ اور اپنے خطرے کو بھی محسوس کیا۔ اور میڈرس سے اپنی دو ریزرو رجمنٹیں ہو جاچین کی طرف بہت جلد روانہ کر دیں۔ بولیر اور ایشیا ٹنک جانب سے تمام آدمیوں کو

بلکہ حکم دیا کہ وہ سولاپور انگریزی فوج کا مقابلہ کریں۔ سولہ اسکے مقام پر اس وقت صرف تین مہاجد رملہ بٹالین کے آدمی تھے۔

انگریزی فوجیں، رگت کا تمام دن سولاپور آرام کرتی رہیں۔ آرام کے بعد بغیر مقابلہ کے وہ بڑھتی گئیں۔ چند ترکی سپاہیوں سے مقابلہ پڑا۔ لیکن انگریزی فوجیں اس مقابلہ میں کامیاب رہیں۔

اب ہوجاچن کی فوجوں کا حال ملاحظہ ہو۔ انگریزی فوجوں نے رگت کی صبح کو ہوجاچن کے پہاڑ پر حملہ کر دیا۔ اسکا مقصد یہ تھا کہ ایک طرف سے ہوجاچن پر حملہ کر کے اس ڈھلوانی راستہ پر قبضہ کر لیا جائے۔ جو چونک میر تک جاتا ہے۔ اور دوسری جانب مصطفیٰ کمال کی فوجوں پر حملہ کیا جائے۔ جو چونک میر پر واقع تھیں۔ لڑائی ہمیشہ گرم ہوا۔ طرفین نے بڑی سختی کے ساتھ مقابلہ کیا۔ نیوزی لینڈ میں کی نئی فوج نے چونک میر کی چوٹی پر قدم جمائے۔ مصطفیٰ کمال نے ان پر حملہ کیا۔ لیکن سپاہ ہونا پڑا۔ آپ کا تمام عملہ خطرے میں تھا۔ آپ کے ماتحت فوجی افسر بید بے دل ہو رہے تھے۔ وہ سپاہ ہونے میں ہی مصلحت تیاں کرتے تھے۔

لیکن مصطفیٰ کمال بالکل خاموش تھا۔ اٹھنے والے دگر وہ میں حوصلہ تھا۔ وہ نہ گورائے۔ بلکہ وہ دشمن کی برستی آگ میں بغیر کسی ڈر اور خوف کے اِدھر اُدھر بھرتے ہی جاتا تھا۔ فوجی افسروں کے مشورہ کا آپ پر کوئی اثر نہ پڑا۔ بلکہ اُہنی دیوار کے طرح اپنی جگہ پر جمے رہے۔ آپ کے اس طریق کار سے۔ دلیری اور استقلال مزاجی سے آپ کے سپاہی نہایت ہی متاثر ہوئے۔ ان کے دل و جان میں نئی روح پیدا ہو گئی۔ دلوں میں نئی تڑپ اور رجحان میں نیا جوش پیدا ہو گیا۔ گویا کہ یہ پزیرہ فوج از سر نو ایک طاقت و قوت کا پہاڑ بن گئی۔ آپ کے آدمیوں نے جید لاری کر کے بڑھتے ہوئے غنیمت کا مقابلہ کیا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ برطانوی فوجیں ڈھلوانی راستے کی طرف یا ہوجاچن کی طرف ایک قدم بھی آگے نہ بڑھ سکیں۔ ان کی ترقی یکدم متروک گئی۔ تاہم چونک میر کے ایک حصہ پر قابض ہو چکی تھیں۔ اور ابھی تک قابض تھیں۔

اُس روز شام کے وقت وان سائڈرس نے مصطفیٰ کمال کو بلایا۔ وہ بہت غصے میں تھا۔ کیونکہ وہ فرجین جن کو اُس نے بولیر سے سولا پر دشمن کی روکتھام اور مقابلہ کیلئے طلب کیا تھا۔ وہ ابھی تک نہیں پہنچی تھیں فیضی اُنکا کمانڈر تھا اُسے اُسکو بخانا خیال کر کے معطل کر دیا۔ سولا کا محاذ بالکل غیر محفوظ پڑا تھا۔ اور انگریزی افواج کی پیش قدمی کیلئے تمام راستے کھلے تھے۔ جنرل مذکور اُس روز خود سولا کا محاذ کا معائنہ کر نیکے لیے گیا۔ دیکھتا ہے کہ بالکل غیر محفوظ ہے۔ صرف جنرل رامہ فوج وہاں موجود تھی۔ وہ بھی ہتھی کی ماندی۔ انگریزی فوج کے حملے کو روکنے کیلئے وہاں کوئی خاص فوج نہ تھی۔ جرمن جرنیل نے اُس روز فوج بھی کیے۔ تاریخیں بھی دیں۔ تاکہ مزید فوجیں اُس محاذ پر پہنچ جائیں۔ لیکن کوئی فوج نہ آئی۔ سولا محاذ پر آتش و قرائن سے پایا جاتا تھا۔ کہ انگریزی افواج آگے بڑھ رہی ہیں۔ اور چند ہی گھنٹوں میں غالباً حملہ کر دیں گی۔ لہذا پوزیشن بڑی خطرناک تھی۔

اس وقت سولا محاذ کی حالت ناگفتہ بہ دیکھ کر۔ اور گھبرا کر جنرل سائڈرس نے کہا ”میں نے فیصلہ کر لیا ہے۔ کہ اس محاذ پر تمام افواج کا ایک گروہ بن دوں اور میں چاہتا ہوں کہ آپ کو اُس کا کمانڈر بنا دوں“ مصطفیٰ کمال نے بغیر تاثر کے اس تجویز کو منظور کر لیا۔ ذمہ داری۔ اور کارہائے عظیمہ نے آپ کی جرات اور ہمت کو بہت بڑا دیا۔ آپ نے بطیب خاطر چارج لے لیا۔ آپ نے اطمینان کے ساتھ نقشہ تیار کیا۔ اور نہایت سرگرمی کے ساتھ مصروف عمل ہو گئے۔

آپ کی خوش قسمتی کا وقت آن پہنچا۔ آپ کا نام روشن ہونے کی گھڑی آگئی۔ اس اثناء میں بولیر سے بھی فوجیں آگئیں۔ انہوں نے تیس میل کا سفر بڑی سرعت کے ساتھ ڈبل مارچ کر کے طے کیا۔ ایسی مسافت اور وقت نے فینس کی بنی بنائی پوجنی ضائع کر دی۔ کوئی ہوشیار افسر اور تجربہ کار سے تجزیہ کا

اپنی راج افواج کو اتنی لمبی مسافت سے اتنی جلدی نہ لاسکتا تھا۔ جتنی جلدی کر فیض لایا۔ لیکن اُسکی تقدیر کا نقشہ بگڑ چکا تھا۔ مصطفیٰ کمال نے فیض کی محنت سے فائدہ اٹھایا۔ جو پہنی یہ فوج منزل مقصود پر پہنچی۔ مصطفیٰ کمال نے اُس فوج کو بہت ہی کم وقت آرام کے واسطے دیکر حملے کیلئے تیار کر لیا۔ ایسے نازک وقت میں حملے کی غرض یہ تھی کہ انگریزی افواج کی پیش قدمی سولہ پارہ روک دی جائے۔ مدافنہ پوزیشن اختیار کرنے کا کوئی وقت تھا۔

اور صرا انگریزی فوجیں بھی اس رات حملے کی تیاریاں کر رہی تھیں۔ انگریزی کمانڈر انچیف سر جان ہملٹن بھی آن پہنچا۔ آتے ہی اُنس نے آگے بڑھنے کا حکم دیدیا۔ یہ ۹ اگست کی صبح تھی۔

چنانچہ انگریزی فوجوں نے دو حملے یکے بعد دیگرے کئے۔ مقابلہ شدید تھا۔ ترک بھی ایک ایچ پیجے نہ ہے۔ اور انگریزی فوجیں بھی آگے نہ بڑھ سکیں۔ اور سولہ محاذ کی پوزیشن جیسی کل غیر محفوظ تھی۔ دیسی ہی آج مضبوط اور محفوظ ہو گئی۔

اب اس محاذ کو یہیں چھوڑے۔ کیونکہ اس محاذ کا خطرہ مٹ چکا ہے۔ اور چونکہ بیر کے محاذ کا ملاحظہ فرمائیے۔ اور دیکھئے کہ وہاں کیا ہو رہا ہے۔

اس اثناء میں ہو جاچین اور چونک بیر کی چوٹیوں پر جنگ وجدل کا بازار گرم تھا۔ انسانی جانیں جدوجہد کی دیوی کی بھینٹ چڑھ رہی تھیں۔ کبھی ترک غالب آئے اور کبھی انگریز آگے بڑھ جاتے۔ کسی طرف کامل ترقی ہوتی نظر نہ آتی۔ بہر حال طرفین سر توڑ کوششیں کر رہی تھیں۔ ایک دوسرے پر غلبہ حاصل کرنے کیلئے اپنی جانیں قربان کر رہی تھیں۔ آخر کار ترکوں کا پتہ بھاری رہا۔ ترکوں نے انگریزی افواج کو ہو جاچین سے پیچھے ہٹنے پر مجبور کر دیا۔ اسوقت ایک ہندوستانی اور انگریزی دستہ نے تلواریں سونت کر ڈھلوانی راستے کی طرف پیش قدمی شروع کر دی۔ حتیٰ کہ ترکوں کو قتل کرتے کرتے ڈھلوان سے بہت دور نکل گئے۔ اسوقت غلطی سے بڑی بڑی انگریزی توپوں نے آہستہ آہستہ شروع کر دی

جن نے بہت سخت نقصان کیا۔ آپ نے ہی آدمیوں کو سپاہی پر مجبور کر دیا۔ نیوز لیٹر افواج نے چونک میر کی چوٹی پر اپنا قبضہ اور وسیع کر لیا۔ یہاں سے وہ ٹرک کی لائن کو یہ آسانی تباہ کر سکتی تھی۔ ایسے ٹرکوں نے سرٹور کوشش کی کہ نیوز لیٹر افواج کو اس مقام سے پیچھے ہٹا دیں۔ انہوں نے اس غرض کیلئے پے در پے حملے کیے لیکن اُنکے تمام حملے اُن کو پیچھے ہٹانے میں ناکام رہے۔

اب ۱۹ ٹرکوں کی ڈیوین کا شاف آفیسر مایوس ہو گیا۔ اُس نے مصطفیٰ کمال کو فون کیا کہ اس کے اکوڑی تھکے ہوئے ہیں۔ وہ حملہ کر فیکے قابل نہیں۔ غنیم کے توپخانوں کی خوفناک آتشیاری نے اُن کے حوصلے پست کر دیے ہیں۔ ہلاکت و موت کی علامات ہو رہی ہیں۔ وہ پیش قدمی کی بجائے سپاہی پر مجبور ہو رہے ہیں۔ مصطفیٰ کمال نے نہایت ہی استقلال اور تحمل مزاجی کے ساتھ اُنکے حوصلے بڑھاتے ہوئے فون میں جواب دیا۔ مت گھبراؤ۔ صرت ہم گھنٹوں تک اپنی پوزیشن کو قابو میں رکھو۔ تاکہ یہاں انفنٹری محاذ کی حالت کا انتظام کر لوں۔ میں بہت جلد تمہارے پاس پہنچ جاؤں گا۔ اور ہر ایک چیز درست کر لوں گا۔

اگلے روز صبح آٹھ بجے مصطفیٰ کمال چونک میر کے محاذ پر پہنچ گئے۔ آپ خود محاذ کا معائنہ کر فیکے لئے آگے گئے۔ دوبارہ آپ پر گولی برسی شروع ہو گئی۔ آپ کے سٹاف نے عرض کی کہ جناب اپنی حفاظت کیجئے۔ لیکن آپ نے گولیاں کی کوئی پرواہ نہ کی۔ اور یورپی لیسنڈ کی پوزیشن تک چلے گئے۔ آپ نے اُس موقعہ کا معائنہ پوری تسلی اور اسیطاس سے کیا اور چل قدمی کرتے ہوئے واپس آگئے۔ آپ نے اندازہ لگایا کہ جب تک نیوز لیٹر افواج کو چونک میر سے سپاہ نہ کیا جائیگا۔ تب تک کامیابی محال ہے۔ مصطفیٰ کمال وہ تمام رات تیاریاں کرتے رہے۔ دان سائڈرس ڈاکٹروں کی ڈیوین بھی ایشیا کی طرف سے آپ کی امداد کیلئے بھیج دی۔ آپ نے انیسویں ڈیوین کو تین ٹرکوں تک بڑھا دیا۔ آپ نے آدمیوں کو خستہ رقبوں میں ساتھ ساتھ جمع کر دیا۔ اس اجتماع سے فورج سے حوصلہ بڑھ گئے۔ آپ اُن لوگوں کے درمیان پھرتے اور اُنکے

ساتھ نہیں منس کر باتیں کرتے۔ اُن کو تسلیاں دیتے۔ اور اُنکے حوصلے بڑھاتے۔ اُنکے دلوں میں جرأت اور دلیری کی روح بھونکتے۔ ساتھ ہی اسکے آپ اُسوقت خوش و غم تھے۔ کیونکہ دشمن کے مقابلہ پر ڈٹے ہوئے تھے۔

اُسوقت آپ نے کہا۔ میرے بچو! خطرے میں جلدی مت کرو۔ ہم ٹھیک اور صحیح موقعہ کا انتخاب کریں گے۔ میں سب سے پہلے محاذ پر جاؤں گا۔ جب تم مجھے ہاتھ بلند کرتے دیکھو۔ تو اُسوقت تم اپنی تلواروں کو سونٹ لو۔ اپنی بندوقوں پر کر چیں چڑھاؤ۔ خندقوں سے باہر نکل کر میرے تعاقب میں چلے آؤ۔“

آپ نے اپنی عقلمندی اور تجربہ کاری سے گھبرائے ہوئے ترکی سپاہیوں کے دلوں میں نئی جرأت کی روح پھونک دی۔ اور اُنکے جوش و بہت کو زیادہ کر دیا۔ سپاہی اس بات پر آمادہ تھے۔ کہ اگر اپنے ہر دل عزیز افسر کے پیچھے آگ میں بھاندا پڑے گا تو وہ بھاندا نیگے۔ اور جان سے دریغ نہ کریں گے۔ اور اپنے افسر کے حکم پر کٹ مریں گے۔

مقابلے میں دشمن کی بہ حالت تھی کہ دونی پلٹوں نے نیوڈی لینڈر سے چارج لے لیا۔ اور اُن کو ڈیوٹی سے سبکدوش کر دیا۔

صبح ہونے سے پہلے ترک تیار تھے۔ دشمنوں پر گولیاں چلا رہے تھے۔ رات کے تین بجے مصطفیٰ کمال خندقوں سے باہر نکلے۔ اور آگے بڑھے۔ انگریزی فوجوں نے آپ پر بندوقوں کے منہ کھول دیئے۔ اور گولیوں کی بارش شروع کر دی۔ اُسوقت ایک گولی آپ کی گھڑی پر لگی۔ گھڑی چور چور ہو کر زمین پر گر پڑی۔ اور مصطفیٰ کمال بال بال بچ گئے۔ اگر خدا خواستہ آپ زخمی ہو جاتے۔ تو تمام حمد رہ جاتے۔ آپ کی فوج بھی آگے بڑھنے سے انکار کر دیتی۔

تو پ فائدہ نے آتشباری شروع کر دی۔ اُسوقت مصطفیٰ کمال بہادر اور مستقل مزاج لیڈر ایک منٹ تک تھکا تھکا کھڑا رہا۔ تب آپ نے ایک ہاتھ بلند کیا۔ اور آگے چل پڑے۔ آپ کے جانناڑ سپاہی اشارہ کے منتظر تھے ہی۔ جو اپنی آنکھوں نے اپنے لیڈر کا ہاتھ بلند ہوتے دیکھا

تو ترکی جانناز شیروں کی طرح گرجتے ہوئے خندقوں سے باہر نکلے۔ اپنے آقا کے تعاقب میں ہوئیے۔ اُسوقت ترکی افواج کا نظارہ قابل دید تھا۔ سیل رواں کی طرح رواں تھیں۔ ایک سمندر بے کراں ٹھاٹھیں مار رہا تھا۔ جس کا کوئی مستابلہ نہیں کر سکتا تھا۔ کرچوں کی چمک سمندر کی لہروں کی طرح اٹھ رہی تھی۔ یہ متحرک سمندر بڑھتا بڑھتا۔ دشمن کی خندقوں کی طرف چلا گیا۔ اور دشمن کو گویاہ وکاہ کی طرح بہا لے گیا۔ دونوں جہتیں جنھوں نے ابھی ابھی نیوزی لینڈ سے چارج لے لیا تھا۔ اُنکا تو نام و نشان ہی سمجھ مہتی سے مٹ گیا۔ وہ اس بڑھتی ہوئی طغیانی کے ساتھ ہی رہ گئیں۔ بالکل ہی صفایا ہو گیا۔ ایک نفس بھی باقی نہ بچا۔ اُسوقت ترکی فوجوں نے بڑی شدت کے ساتھ غنیمت چمکدیا۔ جو انہودی کے جوہر دکھائے۔ جنگ و جدال کا بازار گرم کر دیا۔ جو آنکھ ساٹھنے آیا۔ اُس کو کاٹ کر رکھ دیا۔ ترک لڑتے لڑتے سمندر کے کنارے تک پہنچ گئے۔ وہاں انگریزی جنگی بیڑہ کھڑا تھا۔ اس بیڑے نے اُن پر گولہ باری شروع کر دی۔ اس گولہ باری سے زمین کے پرچے اڑ رہے تھے۔ ترک اس گولہ باری کے خوف سے پیچھے ہٹ آئے۔ اور خندقوں میں داخل ہو گئے۔ چونک بیر کی چوٹی بھی دشمنوں سے پاک و صاف ہو گئی۔ اور ترکوں کی پوزیشن محفوظ ہو گئی۔ وہ محاذ جو نہایت ہی خطرے میں تھا۔ جہاں ترکوں کے پاؤں ڈنگا رہے تھے۔ اور پسپا ہونا چاہتے۔ وہ ہی محاذ مصطفیٰ کمال کی آمد سے مضبوط ہوا۔ دشمن آپ کی حسن تدبیر سے آن واد میں پائمال ہوئے۔ اور بہت رروں میں دھکیل دئے گئے۔ اس فتح کی خوشی میں حکومت نے آپ کو پاشا کا خطاب عطا کیا۔

اب ذرا گفتگو محاذ کا حال سنئے۔ کہ وہاں کیا ہو رہا ہے۔ تین ماہ تک آپ اس محاذ کی کمان کرتے رہے۔ لیکن اس محاذ پر لڑائی میدان میں نکل کر نہ ہوئی بلکہ خندقوں میں ہی میٹھ کر ہوتی رہی۔ صرف دو دفعہ انگریزی فوجوں نے سولاپر مقابلہ۔ ہر دفعہ پر جنگ شدید ہوئی۔ اور نقصان بھی شدید ہوا۔ دونوں فوجوں پر

مصطفیٰ کمال کو مجبوراً اپنی آخری ریزرو فوج جنگ میں دھکیلی پڑی۔ دونوں موقعوں پر مصطفیٰ کمال کی آخری سبھی بھر فوج اور مصطفیٰ کمال کی ہانکنے والی شخصیت کے سبب ترکوں کو فتح حاصل ہوئی۔ اور جزیرہ ناگیلی پولی اور قسطنطنیہ انداکا دستبرد سے محفوظ ہو گئے۔

آخر دسمبر ۱۹۱۵ء میں اتحادیوں نے مقابلہ ترک کر دیا۔ اور ملک خالی کر کے چلے گئے۔ ترکی افواج بھی کم کر دی گئیں۔ صرف پڑول کیلئے فوج میں اس جزیرہ نما میں متعین کر دی گئیں۔ اور مصطفیٰ کمال کامیاب ہو کر خوش خوش قسطنطنیہ میں واپس آ گئے۔

اتحادیوں کیلئے گیلی پولی پر یہ ناکامیاں اور شکستیں کافی تھیں۔ اُنکی کمزریں خمدہ ہو گئیں۔ انہوں نے جزیرہ ناگیلی پولی پر حملہ کا نام تک نہ لیا۔ آئے تھے دشمن کو پائمال کر دینے کے لئے۔ لیکن چلے واپس خود پائمال ہو کر رہا۔

گیلی پولی کی جنگ کا خاتمہ ہوا۔ مصطفیٰ کمال فتح و ظفر کی خوشی سے لبریز مخاذ کا کیشا قسطنطنیہ واپس آ گئے۔ آپ خوشی سے چھوٹے نہ سماتے تھے۔ اب آپ سینئر آفیسر ہیں۔ حکومت کی طرف سے پاشا کا خطاب مل چکا ہے۔ اعلیٰ رتبہ پر پہنچ چکے ہیں۔ لوگ آپ کو بہت ہی عزت کی نگاہوں سے دیکھتے ہیں۔ اخبارات نے آپ کے کارناموں کی بے حد تعریف کی۔ بلکہ آپ کو فاتح القسطنطنیہ اور محاذ قسطنطنیہ کا خطاب دیا۔ بیرونی اخبارات نے آپ کو پناہ درہ دانیال کا خطاب دیا۔

جنگ سے فارغ ہو کر آپ نے اپنے پھر سیاسیات میں حصہ لینا شروع کر دیا۔ انور پاشا کے خلاف تمہید باندھتی شروع کر دی۔ عام پبلک رائے مصطفیٰ کمال کے حق میں تھی لیکن سرکاری حلقوں میں آپ کو کوئی سرفرازی حاصل نہ تھی۔ بلکہ انجن اتحاد و ترقی بھی آپ کے حق میں نہ تھی۔ پبلک انور کو قدر کی نگاہ سے نہ دیکھتی۔ بلکہ اس کے خلاف سازشوں کا طوطا ماریا ہو گیا۔ اس کو اپنی جان لے لاسے پڑ گئے۔ وہ اپنے مخالفوں کے بغیر باہر نہیں جاتا تھا۔

مصطفیٰ کمال چاہتے تھے۔ کہ انور کو عہدہ وزارت سے علیحدہ کر دیا جائے۔ اور آپ کو عہدہ وزارت حاصل ہو جائے۔ پبلک میں بھی عام رائے ایسی ہی تھی۔ چنانچہ مصطفیٰ کمال اس غرض کیلئے وزیر اعظم طلعت پاشا کو بلے۔ دیگر حکومت کے وزراء اور اعلیٰ حکام کو بلے۔ لیکن آپ کو اپنے ارادے میں کامیابی نہ ہوئی۔

قسطنطنیہ فادات اور سازشات کا آماجگاہ بن گیا۔ کچھ پبلک تو انور کی ہمدرد خواہ تھی۔ اور کچھ مصطفیٰ کمال کی خیر خواہ۔ ایک شخص یعقوب جمال نے سازش کی بنیاد ڈالی کہ انور کو قتل کر کے مصطفیٰ کمال کو وزیر جنگ بنا دیا جائے۔ انور کو اس سازش کا پتہ چل گیا۔ جب انور کے پاس اس امر کے بارے میں شک کے لئے کافی وجوہ ہو گئیں۔ تو اس نے یعقوب کو دارپر لٹکا دیا۔ اور مصطفیٰ کمال اور دوسروں کو تنبیہ کر دی۔ اگر اُس وقت مصطفیٰ کمال بھی انور کے ہاتھ آجاتے۔ تو یقیناً آپ بھی دارپر کھینچے جاتے۔

اب انور پاشا کو خیال پیدا ہوا۔ کہ مصطفیٰ کمال کو بے کار نہیں رہنے دینا چاہیو۔ کسی نہ کسی کام پر لگائے رکھنا چاہیے۔ چنانچہ اُس نے مصطفیٰ کمال کو کایشیا میں آرمی کوہ نمبلہ کا کمانڈنگ بنا کر بھیج دیا۔ اور پھر فوج نمبلہ کا کمانڈنگ کر کے دیا کرچہ اُس کا ہیڈ کوارٹر مقرر کر دیا۔

یہ حکم سننے ہی مصطفیٰ کمال نے کایشیا کا رخ کیا۔ قسطنطنیہ سے انگریزوں کے اپنے بزنس ریل تین صد کیلو میٹر سفر طے کیا۔ وہاں سے گھوڑے پر۔ گاڑی پر اور موٹر کار پر کایشیا کے محاذ تک چھ صد کیلو میٹر دیسافنت طے کی۔ سفر بھی طویل تھا۔ راستہ بھی خراب تھا۔ سڑکیں بھی ٹوٹی ہوئی۔ کئی مقامات پر سڑکوں کے نام و نشان بھی نہ تھے۔ آپ کایشیا کے محاذ پر سنجیر و خوبی پہنچے۔ وہاں جا کر دیکھتے ہیں کہ ترکی فوجیں بالکل غیر منظم صورت میں پڑی ہیں۔ کوئی آٹھواں وارث نہیں۔ گذشتہ سال انور نے ایک مہم تیار کی۔ تاکہ روسیوں پر حملہ کر کے۔ اُن کو کایشیا کے دوسری جانب بھگا دیا جائے اور اس غرض کیلئے اُس نے ارض روم میں ایک بڑی فوج جمع کی۔ اور خود قسطنطنیہ سے اس فوج کی رہنمائی کیلئے آیا۔ یہ فوج ترکی کے حیدر حیدر انوں پر مشتمل تھی۔ ترکی کی

بہترین جانبازوں اور بہادروں کا پھوڑا تھی۔ یہ فوج قریب قریب ایک لاکھ تھی اور کی یہ تجویز تھی تو مقبول۔ لیکن اُس نے مسافت اور موسم کے متعلق کوئی غور نہ کیا موسم سردی کا تھا۔ اور مہینہ جنوری کا۔ جنوری میں روس کی سردی مشہور ہے۔ اس جنوری کی سردی نے اس بہترین اور چیدہ فوج کو پہاڑی دروں میں تباہ و برباد کر دیا۔ لوگ مارے سردی کے تلخ بستہ ہو گئے۔ خون اُنکے جسموں میں منجمد ہو گیا۔ اور جان بچتی ہوئے۔ صرف بارہ ہزار جان بچا کر واپس آئے۔ باقی سب فوج سردی کی نذر ہوئی۔

انور پاشا نے اتنی کثیر الشداد فوج کو غارت کر کے اس محاذ کا کوئی خیال نہ کیا اسوقت سے یہ محاذ بالکل ہی غیر متوجہ پڑا ہوا تھا۔ درہ دانیال پر آدمیوں اور بندو قوں کی ضرورت تھی۔ جب روس نے دیکھا۔ کہ یہ محاذ اب بالکل خالی ہو گیا۔ کوئی ٹکڑا نہیں۔ تو روسی بڑی تدبیر سے رفتار سے سڑکیں اور ریلیں تیار کرتے بڑے چلے آ رہے تھے۔ ملک اپنے قبضہ میں کرتے جاتے تھے۔ چنانچہ انہوں نے دآن نفس۔ موش اور ارض روم کے بڑے قلعہ پر قبضہ کر لیا۔ اور بلاد مغربیہ کی بھی دیکھی دی۔ روس کا خیال تھا۔ کہ جرمینوں کے محاذ پر حملہ کیا جائے۔ لیکن انور کی چھٹی فوجانی روسیوں نے اس ارادہ میں تبدیلی کر دی۔ اور فی تجویز یہ کی کہ اب ترکی کے قلب پر حملہ کیا جائے۔ روسی کس ٹنڈر کا کچھ خود اس مہم کا اہتمام کر رہا تھا۔

مصلیٰ کمال نے دیکھا کہ جن فوجوں کا آپ کو چارج ملا ہے۔ وہ بہت ہی کمزور اور بے سرد سامانی کی حالت میں ہیں۔ نہ تو اُنکے پاس سامان رسد ہے۔ نہ بارود نہ بندوق۔ اور نہ توپ۔ بلکہ اُنکے بدن کے کپڑے بھی پھٹے پڑاے تھے۔ بڑی بے کسی حالت میں تھے۔ ٹھیکہ دار افسروں سے مل کر غنیمت کرتے۔ طبی امداد بھی نہ تھی۔ آدمی پیمپش۔ بکرا اور بھوک سے مر رہے تھے۔

آپ نے اس بے سرد سامانی کی کوئی پروا نہ کی۔ اپنے کمال محنت اور سرگرمی کے ساتھ کام شروع کر دیا۔ وقت ضائع کرنے کا کوئی موقع نہ تھا۔ اپنی

شمار کیا کہ روس ۱۹۱۷ء کے موسم بہار کے انجام میں حملہ کر گیا۔ اگر اس وقت اُن کا مقصد نہ کیا گیا۔ تو وہ بغیر کسی مزاحمت کے ترکی لائین کو غور کر جاؤ نیگے۔

آپنے قسطنطنیہ میں دفتر صربہ میں تار بچیا۔ یہاں کے حالات کے متعلق اطلاع دی۔ اور کہا کہ اگر غفلت ہوئی تو معاملہ بخر جائے گا۔ اور سامان حرب و حربہ فروج اور طبی امداد کا سامان شفا اور دوا وغیرہ مانگیں۔ لیکن اس تمام کوئی جواب نہ ملا پھر آخر ان پر پاشا وزیر جنگ کو براہ راست تار بچیا۔ لیکن پھر بھی کوئی جواب نہ ملا۔ کاکیشیا کا محاذ بہت بے حد تھا۔ انور اور جنرل شاف دیگر تجاویز میں مشغول تھا۔ مصطفیٰ کمال کی تاریخیں نظر انداز کر دی گئیں۔ مصطفیٰ کمال نے قسطنطنیہ کی امداد سے مایوس ہو کر اسی سامان کے ساتھ کام چلانا شروع کر دیا۔ جو موجود تھا۔ ٹھیکہ داروں اور غنہ کرنے والے افسروں پر آپ کو کوئی اعتدبار نہ تھا۔ ایک دو نے مصطفیٰ کمال کے چال چلن کا غلط اندازہ کر کے کہہ دیا کہ آپ بھی اس غنہ میں شامل ہو جائیے۔ آپنے اُن کو پھانسی پر لٹکا دیا۔ پھر وہ فوجوں کی طرف متوجہ ہوئے۔ اور انکی اندر نو تعمیر کی۔ محکمہ طبی اور محکمہ سپلائی کو درست کیا۔ محنت شاقہ سے آپنے اپنی مختصر سی فوج کے قالب میں از سر نو روح پھونک دی۔

اس وقت آپ کا چیت آف دی سٹاف کرنے کی عصمت پاشا تھا۔ اور سیکرٹری کمانڈر جرنیل کاظم کارا بکر تھا۔

عصمت لائین اور تجزیہ کار آفیسر تھا۔ چھوٹا قد۔ ستھرا اور پھر پریا بدن۔ سر چھٹا۔ ناک بڑھی۔ کبھی تھک رہا ہو۔ لیکن بالکل خاموش آدمی تھا۔ ساتھ ہی اسکے مستقل مزاج انتہائی درجے کا صابر اور اپنے کام میں بے حد محنتی۔ دفتر کام میں شہسوار و ماہر مصطفیٰ کمال کے حکم کی تعمیل نہایت ہی محنت اور شوق سے کرتا۔

کاظم کارا بکر بالکل اسکے برعکس تھا۔ بڑا بھاری آدمی۔ سنت دماغ لیکن وفادار اور محنتی۔ اُسکے ماتحت سپاہی اُس سے محبت رکھتے تھے۔

الغرض دونوں بڑے ہی متدار و انتظام میں سرگرم عمل اور مصطفیٰ کمال کو قوماں پر وار۔ وہ مصطفیٰ کمال کو اپنا

سردار تسلیم کرتے۔ اور ہر حالت میں شریک کار رہتے۔ اگر ایک آپکا دایاں بازو تھا۔ تو دوسرا بایاں۔

لیکن مصطفیٰ کمال کو اپنی اور اپنے سٹاف کی محنت کے باوجود کامل یقین تھا کہ موسم بہار میں آپ کی مختصر سی فوجیں روسی پیش قدمی کو نہ روک سکیں گی۔

لیکن قدرت کا تماشہ دیکھئے۔ ایزد متعال کی رحمت اور مہربانی آپ کے شان حال تھی۔ آپ کی قیمت نے پٹا کھایا۔ موافق ہوا چلی۔ روس میں بغاوت کے آثار پیدا ہوئے۔ اندرونی بد نظمی کے سبب سے فوجیں تباہ حال ہو رہی تھیں انتظام غل پذیر ہو گیا۔ کمانڈر انچیف کو ماسکو میں واپس بلا لیا گیا۔

۱۹۱۷ء کے موسم بہار اور موسم سرما میں روسی فوجیں رقتہ رقتہ کم ہوتی گئیں ٹکڑے ٹکڑے ہو گئیں۔ اور فاک کی طرح نابود ہو گئیں۔

اب مصطفیٰ کمال کیلئے موقعہ تھا۔ راستہ صاف تھا۔ وہ آگے بڑھے۔ لیکن بہت اہمیت آہستہ۔ کیونکہ فوجیں کمزور حالت میں تھیں۔ مقامی عیسائی۔ اہل آرمینیا اور اہل جارجیا کی فوجیں جسکی روسوں نے تنظیم کی تھی۔ بڑی شدت کے ساتھ اپنے گھر کی حفاظت کیلئے مقابلہ کرتی رہیں۔ مصطفیٰ کمال نے وان ٹانس اور مویش پر دوبارہ قبضہ کر لیا۔ اور باطوم کی طرف رخ کیا۔

خدا خدا کر کے اس حصے میں سے بھی خطرہ مٹا۔ دشمن تباہ ہوا۔ لیکن اس وقت جنوب میں ایک اور نیا خطرہ نمودار ہوا۔ اتحادی سیریا پر حملہ کی تیاریاں کر رہے تھے۔ قسطنطنیہ سے حکم پہنچا۔ کہ جس قدر بھی فوج اور سامان حرب خالص ہو سکتا ہے بھیجا جاوے۔ مصطفیٰ کمال کو بھی سیریا کے محاذ پر تعینات کیا گیا۔ کاظم کارابکچہ کو مصطفیٰ کمال نے چارج دیدیا۔ اور حکم دیا کہ آرمینیا کا سامنا اچھی طرح سے طے کیا جائے۔ اور ضرورت کے مقبوضی کے ساتھ قائم کیا جائے۔ خود مصطفیٰ کمال سیریا کی طرف جانے سے پہلے قسطنطنیہ میں گئے۔

مخاندن داد

فرنگی نے جنگ میں شرکت کیا؟ پھر خطرہ مول لیا۔ قسطنطنیہ میں

تھی۔ تمام یورپین طاقتیں اُس کی طرف لپٹائی ہوئی نظروں سے دیکھ رہی تھیں۔ گیبی پولی کی طرف سے خطرہ تھا۔ کاکیشیا کی جانب سے اطلینانِ قلب ہوا۔ اب میسوپوٹامیہ اور سیریا میں حملہ کا خطرہ پیدا ہو گیا۔ جنگ کا زمانہ تھا۔ غنیمت کو جلد سے بھی حملہ کی گنجائش ملی چڑھ دوڑا۔ ٹرک کی اٹلاک میں یہ طرف بھی کمزور تھی۔ اتحادی ہندوستانی افواج لے کر بغداد پر حملہ آور ہوئے۔ اور بغداد پر قبضہ جمایا۔ وہاں سے موصل کی طرف پیش قدمی۔ دوسری طرف مصر میں ایک لشکرِ جرّار کی تیاریاں ہو رہی تھیں۔ تاکہ فلسطین اور سیریا پر بھی حملہ کر دیا جائے۔ ترکوں نے بغداد پر قبضہ کرنے کا ارادہ کیا اور مصر والی مہم کو روکنا چاہا۔

جنرل ہائی کمانڈر نے انور پے کے کہنے کے مطابق جنرل فالکن کو نئی فوج کی تنظیم کے واسطے بھیجا۔ اُسکا ہیڈ کوارٹر ایبو مقرر ہوا۔ مصطفیٰ کمال کو ساتویں فوج کی کمان دی گئی۔

مصطفیٰ کمال نے اس موقع پر پھر اعتراض کیا۔ کہ جرنیلوں کو فوج کی قیادت کیوں دی جاتی ہے۔ جنرل دان سائڈرس مصطفیٰ کمال کی طبیعت سے واقف تھا۔ کہ ایسے سخت طبیعت اور قابلِ انسان کو کس طرح قابو کیا جاتا ہے۔ لیکن جنرل فالکن کو مصطفیٰ کمال کی شخصیت اور قابلیت کے متعلق کوئی علم نہ تھا۔ وہ نہیں جانتا تھا کہ ایسے ماہر فن افسر کو کیونکر قابو میں رکھا جاتا ہے۔ اور کیونکر اُس سے کام لیا جاتا ہے جنرل موصوف نے ہر چند کوشش کی۔ کہ مصطفیٰ کمال پر قابو پالے۔ لیکن وہ اپنے مقصد میں ناکام رہا۔ اب مایوس ہو کر اُس کو ایک نئی تجویز یہ سوچی کہ ایک بکس طلائی مہروں کا جبراً مصطفیٰ کمال کی خدمت میں بطور نذرانہ بھیج دیا۔ اُسکا خیال تھا کہ شاید مصطفیٰ کمال اس لالچ میں آکر اسکا صلح ہو جائے۔ لیکن اُسکا خیال غام تھا۔ اور خام ہوا۔ ملک کا بہترین سپوت اور لائق اور ہوشیار اور تجربہ کار افسر ایسی باتوں سے کب قابو میں آ سکتا ہے۔ ہاں اگر کوئی ملک کا بدخواہ ہو تو وہ رشوت لے کر ملک کو غیروں کے ہاتھوں فروخت کر سکتا ہے۔ ملک کا بھی خواہ کبھی ایسا نہیں ہو سکتا۔ مصطفیٰ کمال اس نذرانہ کو شکریہ کے ساتھ قبول کر کے اسی وقت اپنی فوجوں

کے ہاتھ جنرل موصوف کے پاس لوٹا دیا۔ اور رسید لے لی۔

ایلو میں پہلی سٹاف میٹنگ ہوئی۔ اس میٹنگ میں انور اور جبریل جبکی کمان میں آرمی نمبر تھی۔ موجود تھے۔ علاوہ ایسے مصطفیٰ کمال۔ جنرل فاکن اور دیگر جرنل افسر بھی موجود تھے۔

اس میٹنگ میں آئندہ کیلئے لائحہ عمل تجویز کیا گیا۔ لیکن مصطفیٰ کمال نے جنرل فاکن کی تجویز کو ناپسند کیا۔ تجویز یہ تھی کہ بغداد پر دوبارہ حملہ کر کے قبضہ کیا جائے اور ہنرمیں پر بھی حملہ کیا جائے۔ مصطفیٰ کمال نے ان دونوں تجاویز پر خصوصیت کو ساتھ جرح کی۔ اور پیش گوئی کر دی کہ دونوں تجاویز میں ناکامی کا سامنا ہوگا جنرل فاکن کو مصطفیٰ کمالی کے طریق سلوک اور جرح پر بہت رنج ہوا۔ جمال نے اس وقت مصطفیٰ کمال کی حمایت کی۔ کیونکہ وہ بھی جرمینوں کو اپنے ملک میں دیکھنا پسند نہیں کرتا تھا۔

اس طرح دونوں افسروں کے مابین بد مزگی اور کشیدگی کی بنیاد پر لگئی یہ بد مزگی یہاں تک طول پکڑ گئی۔ کہ مصطفیٰ کمال نے استعفیٰ داخل کر دیا۔ انور اور فاکن نے کوشش کی کہ وہ اپنا استعفیٰ واپس لے لے۔ مگر آپنے ایسا کرنے سے انکار کر دیا۔ بلکہ آپنے اپنا بانشین بھی فوج میں مقرر کر کے چارج دیدیا۔ جنرل فاکن نے آپ کو اس حکم عدولی کی سزا دینی چاہی۔ لیکن انور نے آپ کو دوبارہ دیا بکرمیں کمان پر بھیجا چاہا۔ مصطفیٰ کمال نے رہاں بھی جانے سے انکار کر دیا۔ آخر انور نے آپ کو لمبی خصمت بیماری کی دے دی۔ آپ وہاں سے گاڑی پر سوار ہو کر قسطنطنیہ واپس آ گئے۔

مصطفیٰ کمال قسطنطنیہ میں اپنی ماں اور بہن کے پاس پھیرے رہے۔ لیکن بیکار

سفر جرمنی

زندگی ناقابل برداشت تھی۔ اس اثنا میں اتفاقاً ۱۹۱۷ء کے موسم میں

میں شہزادہ وحید الدین نے جرمنی کا ارادہ کیا۔ تاکہ وہاں جا کر جرمن لوگوں کے کارناموں کا ملاحظہ کرے۔ چنانچہ شہزادہ کے سفر کا انتظام کیا گیا۔ انور نے مصطفیٰ کمال کو

شہزادہ کے ہمراہ جانے کے لیے مقرر کیا۔

مصطفیٰ کمال نے اس خدمت کو بطیب خاطر قبول کیا۔ انیسویں داپس اگر آپ تین ماہ تک بیکار رہے۔ مصطفیٰ کمال نے چلنے سے دو روز بیشتر شہزادہ کی خدمت میں باہر پانی حاصل کی۔ اس کے دو روز بعد شہزادہ جرمنی کی طرف رخت سفر باندھ کر گاڑی پر سوار ہو کر چل دئے۔ مصطفیٰ کمال بھی شہزادہ کے ہمراہ چلے گئے۔ جب گاڑی ٹرکی کی حدود سے باہر نکل گئی۔ تو شہزادہ نے مصطفیٰ کمال کو اپنی شاہی گاڑی میں بلا کر اپنے پاس بٹھالیا۔ شہزادہ بہت خوش ہوا۔ اور مصطفیٰ کمال کو کامیابیوں پر مبارکباد دی۔ دونوں آپس میں دوست بن گئے۔ مصطفیٰ کمال کو شہزادہ پر بہت اعتماد ہو گیا۔ تمام سفر گفتگو کرتے چلے گئے۔ اثنائے گفتگو میں مصطفیٰ کمال نے شہزادہ سے کہا کہ جرمنی جنگ میں کامیاب نہیں ہوگا۔ اور پاشا نے جنگ میں شکست اختیار کر کے غلطی کی ہے۔

جب دونوں جرمنی میں پہنچے۔ تو ہینڈن برگ نے انکا استقبال کیا۔ فیلڈ مارشل نے تمام حالات کا خاکہ کھینچ کر شہزادہ کے سامنے رکھ دیا۔ میجر سیریا کے حالات پر بھی روشنی ڈالی۔ مصطفیٰ کمال نے شہزادہ سے کہا۔ میں سیریا کے محاذ پر موجود تھا۔ جرمنی کے حالات اسوقت بیان کیے جاتے ہیں۔ سب غلط ہیں۔ جسہ انزاں لیوڈنڈرف سے ملے۔ اس نے بھی جنگ کے متعلق مکمل حالات بیان کیے۔ خاص کر موسم بہار کے حملہ کے متعلق بڑی وضاحت سے ذکر کیا۔ مصطفیٰ کمال نے دریافت کیا کہ اگر حملہ کامیاب ہو جائے۔ تو آپ کس لائن تک پہنچنے کی توقع رکھتے ہیں۔

فیلڈ مارشل اس اعتراض پر بہت گھبرایا۔ اور ایک عام مشکوک سا جواب دیدیا۔ ہمارا منتہائے مقصد وہی مقام ہے۔ جو کہ ہمارے لیے تفصیل مکتب ہے۔ اور مزید کارروائی حالات پر منحصر ہوگی۔

اسوقت مصطفیٰ کمال نے شہزادہ موصوف کی توجہ اس سوال و جواب کی طرف

مستطفت کرائی۔ اور کہا ”دیکھیے حضور جبر میں سٹاف کا چیف بھی اپنے منتہا ہے مقصود سے لاعلم ہے۔ اور قسمت پر بھروسہ رکھتا ہے۔ یہاں ضرور کوئی غلطی ہے“ قیصر نے بھی اپنے ترک مہمانوں کی قیافت کی۔ اس دعوت کے موقع پر مصطفیٰ کمال نے ہینڈن برگ سے مخاطب ہو کر کہا کہ ”اگلے روز جو واقعات آپ کو شہزادہ کی خدمت میں پیش کئے تھے۔ وہ غلط ہیں۔ میں ان واقعات کو خوب جانتا ہوں۔ میں وہاں خود موجود تھا۔ وہ توپ خانہ جس کا ذکر آپ کر رہے ہیں۔ وہ محض کاغذی تھا۔ کیا آپ از روئے مہربانی یہ بتائیں گے کہ آپ اس بڑے حملہ سے کیا مقصد رکھتے ہیں“

کچھ دیر ہینڈن برگ سوچتا رہا۔ کہ یہ نوجوان کس قسم کے سوال کو کر رہا ہے جواب دینے کی بجائے اُس نے مصطفیٰ کمال کو خاموش کرانے کے لئے سگریٹ پیش کیا۔ تاکہ مصطفیٰ کمال کی توجہ ایسے سوالات سے ہٹ جائے۔ کیونکہ ہینڈن برگ کے پاس کوئی جواب نہ تھا۔

”مصطفیٰ کمال کو جب ان بانوں سے اطمینان نہ ہوا۔ تو آپ نے مغربی محاذ دیکھنے کا شوق ظاہر کیا۔ چنانچہ انتظام کیا گیا۔ مصطفیٰ کمال تنہا جبر میں افسروں کی معیت میں فرنٹ پر گئے۔ اور تمام حالات کا مشاہدہ کرنے کے لئے ایک درخت پر چڑھ گئے۔ تمام حالات کا خوب غور سے مطالعہ کر نیکے بعد آپ شہزادہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور کہا کہ مرتب شدہ تجویز سے کامیابی نظر آتی ہے۔ لیکن میں ذاتی مشاہدات کی روش سے اس بات کا قائل ہو چکا ہوں کہ وہ صحیح راستے پر نہیں ہیں۔“

مصطفیٰ کمال نے ہر موقع پر وحید الدین کو اس بات کی ترغیب دی کہ قیصر سے بھی میٹر سے سوال کیے جائیں۔ ایک موقع پر مصطفیٰ کمال کو بہت فقہ اور جوش خروش پیدا ہوا۔ جب کہ ٹرکی کے متعلق بڑے رمیازک پاس کیے جا رہے تھے۔ ایک موقع قیافت کے موقع پر ایک گورنر نے ٹرکی کو آرمینیا کے ساتھ ترواؤ کے متعلق پوچھا کہ کیا

وحید الدین نے مصطفیٰ کمال کی طرف اشارہ کیا۔ بس پھر کیا تھا۔ مصطفیٰ کمال جویش اذ غصہ کے ساتھ اُس گورنر پر برس پڑے۔ اور کہا ”آپ سلطانِ ٹرکی کے روبرو کیوں ایسی گفتگو کرتے ہیں۔ شہزادہ کو آرمینیا کے متعلق کیا علم ہے۔ ٹرکی نے جرمنی کی حمایت میں شریک جنگ ہو کر اپنے مفاد کو قربان کر دیا ہے۔ اہل آرمینیا ٹرکی کا تختہ الٹنے کی سازشیں کر رہے تھے۔ آپ ٹرکی کے اچھے دوست ہیں کہ ٹرکی کے ایک دشمن کی حمایت کرتے ہیں“

یہ جواب سن کر گورنر مذم بخود رہ گیا۔ بلبلیں جھانکنے لگا۔ آخر اُس نے نادام ہو کر معافی مانگی۔ اس معافی پر مصطفیٰ کمال کو تسلی نہ ہوئی۔ آپنے سلسلہ کلام کو جاری رکھتے ہوئے کہا ”ہم یہاں آرمینیا کے معاملات پر بحث کرنے نہیں آئے ہیں۔ بلکہ جرمنی کی حالت کا صحیح اندازہ لگانے کیلئے آئے ہیں۔ جو کچھ ہم نے یہاں آ کر دیکھا ہے اُس سے ہم کو سبق حاصل ہو گیا ہے۔ افسوس ہے کہ ٹرکی نے جرمنی کی حمایت میں شریک جنگ ہو کر فاش غلطی کھائی ہے“

اتنی سیر و سیاحت کے بعد شہزادہ جرمنی سے واپس اپنے ملک کو آگیا
جرمنی سے واپسی
مصطفیٰ کمال جرمنی سے واپس آتے ہی بیمار ہو گئے۔ گردوں کی مرضِ مزمنہ میں مبتلا ہو گئے۔ ایک مہینہ تک برابر گردوں کی شدید درد سے بسترِ علالت پر پڑے کراہتے رہے۔ آپ اُس وقت بہت کمزور ہو گئے۔ بلکہ زندگی سے بھی مایوس ہوئی۔

ماہِ جولائی ۱۹۱۸ء میں آپنے سنا کہ بادشاہِ آسمانی اس جہان فانی سے رحلت فرما گئے ہیں۔ اور شہزادہ وحید الدین اُن جگہ تختِ خلافت پر متمکن ہوا ہے۔ قسطنطنیہ سے آپ کو کئی خطوط آئے۔ کہ آپ قسطنطنیہ میں واپس آ جاویں۔ عزتِ پاشا انجنِ اتحاد و ترقی کا مخالف سلطان کا چیف ایڈیکارٹنگ مقرر ہوا۔ وزیرِ پاشا کا خطاب والسِ جنرل ایسٹ واپس لے لیا گیا۔ لیکن مصطفیٰ کمال کو بیماری کے اس حملے نے استفادہ کمزور کر دیا کہ وہ اپنے گھر سے باہر قدم نہیں رکھ سکتے تھے قسطنطنیہ

میں جانا تو درکنار رہا۔ آپ نے سلطان کو صرف مبارکبادی کا خط لکھا۔ اسکے سوا آپ کچھ نہ کر سکے۔ لیکن عزت پاشا اور آپ کے احباب کے خطوط بے دریغ چلے آ رہے تھے۔ آپ نے خطوط کے طومار سے مجبور ہو کر باوجود کمزوری کے قسطنطنیہ جانے کا فیصلہ کر ہی لیا۔ مثل مشہور ہے کہ جب مصیبت آتی ہے۔ تو ایسی نہیں آتی۔ راستے میں آپ کو انفارمنز آنے لگی۔ لیکن تاہم خستہ حالت۔ بیمار صورت جولائی ۱۸۹۱ء کے انجام میں قسطنطنیہ میں وارد ہوئے۔ یہاں پہنچ کر آپ دوسو سالہ اچھا اندو کھانا قدرت نے مساعدت کی۔ مصطفیٰ کمال کی حالت رو بہ صحت ہو گئی۔ آپ نے فیصلہ کیا کہ چونکہ اب سلطان وحید الدین آپ کا دوست رفیق تحت خلافت پر متمکن ہے۔ اس لیے اپنی تجاویز پر عملی جامہ پہنانا چاہیے۔

چنانچہ مصطفیٰ کمال نے سلطان کی خدمت میں باریابی کی درخواست کی۔ عزت خسروانہ سے اجازت مل گئی۔ سلطان آپ سے کمال مہربانی اور ملامت سے ملا۔ بلکہ اس سے زیادہ بڑھ کر سلطان نے یہ کیا۔ کہ اپنے ہاتھ سے سگریٹ سلگا کر مصطفیٰ کمال کو دیا۔ ترکی رسم و رواج کے مطابق یہ اعلیٰ درجہ کی مہمان نوازی کی علامت ہو سلطان کو کمال مہربان دیکھ کر مصطفیٰ کمال کو آزادانہ طور پر گفتگو کرنے کی جرات ہوئی۔

مصطفیٰ کمال چاہتا تھا کہ جرمنی کا ساتھ چھوڑ کر جنگ سے علیحدگی اختیار کی جائے۔ کیونکہ جرمنی خود بھی غلط راستے پر جا رہا تھا۔ اور ساتھ ہی ترکی کو بھی گڑھے میں گرانے کی کوشش کر رہا تھا۔ اس امر کے متعلق مصطفیٰ کمال نے بہت زور دیا تب بھی مصطفیٰ کمال نے باریابی حاصل کی۔ لیکن سلطان نے کوئی خاص تسلی بخش جواب نہ دیا۔ اور کہا کہ طلعت اور تور نے اس بات کا انتظام کر دیا ہے۔

یہ جواب سن کر مصطفیٰ کمال کی تمام امیدیں خاک میں مل گئیں۔ آپ غصے میں بھرے سلطان کی خدمت سے واپس آ گئے۔ انہر پاشا اپنی رائے میں سبقت لے گیا اور بازی جیت گیا۔ سلطان نے مصطفیٰ کمال کی تجاویز پر کوئی غور نہ کیا۔

اب مصطفیٰ کمال کو قسطنطنیہ سے باہر بہت جلد بھیجنے کا سیریا کے محاذ پر تعیناتی انتظام ہو رہا تھا۔ الزرنے یہ تجویز کیا کہ اسکو سیریا کے محاذ پر بھیجا جائے۔ چنانچہ دو ہفتے بعد نماز جمعہ اور اگر کے سلطان نے مصطفیٰ کمال کو طلب کیا۔ اسوقت تمام سٹاف موجود تھا۔ بلکہ جرمن جرنیل بھی موجود تھے اسوقت سلطان نے بڑی خستہ پیشانی اور کمال مہربانی سے مصطفیٰ کمال کا استقبال کیا۔ سلطان نے جرمن افسروں سے مخاطب ہو کر کہا ”یہ ہے مصطفیٰ پاشا جو اعلیٰ قابلیت کا مالک ہے۔ اور مجھے اسپر بہت ہی بھروسہ اور اعتماد مکی حاصل ہے“

بادشاہ نے مصطفیٰ کمال کی طرف مخاطب ہو کر کہا ”میں تمکو سیریا کی اہم گمانڈنگ آفسیر بنا کر بھیجتا ہوں۔ وہ محاذ ایک نہایت ہی اہم محاذ ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ آپ فوراً وہاں چلے جاؤ۔ اور اس علاقے کو کبھی فتح نہ ہونے دینا میں چاہتا ہوں کہ جو کام میں آپ سیر کرنا ہوں۔ آپ اسکو خاص ہوشیاری اور دانی کے ساتھ سرانجام دو گے۔“

یہ کہہ کر سلطان نے مصطفیٰ کمال کو رخصت کیا۔ دوسرے کمرے میں الزرن پامٹھا ہوا تھا۔ اسکو سلطان کے اس حکم کا علم تھا۔ اٹھائے راہ میں مصطفیٰ کمال الزرن پاشا کو ملے۔ اور کہا ”ہاں الزرن! میں آپ کو مبارکباد دیتا ہوں آپ جیت گئے۔ جو کچھ میں جانتا ہوں۔ وہ یہ ہے کہ سیریا میں فوج برائے نام ہے۔ وہاں بھیج کر اپنے مجھ سے اچھا خاصہ بدلہ لیا ہے۔“

مصطفیٰ کمال سلطان سے حکم پاتے ہی سیریا کے سفر کے لیے تیار ہو گئے۔ اور ضروری رخت سفر بائندہ کر چل دیے۔

اگست ۱۹۱۵ء کے انجام میں آپ سیریا کے محاذ پر پہنچے۔ لیمان وان سائڈرس پاس اپنے اپنی حاضری کی رپورٹ کی۔ جنرل نکوراکوویچ کہ ازہر خوش ہوا۔ اسکی باجیں مل گئیں بعد ازاں مصطفیٰ کمال نے تمام محاذ کا معائنہ کیا۔ مصطفیٰ کمال نے جنرل فیضی سے آرمی کے

بیٹھا تھا۔ عربی فوج اور ڈلہاؤس کے راجت صحرائے سے نکل کر مسلسل چلے کرتی تھی۔ انھوں نے ریلوے لائن کو توڑ دیا۔ ٹیلی گراف اور ٹیلیفون کی لائن کو منقطع کر دیا۔ ریلوں کو آٹا دیا۔ اس طرح قزاقوں کا سلسلہ آمد و رفت ختم ہوا۔ اور قسب ہی آبادی کو بھی قزاقوں کے خلاف آگسا دیا۔

مصطفیٰ کمال نے کمال جویش کے ساتھ کام شروع کر دیا۔ فوج کی تقسیم اندرون شروع کی۔ لیکن اس اثناء میں گردے کی تھکین کا سچر دورہ ہو گیا۔ اس بیماری کے سبب سے وہ ستمبر کے پہلے دو مہینوں میں جب کہ اتحادیوں کے حملہ کی رپورٹیں آرہی تھیں۔ بالکل بے کسی اور بے بسی کی حالت میں تھے۔ اور اپنے ہیڈ کو آٹھ نابوس میں بستر علالت پر پڑے تھے۔

۱۹ ستمبر ۱۹۱۷ء کو ایک ضروری خبر آئی کہ ۲۲ میں آیا۔ اور خبر دی کہ ۱۹ ستمبر کو ساحل پر حملہ ہوگا۔ فوت نے یہ خبر مصطفیٰ کمال کو پہنچادی۔ اور مصطفیٰ کمال نے عمت اور علی فزوی کو بلڈیا۔ رفت کو یقین تھا کہ یہ خبر صحیح ہے۔ کیونکہ وہ اتحادیوں سے تین سال تک اس محاذ پر جنگ کرتا رہا ہے۔ اور وہ اس کے طریقے سے بخوبی واقف تھا۔ علی فزوی پرانا تجربہ کار تھا۔ اُسکی بھی یہی رائے تھی۔ لہذا عمت اور مصطفیٰ کمال نے اس خبر کو تسلیم کر لیا۔ اور لیمان وان سائڈس کو اطلاع دیدی۔

جنرل لیمان وان سائڈس نے اس خبر سے اتفاق نہ کیا۔ اُس کا خیال تھا کہ حملہ مشرق سے ریلوے پر ہوگا۔ اُس نے اپنی بہترین فوج کو اُس طرف بھیج دیا۔

مصطفیٰ کمال مجھے کو درست تسلیم کر کے بستر علالت سے اُٹھے۔ لیکن ابھی وہ دردمیں مبتلا ہی تھے۔ بخار بھی تھا۔ گرمی بڑی سخت تھی۔ لیکن آپ کی قوت ارادی بیماری کی نسبت بہت مضبوط تھی۔ قوت ارادی غالب آئی۔ بیماری پائیال ہوئی۔ اپنے تمام ضروری تیاریاں کر لیں۔ اور اپنے تمام کسانڈروں کو تیار رہنے کا حکم دے دیا۔

آخر حملہ کی شب آگئی۔ ۱۹ ستمبر کی آدھی رات کو نصرت نے ٹیلیفون کیا۔ کہ دشمن نے بڑی شدید گولہ باری کر دی ہے۔ دین چڑھتے تک اتنا دلوں سے حملہ کر دیا۔ یہ حملہ دائیں تر کی لائن پر تھا۔ حملہ آور ساحل تک بڑھتے چلے گئے۔ آرمی کو غیب زد اور آرمی نمبر ۱ کا جرمولی کی طرح کاٹ کر رکھ دیا۔ دونوں فوجوں کو مٹایا ہو گیا۔ اس طرح ترکوں کی شاہی پالی کی لائن منقطع ہو گئی۔

مصطفیٰ کمال نے اپنی فوج کا رخ دریا کے چار ڈن کی طرف کیا۔ امر شدید جنگ کے بعد سپاہی ہو گئے۔ لیکن اس لڑائی میں آپ کی فوج کا کچھ خاتمہ ہو گیا فوج میں ابتری پڑ گئی۔ آپ نے اپنے آئیڈیوں کو پھر جمع کیا۔ اور پانچویں روز دریا کے چار ڈن کو عبور کیا۔

آپ نے سب سے پہلے اپنے آدمیوں کو دریا پار کیا۔ اور تمام حالات کا جائزہ کرتے رہے۔ جب فوج کا بڑا حصہ عبور کر گیا۔ اور بقایا خورہ اور احتیاج دریا پار ہو رہا تھا۔ تو اس وقت آپ بھی دریائے چلے گئے۔ ۲۰ یا ۲۱

مصطفیٰ کمال کو ابھی دریا پار ہوئے چند منٹ ہی گزرے تھے۔ کہ انگریزی کیولری بریگیڈ نمبر ۱ نے مصطفیٰ کمال کی فوج کے کچھ حصہ پر جو ابھی عبور کر رہی تھی حملہ کر دیا۔ اس طرح یہ حصہ باقی فوج سے منقطع ہو گیا۔ صرف مصطفیٰ کمال ہی بچے۔ چوتھی ترکی آرمی ریلوے کی طرف ہٹ گئی۔ مصطفیٰ کمال نے اپنے کچھ حصے کو چھوڑ کر باقی ماندہ فوج ہمراہ لیکر صحرا کو عبور کر کے ڈیرا سٹیشن کی طرف رخ کیا۔

دشمن بھی تعاقب میں تھا۔ آپ کی فوج کا کچھ حصہ مشین گنز کے قابو آ گیا۔ جو وہیں کھیت رہا۔ اوپر سے ہوائی جہاز فوج کو نقصان پہنچا رہے تھے۔ وہ توپخانے اور ٹرک انٹورٹ پر بم گرا رہے تھے۔ ایک قیامت کا منظر برپا تھا۔ ترک فوج ہتھیار وغیرہ چھوڑ کر اپنی جانیں بچانے کیلئے ادھر ادھر بھاگ رہی تھی۔ پریشانی میں ملے کہیں بھی سر حبیبا نے کیلئے جگہ نہ ملتی تھی۔ موت کا بازو اگرم تھا۔ کناروں پر عرب

قتل و فحاشی گری کرتے چلے آ رہے تھے ترکوں کو انکی حسن خدمات کا صلہ دے رہے تھے۔ بے وفائی کا دم بھرتے تھے۔ جو ترک ملا اس کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔

باایں ہمہ مصطفیٰ کمالؑ اپنی فوج کو جو اس آڑے وقت میں آپ کے قبضہ میں تھی۔ جرأت اور دلیری کی روح پھونکنے ترہے۔ ان کے جوصلے بڑھاتے پہے پھر آپ دیرہ اسٹیشن کی طرف پسا پسا کر اس سرعت اور تیز رفتاری کے ساتھ دمشق پہنچے۔ کہ اتک دی فوجیں انجی گرد کو بھی نہ پاسکیں۔ اور حیران و ششدر پیچھے رکھیں۔

دمشق پہنچ کر اپنے مقام کیا۔ لیان وان سائڈس نے حکم دیا کہ ایک نئی لائن تیار کی جائے۔ مصطفیٰ کمالؑ نے عصمت کو دمشق میں چھوڑا۔ اور علی فوری کو ہمراہ لے کر اپنا کام شروع کر دیا۔ اس وقت خبریں آرہی تھیں۔ کہ ساحل کو گاؤں کے لوگوں نے دشمن کی اطاعت قبول کر لی ہے۔

مصطفیٰ کمالؑ نے اپنے کام میں بہت جلدی کی۔ لیکن فوج کی اخلاقی جرأت ناکود ہو چکی تھی۔ یہ حالت نہ صرف سپاہیوں کی ہی تھی۔ بلکہ اعلیٰ درجہ کے ترکی افسر بھی جان بچانے کیلئے بھاگ رہے تھے۔ مصطفیٰ کمالؑ اپنی کوششوں سے ابتری۔ اور پریشانی کا اثر مٹانے میں کامیاب نہ ہوئے۔ اپنے آرمی کو غصہ بکھڑے کر دی۔ کمانڈر کو بھاگتے ہوئے گرفتار کیا۔

مصطفیٰ کمالؑ نے اس افسر سے کہا ”تم واجب القتل ہو۔ لیکن میں تم کو ایک اور موقعہ دیتا ہوں۔ جاؤ علی فواد کے ماتحت ریا قی میں محنت سے کام کرو۔

وہ جرنیل سلام کر کے رخصت ہوا۔ لیکن اگلی صبح کو پھر بھاگ گیا۔ مصطفیٰ کمالؑ نے دیکھا کہ جب اعلیٰ افسروں کا یہ حال ہے تو جو نیر افسروں کو گولی سے اڑا دینا لا حاصل ہے۔ اس وقت آپ اس نتیجہ پر پہنچے کہ تقسیم کیلئے وقت کی ضرورت ہے۔ اسلئے کمکود و صمدیل نیچے الیو کی طرف پسا ہو جانا چاہیے۔ اور شمال کی طرف

نئی لائن تیار کرنی چاہیے۔ تاکہ ترکی کی طرف جاتی ہوئی سڑکوں کی حفاظت ہو سکے اور سیریا کو ترک کر کے اپنے گھر کو پانا چاہیے۔ یہ سوچ کر آپ لیمان وان سائڈز کے پاس گئے۔ اور اپنی تجویز اس کے روبرو رکھ دی۔

جس میں جرمنل نے کہا کہ آپ کی تجویز مقبول ہے۔ لیکن میں ایسا حکم نہیں دے سکتا۔ میں اصبتی ہوں۔ عثمانی حکومت کا ایک حصہ کس طرح دشمنوں کے ہاتھ دیدیا اس کا فیصلہ آپ کر سکتے ہو۔ جو اس ملک کے مالک ہو۔

مصطفیٰ کمال نے کہا کہ میں پوری طرح ذمہ داری لیتا ہوں۔ اور حکم دیا کہ فوراً الپہر کی طرف پسپا ہو جاؤ۔

مصطفیٰ کمال خود فوج کے آگے آگے تھے۔ الپہر سے دس میل شمال کی جانب ایک نئی لائن تیار کی۔ آپ نے اس راستہ کو روک لیا۔ جو طورس پہاڑ میں سے گذر کر سڑکی کی طرف جاتا تھا۔ اس راستے میں سے صرف ایک ہی آدمی گذر سکتا تھا۔ اس میں کوئی بھی بغیر اطلاع گذر نہیں سکتا تھا۔ عرب۔ فلسطین اور سیریا۔ عربی علاقے تھے۔ جن کو فتح کر کے ترکوں نے اپنی سلطنت میں شامل کر لیے تھے۔ یہ علاقے اس جنگ میں ترکوں کے ہاتھ سے جاتے رہے۔ مصطفیٰ کی یہ غرض تھی کہ اپنے گھر کو اغیار کی دستبرد سے بچایا جائے۔ اور اس مقام پر دشمنوں کا ڈھکڑا مقابلہ کیا جائے۔ انہوں نے فیصلہ کیا تھا کہ اس جگہ آخری دم تک اپنی مادرِ وطن کی خاطر مقابلہ کریں گے۔

جو ہنر شکت خوردہ افواج الپہر پہنچیں۔ انکی نئی جہتیں تیار کی گئیں اور لائینوں میں مامور کر دیا۔ انہیں نئی جرأت کی روح پھونک دی۔

اس اثناء میں سڑکی میں ایک انقلاب عظیم برپا ہوا۔ انور۔ طلعت اور جمال بلیک سی کے راستے بھاگ گئے۔ کیونکہ اب انکو پانسہ پلٹنا نظر آیا۔ کامیابی کی کوئی جھلک نظر نہ آئی۔ ان کو یقین ہو گیا تھا کہ سڑکی کو شکست ہو گی۔ اور دشمن کا ملک پر قبضہ ہو جائے گا۔ بہت ذرا وہ اپنی جان عزیز بچا کر بھاگ گئے۔ انکے فرار

ہونے کے بعد نئی گورنمنٹ کی تشکیل ہو گئی۔ سپیٹن روف اور جنرل فیضی وزارت کے عہدوں پر مامور کیے گئے۔

ادھر کرنل لارنس نے عربوں کے ذریعہ مصطفیٰ کمال کو کھلا بھیجا۔ کہ آپ اپنی گورنمنٹ کو اس امر کی ترغیب دیں کہ وہ اتحادیوں سے علیحدہ صلح کا انتظام کرے لیکن آپ نے ایسا کرنے سے انکار کر دیا۔ اور کہا کہ میں لڑو گنا۔ آپ نے اپنی پوزیشن کو مضبوط کرنے کی از حد کوشش کی۔

اولاً ایلو کے باشندے بالکل خاموش تھے۔ لیکن جب انہوں نے دیکھا کہ آٹھ دی فوجیں آگئے شہر کے قریب آگئی ہیں۔ تو انہوں نے ترکوں سے عداوت اور مخالفت کا اظہار کیا۔

مصطفیٰ کمال شہر میں ایک ہوٹل میں مقیم تھے۔ ایک موقع پر جب وہ اپنے دفتر سے کا رہ جا رہے تھے۔ لوگوں نے آپ کو گھیر لیا۔ اور دایلا شہر شروع کر دیا۔ آپ نے اس ہجوم کو پیچھے ہٹا کر اپنی قیام گاہ کا رخ کیا۔ لیکن اس ہجوم نے قیام گاہ تک تعاقب کیا۔

اگلی صبح کو آپ نے پھر شور مچا۔ آپ اپنے کمرے کے چھ پرے۔ دیکھ کر بازار لوگوں سے بھر رہے۔ اور عرب شہر میں داخل ہو گئے ہیں۔ اس وقت آپ نے شہر کو چھوڑ دیا۔ نئی لائن کے عقب میں کتب پر اپنا ہیڈ کوارٹر مقرر کیا۔ اور آہوا لے حملہ کیلئے تیار ہو گئے۔

۲۶ اکتوبر کو اتحادیوں کا ہراول کا دستہ نمودار ہوا۔ ہندوستانی فوجوں نے ہری تان گاؤں کے قریب ترکوں کی نئی لائن پر حملہ کر دیا۔ مصطفیٰ کمال خود اس گاؤں کی طرف گئے اور فائر کا حکم دیدیا۔ اب ترکوں کے حوصلے بڑھے ہوئے تھے۔ وہ جی کھول کر لڑے حملہ آوروں کا نقصان شدید ہوا۔ انہیں پھل پڑ گئی اور مزید ٹمک طلب کی۔ ترک اس آتش میں دس میل شمال کی جانب ہٹ گئے۔ اس وقت قسطنطنیہ سے اطلاع ملی کہ ترک کی گورنمنٹ نے مقام مدروس پر انگریزوں سے صلح کر لی ہے۔ اس طرح اطالی کا خاتمہ ہوا۔

دوسرا باب

جنگ یورپ سٹس چار سال تک مہیب صورت میں جاری رہی۔ بحیاب عارضی مسلح جانیں تلف ہوئیں۔ کروڑوں روپوں کا مال ضائع ہوا۔ منتخب زمین بالکل تباہ و برباد خستہ اور شکستہ حال ہو گئے۔ اوس اثنا دہیں پرنیڈنٹ ولسن امریکہ تازہ دم فوج ٹیڈی ڈل ہمارا لیکر اتحادیوں کی حمایت میں سیل رواں کی طرح یورپ کی طرف بڑھا۔ اس نے ہم انکھات صلح تمام متحاربین سلطنتوں کے روپوں پیش کر کے التوائے جنگ کی تجویز پیش کی۔ متحارب حکومتیں پیسے ہی سے جنگ سحر بیزار تھیں۔ انہوں نے ۱۹۱۸ء کے اخیر میں تنکے کا سہارا لیکر پرنیڈنٹ ولسن کی تجویز کے مطابق ہتھیار ڈال دئے۔ لڑائی سے کنارہ کش ہوئے۔ ٹرکی نے بھی اکتوبر ۱۹۱۸ء میں جنگ سے دست برداری کا اعلان کر دیا۔ اسوقت جنگ بند کرنے کا نام عارضی صلح رکھا گیا۔

چونکہ امریکہ اتحادیوں کی حمایت میں نکلا تھا۔ اور جنگ کو بند کرانے اور عارضی صلح قائم کرانے میں کامیاب ہوا تھا۔ لہذا لازمی طور پر یہی کہا جائے گا کہ فتح کا جھنڈا اتحادیوں کے ہاتھ رہا۔ پرنیڈنٹ ولسن نے مکمل صلح کیلئے داغ بیل ڈال دی۔ ایک کونسل مقرر کی۔ جس کا نام سپریم کونسل رکھا گیا۔ تاکہ یہاں تمام شرائط صلح طے ہو کر جنگ مکمل طور پر بند ہو جائے۔ اور آئندہ ہمیشہ کیلئے دنیا میں امن امان کا دور دورہ قائم رہے۔ چونکہ اتحادی فاتحین تھے۔ اسلئے صلح کا کام اتحادیوں کو تفویض ہوا۔ اور ولسن کے ۱۴ نکات کے مطابق مسدہ آباد ہونے لگا۔ یورپین

حکومتیں تو ان ہم نجات سے فائدہ اٹھا گئیں۔ لیکن رٹکی کے حق میں یہ ہم نجات پیام موت ثابت ہوئے۔

ورن کا منشا تھا کہ ہر ایک قوم دنیا میں آزادانہ زندگی بسر کرے۔ لیکن اٹھامی ترکوں کو دنیا سے نیست و نابود کرنے کے منصوبے کر رہے تھے۔

اس التوائے جنگ کے بعد مصطفیٰ کمال ابھی جنوبی محاذ پر ہی تھے

قسطنطنیہ کو واپسی

تمام جرمن افسروں کو واپسی کا حکم مل گیا۔ آپنے لیمان وان سائڈرس سے جنوبی رٹکی میں تمام افواج کا چارج لے لیا۔ دونوں آپس ایک دوسرے کی بڑی عزت کرتے۔ خاطر مدارات سے پیش آتے۔ دونوں بہادر سپاہی تھے۔ بہادر بہادر کی قدر کرتا ہے۔ اب سلیمان وان سائڈرس مصطفیٰ کمال کا مہمان تھا۔ اور مصطفیٰ کمال میزبان۔ افسری باقاعہ ہوا۔

اگرچہ رٹکی نے شکست کھائی۔ لیکن مصطفیٰ کمال مطیع ہو نیکے لیے تیار نہ تھے آپ نے دشمنوں سے شرائط صلح پیش کرنے کی وجوہات بیان کیں۔ جب اتحادیوں نے الیکٹریٹھریہ پر قبضہ کرنے کی خواہش ظاہر کی تو آپنے انکار کر دیا۔ انکار کر دیا۔ اپنی فوجوں کو تیار رہے کا حکم دیکر حملہ کا عہد ڈال دیا۔

اس آتش میں عزت پاشا وزیر اعظم نے آپ کو تاروی کہ اتحادیوں کی تابعداری قبول کر لینی چاہیے۔ آپنے جواب دیا۔ ہمیں کبھی نہیں جھکنا چاہیے۔ اگر ہم ایسا کریں گے تو تباہ ہو جائیں گے۔

آپ اپنی لائیں کو براہ مضبوط کرتے رہے۔ افسروں کو سپاہیوں کے عقب میں بھیجا دیا۔ تاکہ آدمی جمع کر کے باقاعدہ سپاہی بنالیں۔ اور دشمن کو رٹکی میں داخل ہونے سے روکا جائے۔ مصطفیٰ کمال کا خیال تھا کہ بصورت ضرورت گوریلا وار کی صورت پیدا کر دی جائے گی۔

ادھر قسطنطنیہ میں نئی گورنمنٹ کی تشکیل ہو چکی تھی۔ فتی کیپٹن رؤف۔ اور جنرل فیضی گورنمنٹ ہاؤس میں وزارتوں کے عہدوں پر مامور تھے۔ عصمت کو انڈر سیکریٹری

آف سیٹٹ محکمہ جریمہ کا عہدہ دیا گیا۔ اس موقع پر مصطفیٰ کمال بالکل ہی فراموش ہو گئے
 اُنکو کوئی عہدہ وزارت نہ ملا۔ عزت پاشا نے آپ کو قسطنطنیہ میں بلا دیا۔ وہ سلطان
 سے کسی بات پر جھگڑ پڑا۔ اور استعفیٰ داخل کرنا چاہتا تھا۔ تو رفیق پاشا بوڑھا
 آدمی انگریزوں کا حلیف و وزیر اعظم بننے کو تھا۔ بدینہ عزت پاشا نے مصطفیٰ
 کمال کو قسطنطنیہ بلایا۔ اُسکو آپ کی مدد کی ضرورت تھی۔ بنا بریں فوج کا چارج
 دیکر قسطنطنیہ کی طرف روانہ ہو گئے۔

جب مصطفیٰ کمال قسطنطنیہ میں پہنچے تو کیا دیکھتے ہیں
 قسطنطنیہ پر اتحادی قبضہ کہ جنگ ہند ہوئے ابھی ایک ہی مہینہ گزرا تھا۔ اتحادی
 ملک پرتگال ہیں۔ انگریزی جنگی جہاز باسفورس میں کھڑے ہیں۔ انگریزی فوجوں
 کے پاس دارالخلافہ اور درہ دانیال کے قلعے ہیں۔ فرانسیسی فوجیں استنبول اور کلاطنا
 میں موجود ہیں۔ اطالوی فوجیں پیرا اور ریوے پرتگال ہیں۔ اتحادی فیسٹرن
 کے ذمے پولیس۔ جنرل۔ بندہ گاہوں کا گرانا اور فوج سے ہتھیار چھیننا ہے
 غرضیکہ سلطنت عثمانیہ کے حصے بخرے ہو چکے ہیں۔ مصر۔ سیریا۔ فلسطین۔ اور
 عرب کے علاقے اُنکے ہاتھ سے نکل چکے ہیں۔ رُکی خود اتحادیوں کی آہنی گرت
 میں بے بس ہے۔ رُکی گورنمنٹ کی مشینری شکستہ ہو چکی ہے۔ انہیں اتحادیوں کی
 کا بھی کوئی نام و نشان نہ تھا۔ التور۔ طلعت اور جمال دوسرے ملکوں میں جان
 بچا کر فرار ہو چکے تھے۔ جاوید اور دیگر اکابر ملک مخفی تھے۔ لیکن مصطفیٰ کمال
 دشمنوں کے مظاہرہ سے خوف زدہ نہ تھا۔ وہ ہر طرح دشمنوں سے مقابلہ کیلئے
 تیار تھا۔ اسوقت ملک میں عام کمزوری رونما ہو چکی تھی۔ اتحادیوں کے مقابلہ
 کیلئے لوگ تیار نہ تھے۔ انہوں نے اپنے آپ کو اتحادیوں کے رحم پر چھوڑ دیا۔ کہ
 وہ جو طرح چاہیں۔ اُنکی قسمت کا فیصلہ کریں۔

ایسے نازک وقت میں مصطفیٰ کمال نے دیکھا کہ ہر فرد بشر طول و نمکین پر لگند
 خاطر اور ناامید۔ اسوقت اپنا تک رُکی پر مصیبت کا پہاڑ ٹوٹ پڑا تھا جس نے

ہر شخص کو باورس کر دیا تھا۔ ملکی لیڈریت بڑی حالت میں تھے۔ لوگ اُنکے در پے تھے رعایا میں ایک عام اختلافی پریشانی رہتا ہو چکی تھی۔ آپنے سوچا کہ اگر اس وقت کوئی جماعت تیار کی جائے۔ تو قوم مزور اُسکی مدد کرے گی۔ اناطولیہ کے باشندوں کو رط کی کی قسم کے نظرات سے آگاہ کیے بغیر اور اُنکی پُر اثر اُماد اور اعانت حاصل کیے بغیر کچھ کچھ ممکن نہ تھا۔

عزت پاشا سے ملاقات

اِس وقت مصطفیٰ کمال سیدھے عزت پاشا کے پاس گئے۔ آپنے اُس کو غمگین اور طول پایا۔ دشمنوں کے ملک میں داخل ہونے پر انور اور طلعت براستہ بحیرہ اسود ضرور ہو چکے تھے۔ عزت پاشا نے بخوشی اُنکو جان بچانے کی اجازت دی۔ حالانکہ سلطان نے حکم دیا تھا کہ ان مفزوروں کو گرفتار کر کے استخادیوں کے حوالہ کر دیا جائے۔ اور استخادیوں سے یارازہ گانٹھنا چاہیے۔ اُسے نہ کہا انور اور طلعت اگرچہ مجرم ہیں۔ لیکن آخر وہ بھی ترک کی سہ سپوت ہیں۔ اُنکو اغیار کے ہاتھوں کس طرح دیا جائے۔ عزت پاشا نے سلطان کے حکم کی تعمیل نہ کی۔ اِس بنا پر سلطان اور عزت پاشا کے درمیان بھگڑ پیدا ہو گیا۔ اور عزت پاشا نے استعفیٰ دیدیا۔

مصطفیٰ کمال نے عزت پاشا کو مقابلہ کی ترغیب دی۔ بیشک وہ آپنے خیالات سے ہم آہنگ ہوا۔ لیکن وہ یہ نہیں چاہتا تھا۔ کہ وہ علیحدہ رہے۔ اور توفیق اور سلطان مل کر بڑ دلائے شکست قبول کریں۔

سلطنت کو دوبارہ حاصل کرنے کا کوئی سوال نہ تھا۔ عرب یا سیریا کو پھر فتح کرنے کا کوئی خیال نہ تھا۔ بلکہ یہاں تو سلطنت عثمانیہ کا ہی خاتمہ ہو رہا ہے۔ لہذا آپ تو رط کی کو بچانے کا سوال تھا۔

مصطفیٰ کمال نے عزت پاشا سے مل کر جمیعت بنانے کی کوشش کی۔ لوگ بھی اِس بات پر رضامند تھے کہ جمیعت و ملاقات حاصل کرنے کی کوشش کی جائے ہر ایک کی خواہش تھی کہ بیرونی امداد حاصل کی جائے۔ لیکن مصطفیٰ کمال کو بیرونی

ادراپر کوئی بھروسہ نہ تھا۔ وہ چاہتے تھے کہ ترکوں کو اپنی پاؤں پر کھڑا ہونا چاہیے۔
 ہر ایک سیاست دان کی نظر میں مصطفیٰ کمال کی طرف لگی ہوئی یقین۔ کیونکہ
 وزیر ملک میں نہ تھا۔ صرف یہی ایک کامیاب جرئیں ملک میں موجود تھا۔ آدروہ
 سلطان کا دوست بھی خیال کیا جاتا تھا۔ اسے دلیری سے جرمنوں کی مخالفت میں
 قدم اٹھایا تھا۔

مصطفیٰ کمال ہر روز سیاست دانوں کو اپنا ہم خیال بنانے کی کوشش کرتے
 آپ نے کئی کئی گھنٹوں تک پارلیمنٹ میں تقریریں کیں۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ پارلیمنٹ
 کے بہت سے ممبر آچے ہنچال ہو گئے۔ اور توفیق پاشا کو غلا ورٹ پاس ہو گیا۔ پھر
 مصطفیٰ کمال نے ڈیپٹوں کے سامنے تقریر کی۔ کہ توفیق پاشا کو گورنمنٹ کے
 کمرے سے خارج کر دینا چاہیے۔ اور ایک بڑی مضبوط گورنمنٹ کی بنیاد
 قائم کرنی چاہیے۔

وزیر کی تقریریں سننے کیلئے آپ گیلری میں بیٹھ گئے۔ جب ووننگ
 کی باری آئی۔ تو توفیق پاشا وزیر اعظم منتخب ہوا۔ آپ کی تمام کوششیں
 رائیگاں گئیں۔ آپچی امتیہ دول پر پانی پھر گیا۔ آپ کا خیال تھا کہ عزت پاشا
 وزیر اعظم ہو جائے گا۔ اور خود وزیر جنگ ہونگے۔ اور پھر دشمنوں کا ڈٹ کر
 مقابلہ کیا جائے گا۔

مصطفیٰ کمال کے خیالات نے گورنمنٹ ہاؤس کے ممبروں کو خوف زدہ کر دیا
 اس لیے انہوں نے توفیق پاشا کو ورٹ دیکر وزیر اعظم بنالیا۔

اب مصطفیٰ کمال کیلئے اور کوئی چارہ کار نہ رہا۔ آپ نے سلطان کی خدمت
 میں حاضر ہونے کی ٹھانی۔ جسے کی تقریب سید کے بعد آپ کو باریابی کی اجازت مل گئی
 مصطفیٰ کمال سلطان کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپنے سلطان کی خدمت میں عرض
 کی کہ حضور ایک بڑی مضبوط گورنمنٹ کی بنیاد ڈالنی چاہیے۔ جو دشمنوں کا سختی سے مقابلہ
 کر سکے۔ اگر حضور کی زبان سے تسلی آمیز کلمات نہ گئے تو تمام قوم کی ہمت بندھ جائیگی

پھر سلطان نے مصطفیٰ کمال سے فوج کی وفاداری کے متعلق پوچھا۔ جس کا جواب مصطفیٰ کمال نے یہ دیا کہ فوج کے غیر فرماں بردار ہونے کی... خاص وجہ تو کوئی نہیں۔ لیکن ازل مصطفیٰ کمال سلطان کی خدمت سے جدا ہوئے۔

اگلے روز سلطان نے نئی گورنمنٹ کو جسکی تشکیل ابھی مکمل ہی ہوئی تھی تو دیا اور داماد فرید پاشا کو وزیر اعظم مقرر کر دیا۔ اس تقریر پر بہت ہی سبجان پیدا ہوا سلطان کے خلاف اخبارات میں مضمون شائع ہونے شروع ہو گئے۔ لیکن مصطفیٰ کمال کو اس گورنمنٹ میں بھی کوئی جگہ نہ ملی۔ بلکہ داماد فرید پاشا کی تقرری کا الزام بھی آپ پر عائد ہوا۔ جو لوگ آپ کو لیڈر تصور کرتے تھے۔ وہی آپ کے مخالف نظر آئے۔

سلطان وحید الدین مصطفیٰ کمال کی پالیسی سے خوفزدہ تھا۔ اس لیے اُس نے آپ کو وزارت کا عہدہ نہ دیا۔ اُس کا خیال تھا کہ مصطفیٰ کمال سخت گیر پالیسی کا آدمی ہے اور نہ معلوم کل کو اسکی پالیسی کیا رنگ لائے۔ اس لیے وہ چاہتا تھا کہ گورنمنٹ نہایت ہی ملایم دل ہوئی چاہیے۔ جو کہ اتحادیوں سے نیک برتاؤ کرے۔ اور اپنے حق سلوک سے اپنی مطلب براری کرے۔ اور ملک کو بچائے۔ نئے وزیر اعظم داماد فرید پاشا نے بھی سلطان کی اس پالیسی کی تائید کی۔ لیکن مصطفیٰ کمال کی یہ پالیسی تھی کہ دشمن کے زبردستی جھکنا نہ چاہیے۔ بلکہ اسکا ڈٹ کر مقابلہ کرنا چاہیے۔ چنانچہ مصطفیٰ کمال نے سابقہ ملاقات میں بادشاہ کی خدمت میں یہی بات عرض کی کہ گورنمنٹ نہایت ہی مضبوط ہونی چاہیے۔ اور مجھ کو وزیر جنگ بنا دینا چاہیے۔ تب میں ٹرکی کو دشمن کے ہاتھ سے بچا لوں گا۔ اس لیے سلطان مصطفیٰ کی باتوں کو ڈر گیا۔ کہ اگر اسکو وزیر جنگ بنا دیا۔ تو یہ سخت گیر پالیسی کا آدمی سخت پالیسی اختیار کرے گا۔ اور اتحادی اور بھی زیادہ سخت ہو کر ملک پر خدا جانے کیا قیامت برپا کریں۔

مصطفیٰ کمال کی تمام مساعی راگیاں گئیں۔ وزیر جنگ بننے کی آپ کو عہدہ

تھی۔ لیکن وہ پوری نہ ہوئی۔ سلطان وحید الدین آیکا دوست تھا۔ اُس نے بھی کوئی امداد نہ کی۔ آخر آپ مایوس ہو کر قسطنطنیہ سے چلے گئے۔ اور قسطنطنیہ کے گرد و نواح میں ایک مکان کرایہ پر لے لیا۔ اور خاموش زندگی بسر کرنے لگے۔ اُس وقت مصطفیٰ کمال نے اپنی ماں اور بہن کے پاس رہنا پسند نہ کیا۔ البتہ اُن کو گاہ بگاہ ملنے کیلئے چلے جاتے۔

مصطفیٰ کمال ملک پر دشمنوں کا قبضہ دیکھ کر بہت گھبراتے تھے۔ اُنہی بدسلوکیاں اہل قسطنطنیہ کے ساتھ آپ کو بہت پریشان کرتی تھیں۔ لیکن خیر پوشیدہ رہتے۔ حتیٰ الامکان کسی سے جھگڑا نہ کرتے۔ کیونکہ اُن کی لڑائی جھگڑا کر نیکوایوں کو گرفتار کر لیتے تھے۔ آپ کا ایک دوست تھا۔ جس کے ساتھ آپ کو بہت محبت تھی۔ وہ عارف تھا۔ تعلیم کے زمانہ میں دونوں ہم جماعت تھے۔ سرائیکا اور مناستر میں دونوں اکٹھے رہے۔ میریا۔ گیلی پولی اور بلقان کی جنگوں میں بھی آپ اکٹھے تھے۔ بس یہی آپ کا ایک دوست تھا۔ جس کے پاس آپ اپنی درد بھری داستان بیان کر سکتے تھے۔

جنوری ۱۹۱۹ء میں اتحادیوں نے اپنے قبضہ میں کچھ ڈھیل دی۔
صلح کانفرنس کیونکہ ان میں آپہیں کچھ شکر رنج پیدا ہو گئی۔ پیرس میں صلح کانفرنس شروع ہو گئی۔ پہلے جرمنی کا معاملہ لیا گیا۔ رٹ کی کیلئے کوئی وقت معین نہ تھا کیونکہ شرائط صلح رٹ کی کیلئے ابھی تیار نہ کی گئی تھیں۔
 مسٹر لائیڈ جارج نے کہا ”چھوڑو رٹ کی کا معاملہ۔ وہ خود بخود لکڑے ہو جائیگی اور بعد ازاں ہم اُسکے حقے بخرے کر لیں گے“

اتحادیوں کی نیت ظاہر ہو گئی۔ یورپین متحارب اقوام کے قوم پرستوں کے حالات
 ساتھ صلح کی گفت و شنید ختم ہو کر صلح قائم ہو گئی۔ لیکن رٹ کی کا معاملہ معلق رکھا گیا۔ چنانچہ ۱۹۱۹ء کے درمیان ایوان صلح کانفرنس سے یہ گونج پیدا ہوئی۔ کہ رٹ کی کا کچھ علاقہ یونان کو دیدیا جائے گا۔ اور آرمینیا کی

علیحدہ حکومت قائم کی جائے گی۔ اور کچھ علاقہ بین الاقوامی رکھتے جائیگا۔ یہ پہلی چوٹ تھی جو ٹرکی کے شیرازہ کو بکھرنے کیلئے لگائی گئی۔ اس وقت ملک میں دو قسم کے لوگ تھے۔ ایک انتہا پسند جو ٹرکی کی تقسیم کے بالکل مخالف تھے۔ دوسرے اعتدال پسند جن کا عقیدہ یہ تھا کہ اتحادیوں پر بھروسہ کرنا چاہیے۔ صلح کانفرنس جو کچھ ٹرکی کیلئے کرے گی۔ وہ بہتر ہی کرے گی۔ اور ٹرکی کو کسی قسم کا نقصان نہیں پہنچائے گی۔ کیونکہ ٹرکی کی سلامتی کی نسبت متعدد بار معاہدہ و موافق ہو چکے تھے۔ ایک تیسرا گروہ تھا۔ جو یورپ کے مانتوں میں محض کٹھ پتلی کی طرح تھا۔ ملوک لعلت اس گروہ کو گلے میں پڑا ہوا تھا۔ اتحادی جدھر ان کو چاہتے موڑتے۔ یہ لوگ داماد فریدی پاشا اور اسکے رفعتائے کار تھے۔ سلطان نے داماد فریدی پاشا پر بھروسہ کر کے وزیر اعظم مقرر کیا کہ یہ ملک کا خیر خواہ رہے گا۔ اور اپنی نرم پالیسی سے اتحادیوں کی دست برد سے اپنے ملک کو محفوظ رکھیگا۔ لیکن اب یہی داماد فریدی پاشا اتحادیوں کا پھوسٹلا۔

جب ترکوں نے ٹرکی کی تجزیہ و تقسیم کے متعلق ایوان مشل سے گوج آٹھٹی سنی۔ تو اس وقت انہی آنکھوں میں تمام جہان تیرہ دتا رہو گیا۔ وہ سلطنت عثمانیہ جو کئی صدیوں سے صفحہ ہستی پر اپنی عظمت اور شان شوکت کو ساتھ دنیا میں قائم تھی آج آنکھوں سے دبلا ہو رہی ہوئی نظر آئی۔ انہیں اتحاد و ترقی پر سر دپڑی ہوئی تھی۔ اس کیٹی کے ممتاز اراکین نوری۔ جمال۔ طلعت۔ انور جیسے عظیم رہبر اور ملک میں موجود نہ تھے۔ وہ بھی جنگ کے بزر ہوئے ہی ملک سے بھاگ گئے۔ صرف ایک تجزیہ کار اور کامیاب جرنیل ملک میں موجود تھا۔ اور وہ مصطفیٰ کمال تھا۔ لیکن وہ بھی بے کس ہو کر ملک کی سیاسیات سے دست بردار ہو کر گوشہ گیر ہو چکا تھا۔

علاوہ ان کے ملک میں ہزاروں خیر خواہ موجود تھے۔ لیکن وہ بھی بے بس اور مجبور تھے۔ اگر بولتے تو باغی اور طاعنی بنتے۔ لیکن ان کا قومی جذبہ پائیدار نہیں ہوا تھا۔ وہ دلوں میں پنہاں تھا۔ جو بالآخر چمک کر رہا۔ یہ لوگ جو دلوں میں جذبہ وطن پرستی اور قومی درد رکھتے تھے۔ متحد و متفق ہو گئے۔ انہوں نے عہد کر یا

کر یا تو شرکی کو غصیروں کے ہاتھوں سے آزاد کراؤں گے۔ یا خود ہی قومی آگ پر
برسٹ جائیں گے۔ پس یہ لوگ جو ملک کی شان کو بحال رکھنا چاہتے تھے۔ انہی کا
نام قوم پرست ہوا۔ اور یہی انتہا پسند تھے۔ یہ لوگ ایشیائے کوچک قفقاز وغیرہ
علاقوں میں بے شمار تھے۔ قسطنطنیہ بھی ایسے لوگوں کے وجود سے خالی نہ تھا۔
یہ لوگ قوم فروشوں کی برابر مخالفت کرتے تھے۔

قسطنطنیہ میں استغذی نمایندروں کے درمیان تنازعات رونما ہو چکے
تھے۔ ہر ایک حکومت اپنا بہترین مفاد حاصل کر فیکے درپے تھی۔ اسوقت
استغذیوں کی یہ حالت دیکھ کر آزاد منش ترکوں کو یہ خیال پیدا ہوا کہ شاید مقابلہ
سے کوئی بہتر صورت پیدا ہو جائے۔ اور ترکی تباہی سے بچ جائے۔ لیکن قسطنطنیہ
میں کوئی ایسی سکیم کارگر نہیں ہو سکتی تھی۔ کیونکہ اس جگہ اتحادیوں نے سلطان کی
مدد سے نہایت ہی زبردست گرفت ڈالی ہوئی تھی۔ ہاں البتہ دور دراز کے
پیشاوری علاقوں میں مثلاً اناطولیہ میں یہ سکیم کوئی عملی رنگ پیدا کر سکتی تھی۔
باوجود اس اتحادی قبضہ کے دارالخلافہ میں کئی خفیہ انجمنیں قائم ہو چکی
تھیں۔ جتنا مقصد تھا کہ سامان حرب پر کسی طرح قبضہ کیا جائے۔ اور اندرون
ملک میں کسی محفوظ مقام پر جمع کیا جائے۔ اور عملی کارروائی شروع کی جائے
اعلیٰ عہدہ دار افسر بھی خفیہ طور پر ان انجمنوں کو امداد دے رہے تھے۔ عمت
محکمہ حربیہ میں انڈرسیکریٹری تھا۔ فیضی چیف آف دی سٹاف۔ فقی وزیر داخلہ
اور رؤف نمید یہ جہاز کا کمانڈر وزیر بحریہ تھا۔ یہ تمام افسر مصطفیٰ کمال کے
دوست تھے اور خفیہ طور پر کارروائیاں کر رہے تھے۔

قسطنطنیہ کے علاوہ اندرون ملک میں بھی چتر ایسی مجاہد کی تشکیل ہو چکی تھی
جو مقابلہ کی تیاریاں کر رہی تھیں۔ وہ انجمنیں جسکی بنیاد مصطفیٰ کمال نے جنوبی علاقوں
میں افواج کا چارج دینے سے پہلے ڈالی تھی۔ اب وہ بھی نمایاں طور پر وجود میں
آگئیں۔ قدیم انجمن اتحاد و ترقی بھی پھر ایک دفعہ جنش میں آئی۔ انہوں نے

ہر جگہ اجلاس شروع کر دئے۔

ساکیشیا کی سرحد پر کاسم کارا پچھ کے پاس چھ ہزار تازہ دم فوج تھی۔ اُسے اتحادیوں کے قبضہ میں روڑے اٹھانے شروع کر دئے۔ اور ہتھیار دینے سے انکار کر دیا۔

اتحادیوں کی خفیہ پولیس بلکہ عیسائی آبادی خاص کر سکوت کوں سے بدلہ لینے کے لئے خبر رسانی کا کام کرتی۔ اتحادی مشکوک آدمیوں کو قید کر کے جیل میں ٹھونس دیتے۔ لیکن ترک خفیہ سازشوں سے ایسے قیدیوں کو جیل سے نکال لے جاتے۔ ایسی کارروائیوں میں مصطفیٰ کمال کا ہاتھ تھا۔ جب اتحادیوں کو ایسی سازشوں کا پتہ چلا۔ تو انہوں نے بندوبست کر لیا۔ اس طرح قیدیوں کی مفروری کا سلسلہ طبع ہو گیا۔ اگر اتحادیوں کے پاس مصطفیٰ کمال کے خلاف کوئی مواد ہوتا۔ تو ضرور اُن کا ہی مصطفیٰ کمال کو گرفت میں لانے کی کوشش کرتے۔ تاہم مصطفیٰ کمال احتیاط سے ایسی کارروائیوں میں حصہ لیتے۔ اور خطرہ سے بچنے کی کوشش کرتے۔ اور کام بھی کر جاتے۔ دراصل تمام خفیہ انہیں آپچے اشارے پر ہی پیدا ہوئی تھیں۔

لیکن کچھ بھی ہو مصطفیٰ کمال اتحادیوں کی نظروں میں مشکوک تھے۔ آپ کا نام بلیک لسٹ میں درج تھا۔ یہ تو صرف مصطفیٰ کمال کی ہوشیاری اور عقلمندی کا نتیجہ ہے۔ کہ اتحادیوں کے پاس آپ کے خلاف کوئی میسر موجود نہ تھا۔ اور اتحادیوں کو ہاتھوں گرفتار نہ ہوئے۔ بہر حال وہ خطرناک آدمی ضرور مستعور کیے جاتے تھے۔ اتحادی ہر وقت تاک میں رہتے تھے کہ کوئی موقع پیدا ہو۔ اور مصطفیٰ کمال کی گرفتار کر کے جزیرہ مالٹا میں جلا وطن کر دیا جائے۔

مصطفیٰ کمال کی صحت ابھی خراب تھی۔ بہت کمزور تھا۔ پاس

مصطفیٰ کمال کا تقریر

روپیہ بھی نہ تھا۔ اور نہ کوئی یار و مددگار تھا۔ اگر کوئی آپ کا دوست تھا۔ تو وہ صرف عارف تھا۔ اس وقت آپ کا شمار متحوس غروب ہوا۔ اور سعد شاہ چمکا۔ ان حالات نے اچانک پلٹا کھیا۔ آپ کی قیمت پھر جاگ اُٹھی

قوم پرستوں کی تحریک، اداں بدن زوروں پر تھی۔ ملک کو آزاد کرانے کی تجاویز ہو رہی تھیں۔ سلطان اور اتحادیوں نے دو روز دیک کے علاقوں کا مطالعہ کیا۔ ان کو ہر طرف سازشوں کا بال بچھا ہوا نظر آیا۔ انقلابی مجالس پیدا ہو گئیں۔ سب سے پہلے اس امر کا فیصلہ ہوا کہ اناطولیہ کی انقلابی تحریکات کا خاتمہ کرنا چاہیے۔ قوم پرستوں کی ناکہ بندی کرنی چاہیے۔ اس غرض کیلئے یہ تجویز ہوئی کہ کسی کو سلطان کا نمائندہ مقرر کر کے اس علاقے میں بھیجا جائے۔ جو افواج سے ہتھیار زبردستی چھین لے۔ انجن اتھ دو ترقی کے جلسے بند کر دے۔ دیگر انجنوں کا خاتمہ کر دے۔ چنانچہ سلطان نے مصطفیٰ کمال کو اس کام کیلئے تجویز کیا لیکن اتحادی افسروں نے اس تجویز پر اعتراض کیا۔ کہ وہ خطرناک اور ناقابل اعتماد آدمی ہے۔ الیگزینڈریہ میں اتحادیوں کو ابھی آپ کی کارروائیاں فراموش نہ ہوئی تھیں۔ لیکن داماد فریدیہ پاشا نے بھی آپ کی ہی سفارش کی۔ اور کہا تمام بدامنی کی علامات ملک میں انجن اتھ دو ترقی کے سبب سے ہیں۔ مصطفیٰ کمال کا ہمیں کوئی ہاتھ نہیں۔ وہ انجن کا برائے نام مہر تھا۔ بلکہ انجن بند کر کے ساتھ اسکی مخالفت تھی۔ بذات خود وہ نہایت ہمہ ظرف آدمی ہے۔ قابل اعتماد ہے۔ اور اس کو ہی اس کام کیلئے مامور کرنا چاہیے۔

لیکن پھر بھی اتھ دیاں نے اس معاملہ کو کسٹلی میں ڈالے رکھا۔ اور سوچتے رہے کہ آیا مصطفیٰ کمال کو قید کر کے ملک بدر کر دیا جائے۔ یا سلطان کا نمائندہ بنا کر اناطولیہ میں بھیجا جائے۔ آخر داماد فریدیہ پاشا وزیر اعظم کے ایما پر اتحادیوں نے مصطفیٰ کمال کا نام بلیک لسٹ سے خارج کر دیا۔ آپ پہلے بھی سلطان کے ایڈیگانگ رہ چکے تھے۔ چنانچہ آپ کو شمالی علاقہ کا انسپکٹر جنرل افواج اور مشرقی صوبجات کا گورنر مقرر کیا گیا۔ ترکی کی مشرقی فوجوں کی کمان بھی انھیں کے متعلق تھی۔ آپ کو حکم ملا کہ وہ سمسون میں جا کر چارج لیں۔

جو ابھی مصطفیٰ کمال کو یہ جگہ ملی۔ آپ کی تمام کمزوری جاتی رہی۔ آپ کو اپنی دھن

میں کیا میاں بنی تھی۔ آپ نے لاکھ عمل بتا کر شروع کر دیا۔ کہ باہر جا کر کیا کرنا چاہیے
دفعہ حریم میں عصمت اور فیہی آپ کے دوست تھے۔ وہ بھی مادر وطن کو اختیار کر لیا تھا
میں دیکھنا نہیں چاہتے تھے۔ اُس نے مل کر آپ نے اندرونی پخت و پز کیا۔ نامہ و پیام
کے لیے خفیہ حروف کی علامات اور پختوں کا بند و بست کر دیا۔

ابھی آپ اس نئے عہدہ کا چارج لینے کیلئے قسطنطنیہ سے روانہ بھی
یونان کا قبضہ نہیں ہوئے تھے۔ جبکہ آف دیوں کی صلح کانفرنس نے پیرس سے
دوسری چوٹ ٹرکی کے شیرازہ پر لگائی۔ اور یونان کو حکم دیا کہ یونان فوراً تھریس
اور یہاں پر قبضہ کر ٹیکے لیے پیش قدمی کرے۔ یونان اور آف دیوں کے درمیان
پہلے ہی سے اس امر کے متعلق خفیہ ساز باز ہو چکی تھی۔ کہ وہ ان دونوں علاقوں پر
قبضہ کر ٹیکے لیے تیار رہے۔ اسلئے یونان پہلے ہی سے اس امر کیلئے تیار و آمادہ تھا
اپنی فوجوں کو لیس کر کے سرحد پر بیٹھا انتظار کی گھڑیاں شمار کر رہا تھا۔ سپریم
کونسل کا یہ تہارنہ اور جب رانہ حکم سننے ہی فی الفور ملک کے اندرونی حصہ میں داخل
ہو گیا۔ اور ان دونوں اضلاع پر قبضہ کر کے چیرہ دستیوں شروع کر دیں۔

یونان کی اس پیش قدمی کی پہلی وحشت اثر خراب سوت ٹرکی میں پہنچی جبکہ
بالائی میں پارلیمنٹ کا اجلاس ہو رہا تھا۔ اور مصطفیٰ کمال بھی اس اجلاس میں موجود
تھے۔ یہ خبر سننے ہی تمام دُور و حیران و ششدر رہ گئے۔ انہوں نے مصطفیٰ کمال
سے دریافت کیا کہ اب کیا کرنا چاہیے۔ انہوں نے جواب دیا کہ ہٹ و حملہ نہ کر
دل میں جگہ دینی چاہیے۔ اور دشمنوں کا خوب ڈٹ کر مقابلہ کرنا چاہیے۔

مصطفیٰ کمال متفکر و غلیظ اناطولیہ کی طرف جانے کیلئے تیاریاں
کرنے لگے۔ آپ نے بہت جلد نکل جانے کی کوشش کی۔ وہ
اپنی ماں کو سلام عرض کر ٹیکے لیے لگے۔ وہ بالکل اندھی تھی۔ اُسے دعا و برکت کلمات
ساتھ آپ کو رخصت کیا۔ اسی رات آپ جہاز پر سوار ہو کر باسعودیہ سے بحیرہ اسود
کی طرف چل دیے۔ اسوقت آپ کے ہمراہ عارف اور کرنل رفعت بھی تھے۔ ان کو

سیواس کے علاقہ میں فوج نمبر ۱ کی کمان دی گئی تھی۔ رؤف آپ کو رخصت کرنے کے لیے ہمراہ آیا۔

اس وقت مصطفیٰ کمال کے دل میں یہ خیال موجزن تھے۔ کہ اب دشمنان ٹرکی کے خلاف قوم پرستوں کی جماعت سے مل کر جدوجہد کرنی چاہیے۔

اس رات کو جہیں مصطفیٰ کمال جہاز پر سوار ہو کر جا چکے تھے۔ آدمی رات کے وقت وزیر اعظم نے اتحادی ہائی کمانڈر سے ملاقات کی اور کہا کہ سلطان نے مصطفیٰ کمال کی تقرری کے متعلق اپنی رائے تبدیل کر دی ہے۔ کیونکہ اسکو معلوم ہوا ہے کہ وہ باہر جا کر مزید خطرات کا موجب ہو گا۔ اسکو ہر ساحل پر روک لینا چاہیے۔

مصطفیٰ کمال کی گرفتاری کے احکام جاری ہو گئے۔ لیکن آپ ان احکام کے پہنچنے سے چند گھنٹے پیشتر نکلا چکے تھے۔ ۱۹ مئی ۱۹۱۹ء کو مصطفیٰ کمال اور آپ کے دوستوں نے بلیک سی کے بندرگاہ سمسونا پر قدم رکھا۔

سمسون میں اتحادیوں کا زور تھا۔ انگریزی خبر رساں انسر مصطفیٰ کمال کی ہر نقل و حرکت کو بغور نظر نہ کر رہا تھا۔ علاوہ اسکے مقامی یونانی اور آرمین بھی مصطفیٰ کمال کے متعلق خبری کرتے تھے۔ ترک مارے خوف کے آپ کے ساتھ بات چیت بھی نہ کرتے۔

سمسون کے ان حالات کو مد نظر رکھتے ہوئے مصطفیٰ کمال نے اپنا ہیڈ کوارٹر سیواس میں منتقل کر لیا۔ اور وہاں سے آرماسیا میں اپنا دفتر لے گئے۔ یوخراتر شہر مشرقی اور مغربی ٹرکی کی سرحدوں کے مقام اتصال پر بہت دور و دراز کے اندرونی حصوں میں واقع ہے۔ یہاں وہ ہر خطرہ سے محفوظ تھے۔ چھ ماہ تک آپ قسطنطنیہ میں بے دست و پا شکستہ خاطر بیٹھے رہے۔ ملک اور قوم کی خاطر کوئی کام نہ کر سکے۔ یہاں کام کر نیکے لئے آپ کے پاس کافی میدان تھا۔ آرماسیا میں بیٹھ کر اپنے تمام ملک میں تار بکھجے۔ فون کیے۔ آمد فوجوں کے حالات دریافت کئے۔

معلوم ہوا کہ افواج کی حالت بڑی نرم تھی۔ شکست خوردہ اور بے کام تھی۔

مقابلہ کی اُن میں سکت نہ تھی۔ انا طولیہ میں اس وقت صرف چار فوجیں تھیں۔ امداد پر
میں ایک۔ ان میں سے چار کی حالت تو بہت کمزور تھی۔ ہتھیار اُن سے چھینے
جا چکے تھے۔ صرف دیارِ بحر میں کاظم کارا بجر کے ماتحت باقاعدہ فوج تھی
اُس نے ہتھیار دینے سے انکار کر دیا تھا۔ بحرنا کے پہاڑوں میں اگے دگے
سے کرینوالے بیشمار گروہ رہتے تھے۔ جو بڑھتے ہوئے یونانیوں کا خوب مقابلہ
کر سکتے تھے۔ رُف نے امیر البحر کے عہدہ سے استعفیٰ دیدیا۔ اور وہ ان
پہاڑی لوگوں کی تنظیم کر رہا تھا۔

مصطفیٰ کمال کو جلد ہو گیا کہ فوجی افسر ضرور اپنی مدد کریں گے۔ آپوزٹ کو سیواس سے واپس بلا
لیا۔ انگو را میں علی فواد آرمی کو نمینہ کا کمانڈنگ تھا۔ اُسکو بھی بلایا۔ علی فواد
رُف کو بھی اپنے ہمراہ لیتے آیا۔ ان افسروں نے مل کر ایک خفیہ میڈنگ کی۔
عارف نے میڈنگ کا قلعہ نوٹ کر لیا۔ مصطفیٰ کمال نے اپنے خیالات اُن
افسروں کے سامنے رکھ دیئے۔ اس وقت بالاتفاق یہ تجویز پاس ہوئی کہ مقابلہ
کرنا چاہیئے۔ کیونکہ مقابلہ ہی اُمید کی جھلک پیدا کر سکتا ہے۔ پھر سب نے متفقہ
طور پر یہ لائحہ عمل تیار کیا۔ کہ بحرنا کے سامنے پہاڑی لوگوں کی یونانیوں کی
روک تھام کیلئے تیار کیا جائے۔ پرانی افواج کی تنظیم از سر نو کر کے قومی
فوج تیار کی جائے۔ تمام ملک میں مقامی مراکز قائم کیے جائیں۔ جہاں نئی
بھرتی اور سامانِ حرب و ضرب فراہم کیا جائے۔ لیکن یہ تمام کارروائیاں جزم
اعتقاد سے ہونی چاہیئے۔ تاکہ تحریک کا آغاز اقادی زور سے بخوبی تمام
منتشر قوت ایک مرکز پر جمع کی جائے۔ علی فواد کے ذمہ مغربی علاقوں کی اُکمان
ڈال لی گئی۔ کاظم کارا بجر کو مشرقی علاقہ تفویض ہوا۔ اور مصطفیٰ کمال کو ملک کا
مرکز کی حیثیت ملا۔

مصطفیٰ کمال نے ایک اور تجویز پیش کی کہ چونکہ سلطان اور پارلیمنٹ اپنی
اثر کے ماتحت ہیں۔ لہذا انا طولیہ میں ایک عارضی گورنمنٹ کی تشکیل ہونی

ہوتی چاہیے۔ باقی افسروں نے مخالفت کی۔ اور کہا کہ کوئی ایسی کارروائی نہیں کرنی چاہیے۔ کہ جس سے سلطان اور پارلیمنٹ کو صنعت پہنچے۔ مصطفیٰ کمال نے ہر طرح کی دلائل پیش کیں۔ تاکہ عارضی گورنمنٹ کی بنیاد ڈالی جائے۔ رؤف اور علی فواد دونوں مان گئے۔ اور رفعت نے اس تجویز کے تسلیم کر نیسے پھر تباہی مٹا لیا۔ لیکن آخر وہ بھی نئی گورنمنٹ کی تشکیل پر راضی ہو گیا۔

جب نئی گورنمنٹ کی تشکیل پر تمام افسر راضی ہو گئے۔ تو اس وقت انہوں نے فیصلہ کیا۔ کہ جہاں تک جلد ممکن ہو۔ سیواس میں ایک کانگریس منعقد کی جائے اور تمام ملک کے مندوبین طلب کیے جائیں۔ دیا کچی بی کاظم کارا بکر۔ ایڈریا نپل سے جعفر تیار اور کونیا سے جنرل کمانڈنگ نے بذریعہ تار اس فیصلہ پر اظہار اطمینان کیا۔ اس طرح مصطفیٰ کمال نے پہلی فتح حاصل کی۔ قومی رہنما آپ کے قبضہ میں تھے۔

مست ذکرہ بالا تجاویز کا خاطر خواہ انتظام ہو جائیے مصطفیٰ کمال کے حوصلے بڑھ گئے۔ اب وہ قہراً ملک کو بیدار کر نیکے درپے ہوئے۔ جنہوں پر قوم پرست ملک میں موجود تھے۔ ان سب کی قیادت اپنے ہاتھ میں لے لی یہ قوم پرست جو ابھی تک غیر منظم اور غیر منسلک حالت میں تھے۔ مصطفیٰ کمال کے ماتحت یک دل و جان ہر کر حقیقی اتحاد کے لباس میں آراستہ و پیراستہ ہو کر قوت عن الوطن کیلئے ظاہر ہوئے۔ اور سب مل کر ملک کو اعدا کی دستبرد سے محفوظ رکھنے کے لیے ہنایت ہی شہرہ مد سے کوشش کرنے لگے۔

دوسرا کام مصطفیٰ کمال نے یہ کیا کہ تمام قوم پرستوں کو ایک سطح پر لائیک علاوہ چھوٹی چھوٹی انجمنوں کو جو اتحادیوں کے قسطنطنیہ پر قبضہ کرنے کے زمانہ میں اندفاع کے واسطے پیدا ہو گئی تھیں۔ ایک مرکز پر جمع کر کے ایک عظیم الشان انجمن بنادی۔ اپنے اپنے عہدہ انیکٹر جنرل افواج سے یہ فائدہ اٹھایا۔ کہ استقلال ملی اور امانت کیلئے تمام افواج کو اس انجمن کا آئینہ کار بنا دیا

چنانچہ اپنے اس لائحہ عمل کے مطابق کام کیا۔

مصطفیٰ کمال نے گاؤں بہ گاؤں دورہ کیا۔ ادب و افسر فوجوں کے کم ہو جانے کے سبب سے بیکار تھے۔ ان سب کو جمع کیا۔ اور کہا کہ دشمنوں نے ٹرکی کے حصے بخرے کرنے کی تجویز کی ہے۔ اسلئے سب اغیار کے مقابلہ کیلئے تیار ہو جاؤ اپنی حفاظت آپ کرو۔ اور ملک کی حفاظت کیلئے نئی قومی فوج میں بھرتی ہو جاؤ۔ سلطان اور پارلیمنٹ آپ لوگوں کی حفاظت کر نیے تار ہے۔ کیونکہ وہ اغیار کے قبضہ میں ہے۔ صرف مقابلہ ہی ایک طریقہ ہے۔ جس سے آپ اپنے ملک اور اپنے بال بچوں کی حفاظت کر سکتے ہو۔

ہر گاؤں میں اپنے ایک ایک نمائندہ مقرر کیا۔ جو ایک کمیٹی تیار کرے لیکن مشکل یہ تھی کہ لوگ جنگ سے تنگ آگئے تھے۔ اب وہ آرام کی زندگی بسر کرنا چاہتے تھے۔ اگرچہ انہوں نے مصطفیٰ کمال کی تقریر کو غور سے سنا۔ لیکن وہ پھر بھی بڑے آہستہ آہستہ بیدار ہوتے تھے۔ اس وقت سمرنا سے خبریں متواتر آرہی تھیں کہ یونانی موانعات کو جلا رہے ہیں۔ ترکوں کا قتل عام کر رہے ہیں۔ ان خبروں نے آگ پر تیل کا کام دیا۔ لوگ بھڑک اٹھے۔ اور عملی کارروائی کے لئے آمادہ ہو گئے۔ ورنہ مصطفیٰ کمال کی تقریروں کا اثر لوگوں پر خاطر خواہ اور کسی بخشہ نہ تھا۔ مصطفیٰ کمال نے انہیں لوگوں کو دوسرے موانعات میں روج بیداری پیدا کرنے کا کام سپرد کیا۔

اب مصطفیٰ کمال آرماسیہ کو چھوڑ کر ارض روم کی طرف بڑھے۔ اس علاقہ میں آپکو بڑی آسانی سے کامیابی حاصل ہوئی۔ کیونکہ یہاں اتحادیوں نے روسیوں کی بناوت اور تخلیقہ کاشیا کے بعد ترکی سرحدات پر ایک علیحدہ ارمنی حکومت قائم کرنے کی تجویز تھی۔ یہاں کے باشندوں نے حلف اٹھائی کہ وہ آرمینیا کی حکومت کو کبھی تسلیم نہیں کریں گے۔ لہذا یاخو دمٹ بائیں گے۔ یا ان کو مٹا دیں گے علاوہ اسکے کہ نظم کارا بجر اور اسکی فوج بھی وہاں موجود تھی۔ انہوں نے بھی

اُن لوگوں کو تپسی دی اور کہا کہ ایش دی میاں سے بہت زور میں۔
الغرض مصطفیٰ کمال نے اس نئے کام کو ہاتھ میں لیتے ہی قوم کو آئندہ کے
خطرات سے خبردار کر دیا۔ لوگ مصطفیٰ کمال کے گرد بیہ ہو گئے۔ جہاں بھی آپ گئے
لوگوں کو عملی کارروائی کیلئے ترغیب دی۔

ایک نان کمیشنڈ آفیسر تین صد آدمی انگور اسے باہر جمع کر کے اُن کو قواعد
پر پید سکھلا کر انگور کے کمانڈر کے پاس لے گیا۔ بہت جگہوں میں اتحادیوں
سے سامانِ حرب لوٹ کر پہاڑوں میں جمع کیا گیا۔ تاکہ ضرورت کے موقعہ
پر کام آئے۔

ارمنی روم میں مصطفیٰ کمال نے سلطان کی طرف سے ایک اعلان شائع
کیا کہ اپنے ہتھیار اتحادیوں کے حوالے مت کرو۔ اُسے سول حکام کو ہدایت کی
ہے کہ نئی بھرتی کا انتظام کیا جائے۔ تاکہ ممزنا کے قبضہ کے خلاف آواز
بلتر کی جائے۔

تسطنطنیہ میں مصطفیٰ کمال کی ان عملی کارروائیوں اور سرگرمیوں کی
استغناء پہنچ گئی سلطان غصے میں بھر گیا۔ اور کہنے لگا کہ ابا اتحادیوں
کا مقابلہ کرنا حماقت ہے۔ اسکے یہ معنی میں کہ جو رعایت ہم کو ملنی تھی وہ مسدود ہو چکی
اور ترکی کا بالکل خاتمہ کر دیا جائیگا۔ مصطفیٰ کمال کو ملک میں سے فساد مٹانے
کیلئے بھیجا تھا۔ لیکن اب مصطفیٰ کمال خود مقابلہ کیلئے پہلک کو ابھار رہا ہے وہاں
فرید پاشا بھی مصطفیٰ کمال کے ایسے افعال شکر نہایت ہی حیران و پریشان ہوا۔
چنانچہ سلطان نے حکم دیا کہ مصطفیٰ کمال کو فوراً تسطنطنیہ واپس بلا لیا جائے۔

جوبنی مصطفیٰ کمال کو واپسی کا حکم پہنچا۔ آپ نے بادشاہ کو تار دیا کہ حضور یہاں
تشریف لے آویں۔ تاکہ آپ کی ماتحتی میں رنج و دشمنوں کا مقابلہ کیا جائے۔ تاکہ جواب
ملکہ فرما واپس آجاؤ۔ اسکے جواب میں آپ نے تسطنطنیہ میں واپس جانے سے
انکار کر دیا۔ اور کہا کہ جب تک قوم اور ملک آزاد نہ ہوگا۔ میں اناطولیہ میں ہی

سٹھ وینچا۔ یہ منکر سلطان نے آپ کو موقوف کر دیا۔ اور اعلان کر دیا کہ کوئی فوجی اور سولین افسر مصطفیٰ کمال کا حکم نہ مانے۔ مصطفیٰ کمال نے بھی اپنے عہدہ سے استعفیٰ دیدیا۔ اور ملازمت کا چولہا آٹا کر قسطنطنیہ میں بھیج دیا۔

اب مصطفیٰ کمال بالکل آزاد تھا۔ اب وہ پہلے سے بھی زیادہ سستی۔ اور سرگرمی کے ساتھ کام میں مصروف ہو گئے۔ آپ نے اپنے مددگاروں اور ملٹی کمانڈروں کو بلا کر کہا کہ اگر ہم پیش قدمی کریں گے۔ تو ضرور ہیکو اپنے آپ پر بھروسہ کرنا چاہیے۔ پارلیمنٹ ہمارے برعکس ہوگی۔ اور ہیکو پارلیمنٹ کا مقابلہ کرنا پڑے گا۔ ہیکو بڑی خطرات کا سامنا کرنا پڑے گا۔ بہت سی قربانیاں کرنی ہوں گی۔ اگر کوئی علی کارروائی کر بیٹھو گے۔ تو پھر تسکو یکھتا نا نہیں ہوگا۔ آپ لوگ اپنا ایک لیڈر مقرر کر لیں۔ کیونکہ کامیابی کے لیے یہ ضروری ہے کہ ایک سردار ہو۔ جو اس تحریک کو چلائے۔ اور دست دے۔ اگر تم مجھ کو انتخاب کر دو گے۔ تو پھر ختم کو میری قسمت کا شریک بننا ہوگا۔ اب میں ایک شہری آدمی ہوں۔ مجھے باغی کا خطاب حکومت کی طرف سے ملے گا۔ میں ایک شرط آپ کے سامنے رکھتا ہوں۔ کہ آپ لوگوں کو میرا حکم بطور فوجی ممانڈر تسلیم کرنا ہوگا۔

ان سب نے یک زبان ہو کر کہا کہ ہم اس تحریک کو چلاؤں گے۔ اور جاری رکھیں گے۔ انہوں نے مصطفیٰ کمال کو اپنا لیڈر تسلیم کر لیا۔ اور اپنے لیڈر کی شرائط بھی مان لیں لیکن ایک شرط انہوں نے بھی پیش کی۔ کہ سلطان کو نقصان پہنچانے کی کوشش نہ کی جائے۔ یہ شرط مصطفیٰ کمال نے تسلیم کر لی۔ اور کہا کہ سلطان اغیار کے ہاتھوں میں ہے۔ اور اسکے مشیر اچھے نہیں ہیں۔ اس لیے سلطان کے مشیروں۔ اور اغیار کا مقابلہ ضرور کیا جائے گا۔

مصطفیٰ کمال نے کانگریس کے انعقاد کیلئے دعوت نامہ بھیج دیئے

کانگریس ارض روم

تمام اضلاع میں تاریخیں بھیج دیں "ملک خطرے میں ہو کر رہی حکومت کے اغیار میں کچھ نہیں۔ ملک کی آزادی قوم کی کوشش پر منحصر ہے۔ سیوا اس کے

مقام پر کانگریس کے انفتاد کی تجویز کی گئی ہے۔ تاکہ کوئی لائحہ عمل تیار ہو سکے۔ ہر قسم سے کم از کم تین مندوبین آنے چاہئیں۔ تمام کارروائی خفیہ ہونی چاہیے۔
اس اثنا میں آپ نے کانظم کارابجر کے مشورہ سے قریب قریب کے اضلاع کے قومی لیڈر اور نمائندے ارض روم کی کانفرنس میں شامل ہونے کیلئے بلائے۔

چنانچہ ملک کے مختلف حصص سے نمائندے ارض روم کے مقام پر جمع ہوئے۔ بہت سے ان میں چھوٹی چھوٹی باتوں کو مد نظر رکھ کر مخالف تھے۔ مصطفیٰ کمال نہایت ہی خندہ پیشانی سے اور بہت درج انکو راہِ راست پر لے آئے عین اسوقت جب کہ ارض روم میں کانفرنس کی کارروائی ہو رہی تھی۔ اور گرم گرم بحثیں ہو رہی تھیں۔ مرکزی حکومت کی طرف سے کانظم کارابجر کے نام حکم پہنچا کہ مصطفیٰ کمال گرفتار کر لیا جائے۔ اور کانفرنس کو ختم کر کے تمام نمائندوں کو واپس بھیج دیا جائے۔

اب تمام معاملہ کانظم کارابجر کے ہاتھ میں تھا۔ ٹرکی کی باقاعدہ فوج بھی اس کے ماتحت تھی۔ ۱۹۱۷ء میں جب مصطفیٰ کمال نے اسکو فوج کا چارج دیا۔ تو اسوقت کانظم کارابجر روسیوں کے مقابلہ میں ہر مقام پر کامیاب رہا۔ جب کہ دیگر محاذوں پر تر کی افواج ہر جگہ شکست کھا رہی تھیں۔

کانظم کارابجر نیک نیت انصاف پسند پرانی وضع کارٹر کی افر تھا۔ اگر وہ چاہتا تو قوم کا لیڈر بن جاتا۔ لیکن اسکو ایسی خواہش نہ تھی۔ کانظم نے حکومت کے کوہنہ دیا۔ اور ثانی کرتا رہا۔ کیونکہ اس نے مصطفیٰ کمال اور رؤف کے ساتھ ایداد کا وعدہ کیا تھا۔ لیکن دوسری جانب سلطان اور مرکزی حکومت کی تابعداری اس کو مجبور کرتی تھی کہ احکام کی تعمیل کی جائے۔ چنانچہ اس نے مرکزی حکومت کے احکام کو مصطفیٰ کمال کے سامنے رکھ دیا۔

اسوقت مصطفیٰ کمال نے نہایت ہی لجاجت اور نرمی سے کام لیا۔ کیونکہ

اس وقت تمام محکمہ کاظم کے ہاتھ میں تھا۔ لیکن کاظم مضبوط اور دیانتدار آدمی تھا اگر اس وقت مصطفیٰ کمال کو گرفتار کر کے سلطان کے پاس بھیج دیا جاتا۔ تو یقیناً وہ یا تو جلاوطن کیا جاتا۔ یا دار پر کھینچا جاتا۔ بہر حال مصطفیٰ کمال نے کاظم کو یہی ترغیب دی کہ وہ کسی طرح گرفتار نہ کرے۔ مصطفیٰ کمال نے عارف سے اس امر کا انتظام کر لیا۔ کہ اگر کاظم نے گرفتار کرنے کی کوشش کی۔ تو وہ بھاگنے کی کوشش کریں گے اگر قابو آگئے تو آخر دم تک لڑیں گے۔ لیکن گرفتار نہیں ہوئے۔

انجیسا مصطفیٰ کمال نے اپنی دلائل سے کاظم کو راضی کر لیا۔ اور کاظم نے مجبوراً فیصلہ کیا۔ کہ وہ مصطفیٰ کمال - رٹوف اور پبلک کا ساتھ دیکھا۔ کانفرنس میں مرکزی حکومت کا آرڈر پیش کیا گیا۔ کانفرنس نے اس پر اظہارِ رائے کیا اور یہ تجویز برسرے شدہ دد سے پاس کر دی گئی "اعیار کے خلاف ٹھوس کام کرنا چاہیے اور ایک پرائس گرینٹ کی بنیاد ڈالنی چاہیے۔ جو حکومت کے کاروبار کو چلائے۔"

اس وقت ایک ایگزیکٹو کمیٹی کا انتخاب کیا گیا۔ تاکہ کانگریس سید اس کے موقع پر یہ کمیٹی اپنے خیالات کا اظہار کرے۔ مصطفیٰ کمال اس کمیٹی کے چیرمین مقرر ہوئے۔ اور رٹوف آپکا مددگار۔

کانفرنس نے مصطفیٰ کمال کو ارض روم کا بھی ڈیلیگیٹ چن لیا۔ اس طرح مصطفیٰ کمال کو دوسری مہمیاں حاصل ہوئی۔

اس کانفرنس کو دو ماہ گزر گئے۔ اور سیواس کانگریس کا وقت قریب آیا۔ اس کانگریس میں تمام ملک سے مندوبین بھیجے بدل کر غنیہ پہاڑی راستوں سے رات کو سفر کرتے ہوئے پہنچ گئے۔ مرکزی حکومت نے ان مندوبین کو گرفتار کرنے کیلئے پولیس قیادت کر دی۔ مصطفیٰ کمال خود گرفتاری سے بچے۔ صرف ارض روم اور سیواس میں جہاں باقاعدہ اقوام تھیں۔ آپ محفوظ تھے۔ لیکن پھر بھی جب درامہ پولیس کا ایک دستہ مصطفیٰ کمال کو گرفتار کرنے کیلئے سڑک پر انتظار میں کھڑا تھا۔ مصطفیٰ کمال کو وقت پر اطلاع مل گئی۔ آپ نے پہاڑی راستہ

آختیار کر لیا۔ اور ناموں و موصوفوں سیواس میں پہنچ گئے۔

کانگریس کا اجلاس منعقد ہوا۔ مندوین کے درمیان بڑے زور شور سے مباحثہ جاری رہا۔ لیکن کوئی مقصد حاصل نہ ہوا۔ پھر مصطفیٰ کمال نے اپنی ذلیل شروع کیں۔ اور کہا کہ یہ جو کچھ اس وقت ہم کر رہے ہیں محض بڑی کو دشمنوں کی چیرہ دستیوں سے بچانے کیلئے کر رہے ہیں۔ رفتہ رفتہ اپنے ارض روم کی طرح اپنا ذاتی اثر پیدا کر لیا۔

اس اثنا میں جبکہ کانگریس کے اجلاس ہو رہے تھے۔ مرکزی حکومت نے قسطنطنیہ سے علی غالب کو رز آف ملیشیا کے نام حکم جاری کیا کہ کر دو قوم کو جمع کر کے سیواس پر حملہ کر کے کانگریس کے نمایندگان کو گرفتار کر لو۔ (ملیشیا ایک ضلع ہے جو کہ کر دوں کے ملک میں سیواس کے جنوب میں واقع ہے۔)

یہ اطلاع پاتے ہی کانگریس بھڑک اٹھی۔ کیونکہ گرفتاری کا حکم بڑی ہتک سختی۔ کانگریس نے مصطفیٰ کمال کو حکم دیا کہ اسی وقت فوج ملیشیا میں لے جاؤ۔ کانگریس کا یہ حکم پاتے ہی مصطفیٰ کمال فوج لے کر ملیشیا کی طرف چلے گئے۔ کر دوں اور علی غالب کو گرفتار کر کے ہانک کر کانگریس کے روبرو لے آئے۔ یہ موقعہ آپ کو قتل و غارتگری کا تمام ڈھپٹوں نے آپ کی رہنمائی قبول کر لی۔ آخر کار اعلان ہو گیا کہ کانگریس ملک کی واحد نمائندہ جماعت ہے۔ اور یہی پبلک کی آواز ہے۔ ریزولوشن پاس ہو گیا کہ اجنبیوں کا ڈٹ کر مقابلہ کیا جائے۔

یہ اس موقع پر کانگریس نے صلحنامہ کی شرائط بھی تیار کر دیں۔ جن کا نامل پیکٹ رکھا گیا۔ ممبران نے حلف اٹھایا کہ وہ ہرگز صلح کیلئے تیار نہ ہونگے۔ جب تک کہ دشمن نیشنل پیکٹ کو قبول نہ کرے گا۔ اس نیشنل پیکٹ میں جو مطالبات پیش کیے گئے۔ وہ صلح کیلئے کمترین مطالبات ہیں۔

مصطفیٰ کمال کا مطلب تھا کہ ایسی صلح ہو جو اس مرتبہ کر دہ معاہدہ سے بال بھر بھی مختلف نہ ہو۔ ملک میں امن نہ امان کا دور دورہ ہو۔ صلح عارضی نہ ہو۔ بلکہ پائیدار اور باعزت ہو۔ قومی حق ہرہ کا غلامہ حب ذیل ہے:-

(۱) ہم ان علاقوں کو ترک کرتے ہیں۔ بلکہ ان کا دعویٰ تک نہیں کرتے۔ جن میں عربوں کی آبادی کا غالب عنصر ہے۔ لیکن باقی ترک کی کو ہم سیاسی نسل اور مذہبی نقطہٴ خیال سے متحد خیال کرتے ہیں۔

(۲) ہم اجازت دیتے ہیں۔ کہ مغربی تھریس کے باشندے اپنی مرضی اور خواہش کے مطابق اپنا فیصلہ خود کریں۔ لیکن مشرقی تھریس کیلئے ہم کسی مصالحت کے ماننے کیلئے تیار نہیں ہیں۔

(۳) نئی سلطنتوں اور تازہ ساختہ ریاستوں کے متعلق جو اصول دول نے مقرر کیے ہیں۔ ہم ان کی قلیل التعداد آبادیوں کے حقوق تسلیم کرتے ہیں۔ اور ان کے ممبر و معاون ہیں۔

(۴) ہمارا مطالبہ ہے کہ قسطنطنیہ اور درہ دانیال ہم کو بغیر کسی شرط کے واپس دیئے جائیں۔ لیکن تجارت اور سلسلہٴ رسل و رسائل اور نامہ و پیام کے متعلق ان طاقتوں کے حقوق کا واجب احترام کرتے ہیں۔ جن کے مفاد درہ دانیال سے وابستہ ہیں۔

(۵) ہم اس بات پر زور دیتے ہیں کہ سیاسی اقتصادی اور عدالتی خود مختاری کو تسلیم کیا جائے۔

بعد ازاں ایک ایگزیکٹو کمیٹی کا انتخاب ہوا۔ مصطفیٰ کمال کو اس کا چیرمین بنا دیا گیا۔ اس کمیٹی کے ذمے یہ ڈیوٹی لگائی گئی کہ وہ مرکزی حکومت قسطنطنیہ کا بجا بطور پرائشل گورنمنٹ کام کریگی۔

علی غالب کے قبضہ سے خط و کتابت برآمد ہوئی۔ جس سے ثابت ہوا۔ کہ وزیر اعظم نے کردوں کو کانگریس پر حملہ کرنے کا حکم دیا تھا۔

کانگریس نے قسطنطنیہ کو الٹی میٹم بھیجا اور مطالبہ کیا کہ داماد فرید پاشا کو عہدہٴ وزارت سے برخواست کر کے نئی پارلیمنٹ کا انتخاب کیا جائے۔ جب اس الٹی میٹم کا جواب نہ آیا۔ تو کانگریس نے فوجی حکام کو حکم دیا کہ محکمہٴ مار پر قبضہ کر لیا جائے اور قسطنطنیہ کو

باقی ملک سے جدا کر دیا جائے۔ اور تمام ریونیو اور خط و کتابت پر انشل گورنمنٹ سے کی جائے۔ اور رسول حکام حسب ضرورت بااعتبار رکھے جاویں۔

غرضیکہ کانگریس نے تمام کارروائی ملک کی پر انشل گورنمنٹ کو تفویض کر دی۔ سول اور فوجی تمدن ترکان احرار کے سپرد ہوا۔ چنانچہ سیولین اور فوجی حکام کو تمام احکام سیواس سے موصول ہونے شروع ہوئے۔ اور تمام سرکاری کاروباری ذمہ داری بجائے قسطنطنیہ کے سیواس میں منتقل ہو گئی۔ اور ترکان احرار نے ان دو تاریخی جلسوں میں وہ تدابیر عمل مرتب کر لیں جو آئندہ مہافت عن الوطن کی راہ میں دلیل ہدایت ثابت ہوں۔

کانگریس نے اپنا دفتر انگور میں تبدیل کر لیا۔ جو ملک کے عین وسط میں ہے مصطفیٰ کمال کو ارمن روم کیلئے ڈپٹی مقرر کیا گیا۔

سلطان نے کانگریس کے مطالبہ کے مطابق داماد فریدپاشا کو برخاست کر کے علی رضا پاشا ایک معتمد اور بے وقت آدمی اسکی جگہ مقرر کر دیا۔ اور نئی پارلیمنٹ کے انتخاب کا حکم دیدیا۔ اس نئی پارلیمنٹ میں کانگریس کے بہت سے ممبروں کا حقہ بھرتی کر لیا گیا۔

نئی پارلیمنٹ کے انتخاب کیلئے کئی ممبرانہائی بحث کے لئے انگور اور نئی پارلیمنٹ آئے۔ پہلا سوال یہ پیدا ہوا کہ پارلیمنٹ کا اجلاس قسطنطنیہ میں ہونا چاہیے اور کانگریس تو روم میں چاہیے۔ مصطفیٰ کمال نے اسکی مخالفت کی اور کہا کہ کانگریس کا وجود قائم رہے گا۔ تاوقتیکہ ہمکو معلوم نہ ہو جائے۔ کہ پارلیمنٹ کہاں تک صحیح راستے پر چلتی ہے۔ اور یہ بھی کہا کہ قسطنطنیہ میں جانا حماقت ہوگی۔ کیونکہ وہاں آپ لوگ اجنبیوں کے قبضہ میں ہونگے۔ وہ مہافت کریں گے۔ اور گرفتار کر لیں گے۔ اسلئے پارلیمنٹ کا اجلاس انگور میں ہونا چاہیے۔ جہاں کوئی خطرہ نہیں۔ بلکہ پارلیمنٹ یہاں آزاد اور خود مختار رہوگی۔

لیکن مصطفیٰ کمال کی اس تجویز سے کسی نے اتفاق نہ کیا۔ اور کہا کہ ہم باغی

نہیں ہیں۔ بلکہ دارالخلافہ میں پارلیمنٹ ہوس میں بادشاہ کی اجازت سے بیٹھے ہیں مصطفیٰ کمال نے ہرچند کوشش کی کہ آں کو کسی طرح رخصت کیا جائے۔ لیکن انہوں نے نہ مانا۔ اور رؤف پاشا کے ہمراہ قسطنطنیہ کی طرف چل دئے۔ گویا کہ کانگریس کا مرکز انگورائے قسطنطنیہ میں منتقل ہو گیا۔ ایک دفعہ پھر سلطان اور مرکزی حکومت کے حق میں سپیک میں جوش پیدا ہو گیا۔ دفعہ کوتاہ یہ کہ اس قضیہ میں سلطان بازاری لے گیا۔ اور مصطفیٰ کمال ہار گیا۔ اور انگورائے قسطنطنیہ کمال کی خواہش کے مطابق قومی پارلیمنٹ کا افتتاح نہ ہو سکا۔ بلکہ قسطنطنیہ میں بطریق سابقہ پارلیمنٹ کا افتتاح ہوا جس میں قوم پرست لیڈر بھی شامل تھے۔

لیکن مصطفیٰ کمال اپنے خیالات پر قائم رہے۔ آپ کو معلوم تھا کہ قسطنطنیہ میں پارلیمنٹ ضرور ناکام رہے گی۔ کیونکہ وہاں دشمنوں کا غلبہ ہے۔ قوم پرستوں کو وہاں دم بھرنے کی مجال نہ ہو گی۔ فی الحقیقت قسطنطنیہ میں اس پارلیمنٹ کے ساتھ اتحادیوں نے ایسا ہی سلوک کیا۔ جیسا کہ مصطفیٰ کمال کو توقع تھی۔

چنانچہ تمام ممبر جو انگورائے چلے آئے تھے قسطنطنیہ قسطنطنیہ میں پارلیمنٹ کا اجلاس میں بالباغی میں جمع ہوئے۔ اور اجلاس منعقد کیا۔ ممبران نے سلطان کو نواداری کے تازہ بھیجے۔ جنوری ۱۹۲۰ء کے چہینے میں انہوں نے کام شروع کر دیا۔ مصطفیٰ کمال نے اس کارروائی میں دخل نہ دیا۔ بلکہ انگورائے ہی مقیم رہے۔ اور اس اجلاس کا انتظار کرتے رہے۔ جو ترک انگورائے واپس آئے تھے۔ آنکھ لیڈر رؤف پاشا تھا۔ صدر اعظم فیلڈ مارشل علی حسن رضا پاشا تھے ممبران بالباغی ترکان احرار کی کارروائیاں سنکر از حد خوش ہوتے تھے۔ بلکہ انہوں نے مصطفیٰ کمال کو ارض روم کا مینا گورنر مقرر کر دیا۔ لیکن کونسل عالیہ نے اس تقریر کو مرتجع اور صاف دھکی خیال کیا۔ اور کہا کہ اگر یہ تقریر منسوخ نہ کیا گیا۔ تو کونسل اپنے رویہ کو تبدیل کر دے گی۔

وہ ترکان احرار جو خوشی خوشی قسطنطنیہ میں پارلیمنٹ کا اجلاس منعقد کر چکے

آئے تھے۔ اُن کو بہت جلد معلوم ہو گیا کہ مصطفیٰ کمالی کا کتنا درست تھا۔ وہ اتحادیوں کے زیر اثر میں۔ اور قسطنطنیہ میں اتحادیوں کی موجودگی کے سبب سے اپنے ملک کے حقوق کی نگہداشت کیلئے آزادانہ طور پر گفتگو نہیں کر سکتے۔ اتحادیوں نے فی الفور آرڈر جاری کر دئے کہ اُن کو آرڈر کی تابعداری کرنی ہوگی۔ ساتھ ہی اس کے اتحادی کمانڈر نے حکم دیا کہ وزیر صریح کی جگہ منسوخ کر دی جائے۔ سلطان نے بھی اس حکم سے اتفاق ظاہر کیا۔ ڈیپٹیوں نے اس کے خلاف صدائے احتجاج بلند کی قومی پکیٹ شائع کر دیا۔ جو کہ سید اس کی کانگریس میں پاس ہوا تھا۔ اس پکیٹ میں صلح کے اصول درج تھے۔ گویا کہ یہ پکیٹ اتحادیوں کو ایک قسم کا چیلنج تھا۔

پھر ۹ فروری ۱۹۳۷ء کو ترکی ایوان پارلیمنٹ میں رٹوف نے کمانڈر حمید چہار نے تقریر کی جس کا خلاصہ حسب ذیل ہے۔

آفتدیلو! شرائط التوائے جنگ کا مدار پریسڈنٹ دلسن کے چودہ پیش کردہ اصولوں پر تھا۔ اور اپنی چودہ اصولوں پر مبنی سمجھ کر میں نے منجانب دولت عثمانیہ اور برطانوی فرامیر البحر نے منجانب دول اتحادی دستخط کر دیئے تھے۔ اور شرائط التوائے جنگ ہماری حکومت نے باقاعدہ شائع کر دی تھیں۔ اسکے سوائے اور کوئی معاہدہ مابین ہمارے اور اتحادیوں کے نہیں ہوا۔

شرائط التوائے کے خلاف نہ صرف دلایت سمرنا اور اس کے اضلاع پر اتحادیوں نے قبضہ کر لیا ہے۔ بلکہ موصل۔ اورتہ۔ کے اضلاع۔ مارش۔ عروہ۔ انطاکیہ اور اسکے اضلاع البرکب اور ترشچ پر قابض ہو گئے ہیں۔ ان لائٹوں اور نیز قسطنطنیہ پر قبضہ شرائط التوائے جنگ کے صریح خلاف ہیں۔ جب التوائے جنگ ہوا۔ قوم نے سمجھا کہ اب اس واماں کی زندگی بسر ہوگی۔ مگر آہ! اتحادیوں نے ہماری امیدوں کا خون کر دیا۔ اور ہماری قوم کے دماغ کو انتہائی صدمہ اور رنج سے متحمل کر دیا۔ حکومت عثمانیہ نے بار بار اتحادیوں کے خلاف شرائط التوائے جنگ پر صدائے احتجاج بلند کی۔ لیکن انہی آواز پر اتحادیوں نے کان نہ دھرا۔

اس سے زیادہ یہ کہ جب یونانیوں نے سمرنا پر قبضہ کیا۔ تو یہ لوگ بالکل خاموش تھے۔ لیکن باوجود انہی خاموشی کے یونانیوں نے ہزاروں مسلمانوں کو قتل کیا۔ اتحادیوں کی کارروائی اور حرکات قتل عام کے سامنے حکومت عثمانیہ بالکل ہی بے بس تھی۔ ہماری حکومت کو ہمیشہ یہی امید رہی ہے۔ کہ اب اتحادی اپنے الفاظ کی پابندی کریں گے۔ لیکن انہوں نے اب تک تو ایسا نہیں کیا۔ بلکہ اپنا قبضہ اور آگے بڑھا رہے ہیں۔ اور شرٹلے الٹوائے جنگ کی خلاف ورزی برابر کر رہے ہیں۔ اتحادیوں کی اس قتل غارتگری اور سفاکی کا ہی یہ نتیجہ ہے کہ ہماری قوم اور اناطولیہ کے لوگ متفق ہو کر اپنی قوم اور عزت کو بچانے کیلئے ہمت تن تیار ہو گئے ہیں۔ اناطولیہ میں اصلاحات ضعیف ہیں۔ مسلمانوں پر دشمنانِ دین کے ظلم و ستم کا یہ نتیجہ ہیں۔ آئندہ اس قسم کی حرکات کا افساد کرنا ہے۔ ان قوموں کے ابھر پڑنے کا سبب اس کے علاوہ اور کچھ نہیں ہے۔

آج ہماری قوم بلکہ دنیا کے مسلمانوں کا مقصد سوائے بقائے خلافت اقتدار سلطانِ منظم اور استحکامِ سلطنت عثمانیہ کے از روئے شرائطِ التوائے جنگ اور کچھ نہیں ہے۔ جو کہ دنیا کے روبرو پیش ہو چکی ہیں۔ خدا کرے کہ علی رضا شاہ ایک باوقار صلح کر نیکے قابل ہو سکیں۔ اور اس دن کا انتظار تمام قوم کر رہی ہے۔

قسطنطنیہ میں ایوانِ پارلیمنٹ میں ایسی تقاریر کا نتیجہ کچھ بھی نہ نکلا۔ بلکہ اتحادیوں نے قومی بیکیٹ پر بھی کوئی غور نہ کیا۔ تو ڈپٹی اور بھی سخت ہو گئے۔ ہر جگہ ان کے حق میں مظاہرے ہونے لگے۔ شمالی سیریا میں مقامی ترکوں نے فرانسیسیوں پر حملہ کر کے انکو پیچھے ہٹا دیا۔ فرانسیسی فوجی دستہ عین تاب اور اربہ میں گھر لیا گیا۔ تمام ملک میں ترک ہتھیار دینے سے انکار کرتے تھے۔ اور افسروں کا حکم نہ مانتے تھے۔ شرائطِ صلح کی خلاف ورزی کرتے تھے۔ ترکوں کے ایک گروہ نے گیلی پولی پر حملہ کیا۔ اور فرانسیسیوں سے ہتھیار جمین لیے۔ انہی ہزار بندو قیں۔ پانچ لاکھ کارٹوس۔ اور ۳۳ کلوڈار تو ہیں ترکوں کے ہاتھ آئیں۔ ترک اس سامان کو غالباً ایشیا کی طرف

لے گئے۔ یہ ترکانِ احمدیہ کی اہتِ الٰہی کا ردِ واثبات ہیں۔ جو صرف فرانس کے برخلاف ظہور پذیر ہوئیں۔

اسلشت میں ۳۴ فروری ۱۹۱۷ء کو سپریم کونسل کا قسطنطنیہ پر اختِادی قبضہ اجلاس منعقد ہوا۔ جس میں ترکی سلطنت میں پیش ہوا۔ اور فروری میں پریسٹ ہوتی رہی۔ اور شرائطِ صلح نے الجملہ طے پا گئیں۔ لیکن اُنکو پوشیدہ رکھا گیا۔ اور شرائط نہ کی گئیں۔ بلکہ اتحادیوں نے سوچا کہ شرائطِ صلح شائع کرنے سے پیشتر کوئی سخت کارروائی کرنی چاہیے۔ اس سخت کارروائی کا سبب قسطنطنیہ میں ترکانِ احمدیہ کی پارلیمنٹ کی کارروائیاں سمجھیں۔ یا شرائطِ صلح منسوخ کرنے کا پیش خیمہ خیال کریں۔ چنانچہ برطانیہ نے قسطنطنیہ کی طرف کوچ کر گئیں۔ اور ۱۶ مارچ ۱۹۱۷ء کو صبح کو انہوں نے قسطنطنیہ کے قبضہ کو اندر سرحد مضبوط کر دیا۔ انصار ویت زیادہ سخت اور معاندانہ تھا۔ پارلیمنٹ کے بعض ممبروں کو گرفتار کر لیا۔ جن میں رؤف فتحی اور دیگر قومی افراد شامل تھے۔ اور انکو جزیرہ مالطہ میں نظر بند کر دیا۔ ممبروں کو گھسیٹ گھسیٹ کر باہر لائے گئے۔ پارلیمنٹ ہاؤس پر قبضہ کر کے بند کر دیا۔ ظلم و ستم ڈھائے گئے۔ بے گناہوں کو قتل و غارت کیا گیا۔ ڈاک خانہ و تار کے محکمہ جات پر قبضہ کیا گیا۔ تاروں۔ اور خبروں پر اعتبار قائم کیا گیا۔ اتحادیوں نے مزید قسطنطنیہ میں داخل کر لیں تو پول کی شخصیت استنبول پر باندھ دی گئی۔ مگر شہر بالکل خاموش تھا۔ ترک بیچارے حیران و شدد رہ گئے۔ تمام تادمہ رنگ پوشیدہ ہو رہے تھے۔ یا نااطولیہ کی طرف بھاگ رہے تھے۔ عصمت اور فاضلہ دقز حریہ سے۔ اور خالدہ ادیب خانم اور آسکا خانہ دقز فوراً قسطنطنیہ سے کوچ کر گئے۔

اگرچہ یہ واقعات ایسے تھے کہ اُن پر یقین کیا جاتا۔ لیکن فی الحقیقت انھیں واقعات نے قوم پرستوں کو قوت بخشی۔ اور یہی آئینی کامیابی کے اسباب تھے تمام باخبر حضرات جو اختِادی قبضہ سے پریشان ہو کر بھاگ بھگے تھے انہوں نے

قوم پرستوں کے پاس پناہ لی۔ اور اُن سے مل گئے۔ جن سے قوم پرستوں کی جمعیت اور بھی طاقتور اور مضبوط ہو گئی۔ ارضِ روم میں جس تحریک کی تبلیغ ہوئی تھی۔ وہ پھیل لائی۔ لہٰذا تمام قوم پسند احرار ترکوں نے اس تحریک کو پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھا۔ اس تحریک نے یہاں تک اثر دکھایا۔ کہ تمام باشندے بلکہ مغرب سے غریب رہتاق بھی اسکا حمایتی بن گیا۔

اب قوم پرست غیر منقسم جماعت نہ تھی۔ بلکہ بہترین صورت میں قوم پرستوں کی حالت

منقسم اور مربوط ہو چکی تھی۔ دشمنوں کے اندفاع کے لیے میدانِ عمل میں نکل کھڑی ہوئی۔ لیکن ابھی یہ قلیل جماعت تھی۔ بہر حال جس قدر بھی تھی منقسم صورت میں اعداء کا ڈٹ کر مقابلہ کر نیکیے لیے تیار تھی۔ بے سروسامانی کا سامنا تھا۔ نہ کچھ کھانے کو میسر نہ کپڑا بدن ڈھانچے کو نصیب ہوتا۔ سخت دشوار حالت میں تھے۔ جنگلوں میں مارے مارے پھرتے تھے۔ مصائب و توابیہ برداشت کرتے۔ لیکن چونکہ بیچاروں پر ضرب کاری لگی تھی۔ ملک تقسیم ہو رہا تھا۔ گھر لٹ رہا تھا۔ آہنوں نے یہ سب باتیں برداشت کیں۔ اُن تکالیف کو محسوس کرنا تو درکنار۔ بلکہ وہ اپنی مادرِ وطن کی آغوش میں اپنی جان عزیز بھی قربان کر دینے پر تیلے ہوئے تھے۔ بظاہر اپنی دھن میں لگے ہوئے تھے۔ دِل میں ملک کی حالت زار پر تالاں تھے۔ تو کل برخدا ملک کو بچانے کی کوشش کرتے تھے۔ اپنی تحریک کی کشتی کو آہنوں نے بلاخیز طوفان کے خوفناک سمندر میں دھکیل دیا۔ اور اپنے خدا کے واحد کو اس کشتی کا نافع بنا دیا۔ جس کشتی کا خود خدا نافع ہوا۔ اُس کو کون نقصان پہنچا سکتا ہے۔ وہ خود ہی اُسکو سلامتی کے ساحل پر پہنچا دیتا ہے۔ چنانچہ ترکان احرار کی تحریک کی کشتی خدا کی مدد سے اس بلاخیز طوفان کی موجوں سے محفوظ رہی۔ اور سلامتی اور آزادی کے کنارے تک جا لگی۔ خود بخود ہی اُنکے لیے تمام سامان بھی مہیا ہوتے گئے۔ خوش قسمتی سے مصطفیٰ کمال جیسا ہر دلعیز اور قابلِ افسرانِ کومل گیا۔ جسکے ماتحت رہ کر وہ دینِ بدن ترقی کرتے گئے۔ اور

ساتھ ہی ان کی تحریک بھی نشوونما پاتی گئی۔

تحرک جوں جوں موقعہ پاتے۔ انگور میں چلے گئے
 فوجی قبضہ کے خلاف صدرائے احتجاج

قبضہ سخت کرتے گئے۔ قسطنطنیہ کی حکومت نے بہت براہ اولیا کیا۔ لیکن انہی کسی نے
 چیخ و پکار نہ سنی۔ اس قبضہ سے غرض یہ تھی کہ آئینہ شریعت کی تکمیل کرائی جائے
 اتحادیوں نے حکومت کے وادیا کے جواب میں اعلان کیا۔ کہ یہ فوجی قبضہ عارضی
 ہے بہت قلیل عرصہ تک رہے گا۔ سلطان کے خلاف کوئی کارروائی نہیں کی جائیگی
 بلکہ سلطان کو یہ سمجھنا چاہیے۔ کہ اتحادی اسکی امداد کر رہے ہیں۔ ہاں اگر کوئی
 غیر پسند واقعات ظہور پذیر ہوئے۔ تو اس قبضہ کی میعاد میں توسیع کر دی جائیگی
 اور ساتھ ہی یہ بھی لکھا کہ مصطفیٰ کمال اور اس کے ساتھیوں سے اظہار نفرت کرو
 کیونکہ جزیرات میں ملیشیا میں رونما ہوئی ہیں۔ اس کے ذمہ دار اس تحریک کے علمبردار
 ہیں۔ اگر ایسے واقعات کا پھر اعادہ ہوا۔ تو شرائط صلح اور بھی سخت کر دی جائیگی
 جو مراعات دی جا چکی ہیں۔ واپس لے لی جائیگی۔ جب تک شرائط صلح کی تکمیل نہ ہوگی
 قسطنطنیہ پر فوجی قبضہ قائم رہے گا۔

صدر اعظم نے قسطنطنیہ پر فوجی قبضہ کے خلاف صدرائے احتجاج بلند کی
 ملیشیا کے واقعات کے متعلق وزیر اعظم سارکچ پاشا نے لکھا۔ کہ ولایت عائدین
 میں یونانی سپاہ نے ترکوں پر بھی مظالم توڑے ہیں۔ علاوہ ازیں آرمینیا کی حکومت کا
 علیحدہ قیام اور بندرگاہ سمرنا پر یونانی قبضہ ایسے واقعات ہیں۔ جنہوں نے جوڑ
 پھیلادیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بحران۔ ملن کی تحریک ایسا کئے کو چاک میں وسعت پذیر
 رہی ہے۔ اس کے بعد وزیر اعظم نے لکھا کہ حکومت کو اس تحریک کو کوئی قلع نہیں اور نہ اسکے بس میں ہے۔
 ۱۲ مارچ کو اتحادی قبضہ کے قسطنطنیہ میں نہایت ہی شرمناک واقعات رونما ہوئے۔ اتحادی فوج نے
 قسطنطنیہ کی آبادی بے خوف ظلم و ستم توڑے۔ بلکہ خود سلطان بھی ان معاصیے محفوظ رہے کہ قوم پرستان
 بچا کر مصطفیٰ کمال کے جا لیکن شہر میں ظلم و قسطنطنیہ پر فوجی قبضہ نہایت ہی محکم ہو گیا۔

تیسرا باب

قوم پرستوں کی تحریک کو دبانے کی کوشش ہم گزشتہ باب میں آپ کو قوم پرستوں کے حالات قوم پرستوں کی تحریک - قسطنطنیہ پر اتحادی قبضہ - قسطنطنیہ میں ترکان احرار کی پارلیمنٹ کا انعقاد اور اُن کے حشر کے متعلق مفصل حالات و کیفیات بتا چکے ہیں۔ چونکہ ترکان احرار کی تحریک دن یہ دن بڑھ رہی ہے۔ اور ترقی کر رہی ہے۔ اس لیے سلطان اور اتحادیوں کے لیے یہ امر ناگزیر تھا۔ کہ ترکان احرار کے خلاف کوئی سخت پالیسی اختیار کی جائے۔ تاکہ تحریک دب جاسے۔ لیکن اتحادیوں کی کوئی تجویز کارگر نہ ہوئی۔ قسطنطنیہ پر صرف اتحادیوں نے ۱۶ مارچ کے بعد فوجی قبضہ کر لیا۔ تاکہ اگر اناطولیہ کی تحریک نہ دب سکے تو کم از کم قسطنطنیہ میں تو اس تحریک کا پوریہ بستر باندھ کر باسفورس کی تہ میں غرق کر دیا جائے۔ چنانچہ اتحادیوں نے طرح طرح کے ظلم و ستم ڈھائے۔ ترک بیچارے سخت مشکلات میں تھے۔ جانیں چھپاتے پھرتے تھے۔ اگر ظاہر ہوتے تو گرفتار ہو جاتے۔ نہ جائے رفیق، نہ چائے ماندن والا معاملہ تھا۔

حتیٰ الامکان اتحادیوں نے قسطنطنیہ کے لوگوں پر سختیاں کیں۔ اناطولیہ کی جماعت کے خلاف انہوں نے کوئی کارروائی نہ کی۔ اور نہ ہی وہ کر سکتے تھے۔

کہیں وہ اُنکی گرفت اور شکنجہ کی سے دور رہے۔ لہذا بلغا ہر اتحادیوں نے قوم پرستوں کے خلاف کوئی کارروائی نہ کی۔ بلکہ خاموش رہے۔ تاہم وہ سلطان اور اپنے ایکٹ دا نا دفرید پاشا اور اُسکی مرکزی حکومت سے قوم پرستوں کی مخالفت کرتے رہے۔ اگر کوئی معاندانہ کارروائی کی تو وہ صرف یہ تھی کہ جو قوم پرست لیڈر آئے ہاتھ آیا۔ قید کر کے جلاوطن کر دیا۔ علاوہ اسکے انہوں نے محکمہ جنگ۔ تار اور ڈاک خانہ کی عسارتوں پر قبضہ کر لیا۔ تاکہ مصطفیٰ کمال اور قسطنطنیہ میں رہنے والی ترکی افسروں کے درمیان سلسلہ رسل و رسایل اور گفت و شنید قائم نہ رہ سکے۔ اور اتحادیوں کو غلات کوئی آواز پیدا نہ ہو۔ لیکن باوجود ان مخالفتوں کے قوم پرستوں کا استیصال ممکن نہ ہوا۔ اناطولیہ کے قوم پرست تو علیحدہ رہے۔ قسطنطنیہ کے ترکان احرار کا خاتمہ کرنے میں کامیاب نہ ہوئے۔ بلکہ جس قدر سخت گیر قانون انہوں نے قسطنطنیہ کے اندر نافذ کیے۔ انکا یہ اثر پڑا۔ کہ قسطنطنیہ کے قوم پرست اتحادیوں کے مظالم سوتنگ ہو کر قسطنطنیہ سے بھاگ کر انگوڑا میں چلے گئے۔ اور مصطفیٰ کمال سے جا ملے۔ اس طرح اناطولیہ کے قوم پرستوں کی مزید تقویت کے اسباب پیدا ہو گئے۔

بہر حال قسطنطنیہ میں حرکان احرار کو پائمال کرنے کی کوششیں کی جا رہی تھیں لیکن غیر متسلک لوگ قسطنطنیہ سے نکل کر مصطفیٰ کمال سے ملنے ہوئے گئے۔ چنانچہ یعقوب شوکت پاشا وزارت حربیہ ترکیہ کے میں آدمیوں کے ہمراہ اپنا کام چھوڑ کر اناطولیہ چلے گئے۔ اس سے پہلے دس افسر قسطنطنیہ سے بھاگ کر قوم پرستوں میں شامل ہو گئے۔ پس خدا کے فضل و کرم سے قوم پرستوں کی حالت روز افزوں اور دن بدن ترقی کرتی گئی۔ ان کیلئے نہ صرف ملک میں ہی ترقی کے اسباب پیدا ہو گئے۔ بلکہ بیرونی دنیا بھی ان مٹھی بھرانوں کی حالت ناگفتہ بہ سے متاثر ہوتی گئی۔ اسوقت سب سے زیادہ طاقتور اور آزاد قوم بالشریکوں کی تھی۔ جو روس کے حاکم نہ اقتدار کی تنہا ہی کے بعد پیدا ہو گئی تھی۔ چنانچہ اس قوم کا اپنا اصول خود داری اور آزادی پر مبنی تھا۔ اسلئے جب انہوں نے دیکھا کہ ٹرکی مٹ گئی ہے۔ لیکن ساتھ ہی اسکے چند آدمی ملک

میں آزادی کے طلب کار پیدا ہو گئے ہیں۔ تو ان کا رجحان جدوجہد کر نیا لے کر کان
احرار کی طرف ہوا۔ اور انکی حمایت پر آمادہ ہو گئے۔ بالخصوص ان کے علاوہ دیگر مالک
نے مصطفیٰ کمال اور اسکی قوم پرست پارٹی کی کوششوں میں مدد دینے کا ارادہ
فما کر کیا۔

اس طرح مصطفیٰ کمال کو اندرونی اور بیرونی امداد برابر پہنچ رہی تھی۔ جس سے
قوم پرستوں کی جمعیت کو از حد تقویت حاصل ہوتی گئی۔ اتحادی ترکانِ احرار کو
کچل نہ سکے۔

عالم مایوسی میں اب اتحادیوں نے نئی نئی تجاویز اخیار کیں۔ کیونکہ ان کا
خیال تھا کہ قسطنطنیہ پر فوجی قبضہ قوم پرستوں کی ہمت کی کمریں شکستہ کر دیگا۔ لیکن یہ
مقام کارروائیاں بے سود ثابت ہوئیں۔ تب سلطان اور مرکزی حکومت کو ترکان
احرار کے خلاف برسرِ پیکار کرنے کا منصوبہ سوچا گیا۔ تاکہ ترکوں کو ترکوں ہی ٹکڑا کر
اپنا آگوسیدھا کیا جائے۔

دوسری جانب صلیح کافرلے نے ترکوں کو تباہ کر نیکے لیے ایک اور نئی سکیم تیار
کی کہ علاقہ آرمینیا کو ترکی حکومت سے علیحدہ کر کے آزاد اور خود مختار حکومت کی
بنیاد ڈال دی جائے۔ چنانچہ امن صلیح کافرلے کے بل بوتے پر اپنی آزاد حکومت کے
قیام کیلئے سعی کرنے لگے۔ انہوں نے بھی ترکانِ احرار کو ستانا اور دق کرنا شروع
کر دیا۔ تاکہ ترکانِ احرار کا صفایا کر دیا جائے۔ پھر ارمن لوگوں کے لیے ایوان صلیح کو
یہ حکم جاری ہوا۔ کہ فرانس آرمینیا کی حکومت کے قیام میں مدد دے۔ اس طرح اتحادیوں
کی تدابیر نے ہر جہاں طرف سے قوم پرستوں کو خطرہ میں ڈال دیا۔ اور ایک وقت پر انکی
کئی اعدائے مقابلہ کرنا پڑا۔ مثلاً سلطان اور اسکی مرکزی حکومت۔ آرمینیا۔ فرانس
یونان اور اتحادیوں کی ابتاعی قوت سے ان کو مقابلہ رہا۔ یہ تمام ترکانِ احرار کے
استیصال کے درپے تھے۔ یہ تمام حالات آگے چل کر علیحدہ علیحدہ بیان ہونگے۔
اسیجگہ صرف سلطان اور مرکزی حکومت کی معاندانہ کارروائیاں اور اتحادیوں کی تحریکات

بیان کی جاتی ہیں۔ سب سے پہلے سلطان اور اُسکی مرکزی حکومت کی مخالفت کا خطہ ہو
 قسطنطنیہ پر توحی قبضہ اور اتحادی مغالہ نے سلطان وحید الدین
 سلطان کی مخالفت کا پارہ حرارت بلند کر دیا۔ اُسکے ذہن میں یہ بات پیدا کر دی
 گئی کہ یہ جو کچھ ہوا سب ترکان احرار کی بناوت اور زیادتیوں کے باعث ہوا ہے
 اور ہر دم ہے۔ چنانچہ اس وقت سلطان نے مارے غم کے آستینیں چڑھا لیں۔ قوم
 پرستوں کی بیخ کنی پر آمادہ ہو گیا۔ باغیوں کا خاتمہ کرنے کی مٹائی۔ لیکن سلطان کا معنی
 شرائط صلح کی رو سے اور اتحادی قبضہ کے باعث باقاعدہ فوجوں کو حرکت نہ دے سکا
 بنا بریں اُس نے سلیمان شوکت پاشا وزیر جریر کو حکم دیا کہ ایک بمقابلہ فوج خلیفہ
 کی فوج کے نام سے تیار کرے۔ اور باغیوں کے مقابلہ کیلئے بھیجے۔ اُسکے علاوہ سلطان نے
 علماء کو طلب کیا۔ اور کہا کہ عوام الناس کو ترکان احرار کے خلاف بھڑکا دیا جائے
 پھر سلطان نے اپنے اکیٹ گاہوں بجاؤں روانہ کر دیے۔ اور لوگوں کو اُن اکیٹوں
 کے ذریعہ اس امر کی دعوت دی کہ وہ خلیفہ اور تخت کی حفاظت کیلئے نیا۔ اور آمادہ
 ہو جائیں۔ اُنکے علاوہ اُس نے اعلانات شائع کیے۔ یہ تجاویز تھیں جو اس وقت
 سلطان نے اختیار کیں۔ جن کو اُس نے ترکان احرار کے خاتمہ کے لئے
 کافی خیال کیا۔

لیکن بہر حال جو بھی اُس نے تجاویز اختیار کیں۔ وہ نہایت ہی مؤثر اور کامیاب
 ہوتی نظر آئیں۔ سلطان کی دھواور اعلان کیا تھا۔ ایک قسم کی آندھی اور طوفان بے
 ستیزی تھا۔ اس اعلان نے ترکی کی زمین کا چپہ چپہ متزلزل کر دیا۔ ملک کے طول و
 عرض میں عام ہوش و خروش پیدا ہو گیا۔ تمام ملک میں آتش شعلہ گیر ہوئی۔ لوگ بڑے
 ذوق اور شوق کے ساتھ خلیفہ کے حق میں لڑائی کیلئے آمادہ ہو گئے۔ اور حقوق درجہ
 خلیفہ کی فوج میں شامل ہوئے۔

کوینا میں سلطان کے آدمیوں نے مصطفیٰ کمال کے افسروں کو بہت بری طرح
 قتل کیا۔ مصطفیٰ کمال کے آدمیوں نے بھی کوئی بڑی بڑی ہتھیوں کو قتل کر کے

آتش انتقام فرو کی۔

سلطان نے تمام وفادار رعایا کے نام اعلان شائع کیا کہ تمام کھڑے ہو جاؤ۔ اور انگور اسکے باغیوں کے غلات امداد کرو۔ آخر سلطان نے ایک اعلان کر دیا۔ اور اس کے ہمراہیوں کو باغی۔ طاعنی اور واسب القتل قرار دیا۔ اور یہ بھی اس سلطان میں مرقوم تھا۔ کہ جو کوئی ان باغیوں کو قتل کرے گا۔ وہ بڑا نیک کام کرے گا۔ اسکا اجر عظیم اس دینا اور اگلی دنیا میں حاصل کرے گا۔

سلطان کا معاندانہ رویہ دین یوں سخت اور زیادہ شدید ہوتا گیا۔ ترکان احرار کو مٹانے کیلئے سخت کارروائیاں اور تدابیر عمل میں لائی گئیں۔

ان تمام کارروائیوں کی خبر مصطفیٰ کمال کو انگور میں پہنچی۔ وہ اس وقت ایک شام کو انگور بچھڑل سکول کے ہال میں بیٹھا ہوا تھا۔ یہ سکول قدیم الایام سے انگور میں قائم تھا۔ لیکن حکومت نے اسکی طرف سے تغافل نہ کیا۔ اسلئے یہ عمارت شکستہ اور خستہ حالت میں تھی۔ مصطفیٰ کمال نے اس سکول کو اپنے دفتر کیلئے استعمال کیا۔ سلطان اور مرکزی گورنمنٹ کی ان کارروائیوں کی خبر مصطفیٰ کمال کو ملی۔ اسوقت آپ ایک کھڑکی کے قریب بیٹھے ہوئے تھے۔ خالدہ ادیب اور اس کا خاوند عزت علی اور علی قواد آپ کے پاس تھے۔ عصمت ایک کھڑکی سے باہر کی طرف دیکھ رہا تھا۔ سوچ غروب ہو چکا تھا۔ یونان کے متعلق یہ خبر ملی۔ کہ وہ براہر پیش قدمی کر رہا ہے۔ اور ملک پر تسلط جمارا ہے۔ جنوب کی جانب فرانسیسی افواج آگے بڑھ رہی ہیں۔ سلطان کے ایجنٹ نے کر دہ کو بناوت پر آمادہ کر دیا ہے۔

بالو پر ایک نئی شورش پیدا ہوئی۔ جو بڑی سرعت کے ساتھ انگور کی طرف بڑھ رہی تھی۔ تاریں کاٹ دی گئیں۔ دوا فر صلح کیلئے بھیجے گئے۔ لیکن وہ بھی گرفتار کر کے قسطنطنیہ کی طرف روانہ کر دیئے گئے۔ جو باغی اور طاعنی قرار دے کر دابر رکھینچے گئے۔ پھر ایک سالم ڈیوین اس شورش کو دبانے کیلئے روانہ کی گئی۔ مگر وہ بھی سلطان کے مشتعل شدہ گروہوں کا مقابلہ نہ کر سکی۔

اور منتشر ہو گئی۔ ڈیوین نسبہ ہینڈک کی طرف بھیجی گئی۔ دشمنوں نے اُس کا بھی مصفا یا کر دیا۔

خلیفہ کی فوج ہر جگہ کامیاب ہو رہی تھی۔ اسمد کے مقام پر سلطان فوجوں اور قوم پرستوں کے درمیان مقابلہ ہوا۔ جس میں قوم پرستوں نے شکست فاش کھائی آٹھ سو قیدی۔ چار توپیں اور بہت سا سامان حرب غنیمت کے ہاتھ آیا۔ پھر اس کامیاب فوج نے بغاوت پر بھی قبضہ کر لیا۔ اور بروصہ کے قریب تہہ ہو گئی۔ ایک بعد ادا بازار پر تصادم ہوا۔ قوم پرستوں کو یہ علاقہ بھی خالی کرنا پڑا۔ اس جنگ میں قوم پرستوں کا سردار محمود بے کام آیا۔ اس طرح ادا بازار کوینا اور دیگر شہروں نے سلطان کی خدمت میں وفاداری کے ایڈریس بھیجے۔

مصطفیٰ کمال کی اپنی افواج میں بداعت دی پھیل رہی تھی۔ ڈیوین نمبر ۱ نے مسون میں غیر وفاداری کا اظہار کیا۔ کاظم کارا بکچہ بھی بداعت ہو گیا۔ مشرقی ممالک خود مختاری کا دم بھرتے تھے۔ سمرنا کی پہاڑیوں کے سامنے بے قاعدہ گروہ خوف و ہراس پھیلا رہے تھے۔ ادہم سرکشین سردار خود مختار ہو رہے تھے۔ مصطفیٰ کمال کی فوجوں کو ہر جگہ شکستیں ہو رہی تھیں۔

مصطفیٰ کمال خاموش اپنی کرسی پر بیٹھے تھے۔ پرائشل گورنمنٹ کے افسر اعلیٰ تھے۔ لیکن پاس کامیاب فوج نہ تھی۔ جو بھی ہزیمتیں اٹھاتا ہی تھی۔ اُس وقت مصطفیٰ کمال نے کہا کہ مقابلہ ضرور کیا جائے گا۔ اور بڑے کی کواعداء کے ہاتھوں کو بچا کر بڑے کی عظمت برقرار رکھی جائے گی۔

ایک طرف تو یہ نشوونما دکھائی دے رہی تھی۔ دوسری طرف مصطفیٰ کمال کی اپنی صحت بھی درست نہ تھی۔ گردوں کی تکلیف کا دورہ گاہ بگاہ شدید صورت کے ساتھ ہو جایا کرتا تھا۔ اس دورہ کے ہمراہ بخار بھی ہو جایا کرتا تھا۔ آپ کی زندگی ہر طرح سے خطرہ میں تھی۔ انگہرا کے گرد و فواح کے تمام مواصنات۔ اور گاؤں خلیفہ کی فوج سے مل گئے۔ کوئی علم نہ تھا کہ مصطفیٰ کمال کا مرکزی مقام

انگوڑا کب شعلہ گیر ہو جائے۔ اور مصطفیٰ کمال کے دفتر پر سکول میں حملہ ہو۔ اور یہ سب کے سب قتل کر دیئے جائیں۔

اس وقت سنتری نے رپورٹ کی کہ رات کے وقت مشکوک گروہ چپکے ٹکار رہے تھے۔ اس طرح مصطفیٰ کمال اور آپ کے ہمراہیوں پر خواب بھی حرام ہو گئی خوف و ہراسانی ہر وقت طاری رہتی۔ اگر عارف سوتا۔ تو کمال نگہبانی کرتا اگر کمال سوتا تو عارف چپکے کسی کی ڈیوٹی بجا لاتا۔ گھوڑے آنکھ ہر وقت تیار رہتے تھے۔ تاکہ ہر وقت خطرہ پیدا اس کی طرف جان بچا کر نکل جائیں۔ خالدہ ادیب نے ریوالتور کا استعمال سیکھ لیا۔ اُسکے خاوند عذر خان بے کے پاس ہر وقت سم قاتل رہتا تھا۔ تاکہ خلیفہ کے آدمیوں کے ہاتھوں گرفتار ہونے کی بجائے زیر کچا کر اپنا خاتمہ کر دے۔ لیکن یہ اس ہمہ مصطفیٰ کمال تمکنا ماندہ اور بیمار ہر وقت کام میں مشغول رہتا۔ اور تجاویز تیار کر کے اُن پر غور و خوض کرتا اور صبرِ خیر یا برابر چلی آ رہی تھیں۔ کہ تمام ملک میں خلیفہ کے اعلان کو آگ لگ چکی ہے۔ اور ہر گاؤں اور ہر شہر خلیفہ کا ساتھ دینے کیلئے تیار ہے خلیفہ کی فوج ہر جگہ پر قبضہ کرتی جاتی ہے۔

مصطفیٰ کمال کے عتب میں عصمت بھی غور و پرداخت میں مصروف تھا کبھی باہر کی طرف جھانکتا۔ اور کبھی مصطفیٰ کمال سے تجاویز پر بحث کرتا۔ دوسرے کمرے میں فیضی بھی مصروف کار تھا۔

یہ تو خلیفہ کی فوج کے کارنامے ہیں۔ جو ہر طرف کامیاب مرکزی حکومت کی مخالفت ہو رہی تھی۔ یہ خلیفہ کے اعلانات کا اثر ہے دوسری

جانب مرکزی حکومت کے حالات بھی ملاحظہ ہوں۔ کہ وہ اس وقت علیحدہ کارروائیاں کیا کر رہی تھی۔

اس وقت سلطان داماد فرید پاشا کو پھر صدر اعظم کے عہدے کا قلمدان سپرد کیا۔ داماد فرید پاشا نے اُن تمام افسروں اور ملازمین کو جو قومی دیویوں

ہم سردی رکھتے تھے۔ ملازمت سے برطرف کر دیا۔ داماد فرید پاشا کی گورنمنٹ نے بھی سلطان کی طرح قوم پرستوں کی تحریک کو دبانے کیلئے شدید ترین لائحہ عمل اور سکیم تیار کی۔ یہ سکیم ذیل میں درج ہے۔

۱۔ مذہبی پہلو سے منافرت۔

۲۔ قوم پرستوں کے مخالف لیڈر انزاور کو گورنر جنرل تسلیم کیا گیا۔

۳۔ اتحاد دیوں سے فوجی استبداد۔

گویا کہ ایچ طرف سلطان ترکان احرار کو کچلنے میں مصروف تھا۔ دوسری جانب مرکزی حکومت اس آزادانہ تحریک کو دبانے میں سختی کے ساتھ مصروف عمل تھی۔ سلطان اور مرکزی حکومت دونوں قوم پرستوں کے خلاف اپنے اپنے طریق کار میں متوازی چل رہے تھے۔ لیکن نہ تو سلطان کو اپنے منصوبوں میں کامیابی حاصل ہوئی۔ اور نہ ہی تسطیفینہ کی حکومت کو ان ہر سہ تدابیر سے کچھ بہتری کی صورت نظر آئی۔ بلکہ قوم پرستوں کے مقابلہ میں ترکی حکومت کو صاف اپنی کمزوری نظر آگئی۔ جیسا کہ آگے چل کر ناظرین ملاحظہ فرما دینگے۔

اب ترکی حکومت نے مذہبی پہلو کو مد نظر رکھتے ہوئے قوم پرستوں کے خلاف منافرت پھیلانی چاہی۔ چنانچہ قوم پرستوں کے خلاف طرح طرح کے فتاوے اور اعلانات جاری ہونے شروع ہو گئے۔ سلطان علیحدہ اپنے اعلانات شائع کرتا تھا۔ اور مرکزی حکومت علیحدہ فتاوے جاری کرتی۔ سلطان کی کارروائیوں میں اتحاد دیوں کا ہاتھ ہو۔ یا نہ ہو۔ لیکن داماد فرید پاشا کی کارروائیوں میں اتحاد دیوں کا ہاتھ ضرور تھا۔ کیونکہ یہ اتحاد دیوں کا ہاتھ تھا۔ اس طرح ترکی حکومت ان کارروائیوں میں بالکل بے بس تھی۔ اتحاد دی جیسے اعلان و احکام جاری کرنا چاہتے۔ ان پر ترکی حکومت بے حس و حجت دستخط کر دیتی۔ گویا کہ اتحاد دیوں کے ہاتھوں ترکی گورنمنٹ کی مشینری مطلب برآری کیلئے ایک قسم کا آلہ کار تھی۔ چنانچہ جدید شیخ الاسلام نے اتحاد دیوں کو

ایس پر ذیل کا فتوے ۱۱ اپریل ۱۹۲۲ء کو مطبع قسطنطنیہ سے جاری کر کرکٹ یٹ
کیا۔

کیا شرعی حدود کے اندر یہ ممکن ہے کہ اُن لوگوں کی بیخ کنی کی جائے جنہوں
نے ہزیمین کی رعایا کو دھوکہ دینے کیلئے کمر باندھی ہے۔ جنہوں نے
بھرتی اور رشوت ستانی شروع کر دی ہے۔ اور قورچ کو مسلح کر کے بہانہ سے ٹیکس لگائے
جنسوں کو لوگوں پر دباؤ ڈال رکھا ہے جنہوں نے باوجود ایمان لائے جنہوں نے حضور غلیفہ
المسلمین کے بڑے بڑے ارکان دربار اور باقی سلطنت کے ساتھ خط و کتابت کا
سلسلہ منقطع کر دیا ہے۔ جنہوں نے عمالِ مذہبی کو بلاوجہ موقوف کر کے اپنے
مستفعدوں کو اُن کی جگہ مقرر کر دیا ہے۔ جنہوں نے ہنگامی حکومت کے احکام
کی بجائے دوری کی مخالفت کر دی ہے۔ اور دارالخلافہ کو باقی ملک سے علیحدہ کر کے
غلیفہ المسلمین کے اختیارات پر صرف رکھا ہے۔ جنہوں نے غلط خبریں شائع کر کے
ناراضی پیدا کر دی ہے۔ جنہوں نے منتشر ہونے کے احکام ملنے کے باوجود اپنی
کارروائیوں کو بدستور جاری رکھا ہے۔

کیوں نہ تمام مسلمان جو کہ سلطنت عثمانیہ میں آبا و اہل ہیں۔ خلیفہ المسلمین و حیدر
الکے گرد جمع ہوں۔ اگر خلیفہ المسلمین کی ترک خدمت کریں۔ تو کیا اس دنیا اور دیندہ
دنیا میں وہ سزا کے مستحق نہ ہونگے۔ کیا خلیفہ المسلمین کے وہ سپاہی جو ان
سرکشوں کو مار ڈالیں۔ غازی نہ کہلائیں گے۔ اور وہ لوگ جو مارے جائیں شہید
نہ ہونگے۔ اور وہ لوگ جو سلطان کے احکام میں رخنہ ڈالت چاہتے ہیں شرعی سزا کو
مستحق نہ ہونگے؟

ان تمام سوالوں کا جواب اثبات میں ہے = (رد خط دوری زید اسعدی علیہ السلام)

اب مصطفیٰ کمالی نے بھی کروٹ بدلی۔ بادشاہ کی آتش
قوم پرستوں کے کارنامے
استحقاق کو منطقی کرنے کی تجویز کی۔ آپ نے قومی برہمچر
تیار کیے۔ اور ان کو موصوعات کی طرف روانہ کیا۔ انہوں نے موصوعات میں

جا کر جبکہ سلطان نے مشغول کیا تھا۔ یہ خبریں طشت از بام کرنی شروع کر دیں۔ کہ قسطنطنیہ اغیار کے ہاتھوں میں ہے۔ ہماری پارلیمنٹ کو قسطنطنیہ میں جبراً بند کر دیا گیا۔ مدت از ممبروں کو گرفتار کر کے جلاوطن کر دیا گیا۔ سلطان اور مرکزی گورنمنٹ اتحادیوں کے زیر اثر ہے۔ مصطفیٰ کمال کی یہ تدبیر کارگر ہوئی۔ اس راز کے افشا ہوتے ہی وہ لوگ جو سلطان کے حق میں برسرِ پیکار تھے۔ ٹھنڈے ہو گئے، سلطان کا دم بھرنے ترک کر دیا۔ اس طرح قومی دبیرانہ سرِ فوقائیم ہو گیا۔ پبلک رائے جو کل سلطان کے حق میں تھی۔ آج پھر قومی کارکنوں کے ساتھ ہو گئی۔ ہر ایک ترک نے یہ سمجھا کہ جب تک قسطنطنیہ اتحادیوں کے ہاتھ میں ہے۔ تب تک کچھ نہیں ہو سکتا۔ سلطان اور مرکزی حکومت پر اجماع بار کرنا بیفائدہ ہے۔ مصطفیٰ کمال سچا ہے۔ سب سے پہلے اجنبیوں کا مقابلہ کرنا چاہیے۔

مصطفیٰ کمال کو علم تھا۔ کہ قوم زندہ ہے۔ آپ کا سبق تھا۔ کہ مار دیا مر جاؤ چنانچہ مصطفیٰ کمال کے ساتھیوں نے یونان کی پیش قدمی روک دی۔ اور سلطان کی اشتعال انگیزی کی بھی روک تھام کر لی۔

چنانچہ اس اثناء میں ترکان احرار نے مراقبہ چھوڑ کر کے قلعہ کی محافظ فوج کا خاتمہ کر دیا۔ اور جوار سن لوگ بھرتی کئے گئے۔ سب کو تباہ و برباد کر دیا۔ کر دہوں کو بھی سزا دی۔ اطالیہ کی افواج کے چھوٹے چھوٹے دستوں کو کوئینہ ریلوے کے پرے ہٹا دیا۔

عسکری شہر کے ریلوے اسٹیشن پر ترکان احرار نے اتحادی دستوں پر حملہ کر کے سستدریں دھکیل دیا۔ اور اتحادی افسر جو مل گئے۔ گرفتار کر لیے گئے۔ اور ان گرفتار شدہ افسروں کو ان ڈیپٹیوں کے مقابلہ میں جس کو اتحادیوں نے قسطنطنیہ میں گرفتار کر کے جلاوطن کر دیا تھا۔ قید کر رکھا۔

پھر قوم پرستوں نے بیوباکی پر بھی قبضہ کر لیا۔ اس وقت مصطفیٰ کمال نے ایک اعلان شائع کیا۔ جس میں سرکاری میثاق سے مقابلہ کرنے کیلئے تین ہزار آدمیوں کو

طلب کیا تھا۔ قوم پرستوں نے پھر بغاوت کی طرف پیش قدمی کی۔ اٹھائے راہ میں انہوں نے بیابانی پر قبضہ کر لیا۔ جہاں سے قلعوں کے اس رقبہ پر زور پڑتی ہے۔ جو درہ دانیال کے دہانہ پر واقع ہے۔ پھر انہوں نے چناق پر بھی قبضہ کر لیا۔ جہاں ایک برطانوی فوج تقسیم تھی۔ علاوہ انہیں قوم پرستوں کا جنرل امر پر بھی قبضہ ہو گیا۔ یہاں سے ان کو بڑی بڑی توپوں کی بارشیں دستیاب ہوئی۔

مصطفیٰ کمال نے اپنی عقلندی اور تجربہ کاری سے سلطان کی شہنشاہی انگریزی کا خاتمہ کر دیا۔ اپنے سری جانب اس نے داماد فرید پاشا کی مساندہ کارروائیوں کو بھی روکنا چاہا۔ چنانچہ آپ کے ایما سے انگور گورنمنٹ کے قاضی محمد رفعت پاشا نے حکومت قسطنطنیہ کے فتوے کے جواب میں ایک فتوے لے کر پیش کر دیا۔ اس میں پانچ امور کے متعلق استفتاء کیا گیا۔ جو منہ جواب فیل میں درج ہیں:-

۱۔ کیا ان حملہ آوروں کے خلاف جنہوں نے سمرنا اور دیگر اضلاع پر قابض ہو کر مسلمانوں کا خون گرایا ہے۔ مسلمان آبادی کو جو روٹم کا تختہ مشق بنایا۔ اور پائے تخت پر قابض ہو کر اپنی عدالتیں قائم کی ہیں۔ کیا مسیحی لوگوں کے خلاف جہاد کرنا ضروری نہیں؟ جواب ہاں!

۲۔ کیا دشمن سے اپنے ملک کو بچانے والے باغی کہلائے جاسکتے ہیں؟ جواب نہیں!

۳۔ کیا ایسی لڑائی میں مرنے والے شہید اور مارنے والے غازی ہوتے ہیں؟ جواب ہاں!

۴۔ کیا ایسے حالات میں دشمن کے خلاف ہتھیار اٹھانا لازم نہیں؟ جواب ہاں۔

۵۔ کیا ایسی گورنمنٹ کے فتاوے کی پابندی جو کسی خارجی طاقت کی

غلامی میں جاری ہوں۔ شرع مقدس کی رو سے مسلمانوں پر لازمی ہے؟
جواب نہیں!

چنانچہ مذہبی پسند کے الزام سے قوم پرستوں نے اپنے دامن کو اس طرح
پاک و صاف کر لیا۔ اور ٹرک کی حکومت کی پہلی تجویز رائیگاں گئی۔ دوسری تجویز
قوم پرستوں کے خلاف فوجی مہم بھیجنے کی تھی۔ جو احمد نزار کے ماتحت تیار کر کے
قوم پرستوں کے خلاف جہاد و قتال کیلئے روانہ کی گئی۔ لیکن انزادہ کی فوج
قوم پرستوں کا مقابلہ نہ کر سکی۔

تسطنطنیہ کی ۲۰ اپریل ۱۹۱۵ء کی خبر سے ظاہر ہوتا ہے کہ انزادہ کی فوج
بہت بڑی طرح پسپا ہوئی۔ کئی توپیں بھی ضائع ہوئیں۔

اس جنگ میں انزادہ اور قوم پرستوں کی فوجوں کے درمیان صرف
تین سو کیلومیٹر کا فاصلہ تھا۔ قوم پرستوں کا سپہ سالار علی فواد پاشا تسطنطنیہ
کی مہم کے سپہ سالار حمید پاشا کو بکارتا تھا۔ مگر ان افسروں میں اتفاق نہ تھا
انزادہ ہمیشہ جنگی شرافت کا مخالف رہتا تھا۔ بنا بریں دفتر حربہ سے بھی اسکو
کوئی امداد نہ ملی۔ جس کا نتیجہ نزار کی شکست فاش میں ظاہر ہوا۔ حالانکہ نزار اور
کے پاس ۵۳ ہزار فوج تھی۔ اور سارو سامان سے پورے طور پر آراستہ و
پیراستہ تھی۔

دراصل اس جنگ میں تسطنطنیہ کی فوجوں نے حب الوطنی کا ثبوت دیا
اور ہزاروں سپاہی منہ سامان حرب مصطفیٰ کمالؐ پاشا کی فوجوں سے مل گئے۔
انزادہ کے پاس قوم پرستوں کا مقابلہ کرنے کیلئے کوئی طاقت باقی نہ رہی۔ بجائے
اس کے کہ قوم پرست نقصان اٹھاتے۔ انہیں لوگوں کے طعنوں سے اور بھڑکات
حاصل ہو گئی۔ سقوطی جہت درامہ کی طاقت ان سے متحد ہو گئی۔ اس طرح
داماد فرید پاشا کی گورنمنٹ کی دوسری تجویز بھی فیل ہوئی۔ اب باقی رہا تیسرا
طریقہ اتحادیوں سے مدد لینے کا۔ اتحادی صرف ساحلی علاقوں کی تنظیم میں

معروف تھے۔ اور رٹر کی کو ابداد نہیں دے سکتے تھے۔

سلطان اور مرکزی حکومت نے ہر چند کوشش کی کہ ملک سے باغیوں کا خاتمہ کر دیا جائے۔ لیکن امن کی کوئی پیش نہ گئی۔ اعلانات - فتاوے - فوجی کارروائیاں سب کی سب رائیگاں جا رہی تھیں۔ فوجی افسروں کو حکم ملتا ہے کہ ترکان احرار کا مقابلہ کر کے صفایا کر دیا جائے۔ لیکن فوجی افسران احکام کی تعمیل سے گریز کرتے۔ اور ترکان احرار سے مل جاتے۔

ایڈمریا نوپل میں ترکی کا نڈر کرنل جعفر تیار تھا۔ اسکو قسطنطنینہ سے حکم ملا کہ وہ غیر مسلح ہو کر اقسادیوں کے احکام کی تعمیل کرے۔ لیکن اُس نے ایسے احکام ماننے سے انکار کر دیا۔ بلکہ دھمکی دی کہ اگر حکومت ایسا کرنے پر مجبور کریگی۔ تو وہ بھی قوم پرستوں کی تحریک کی پیروی کرتے ہوئے علم بغاوت بلند کر دیگا۔ بعد ازاں کرنل مومنون نے ایک مجلس شوریٰ منعقد کر کے یہ تجویز پاس کی کہ غازی مصطفیٰ کمال کی تحریک کی پیروی کرنی چاہیئے۔

تب ایڈمریا نوپل کی فوجی حکومت نے بھی ایک اعلان جاری کر دیا۔ کہ شاہی اعلانات اور فتاوے دونوں لغو ہیں۔ کیونکہ یہ غیر ملکی اثر کے ماتحت نافذ ہوئے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ تھریس، یونان کو دیا جائے گا۔ ہمارے مذہب کا یہ منشا ہے کہ سلطان کو اجنبیوں کے اثر سے آزاد رکھا جائے۔ ہماری یہ غرض نہیں کہ قتل و غارت گری کی جائے۔ قوم پرستوں کی علت غائی جو فتاوے میں بیان کی گئی ہے۔ وہ اس سے قطعاً مختلف ہے۔

آب پانسہ پلٹ چکا تھا۔ باد مخالف کا خاتمہ ہوا۔ باد موافق چلنی شروع ہوئی سلطان اور مرکزی گورنمنٹ کے اثر کا خاتمہ ہوا۔ مصطفیٰ کمال پھر مردل عزیز ہو گیا۔ خلیفہ کی فوجوں سے بہت سے آدمی مضرور ہو گئے۔ اکثروں نے اپنے ملکی لیڈروں کے ساتھ مقابلہ کریشے انکار کر دیا۔ قسطنطنینہ کے ہر محکمہ کے تمام افسر اور وپٹی موقعہ پاکر خفیہ راستوں سے بھاگ گئے۔ اور مصطفیٰ کمال سے جا ملے۔

سلطان کی اشتعال انگیزی بڑھتے ہوئے سیلاب کی مانند رنگ لائی۔ اور سلطان احمد زار کے دلوں پر غوث دہر اس پھیلا دیا۔ لیکن حالات کے طشت ازبام ہو چکے یہ بڑھتی ہوئی رو آرتے سیلاب کے مانند بہ گئی۔ اس اشتعال کی حقیقت ہسٹریا کے اقبال سے زیادہ وقت پذیر ثابت نہ ہوئی۔ جتنی جلدی سلطان کے اعلانات آگ لگا دی تھی اتنی ہی سرعت کے ساتھ مصطفیٰ کمال نے تمام ملک سے اس آگ کو ٹھٹھا کر دیا۔

اس اثنا میں مرقہ پاکر مصطفیٰ کمال نے نئی قومی انگور میں پہلی قومی پارلیمنٹ

پارلیمنٹ کے افتتاح کا اعلان کر دیا۔ وہی ڈپٹی اور پرنسپل ڈینٹ جو اتحادیوں کی گرفتاری سے بچکر انگور میں آگئے تھے انہوں نے اس اعلان کے مطابق انگور میں دوبارہ پارلیمنٹ کا اجلاس کیا۔

اس نے انتخاب کے لئے ڈپٹی ہیٹ جلد جوشیلی روح کے ساتھ انگورا پیچے۔ انہوں نے اسمبلی کا نام گرانڈ نیشنل اسمبلی رکھا۔ اپنے آپ کو باقاعدہ ترکی گورنمنٹ ظاہر کیا۔ اور مصطفیٰ کمال کو متفقہ طور پر اسمبلی کا پرنسپل ڈینٹ منتخب کر لیا۔ چونکہ قسطنطنیہ پر اتحادی قبضہ کے بعد سلطان رط کی اس قابل نہ تھے۔ کہ وہ نظر بندی اور قید فرنگ میں رہ کر خلیفۃ المسلمین کے فرائض سر انجام دیں۔ یا ان کے احکام کی تعمیل کی جائے۔ اسلئے نئی قومی گورنمنٹ کا وجود ظہور پذیر ہوا۔ جس بات کو کانگریس نے سید اس میں پاس کیا تھا۔ آج وہ بات انگور میں رنگ لے آئی۔ اور منصفہ شہود پر آگئی۔

خدا کی قدرت کا تماشہ دیکھیے۔ کہ وہی مصطفیٰ کمال جو کل انگور میں تہا رنگیا تھا جس کو تمام لیڈر چھوڑ کر قسطنطنیہ چلے گئے تھے۔ آج وہی مصطفیٰ کمال ہے۔ کہ اب تہا نہیں۔ یہاں پارلیمنٹ کا قیام ہو گیا ہے۔ پرنسپل ڈینٹ منتخب ہو چکا ہے۔ قوم نے اسکو اپنا لیڈر تسلیم کر لیا ہے۔ اس کے حمایتی اور مددگار اس کے اشارہ پر کام کر شیکے لئے تیار ہیں۔

الغرض ۲۳ اپریل ۱۹۲۰ء کو انگور میں پہلی قومی پارلیمنٹ کا اجلاس ہوا۔ جمہوری حکومت سویٹ رنگ میں قائم ہوئی۔ اور انگور صدر مقام ہوا۔ اس حکومت جمہوریہ کا نظام ذیل میں درج ہے۔

غازی مصطفیٰ کمال صدر اعظم
احمد شمس آغندزی سابق سفیر متیم امریکہ ناظر خارجہ
فرید بے ناظر داخلہ
جینل علی فواد پاشا وزیر جنگ
عبداللہ بے وزیر حفظان صحت
ڈاکٹر رفیع زوری نائب صدر

نئی پارلیمنٹ کے افتتاح کے موقعہ پر تمام چھوٹے بڑے عثمانی افسران۔ شیوخ عرب۔ جوانان سویریہ (شام) اور اہل رومیلیہ قسطنطنیہ کی شریک ہوئے۔ اس وقت سے مجلس قومہ ملیہ کا آغاز ہوا۔ جسکی صورت جمہوریت کے طریق پر تھی۔ اور اس نئی گورنمنٹ کی بنیاد بھی جمہوریت کے اصولوں پر رکھی گئی۔ اس حکومت کے قیام میں مصطفیٰ کمال پاشا نے ایک افتتاحی تقریر کی جس میں انہوں نے جمہوریت کے پہلو پر اپنے مہیب وزیر دست ذاتی رعب و اقتدار کا پورے طور پر جلوہ دکھایا۔ تقریر ذیل میں درج ہے:-

آپ نے فرمایا تمام قومیں غیر معمولی حالت میں ان اصولوں میں سے ایک کو تسلیم کرتی ہیں۔ وہ یا تو مجلس آئینی کو مستقل کر کے حکومت کی ایجنٹس کو (کارکن) شاخ کو تمام اختیارات دیدیتی ہیں۔ یا تمام قوم سے مشورہ کر کے کام کرتی ہیں۔ ہماری رائے یہ ہے کہ ہمارے مذہب اسلام کی رو سے جو بحث تجویس کیے کابل آزادی دیتا ہے۔ موخر الذکر طریق بہتر ہے۔ اور اس لیے ہم تمام قوم کو اپنی قسمت کا فیصلہ کرتے دیکھنا چاہتے ہیں۔

حکومت کا سربراہ مقرر کرنا۔ اور اسے ذمہ دار ٹھہرانا مفید ہے۔ ہم آپ کی

مجلس قومیہ کو جو رمضانے قوم کی خاطر قائم مقام ہے۔ اس اختیار سے مشرف ہوتا
تسلیم کرنے نیکے لیے مجبور میں۔ ایسے آپ کی مجلس قومیہ صرف قانون وضع کرنے اور ایک ایک کو
جماعت کو امور کی نگرانی کرنے کیلئے جمع نہیں ہوئی۔ بلکہ اس کا فرض یہ بھی ہو کہ ایک ایک کو ذرا
جب حکومت انگور قائم ہو گئی۔ تب مصطفیٰ کمال
پاشا نے صدر مجلس کی حیثیت سے تمام ممالک

غازی مصطفیٰ کمال پاشا کی استدعا

کے ذرائع امور خارجہ کے نام ۳۰ اپریل ۱۹۲۰ء کو ذیل کی اپیل بھیجی۔

جناب محترم :-

۱۱ میں جناب کی خدمت میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ شہر قسطنطنیہ پر اتحاد کی
کی فوج نے انصاف و عدالت کا خون کرتے ہوئے۔ جو زبردستی قبضہ کر لیا ہو
ترکی قوم نے اس سے متاثر ہو کر اور اپنے خلیفہ اور ان کی حکومت کو ایک
نظر بند سمجھ کر یہ فیصلہ کر لیا ہے کہ ایک قومی مجلس علیٰ قائم کی جائے اور
اس مقصد کیلئے بڑے پیمانہ پر انتخاب کا انتظام کیا گیا۔ قومی مجلس اعلیٰ نے
اپنے ۲۳ اپریل ۱۹۲۰ء کے افتتاحی اجلاس میں بالاتفاق آراء یہ فیصلہ کر لیا کہ
جب تک خلیفۃ المسلمین سلطان العظم اور قسطنطنیہ بیرونی ممالک کے قبضہ اور
حکومت سے آزاد نہ ہو جائیں۔ اس وقت تک اپنے آبائی ملک کے موجودہ اور
آئندہ معاملات کا انتظام مجلس اعلیٰ اپنے ہاتھ میں لے لے۔

۱۲) اہل مجلس اعلیٰ نے مجھے اس امر کی عزت بخشی ہے کہ میں آپ کی خدمت میں
تہائیت سختی کے ساتھ ان بے قاعدہ گہریں کے غلاف آواز بلبت رکروں جو
معاہدات التوائے جنگ کو توڑتے ہوئے برتنی گئی ہیں۔ جنھوں نے صلح
کافرئیس کے نتائج سے قوم بنی عثمان کے تنفر کو اور سختی سے بڑھا دیا ہے
پارلیمنٹ جو ایک تہائیت ہی مقدس مقام ہے۔ اور تمام دنیا کی قومیں بھی اس کو
ایسا ہی سمجھتی ہیں۔ عین اس کے اجلاس کے وقت اس پر حملہ کیا گیا۔ ترکی قوم کے
نمائندے انگریزی پولیس کے ہاتھوں سے بدحاشوں کی طرح زبردستی

گھسیٹ گھسیٹ کر کمزوں سے باہر نکالے گئے۔ باوجودیکہ لوگوں نے سخت صدائے احتجاج بلند کی۔ ارکان مجلس۔ ڈیپٹی۔ جنرل۔ علماء وغیرہ وغیرہ ان لوگوں کو اٹھے گھروں میں گرفتار کیا گیا۔ آٹھ ہاتھوں میں ہتھکڑیاں ڈالی گئیں اور ان کو جلا وطن کیا گیا۔ اور صرف اس بنا پر کہ قوت ہی کا نام طاقت ہے۔ بند و قوت اور سنگینوں سے ہمارے سرکاری اور خانگی مقامات پر قبضہ کر لیا۔ ترکی قوم اپنے تمام حقوق کو پائمال ہوتے ہوئے اور اپنی سلطنت پر ضرب شدید پڑتے ہوئے دیکھ کر اپنے نمایندوں کے حکم سے انگوٹھا میں جمع ہوئی۔ اس اجتماع میں ایک انتظامی کمیٹی منتخب کی گئی۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ انہوں نے ملک کا انتظام اپنے ہاتھ میں لے لیا۔

(۳) آپ کی خدمت میں پہلے جو کچھ کہا جا چکا ہے۔ اُس کو پیش کرتے ہوئے میں قوم کے وہ مطالبات جو ۲۹ اپریل کے اجلاس میں طے پائے ہیں۔ پیش کرتا ہوں۔

قسطنطنیہ مرکز خلافت اور قسطنطنیہ کی حکومت، ترکی قوم کے نزدیک اتحادیوں کے ہاتھ میں ایک قیدی سمجھی جاتی ہے۔ اور اسی بنا پر تمام احکام اور تمام فتاویٰ جو اس مقبوضہ قسطنطنیہ سے شائع اور نافذ کیے جاتے ہیں۔ وہ ہرگز قانونی و مذہبی حیثیت نہیں پاسکتے۔ اور وہ تمام معاہدات و معاملات جن میں قسطنطنیہ کی نام نہاد ترکی حکومت داخل ہو۔ انکو ترکی قوم بالکل لغو اور بطل قرار دیتی ہے۔

(۴) ترکی قوم نے باوجود اس سرد مہری اور اعتدالی پسندی کے یہ طے کر لیا ہے کہ اپنے مقدس اور غیر محدود مقدس حقوق کی حفاظت و دفاع ایک آزاد اور خود مختار قوم کی طرح کرے گی۔ اور اُس نے اعلان کر دیا ہے کہ وہ ایک نہایت ہی قابل قبول اور باعزت صلح چاہتی ہے۔ وہ ہرگز ان معاہدات کو جو اس کے نام کیے جائیں نہیں کریگی تاوقتیکہ اس کے خاص نمایندوں کے ذریعہ سے وہ طے نہ کئے جائیں۔

(۵) ملک کے اندر جو عیسائی آبادی ہے۔ اور اُس کے ساتھ غیر ملکی آبادی

دونوں قوم کی حفاظت میں رہیں گے۔ مگر ساتھ ہی ان کو چاہیے کہ کوئی ایسا کام نہ کریں جو ملک کے عام مفاد کے خلاف ہو۔ اس اُمید پر کہ ترکی قوم کے جائز حقوق کے مطالبہ کا خاطر خواہ لحاظ کیا جائے گا۔ میں جناب عالی سے مستدعی ہوں کہ اسکی طرف پورے طور سے توجہ فرمائیں۔

آپکا خادوم۔ ”مصطفیٰ کمال“

علاوہ مذکورہ بالا آپس کے مصطفیٰ کمال پاشا نے ایک خط اخبار ڈیلی اکسپرس لندن کے نام لکھا۔

مصطفیٰ کمال پاشا کا ایک اور خط

اب میں شرائط صلح کا ذمہ دار نہیں رہا ہوں۔ تمام معاملہ ترکی میں اسبسی مقسیم انکار کے قبضہ اقتدار میں ہے۔ یہ قومی مجلس اپنے حقوق کی جائز تحفظ کے لئے اس جملہ کے بعد قائم ہوئی ہے۔ جو شاہی پستداتوں نے قوم کی ہستی کو تباہ و برباد کرنے کی غرض سے کیا تھا۔ اس مجلس کے مقاصد و اغراض مختلف موقوفوں پر لاؤٹھ و بلا و اسطہ بیان کیے جا چکے ہیں۔ یہ مجلس اسی لئے قائم ہوئی ہے۔ کہ وہ قومی حدود کے اندر رکھ کر اپنی مکمل قومی آزادی کی حفاظت کرے۔ اور خلافتِ اسلامیہ کو ترکوں میں قائم رکھتے۔

ترکوں کا مطالبہ صرف یہی ہے کہ اُنکے آزادی کے حق کو تسلیم کر لیا جائے۔ قومی مجلس اس بات کا یقین رکھتی ہے۔ کہ وہ قوم کو شہنشاہیت پسندوں اور سرایہ داروں کی نبردستیوں سے محفوظ رکھنے میں کامیاب ہوگی۔ اور قومی طاقت اور حکومت کو از سر نو قائم کر دیگی۔ مجلس کے قوانین و آئین کی مدد سے ایک باقاعدہ فوج مرتب کر لی گئی ہے۔ جو قوم کو ہر قسم کے جبر و تشدد سے بچانے کا فرض ادا کر لائے گی۔ اور جو لوگ ہمارے مقاصد میں سدراہ ہو گئے۔ انہیں کافی سزا دے گی۔

یہ مجلس الہی اصلاحات کا جاری کرنا اپنا اعلیٰ مقصد خیال کرتی ہے کہ جن سے افلاس۔ تنگدستی اور تکالیف رفع ہوں۔ یہ مجلس آرامی تعلیم۔ عدل و انصاف

مالیات اور اقتصادیات کے مسائل پر غور و خوض کریں گی۔ اور اجتماعی اخوت و موالات کی حقیقی بنا پر قومی ضروریات کے مطابق ایک نیا انتظام مرتب کریں گی۔
یہ مجلس قومی صوفیات و روایات کو مد نظر رکھ کر ان اصلاحات کے متعلق قومی قومی اصول پر اجماع کرے گی۔

اب انگور میں قومی مجلس عالیہ کا قیام ہو چکا ہے۔ مصطفیٰ اناطولیہ پر حملہ کی تیاریاں کمال متفقہ طور پر پرنسپلنٹ بنائے گئے ہیں۔ ترکانِ احرار کی قسمت نے پلٹا بھی کھالیا ہے۔ ستارہ و خوشنما غروب ہو چکا ہے۔ ستارہ سعد اپنی منور اور روشن شعاعوں کے ساتھ افق پر طرہا ہو چکا ہے۔ شروع شروع میں ترکانِ احرار سے کئی مقامات خلیفہ کی فوج نے چھین لیے تھے۔ لیکن اب بارہ ترکانِ احرار نے آپ پر قبضہ کر لیا ہے۔ خلیفہ کی فوج ترکانِ احرار کے مقابلہ کی تاب نہ لا کر یا تو مصطفیٰ کمال کے جھنڈے کے نیچے چلی جاتی ہے۔ یا ہزیمت اٹھا کر بھاگ جاتی ہے۔

انگور میں قومی مجلس عالیہ کے قیام نے سلطان اور مرکزی گورنمنٹ کو دلوں کے اندر اور بھی حسد کی آگ بھڑکادی۔ اب تک تو وہ ترکانِ احرار کا نام و نشان مٹانے میں کامیاب نہ ہوئے۔ بلکہ باوجود مخالفت کے ترکانِ احرار کی حکومت ملک کے اندر مستحکم طور پر قائم ہو گئی۔

سلطان نے ترکانِ احرار کے استیصال سے مایوس ہو کر اب نئی تدبیر اختیار کی۔ کہ اناطولیہ پر حملہ کیا جائے۔ تاکہ مصطفیٰ کمال کے مرکز پر قابو پایا جاسکے۔ اور اسکی جمیعت کو منسخر کر دیا جائے۔

چونکہ سلطان کی فوجیں اصداد و بازار وغیرہ کے مقامات پر شروع شروع میں کامیاب ہو رہی تھیں۔ ان کو فتح پر فتح نصیب ہو رہی تھی۔ اور ترکانِ احرار شکستیں کھا رہے تھے۔ اسلئے سلطان کے افسروں نے انھیں مقامات کو اپنی اجتماعی قوت کا سرچشمہ خیال کیا۔ یہاں سے فوجی تیاریاں ہوتی رہیں۔ تاکہ اناطولیہ پر

حملہ کر کے ترکانِ احمر پر ضرب کاری نکالی بیٹھے۔ یہاں سے لوگوں کو سلطان کے حق میں حلف و فاداری بھی اٹھائے تھے۔ اسیلئے گورنمنٹ کو کافی وثوق تھا کہ اناطولیہ پر حملہ کرینے کا میاں باجی حاصل ہوگی۔ اور تمام مصیبتوں کا اختتام ہو جائیگا لیکن جب سے مصطفیٰ کمال کی تدبیر نے سلطان کے اثر کو ملک سے نازل کر دیا تو تب سے خلیفہ کی فوج کا یہ مرکز بھی کمزور ہو گیا۔

خلیفہ کے افسر رشکوٹ بھرتی کرتے ہیں۔ لیکن وہ بھاگ کر مصطفیٰ کمال سے مل جاتے ہیں۔ چنانچہ اس محاذ کے دلچسپ اور قابل ذکر واقعات یہ ہیں کہ جو فوج مصطفیٰ کمال کے مقابلہ میں بھیجنے کیلئے تیار کی جاتی۔ اسے غیر معمولی لالچ بھی دیا جاتا۔ لیکن پھر بھی وہ مصطفیٰ کمال کا مقابلہ نہ کرتی۔ بلکہ اُسکے سفیدابہ رخ علم کے نیچے جمع ہو جاتی۔ سلیمان پاشا نے جو فوج کا سپہ سالار تھا۔ صدر اعظم سے بیان کیا کہ حلقہ اُصمد میں جہاں مصطفیٰ کمال کے مقابلہ کیلئے رشکوٹ بھرتی کیے جاتے ہیں۔ کوئی فوج باقی نہیں رہی۔ تمام فوج مصطفیٰ کمال سے مل گئی ہے پس ایسی حالت میں جب کہ دفتر جنگ میں صرف چند افسر موجود ہوں۔ اور آٹھ پاس ایک سپاہی بھی نہ ہو۔ اناطولیہ پر چڑھائی کرنا ایک فعل عبث اور بے فائدہ ہے۔

اس مساذ پر ایک اور موقعہ پر دفترِ حریمہ نے چار ہزار رشکوٹ بھرتی کیے۔ ان سب کو ایک ایک مہینہ کی تنخواہ پیشگی دی گئی۔ بلکہ مزید رعایت آٹھ ساتھ یہ کی گئی کہ وہ میدانِ جنگ میں جانیے پیشتر اپنے بال بچوں کو مل آئیں۔ انہیں تین ہزار چار سو مقرر ہو کر مصطفیٰ کمال سے جا ملے۔ اور بمشکل چھ سو نے خطِ مصاف پر شکل دکھائی۔ چنانچہ اسکے بعد جنرل سٹاف صدرِ عثمانی پاشا نے بھی استعفیٰ داخل کر دیا۔

یہ حال تو سلطان کی افواج کا ہے۔ اب ذرا مصطفیٰ کمال کی افواج کا بھی حال سنئے۔ اناطولیہ میں قوم پرستوں کی فوجی کارروائیاں نہایت ہی استقلال کے ساتھ جاری تھیں۔ سپاہ کی زیادہ تفصل و حرکت اندرونِ ملک سے بروصہ اور گیارگی کی جانب تھی۔ مصطفیٰ کمال کو اس محاذ کی انتہائی اہمیت کا ارتقارِ عقین تھا کہ انہوں نے

ملیشیا میں فرانسیسیوں کے خلاف دباؤ کو نرم کر دیا۔ آپ کا پہلا مقصد یہ تھا کہ ادا باز آ پر دوبارہ قبضہ کیا جائے۔ جو احمد سے جنوب مشرق میں تیس میل کے قریب صدر پر واقع تھا۔ اور جو ریل کے ذریعہ سے ایک دوسرے سے منسلک ہیں۔ تاکہ احمد کے ساحل ماربورو تک فی الفور تمام ملک کو اپنی گرفت میں لیا جائے۔ یہاں برطانیہ کی ایک قلعہ گیر فوج مورچے لگائے بیٹھی تھی۔

پس ادا بازار کے محاذ پر ترکمان احرار نے جارحانہ کارروائی شروع کر دی اور گورنمنٹ کی فوجیں منتشر ہو گئیں۔ چو کسی کے سپاہی جو نہایت ہی قابلِ اعتساب تھے اپنے گھروں کو چلے گئے۔ کیونکہ نہ تو آنکھیں تنخواہیں دی جاتی تھیں۔ اور نہ ہی لوٹ مار کرنے کی اجازت تھی۔ جب یہ حالت گورنمنٹ کی فوجوں میں پیدا ہو گئی۔ تو مصطفیٰ کمال کی فوجوں نے ادا بازار پر قبضہ کر لیا (یہ مقام قسطنطنیہ سے انٹی میل مشرق کی طرف واقع ہے) اور فوراً سات آدمیوں کو قتل کر دیا جنہیں ادا بازار کے مفتی بھی تھے۔ کیونکہ انہوں نے ادا بازار کی مسجدوں میں گورنمنٹ کا فتوے پڑھنے کی غیر مال اندیش حرکت کی تھی۔ پھر محبان وطن نے مقام یلواد پر بھی قبضہ کر لیا۔ (یہ مقام قسطنطنیہ سے آنتیس میل بچہ ماربورو کے کنارے پر واقع ہے)۔

رفتہ رفتہ تمام کھوئے ہوئے مقامات پر مصطفیٰ کمال نے قبضہ کر لیا۔ صرف مقام احمد باقی رہ گیا۔ جو دشمنوں کے ہاتھ میں تھا۔ یہ مقام ریلوے سٹیشن ہے۔ اس لیے ضروریات کو مد نظر رکھتے ہوئے۔ یہ مقام فتح کرنا نہایت ہی ضروری تھا۔ بیلجیک کے قریب شدید لڑائی ہوئی۔ یہاں بھی قوم پسند ہی کامیاب رہے۔ ان فتوحات سے دلیر ہو کر مصطفیٰ کمال نے احمد چھوڑ کر نیکے لیے ایک خوفناک مہم کا آغاز کر دیا۔ اور احمد کی طرف پیش قدمی شروع کر دی۔ جہاں چند دنوں کے بعد اس کا تعادم برطانوی افواج سے ہوا۔ یہ مہم پسند رہ ہزار نفوس پر مشتمل تھی۔ جو ہر طرح کے ساز و سامان بخوبی آراستہ و پیراستہ تھی۔ اسکے پاس سامان حرب کا ذخیرہ بھی کافی دانی تھا۔ یہ فوج ہر دمہ کے شمال اور جنوب میں ڈیرے ڈالے ہوئے پڑی تھی۔ لیکن گورنمنٹ ٹرک کی نے اسکے

برفلاف کوئی معاذ نہ کر دوائی نہ کی۔ ہاں البتہ گورنمنٹ نے رضا کاروں اور
 شین گنوں کے تین جہاز روانہ کئے۔ جو ہمسد میں برطانوی خطوط کے باہر
 ساحلوں پر اترے۔ گورنمنٹ ٹرک کی افواج کی کمان اعلیٰ سابق وزیر جنگ
 سلیمان شفیق پاشا کے سپرد کی گئی۔ اس موقع پر قسطنطنیہ سے مزید چار ہتھیار
 بطور کمک روانہ کی گئیں۔

آغاز جولائی ۱۹۱۵ء میں ترکی محبتان قوم نے حکومت کی فوج پر ہمسد
 کے قریب گوگہ باری کی۔ لیکن برطانوی فوج پر جو یہاں تقسیم تھی کوئی حملہ نہ کیا
 گیا۔ ترکوں کے درمیان ابھی اس پر فاش کا آغاز ہی ہوا تھا۔ کہ اس آتش میں
 پیرس کی صلح کا نفرنس کا اجلاس ہوا۔ جہیں شرائط صلح ترکوں کے حوالہ کی گئیں
 جو بہت یہ شرائط قسطنطنیہ میں پہنچیں۔ سلطان نے انکو ناقابل قبول قرار دیا اور
 مارے غصہ کے حکم دیدیا۔ کہ ترکان احرار کا مقابلہ بند کر دیا جائے۔ چنانچہ اس
 حکم کے ماتحت ہمسد پر بھی مقابلہ بند ہو گیا۔ اور کوئی مزید واقعہ نہ کی گورنمنٹ
 اور ترکان احرار کے درمیان رونما ہوا۔ بلکہ ترکان احرار کا مقابلہ پھر اتحادی
 افواج سے ہوا۔ آگے چل کر ترکان احرار اور اتحادی افواج کے مقابلہ کا ذکر
 کیا جائے گا۔

ترکوں نے مصر کے آرمیوں کے علاوہ قسطنطنیہ کے اندر

جماعت احرار کے اعلانات

بھی اپنی ریشہ دوانیوں کا سلسلہ جاری کر دیا۔ اور داما

فرید پاشا کے برفلاف تحریریں شائع کیں۔ چنانچہ پولیس نے استنبول کے بعض محلوں
 سے ترکی جماعت احرار کے کچھ اعلانات برآمد کئے۔ جن میں مصطفیٰ کمال کی جماعت
 آف علماء۔ افسروں اور سپاہیوں سے جو قید کی تحریروں سے رہا ہو کر آئے
 تھے۔ اور نیز نوجوانان ملک اور عثمانی سپاہ سے خطاب کر کے درخواست کی تھی
 کہ کوئی شخص داماد فرید پاشا صدر اعظم ٹرک کی بی تائید نہ کرے۔

اس ترکی جماعت احرار کو علم تھا کہ شرائط صلح سخت ہو چکی۔ اور وہ یہ

بھی کہتی تھی کہ اگر فوجی کارروائیاں نہ کرتے تو خدا جانے ٹرکی کا کیا حشر ہوتا۔
تمام اشخاص سے جو دل میں حب الوطنی کا جذبہ رکھتے تھے۔ اس قدر ناکیاں گئیں
کہ وہ جہانگیر، بلوچان، ہونہ، انارک، اور دیگر علاقوں کے گروہ میں شامل ہو جائیں۔

پوتھاب

۱۹۱۷ء میں فرانس نے شام پر قبضہ کر لیا۔ سیریا، عربیہ، ملاک
ترکوں کے ہاتھوں سے منسلک گئے۔ سیریا پر یونانی قبضہ ہو چکا تھا
نومبر ۱۹۱۷ء میں فرانس نے شام پر قبضہ کر لیا۔ فلسطین پر انگریزوں نے اپنا
جھنڈا لہرایا۔ اس کے بعد ترکی معاملات کو پھر التوا میں ڈال گیا۔ شرائط صلح کو
منحصر رکھ گیا۔ کسی کو علم نہیں کہ کیا ہو گا۔ شرائط صلح شائع کر نیے پیشتر اتحادیوں
نے فلسطین پر تسلی کے ساتھ اپنا فوجی قبضہ جمایا۔ ترکوں سے ہتھیار چھین لیے
گئے۔ ان کو بے دست و پا کر دیا گیا۔ فلسطین میں کوئی مزاحمت کرنے والا
نہ رہا۔ سربان وطن بچے فلسطین سے مفرور ہو چکے تھے۔ اگر کوئی جماعت اتحادیوں کے
مقابلے میں سے براہ ہو سکتی تھی۔ تو وہ صرف ترکان احرار کی جماعت تھی۔ رفتہ رفتہ
فلسطین اور باسفورس پر اتحادی قبضہ مستحکم ہو گیا۔

پیرس میں صلح کا فرانس کے اجلاس ہو رہے ہیں۔ دنیا کے امن و انتظام
کے منظر پر سے کیے جا رہے ہیں۔ لیکن ٹرکی کے خرمین ہستی کو امن کے دیوتا کو
نوازنے کی کوشش نہیں کی جاتی۔ بلکہ اس کے خرمین ہستی کی تخریب کی مساعی ہو رہی
ہیں۔ اس کو تباہ کیا جا رہا ہے۔ یونان کو حکم مل چکا ہے کہ وہ ٹرکی پر حملہ کر کے
اس کو اپنے قبضہ میں کر لے۔ بہر حال ترکوں نے بھی اس امر کو ثابت کر دیا ہے
کہ جب تک ٹرکی کے اندر امن قائم نہ ہو گا۔ تب تک دنیا کے اندر امن قائم

نہیں ہو سکتا۔

ادھر ترکمان احرار اپنی قومی جبر و جہد میں سرگرمی کے ساتھ مشغول نہ رہتے۔ اور قسطنطنیہ کی گورنمنٹ صلح کیلئے پیرس کانفرنس میں عرصہ اشتیاق بھیج رہی تھی تاکہ جلد ترکی کے ساتھ صلح کی جائے۔ ترکی کے مذاکرات کی خبریں صلح کانفرنس کے دفتر میں باقاعدہ پہنچ رہی ہیں۔ ممبر ایک دوسرے سے سوال کرتے ہیں کہ ترکی میں کیا ہو رہا ہے۔ ترکی تو ختم کر دی گئی تھی۔ اب یہ شور و شر کیا۔

دریافت کرنے پر ان کو معلوم ہو گیا کہ درہ دانیوں کے ہیر پھڑکے کمال نے سلطان کے خلاف علم بغاوت بلند کیا ہے۔ جو ملک کے بے حد حقوں کے بہاروں میں رہتا ہے۔

آخر کار ترکی کے متعلق شرائط صلح تیار ہو گئیں۔ قسطنطنیہ کے قبضہ کے متعلق بھی اطمینان خاطر نصیب ہو چکا تھا۔ قسطنطنیہ کے اتحادی ہالی کثرت نے باغیالی کو لکھا کہ پیرس میں ۱۰ اپریل ۱۹۱۹ء کو ایک جلسہ ہونی والا ہے۔ اس میں معاہدہ صلح حاصل کرنیکے لئے نمائندے بھیجے جائیں۔ گورنمنٹ ترکی کے نمائندے مقررہ تاریخ پیرس میں پہنچ گئے۔ اتحادیوں نے شرائط صلح کی تکمیل کر کے صلح نامہ رئیس وفد کے حوالے کیا۔ اسکا نام عہد نامہ سیورے رکھا گیا۔

رئیس وفد نے کانپتے ہوئے ہاتھوں سے اس صلح نامہ کو لے لیا۔ کونس نے ایک ماہ کی مہلت دیا کہ اس پر غور و خوض کر کے دستخط ثبت کر دو۔ ان شرائط کے مطابق صرف اناطولیہ سمیت خارج کر کے ترکوں کے حصہ میں آیا۔ لیکن اس میں بھی وہ زندگی آزادانہ بسر کرنے کے مجاز نہ تھے۔ انکی ہر نفس و حرکت اتحادیوں کی حکمرانی میں تھی۔ خزانہ پر سخت پابندی تھی۔ کمیشن کا قیام کیا گیا۔ جسکے ذمہ یہ امر تھا کہ ترکی کی فوج کو منسوخ کر کے نئی و انیٹ فوج اور جبرامہ کا قبضہ اپنے پاس رکھئے۔ اور شیکس کیسٹم جنگلات اور پولیس کا خیال رکھئے۔ شامانہ اختیارات جمہوریتوں کو دئے گئے۔ اس طرح آئین ہاتھ پاؤں خوب جکڑ کر بانہ بند دئے گئے۔

خلیفہ اعلیٰ۔ ولی عہد ترکی اور وزیر اعظم اور دیگر وزراء نے عہد کرلیا کہ اگر سمرنا اور تھریس لیونان کو دیدیا گیا۔ تو سلطان تخت سے اور ولی عہد تھریس ولی عہدی سے اور وزیر اعظم و صاحب وزارت سے دست کش ہو جائیں گے۔

جو بھی یہ عہد نامہ ترکی میں پہنچا اور ترکوں کو شرائط صلح معلوم ہوئیں تو سب کے دانت کھٹے ہو گئے۔ اور حیران و ششدر رہ گئے۔ سلطان اعظم سے لے کر ادا نے سپاہی تک کی یہی رائے تھی کہ یہ شرائط ہرگز قبول کی جائیں گی۔ تمام سرکاری اور غیر سرکاری ترکوں نے اقرار کیا کہ ہم اخیر دم تک لڑیں گے۔ ممبران گورنمنٹ جو قوم پرستوں کی تحریک کے مخالف تھے وہ بھی اس تحریک کے حامی ہو گئے۔ کیونکہ ان کو فیصلہ پیرس میں تبدیلی کی کوئی اُمید نظر نہ آتی تھی۔ اب انہوں نے علانیہ طور پر کہنا شروع کر دیا۔ کہ انا طولیہ کا سرغنہ حق بجانب ہے۔ ایک طرح تو اس عہد نامہ کو ترکی کیلئے مبارک فال سمجھنا چاہیے۔ کیونکہ اسے ترکوں کے تمام اندرونی اختلافات مٹا دیے۔ اور ترکوں کے دونوں فریق اس عہد نامہ کی مخالفت پر کمر بستہ ہو گئے چنانچہ گورنمنٹ ترکی نے ایک حکم جاری کر دیا۔ کہ جہاں کہیں عثمانی افواج قوم پرستوں سے برسرِ پیکار ہے وہاں مقابلہ بند کر دیا جائے۔

بادشاہ اور شاہی خاندان نے اپنی ہتک اور بے عزتی خیال کر کے دستخط کر نیسے انکار کر دیا۔ ان شرائط کا ترکی پر بہت برا اثر پڑا۔ اگر ترکی قبول کر لیتی تو حقیقت میں ترکی مٹ جاتی۔

لیکن اتحادی اور داماد فرید پاشا ہمہ تن اس بات میں مصروف تھے کہ کسی نہ کسی طرح سے شرائط صلح پر دستخط کر کے اپنی حیات کی شاہِ رگ کو قطع کر دے۔ اور دنیا سے ہمیشہ کیلئے نیست و نابود ہو جائے۔ لیکن قوم پرستوں کی تحریک نے اسکو روکی کا کاغذ ثابت کر دیا۔ بعد ازاں لوزان کانفرنس میں پارہ پارہ ہو گیا۔

پھر ترکوں کو اس بات کا خیال پیدا ہوا۔ کہ ترکوں اور قوم پسندوں میں صلح اور عفا فی ہو جائے۔ تو بہتر ہے۔ علاوہ اسکے اس وقت ترک کی پارلیمنٹ بھی قوم پسندوں کی طرفدار تھی۔ اسیلئے وہ بھی ان سے صلح کرنی چاہتی تھی۔

چنانچہ احمد عزت جو دوران جنگ میں وزیر جنگ تھے۔ قوم پسند ترکوں کے صدر مقام انکار کی طرف گئے۔ تاکہ مصطفیٰ کمال اور عثمانی حکومت کے درمیان جو غلیج حایل ہے۔ اس کو پاٹنے کی کوشش کریں۔ لیکن اتحاد دیوں کو سب سے بڑا اندیشہ اس وقت یہ تھا۔ کہ قوم پسند فریق کی طرفدار وزارت برسر کار اگر معاہدہ پر دستخط تو کر دیگی۔ مگر بعد میں تکمیل معاہدہ سے پہلو ہتی کرے گی۔ جس سے اُنہما یہ مقصد ہوگا۔ کہ ایٹا کے کوچک میں اپنے حامیوں کو موجودہ ہلاکت آفرین مصیبت سے نجات دلائے۔

قوم پسند ترکوں کے جابجا اشتہار چسپاں تھے۔ جس پر لکھا ہوا تھا۔ کہ :- ہم قتل و غارت کیلئے نہیں آرہے ہیں۔ بلکہ ٹرکی کو اسکے بڑے بڑے دشمنوں یا مخصوص اتحاد دیوں سے بچانے کیلئے کوشش کر رہے ہیں۔ جو خطرناک حرکتیں کر رہے ہیں۔ اور یونانیوں کی پیٹھ ٹھونک کر ہمارے مقابلہ میں دھکیل رہے ہیں۔ جب شرائط صلح ٹرکی کی شایع ہوئیں۔ اور وہ شرائط دلی عہد شکنی کی گرفتاری

ٹرکی کو مکمل طور پر نیت دنا اور دکر نیوالی مسکوم میں تو دلی عہد موصوف نے جدید حالات سے متاثر ہو کر منصب دلی عہد پر قائم رہنا اپنی ضمیر کے غلات سمجھا۔ چنانچہ انہوں نے شرائط صلح کی کیفیت سننے ہی اس منصب سے دست بردار ہونے کا فیصلہ کر لیا۔ اس موقع پر انہوں نے شاہی خاندان کے متعدد مشہر ادوں اور دیگر ارکان کو بلایا اور اپنا تمنعہ و لیعہدی شہزاد سلیم کے سینہ پرا دیزاں کرتے ہوئے فرمایا :-

مجھے منصب دلی عہد پر قائم رہتے ہوئے شرم آتی ہے۔ اور میرے ملک کی موجودہ حالت میرے لئے سخت ذلت و شرم کا باعث ہے۔ پرنس عبد المجید خان نے

سلطان العظم کو یلدرز کو شک میں اپنے اس طرز عمل کی باضابطہ اطلاع دیدی جس کے معلوم کرنے کے بعد سلطان کی طرف سے کسی قسم کا اختلاف نہ کیا گیا۔

تب بابا لی میں حضور سلطان العظم کے زیرِ صدارت خاندانِ خلافت کے ارکان کا ایک جلسہ منعقد ہوا۔ جس میں شہزادہ سلیم آفندی اور عبدالحلیم آفندی نے بھی جو عبد المجید رفان کے بعد مسندِ نشینِ خلافت کے مستحق تھے۔ کہہ دیا کہ چونکہ عہد نامہ سیورے کی رو سے ترکی کا اقتدار سلطنتِ لیا میٹ ہو چکا ہے۔ اور اس کی حیثیتِ یورپ کی سلطنتوں کے ماتحت ایک باجگزار ریاست کی سی رہ گئی ہے۔ لہذا ہماری خودداری گوارا نہیں کرتی۔ کہ ایسی سلطنت کے ولی عہد کہلائیں چنانچہ ہم بھی اپنے حقوق سے دست بردار ہوتے ہیں۔ اللہ اکبر بادشاہوں کی اولوالہدی اولوالعزمیوں کی بادشاہ ہوتی ہے۔ اور آزاد مسلمان مٹ کر بھی اس قدر غیرت و حمیت کی آگ اپنے سینے میں رکھتے ہیں۔ اور خودداری کی خاطر مسندِ خلافت سے بھی جو نبوت کے بعد بہترین انعام الہی ہے۔ دست بردار ہو جاتے ہیں۔ فی الحقیقت یہی اسلام کے مایہ ناز فرزند ہیں۔ جن کے مبارک وجود سے آج اسلام کا نام باقی ہے۔

بعد ازاں شہزادہ نے اناطولیہ کو فرار ہو جانے کی کوشش کی۔ مگر ناکام رہے اور انہی کشتیاں اور رٹر کاریں گرفتار ہو گئیں۔ اور خود بھی سخت دلیوں کے بیچے میں گرفتار ہو گئے۔

اس وقت ترکی حکومت نے اناطولیہ کے تمام ایک اعلان داما دفرید پاشا کی چال

شائع کیا۔ جس میں یہ بتایا گیا تھا۔ کہ اصرارِ اسلام کی بدولت کتنا نقصان پہنچا ہے۔ تیز و جوش بیان کیے گئے۔ جنکی وجہ سے مجبور ہو کر ترکی کو صلح نامہ پر دستخط کرنے پڑے۔ اس اعلان کی رو سے اناطولیہ کے تمام باغیوں کو باہر مٹائے مصطفیٰ کمال پاشا اور کارکنانِ تحریکِ فدائیتِ قوم کو عام معافی عطا کی گئی۔ لیکن بعد میں وزیرِ اعظم ایک اور چال چلا کہ اسے لطیفی فخری

اور اسماعیل حقی پاشا کو سفیر بنا کر انگلڈ بھیج دیا۔ تاکہ وہ احرار اسلام کو یامیل یہ آشتی کریں۔ وزیر اعظم نے مصطفیٰ کمال پاشا کو مطلع کیا کہ اگرچہ لیڈر ول کو ممانی دینا غیر ممکن ہے۔ لیکن گورنمنٹ اس بات پر تیار ہے کہ انھیں یورپ میں بھاگ جانے کا موقع دے۔

اگرچہ حضور خلیفۃ المسلمین سلطان وحید الدین خان ایڈہ اللہ بنصرہ کی حیثیت اس وقت اتحادیوں کے زندانی سے زیادہ نہ تھی۔ لیکن جب طرح حضرت یوسف علیہ السلام کی عظمت نبوت اور علو مرتبت میں قید و اسیری سے کوئی فرق نہیں ہو سکتا تھا۔ اس طرح اتحادیوں کی قید سرد عالم و عالمیان کے منہ آرا اور خاندان خلافت کے دوسرے افراد کی اولوالعزمی کو ذرہ برابر کم نہ کر سکتی تھی۔ وزیر اعظم مسلم ترک کی داماد فرید پاشا جو اتحادیوں کا نہایت پسندیدہ پٹھو اور خلافت متقدمہ اسلامیہ کا مارا استین ہے۔ ہمیشہ اسی کوشش میں مصروف رہا۔ کہ کسی نہ کسی طرح حکومت کو اس امر پر آمادہ کرے کہ وہ غازی مصطفیٰ کمال پاشا کی ان جانفروشانہ مساعی کو جو غازی مسدوح اسلام کے مروج و ارتقا اور خلافت اسلامیہ کے مجد و اعتلا کے تحفظ کی خاطر عمل میں لارہے ہیں۔ اتحادیوں کی امداد و اعانت سے کچل ڈالے۔ لیکن ابھی ترک ابتر بے غیرت و بے حیثیت نہیں ہوئے۔ کہ خدا اور رسول کے راستے میں جہاد کر نیوالے اور اسلام کی شان و شوکت کو دنیا میں بڑھا نیوالے کے برخلاف تلوار اٹھائیں چنانچہ یہی وجہ ہے کہ ترکان احرار کو اپنے ترک بھائیوں سے زیادہ جنگجوی کا موقع نہ ملا۔ اگرچہ بچاری ترکی فوجیں ترکان احرار کے برخلاف یورش کرتی تھیں صرف داماد فرید پاشا کی افسری کے حکم سے مجبور ہو کر ایسا کرتی تھیں۔ جس کا یہ نتیجہ نہ تھا کہ اکثر صاف باطن افسر اور سپاہی ترکان احرار کی تحریک میں شامل ہو گئے۔ اور اس بد باطن کے ارادے ناکام رہے۔ اور اسکو ایسی نامرادی کا سامنا کرنا پڑا جو ہمیشہ ایسے بدخواہ اسلام کا حصہ رہی ہے۔

اسی اثمت میں آستانہ علیہ میں ایک کونسل منعقد ہوئی۔ جس میں وزیر

اعظم نے یہ تجویز پیش کی کہ حضور سلطان المعظم اپنی سرکردگی میں ایک فوج لیکر اناطولیہ جائیں۔ اور احرار اسلام نے جو آگ لگا رکھی ہے۔ اُسکے انکسار کی کوشش کریں حضور سلطان المعظم اس ناپاک تجویز پر نہایت ہی کبیدہ خاطر ہوئے۔ اور اُسکو نفرت کے ساتھ مسترد کر دیا۔ اگر حضور سلطان المعظم اناطولیہ چلے بھی جاتے تو وہ غازی مصطفیٰ کمال پاشا کی اس سب فوج کے سالار اعظم بنا دئے جاتے۔ اس فوج ظفر موج کے پرچم پر یہ الفاظ لکھے ہوئے تھے۔ ”ایشیا ایشیوں کیلئے ہے“

اس وقت صرف داماد فرید پاشا ہی غدار ملک میں موجود نہ تھا۔ بلکہ اس خصلت کا ایک اور بھی اسلام کارکن موجود تھا۔ جو داماد فرید پاشا سے کسی طرح کم نہ تھا۔ وہ کون تھا؟ وہ بھی شیخ الاسلام تھا۔ جسکے ہاتھ سے اسلام مقدسہ اور شریعت مطہرہ کے فتاوے جاری ہوا کرتے تھے۔ انہوں نے بھی ترکان احرار کی مخالفت کرنے میں کوئی کسر اٹھانہ رکھی۔ لیکن حق کا حمایتی ہمیشہ حق ہی ہوا کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ترکان احرار کو ان ہر دو مارگزیدہ سے اپنی پناہ میں رکھ کر ان کی نیش زنی سے محفوظ رکھا۔ اور ان دونوں قوم اور وطن غرضتوں کو ناکامی سے دوچار ہونا پڑا۔ اور مصطفیٰ کمال کی طاقت خدا داد کو کچل نہ سکے اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ داماد فرید پاشا آل اپنے ناصیہ حال پر کلنک کاٹیکہ اور ذلت کا نشان لگائے ہوئے عہدہ وزارت سے مستعفی ہو گیا۔ ساتھ ہی شیخ الاسلام بھی اپنا روسیہ لے کر اس عہدہ مقدس سے علیحدہ ہوا۔ اُسکی جگہ نور علی ندی نامی مصر کے سابق قاضی القضاات مقرر ہوئے۔ اور مہارت عظمیٰ کا منصب توفیق پاشا کے سپرد ہوا۔ اس شرط پر کہ اناطولیہ میں غازی مصطفیٰ کمال پاشا اور اُسکے ساتھیوں کے لئے ایک اعلان شاہی بطور معافی نامہ جاری کیا جائے۔ اور خود سلطان المعظم وہاں تشریف شریف لے جا کر سب کو صلح پر راضی کریں۔ چنانچہ اس فیصلہ کی رو سے وزیر عدالت اور وزیر داخلہ کو ہدایت کی گئی۔ کہ وہ ایک سکیم وضع کریں۔ جس میں احرار اناطولیہ کو معافی دینا منظور کیا جائے۔

بہارِ اراں توفیق پاشا نے ایک اعلان شائع کیا
 ترجمان احرار اور باغی میں گفتگو
 جمیں یہ اُمید ظاہر ہو گئی کہ نئی مجلس وزرا اگرچہ
 معاہدہ کی سخت شرائط اور نا طویلہ کے بلوہ کے باعث مشکلات میں پڑی ہے
 تاہم اتحادیوں کی مدد سے مرکزی حکومت اور قوم پسندوں کے درمیان برادر
 کشی کی جست و جہد کو ختم کرنے اور معاہدہ سیدرے کی شرائط کو عمل میں لانے میں
 کامیاب ہوگی۔ انفرنس باغی نے مصطفیٰ کمال پاشا سے بات چیت شروع کی۔
 مصطفیٰ کمال پاشا نے ایک انفر کے ذریعہ سے باغی قسطنطنیہ کو یہ پیغام بھیجا۔ کہ
 احرار کی انگریز گورنمنٹ نامہ و پیام کیلئے تیار ہے۔ بشرطیکہ اتحادیوں سے یہ تحریری
 وعدہ لیا جائے کہ وہ حسب ذیل شرائط مان لیں گے۔

- ۱۔ سمرنا اور تھریس ترکی سلطنت کو واپس ہو۔
- ۲۔ عہد نامہ سیدرے یعنی مسلمان مہ ترکی کی شرائط خصوصاً مالی اور اقتصادی
 نگرانی کے متعلق بحق ترکی نرم کیے جائیں۔
- ۳۔ خلافت کو سلطان سے علیحدہ کر دیا جائے۔ اس طرح کہ سلطانی توقدان
 عثمانی میں سب سے بڑے لڑکے کو ملا کرے۔ اور خلافت آل رسول میں ایشیائے
 دیبا کے جس کے اعتبار اور تقدیس کی کل دنیا قابل ہو۔
- تب بالباغی نے ایک یادداشت اختیار کی کہ وہ اپنی اپنی حکومتوں کو بھیج دیں۔ اتحادی طاقتوں کو مطلع کیا گیا۔ کہ اصلاحات کا ایک
 وسیع پروگرام شاہی فرمان کی صورت میں جلد مشہور کیا جائیگا۔ اس سکیم میں عدالتی
 اقتصادی اور انتظامی اصلاحات شامل ہو گئی۔
- مگر معلوم ہوتا ہے کہ باغی کی یہ سب کوششیں رائیگاں ہی گئیں۔ کیونکہ معاہدہ
 صلح کی بعض شرائط پر عامل نہ ہونے۔ اور آخری تصدیق میں لیت و صلح کرنے کے
 باعث اتحادیوں نے ترکی کی مالی امداد بند کر دی۔
- مصطفیٰ کمال پاشا نے معاہدہ صلح کو ناقابل قبول اور داماد فرید پاشا کی

حکومتوں کو نفرت کی نگاہ سے دیکھا۔ اور قسطنطنیہ اور ترکان احرار کی سلسلہ جنبانی کا بھی کوئی بار آور نتیجہ نہ نکلا۔

قوم پرستوں کے معرکے اتحادیوں کے خلاف | صلح کانفرنس کے فیصلہ نے ایک دفعہ پھر ترکوں سر سے لیکر پاؤں تک ہلا دیا۔ ہر ترک قوم پرست بن گیا۔ اور قوم پرستوں کے ساتھ انگور میں ملنے کو مثبت رہ گیا۔ کئی صدیوں تک اٹھواں نے حکومت کے مزے چکھے تھے وہ غلام کس طرح بن سکتے تھے۔

یورپ کی نئی تدبیر نے ترکوں کو یہ سبق دیا کہ سب نے ذاتی رنجشوں اور کادشوں کو دل سے دور کر کے مسطفی کمال سے مل کر قوم پرستوں کی تحریک کو کامیاب بنانے کی کوشش کی۔ اب ان کو یقین ہوا کہ وہ جو کچھ کہتے تھے درست نکلا۔ وہ خلیفہ کی پابندی کا تار و پود بیکر کر ترکان احرار کے خلاف سول و دار کا فائدہ کر کے انگور کی طرف چلے گئے۔ انھوں نے قمیص کھائیں کہ داماد فرید پاشا اور سلطان کے وزراء کا منہ بلہ کریں گے جو یہ ذلیل ترین شرائط قبول کرنے پر تلے ہوئے ہیں۔ انہوں نے مسطفی کمال کو اپنا لیڈر تسلیم کر لیا۔ بلکہ وہ قوم پرستوں کی بجائے کمالی ہو گئے۔ یونانیوں اور اتحادیوں کو تباہ کرنے کا انہوں نے عزم مصمم کر لیا۔

سلطان نے خود صلح کانفرنس کے فیصلہ کو ناقابل قبول قرار دیتے ہوئے حکام جاری کردئے کہ ترکان احرار سے ہر جگہ مقابلہ بند کر دیا جائے۔ شاہی خان میں اس فیصلہ نے ایک زبردست ہجماں پیدا کر دیا۔ اگرچہ خلیفہ سلطنت سے دست بردار نہ ہوا تاہم مسلم ہوتا ہے کہ وہ بھی ترکان احرار کی تحریک کو آبِ نظر مستحسان دیکھتا تھا۔ البتہ شہزادگان نے علی التواتر عہدہ ولی عہد کی سے کنارہ کشی اختیار کر لی۔ اور مسطفی کمال سے ملنے کی سعی کی۔ لیکن اتحادیوں کے ہاتھوں میں گرفتار ہو گئے۔

غرضیکہ شرائط صلح نے بادشاہ سے لیکر غریب تک بدامنی اور بے مینی پیدا کر دی۔ شرکی میں اس وقت کوئی متفق بھی ایسا نہ تھا۔ جو ان شرائط سے متاثر نہ ہوا ہو۔ جو زیادہ بچنے اور جو شیلہ تھے وہ کسی نہ کسی طرح قسطنطنیہ سے نکل کر انگور میں نقل مکانی کر گئے۔

اور جو انتہا پسند نہ تھے وہ قسطنطنیہ میں ہی بیٹھے شرائط صلح پر آمادہ و تہیون کرتے تھے۔
صلح کانفرنس کے فیصلہ نے چند ہی دنوں میں وہ کر دکھایا۔ جو مصطفیٰ کمالؐ کی
مہمتوں اور سانلوں میں کرتا۔ شرائط صلح نے ایک عام پریشانی بھیدلا دی۔ لیکن مصطفیٰ
کمالؐ کی تحریک کو ایک عام تقویت حاصل ہو گئی۔

اب مصطفیٰ کمالؐ ہر طرح سے تیار تھے۔ آپنے لڑائی کا حکمہ از سر نو تیار کیا۔ بکر عامی
عزناں اور فیضی کے دستے یہ ڈیوٹی ڈالی کہ قومی اندفاع کے سامان کی تنظیم کریں۔
خامسکریا مان حرب و ضرب اور سامان رسد کی فراہمی اُنکے دستے ڈالینگئی۔ عصمت
چیف آف دی سٹاف مقرر ہوا۔ لیکن افسوس کہ مرثوف اور فتحی اور دیگر لیڈر مائل
میں مقید تھے۔ قومی خدمت سے محروم تھے۔

مصطفیٰ کمالؐ کی یہ تیاریاں قسطنطنیہ کے برخلاف نہ تھیں۔ کیونکہ سلطان
نے شرائط صلح سے مایوس ہو کر رسول دار کا خاتمہ کر دیا تھا۔ اس طرح مصطفیٰ کمالؐ
کو ایک دشمن کی طرف سے اطمینان خاطر نصیب ہوا۔ لیکن یہ تیاریاں اب براہ راست
اتحادیوں کے برخلاف تھیں۔ مصطفیٰ کمالؐ چاہتا تھا کہ قسطنطنیہ پر قبضہ کر کے اتحادی
فوجی قبضہ سے دارالخلافہ کو آزاد کیا جائے۔ اور پھر یونان سے تھریس کے علاقے
خالی کرائے جائیں۔

جنوب میں بوزانی چیچک کر کے فرانسیسیوں کو پسپا ہونے پر مجبور کر دیا۔ مشرق
میں کاظم کاراجک نے آرمینین سرحد کو صاف کر دیا۔ اور وہاں تمام حالات درست
ہو گئے۔ آرمینیا اور فرانس کے معرکے دوسری جلد میں مکمل درج ہیں۔ وہاں
ملاحظہ فرمادیں۔ گویا کہ اس وقت تک ترکان اصرار نے اپنی تین اعدا سے مخفی حاصل
کر لی۔ اب باقی اتحادی تھے۔ یا یونان تھا۔ اسلئے اب یہاں ترکان اصرار کی
کارروائیاں اتحادیوں کے برخلاف قلبند کیجاتی ہیں۔

یہ بات پوشیدہ نہ رہنی چاہیے کہ ترکان اصرار کو اتحادیوں سے براہ راست
کوئی شدید جنگ نہ لڑنی پڑی۔ چند چھوٹی چھوٹی لڑائیاں وقوع پذیر ہوئیں۔ کیونکہ

اُتھا دیوں نے بذات خود کوئی جنگ ترکان احرار کے برفلاف نہ چھیڑی۔
 اب مصطفیٰ کمال نے یہ سوچا کہ قسطنطنیہ کے قریب تر ہو جانا چاہیے۔ اس وقت
 سربیا میں یونانی فوجیں تھیں۔ اور قسطنطنیہ کے گرد و نواح میں اتحادی افواج تھیں
 ان فوجوں کے علاوہ اور کوئی فوج دشمن کی ملک میں موجود نہ تھی۔

ماورجن میں ترکان احرار کی ایک حملہ آور جماعت نے امدد ریلوے لائن کے
 قریب چنیری پہاڑیوں پر قبضہ کر لیا۔ اور جو ہتھیارستانی افواج آئیں وہاں سے
 اٹا لے کیئے آگے بڑھ رہی تھیں۔ ان پر شدید گولہ باری کی۔ مگر نشانہ بازی صحیح
 نہ تھی۔ اسی لئے ترکان احرار کو جلدی منتشر کر دیا گیا۔

پھر ترکان احرار نے ۵ جولائی کو بیکوس پر حملہ کر دیا۔ یہ مقام آبنائے
 باسفورس کے مشرقی ساحل پر اور یورپین ساحل پر ایک تادی سپڈ کو اڑھائیوں کے
 بالمقابل واقعہ ہے۔ اور قسطنطنیہ سے دس میل کے فاصلہ پر واقعہ ہے۔ اس
 شہر پر ایک تادی قبضہ تھا۔ اتحادی توپیں پوری قوت سے حملہ آوروں کی مدد
 میں تشباری کرتی رہیں۔ لیکن باوجود شدید تشباری اور مدافعت کے ترکوں
 نے اپنی پوزیشن کو نہ چھوڑا۔ آخر برطانوی سپاہ کا ایک حصہ ترکوں کو ہٹانے
 کیلئے بحری راستے سے آگے بڑھا۔ لیکن ترکوں کی گولہ باری نے اناطولیہ کے
 کسی ساحل پر برطانوی جہازوں کو سپاہ اتارنے کا موقع نہ دیا۔ اس سے
 ترکوں کو معلوم ہو گیا۔ کہ برطانوی سپاہ بہت کم ہے۔ اس جنگ میں یونانی بھی
 اتحادیوں کے ساتھ دوش بہ دوش تھے۔ ترکوں نے چالیس یونانیوں کو اس خیال
 سے نظر بند کر رکھا۔ کہ اگر برطانوی سپاہ لشکر پر گولہ باری کی گئی تو وہ ان کو قتل
 کر ڈالیں گے۔ چونکہ اہل شہر کامیلاں ترکوں کی طرف تھا۔ اسی لئے اہل شہر کی مدد
 سے ترکوں نے بیکوس پر قبضہ کر لیا۔

آپ سمجھ پڑھ آئے ہیں کہ ترکان احرار نے امدد کو فتح کرنے
 کے لئے ایک بڑی خوفناک مہم تیار کی تھی۔ اس مہم کے

محرک امدد

تلافی حکومت قسطنطنیہ نے بھی اپنی افواج روانہ کی تھیں۔ ترکان احرار نے امد کے مقام پر حرکت آرائی کا بازار گرم کر دیا۔ چنانچہ گولہ باری بھی ہوئی۔ لیکن شہر صلح سے مایوس ہو کر سلطان نے ترکان احرار کے برخلاف جنگی کارروائیاں بند کر دی تھیں۔ اسلئے ترکان احرار کو ترکی گورنمنٹ کے خلاف مزید جنگ کرنے کی ضرورت نہ رہی۔ چونکہ ترکان احرار نے اپنی تمام اجتماعی قوت مقام امد پر مرکوز کی ہوئی تھی۔ اور وہ امد کو ایک اہم مقام خیال کر کے فتح کرنا چاہتے تھے تو اسلئے اب ترکان احرار کا صلح نظر امد تھا۔ چنانچہ ترکان احرار بغیر مقابلہ اور رکاوٹ کے نہایت ہی سرعت کے ساتھ امد کی طرف بڑھے اور شہر کا محاصرہ کر لیا۔ یوین ترکی کیسٹرن سے جنرل جعفر تیار نے اپنی فوجوں کو حرکت دی۔ اور ایشیائی جانب سے علی قواد نے امد پر حملہ کر دیا۔ اور سلطان کی چوکیوں کی محافظ سپاہیوں کو دھکیل کر انگریزی فوجوں کے بالمقابل ہو گیا۔ یہ سمجھ کر کہ صرف جنوبی ساحل اُنکے قبضہ میں ہے۔ علی قواد نے اپنا توپ خانہ اُنکے گرد سیدھا باسفورس کی طرف روانہ کر دیا۔ اُنہوں نے حملہ کر کے اتحادی ہائی کمبندرائچیف کے دفتر سے ایک میل کے فاصلے پر ایک گھاؤں کو نذر آتش کر دیا۔ اس طرح قسطنطنیہ جس پر معمولی اتحادی فوجیں قبضہ کیے ہوئے تھیں۔ اور اتحادی ہائی کمبندرائچیف نے طاقتوں کا منایہ تھا براہ راست حملہ کیلئے صلح نظر تھا۔ اور امد میں انگریزی فوجیں اس قدر قلیل تھیں کہ وہ ترکوں کو روک نہیں سکتی تھیں۔ اگرچہ اتحادی بیڑے نے امد پر بڑھتے ہوئے ترکوں پر گولہ باری شروع کر دی۔ لیکن یہ گولہ باری ترکوں کی پیش قدمی کو روک نہ سکی۔ حملہ آور تھوڑی دیر کے بعد شہر امد میں داخل ہو گئے۔ اب چند دنوں کی بات تھی کہ ترک دشمن کی مدافعت کی کمزور لائن کو توڑ کر عبور کر کے قسطنطنیہ کی طرف پیش قدمی کریں۔ اور اتحادی افواج کو کاٹ کر بھدیں علاقہ مرینیہ میں بھی ترکان احرار اور اتحادیوں کے درمیان مصرعے ہوئے ان میں بھی ترک کامیاب رہے۔ ان لڑائیوں میں ذیل کی لڑائی بڑی نہایت

اور قابل ذکر ہے۔ اتحادی سپاہ نے علاقہ مرعینا میں ترکمان احزاب پر قبضہ کیا۔ امرتیت اتحادی سپاہ کے ساتھ ایک زبردست قریب خانہ بھی تھا۔ ترکی سپاہ تعداد میں بھی بہت کم تھی۔ انہیں پاس سامان حرب بھی ناکافی اور اسلحہ جاتا بھی اچھے نہ تھے برخلاف ان کے اتحادی سپاہی پانچ ہزار سے کم نہ تھے۔ قریب محکمہ آرائی ہوئی جس کا نتیجہ اختتام دیوں کی شکست فاش میں نکلا۔ اتحادی سپاہی بھاگ گئے۔ اور تین صد لاکھ میں میدان جنگ میں چھوڑ گئے۔

اب ترک احمد پرتا میں ہیں۔ قسطنطنیہ پر بھی نظریں لگی قسطنطنیہ کو بچانے کی کوشش ہوئی ہیں۔ اگر یہاں آئینہ مقابلہ نہ کیا گیا۔ توجہ دہی دنیا کے اندر ترکمان احزاب قسطنطنیہ بھی اختتام دیوں سے چھین لینگے۔ اب اتحادیوں کو قسطنطنیہ کے بچانے کی فکر دامن گیر ہے۔ ابھی تک صلح نامہ پر بھی دستخط نہیں ہوئے صرف قوم پرستوں کی قومی تحریک ہی اس میں سہارا ہوئی۔ ورنہ داماد فریدیارت کو ہر طرح تیار تھا کہ اس صلح نامہ پر فی الفور دستخط کر کے اتحادیوں کے حوالہ کر دیا جائے اور ترکی کو صفحہ دنیا سے ہمیشہ کیلئے نیست و نابود کر دیا جائے۔ قوم پرست دن بدن ترقی کرتے گئے۔ اور ہر نامہ سیر سے پڑا نا ہوتا گیا۔ اس کی تکمیل نہ ہو سکی اتحادی سپاہیوں کی حالت میں تھے۔ پیرس میں صلح کانفرنس کو اب معلوم ہوا کہ ترکی میں اتحادی فوجیں بہت کم ہیں۔ جو شرائط صلح منوا سکیں۔ جنگ یورپ کے اختتام کے بعد فاتحانہ حکومتوں نے اپنی افواج میں کمی کر دی اس وقت قسطنطنیہ میں اتحادی فوجیں صرف چند ہزار کی تعداد میں تھیں۔ اس لیے اتحادی ہالی کس اندر نے وہاں سے بھاگنے کی تمام تدابیر سوچ رکھی تھیں۔

مصطفیٰ کمال فتنہ دہ تھے۔ آپ کے اشارے کی دیر تھی اور اتحادی تباہ ہو جاتے بانیان صلح کی حالت کس پیرسی کی تھی۔ قسطنطنیہ کو بچانے سے عاجز نہ تھے۔ حیران و پریشان تھے۔ اور سوچتے تھے کہ اب کیا کیا جائے۔ شرائط صلح کی تکمیل کس طرح ہو۔ آخر کار ان کو پتہ چلا کہ ترک اپنے باغی لیڈر مصطفیٰ کمال کے ماتحت اتحادیوں کو ترک کر دیں

باہر نکالنے والے ہیں۔ اس لیے جس طرح بھی ہنزہ کو روکا جائے۔ ورنہ ہر طرف معاملہ خراب ہو جائے گا۔ دنیا کے اندر عام لقب و تین شروع ہو جائیگی۔ بانیانِ صلح کانفرنس ہر طرح سے مایوس تھے۔ ترکوں کی بغاوت کو دبانا چاہتے تھے۔ لیکن راجہ کس طرح انھوں کی طرف سے اُمید کی جبکہ نصر نے آتی تھی۔ ایک موقع پر لیکن میں میں مسیور ملر سینڈ اور سینور گولٹی وزیرِ داخلہ کے درمیان گفتگو ہوئی جس میں وزیرِ داخلہ نے اپنے فراموشی فوجی کار کے سامنے تجویز پیش کی۔ کہ اگر معاہدہ صلح کی تکمیل کرنا چاہتے ہو۔ تو مصطفیٰ کمال پاشا اور حکومتِ قسطنطنیہ کے درمیان صلحت کی کوشش کرو۔ لیکن اس وقت صلح کی کونسل نے اسپر کوئی توجہ نہ کی۔ بلکہ کہنے لگے کیوں ؟ بانیانِ صلح کامیابی کے نشہ میں چور تھے۔ اور وہ رُک کی کوہِ بڑ کر چکے تھے۔ ہنسنا خیال تھا کہ اب رُک کی دنیا سے نیست و نابود ہو چکی ہے۔ اُسکی طرف توجہ کرنا سب سے ہے۔ لیکن اب وہ وقت نکل چکا ہے۔ ترکانِ احرار کی جمعیت فائقہ ہے وہ فاتح ہیں۔ اور کامیاب ہیں۔ اور قریب قسطنطنیہ پر حملہ کر نیوالے ہیں۔ اب انہی اس ترقی کو روکے کون ؟ بانیانِ صلح کی اب آنکھیں کھلی ہیں۔ اُنکے خوش و ہواں دہشت ہوئے ہیں۔ فتح کا نشہ اب اُنکے دماغوں سے اتر چکا ہے۔ اب اُن کو سوچ پڑی ہے۔ کہ کس طرح قسطنطنیہ کو بچایا جائے۔ اور کیونکر صلح نامہ کی تکمیل کرائی جائے۔ آرمینیا کی حکومت جسکی صلح کانفرنس نے مینا وڈالی تھی وہ بھی ختم ہو چکی ہے۔ ترکوں نے اسکا نام و نشان مٹا دیا۔ ترک کی گورنمنٹ بھی شرائطِ صلح سے مایوس ہو کر جنگ سے کنارہ کش ہو چکی تھی۔ فرانس نے بھی ترکوں کے ساتھ صلح کی گفت و شنید کر کے جنگ و جدال کا خاتمہ کر دیا تھا۔ اُٹلی شروع سے ہی صلح کانفرنس کی غیر منفعتانہ تجاویز کے سبب سے ناراض تھا۔ کیونکہ اتحادیوں نے رُک کے زرخیز علاقے کو خود لے لیے۔ اور بنجر و جنگلات اُسکے حوالے کر دیئے۔ یہاں وہ اُٹلی اتحادیوں سے علیحدہ تھا۔ بنا بریں اتحادیوں کو کسی طرف سے امداد ملنے کی توقع نہ تھی۔ اب صلح کانفرنس کرے تو کیا کرے۔ ہاں اس وقت اگر اتحادیوں کے

اشارے پر کام کر نیوالا تھا۔ تو وہ صرف یونان ہی تھا۔ یونان کا وزیر اعظم دیزیلیس ہی خوش نظر آتا تھا۔ اسکا صرف ایک ہی مدعا تھا۔ کہ اسکی حکومت وسیع ہو جائے۔ اناطولیہ کے ساحل کا مالک ہو جائے۔ اور قسطنطنیہ اسکا دارالخلافہ ہو۔ وہ پچیس سال اس مقصد کو حاصل کرنے کی تیاریاں کر رہا تھا۔ ۱۹۱۳ء والی جنگ بلفان کا بھی دہی محرک تھا۔ سر ویہ۔ بلفاریہ کو اسنے حملہ کیلئے اکسایا تھا۔ اسنے مجبور کیا تھا کہ وہ جنگ میں اتحادیوں کا ساتھ دیں۔ سہزائیں اسنے بہترین یونانی فوج جمع کی تھی۔ اسنے برطانیہ اور فرانس سے عمدہ سے عمدہ سامان حرب و ضرب خرید کر جمع کیا تھا۔ اور اپنی افواج کو توپ اور بندوق سے بہترین طریق پر آراستہ کیا تھا اسنے سہزنا کی طرف ہنایت ہی ہو شیار اور عقلمند تجربہ کار افسر روانہ کیے تھے۔ اسوقت یونان نے خود بخود ہی اتحادیوں سے التجا کی۔ کہ اسکی فوج اتحادیوں کے ہر اشارے کیلئے حاضر ہے۔ بشرطیکہ اسکو ترکی کے علاقے دیئے جائیں۔ وہ اپنی افواج کو میدان جنگ میں لے جائیگا۔ تاکہ شرائط صلح کی تکمیل ہو جائے اس التجا پر بائین صلح کی آنکھیں کھل گئیں۔ ڈوبنے کو تنکے کا سہارا تھا۔ انہوں نے یونان کی اس درخواست کو منظور کر لیا۔ اور اسکو آلہ کار بنا لیا۔ اور حکم دیا۔ کہ وزیر اچڑھالی کر دے۔ اتحادی فوجوں کو ترکوں کے ہاتھوں سے بچالو۔ اس طرح سے ترکان احرار اور اتحادیوں کے درمیان کاوش کا خاتمہ ہوا۔ اور یونان اور ترکان احرار کے درمیان براہ راست طرح جنگ پیدا ہوئی۔ اتحادی میدان کارروائی علیحدہ ہوئے۔ اتحادیوں اور ترکان احرار کے درمیان کوئی مزید جنگی کارروائی سننے میں نہ آئی۔ اور یونان نے میدان جنگ سنبھالا۔

اسوقت جبکہ مصطفیٰ کمال نے اپنی فوجیں قسطنطنیہ پر حملہ کر نیکے لیے جمع کر لیں۔ یونان نے بائین صلح کے اشارے کے مطابق پیش قدمی شروع کر دی۔ ۲۴ جون ۱۹۱۳ء کو یونان آگے بڑھا۔ ہر محاذ پر یونانی فوجوں کو کامیابی حاصل ہوتی گئی۔ کیونکہ اسوقت درحقیقت مصطفیٰ کمال کے پاس چند ہی باقاعدہ فوجیں تھیں۔

آپ کے پاس صرف اتنا ہی وقت تھا کہ وہ چند فوجوں کو تیار کر سکتے۔ وہ بھی غریب تھیں۔ نہ تو ان کے پاس سامان حرب تھا۔ اور نہ ہی سامان رسد۔ باقی افواج ایک بے قاعدہ گروہ تھیں۔ عمدہ اور اچھی طرح سے لیس شدہ یونانی فوجوں کا مقابلہ نہ کر سکیں۔ ایک یونانی فوج نے تھریس کی طرف پیش قدمی کی اور آرمی کو رنسبرگ کو بمعہ اسکے کمانڈر جفر تیار۔ گرنٹ ارگرا لیا اور ایڈریا نوپل میں داخل ہو گئی۔ اور تمام ترکی عساکر کو قسطنطنیہ کی اس جانب سے جہاں اتحادی تھے نکال دیا۔

ایک اور فوج نے سمرنا کی جانب کوچ کیا۔ اور اس ترکی فوج کو جو امسدر پرتھی پسپا کر دیا۔ اس طرح ایشیائی جانب سے بھی قسطنطنیہ پر حملہ کر کے خطرہ کو مسٹ دیا۔ اتحادی قسطنطنیہ میں محفوظ ہوئے۔ باقی فوج دو کالوں میں سیدی ملک کے اندر قریبی حصے کی طرف بڑھی۔ تاکہ اس ریلوے لائن پر قبضہ کرے۔ جو شمال سے جنوب کی جانب جاتی ہے۔ اور عسکی شہر اور ایفائی کے جنگشوں پر قبضہ کرے۔ یونانی فوج نے ابھی نصف راستہ ہی طے کیا تھا۔ کہ ان کو اٹک دیوں کی طرف سے ٹھیسر جانے کا حکم پہنچا۔ چنانچہ وہ اسی مقام پر خندقیں کھود کر بیٹھ گئے۔ اتحادیوں کی طرف سے تھی۔ کہ یونانی اس خط سے آگے نہ بڑھیں۔ اس مقام پر یونانی افواج چھ ماہ تک ڈیرے ڈالے بیٹھی رہیں۔ اور اپنی پوزیشن کو مضبوط بناتی رہیں۔

اس اثنا میں مصطفیٰ کمال نے تمام بے قاعدہ عساکر کو چھوڑ دیا۔ اور باقاعدہ فوجیں ہمارے ایک ملک کے اندر وادی پہاڑوں کی طرف واپس ہو گیا۔ کیونکہ مصطفیٰ کمال کی موجودہ باقاعدہ افواج بہت کم تھیں۔ اور یونانی افواج ہمارے تھیں۔ اسلئے مقابلہ مشکل تھا۔ بنا برین مصطفیٰ کمال نے مزید افواج کی تیاری کا حکم دیدیا۔

لیکن ترک یونانیوں سے شکست اور ہزیمت اٹھا کر بہت گھبرائے۔ فوجوں نے بھاگنا شروع کر دیا۔ ملک میں عام بے چینی پھیل گئی۔ ذمہ دار آدمیوں کو سزا دینے کا مطالبہ شروع ہو گیا۔ علی نوادہ منربلی محسوس کیا کہ کمانڈر تھا۔ اور مصطفیٰ کمال

ان تمام تجالیف کا ذمہ وار تھا۔ تمام ملک میں مایوسی کا عالم چھا گیا۔ صلح صلح کی آوازیں بھر ملک سے بلند ہونی شروع ہو گئیں۔ لیکن مصطفیٰ کمال کو اس شکست سے اور عوام الناس کی پیچ و پکار سے کوئی جنبش نہ ہوئی۔ وہ اپنی جگہ پر ایک مضبوط چٹان کی طرح اطمینان کے ساتھ قائم رہا۔

اس وقت ان حالات کی پیچیدگیوں کے درمیان شینل گرائڈ اسمبلی نے کہنہ خستہ ایچ پی کالج اسکول کے ایک کمرے میں اپنی میٹنگ طلب کی۔ مصطفیٰ کمال نے انہوں میں میٹنگ میں حاضر ہوئے۔ تاکہ آپ کے خزان کے پیسے شور و پکار کر نیوالے ڈیمپٹوں کا تحفہ بند کر دیا جائے۔ آپ حاضرین مجلس کے درمیان گھمڑے ہوئے۔ تمام شور و پکار بند ہو گئی۔ آپ کمال غصے سے بولے۔ آواز صاف تھی۔ گویا آٹھی۔ آپ کو اپنے کام میں اطمینان کاٹ تھا۔ اس وقت آپ نے اپنے ڈیمپٹوں سے مخاطب ہو کر کہا کہ آپ لوگوں کے پاس کوئی دلیل نہیں۔ ترکی افواج یونانی افواج کا مقبلہ کر نیکے لیے اتنی جلدی تیار نہیں ہو سکتیں۔ اس شکست کی تلافی وار کھانا کے مشوروں پر عائد ہوتی ہے کیونکہ انہوں نے پرانی تجربہ کار فوجوں کو توڑ دیا ہے اور سامان حرب دشمنوں کے حوالے کر دیا ہے۔ مزید غلط کارروائی انہوں نے یہ کہی کہ سول وار شروع کر دی۔ اب ڈیمپٹوں کو صبر سے کام لینا چاہیے۔ نئی افواج کی از سر نو تنظیم کیلئے وقت دینا چاہیے۔

مصطفیٰ کمال کی تقریر نے سب کے جوش کو ٹھنڈا کر دیا۔ وہ بیدار ہو گئے۔ ان کے دلوں میں امید کی روح پیدا ہو گئی حقیقت میں اب لڑائی یونان سے براہ راست تھی۔ اگرچہ اتحادی اسکی اسکے پشت پناہ تھے۔ اسکی پیٹھ ٹھونک رہے تھے لیکن تاہم انہوں نے براہ راست اس جنگ میں کوئی حصہ نہ لیا۔

پھر مصطفیٰ کمال نے تقریر کے دوران میں کہا کہ آپ لوگ ترک ہو۔ کہا آپ لوگ یونانیوں کی تابعداری کرو گے۔ جو کل تک آپ لوگوں کا غلام اور مطیع تھا۔ میں یقین نہیں کر سکتا کہ آپ ایسا کرو گے۔ آپ کو چاہیے کہ مل کر کام کرو۔ تیار ہو جاؤ

پھر فتح ہمارے قدم چومے گی۔

الغرض مصطفیٰ کمال کی تقریر نے مخالفت کا ستیاناس کر دیا۔ کسی ڈپٹی نے آپ کے سامنے چوں سے چرائے نہ کی۔ بلکہ اُن کی تسلی و تشفی ہر گئی مجلس عالیہ ملیہ آپ کے ساتھ تھی۔ تمام ملک میں آپ نے قاصد بھیج دیئے۔ اور حکم دیا کہ آدمی بھرتی کرو۔ اسلحہ جات فراہم کرو۔ اور باقاعدہ فوجوں کی تعداد بڑھا دو۔

اب ہم ان واقعات کو اسی جگہ بند کر دیتے ہیں۔ کیونکہ یونانی افواج بھی خندق گزیرا ہوا کہ اپنی تیاریوں میں مشغول ہو گئیں۔ اور مصطفیٰ کمال نے بھی مزید فوج اور سامان حرب کی فراہمی کا انتظام کیا۔ چنانچہ آپ نے عصمت پاشا کو چیف آف دی سٹاف مقرر کر کے عسکی شہر کی طرف روانہ کیا۔ جہاں عصمت پاشا نے نئے رنگرٹ بھرتی کرنے شروع کر دیئے۔ اور اُن کو قواعد پر ٹیسٹ سکھلا کر باقاعدہ جنگجو سپاہی بنا کر لڑائی کیلئے تیار کر دیا۔ کئی ماہ تک جانیں میں جنگ کی تیاریاں ہوتی رہیں اور کوئی جنگی واقعہ رونما نہ ہوا۔ ہاں البتہ اس اثنا میں ادھم پاشا ایک کمرش سردار سراٹھایا۔ اور مصطفیٰ کمال کی مخالفت میں قدم رکھا۔ اور خود مختاری کا دم بھرنے لگا۔ لہذا ہم یہاں صرف ادھم کا قلعہ بیان کر کے اس باب کا سہیں خاتمہ کرتے ہیں۔

ترکانِ احرار اب یونان کے برخلاف تیاریوں میں مشغول تھے۔ لیکن اصم اس دوران میں انکو ایک نہایت مصیبت کا سامنا ہوا۔ اب تک نما میں یونانیوں کے مقابلہ میں بے قاعدہ گروہ لڑتے تھے۔ مگر وہ قسہم کو آدمیوں سے تیار کیے گئے تھے۔ وہ اپنے افسروں کی باقاعدہ تابعداری بھی کرتے تھے۔ ایسے بے قاعدہ گروہوں کی لڑائیاں بھی بے قاعدہ ہی تھیں۔ لڑائیاں کیا تھیں۔ طبع آزمائیاں تھیں۔ کبھی یہاں حملہ کیا۔ اور کبھی وہاں حملہ ہوا۔ پھر یہاں وہیں پھرتے ہوئے۔ ایسی لڑائیوں سے کوئی نتیجہ برآمد نہ ہوتا تھا۔ سوائے اسکے کہ دشمن کو دق کر کے خفگیں کھاتا رہے۔

اس وقت ان بے قاعدہ گروہوں کا سردار ادھم سرکشی کا بااثر شاگرد تھا۔ اُس نے بہت سی فوج جمع کر لی۔ جسکے پاس توپ خانہ اور شین گنیں بھی تھیں۔ اُس نے اپنی فوج کا نام سبز فوج رکھا۔ کوتاہیا میں اُسکا ہیڈ کوارٹر تھا۔ بلکہ وہ بولشویک طریق کے معامین اخبارات میں شائع کیا کرتا تھا۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ اس سبز فوج نے یونانی حملوں کا مقابلہ کیا۔ سول وار کا خاتمہ کر دیا۔ اور انچور کو بھی سول وار کے خطرے سے بچا لیا۔

کوتاہیا سے ادھم نے اپنا رسوخ تمام ملک میں وسیع کرنا شروع کر دیا۔ اُس نے انگور کے باغ بل خود مختاری کا اعلان کر دیا۔ ٹیکس وصول کرنے شروع کر دیئے۔ سول افسروں کے نام احکام و فرامین جاری کر دیئے۔ جنھوں نے تمسبل علم کو اپنی سزائیں ملیں۔ بلکہ اُس نے موت کی سزائیں بھی دیں۔ باغیوں کو قرار واقعی کیلئے کہا گیا۔ تو اُس نے اپنی خود مختاری کا اعلان کر دیا۔ اور وہ بہت جلد بکشیڑ بننے کی کوشش کر رہا تھا۔

جب تک بے قاعدہ فوج میدان جنگ میں تھی۔ اسکی فرعونیت ناگزیر دن ہرگز ختم نہ ہوئی۔ عصمت اور فیضی بڑی سرعت کے ساتھ باقاعدہ افواج کی ترتیب و تنظیم کر رہے تھے۔ افسر بے قاعدہ گروہوں کے سرداروں کو تسلیم نہیں کرتے تھے۔ باقاعدہ فوجوں کے سپاہیوں کو تنخواہیں بہت کم ملتی تھیں۔ اسوجہ سے بہت سے سپاہی ادھم سے جا ملے۔ جہاں تنخواہیں بھی کافی تھیں۔ اور لوٹ مار کا سامان بھی بہت حاصل ہوتا تھا۔ لیکن جب افسروں نے اپنے سپاہیوں کو واپس مانگا۔ تو بے قاعدہ گروہوں کے سرداروں نے اُن کو واپس دینے سے انکار کر دیا۔ اب اس باہمی قحطی کے ختم ہونے کا وقت آ گیا۔ علی فواد مغربی میاں اذکار انچارج تھا۔ اور اسکی تمام کارروائیاں بے قاعدہ سپاہیوں کے استمال پر ہی منحصر تھیں۔ علی فواد اپنی باقاعدہ افواج کو شدید ضرورت کے موقع پر بھی استمال کیا

کہتا تھا۔ وہ ان بے قاعدہ سپاہیوں سے ہر وقت بے قاعدہ لڑائی کا میدان گرم رکھتا تھا۔ بلکہ وہ وردی بھی بے قاعدہ سپاہیوں کی طرح ہی پہنتا تھا۔ علی فواد نے ادھم سے مقابلہ کیا۔ لیکن علی فواد ادھم کی نسبت مضبوط نہ تھا۔ ماہ اکتوبر میں علی فواد نے ادھم کے کہنے کے مطابق ادھم کی مرضی کے خلاف یونانیوں پر حملہ کیا۔ لیکن علی فواد کو اس حملہ میں شکست ہوئی۔

اس وقت مصطفیٰ کمالؐ نے خیال کیا کہ بے قاعدہ گروہوں کو توڑ کر میدان جنگ کیلئے تیار کیا جائے۔ مصطفیٰ کمالؐ نے علی فواد کی بے قاعدہ افواج کے ساتھ حملہ کرنے کی غلطی معاف کر دی۔ اور واپس بلا کر عصمت اور فیضی کے ساتھ مقرر کر دیا۔ اور رفت کو توپ خانہ کا انچارج کر دیا۔ ساتھ ہی ادھم کو بھی ہدایت کر دی کہ وہ بھی عصمت کے ماتحت آجائے۔

لیکن ادھم نے اس حکم کی تعمیل سے انکار کر دیا۔ اور کہا کہ عصمت کو اپنا فخر تسلیم نہیں کرتا۔ بلکہ اسے اپنے آدمیوں کے روبرو رلافت زنی شروع کر دی۔ اور کہنے لگا کہ جب وہ انگور آجائے گا۔ مصطفیٰ کمالؐ کو اسبسی کے دروازے کے سامنے تختہ دار پر لٹا دے گا۔

مصطفیٰ کمالؐ نے ادھم کو انگور میں بلایا۔ وہ بڑی کبر و نخوت اور فرعونیت مزاج کے ساتھ انگور میں پہنچا۔ مصطفیٰ کمالؐ کی کار میں بیٹھ کر اس کے دفتر میں آیا۔ دونوں آپس میں بڑے تپاک سے ملے۔ ادھم کا جسم اور ٹیل ڈول مصطفیٰ کمالؐ سے کئی گنا زیادہ تھا۔ رنگ دونوں کا بھورا تھا۔ دونوں طاقت اور حکومت کے نشے میں چور تھے۔

مصطفیٰ کمالؐ نے چائے اور سگریٹ سے اس کی تواضع کی۔ اور کہا کہ یہ صرف شرکی کی بہتری کیلئے ہے۔ کہ اب بے قاعدہ فوج منور کر دی جائے۔ اور باقاعدہ فوج کو اس جگہ مقرر کیا جائے۔ لیکن ادھم نے اس بات سے اتفاق نہ کیا۔ اور کہا کہ وہ عصمت اور فیضی کے ماتحت رہنے کو تیار نہیں۔ کیونکہ وہ تو قسطنطنیہ میں آخرام ہو چکے ہیں۔

مرنے کی زندگی بسر کرتے رہے ہیں۔ اور اب گیا رحویں گھڑی میں آٹھ گھنٹے سے مل گئے ہیں۔ قہرسم کی تکلیف اور مصوبات ہم برداشت کریں۔ اور اب وہ ہم پر افسر نہیں۔ یہ بالکل غصہ ممکن ہے۔

۱۔ دھم دوران گفتگو میں مصطفیٰ کمال کی طرف بنور دیکھتا رہا۔ کیونکہ وہ اسکی نظروں میں مشکوک تھا۔ ریدالور اسکے ہاتھ میں تھا۔ کہ بصورتِ ضرورت فوراً اس کا استعمال کیا جائے۔ مصطفیٰ کمال نے بھی اسکے ہاتھ میں ریدالور دیکھ لیا اور خاموش رہا۔

مصطفیٰ کمال نے کہا۔ آؤ دھم گاڑی پر سوار ہو کر عسکی شہر کی طرف چلیں اور عصمت کے ساتھ اس امر کے متعلق ذکر کریں۔ ممکن ہے کہ وہ کوئی ایسا انتظام کرے۔ جو ہم سب کیلئے یکساں مفید ثابت ہو۔

مصطفیٰ کمال نے خیال کیا کہ بے قاعدہ فوج کو منسوخ کر کے بد اعتمادی بھیبے گی۔ اگر دھم عسکی شہر کی طرف عصمت کو بلنے کیلئے چلا جائے۔ تو دھم عصمت بہتر ہیں مردِ گارین سکتا ہے۔

اس اثنا میں سلطان نے ایک وفدِ عزت پاشا کی سرکردگی میں انگور میں بھیجا۔ تاکہ قسطنطنیہ اور انگور کے درمیان اتحاد و اتفاق کی بنیاد قائم ہو جائے۔ اب ایک وفدِ پیر سلطان کے حق میں ہمدردی پیدا ہونے کا وقت آگیا۔ دھم بھی ڈیپٹیوں میں ہر دل عزیز تھا۔ وہ بھی اسکی مدد کرتے تھے۔ اسکے کارناموں کی تعریف کرتے تھے۔ اسکی چھوٹی چھوٹی بے قاعدہ لڑائیوں کو مفید خیال کرتے تھے۔ انہوں نے مصطفیٰ کمال کی فوجی حکومت اور اسکے شاتِ آفیسر کے متعلق اظہارِ راء منگی کیا۔ اور کہا کہ مصطفیٰ کمال ہم سب کو تباہ و برباد کر دیگا۔ لیکن ہم تباہ ہو نیکے لئے تیار نہیں۔ ہم ادم کے ساتھ مل جائیں گے۔

مصطفیٰ کمال امداد دھم گاڑی میں سوار ہو کر عسکی شہر کی طرف روانہ ہو گئے۔ لیکن اسوقت ادم کے دل میں مزید شکوک پیدا ہونے لگے۔ کہ عسکی شہر میں وہ

باتا وعدہ فوج میں گھرا ہوا ہو گا۔ بہت ممکن ہے کہ وہ کسی پھندے میں مبتلا ہوا جائے۔ یہ سوچ کر وہ فوراً گاڑی سے نیچے اتر گیا۔ اور اپنے آدمیوں سے جا ملا۔ چنانچہ آہستہ آنکھرا گورنمنٹ کا ساتھ چھوڑ کر سلطان سے الحاق کرنے کی کٹھالی۔ بعد ازاں یونیٹ افسروں سے مل جانے کی خواہش ظاہر کی۔ کتنا ہیا میں پہنچ کر اس نے اپنی بے قاعدہ افواج کو توڑ دیا۔ اور اُنے ہتھیار لیکر اُن کو گھروں میں واپس لوٹا دیا۔ انگورا سے آئے ہوئے افسروں کو بھی موقوف کر دیا۔ خود قوم پرستوں کی افواج کا کمانڈر ہونے کا اعلان کر دیا۔ اور گرانڈ نیشنل اسمبلی کو یہ اطلاع بھیج دی کہ ملک لٹائی سے شک چکا ہے۔ اور جو کمیشن قسطنطنیہ سے عزت پاشا کے ماتحت آئی ہے اسکو اختیار دیدو کہ وہ اتحادیوں سے صلح کرے۔ میں قوم اور فوج کی ترجیح کر رہا ہوں اس خط کے جواب میں مصطفیٰ کمال نے ادمم کہ جواب دیا ”اب تک تو میں آپسے بھائیوں کا سا سلوک کرتا رہا ہوں۔ لیکن بعد ازیں آپ کے ساتھ بڑا سلوک کیا جائے گا“

مصطفیٰ کمال نے عصمت کو حکم دیا کہ بے قاعدہ گروہوں کو توڑ دو۔ رفعت کی سرکردگی میں باقاعدہ افواج کو تاہیا میں ادمم کے مقابلہ میں روانہ کی گئی اور اُسکو سزا دے کر کو تاہیا سے باہر نکال دیا گیا۔ تمام گاؤں جو کہ بے قاعدہ گروہوں کی حکومت سے تنگ آ گئے تھے۔ انہی تعلقوں سے آزاد ہو کر خوش ہوئے۔ یہ لوگ رفعت کے ساتھ مل گئے۔ تاکہ بے قاعدہ گروہوں کو تیار کر دیا جائے۔ اس شکست کے بعد ادمم نے قسم کھائی۔ کہ وہ مصطفیٰ کمال سے بدلہ لے گا اور لپتے چند ہمارا ہوں کو ہمراہ لیکر یونانیوں سے مل گیا۔

مصطفیٰ کمال کا خاتمہ کر نیلے لیے یورپ نے کوئی دقیقہ فرو گذاشت

مصطفیٰ سفیر

نہ کیا۔ ایک طرف تو جنگ و جدال کا جال بچھایا جا چکا ہے۔ دوسری جانب خدرع اور فریب سے کام لیا جا رہا ہے۔ چنانچہ ایک شخص مصطفیٰ سفیر نامی کسی جان لیوے کیلئے مامور کیا گیا۔ یہ شخص بنارس کا باشندہ تھا۔ غریب خاندان میں پیدا

ہوا۔ تسلیم جاری رکھنے کی اسکو جرات نہ تھی۔ کیونکہ اس کے والدین متحمل بار مصائب و اخراجات تسلیم نہ ہو سکتے تھے۔ لیکن اُس میں قابلیت کے خاص جوہر تھے۔ ترقی کرنے کا خاص مادہ اُس میں موجود تھا۔ انگریزوں نے اُس کی قابلیت و صلاحیت دیکھ کر اُس کی دستگیری کی۔ تاکہ اُس کی تسلیم کی تکمیل ہو جائے۔ حکومت نے اسکو اسکندریہ میں بھیج دیا۔ مصطفیٰ صغیر وہاں بڑے بڑے امراء و رؤسا کے بچوں کے ہمراہ تسلیم پانا رہا۔ چونکہ حکومت اُس کی اہلیت کی کما حقہ واقف ہو چکی تھی اسلئے اسکو اپنے کاموں کیلئے اور اپنی ضروریات کی تکمیل کیلئے تیار کیا جاتا تھا۔ بظاہر فیض ایک احسان کی حیثیت رکھتا تھا۔ تسلیم سے فراغت حاصل کرنے کے بعد اُس نے اپنی ذات کو وزارت خارجہ انگلستان کیلئے وقف کر دیا۔ سب سے پہلے اسکو مصر بھیجا گیا۔ تاکہ وہاں عربی زبان کی تکمیل کرے۔ اور اس کے ساتھ ہی مصری وطن پرستوں کی تحریک حریت کے متعلق معلومات حاصل کرے۔ جو اسکندریہ اور قاہرہ میں دن بدن ترقی کر رہی تھیں۔ اور اس تحریک کے حقیقی مقاصد و اغراض کے متعلق اطلاع دے۔ پھر مصر سے جرمنی بھیجا گیا۔ وہاں بھی اُس نے حب استطاعت کام کیا۔ پھر اسکو بلغاریہ اور دولت ملت انگریز کے تعلقات کی کیفیت معلوم کرنے کے لئے بھیجا گیا۔ چونکہ اس وقت اسلام کے پر اگندہ شیرازہ کو بھریک جا بستہ کرنے کی کوششیں ہو رہی تھیں غازی مصطفیٰ کمال پاشا کی ماسعی خاصہ کے عائد نظر تھیں۔ اسلئے انگریزوں کی توجہ اس طرف زیادہ تر مبذول تھی۔ انہوں نے مصطفیٰ صغیر کو تسطینینہ روانہ کر دیا۔ وہاں اُس نے ایک انجمن بنام انجمن ہندو ترک کی مینا ڈالی۔ جس کا بظاہر مقصد ترکانِ احمر کی امداد و اعانت تھی۔

سادہ لوح ترک اس نے نام کی انجمن میں داخل ہو گئے۔ اور انجمن مذکورہ کا کام نوروں پر ہو گیا۔ مصطفیٰ صغیر کا ائٹم دترکوں میں پیدا بھی ہو گیا۔ اور زیادہ بھی ہو گیا۔ تب وہ بلاستہ سمندر تسطینینہ سے انگور کی طرف چل دیا۔ لیکن اُٹائے راہ میں ایک یونانی جہاز نے اسکو گرفتار کر کے یونان پہنچا دیا۔ بہت جلد اسکو وہاں سے

رہائی حاصل ہو گئی۔ جسکے سبب سے اُسکے متعلق شکوک و شبہات پیدا ہو گئے۔
 یونان سے رہا ہو چکے بعد وہ انگور پہنچا۔ وہاں اُس نے اپنے آپ کو ترکہ کلا
 بہت بڑا خیر خواہ اور حقیقی دوست اور سرگرم حامی و مددگار فہم کیا۔ اُسکو معلوم تھا
 کہ حکومت نے خطوط و کتابت پر اعتبار قائم کیا ہوا ہے۔ اُس نے جمال فریدی
 ایک شخص کو قسطنطنیہ میں جو خطوط لکھے۔ وہ ترکان احرار کی افواج کی تصدیق سے
 بریزتے۔ اور اُس نے انگور میں بڑے بڑے آدمیوں کے ساتھ رابطہ دوستی
 و تعلقات پیدا کر لیا۔ اس ضمن میں اُس نے غازی مصطفیٰ کمال سے بھی ملاقات کی۔
 اس وقت مصطفیٰ صغیر کی عمر قریباً چالیس سال کی تھی۔ قدم تو سڑ درجہ کا تھا۔
 اور شکل و صورت میں ہندوؤں کی نسبت مصریوں کی زیادہ مشابہت تھی۔ متواضع تھا
 اکثر اشخاص پہلی ہی ملاقات میں اُسکے گرویدہ ہو جاتے۔ لیکن غازی مصطفیٰ کمال
 پر اُسکے اس انداز نے اٹا اثر کیا۔ اور اُنکے دل میں شبہ پیدا ہو گیا۔ کہ ضرور کوئی
 جاسوس ہے۔ چنانچہ انہوں نے عدناں بے کے ساتھ اس شبہ کا بھی ذکر کر دیا۔ جو
 اس وقت دولت علیہ انگور کے وزیر داخلہ تھے۔

اگرچہ مصطفیٰ صغیر ہر طرح اپنے آپ کو ترکان احرار کا رفیق و شفیق ظاہر کرتا
 لیکن تاہم بھی معاملہ مشکوک ہو چکا تھا۔ دولت انگورہ اس آدمی کے حقیقی حالات
 دریافت کرنے میں مصروف ہوئی۔ نقش کش شروع کر دی گئی۔ اور ساتھ ہی اُسکے
 خطوط کو ماہرین فن کے سپرد کر دیا گیا۔ تاکہ وہ دیکھیں کہ خاص کیمیاوی مرکب ان
 خطوط کی تحریر میں استعمال نہیں کیا جاتا۔ آخر کار ایک نوجوان نے وہ مرکب دریافت
 کر لیا۔ جسکے ذریعہ مصطفیٰ صغیر راز کی باتیں باہر بیچتا تھا۔ اُسکے تمام خطوط پڑھ کر
 شک و شبہ مکمل طور پر قائم ہو گیا۔ اُسکے بعد اُسکے ہر خط پر اعتبار ہوتا تھا۔ جب
 ترکان احرار کے پاس اُسکے خلاف پورا پورا مواد کا ذخیرہ فراہم ہو گیا۔ تو اُسکو
 گرفتار کر لیا گیا۔ اور ایک خاص عدالت اس مقدمہ کی سماعت کیلئے مقرر کی گئی۔ اُس
 عدالت کا نام مجلس رکھا گیا۔ مئی ۱۹۱۱ء میں اُس کا قیام ہوا۔ اس مجلس کا صدر احسان تھا

جو کسی وقت قسطنطنیہ میں توپ خانہ کمانڈر سپہ سالار تھا۔ کسی بنا پر حکومت قسطنطنیہ نے اُسکی موت کا حکم صادر کر دیا۔ وہ قسطنطنیہ سے بھاگ کر انگلور میں آ گیا۔ یہاں وہ مجلس ملیہ انگلور کا رکن بنا دیا گیا۔

اُسکی یادداشت میں مصطفیٰ کمال کے تمام نشانات دیے ہوئے تھے۔ اُن راستوں کا بھی ذکر تھا۔ جن سے غازی محمد دوح اکثر و بیشتر گزرا کرتے تھے۔ بلکہ اُنکی موٹر کار کا نمبر بھی درج تھا۔ اور ان تمام اشخاص کے نام بھی لکھے ہوئے تھے جو ہر وقت غازی موصوف کے ساتھ رہتے۔ اس ضمن میں یہ بھی معلوم ہوا کہ مصطفیٰ صغیر کو اسلئے انگریز بھیجا گیا تھا کہ وہ غازی مصطفیٰ کمال پاشا کی خدمت میں سینکڑوں لاکھ لیرہ اور اطالیہ میں ایک عمارت کی رشوت پیش کرے۔ تاکہ غازی محمد دوح ایشیاء کوچک کو چھوڑ دیں۔ اگر وہ رشوت قبول نہ فرمائیں۔ تو پھر اُنکے قتل کے سامان پیدا کیے جاویں۔

یہ تمام معلومات مصطفیٰ صغیر کی گرفتاری کے بعد دستیاب ہوئیں۔ اُس نے بہت سی اطلاعات کا خود ہی اقرار کر لیا۔ لیکن کچھ مدت کے بعد وہ خاموش ہو گیا اور کسی سوال کا جواب نہ دیتا۔ یہاں تک کہ اُس نے اپنے پہلے بیانات کا بھی انکار کر دیا جو اُس نے نماشا بیکول کے روبرو مجلس میں دیے تھے۔ اور مجلس نے اُس کے دستخط ثبت کرائے تھے۔ اس انکار کی وجہ یہ تھی کہ اس وقت باقر سامی بے لندن میں صلح کی گفت و شنید کر رہے تھے۔ مصطفیٰ صغیر کا خیال تھا کہ مقدمہ طول کھینچے گا اور حکومت برطانیہ اُسکے بچاؤ کی کوشش کریگی۔ ترک اس نکتہ کو سمجھتے تھے اس وقت انگریز کے ایک اخبار نے ایک خاص نمبر میں یہ خبر شائع کر دی کہ باقر سامی لندن سے روانہ ہو گئے ہیں۔ گفت و شنید کی اطمینان بخش نتیجہ پر نہیں پہنچی۔ لہذا دولت انگریز اور حکومت برطانیہ میں مصالحت و موافقت کی کوئی صورت نہیں رہی۔ یہ اخبار مصطفیٰ صغیر کے پاس بھیجا گیا۔ جب اُس نے اُسے پڑھا۔ تو دھوکے میں آ گیا۔ پھر اُسکے بعد اُس نے اپنے تمام جرائم کا اقرار کر لیا۔

اگرچہ مختلف طریقوں سے اسکی رہائی کی کوششیں کرتے رہے۔ بلکہ دولتِ ملیہ لکھنؤ کو یہ پیغام بھیجا کہ مصطفیٰ صغیر کی سزائے موت کو غیر دوستانہ فعل تصور کیا جائے گا۔ پھر لکھا کہ اسکو جنگی قیدی تصور کر کے برطانیہ کی مسابہ کی رو سے تبادلہ میں لے لیں کر دیا جائے۔ لیکن انتہا پسند ترکوں نے اسے نفرت کے ساتھ نظر انداز کر دیا اور کسی نے کچھ نہ سنا اور مصطفیٰ صغیر کی موت کا حکم صادر کر دیا گیا۔ اور مئی ۱۹۴۷ء کے انجام میں مسکو پھانسی پر لٹکا دیا۔

پانچواں باب

گزشتہ ابواب میں مصطفیٰ کمال کے ابستدائی قوم پرستوں اور بالشویکوں کا اتحاد

حالات - جنگ طرابلس - جنگ بلقان - جنگ یورپ - اتحادیوں کے قبضہ قلمنطینہ کے حالات - قوم پرستوں کی تحریک - قوم پرستوں کے حالات - بادشاہ اور حکومت رٹ کی قوم پرستوں سے مخالفت اور اتحادیوں کی معاندانہ کارروائیوں کے حالات مکمل طور پر قلمبند ہو چکے ہیں - محاربات آرمینیا فرانس اور یونان طویل ہو چکے سبب سے آگے چل کر مختلف حصص کی صورت میں بیان کیے گئے ہیں۔

اب ہم نے ناظرین کی خدمت میں ان واقعات و حالات کو پیش کرنا ہے جو مصطفیٰ کمال کے ہاتھوں بیرونی ممالک کے ساتھ تعلقات پیدا کرنے کیلئے رونما ہوئے۔ مصطفیٰ کمال کا خیال تھا کہ ہمسایہ طاقتوں اور اسلامی ممالک سے دوستانہ تعلقات پیدا کیے جائیں۔

قوم پرست اور نوجوان ترکوں نے آغا میں میلوس کو اپنی جدوجہد کا مرکز بنایا اس جگہ اتحاد و اتفاق کی تخم ریزی کی گئی۔ اور اسی جگہ اس پودہ نے نشور ناپائی

چونکہ یہ جگہ ملک کے وسط میں نہ تھی۔ اس لیے اس تحریک کو سید اس سے منتقل کر کے انگور
کو اس جیت و جہد کا مرکز بنایا۔

انگور ملک کے عین وسط میں واقع ہے۔ صرف ملک کا درمیانی مقام سمجھ کر
قمر خان احرار نے یہاں اپنا دفتر قائم کر لیا۔ تاکہ یہاں سے تمام ملک کے حالات
کا پتہ چلتا رہے۔ اور ضروری کارروائیاں یہاں سے جلدی ملک کے اندر نشر و اشاعت
پذیر ہو سکیں۔ نہ تو اس کے پاس کوئی بلڈنگ تھی۔ نہ کوئی حکومت کا سامان تھا۔ وہاں
ایک قدیم ایجنٹ پچھلے سکول تھا۔ شکستہ و خراب حالت میں تھا۔ حکومت اس کی طرف سے
بالکل غافل تھی۔ اس لیے ویران حالت میں اس سکول کی عمارت کھڑی تھی۔ یہاں
مصطفیٰ کمال نے اپنا دفتر قائم کیا۔ تاکہ اُس میں بیٹھ کر ملک کی بہتری اور بہبودی کے
لیے حالات و واقعات پر غور و پیر و اخت کیا کریں۔ اور کوئی لائحہ عمل تیار کریں۔

الغرض مصطفیٰ کمال کی تحریک کا آغاز مستقل طور سے انگور شہر سے ہی ہوا۔
اور یہی شہر قمر خان احرار کی قومیت کا مادی و لمبی بنا رہا۔ قومی نشوونما اس شہر میں ہوئی
اور سال کا حکومت انگور کی بنیاد بھی اسی شہر میں ڈالی گئی۔ چنانچہ اپریل ۱۹۲۱ء میں
مصطفیٰ کمال نے قومی حکومت کی بنیاد ڈال دی۔ قومی پارلیمنٹ کا قیام ہوا۔ قومی
دبیر اس جگہ سے سیل رواں کی طرح بڑھا۔ اور تمام ملک میں پھیل گیا۔

قوم نے متفقہ طور پر مصطفیٰ کمال کو اپنا پریذیڈنٹ تسلیم کیا۔ اور آپ کے زیر
صدارت پہلی قومی پارلیمنٹ کا اجلاس ہوا۔

انگور دراصل ایک پہاڑی مقام ہے۔ ایک معمولی سا گاؤں ہے۔ اس وقت
اسکی حیثیت ایک معمولی سے گاؤں کی حیثیت تھی۔ لیکن قومی حکومت کے قیام کے
ساتھ ہی اس غیر معروف مقام کی قسمت جاگ اُٹھی۔ رفتہ رفتہ اسکی اصلاح ہوتی
گئی۔ سر دست ترکوں نے اسکی عام حالت درست کر لی۔ اور کوئی نئی تفسیر
نہ کی۔ بلکہ اپنی قومی جد و جہد میں معروف رہے۔

اس وقت اندرونی کارروائیوں کے علاوہ مصطفیٰ کمال کو بیرونی اعانت کی بھی

ضرورت محسوس ہوئی۔ کیونکہ اعدائے مقابلہ تھا۔ اسلحہ جات کی بھی ضرورت تھی۔ چنانچہ پیسے کی بھی ضرورت تھی۔ حکومت بڑھ کر کی تو کبھی ان قومی کارکنوں کی امداد کرنے کیلئے آمادہ نہ تھی۔ کیونکہ وہ تو اس آزادی کے پودے کو جڑ سے اکھڑنا چاہتی تھی۔ اور وہ مدد کس طرح کرتی۔ چنانچہ اپنے ارد گرد کی طاقتوں کی طرف نظر ڈالی۔ لیکن ان کو کسی طرف سے امداد کی ہوتے آئی۔ ہاں البتہ روس کی گورنمنٹ حالات و واقعات کی روش سے تڑکان احرار کی حالت کے قریب تر تھی۔ کیونکہ روس کے اندر بھی دار روس کی استبدادی حکومت سے تنگ آ کر آزادی کے طلبکار پیدا ہو گئے تھے۔ انہوں نے مل کر زار روس کا تختہ الٹ دیا۔ اور خود مختار حکومت قائم کر دی۔ جس کا نام سوویت گورنمنٹ رکھا گیا۔ چنانچہ مصطفیٰ کمال نے سوویت گورنمنٹ کی طرف رخ کیا۔ مصطفیٰ کمال کی خواہش کے مطابق خود بخود ہی قدرتا اسباب پیدا ہو گئے۔

۱۹۲۰ء فروری ۱۹۲۰ء کو انجمن آزادی اسلام کا ایک جلسہ سیواس میں زیر صدارت مصطفیٰ کمال پاشا منعقد ہوا۔ اس میں مختلف ممالک کے نمائندے آئے۔ بالٹکوں کا بھی نمائندہ آیا۔ اس جلسہ میں ترکی اور عالم اسلام کے اتحاد کی طرح تحریکوں کے متعلق بحث ہوئی۔ اور ایک بحث بالٹک اور مسلمانوں کے اتحاد کا بھی تھا۔ سوویت گورنمنٹ کی جانب سے آئے دن پرے پلانے بیان کیا کہ اسکی گورنمنٹ ترکی مسئلہ کو حسب ذیل نقطہ نظر سے دیکھتی ہے۔

روسی سوویت ایک ایسی متحدہ ترکی سے ہمدردی رکھتی ہے۔ جس میں ہر ایک قوم کو اپنی قومی مسئلہ کے ارتقا کا حق حاصل ہو۔ اور جس میں تمام مسلمان ایک کائلی اسلامی اتحاد کا نمونہ اپنے پیش نظر رکھیں۔

اسکے ساتھ ہی اسنے سوویت گورنمنٹ کی جانب سے مصطفیٰ کمال پاشا کے ساتھ ایک تجویز پیش کی۔ جس کا مقصد یہ تھا کہ اتحادی افواج کے مقابلہ میں جواب تک ترکی مقبوضات پر قدم جمائے ہوئے تھیں۔ فی الفور جنگی کارروائیاں شروع کی جائیں۔ مصطفیٰ کمال نے اصولاً اس سے اتفاق کیا۔ لیکن چند عملی مسائل کو استفسار کیے کر نیکے بعد

انہوں نے ایک خاص مشن بسر کر دگی اپنے ایڈیٹنگ عامھی بے کو جس کو عام طور
 ماسکو میں بولت پاشا کہتے تھے۔ بھیجا۔ عامھی بے کو ہدایت کی گئی کہ وہ سویٹ گورنمنٹ
 کے سامنے قوم پرست ترکوں کو جنگی طاقت کا صحیح حال بیان کرے۔ اور یہ بھی
 معلوم کرے۔ کہ سویٹ گورنمنٹ کس طریقہ پر مصطفیٰ کمال کی امداد کیلئے آمادہ ہوگی
 اگر وہ اپنی جارحانہ کارروائیاں از سر نو شروع کرے۔ اس کے علاوہ قومی کونسل نے
 ایک بیان میں صورت حالات شائع کی۔ جس کو تمام فوج اور تمام آبادی میں پھیل
 کیا گیا۔ اور جس میں یہ ظاہر کیا گیا کہ قومی کونسل اپنے تمام اثر کو اتحادیوں کے اہم
 اور مشرق کے آزاد کرانے میں صرف کرے گی۔ یہ بھی اس میں کہا گیا کہ مشرق میں جو کچھ
 مذہبی کارروائیاں کی جا رہی تھیں۔ ان سب کا اور قوم پرست ترکوں کی سیاسی
 تحریکات کی حمایت کا سویٹ گورنمنٹ کا وعدہ ہے۔

وقفہ مذکور ماسکو میں سویٹ گورنمنٹ کے پاس گیا۔ اور بانٹو کیوں سے مقبول
 و مناسب جواب لیکر واپس ہوا۔

پھر مصطفیٰ کمال پاشا نے روس کے وزیر خارجہ
 مصطفیٰ کمال پاشا اور روسی وزیر خارجہ
 کے نام ایک مراسلہ بھیجا۔ جس میں انہوں نے
 بالشویک حکومت کو لکھا کہ اس وقت سلطنت عثمانیہ اور روس کو متحد ہو جانا چاہیے۔
 تاکہ یہ دونوں سلطنتیں ملکر اپنے دشمنوں کو خوب ناک چنے چوڑائیں۔ روس کے وزیر
 خارجہ نے اس کے جواب میں لکھا کہ میں امید ہے کہ آل عثمان کا نصب العین بھی وہی
 ہوگا جو روس کا ہے۔ اسلئے روس ایسے اتحاد کیلئے سلطنت ترکی سے ضرور اپنا
 رشتہ اتحاد قائم کرے گا۔ اور یہ اتحاد نہایت مضبوط اور مستحکم ہوگا۔ اور جس قدر جلد ممکن
 ہوا سے عملی صورت دینی چاہیے۔ روس ہر اس قوم اور سلطنت کی مدد کیلئے ہر وقت
 کمر بستہ ہے۔ جو آزادی اور حریت کی خواہاں ہو۔ اور اس کی آزادی کے بھی وہی
 اصول ہوں۔ جو روس کے ہیں۔ اس وقت سلطنت ترکی اپنی بقا کے لئے جو کچھ کر رہا
 ہے۔ اس سے حکومت جمہوریہ روس اور یہاں کے ہر ایک فرد کو پوری پوری ہمدردی

ہے اور وہ ٹرکی کی مدد کا خواہاں ہے۔ اسکی عین خواہش ہے کہ اس جنگ و جدال میں جو صرف آزادی اور حریت کیلئے کی جا رہی ہے۔ سلطنت ٹرکی کی نظر و منظور رہے۔

موسیٰ چچرن وزیر خارجہ نے مصطفیٰ کمال پاشا سے تاکید و وعدہ کیا کہ ماسکو گورنٹ ٹرکی کا ساتھ دے گی۔ تمام اُن صوبوں کو جنہیں ترک آباد ہیں۔ ٹرکی سلطنت میں شامل کر دیگی۔ شام اور عرب کی آزادی کو تسلیم کریگی۔ آرمینیا۔ ایران اور ٹرکی سرحدوں کا تعین کرے گی۔ اور وہ وائیل اور بارسنورس کا معاملہ طے کر نیکی لے ان اقوام کی ایک کانفرنس منعقد کریگی۔ جو سواصل بحیرہ اسود پر آباد ہیں۔ اور اس کانفرنس کے فیصلہ کو قبول کریگی۔

مصطفیٰ کمال پاشا صدر ترک کی مجلس

مصطفیٰ کمال پاشا کا خط بالشویک وزیر خارجہ کے نام

اعلیٰ نے حسب ذیل عجیب غریب خط چچرن سیریٹ گورنٹ کے کتھا احمد خارجہ کے نام ارسال کیا۔

جناب عالی۔ آپ کا مراسلہ آپکے مستند سفارت کی وساطت سے موصول ہوا اتحادیوں کے شاہنشاہیت پسندوں کے خلاف ہماری شاندار جدوجہد کے متعلق آپنے جن خیالات کا اظہار فرمایا ہے۔ اسکے لئے ہم تہ دل سے مشکوئیں میں اس موقع سے فائدہ اٹھا کر آپ کو ان اعلیٰ تحسین و آفرین کے کلمات سے آگاہ کرتا ہوں جنہیں روسی ترکوں کے دلوں میں روح کی مانند پھونک رہے ہیں۔ آپ کی قوم نے نہ صرف اپنے ہی سلاسل اطاعت کو ترک کر چھینک دیا ہے۔ بلکہ گزشتہ دو سال سے عظیم الشان قربانیوں اور بے نظیر جوش و خروش کو ساتھ دنیا کی استبدادیت کے خلاف معروف پیکار میں ہے۔ ترک جو نبات خود مدیوں سے اسلامی ممالک کو یورپ کے شہنشاہیت پسندوں کے قتل و سے محفوظ رکھنے میں مصروف ہیں۔ آپ کی روسی قوم کے اس شاندار ایثار کا جو آپ نے خلق اللہ کے تحفظ کیلئے کیا ہے۔ تہ دل سے اعتراف کرتے ہیں۔ مجھے اس امر کا یقین ہے۔ اور

میرے تمام موطن مجھ سے متفق ہیں۔ کہ شہنشاہیت پسند طبقہ اس روزِ غمخوار ہستی سے حرفِ غلط کی طرح بھڑک اٹھے گا۔ جبکہ عمالِ مغرب اور باشندگانِ ایشیا و افریقہ اس بات کی تکرار پہنچ جائیں گے کہ بین الاقوامی سرمایہ دارانہیں تباہ دیرباد کر دے۔ اور ایک دوسرے سے غلام بنانے کیلئے پایہ زرخیز کر رہے ہیں۔ اور کہ تو آبا دیات کی حکمتِ عملی ایک مجرمانہ سازش ہے۔ جمہوریتِ سوویٹ کے ساتھ جیسے کارکنانِ یورپ پر کافی دوافی اخلاقی اقتدار اور دنیائے اسلام کی ہر دلِ عزیزی حاصل ہے۔ ہمارا رابطہ اتحادِ مغرب کے شاہنشاہیت پسندوں کے خلاف ان تمام اقوامِ عالم کو جو اب تک محض لاعلمی کی وجہ سے انہی سیادت کو تسلیم کرتی رہی ہیں۔ متحد و متفق کرنے کے لیے کافی ہو گا۔ (دستخط مصطفیٰ کمال)

الغرض ترکمان احرار اور بالشویک آپس میں شیر و شکر ہو گئے اور نامہ و پیام اور سلسلہ رسل و رسائل ان دونوں گورنمنٹوں کے درمیان جاری رہا۔ اور تعلقاتِ محبت و مودت برابریِ محکم اور مضبوط ہوتے رہے۔ روس کی سوویٹ گورنمنٹ ہمیشہ ترکوں کی امداد کرتی رہی۔ چنانچہ روس نے شمالِ قفقاز کی آزادی تسلیم کر کے داغستان کے نام سے ایک اسلامی سلطنت قائم کر دی جس پر مصطفیٰ کمال نے لینن کو ایک دلچسپ برقی پیام بھیجا۔ جو ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔

”آپ نے داغستان کی آزادی تسلیم کرنے کا جو فیصلہ کر لیا ہے۔ اسپر میریطرف سے ہدیہ تہنیت قبول کیجئے۔ اس فیصلہ کا قدرتی نتیجہ یہ ہو گا۔ کہ بالشویک روسی اور مسلمانوں کے درمیان اتحاد و اتفاق کی جوڑ پٹیلے سے بھی زیادہ مستحکم اور مضبوط ہو جائے گی۔ داغستان دینا کے سرمایہ داروں کے خلاف ایک علیحدہ مستقل طاقت کا کام دیگا۔ اس اولوالعزمانہ کارروائی سے اپنے ماسکو کو ہم سے قریب تر کر دیا ہے۔ ہند آئندہ آپ کی اور ہماری دوستی بیش از پیش ہو گی۔ آپ نے اسلامی ریاست کے ساتھ بہت دانستہ دی اور انصاف کا برتاؤ کیا ہے۔ یقین کیجئے کہ

تمام ایشیا بحر میں حق کی فتح اور انصاف کا بول بالا ہو گا۔

موسیر لینن نے جواب میں غازی مسدوح کا شکریہ ادا کرتے ہوئے لکھا۔ کہ براہِ نو اندیش تمام ترکوں کو ایک لائحہ عمل کیجئے۔ کہ انہوں نے اپنی آزادی اور حریت حاصل کر چکے لیے جس شاندار اولوالعزمی کا ثبوت دیا ہے۔ ہم سب نہایت تشکر و استحسان کی نظر سے دیکھتے ہیں۔

چنانچہ اس خط و کتابت اور نامہ و پیام کا یہ اثر پڑا۔ کہ معاہدہ تپوس و ٹرکی [۱۶ مارچ ۱۹۲۱ء کو روس اور ٹرکی کے مابین ایک معاہدہ پر دستخط ہوئے۔ جس کا مختص ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔ اس معاہدہ میں ٹرکی کی خود مختاری و میادِ تپوس و ٹرکی کے مابین قدیم معاہدات کی وہ شرائط جن کے ماتحت ٹرکی پر روس کے مقابلہ میں مالی ذمہ داریاں عائد ہوتی تھیں۔ نیز طریقہ کین چرلین (غیر ملکیوں کو خاص سیاسی و ملکی حقوق) اور آبناؤں (درہ ذوال و باسفورس) کا فیصلہ عیسائی اہم ترین دلچسپ امور سے بحث کی گئی ہے۔ یہ معاہدہ اور بھی دلچسپ ہے۔ کیونکہ اس میں ایشیائی اقوام کے ساتھ اس فیاضانہ برتاؤ کا اظہار کیا گیا ہے۔ جو اس سے قبل کے معاہدات روس۔ ایران اور افغانستان کے مابین روسی گورنمنٹ ظاہر کر چکی ہے۔

(دفعہ ۱) معاہدہ فریقین اعلان کرتے ہیں کہ مشرقی اقوام میں قومی آزادی کی جو تحریک پیدا ہوئی ہے۔ اور روسی مزدور جو ایک جدید مجلسی ترتیب کیلئے سعی کر رہے ہیں۔ اس سے ہم دونوں متفق ہیں۔ اور علاوہ ہم یہ ظاہر کرتے ہیں کہ ان اقوام کو آزادی خود مختاری اور جس طرح وہ چاہیں۔ حکومت قائم کرنے کا حق ہے۔

(دفعہ ۲) معاہدہ فریقین اس بات پر متفق ہیں۔ اگر ان میں سے کسی ایک فریق پر کوئی بین الاقوامی قانون بجز و تشدد عائد کیا جائے۔ تو وہ اس کو تسلیم نہیں کرے گیگے۔ بائیں روسی نہ کسی الے بین الاقوامی معاہدہ کو تسلیم کرے گی

ایسے قانون کو جس کا اثر ٹرکی پر پڑتا ہو۔ اور اسکو ٹرکی کی قومی جماعت نے تقسیم نہ کیا ہو۔ تقسیم نہ کرے گی۔

(دفعہ ۳۳) اس معاہدے کے مقاصد کی بناء پر ٹرکی علاقہ مندرجہ ذیل ترکستان کے ساتھ اپنی حصص پر مشتمل ہو گا۔ جو ۲ جنوری ۱۹۲۰ء کو ترک قومی معاہدہ میں شامل تھے۔ ٹرکی علاقہ باطوم کو مشہر یا طوم کے جارجیا کی سیادت میں اس شرط پر چھوڑتا ہے۔ کہ وہاں پر منفی اندرونی آزادی۔ اور فوجی۔ مذہبی اور زرعی آزادی بھی وسیع پیمانہ پر دیدی جائے۔ ٹرکی باطوم میں اپنے مال کو آزادانہ بلا ادا کئے محصول یا خاص ٹیکسوں کے لا اور لے جاسکیگا۔

(دفعہ ۳۴) علاقہ نخچیوان کو آذربائیجان کی نیگوانی میں اندرونی آزادی دے دیجائے گی۔ معاہدہ فریقین اعلان کرتے ہیں۔ کہ اس معاہدہ سے قبل جو معاہدے ان کے مابین اس مسئلہ کے متعلق ہو چکے ہیں۔ وہ کالعدم اور بے اہل ہیں۔

(دفعہ ۳۵) روس ٹرکی کو آئن مالی پابندیوں سے آزاد سمجھتا ہے۔ جو سابق معاہدات مابین ٹرکی و شہنشاہی روسی گورنمنٹ کی روسے ٹرکی پر عائد ہوئی تھیں۔

(دفعہ ۳۶) روس اعلان کرتا ہے کہ کیمپی پولیشن کا طریقہ خواہ کوئی ملک کیوں نہ ہو اسکی سیادت کے منافی ہے۔ نیز وہ اس سلسلہ کے اپنے حقوق کو ٹرکی کے اندر مختتم اور منسوخ سمجھتا ہے۔

(دفعہ ۳۷) معاہدہ فریقین جملہ اقسام کے مابین تجارتی تعلقات کے مفاد کی غرض سے آبنائوں میں آزاد جہاز رانی کی ضمانت کے خیال سے یہ تجویز کرتی ہیں۔ کہ بحیرہ اسود اور آبنائوں کے متعلق بین الاقوامی مصلحت کی تکمیل کے مسئلہ کو اس شرط پر آئینہ کانفرنس میں جو ہمسایہ ریاستوں کے ڈیلیگیشنوں پر مشتمل ہو گی۔ طے کیا جائے۔ کہ اس کے فیصلوں سے ٹرکی کی مکمل سیادت اس کے ملک اور اس کے دارالحکومت قسطنطنیہ کا تحفظ نہ اٹلی نہ ہو سکے گا۔

(دفعہ ۸) معاہدہ فریقین میں سے ہر فریق کی رعایا جو دوسرے فریق کے مقبوضات میں رہتی ہوگی۔ اسکو بجز قانون خاندان۔ ثاقول و رثہ اور عدالتی اختیارات کے جو ایک خاص معاہدہ کے ذریعہ منسبط کیے جائیں گے۔ اس ملک کے قوانین کی متابعت کرنی پڑیگی۔

(دفعہ ۹) معاہدہ فریقین میں سے ہر ایک دوسرے فریق کی رعایا کے ساتھ مثل ایک نہایت موافق قوم کے برتاؤ کرے گا۔ ان علاقوں میں (قارص و اردہان) کے باشندے جو ۱۹۱۷ء سے قبل روسی سلطنت میں شامل تھے۔ اور جن پر روسی حکومت ہند کی روسے معاہدہ کی رو سے ٹرکی کی سیادت تسلیم کرتی ہے۔ ٹرکی کی کی بود و باش آزادی سے چھوڑ سکیں گے۔ اور اپنے ساتھ اپنا تمام مال و اسباب یا اسی قیمت کا روپیہ لے جا سکیں گے۔ اسی طرح جارجیا کے باشندے کو بھی جو جارجیا چھوڑنا چاہتا ہے۔ یہی حق حاصل ہے۔

(دفعہ ۱۰) معاہدہ فریقین فوجی اور غیر فوجی قیدیوں کا تبادلہ کرینگے۔ اس طرح کہ یورپین روس کے قیدیوں کا تبادلہ ۶ ماہ کے اندر ہو جائیگا۔

(دفعہ ۱۱) ہر دو جماعتیں ایک دوسرے سے وعدہ کرتی ہیں۔ کہ ہر فریق اپنے علاقہ میں ایسے گروہوں کی ترتیب یا قیام کو باز رکھے گا۔ جو دوسرے فریق کے ملک میں فوجی یا بحری قوت پر حکومتی حقوق کے دعویدار ہوں گے۔ مثلاً یہ قطعاً کی ریاست ہائے جمہوریہ سے متعلق ہے۔ جس میں فریقین ایک ہی طور پر عمل کے پابند ہونگے۔

(دفعہ ۱۲) معاہدہ فریقین ہر دو ممالک کے مابین ذرائع آمد و رفت کو ترقی دینے کیلئے ضروری کارروائی عمل میں لائینگے۔ نیز معاہدہ فریقین مستقبل قریب میں ایک دوسرے کے یہاں اپنا اپنا قوانین مامور کرنے کی غرض سے ایک معاہدہ کر نیکیے لیے متفق رائے ہیں۔

ترکوں پر انعام جب ترکوں اور روسیوں کے درمیان معاہدہ ہو گیا۔

مؤدت اور اس سبب محبت مضبوط اور مستحکم ہو گئیں۔ تو اس وقت ترکان احمد ارک کے مخالفین نے یہ من گھڑت باتیں اڑانی مشروع کر دیں۔ کہ ترک اب بالٹوئیک ہو گئے ہیں گو یہ کہ یہ بھی ایک حربہ تھا۔ جو ترکوں کو دنیا کی نظروں میں بدنام کرنے اور بداعتقادی پیدا کر نیکے لیے استعمال کیا گیا۔ چنانچہ اس مخالفت کے اثر کو مٹانے کے لیے مصطفیٰ کمال نے ذیل کا اعلان شائع کیا۔ اور عاید شدہ الزام سے اپنی پوزیشن کو صاف کیا۔ ہمارے تعلقات ماسکو کی حکومت سے دوستانہ ہیں۔ اس کے یہ معنی نہیں۔ کہ ہم نے کمیونٹ اصولوں کو بھی تسلیم کر لیا ہے۔ ٹرکی کی تہذیبی اور اخلاقی حالت آپریمسڈرآمد کر نیکے مخالفت تھی۔ ٹرکی میں بالٹوئیک اصولوں کو ترقی دینے کیلئے جو سوسائٹیاں قائم ہوئی تھیں۔ انہوں نے اس بات کو مان لیا ہے اور اب اپنی کوششوں کو سب کر دیا ہے۔ روس کے تعلیم یافتہ لوگ بھی اس رائے سے اتفاق رکھتے ہیں کہ ماسکو سے ہمارے موجودہ تعلقات کا یہ منشا ہے کہ دونوں سلطنتوں میں دوستانہ تعلقات قائم رہیں۔ لنڈن کانفرنس میں شریک ہو نیسے یہ مطلب ہرگز نہیں کہ ہمارے اور روس کے تعلقات پر کوئی برا اثر پڑے گا۔

جب لنڈن کانفرنس میں ترکی وفد بھی شریک ہوا تو اس کے صدر بکرسامی بے مقیم لنڈن سے ایک نامہ بھجوانے لگے اور ٹرکی کی حکومت کے تعلقات کی نیت پوچھا۔ بعد ازاں اس نے بالٹوئیک حکومت کے متعلق سوال کیے۔ جو ذیل میں درج ہیں۔

نامہ بھجوا۔ آپ لنڈن کانفرنس میں کیا مقصد لے کر آئے ہیں۔

بکرسامی۔ ہمارا مقصد یہی ہے کہ دوسری اقوام کے ساتھ مل کر مشرق میں از سر نو امن و امان قائم کر لیں۔ ہمارا رویہ قطعاً معاملت آمیز ہے۔

سوال۔ کیا آپ کے نزدیک ممکن ہے کہ معاہدہ سیورے مشرق میں از سر نو امن و امان قائم کر نیکے لیے موزوں ہو گا۔

جواب۔ اگر میرے نزدیک یہ ممکن ہوتا۔ تو انگورائے آنے کی ضرورت ہی کیا تھی۔

مؤدت اور اس سبب محبت مضبوط اور مستحکم ہو گئیں۔ تو اس وقت ترکان احمد راکہ کے مخالفین نے یہ من گھڑت باتیں اڑانی شروع کر دیں۔ کہ ترک اب بالشویک ہو گئے ہیں گو یہ کہ یہ بھی ایک حربہ تھا۔ جو ترکوں کو دنیا کی نظروں میں بدنام کرنے اور بدعقیدہ بنانے کے لیے استعمال کیا گیا۔ چنانچہ اس مخالفت کے اثر کو مٹانے کے لیے مصطفیٰ کمال نے ذیل کا اعلان شائع کیا۔ اور عاید شدہ الزام سے اپنی پوزیشن کو صاف کیا۔ ہمارے تعلقات ماسکو کی حکومت سے دوستانہ ہیں۔ اس کے یہ معنی نہیں۔ کہ ہم نے کمیونسٹ اصولوں کو بھی تسلیم کر لیا ہے۔ ٹرکی کی تمدنی اور اخلاقی حالت آپریشن کے بعد آدھ کر نیک مخالفت تھی۔ ٹرکی میں بالشویزم اصولوں کو ترقی دینے کیلئے جو سو سائٹیاں قائم ہوئی تھیں۔ انہوں نے اس بات کو مان لیا ہے اور اب اپنی کوششوں کو بند کر دیا ہے۔ روس کے تسلیم یافتہ لوگ بھی اس رائے سے اتفاق رکھتے ہیں کہ ماسکو سے ہمارے موجودہ تعلقات کا یہ منشا ہے کہ دونوں سلطنتوں میں دوستانہ تعلقات قائم رہیں۔ لنڈن کانفرنس میں شریک ہو نیسے یہ مطلب ہرگز نہیں کہ ہمارے اور روس کے تعلقات پر کوئی برا اثر پڑے گا۔

جب لنڈن کانفرنس میں ترکی وفد بھی شریک ہوا تو اس کے صدر بکر سامی بے متقیم لنڈن سے ایک نامہ بخارنے لگے اور ترکی کی حکومت کے تعلقات کی نیت پوچھا۔ بعد ازاں اس نے بالشویک حکومت کے متعلق سوال کیے۔ جو ذیل میں درج ہیں۔

نامہ بخار۔ آپ لنڈن کانفرنس میں کیا مقصد لے کر آئے ہیں۔
بکر سامی۔ ہمارا مقصد یہ ہے کہ دوسری اقوام کے ساتھ مل کر مشرق میں از سر نو امن و امان قائم کر لیں۔ ہمارا رویہ قطعاً معاملت آمیز ہے۔
سوال۔ کیا آپ کے نزدیک ممکن ہے کہ معاہدہ سیورے مشرق میں از سر نو امن و امان قائم کر نیکے لیے موزوں ہوگا۔

جواب۔ اگر میرے نزدیک یہ ممکن ہوتا۔ تو انکو اسے آنے کی ضرورت ہی نہ تھی۔

مؤدت اور اس سبب محبت مضبوط اور مستحکم ہو گئیں۔ تو اس وقت ترکمان احمد راک کے مخالفین نے یہ من گھڑت باتیں اڑانی شروع کر دیں۔ کہ ترک اب بالشویک ہو گئے ہیں گو یہ کہ یہ بھی ایک حربہ تھا۔ جو ترکوں کو دنیا کی نظروں میں بدنام کرنے اور بدعقائدی پیدا کرنے کے لیے استعمال کیا گیا۔ چنانچہ اس مخالفت کے اثر کو مٹانے کے لیے مصطفیٰ کمال نے ذیل کا اعلان شائع کیا۔ اور عاید شدہ الزام سے اپنی پوزیشن کو صاف کیا۔ ہمارے تعلقات ماسکو کی حکومت سے دوستانہ ہیں۔ اس کے یہ معنی نہیں۔ کہ ہم نے کمیونسٹ اصولوں کو بھی تسلیم کر لیا ہے۔ ٹرکی کی تمدنی اور اخلاقی حالت آپریشن کے بعد آدھ کر نیک مخالفت تھی۔ ٹرکی میں بالشویزم اصولوں کو ترقی دینے کیلئے جو سو سائٹیاں قائم ہوئی تھیں۔ انہوں نے اس بات کو مان لیا ہے اور اب اپنی کوششوں کو بند کر دیا ہے۔ روس کے تسلیم یافتہ لوگ بھی اس رائے سے اتفاق رکھتے ہیں کہ ماسکو سے ہمارے موجودہ تعلقات کا یہ منشا ہے کہ دونوں سلطنتوں میں دوستانہ تعلقات قائم رہیں۔ لنڈن کانفرنس میں شریک ہو نیسے یہ مطلب ہرگز نہیں کہ ہمارے اور روس کے تعلقات پر کوئی برا اثر پڑے گا۔

جب لنڈن کانفرنس میں ترکی وفد بھی شریک ہوا تو اس کے صدر بکراسامی بے متقیم لنڈن سے ایک نامہ بخارنے لگے اور ٹرکی کی حکومت کے تعلقات کی نیت پوچھا۔ بعد ازاں اس نے بالشویک حکومت کے متعلق سوال کیے۔ جو ذیل میں درج ہیں۔

نامہ بخار۔ آپ لنڈن کانفرنس میں کیا مقصد لے کر آئے ہیں۔
بکراسامی۔ ہمارا مقصد یہی ہے کہ دوسری اقوام کے ساتھ مل کر مشرق میں از سر نو امن و امان قائم کر لیں۔ ہمارا رویہ قطعاً معاملت آمیز ہے۔
سوال۔ کیا آپ کے نزدیک ممکن ہے کہ معاہدہ سیورے مشرق میں از سر نو امن و امان قائم کرنے کے لیے موزوں ہوگا۔

جواب۔ اگر میرے نزدیک یہ ممکن ہوتا۔ تو انکو اسے آنے کی ضرورت بھی کیا تھی۔

مؤدت اور اس سبب محبت مضبوط اور مستحکم ہو گئیں۔ تو اس وقت ترکان احمد راکہ کے مخالفین نے یہ من گھڑت باتیں اڑانی شروع کر دیں۔ کہ ترک اب بالشویک ہو گئے ہیں گو یہ کہ یہ بھی ایک حربہ تھا۔ جو ترکوں کو دنیا کی نظروں میں بدنام کرنے اور بدامنی پیدا کر نیکے لیے استعمال کیا گیا۔ چنانچہ اس مخالفت کے اثر کو مٹانے کے لیے مصطفیٰ کمال نے ذیل کا اعلان شائع کیا۔ اور عاید شدہ الزام سے اپنی پوزیشن کو صاف کیا۔ ہمارے تعلقات ماسکو کی حکومت سے دوستانہ ہیں۔ اس کے یہ معنی نہیں۔ کہ ہم نے کمیونسٹ اصولوں کو بھی تسلیم کر لیا ہے۔ ٹرکی کی تمدنی اور اخلاقی حالت آپریشن کے بعد آدھ کر نیکے مخالفت تھی۔ ٹرکی میں بالشویزم اصولوں کو ترقی دینے کیلئے جو سو سائیاں قائم ہوئی تھیں۔ انہوں نے اس بات کو مان لیا ہے اور اب اپنی کوششوں کو بند کر دیا ہے۔ روس کے تسلیم یافتہ لوگ بھی اس رائے سے اتفاق رکھتے ہیں کہ ماسکو سے ہمارے موجودہ تعلقات کا یہ منشا ہے کہ دونوں سلطنتوں میں دوستانہ تعلقات قائم رہیں۔ لنڈن کانفرنس میں شریک ہو نیسے یہ مطلب ہرگز نہیں کہ ہمارے اور روس کے تعلقات پر کوئی برا اثر پڑے گا۔

جب لنڈن کانفرنس میں ترکی وفد بھی شریک ہوا تو اس کے صدر بکراسامی بے مقیم لنڈن سے ایک نامہ بھجوانے لگے اور ٹرکی کی حکومت کے تعلقات کی نیت پوچھا۔ بعد ازاں اس نے بالشویک حکومت کے متعلق سوال کیے۔ جو ذیل میں درج ہیں۔

نامہ بھجوانے۔ آپ لنڈن کانفرنس میں کیا مقصد لے کر آئے ہیں۔
بکراسامی۔ ہمارا مقصد یہ ہے کہ دوسری اقوام کے ساتھ مل کر مشرق میں از سر نو امن و امان قائم کر لیں۔ ہمارا رویہ قطعاً معاملت آمیز ہے۔
سوال۔ کیا آپ کے نزدیک ممکن ہے کہ معاہدہ سیورے مشرق میں از سر نو امن و امان قائم کر نیکے لیے موزوں ہو گا۔

جواب۔ اگر میرے نزدیک یہ ممکن ہوتا۔ تو انکو اسے آنے کی ضرورت بھی کیا تھی۔

نوجی افسر اور اسلحہ بھی ہم پہنچائے گی۔

جرنیل ولی محمد خان سفیر افغانستان مقیم ہاسکو اور حکومت

شرائط معاہدہ

انگوراکے درمیان جو معاہدہ ہوا۔ اُسکی دفعات ذیل میں

درج ہیں۔

۱۔ اس معاہدہ کا منشا دونوں حکومتوں میں ایسا اتحاد پیدا کرنا ہے کہ ضرورت کے وقت ایک دوسرے کی معاونت کیجا سکے۔

۲۔ یہ معاہدہ تمام ایشیائی قوموں کی خود اختیاری کو اصول خود اختیاری کے موافق اصولاً تسلیم کرتا ہے۔ اور ان قوموں کے داخلی و خارجی معاملات پر کسی غیر قوم کا اثر تسلیم نہیں کرتا۔ بخارا اور خیو۔ اکی کامل آزادی بھی تسلیم کرتا ہے۔

۳۔ افغانستان رٹ کی کیلئے حق خلافت اسلامیہ کو تسلیم کرتا ہے۔ اور رٹ کی کی ان صدیوں کی خدمات کا اعتراف کرتا ہے۔ جو حفاظت اسلام کے لئے عمل میں آئیں۔

۴۔ دونوں معاہدہ کرہ نیوالی طاقتیں وعدہ کرتی ہیں کہ ایک دوسرے کی ہر ممکن طریق سے حفاظت کرینگے۔ جب کبھی بھی کوئی انہیں سے کسی خارجی طاقت کی زد میں آئے۔ وہ میاست مشرق کو بیرونی مدافعت سے پاک و صاف رکھنے کا تہیہ کرتی ہیں۔ اور اس امر کا وعدہ کرتی ہیں کہ ایک دوسرے کو اول بیڑیوں کو کاٹنے میں مدد دینگے۔ جن سے آزادی مشرق کو جکڑا جا رہا ہے۔

۵۔ دونوں طاقتیں وعدہ کرتی ہیں کہ کسی نئے معاہدے پر آپس میں مشورہ کیے بغیر دستخط نہ کرینگے۔ اور اگر ایسا کرینگے تو پہلے اطلاع دینا ضروری ہوگا۔

۶۔ اس معاہدہ کی رو سے افغانستان اور رٹ کی میں باہمی تجارتی تعلقات پیدا ہو جائیں گے۔

۷۔ ڈاک اور دوسرے ذرائع سے میل جول فوراً قائم کر دے جائیں۔ اور سوشل اور علمی تبادلہ خیالات کا ایک سسٹم قائم کیا جائے۔ جس سے محبت و اتفاق میں

ترقی ہو۔

۸۔ اس معاہدہ کی نیکیں کیلئے دونوں مصلحتوں کے باشندوں کا اتفاق رائے ضروری ہے۔

۹۔ اس دفعہ میں وہ تمام تفصیلات ہیں۔ جو معاہدہ کرتے وقت پیش آئیں۔ اس معاہدہ کی رو سے سب سے پہلا سفیر حکومت انگلستان پاشا مقرر ہوئے لیکن مسئلہ حکومت کابل نے جمال پاشا کو نادر خان کی جگہ اپنا وزیر جنگ مقرر کر لیا۔ اور امیر کابل نے جمال پاشا کو پورے اختیارات دیدئے۔ اور بہت سہو ترکی پناہ گزینوں کو قوجوں میں بڑے بڑے عہدے دیدئے۔ وزیر جنگ نے کابل میں ایک نیا سٹاف کالج کھولنے کی تجویز کی۔ اور بہت سے ترکی فوجی تدریس ہند اور تجربہ کار فوجی افسر ترکی سے طلب کئے گئے۔ لہذا انگلستان کو رمنٹ نے مطابق عہد نامہ چاقو فوجی افسروں کو بطور قسط اول روانہ کیا۔ تاکہ انسانی فوج کو اتر سرزمین ترقی کریں۔

علاوہ ان میں کابل اور انگلستان کے درمیان خفیہ تحریرات ہوتی رہیں۔ وزیر خزانہ نے ایک خط مصطفیٰ کمال کے نام لکھا۔ جس کا اقتباس درج ہے۔ جس سے خفیہ تحریرات کا پتہ چلتا ہے۔

محضو پر نور تقدس تاب۔ جلال تاب غازی مصطفیٰ کمال پاشا ایدہ بنصر اللہ السلام علیکم۔ درجہ الشہد پر کا تہ۔ نیازمند حضور والا کی یاد دہانی کرنا چاہتا ہے کہ اس سلطنت کا ارسال کردہ پیام برساتت محمد کمال خان کپستان افواج افغانی اور مولوی منصور خان خدمت بابرکت میں شرف باریابی مہل کر گیا۔ جناب والا کی مصلحت خفیہ تحریرات ہزار کیلینی عثمان بے کی معرفت ہماری سلطنت میں موصول ہوئی ہیں۔ امید ہے کہ آپ صدق دل سے افغانیوں کے اخلاص اور اظہار عقیدت کا اعتراف کرینگے۔ کیونکہ افغانی قوم پرستوں کی حکومت کو انہی شیرانہ کوششوں پر جو وہ احیائے اسلام پر اور ترکی کی حفاظت کے مقدس کام کیلئے عمل میں لارہے

ہیں۔ سیدنا نازاں ہیں۔ نصر من اللہ وفتح قریب (دستخط وزیر مختار)
 عزمی جے کابل سے براہِ تاشقند انگور میں مصطفیٰ کمال کے پاس خفیہ خط جہاں
 پاشا اور وزیرِ مختار جہ اور امیرِ کیطرت سے لیکر پہنچا۔ اسکے جواب میں حسین بے نصرت
 بے ترکی پشپامبران انجو راگورمنٹ کیطرت سے امیر صاحب اور جمال پاشا کے
 نام خطوط لیکر آئے۔ کہا جاتا ہے کہ ان پیامبران کو امیر صاحب نے بموتِ شہد و تحائف
 کابل سے براہِ ہرات روانہ کیا۔ اور ذیلِ اس خط مصطفیٰ کمال پاشا کے نام روانہ کیا
 بخیرت محبت جلیل غازی مصطفیٰ کمال پاشا۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ
 وبرکاتہ۔ میرے برادرِ ملت پر واضح ہو کہ ہماری بہترین دعائیں اور تمنائیں اس
 مقصد کیلئے وقت میں جسکی رہنمائی کا فخر آپ کو حاصل ہے۔ آپکے بھیجے ہوئے حضرات
 حسین بے نصرت بے اور متیا بے دارالسلطنت افغانستان میں بخیر و عافیت
 پہنچ گئے ہیں۔ اور ہم اپنے معزز برادرانِ ملت کا دل سے خیر مقدم کرتے ہیں۔ مجھے
 اپنے ان عزیز و محترم بھائیوں کے اس عظیم الشان کام پر نہ دل سے تحسین کیا ہو
 جسے وہ اپنے وطن عزیز اور دنیا کے اسلام کا بول بالا کر نیکے لئے نہایت کامیابی
 سے انجام دیتے رہے ہیں۔

یہ حضرات جس مقصد کے لیے بھیجے گئے تھے۔ اسکی تکمیل کے بعد جو عنقریب امر
 اسلام کے پایۂ تخت (انگورہ) کو مراجعت کر تیرا لے ہیں۔ اور ہمارے طیف سے منجملہ
 دیگر باتوں کے ایک خاص پیغام آپکی خدمت میں پیش کریں گے۔ جس سے ظاہر
 ہو جائے گا۔ کہ ملت افغانی کے دلوں میں اپنے ترک بھائیوں کے متعلق کس قدر
 تشکر و امتنانِ حسن ارادت اور خیر تمنا کی جذبات لہریں لے رہے ہیں۔

مجھے اپنے معزز ترک بھائیوں پر اپنی یہ تمنا ظاہر کر دی ہے۔ کہ آج سے
 تمام اقوامِ مسلمہ کا نعروں جاں افروزیہ ہونا چاہیے۔ کہ مسلمان اسلام کی آزادی کے
 لیے ہر قسم کا ایثار کرنے پر آمادہ ہیں۔ ہم آپ کو یقین دلاتے ہیں کہ معقول حریت کی
 جدوجہد میں ملتِ غیور افغانستان بھی مناسب موقع لینے پر ہر وقت آمادہ و تیار رہے

ملت افغانی اپنی امن و امان کے سامنے تسلیم خم کرتی ہے جو حالات و واقعات کے ماتحت اسکی گردن پر آ پڑی ہیں۔

مزید برآں ملت افغانی اور قوم ترک کی کے مابین محبت و مہمانت کے تعلقات مستحکم کرنے کی غرض سے ہم نہایت مسرت کے ساتھ آپ کی حکومت سے استدعا کرتے ہیں۔ کہ براہِ نوازش اپنے ہاں کے لالچ اور تجربہ کار فوجی بمقرر ماہرین کی ایک کافی جماعت ہمارے ملک میں بھیجے کہ وہ اگر افغانستان کی حریت و آزادی کی بنیادیں استوار کرنے میں ہماری امداد و اعانت کریں۔ ہم آپ کو یقین دلاتے ہیں کہ ہمیشہ اس محکم الحاکمین اور بادشاہوں کے بادشاہ کی بارگاہِ مصطفیٰ میں دست بردار رہیں گے۔ کہ وہ ہمارے مقاصد کی تکمیل میں ہماری رہنمائی کرے اور ہمارے بارودوں میں قوت عطا فرمائے۔ آمین یا رب العالمین! (راقم نام شاہ) چونکہ غازی جمال پاشا اب حکومت کابل کا وزیر جنگ مقرر ہو چکا ہے اسکی جگہ عبدالرحمن آفندی حکومت انگور کی طرف سے سفیر بن کر کابل میں آیا۔ سفیر موصوف کی بابت کہا جاتا ہے کہ شہر لپا در اسکی پیدائش گاہ ہے۔ اسکا باپ غلام مسدانی اس شہر کا باشندہ ایک مالدار تاجر تھا۔ وہ جنگ بلقان کے زمانہ میں سلطانینہ پلا گیا۔ جہاں اس کا چند لڑکوں کی وساطت سے انور پاشا سے تعارف ہوا۔ غازی موصوف نے اسکو ایک لفظ کی حیثیت سے اپنی نشان میں بھرتی کر لیا۔ شیخ نصیحتی لڑائیوں میں شریک رہا۔ کپتان عبدالولی خان۔ اور ڈاکٹر انصاری کے ساتھیوں نے ہندوستان آتے وقت اسکو اپنے ہمراہ ہندوستان لانے کی خواہش ظاہر کی۔ مگر اس نے ترک ملازمت ترک کرنے سے انکار کر دیا۔ کہا جاتا ہے کہ یہ جنگ یورپ میں بھی شریک ہوا۔ اور درہ دانیال کے اکثر معرکوں میں خدمات سر انجام دیتا رہا۔

اب چونکہ ترک کی اور افغانستان میں معاہدہ ہو چکا ہے۔

انگور میں افغانی مشن [اسیٹلے معاہدہ کی رو سے ہر دو سلطنتوں میں سفر کا رہنا

ضروری ہے۔ چونکہ سفیر انگورہ کابل میں پہنچ چکا ہے۔ اسلئے افغانی سفارتی وفد بھی انگورہ میں چلا گیا۔ امیر وندسلف ان احمد خان تھے۔ اور وہاں جا کر انہوں نے ترکی گورنمنٹ کی تائید میں پُر جوش تقریریں کیں۔ جن میں غازی مصطفیٰ کمال پاشا کو یقین دلایا گیا۔ کہ دشمنانِ ترکی کے مقابلے میں اس وقت کل اسلامی دنیا قوم پرستوں کے شریکِ حال ہے۔

اسکے بعد دستِ نکرہ بالامستمرۃ معاہدہ کی رو سے ترکانِ احرار نے ایک فوجی وفد افغانستان بھیجا۔ تاکہ افغانستان کی فوج کو فن سپاہ گری سکھائیں۔ اس وفد میں بہت سے علمائے کرام بھی شامل تھے۔

ترکی میں اول افغانی سفارت پر سرکاری نشانِ نصب کرنے کی رسم انگورہ میں خاص شان کے ساتھ انجام دی گئی۔ غازی مصطفیٰ کمال پاشا نے بنفس نفیس علمِ بلیت کیا۔ افغانی سفیر نے مندرجہ ذیل تقریر کی۔

افغانی سفارت کا نشان

افغانستان ہمیشہ ترکی کو اپنا رہنما تصور کرتا تھا۔ لیکن آج جب کہ دولِ یورپ ہمارے حقوق کو تلف اور عالمِ اسلامی کو تباہ کرنے کی فکر میں ہیں۔ ترکی اپنی دوستی کا کافی ثبوت پیش کر رہا ہے۔ ترکی افغانستان اور روس کا باہمی اتحاد ہمارے حقوق پر حملہ کرنے والوں کی تدبیر کو غارت کر دیگا۔ باشندگانِ مشرق اب اس بات کا عزم بالجزم کر چکے ہیں۔ کہ اُن لوگوں سے اپنے حقوق کی محافظت نہایت کریں۔ جو انکے حقوق کو کچلنا چاہتے ہیں۔ کہ ہماری قوتِ دولِ مغربہ کی برابر نہ ہو یہ بھی ممکن ہے کہ ہم مدافعت کی بھی آنکے برابر قدرت نہ رکھتے ہوں۔ لیکن ہمارے پاس ایک مذہبی عقیدت ہے۔ جس سے ہم اپنی آزادی حاصل کر لینگے۔ عالمِ اسلامی متحد رہ کر بہت جلد اپنے حقوق واپس لے لیگا۔ اور ہلالِ اقتدار باقی رہ جائے گا۔

کمال پاشا نے جواب میں اس امر پر اطمینان کا اظہار کیا کہ ترکی اور

افغانستان کا اتحاد اس وقت ہو رہا ہے۔ جب اناطولیہ جنگ آزادی میں مصروف ہے :

اسکے بعد فرمایا کہ ہماری متحدہ کوششیں مشرق کی سیاست پر ضرور ایک زبردست اثر ڈالیں گی۔ اور عالم اسلامی کیلئے مرفہ الحالی کا ایک دورِ جدید پیدا کر دیں گی۔

ترکی صدر یوں سے اسلام کیلئے ایک جنگ آزادی رہی۔ لیکن اب افغانستان ترکی کی امداد کو آ رہا ہے۔ عالم اسلامی کا مطالبہ سر دست آزادی ہے۔ ہم چاہتے ہیں کہ دنیا کے کل مسلمانوں کی طرح آزاد ہوں۔ میں آپ کی تقریر میں روس کا تذکرہ سن کر بہت خوش ہوا۔ اس میں شک نہیں کہ روس مشرق کا نجات دہندہ ثابت ہوگا۔ اور روز بروز کامیابی کے ساتھ ترقی کرتا جائیگا۔ ایران کی حکومت کچھ مدت تک انگریزی اثر و اقتدار

ایرانی اور ترکی عہد نامہ

میں رہی۔ لیکن اس دورِ جدید کے بالمشوکی طرز عمل نے ان کو بھی جگا دیا۔ جس کے باعث سے انہوں نے غیر ملکی جوا اپنے گلے سے اتار کر پھینک دیا۔ اور خود اختیاری کی طرف مائل ہوئے۔ انہوں نے اپنے ملک کی باگ اپنے ہاتھ میں لی۔ بعد ازاں ترکوں کو اس اسلامی سلطنت کو بھی ایشیا کے اسلامی ممالک کے اتحاد عام کی لڑائی میں منسلک کرنے کی ضرورت پیش آئی۔ جس کے واسطے مصطفیٰ کمال پاشا کے نمائندے ایران میں گئے۔ اور ایرانیوں کو اس اتحاد میں شامل ہونے کی ترغیب دی۔ اس پر ایران کی مجلس نے غور کیا۔ بعد غور و خوض کے ایران بھی..... اس اتحاد میں ذوق و شوق سے شامل ہو گیا۔ جس کے متعلق حکومت انگریز کے نمائندہ نے طہران سے اطلاع دی۔ کہ ایرانی ترکی عہد نامہ کے متعلق دونوں ممالک کے سلسلہ نامہ و پیغام کا نتیجہ بہت کچھ حوصلہ افزا نکلا ہے۔ اور اس میں جن نتائج کے مرتب ہونے کی توقع تھی۔ وہ با حسن و جہد حاصل ہوئے ہیں۔

حکومت انگورا اور سوئیٹ روس - افغانستان کے درمیان سلسلہ قاریں کا نفرنس

اتحاد قائم ہو گیا۔ تینوں کے درمیان عہد نامہ بھی تحریر ہو گیا۔ چوتھی حکومت ایران بھی اس اتحاد میں شامل ہو گئی۔ لیکن ترکان احرار اور جمہوریہ قفقاز کے مابین ابھی تک کوئی عہد نامہ صورت گیر نہ ہوا تھا۔ اس کے درمیان ابھی تک صورت مناسبت اور مخالفت قائم تھی۔ روس کی سوئیٹ گورنمنٹ نے کوشش کر کے ان دونوں کے درمیان مسالحت اور دوست کی صورت پیدا کر دی۔ چنانچہ اسکو سرانجام دینے کیلئے انہوں نے ۱۹۲۱ء کے انجام میں بمقام قاریں ایک کانفرنس کے انعقاد کا انتظام کر دیا۔

اس کانفرنس کی بھگالی بالٹو کیوں کے ذمہ تھی۔ یہ کانفرنس پہلا قدم ہے۔ جس کا یہ مقصد تھا کہ اس پر فساد زمینانہ میں مستحل مباحث سے اسن لمان قائم کیا جائے۔ اس کانفرنس میں ترکی نمائندے بھی موجود تھے۔ اس کانفرنس کا اہم نتیجہ یہ ہوا کہ حکومت انگورا اور جمہوریہ قفقاز کے درمیان دوست و موافقت کے مضبوط اور مستحکم آثار و قراین پیدا ہو گئے۔ دونوں حکومتوں کے درمیان عہد نامہ قائم ہو گیا۔ اور ترکان احرار کے خارجی ہوا خواہوں۔ اور بی خواہوں کی فہرست میں مزید اضافہ ہو۔ اس عہد نامہ کا نام عہد نامہ قاریں رکھا گیا۔ اس موقع پر بالٹو یک نمائندے نے ذیل کی تقریر کی۔

برادران! اسمیگہ آپ لوگ اسلئے جمع ہوئے ہیں کہ امن و اخوت کی بنا پر ہم بدھ کا اتمام کریں۔ لہذا تم تمام دنیا کو یہ بات جتلا کر ثابت کرنا چاہتے ہو کہ اہالی قفقاز اور ترکی اپنے اپنے مفاد کو خوب سمجھتے ہیں۔ امن و صلح میں اگے لی کر ساروٹ باقی نہیں رہی۔ کیونکہ تم دونوں کے باہمی مفاد میں کوئی تناسلہ نہیں ہے۔ مسایل زیر بحث کے اصل اصول پر آپ سب متفق ہو گئے ہو۔ یعنی باہمی برادرانہ برتاؤ اور محبت تمام اقوام میں ساری ہو۔ تم ان دونوں میں سے کسی کو مادی منافع کی حرص سے فروخت نہ کر ڈالو۔ بلکہ اُسکے برخلاف

تھارا نصب العین یہ ہونا چاہیے۔ کہ تمام ریاستوں کی اعانت کرو۔ تاکہ مشترکہ اتحاد عمل سے وہ باہم ایک دوسرے کی مدد و معاون ہوں۔ خصوصاً آپ اہلئے قفقاز اور آرمینیا یہاں اسیلئے جمع ہوئے ہو۔ کہ یہ ثابت کر دو کہ آپ کی باہمی اعانت کا فائدہ ہو گیا ہے۔ اب آسٹینڈل میں خنجر چھپا کر ملاقات نہ ہوا کریگی۔ سلسلہ مواخاۃ اور جزیہ ہمدردی تمام رکاوٹوں کو دور کر دے گا۔

مقررہ سے یہ بھی کہا۔ کہ ترکی کے دوست بالشویک روس اور بالشویک قفقاز ترکی اور یونان کی باہمی جنگ کی رفتار کا ہمدردی سے معائنہ کر رہے ہیں۔ ہم ہمسکو اچھی طرح جانتے ہیں۔ کہ ترکی کی فتح میں ہماری فتح ہے۔ مجھے اس کا یقین ہے۔ کہ یونان کو اپنی غلطی محسوس کرنی ہوگی۔ اور پھر اس کے سامنے صرف ایک راستہ رہ جاتا ہے۔ کہ مناسب طریقہ سے صلح نامہ کی کوشش کرے۔ مشرق قریب کے مسائل کے متعلق پہلی یہ کافرلس ہے۔ اور بہت جلد ایک صنعت بخش اور کامیاب نتیجہ پر پہنچ کر رہے گی۔

جمہوریہ ہائے قفقاز میں آرمینیا۔ جارجیا۔ آذربائیجان اور گرجستان کی ریاستیں شامل تھیں۔ یہ وہ ریاستیں ہیں۔ جنکو بالشویکوں نے فتح کر کے آزاد کر دیا تھا۔ اور جن میں بالشویکی جمہوری طرز کی حکومتیں قائم تھیں۔ آرمینیا ہونہ کوں کا پہلے بھی معاہدہ ہوا۔ لیکن قارص کافرلس کی رو سے ان تمام ہونہ کوں بالاریا متوں اور مصطفیٰ کمال پاشا کے پیروں کے درمیان ایک جدید عہد نامہ بمقام قارص قائم ہوا۔ یہ معاہدہ انفرصق و توشق و تصدیق انگور کی سمیت عالیٰ قومیہ میں پیش ہونے کیلئے بھیجا گیا۔ جسکی حکومت انگور نے تصدیق کر دی۔ اور اس عہد نامہ کا نام عہد نامہ قارص ہوا۔ یہ عہد نامہ ایک باقا عہد نامہ ہو۔ اسکی بعض دفعات ذیل میں درج ہیں۔

دفعہ نمبر۔ ترکی۔ آرمینیا۔ آذربائیجان اور گرجستان معاہدہ قارص کی شرائط کی (خود مختار) حکومتیں ان تمام معاہدوں۔ اور

قراردادوں کو بائسل اور کالعدم قرار دیتی ہیں۔ جن کو ان حکومتوں نے جو ان ممالک کی آراضی پر بالکائنات تصوف رکھتی تھیں۔ دستخط کیے تھے۔ اس معاہدہ (معاہدہ قارص) کی تکمیل کی تاریخ سے وہ تمام معاہدے اور قراردادیں جو ممالک مذکور کی آراضی سے تعلق رکھتے تھے۔ لغو کے حکم میں ہیں۔ اسی طرح وہ معاہدات۔ اور تمام قراردادیں جو دوسری حکومتوں نے جنوبی قفقاز کی جمہوریت کے متعلق کیے ہیں۔ باطل اور لغو ہیں۔ البتہ وہ معاہدہ اور قرارداد جو ترقی کی کسی معاہدہ کے نام سے موسوم ہے اور جس پر شہر یا سکوں میں ۱۶ مارچ ۱۹۲۱ء کو دستخط ہوئے ہیں۔ اس سے مستثنیٰ ہے۔

دفعہ نمبر ۲۔ وہ حکومتیں جنہوں نے اس معاہدہ (معاہدہ قارص) پر دستخط کیے ہیں۔ اپنے اوپر اس کا ذمہ لیتی ہیں کہ وہ کسی ایسے معاہدہ ملح یا کسی دوسری حکومت کی قرارداد کو تسلیم نہ کریں گی۔ جس کی تسلیم کرنے پر ان کو مجبور کیا جائے گا۔

اس دفعہ میں اس آراضی کا بھی ذکر ہے جو ترکی کو دی گئی ہے۔ اور وہ اس تمام آراضی پر مشتمل ہے۔ جس کی تصریح انگلہ کے قومی میسٹاق میں کی گئی ہے دفعہ پد میں یہ بھی قرار دیا گیا ہے۔ کہ کسی دول و حکومت کی ہر وہ قرارداد جو ترکی کے متعلق ہو۔ اور ترکی اس کو تسلیم نہ کرے۔ تو آرمینیا آذربائیجان اور گرجستان بھی اس کو تسلیم نہ کریں گی۔

دفعہ نمبر ۳۔ غیر ملکوں کو جو خاص حقوق یا امتیازات ترکی میں حاصل تھے وہ تمام اس معاہدہ کی رو سے لغو و کالعدم سمجھے جائیں۔

دفعہ نمبر ۴۔ ترکی کی حدود و شمال مشرق میں موضع ساراب سے جو بحیرہ اسود کے ساحل پر واقع ہے۔ شروع ہو کر بحیرہ اسود کے آب رداں پر محیط مستقیم جبل کدیں اور جبل شادوشت پر چلی جائے گی۔ پھر جبل فانی پر ہو کر گذرے گی۔ اور قارص و اردعبان کے سابق حدود کو پہنچے چھوڑ کر نہار یہ شالی کے منبع اور آراس

فالونی - نیچی اور قرہ صوا تک چلی جائے گی۔

دفعہ نمبر ۱ - ترکی - آرمینیا اور آذربائیجان کی حکومتیں اس پر متفق رہیں
ہیں کہ صوبہ شیخوہاں آذربائیجان کی حمایت میں رہے گا۔ لیکن اندرونی معاملات میں
بالکل آزاد ہوگا۔

دفعہ نمبر ۲ - ترکی شہر باطوم کی اس تمام آراغی سے جو ان شمالی حدود پر واقع
ہے۔ جن کی تصریح دفعہ ۳ میں کی گئی ہے۔ گرجستان کے حق میں دست بردا ہوتی ہو
لیکن یہ دست برداری ذیل کی دو شرطوں کے ساتھ مفید ہے۔

۱۔ باطوم کی آزادی اپنی ذاتی حکومت کے ماتحت رہے گی۔ اور اندرونی
معاملات میں کامل آزاد ہوگی۔ اسکو یہ بھی حق ہوگا۔ کہ وہ آراغی پر تصرف رکھنے میں
کسی کی پابست نہ ہو۔ اور ان اسباب کو اختیار کر سکے گی۔ جو آراغی کے متعلق اسکے
خیال میں ضروری ہوں گے۔

۲۔ ٹرکی میں باطوم کی راہ سے جو سامان اور تجارتی مال جائے گا۔ پھر
کمی قسم کا محصول یا چنگی نہ لی جائے گی۔ ٹرکی کو باطوم کے ساحل سے بھی آزادی
کے ساتھ فائدہ اٹھانے کا حق حاصل ہوگا۔ اور اس راہ میں اس کے لیے آسانیاں
پیدا کی جائیں گی۔

دفعہ نمبر ۳ - ٹرکی اسکا ذمہ لیتی ہے۔ کہ گرجستان کے ان باشندوں کیلئے
جو ٹرکی مقبوضات کے حدود کے قریب رہتے ہیں۔ اپنی حدود کے اندر آنے جانے
کی آسانیاں ہم پہنچائے گی۔ اور یہ کہ انکو ان عام چراگاہوں سے جو ٹرکی کے
مقبوضات میں واقع ہیں۔ فائدہ اٹھانے دیں گی۔

دفعہ نمبر ۴ - حکومت گرجستان بھی اسکا ذمہ لیتی ہے۔ کہ وہ اپنی حدود
سے ملحقہ آبادی کے ترک باشندوں کو گرجستان کی ملحقہ آراغی میں آنے جانے کی
آسانیاں ہم پہنچائے گی۔ اور ان کے عام چراگاہوں سے ٹرکی کے سرحدی باشندے
فائدہ اٹھا سکیں گے۔

دفعہ نمبر ۹۔ آبنائے باسفورس اور درہ دانیال تمام اقوام کی نجات کے لیے کھٹے رہیں گے۔ اور انہیں سے گزرنے کی آزادی کی ضمانت کے طور پر ٹرکی اور گرجستان دونوں اس پر متفق ہیں۔ کہ (اس معاہدہ کے بعد) ایک کمیٹی بنائی جائے۔ جس میں تمام سواحلی حکومتوں کے نمائندے شریک ہوں۔ جو بحر اسود اور آبنائے کی دونوں جانب کے سواحلی پر واقع ہیں۔ یہ کمیٹی آبنائوں اور بحیرہ اسود کے متعلق قواعد تیار کرے گی۔ اور ان پر عمل کیا جائے گا۔ بشرطیکہ یہ قواعد آستانہ پر ٹرکی کے کامل اختیار کے مخالف اور ایسے نہ ہوں۔ کہ ان سے ٹرکی اور اس کے دارالحکومت آستانہ کے امن و امان میں خلل پڑتا ہو۔

دفعہ نمبر ۱۰ نفاذ دفعہ نمبر ۹ حسب ذیل امور کے متعلق ہیں۔

- ۱۔ اس معاہدہ پر جن حکومتوں کے دستخط ہیں۔ ان کے رعایا کے حقوق جبکہ وہ کسی معاہدہ حکومت میں جا کر رہیں۔ وغیرہ وغیرہ۔
- ۲۔ سابلج اسیران کی واپسی۔
- ۳۔ عام صفائی۔

۴۔ سفر اور قنصلوں کے تقریر اور بعض دوسرے امور کا ذکر۔

دفعہ نمبر ۱۱۔ فلس نہیں ایک انجمن قائم کی جائے۔ جس میں (اس معاہدہ پر) دستخط کرنے والی حکومتوں کے درمیان تجارتی تعلقات قائم کر سکے۔ یعنی ضروری قواعد تیار کیے جائیں۔ تاکہ ان قواعد پر تجارتی تعلقات قائم کیے جائیں۔ یہی انجمن ان اقتصادی اور مالی وغیرہ مسائل کو حل کرے گی۔ جن پر اس معاہدہ پر دستخط کرنے والی اقوام کے مصالح متوقف ہیں۔

معاہدہ پر دستخط ہو جانے کے بعد ہر کمیٹی ابراہیم علیوف نے آذربائیجان کی ترکی جمہوریت کا نمائندہ صدر مقام احرارہ انجمنہ میں رونق افروز ہوئے۔ تاکہ ترکان احرارے عملی صورت میں کاروبار شروع ہو جائے۔ باشندگان انجمنہ نے آپ کا نہایت تیزک و احتشام سے استقبال کیا۔ اور غازی مصطفیٰ کمال پاشا نے جو توفیق

فرمایا۔ کہ جمہوریت آذربائیجان کے توسط سے مسلمانان روس و باشندگان قفقاز اپنی کھوئی ہوئی سوشل و قومی غفلت کو یہ آسانی دوبارہ حاصل کر سکیں گی۔

اس معاہدہ کی شرائط میں سے ایک خاص شرط یہ ہے۔ کہ یہ بالشویک جمہوری ریاستیں یونانیوں کے مقابلہ پر غازی مصطفیٰ کمال پاشا کو ہر مسکن امداد دیں گی۔ چنانچہ سفیر آذربائیجان کی تقریر سے اسکی مزید تائید ہوئی ہے۔ سفیر موصوف نے غازی مصطفیٰ کمال پاشا کو مخاطب کر کے فرمایا۔

”باشندگان آذربائیجان انقلاب روس کے مشکور ہیں۔ جس کی بدولت انہیں یعنی اہل آذربائیجان کو آزادی نصیب ہوئی ہے۔ اور پختہ وعدہ کرتے ہیں کہ وہ آئندہ دشمنان کے مقابلہ پر آپ کے دوش بہ دوش مصروف جنگ رہنے میں کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہ کریں گے۔ حتیٰ کہ سلطنت عثمانیہ و مغربی اقوام کو آزاد کرانے میں وہ اپنی جان سے بھی دریغ نہ کریں گے۔ کیونکہ ترکان احرار نے مغربی اقوام (جو عالم اسلام پر کاسی ضرب لگانے پر تلی ہوئی تھیں) کے منصوبوں میں سنگ راہ بن کر چار دانگ عالم میں اپنے ایشار و دیر ی کا ڈنکا بجا دیا ہے“

یوکرین۔ حکومت بخارا۔ اور انگریزوں میں

یوکرین جمہوریہ بخارا اور انگوراکا اتحاد

بھی اتحاد قائم ہو گیا ہے۔ چنانچہ اسلامی

جمہوریہ بخارا نے انگوراکا میں سفارت خانہ قائم کیا ہے۔ سفیر صاحب اور ان کے عملہ کے ارکان بھی انگوراکا پہنچ گئے۔ یوکرین کا سفیر بھی آگیا۔ اس کے عملہ میں ۵۴ ارکان تھے۔ انگوراکا میں یہ اندازہ لگایا جاتا تھا۔ کہ سیاسی حیثیت میں تین سو ارکان ہیں۔ جن میں تمام مشرقی اور چاند مغربی دول کے نمائندے ہیں۔

وہ معاہدہ جو ۲۰ جنوری ۱۹۲۲ء کو انگوراکا

انگوراکا کنونٹ اور جمہوریہ یوکرین کا معاہدہ

گورنمنٹ اور جمہوریہ یوکرین کے درمیان

مکمل ہوا ہے۔ حسب ذیل ہے۔

مقدمہ ۱۔ ٹرکی کی حکومت مجلس وطنی اور یوکرین کی مشترک شوری
جمہوریت چونکہ اقوام سے اخوت کے تعلقات قائم رکھنے میں متحدہ اور ہر ایک
قوم کی آزادی کا طریقہ معین کرنے کا مرکز ہیں۔ اور انہوں نے یہ بھی دیکھ لیا ہے
کہ وہ فتح اور توسیع ملک کے خواہشمندوں کے خلاف جدوجہد میں مشترک ہیں۔
نیز یہ بھی معلوم کر لیا ہے کہ جو مشکلات ایک دوسرے میں سے کسی کو پیش آئیں گی۔
اس کا اثر دوسرے پر ضرور پڑے گا۔ ان تمام وجوہ سے دونوں حکومتوں نے
اس امر کو ضروری سمجھا ہے کہ باہم دوستانہ تعلقات کو قائم کر کے روابط اخوت و
مستحکم کریں۔ اور ایک ایسی بنیاد پر معاہدہ مکمل کریں۔ جو مصالحت مشترکہ کے
تبادلہ کا موجب ہو۔

دونوں حکومتیں چونکہ بحیرہ اسود کے قرب کے لحاظ سے ایک دوسرے
کی ہمسایہ ہیں۔ اور ایک دوسرے سے مادی منافع پہنچنے کا بہت بڑا تعلق
ہے۔ اس لیے قلبی تعلقات اور خالص اتحاد کی بڑی ضرورت ہے۔ چنانچہ
دونوں حکومتوں نے ان تمام امور پر نظر ڈال کر قرار دیا ہے۔ کہ ایک دوستانہ
معاہدہ مرتب کیا جائے۔ اور باہمی اتفاق رائے سے یہ فیصلہ کیا گیا
ہے۔ کہ معاہدہ کی ترتیب و گفتگو کے لیے یوسف کمال بک کو مقرر کیا جائے۔
چنانچہ ترکی حکومت نے اس کام کیلئے یوسف کمال بک کو مقرر کیا۔ اور جمہوریت
یوکرین نے موسیو کروندزہ مشلی کا انتخاب کر کے انگور ابھیجا ہے۔ دونوں
مناہدوں نے سرکاری سندوں کے تبادلہ کے بعد ذیل کا معاہدہ
مرتب کیا ہے۔

(دفعہ ۱) فریقین معاہدہ اس امر پر متفق ہوئے ہیں کہ وہ کسی
ایسی مسلح یا کسی حکومت کے لیے فیصلہ کو تسلیم نہ کریں گے۔ جس پر فریقین معاہدہ
میں سے کسی ایک سے زبردستی دستخط کرائے گئے ہوں۔ یوکرین کی جمہوریت
اسکا بھی معاہدہ کرتی ہے۔ کہ وہ کسی حکومت کے لیے معاہدہ یا فیصلہ کو

قبول نہ کرے گی۔ جبکہ ترقیوں کی مجلس وطنی اعظم نے منظور نہ کیا ہو۔ بلکہ صرف اس معاہدہ کا اعتراف کریں گی۔ جس کو ٹرک کی مجلس اعظم قبول کرے گی۔ اس معاہدہ میں لفظ ٹرک سے وہ تمام آراضی مراد ہے۔ جس کی آستانہ کی مجلس مسوئین نے ۲۸ جنوری ۱۹۲۱ء کے قومی میسٹاق میں تشریح کی ہے۔ اور جس سے اخبارات کے ذریعہ تمام دول یورپ کو آگاہ کر دیا گیا ہے۔ یوکرین کی جمہوریہ ان ٹرک کی حدود کو بھی تسلیم کرتی ہے۔ جن کا ذکر ٹرک کی اور روس کے اس معاہدہ کی دفات (۱) اور (۳) میں کیا گیا ہے۔ جو ۱۶ مارچ ۱۹۲۱ء کو مکمل ہوا ہے۔ اسکے علاوہ یوکرین کی حکومت ان تمام اتفاقات کو تسلیم کرتی ہے جو ٹرک سے ایک جانب اور جمہوریت قفقاز سے دوسری جانب کیے گئے ہیں۔

(دفعہ ۵) ٹرک اس امر کی تصریح کرتی ہے۔ کہ وہ یوکرین کی اس جمہوریہ کو جو روس کی شہنشاہی حکومت کی آراضی پر قائم کیے گی ہے۔ اور یوکرین کے عمال و کارکنان کی عام مرضی سے وجود میں آئی ہے۔ ان حدود پر تسلیم کرتی ہے۔ جس کے حلیف جمہوریہ روس نے قرار دی ہے۔

(دفعہ ۶) فریقین معاہدہ اس امر کی تصدیق کرتے ہیں کہ وہ تمام معاہدات جو ۱۶ مارچ ۱۹۲۱ء سے قبل روسی شہنشاہی حکومت اور ٹرک کے درمیان۔ یا ٹرک اور یوکرین کے درمیان ہوئے ہیں۔ فریقین کے مشترک مصالح کے خلاف ہیں۔ اور اس بنا پر دونوں فریق ان معاہدات کو کالعدم شمار کرتے ہیں۔ اور انکو منسوخ خیال کرتے ہیں۔ اور یوکرین کی جمہوریہ اس کا بھی اعتراف کرتی ہے کہ اس زمانہ کی یوکرین کے وہ تمام معاملات (مالی وغیرہ مالی) جو ترک سے ہوئے ہیں۔ جب کہ وہ شہنشاہی روسی حکومت کے ماتحت تھے۔ ٹرک ان سے مبرا الگ ہے۔ اور ٹرک کی پر اس زمانہ کے مالی معاملات کا پورا کرنا ضروری نہیں ہے۔ دفعہ ۷ آستانہ کی نگرانی سے متعلق ہیں۔

(دفعہ ۷) فریقین معاہدہ باہم اس امر کا بھی معاہدہ کہتے ہیں۔ کہ وہ ایک دوسرے کے مقبوضہ آراضی میں ایسی جمیعتیں یا طریقے قائم نہ کریں گے۔ جنکی نسبت یہ خیال کیا جائے۔ کہ وہ کسی ایک فریق حکومت کی طرف سے خاص کام پر مامور ہوئی ہیں۔ اور نہ کسی فریق معاہدہ کو اسکی اجازت ہوگی۔ کہ وہ دوسرے فریق کی مقبوضہ آراضی میں کچھ اشخاص یا جماعتوں کو مقرر کرے۔ یا جلسوں کا انعقاد کرے۔ جب کہ اس سے اسکی غرض فریق ثانی کے خلاف معاہدہ جذبات پیدا کرنا ہو۔ اسی طرح جمہوریہ یوکرین اور رط کی روسی جمہوریہ اور قفقاز کی جمہوریات سے بھی اس قسم کا معاہدہ کرنے پر آمادہ ہیں۔ جب کہ وہ بھی اسکے لئے تیار رہیں گے۔ اس دفعہ میں لفظ رط کی سے صرف وہ آراضی مراد ہے۔ جو حکومت مجلس وطنی کے ملکی دفعہ جی اقتدار میں داخل ہے۔

(دفعہ ۸) فریقین معاہدہ پر مستحق الزائے ہیں۔ کہ ہر ایک فریق دوسرے فریق کی رعایا سے اپنے مقبوضات میں ایسا معاملہ کرے گا۔ جیسا کہ بڑی قوموں کے ساتھ کیا جاتا ہے۔ یعنی ان کی امداد و اعانت اور آنکھ کے لئے ضروری آسانیاں بہم پہنچانا۔ اس دفعہ کا لفظ ان مخصوص حقوق پر نہ ہوگا۔ جو ان دول اسلامیہ کی رعایا سے متعلق ہیں۔ جو رط کی سے دوستانہ تعلقات رکھتی ہیں۔ نیز ان بالشویک جمہوریا کی رعایا سے بھی اسکو کوئی تعلق نہ ہوگا۔ جو یوکرین کی حلیف ہیں۔ ان دول اسلامیہ اور جمہوریات کی رعایا کے حقوق ان تجارتی شرائط کے مطابق ہونگے۔

(دفعہ ۹) فریقین معاہدہ کی اس رعایا کے ساتھ جو فریق ثانی کے مقبوضات میں اقامت پذیر ہو۔ مقامی باشندوں کا معاملہ کیا جائے گا۔ البتہ وہ ان قوانین اور انتظامات سے مستثنیٰ ہوگی۔ جو دریافت وطن کیلئے اختیار کیے جادیں گے۔ ایک فریق معاہدہ کی وہ رعایا جو دوسرے فریق کے مقبوضات میں رہتی ہو۔ اسکے حقوق مدنی و غیرہ کا تصفیہ پس کو ہوگا۔ جو فریقین باہم مل کر طے کریں گے۔

(دفعہ ۹) آستانہ کی حفاظت سے متعلق ہے۔

(دفعہ ۱۰) اس معاہدہ کی تکمیل کے بعد سب سے پہلی فرصت میں ڈاک خانوں کے قیام نامہ اور لاسکی پیام رسانی کے اجراء نیز سفراء اور قونصلوں کے تبادلہ کے متعلق معاملات طے کیے جائیں گے۔ اور دونوں فریق جلد سے جلد ان معاملات کے متعلق جداگانہ معاہدہ کرینگے۔

(دفعہ ۱۱) آج کی تاریخ سے اسوقت تک جب تک کہ قناصل کے تبادلہ کے متعلق وہ باہمی اتفاق رائے نہ ہو جائے۔ جس کا ذکر دفعہ ۱۰ میں ہے۔ اس کے متعلق (تبادلہ قناصل) ان عام دولی قوانین کے مطابق کام کیا جائیگا جو قناصل کے متعلق قوانین دول میں داخل ہیں۔ اسی طرح ان نمائندوں کے متعلق بھی یہی قاعدہ جاری رہے گا۔ جو معاہدہ حکومتوں کی طرف سے دوسرے فریق کے مقبوضات یا سواصل پر بھیجے جائیں گے۔ یعنی ان کو بھی وہ امتیازات اور مقررہ دلائل حاصل ہونگے۔ جو دولی قانون میں مذکور ہیں۔ بشرطیکہ طرفین سے اس خصوص میں مساوی سلوک ہو۔ اگر فریقین معاہدہ میں سے کوئی فریق دوسرے فریق کے کسی ایسے شہر میں جہاں کسی اجنبی دول کا کوئی قنصل نہ ہو اپنا قنصل مقرر کرنا چاہے۔ تو اسکے لیے یہ امر ضروری ہوگا۔ کہ تقرر قنصل سے قبل فریقین اس پر متفق ہو جائیں۔ اور باہمی رضامند ہو جائیں۔

(دفعہ ۱۲) فریقین معاہدہ اس کا عہد کرتے ہیں کہ وہ ان مسائل کی متحدہ قوت سے حفاظت کرینگے۔ جو آمدورفت بری و بحری اور برقی تاروں سے متعلق رکھتے ہیں۔ اور جو اسوقت موجود ہیں۔ اور اب ملکی ترقی کے ذرائع اختیار کریں گے تاکہ معاہدہ فریقین کے تعلقات و روابط مزید استحکامات حاصل کر لیں۔ نیز فریقین کا فرض ہوگا۔ کہ وہ آمدورفت کے راستوں کو آسان بنانے نقل و حرکت کے ذریعہ کو درست رکھنے مسافروں کے گزرنے اور فریقین کے ممالک میں اشیاء کو بھیجنے کے لیے ہر ممکن آسانی کو ہم پہنچائیں گے۔ تاکہ فریقین کے ممالک میں

اشیاء کو بیچنے کیلئے ہر ممکن آسانی کو ہم پہنچائیں گے۔ تاکہ فریقین کے ممالک میں آمدورفت اور اشیاء کی روانگی آزادی سے ہو سکے۔ نیز فریقین میں ہدایتی مشترکہ کوشش سے اس خصوص میں بھی جمہوریہ روس اور جمہوریات قفقاز سے بھی کوئی مناسب سمجھوتہ کر لیں گے۔

فریقین کے ممالک میں مسافروں کی آمدورفت اور تجارتی اموال کی درآمد و برآمد کے متعلق اس وقت تک جب تک کہ اسکے متعلق باہمی اتفاق رائے سے کوئی حیدر معاہدہ مرتب ہو۔ مقامی قوانین پر عمل کیا جائیگا (دفعہ ۱۱۱) امور اقتصادی اور مالی کے متعلق جس قدر جلد ممکن ہو معاہدہ مرتب کیے جائیں۔ اور انکو عمل میں لایا جائے۔

(دفعہ ۱۱۲) فریقین معاہدہ تجویز کرتے ہیں۔ کہ جلد سے جلد حفظان صحت کے نظام کو مرتب کیا جائے۔ تاکہ ان کے موافق پھر اسود کے سوا حل پر فریقین کے ممالک میں عمل کیا جائے۔

(دفعہ ۱۱۳) اس معاہدہ کی تصدیق ہوتے ہی فریقین میں ہر آپس میں سیاسی تعلقات کو نظام و اصول کے ساتھ قائم کریں گے۔ اور پھر فریقین میں سرکاری پیابات کے تبادلہ کا کام شروع ہو جائے گا۔ اور ان تمام امور کو عمل میں لایا جائیگا۔ جو ضروری ہیں۔

(دفعہ ۱۱۴) یہ معاہدہ فریقین میں ہر ایک کی اجازت و تصدیق پر موقوف ہے۔ تصدیق کی کارروائی اور معاہدہ کی کاپیوں کے تبادلہ کا کام تاریخ و دستخط سے تین ماہ کے اندر مقام خاکوف پریکسٹل ہونا چاہیے۔ اس معاہدہ پر اس وقت سے عمل کیا جائے گا۔ یا اس کا نافذ اس وقت سے ہوگا۔ جب کہ اس کی تصدیق ہو جائے گی۔

معاہدہ ہر ایک کے مقدمہ میں فریقین معاہدہ کے جن قائم مقاموں کا ذکر کر کے انہوں نے اس پر اپنے دستخط اور مہریں ثبت کر دی ہیں۔ اور اسکی دفعات جو

انعام کی تسدیق کر دی ہے۔ اور اعتراف کر لیا ہے۔ اس معاہدہ کی دو کاپیاں فرانس میں تیار کرائی گئیں۔ اور انکی تکمیل انگریزوں میں ستمبر ۱۸۰۲ء کو ہوئی ہے۔

غازی علی علیہ السلام نے جس قدر بھی غیر محال کام سے اقتدار و اقتدار کے شیخ شہسوار معاہدے قائم کیے ہیں یہ سب اسلئے ہوئے ہیں۔ اس وقت ترکہ احرار اور یونان کے درمیان محاربہ شروع ہو چکا تھا۔ اس کے نتیجے میں افریقہ اور فرانس سے مسلح ہو چکی تھی۔ سلطان ابن ادیس کی مکرزی حکومت عہد نامہ میرے کے بنا پر ترکہ ابن احرار کی مخالفت سے کنٹرول ہو چکی تھی۔ اتحادی حکمرانیں خاموشی سے ترکہوں اور یونانیوں کی جنگ کا آغاز دیکھ رہی تھیں کہ نہ بچیں، اونٹ کس کر وٹ بیٹھتا ہے۔ ایسے اطرے وقت میں جب کہ مسلمانوں کے سال بے دینی اعانت اور امداد حاصل کرنے کی کوششیں کر رہا تھا۔ اور تمام ہمسایہ حکومتوں اور اسلامی سلطنتوں سے عہد و پیمان کے سلاسل احاطہ تحریر میں آ رہے تھے۔ اس وقت بنامید درباری ایک خدا کا برگزیدہ انسان ایک اور ہمدرد دہشت افروغی کے ریگستانوں سے حرکت میں آئی۔ اسلئے کہ میرا نول میں مسلولہ گر ہوئی۔ یعنی تقدس تاب حضرت شریف سید احمد شیخ اعظم فرقہ بنوہی (افریقہ) نے علی شہر میں نزول اجلال فرمایا۔ حضرت ممدوح نے جنگ خرابی ۱۸۰۱ء کے کھٹن زمانہ میں ایک جنگجو لشکر اعراب فراہم کر کے غازی انوپا شاہ کی بہت امداد و اعانت فرمائی تھی۔ اسلئے واثق یقین تھا کہ جناب شیخ مسیحی صاحب اس سخت آزمائش اور ابتلا کے زمانہ میں بھی سابقہ کی طرح اپنی ذمہ داری اور باطنی قراء کو حرکت دیکر ترکہ ابن احرار کی امداد و اعانت فرمائیں گے۔ اور اپنی روحانیات اور تعلیمات کی برکات سے مسلمانوں کے دلوں میں بغض و حسد کی آتش فرو کر کے ترکہ ابن احرار کی حمایت پر آمادہ کر دیں گے۔ چنانچہ اپنے ہر ممکن کوشش سے ترکہ ابن احرار کی اعانت فرمائی۔ جیسا کہ آگے چل کر آپ ملاحظہ فرمائیں گے۔

شیخ اعظم نے اس مقام پر جہاں ترکان اصرار نہ کرنا بیوں پر ایک فتح عظیم حاصل کی تھی۔ تشریف لاتے ہی بیلے عالیہ ملیہ قومیہ کے صدر جناب غازی مصطفیٰ کمال پاشا کی خدمت میں ایک مراسلہ بھیجا۔ جس میں اس جلیل القدر مجلس کے سیاسی و فوجی کارناموں پر نہایت دلی جوش و غلو ص سے خراج تحسین ادا کیا گیا۔

جناب شیخ اعظم نے ان ترکانِ غیر کو جو اپنی حیاتِ دہمات کی کشمکش میں مصروف و مشغول تھے۔ یقین دلایا کہ وہ واحد و بے ہمتاریتِ العالمین ان لوگوں کو کبھی فراموش نہیں کرتا۔ جو تمام خود غرضانہ خیالات سے فارغ و بے نیاز ہو کر اپنے حقوقِ آزادی کیلئے بڑبڑہد کرتے ہیں۔ سب برادرانِ دینی تمام اطراف و اکناف عالم میں ترکانِ احرار کی اس بہادرانہ استقامت کو دیکھ رہے ہیں۔ اور انہیں صاف نظر آ رہا ہے۔ کہ خدائے بزرگ دہتر کا انصاف ہر ظالم کو تائید و نایبیت کرتا ہے۔ خوف و ہمتور ہو یا کمزور اور خواہ وہ کسی ملک و نسل سے تعلق رکھتا ہو۔ فرقہ ستوسی کے تمام افراد جہاں کہیں بھی ہیں۔ نہایت غلو ص دل سے جناب باری کے استنادِ جلال کے آگے دست بہ دعا ہیں کہ وہ ترکوں کی افواج قاہرہ کو فتح کی خمت سے مالا مال فرمائے۔

جنوری ۱۸۹۷ء کے اوائل میں بہت مہینہ اس ایک بین الاقوامی کانفرنس زیرِ صدارت جناب شیخ اعظم سنوسی منعقد ہوئی تھی۔ جس میں شیخ مذکور نے علاوہ صدر کے ترکوں کی نمائندگی کا فرض بھی ادا کیا۔

کانفرنس کے انعقاد کا مقصد یہ تھا۔ کہ تمام مسلمان سلطنتوں اور قوموں کی ساعی کو ایک مرکز پر لائے۔ اور ایک متحد اتحادِ اسلامی قائم کرنے کی تجاویز وضع کی جائیں۔

چنانچہ شیخ سنوسی نے کردوں اور عربوں کو متحرک و متفق کرنے میں جہدِ بلیغ کی۔ غازی مصطفیٰ کمال پاشا نے شیخ سنوسی کی خدمت میں ایک تاج بھیجا جس میں انہی ان کو ششوں کا شکریہ ادا کیا گیا۔ نیز فوج کو جو دعائیں آپہنوں نے

دیں۔ آپ نے بھی تشکر و امتنان کا اظہار کیا گیا۔

شیخ ستوسی نے ان فتوحات کے متعلق جو ترجمان احرار نے یونانیوں پر حاصل کی تھیں۔ ایک خواب دیکھا تھا۔ جسکی بنا پر انہوں نے چند پیشین گوئیاں کر دیں۔ چنانچہ شیخ موصوف نے غازی مصطفیٰ کمال پاشا کو اپنے ایک خط میں لکھا کہ میں نے جو پیشین گوئی کی تھی وہ پوری ہوئی ہے۔ میں نے خواب میں دیکھا تھا کہ دشمن ہر میتیں اٹھا کر پائمال ہو رہا ہے۔ اور آپ کو فتح نصیب ہوئی ہے۔ مجھے پورا یقین ہے کہ آپ کو اب بھی فتح حاصل ہوگی۔ میں چند روز میں مدینہ طیبہ میں پہنچ کر اپنے آقا و مولائے روضہ مبارک پر بیٹھ کر آپ کی فتح و نصرت کیلئے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے دعا مانگوں گا۔

پھر شیخ ستوسی نے غازی مصطفیٰ کمال پاشا کو دیار بکر سے ایک پیغام بھیجا جس میں شیخ موصوف نے لکھا کہ میں نے آپ کو خواب میں بطریقہ کشف دیکھا ہے۔ کہ تمام واقعات حرب و ضرب میں اسلام کو فتح و کامیابی حاصل ہونی والی ہے۔ شیخ مدوح نے اپنی خواب کی تفصیل بیان کر کے غازی مصطفیٰ کمال پاشا کو مبارکباد دی۔ اور کہا کہ آپ کی فتوحات کے سلسلے کا آغاز ہو گیا ہے۔ حضرت شیخ ستوسی اعظم کا یہ پیغام مجلس عالیہ قومیہ انگورہ میں پڑھ کر سنایا گیا۔

دشمنوں کی ریشہ دوانیاں اُنکے کچھ مضیہ رہ نہ ہوئیں۔ اس واسطے کہ حکومت انگورہ نے اُن بعض اشخاص کی پرواہ نہیں کی۔ جنہوں نے کردی قوم کے نام سے یہ مطالبہ کیا تھا۔ کہ وہ (کرد) عثمانی جماعت سے الگ ہیں۔ حالانکہ کردوں نے اسی جماعت میں اپنی زندگی عیش و عشرت سے بسر نہ کی۔ اور اورترکوں میں شیر و شکر ہو گئے۔ اور دونوں میں کوئی فرق نہیں رہا۔ ثبوت اس کا یہ ہے کہ انہیں سے بعض مدراء اعظم۔ اور بعض شیخ الاسلام کے عہدہ ہائے جلیسہ پر ممتاز ہوتے رہے ہیں۔

یہ بھی ظاہر ہے کہ ترک کردوں کی طرف سے بدظن نہیں ہوئے تھے۔
البتہ دشمنوں کے پھلوؤں کی ایک شریہ جاعت نے اپنے کینے اغراض
کو پورا کرنے کے لیے قبائلی اور جبرگول میں محض یہودہ باتیں پھیلادی تھیں کہ ترکوں
نے اسلام سے منہ موڑ لیا ہے۔ اور اب عیسائی ہو گئے ہیں۔ یہ بات تھی کہ
جنگ وجہ سے گرد اپنے برادران ترک سے بغض اور کینہ رکھتے تھے۔ کیونکہ
کرد لوگ اپنے دین کو تمام چیزوں پر تہہ تیغ دیتے ہیں۔

لیکن حکومت انگورہ نے اس مسئلہ کو نہایت استقلال اور احتیاط سے
سے کر دیا۔ اس نے سوچا کہ اس قسم کے استبدادی مقاصد کے مقابلہ کیلئے
اگر کوئی بہترین ہتھیار ہو سکتا ہے۔ تو وہ حقیقت کاٹس ہر کر دینا ہے۔ اسی لیے
حکومت نے جناب امام شہید سنوسی علیہ السلام پر پورا پورا بھروسہ کیا۔ تاکہ
آپ ان قبائلی سے ملیں اور انکو راہِ راست پر لائیں۔

حضرت امام مسروح ڈیرہ سال متواتر اسی تنگ و دو میں رہے۔ اور اس
عرصہ میں تمام اناطولیہ میں پھر کہ سرداران قبائلی سے ملاقات کرتے رہے اور
ان کو نصیحتیں کرتے رہے۔ جس کا نتیجہ ہوا کہ جس جگہ آپ تشریف لے گئے
آپ کی عزت و تقسیم کی گئی۔ حتیٰ کہ آپ کے نصائح نے ان کے دماغوں کو منور
کر دیا۔ انکی بگڑی ہوئی بات کو بنا دیا۔ اور ان کے قلوب میں اعلیٰ مقاصد کی
جڑوں کو مضبوطی سے جما دیا۔

جناب امام کی کامیابی کی اعلیٰ دلیل احمدی مجلس مشورہ بمقام خربوطلا کا
اعلان ہے۔ اور کانفرنس کی قراردادیں جو ان قبائلی کے سرداروں نے منظور
کیں۔ قومی تحریک اناطولیہ کے مخالف تھے۔ ہدایت کی علامتیں ہیں۔ ان
قراردادوں اور فیصلوں سے صاف پتہ چلتا ہے کہ وہ کردی قوم جس نے
صلاح الدین الیولی جیسے پیدا کیے۔ آج اپنے فرائض کو اچھی طرح سمجھ گئی اور
اب وہ مشرقی قوم اسلامی آزادی کی فتح میں ہاتھ بٹائے گی۔ جس سے استبداد

ہوں بیخ و بن سے اکھڑ جائے گی۔

اس جگہ یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ ترکی قوم تحریک کے بہترین ترقی دینے والے حضرت امام مہموت تھے۔ پناہ گزین آپ نے اکثر خضر ناک اور نیک موصوفہ پر ترکوں کو فتح کی بشارت دی تھی۔ اور ان کی ہمیشہ ہمت افزائی فرماتے رہتے تھے۔ جہاں فتح و قاریہ کے وقت آپ نے غازی غلام مصطفیٰ کمال پاشا کو ایک بڑا بڑا تلوار ہدیہ عطا کی۔ اور سب ذیل خط لکھ کر بھیجا۔

مجانیب بندہ خدا۔ غلام استاد احمد شریف ستیم، خطاب جی حسن النبی۔
بخدمت فخر سلطنت، صاحب فخر و سطوت، سپہ سالار افواج اسلامی عثمانی،
عاجی شریعت محمدی بہادری، پیر دست رسول اعظم، صدر مجلس وطنی کبیر،
ہزیکیلینی غازی مصطفیٰ کمال پاشا نصر اللہ وایہد کمالیہ وایہد بریں الجمعی
اللہ سے میں دعا کرتا ہوں کہ یہ میری تلوار جس کو میں ہریش آپ کی خدمت میں پیش کرتا
ہوں۔ آپ کو اس فتح مندی۔ کامیابی اور عزت کا مشرکہ منائے۔ جس کا مشرکہ میرے
استاد نے مجھے دیا تھا۔ یہ میری آرزو اللہ سے ہے۔ اور اسی پر بھروسہ ہے
خدا آپ کے تبارہ سادات کو اقبال مند کرے۔ اور آپ کے ذریعہ سے امت
اسلامیہ کو خوش کنی عطا کرے۔ اور آپ کو ہمیشہ بلند مرتبہ رکھے۔

آمین! آمین!

یار اللہ



چھٹا باب

گزشتہ باب میں مصطفیٰ کمال کا دیگر ممالک کے ساتھ اتحاد و اتفاق اور معاہدات درج کیے گئے ہیں۔ اس باب میں مصطفیٰ کمال کی چند تفت ریر اور ضروری امور دوبارہ قومی حکومت درج کر کے اس کتاب کو ختم کر دیا جائیگا۔ چونکہ اس حصے کو وقتاً کی فراوانی اور طر لانی کے سبب سے بہت طویل کھینچا ہے۔ اس لیے محاربات آرمینیا فرانس اور یونان کو آگے چل کر مختلف حصوں کی صورت میں قلمبند کیا گیا ہے لیکن یہ واقعات محاربات بھی بذات خود طویل ہیں۔ بلکہ طویل ہو نیکے علاوہ نہایت ہی دلچسپ اور دلیوں کے اندر ذوق و شوق اور دماغوں میں حب پیدا کر دینوالے ہیں۔ طوالت سے قطع نظر ہم نے اس بات کی کوشش کی ہے کہ موجودہ زمانہ کے قاعد اعظم، لبلل حریت۔ اسلام کے فرزند جلیل اور سلاسل اعلیٰ کے تمام حالات محکم اور مفصل طور پر ہر یہ ناظرین کیے جائیں۔

مصطفیٰ کمال فی میدان جنگ کے کارناموں کے ساتھ ملک کے نظم و نسق کا بھی خیال رکھا۔ لیکن باوجود کہ جنگ کو زیادہ دماغ کچھ اور ہوتا ہے۔ اور امن کے زمانہ کا دماغ اور ہی کیفیت رکھتا ہے۔ اس وقت دماغ جنگ کی جدوجہد سے بالکل آزاد ہوتا ہے۔ فکر و اندیشہ۔ اور مساعی کا زمانہ گزشتہ وقت ہوتا ہے۔ دماغ آرام میں ہوتا ہے۔ دل تسکین میں ہوتا ہے۔ فراغت اور فرصت کا وقت ہوتا ہے۔ اس لیے یہ قدرتی بات ہے کہ اس دامن کی گھڑیلوں میں دماغ کا کامیاب رجحان ملک کی صلاح اور بہتری کی طرف

ہوتا ہے۔ چنانچہ جب جدال و قتال کی گنت لونی گنتا میں ملک پر سے دور ہو گئیں اور مسلح بالکل صاف ہو گیا۔ تب مصطفیٰ کمال امن و عین سے بیٹھ کر ملک کی اصلاح و فلاح اور فوڑ و ترقی کی طرف مائل ہو گئے۔ استدر صرعت اور تیزی کے ساتھ اپنے خستہ اور مردہ ملک کو معراج ترقی تک پہنچا دیا۔ کہ تمام دنیا ترکوں کی اس سریل فرستار ترقی کو دیکھ کر حیران و ششدر رہ گئی۔ یہ تمام واقعات باہنجوں حصے میں بیان ہو چکے ہیں وہاں ملخص فرمائیں۔ لیکن اس موقع پر ترقی کی بنیاد پر اختصار کے ساتھ درج کی جاتی ہیں۔ مودیل الذیل شرح کی گنجائش نہیں۔ کیونکہ اس جدال و قتال کے دور میں یہ مسلحی پر و گرام بھی مرتب نہیں ہوا۔ اگر کوئی قانون نظم و نسق کی خاطر مرتب بھی ہوا۔ تو وہ صرف مہنگائی تھا۔ تاکہ عارضی طور پر حکومت کا کام چلایا جائے۔ لہذا اب یہاں صرف ان مہنگائی باتوں کو درج کیا جاتا ہے۔ جو جنگ کے علاوہ متوازی طور پر ملک اور رعیت کے انصرام و اہتمام کیلئے اختیار کی گئی تھیں۔ یا اشتغالات ۱۹۲۰ء کے بعد دو تین سال ہی قائم رہے۔ کیونکہ جنگ سے فارغ ہو نیکے فی الفور یہی مجلس عالیہ فی اصلاحات کی طرف قدم اٹھایا۔

انگور ایک گاؤں ہے۔ جو پہاڑیوں کے دامن میں واقع ہے۔ ۱۹۲۰ء میں اسکی حیثیت ایک معمولی گاؤں سے زیادہ نہ تھی۔ لیکن چونکہ ترکانِ احرار کی جدوجہد کا پہلا مرکز یہی ہے۔ اسلئے اس گاؤں کی قیمت بیدار ہو گئی۔ اپریل ۱۹۲۰ء میں اس شہر میں سب سے پہلا جلسہ زیر صدارت مصطفیٰ کمال منعقد ہوا۔ قومی پارلیمنٹ کا افتتاح ہوا۔ اس جلسہ میں ایک عظیم الشان جدیت ترقی حکومت کی بنیاد ڈالی گئی۔ اور اس شہر کو جدید قومی حکومت کا مرکز قرار دیا گیا۔ ترکانِ احرار کا یہی سب سے پہلا مادی و بجا تھا۔ اس شہر میں حکومت کی طرف سے تمیز شدہ ایک قدیم الاہام سرکھنہ ایگر کچلر سکول قائم تھا۔ جو حکومت کی بے اعتنائی اور نفل کے سبب سے شکستہ اور خستہ حالت میں تھا۔ مصطفیٰ کمال نے اس

قدیم عمارت میں اپنا دفتر قائم کیا۔ نہ تو آرمیں تبدیلی آئیگی۔ اور نہ ہی اس میں کوئی جدید عمارت تعمیر آئیگی۔ جنگ کا زمانہ تھا۔ اسکی تعمیر کی طرف کسی کو خیال نہ تھا۔ اسوقت دشمنوں کو ملک سے باہر نہ جانے اور لڑائی کی عزت کو قائم رکھنے کا خیال لگا ہوا تھا۔ شروع شروع میں قومی سلطنت کا بہت کم رقبہ تھا۔ لیکن چونکہ جوں ترکان احرار مصر کو اس کا میاں بہہ رہے تھے اسکی حکومت بھی وسیع تر ہوتی گئی۔ اور انگریزوں نے کاؤں کی صورت سے تبدیل ہو کر شہر کی صورت اختیار کیا۔ کیونکہ حسب ضرورت ترکان احرار کو جدید عمارات مثلاً اسمبلی ہال۔ دفاتر وغیرہ بنانے پڑے۔ اس طرح جدید عمارت کے اضافہ سے انگریزوں کا قبضہ بھی وسیع ہو گیا۔ سرکاریں درست اور مرتب کر لیں۔ حفظانِ صحت کے اصول و قواعد کو مد نظر رکھا گیا۔ کیونکہ دین بدن پہاں محبت ان وطن کے وارد ہونے سے آبادی میں اضافہ ہو رہا تھا۔ ۱۹۲۱ء میں حکومت انگریزوں نے اسکو از سر نو تعمیر کرنے کیلئے نیا سکیم تیار کی۔

رفتہ رفتہ انگریزوں کی حکومت وسیع ہو گئی۔ جس کی حدود میں اناطولیہ کا بہت سا حصہ شامل تھا۔ وہ حصہ جو فرانس نے خالی کر دیا تھا۔ اور آرمینیا۔ باطوم۔ اٹلنہ وغیرہ کا بہت سا علاقہ اس میں شامل ہو گیا۔ انگریز قسطنطنیہ سے بہت ہی قریب ہے۔ اور ملک کے عین وسط میں واقع ہے۔ یہاں تمام ملک کے حالات و واقعات سے بہت جلد پتہ چل سکتا ہے۔ اور احکام و فرامین بھی یہاں سے بہت جلد ملک کے طول و عرض میں نشر و اشاعت پذیر ہو سکتے ہیں۔

جوں جوں فتوحات کا سلسلہ وسیع ہوتا گیا۔ توں توں انگریز حکومت..... کی حدود بھی بڑھتی گئیں۔ چنانچہ جنگ عظیم کے اختتام پر صرف قسطنطنیہ ترکان احرار کے قبضہ سے باہر تھا۔ باقی تمام ملک ترکان احرار کے قبضہ میں آ گیا۔ بعد ازاں قسطنطنیہ بھی ترکان احرار کے لیے خالی کر دیا گیا اور اسپر آغا جھنڈا لہرانے لگا۔

جب ترکان احرار جنگ و جدال کی قبل و قال سے فارغ ہوئے۔ تب
انہوں نے اس شہر کی تعمیر کی طرف توجہ کی۔ بلکہ جدید انگوڑا تعمیر کرنا شروع
کر دیا۔ اس تعمیر کے متعلق حالات پانچویں حصہ کے اندر درج ہو چکے ہیں۔

یہ سہ حال جنگ کے دوران میں ہی ترکان احرار نے اس قدیم انگوڑا کی
جدید طریقہ پر تعمیر شروع کر دی۔ سرکاری عمارات کے نقشہ جات تیار کیے گئے
جن کو احرار کی مجلس شورہ نے منظور کر لیا۔ چنانچہ یہ عمارات نہایت سخی و بڑی
طریقہ پر تیار ہوئیں۔ ہزار ہا مزدور روزانہ آسمیں کام کرتے تھے۔ انکو مقبول
امور میں دیجاتی تھیں۔ یہاں تک کہ انکو ایک بڑی شان والی مسجد بن گئی
اتحادیوں نے بہت کوشش کی۔ کہ اس شہر کو نمایاں حیثیت حاصل ہو۔ مگر مخالفت
بار آور ثابت نہ ہوئی۔

اس طرح شہر انگوڑا کو ایک زبردست مرکزی حیثیت حاصل ہو گئی۔ الغرض
اس وقت ترکان احرار نے اس میں ہر طرح کی سہولت اور بہتری کے سامان ہتیا کر لیے
سیرگاہیں۔ باغات وغیرہ تیار کر لیے۔ لہذا کچھ عرصہ تک یہی قدیم انگوڑا ترکان
احرار کا دار الخلافہ رہا۔ زراعت و کاشت کا انتظام کیا گیا۔ حکومت نے اپنا
قرض سمجھ کر لوگوں کی امداد کی۔ دہقانوں کو اس سے بہتر جمہوری حکمرانی نصیب
نہ ہوئی تھی۔ حکومت کی امداد سے گزشتہ سالوں کے برابر کاشت ہونی شروع
ہو گئی۔ اشیائے خورد و پی کی کثرت تھی اور قیمتیں کم تھیں۔

عوام الناس کی زندگی نہایت ہی پاکیزہ خیالات پر مبنی تھی۔ صنعت و حرفت
کو ترقی دینے کی کوششیں ہو رہی تھیں۔ لوگوں کی مالی حالت بھی اچھی تھی۔ یہ جنگ
میں ڈٹی ہوئی قوم امن و امان کی زندگی بسر کرنے والی قوموں کی نسبت زیادہ
خوشحال تھی۔

اس وقت حکومت انگوڑا کی آمدنی مانگنداری سے پانچ کروڑ پچاس لاکھ روپے
تھی۔ اس آمدنی پر موجودہ خرچ کا دار و مدار تھا۔ قوم پستوں کے کل نئے انتظامات تھے

دولت عثمانیہ کے بعض زرخیز مزارع اور سب سے زیادہ آباد حصے اس حکومت میں شامل تھے۔ انتظام و اقامت نہایت ایسا ندری کے ساتھ جاری تھا۔ محکمہ عدل و انصاف کے آرکین نہایت جانفشانی اور دیانت کے ساتھ کوشش کرتے تھے۔ تاکہ قومیت کی روح قائم ہو جائے۔ اور مستقبل شاندار اور امید افزا ہو۔

قوم پرست ترکی فوج میں ہر مرد و عورت اور بچہ حسب مراتب حقیقہ لے رہا تھا۔ یہ ترکی قوم کی قابل فخر کامیابی تھی۔ اس وقت اس فوج کی تعداد دو لاکھ تھی۔ اور مزید کوشش یہ کی جا رہی تھی۔ کہ اس تعداد کو اڑھائی لاکھ تک پہنچا دیا جائے اس وقت فوج کی کمان جن افسروں کے ہاتھ میں تھی وہ سب کے سب فرائض وطن تھے۔ انکو جنگی تجربہ کافی وافی حاصل تھا۔ اسکے علاوہ انگورہ میں فوجی سکول بھی جاری تھا۔ جنہیں سے روز بروز ترکی فوجوان اپنے ملک کی خدمت کرنے کیلئے قابل ہو کر نکلتے تھے۔ انکی منتہا یہ تھی کہ ملک کی بہتری کیلئے جو کچھ بھی ہو سکے کریں۔ اس طاقت کی بدولت حکومت انگورہ کی قومی پارلیمنٹ اس وسیع ملک پر حکومت کرنے کے قابل تھی۔ جو ولایت بغداد اور ایروان کی سرحد سے سمیرہ خضر اور بحیرہ اسود کے ساحل تک پھیلی ہوئی تھی۔ اور جس میں قانع اور خوشحال لوگ آباد ہیں۔ جو صرف آزاد قوم کی حیثیت سے رہنا چاہتے تھے۔

ترکی کو مجلس قومیہ سے بہتر نظام حکومت کبھی نصیب نہیں ہوا۔ حکومت نظام حکومت نے اس بد نظمی اور ابتری کا تار و پود بچھ کر جو زیادہ تر اناطولیہ کے ذریعہ سے ہنگامہ زار تھی۔ کمال امن قائم کر لیا۔ مقام حکومت سو دور دراز کے مقامات میں بھی نہایت عمدہ اور اعلیٰ انتظام اور بندوبست تھا۔ حکومت نے خانگی امور میں مذہبی اثر و اقتدار کو کم کرنے کی مستقل کوشش کی۔ اسکا پروپیگنڈا یہ تھا۔ کہ لوگوں میں شرک کی قوم پسندی کی روح کو اثر انداز اور نشربند کر دیا جائے حیرت افزا و جوش انگیز حالات کے باوجود مجلس قومیہ نے اپنے زبردست قیام و استحکام کے وقت سے قلیل التعداد عیسائی رہنماؤں کے ساتھ نہایت ملاحظت آمیز

سلوک کیا۔ کہ جس کی نظیر نہیں ملتی۔

حکومت نے بعض خاص اہم خارجی اصلاحیں کیں ہیں۔ مثلاً کرپٹیا اور مقامی حکومت خود اختیاری۔ اسے ٹرکی کے تین نہایت ضروری خارجی مسائل کا انتظام کیا ہے۔ (۱) تعلیم (۲) ریلوے روڈ پر بار برداری کی ترقی (۳) زراعتی مشینری کا نفاذ۔

حکومت اپنی محدود مالیات کے باوجود کام کرتی رہی۔ اس نے ڈرائے کے فن کو ترقی دی۔ ریل کی سڑکیں بنائیں۔ اور آلات زراعت خرید کر کسانوں کے پاس فروخت کیے۔

آج دنیا میں ٹرکی کے طرح بہت کم حکومتیں ہیں جو بجٹ کی کمی کے بغیر مصروف بہ کام ہیں۔ اسکی ایک وجہ تو یہ امر واقع ہے کہ فیض عثمانی پبلک قرض پر سود ادا نہیں کرتی۔ تاہم یہ قرض کو محسوس کرتی ہے۔ اور قیام امن کے وقت سے ادا کرنے پر رضامند ہے۔ اس نے وہ کام کیا جو زمانہ جنگ میں کسی حکومت نے نہیں کیا۔ آئینو ٹیکس وغیرہ کے ذریعہ اخراجات جنگ ادا کیے ہیں۔ اسنے کوئی داخلی قرض نہیں لیا اور اسنے کافغ ذروں کے ٹوٹ نہیں چلائے۔ اور اسلامی سلطنت عثمانیہ کے قدیم کاغذ کے ٹوٹ استعمال کرتے ہیں۔

حکومت نے انگور میں بجلی کی روشنی کا انتظام کر لیا ہے اور سیلی فون کا جال بچھا جا دیا ہے۔ اسنے جدید تلنراتی لائینیں بھی قائم کر دیں۔ اور تار کا محکمہ خوب کام کر رہا ہے۔ ریل کی سڑکیں کامیابی کے ساتھ جاری کیں۔ برطانیوں نے التوائے جنگ کے بعد ترکوں کے توپ خانے کو توڑ دیا تھا۔ انہوں نے انہیں فوراً درست کر لیا۔ انہوں نے اس مرتے کردہ توپ خانے سے یونانیوں کو ہلاکت آفریق نقصان پہنچایا۔ حکومت انگور نے پورے کارخانے بھی قائم کیے۔ اور ہوائی جہازوں کی مرست کیلئے ایک دودکان بنائی۔ بجلی کے کارخانوں کے لیے اسنے پاس بڑے پورے نہیں تھا۔ انہوں نے ایک اور ایسی ہی ایجا دکر لی۔ جو برطانیوں کی بجائے کام دے سکے

بالخصوص فنون کے متعلق ترکوں نے اپنے محمد و ذوالرہیم ہی کو کام میں لاکر زبردست ذہانت و فطانت اور حیرت انگیز قابلیت کا ثبوت دیا۔

حکومت نے ایک زبردست باقاعدہ فوج کو مکمل طور پر تیار
افواج کی تنظیم کیا ہے۔ مصطفیٰ کمال پاشا نے ایک فوجی محکمہ قائم کر رکھا تھا۔

اور سیدوں اور جوان افسروں کو فوج میں کمیشن عطا کئے جاتے تھے۔ اور ہر افسر کو میدان جنگ سے پہلے ڈیڑھ ترک پونڈ کی قسم بطور عہدہ پیکانی تھی۔ افواج کے اطلاق بہت اچھے تھے۔ مفردین کی تعداد بہت کم تھی۔ یہ فوجیں کوچ کرتے وقت متواتر نہایت جوش کے ساتھ گیت گاتی تھیں نظم و نسق قابل تعریف تھا۔ اکثر حالتوں میں افسران تحریریک جمہوریہ کے رہتا تھے۔ فرض مضہبی سے فارغ ہو کر افسر اور سپاہی آزادانہ طور پر باہم شیر و شکر ہو جاتے تھے۔ حکومت نے کسی جگہ خاص امتیازی سائین بورڈ نہیں لگایا تھا۔ جیسے لکھا ہو کہ یہ افسروں کے لیے ہے۔

بلدیہ قریہ کے صدر نے اسلحہ کی تیاری کے لیے ایک خاص
کارخانہ اسلحہ سازی کا رخانہ قائم کیا۔ جمیں روزانہ دو سو آلات حرب بنائے

جائے تھے۔ جو صدر موصوف اپنے خرچ سے ترکی سپاہ کیلئے بطور ہدیہ پیش کر دیتے تھے۔ اس ادوار العزم صدر بلدیہ نے یہ خیال ظاہر کیا۔ کہ جب تک ترکی فوج کیلئے کافی ہتھیار فراہم نہ ہو جائیں وہ یہ سید برابر جاری رکھیں گے۔ معلوم ہوتا ہے کہ ترکی قوم کا ہر فرد خلوص سے غازی مصطفیٰ کمال پاشا کی امداد پر آمادہ ہو گیا تھا۔ خصوصاً جب تک ترکان احرار نے یونان کو شکست فاش دی ہے۔ ترکوں میں یہ جذبہ اور بھی ترقی کر گیا۔ گزشتہ جنگ کے موقعوں پر کئی مرتبہ یہاں تک نوبت پہنچ گئی۔ کہ ترکی فوج کے پاس گولہ بارود نہ رہا۔ اور ان کو دشمنوں پر شیشوں سے حملہ آور ہونا پڑا۔

۲۴ جنوری ۱۹۲۱ء کو جمعیت عالیہ قومہ انگوراکا اجلاس
حکومت انگوراکا تلف ام آئینی منعقد ہوا۔ جمیں ترکان احرار کی مملکت کے انتظام و انصرام

کے لیے مندرجہ ذیل قانون اساسی منظور کیا گیا۔ جہاں اس قانون کی توضیح میں

ملک کے نظم و نسق داخلی کے عالمگیر معیار کی کم و بیش پیروی کی گئی ہے۔ وہاں اس کو یہ بھی شرف حاصل ہے کہ یہ قانون سب قوانین آئینی سے زیادہ جہوریت کا حامل ہے۔ یہاں تک کہ چھوٹے سے چھوٹے ٹھکانوں کی نمائندہ مجلس موجود ہے۔ جس کا تعلق انتظامی حکومت کے ساتھ ہے۔

۱۔ اس قانون کے عملدرآمد کا اختیار مجلس منسلکہ کو حاصل ہوگا۔ جو مختلف شعبوں کے ذرائع پر مشتمل ہوگی۔ یہ سب انتظام مجلس عالیہ قومیہ کے عطا کردہ اختیار سے ہوگا جس کی مساعدا حکومت بالعموم دو سال کی ہوگی۔ لیکن اگر کسی خاص صورتِ معاملات کے ماتحت آرکین مجلس مناسب سمجھیں تو یہ مساعدا بڑھائی جاسکے گی۔

۲۔ تمام ملک جغرافیائی اور اقتصادی وجوہ کی بنا پر ولایات یعنی صوبوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ اور ولایات کا دائروں (یعنی قسموں) پر مشتمل ہے۔ وہ قسمیں اعتدال پر تقسیم کی گئی ہیں۔ جن کو ”ناحیہ“ کہتے ہیں۔ اس انتظام کے ماتحت جو علاقے مسنک کہلاتے تھے۔ وہ منسوخ کر دیئے گئے ہیں۔

۳۔ ہر ولایت میں ایک تقریباً خود مختار مقامی حکومت قائم کی جائیگی۔ اور اس امر کا خیال رکھا جائے گا کہ جتنے الامکان اختیار سلطنت منقسم ہیں مرکزیت پیدا نہ ہونے پائے۔

۴۔ امور داخلیہ و خارجیہ کی عام نگرانی۔ اوقات کا انتظام۔ عام وضع و وضع قوانین۔ امور فوجی۔ بین الاقوامی اقتصادی امور اور عام اہمیت رکھنے والے معاملات مجلس عالیہ قومیہ کی مجلس کا مینہ کے ماتحت رہیں گے۔ لیکن تمام امور دیہی و دنیاوی شعبہ زراعت کے انتظامات۔ مقامات تجارتی کا انصرام۔ نسل کشی مویشی و بیہائی نسل کشی۔ امور عامہ۔ مقامی حفظانِ صحت۔ خدمات عامہ وغیرہ کے تمام معاملات کا اہتمام، ہر ولایت کے حاکم بر اجلاس کونسل کے سپرد ہوگا۔ اور اس کونسل کے ارکان ہر دو سال کے بعد عام انتخابات سے منتخب کیئے جائیں۔

۵۔ ساڈا (مقت) کے امور کا انصرام ایک قائم مقام کے سپرد ہوگا۔ جو ”والی“

کے ماتحت کام کر لیا۔ اور جس کے کام کی غالب نوعیت یہی ہوگی کہ اصطلاح کے انتظامات کی بھکاری کی جاوے۔

۶۔ ضلع کا حاکم ”مدیر ٹھکانہ“ اسکی مدد کیلئے ضلع کی مجلس عامہ ایک مجلس مستقلہ منتخب کر کے دیگی۔ مجلس عامہ ضلع میں خود انتخاب عام کے ذریعہ سے منتخب ہوگی۔ مدیر معہ اپنی کونسل کے مقامی اخلاق اور عام مقامی امن وامان کا ذمہ دار ہوگا۔

۷۔ جہانگیر ولایات کے باہمی انتظامی و معاشی تعلقات اجازت دینگو ولایات کو ایک حلقہ میں محدود کیا جائیگا۔ اور اس حلقہ کا نام حلقہ تفتیش ہوگا۔
۸۔ مفتش اعظم (یعنی انسپکٹر جنرل) مرکزی حکومت اور مقامی نظم و نسق کے سلسلہ تعلقات کی درمیانی کردی کا حکم رکھنیگا۔

آپ ہم ناظرین کے سامنے مسطیفہ کمال کی تقاریر پر رکھنا چاہتے ہیں۔
تقاریر یہ بھی مسطیفہ کمال کے کارناموں میں سے ایک اہم کارنامہ ہے۔ آپ ملاحظہ فرمائیے۔ کہ بطرح مسطیفہ کمال کی عملی کارروائیاں رنگ لائی ہیں اس طرح یہ تقاریر بھی عملی جامہ پہنانے کیلئے ایک کافی دوانی ذریعہ ہیں۔ علاوہ انہیں ان تقاریر سے غازی کی یاقوت و ذہانت۔ علیت و فطانت۔ وسیع النظری۔ تجربہ کاری۔ فلسفی مترشح ہوتی ہے۔ جو یہ بات ثابت کر نیچے کیلئے کافی ہیں۔ کہ مسطیفہ کمال اعلیٰ درجہ کا مدبر اور حلیقہ انسان تھا۔ موجودہ زمانہ میں بے مثل اور بے عدیل فرزند اسلام تھا۔ تمام چیدہ چیدہ تقاریر کو یہاں ایک جامع کر دیا گیا ہے۔ یہ تمام تقاریر انکوار میں یا تو مجلس عالیہ ملیہ کے اجلاس میں یا پبلک جلسوں میں کہی گئی تھیں تقاریر حسب ذیل ہیں:-

آپ نے فرمایا کہ منعم ہستی پر کسی قوم نے بھی ہماری طرح
تقریریں دوسرے مذاہب کے لوگوں کے حقوق کا پاس دلچاط
نہیں رکھا ہے۔ میں کامل یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ صرف ترک قوم نے ہی غیر مذاہب

کی حفاظت کی ہے۔ اور انہیں ظلم و تعدی سے بچا کر رکھا ہے۔ سلطان محمد فاتح جب
 فاتحانہ طریقہ پر قسطنطنیہ میں داخل ہوئے تو انہوں نے باشندوں کے مذہبی و شرعی
 رسم و رواج میں بالکل دخل نہ دیا۔ بلکہ مذہبی پیشواؤں کو بہت سے حقوق اور وسیع
 آزادی دے دی۔ اور ثبات کر دیا۔ کہ ہم ایک ایسی قوم ہیں۔ جو مفتوحین کو اساتذہ
 اور مذہبی روایات کا احترام کرتی ہے۔ میں اپنے اس دعوے کی دلیل میں صرف مذکورہ بالا
 واقع ہی کو پیش کرنا کافی خیال کرتا ہوں۔ جسکی مثال کسی قوم کی تاریخ میں ملے
 نہیں آتی۔

غالب پیرس کی صلح کانفرنس نے ہمارے دشمنوں کے بیانات کو صحیح و معتبر مان
 لیا ہے۔ جس میں ہم پر طرح طرح کے اتہام لگائے گئے ہیں۔ لیکن اے حضرات آپ یاد
 رکھیں کہ حق کسی شکست نہیں کھا سکتا۔ اور قوت اور طاقت سے اعلیٰ ہے۔ فرید پاشا
 نے اپنے سرکاری بیان میں آرمینیائی آزادی کے مسئلہ پیرس میں گفتگو کی اس
 میں اس نے ظاہر کیا کہ جنوب میں کوہستان طارس ہماری سرحد مقرر ہو سکتی ہے۔
 لیکن شاید وہ قبول کیا ہے۔ یا ارادہ تھا انہوں نے نظر انداز کر دیا ہے۔ کہ طارس کو
 جنوبی علاقوں میں عربی بولنے والی آبادی اور طارس سے انصافیہ تک کے خطوں
 کی ترکیبی آبادی کی رگوں میں ایک ہزار سال سے ترکیبی خون دوڑ رہا ہے۔ بیشک
 ہم متہم کیے گئے ہیں۔ جسکی بنا پر یہ کہہ کر ہمارے حقوق پاؤں میں روندے گئے ہیں
 کہ اس قوم کا ماضی اس قدر تیرہ ہے کہ حال مستقبل میں یہ قوم اعتماد اور بحمدہ کے لائق
 نہیں ہے۔ لیکن یاد رکھیے کہ یہ بہادر اور شجاع قوم معاہدہ سمرنا کے برابر ہمہ
 تن معروف ہو گئی ہے۔ کہ اپنے حقوق کی حفاظت تلوار کے زور سے کرے۔ کیونکہ
 سنت و سماج سے جتنی درخواستیں کی گئیں۔ وہ سب اندوئے حقارت ردی
 کی ٹوکری میں پھینک دی گئیں۔

اسکے بعد مصطفیٰ کمال پاشا نے ارض روم اور سیوس کی کانفرنسوں کے متعلق
 ذکر کیا۔ اور کہا کہ اسکی انصاف دے صرف یہ غرض تھی کہ دارالخلافہ کی آزادی اور

قومی خود مختاری کی حفاظت کا سامان جمع کیا جائے۔ مصطفیٰ کمال پاشا نے قوم کو ان کے فرائض سے آگاہ کیا۔ اور کہا کہ جو قوم جان و مال، عزت و آبرو اور ہر قسم کی قربانیوں سے اپنے وطن مقدس کی خدمت اور حفاظت پیش نہیں کرتی وہ حقیقت ایک نہایت ذلیل اور بدترین قوم شمار کیے جانیکے لائق ہے۔ اگر افراد اپنے حقوق کی حفاظت اور اپنے فرائض کی انجام دہی ضروری خیال نہیں کرتے۔ تو اسکا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ جماعت اس کے شیرازے کو بھیر کر جھڑپا مٹی سے پھیر دیتی ہے۔ اور ہر فرد کا مستقبل اس کے قبضہ اختیار میں ہو جاتا ہے۔ اور قوم کے مستقبل سے اسے کوئی تعلق نہیں رہتا۔ یہ بات روز بروز روشن کی طرح عیاں ہے۔ کہ اگر افراد کا مستقبل قوم کے مستقبل کے ساتھ منسلک نہ ہو تو وہ عموماً دھندلا ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ تمام قوموں کے افراد اپنے قومی مستقبل پر زیادہ توجہ دیتے ہیں۔ اور جو ایسا نہیں کرتے وہ ذلت اور رسوائی کے گڑھے میں گر جاتے ہیں۔ لہذا یہ بات ہم پر بھی واجب ہے کہ اپنی قوم اور سلطنت کی بقا آزادی کیلئے سرگرمی سے مصروف ہو جائیں۔ اور اسکے سوا اور کسی بات کو تسلیم نہ کریں۔

حضرات! ماضی اور حال میں بڑا فرق ہو گیا ہے۔ امن و امان اور انتظام و بندوبست کی جو صورت اب ہے۔ پہلے کبھی نہ تھی۔ ہمارے موجودہ اتحاد و اتفاق و انس و برہم پر پہنچا دیا ہے کہ خود اتحاد دی بھی اسکو تسلیم کرتے ہیں۔ اور اسکو دینا سے مٹا دینے کے منصوبے تبدیل کر کے انھیں اپنی فزین امتیروں کو فیت دنا لو کرنا پڑتا ہے۔

دوستو! یہ نتیجہ ہے حرف ہمارے وطنی اتحاد کا جس کا منشاء یہ ہے کہ ہم کسی قسم کی ذلت و اہانت ہرگز قبول نہ کریں گے۔ اب جڑوں کا فرض ہے۔ کہ وہ بے خوف و خطر اپنے مقاصد کی جستجو میں رہرو منزل ہوں۔ اور راستے کے تمام خس و فاشاک کو جلا کر خاک سیاہ کر دیں۔ پارلیمنٹ کے ممبروں کا بھی یہ فرض ہے کہ اپنے فرائض کو پوری ہوشیاری اور استعداد سے سرانجام دیں۔ تاکہ حکومت کی

کارروائیاں قوم کی مشارکت سے ہوں۔ ورثہ ملکیت کے ساتھ انکو بھی جواب دینا ہوگا ہماری تحریک کا اصل مقصد یہ ہے کہ اپنے استقلال و آزادی کو بچائیں۔ اور ترکی قوم کو غلام نہ بننے دیں۔ مجھے اشد قائلے کی ذات سے قوی اُمید ہے کہ ہم اپنے ارادوں میں ضرور کامیاب ہونگے۔ مگر کیا اسکے بعد ہمارا کام ختم ہو جائے گا۔ نہیں۔ ہمیں آئندہ بھی عظیم الشان کام کرنے ہیں۔ اسوقت ہمارے لیے بڑا کام اپنی داخلی حالت کا درست کرنا ہوگا۔ تاکہ دُنیا پر یہ حالت واضح ہو جائے۔ کہ فی الواقع ہم ایک زندہ قوم ہیں۔

حضرات! میں کامل یقین رکھتا ہوں کہ جب ہم اچھی مسلح حاصل کر لیں گے اور ہماری اندرونی حالت بھی بہتر ہو جائے گی۔ تو ہم گزشتہ سے زیادہ شاندار کام کر سکیں گے۔ کیونکہ وہ مسلم اقوام جو پیشتر ہماری سلطنت میں شامل تھیں۔ اور جن سے عثمانی قومیت بنتی تھی۔ اب ہماری حدود سے باہر ہیں۔ اور شام۔ عراق اور سین بھی اپنی آزادی کے لیے سخت جدوجہد کر رہی ہیں۔ کیا آپ عالم اسلام کی خوش قسمتی کا اندازہ کر سکتے ہیں۔ جب کہ ہم تمام مسلمان آپس میں متحد ہونگے۔ اور کیا آپ اس غفلت و شوکت کا خیال کر سکتے ہیں۔ جو ہمارے اتحاد و اتفاق کے بعد ظاہر ہوگی میں تو جب اس کا خیال کرتا ہوں۔ تو میرا دل فرط مسرت سے اُچھلنے لگتا ہے۔ اور مجھے وہ خوشی حاصل ہوتی ہے۔ جس کا میں اظہار نہیں کر سکتا۔ میں اب بھی دیکھ رہا ہوں کہ عالمِ اسلامی کی حالت ہنایت ہی مستحکم ہو گئی ہے۔

ناظرین کو یاد ہو گا کہ ۲۳ اپریل ۱۹۲۲ء کو مصطفیٰ کمال

حکومتِ انگور کی دوسری سالگرہ

پاشا کی صدارت میں انگور میں ایک اجلاس منعقد ہوا جس میں حکومتِ انگور کی مینا ڈو الی گئی تھی۔ اور ایک مجلس شوریٰ مقرر کی گئی تھی۔ وہ تقریب سعید اس حکومت کی پہلی سالگرہ کی تھی۔ خدا کے فضل و کرم سے پہلا سال اس حکومت کے قیام میں بخیر و خوبی سرانجام ہو چکا ہے۔ اور اب دوسرا سال شروع ہوا جس کی تقریب میں ۲ مارچ ۱۹۲۲ء کو انگور میں ترکان احرار کی مجلس کا اجلاس ہوا

اور دوسری سالگرہ منائی گئی۔

تقریر نمبر ۲ اہل سالگرہ کے موقع پر مصطفیٰ کمال پاشا نے ایک معرکہ
الآراء تقریر فرمائی جو ذیل میں درج ہے۔

آج ترکہاں اجراء کی مجلس ملیہ کی خدمات کا دوسرا سال شروع ہوتا ہے۔ میں اس
مجلس ملیہ کے کارپردازوں کی قابل قدر خدمات کو بذریعہ شکر گزاری و انبساط کے
ساتھ یاد کرتا ہوں۔ اس سے پہلے کہ میں مجلس ملیہ کی سرگرمیوں اور کامیابیوں کا
تذکرہ کروں۔ ان اندرونی دیرونی واقعات کو دہرا دینا ضروری ہوگا۔ جو گذشتہ
سال ظہور پذیر ہوئے۔ آپ سب حضرات کو یاد ہوگا کہ ۱۶ مارچ ۱۹۲۰ء کو یورپ کی
منتخبہ طاقتوں نے ہمارے دارالسلطنت پر قبضہ کر لیا۔ حکومت کو تباہ و برباد کر کے
خلیفۃ الاسلام یعنی سلطان المنظم پر اپنا اقتدار جمایا۔ ہماری قوم کو صفحہ دنیا سے
نیت و نابود کرنے کی جہرمانہ کوشش سے دشمن نے سمجھ رکھا تھا۔ کہ وہ آسانی سے
ہمارا قلع قمع کرنے میں کامیاب ہو جائیگا۔ مگر بہادر ترک جن پر اب بخوبی روشن ہو گیا تھا
کہ دشمن کو عبرت و پیمان کا کچھ پاس نہیں۔ اور وہ ہر طریق سے اُن کو تباہ کرنے پر آمادہ ہو
چو گئے اور ہوشیار ہو گئے۔ تاکہ دنیا کو دکھا دیں۔ کہ وہ خود سلطنت کے مالک ہیں۔ اور
جب تک جان میں جان ہے۔ ہرگز غلامی کا طوق اپنی گردن میں نہ ڈالیں گے۔

ہماری قوم نے اپنے نمائندوں کو منتخب کیا۔ ملک کی قسمت کی ڈور اٹھے ہاتھ
میں دی۔ اور آنکھوں میں شکر کیلئے بھیج دیا۔

مجلس ملیہ کے پہلے ہی اجلاس میں جو ۲۲ اپریل ۱۹۲۰ء کو منعقد ہوا۔ اس امر کا
اعلان کیا گیا کہ ترک اپنی قسمت کا فیصلہ خود کرینگے۔ اور بغیر کسی بیرونی دست اندازی
کے ملکی اور خارجی قیود کی زنجیروں کو توڑ دیں گے۔

قوم کے تمام ماہرین سیاست ہزار مصائب و تکالیف برداشت کر کے انگور ہیں
پہنچ گئے۔ قسطنطنیہ کی مجلس شوریٰ کے ارکان جان جو کموں میں ڈال کر ہم سے آٹے
کو مجلس ملیہ میں شریک ہو کر ایسی تباہ و برباد ہو کر گریں جن سے بے چینی اور ادب کے سیاہ

بادل پھٹ جائیں۔ اور امن و امان کا دل خوش کن منظر مژدہ دلوں کو زندہ کر دے۔
میں خوش ہوں کہ ہمیں آج وہ دن نصیب ہے کہ میں اپنے شہر کا تاریک سڑکوں
اور کامیابیوں پر تہ دل سے مبارکباد عرض کر دوں۔ خدا کے بزرگ و برتر کی بارگاہ
محکمہ میں شک کی بجائے کام ہے۔ کہ حوادث کے متلاطم سمندر میں ہماری کشتی
محفوظ رہی۔ اور آخر کار کامیابی اور کامرانی کے ساحل تک جا پہنچی۔

دشمن نے ہماری قوم میں تفرقہ اندازی کے لیے وہ زور صرف کیا کہ جس دن مجلس
ملکیہ کا پہلا اجلاس منعقد ہوا۔ تو باغی انگور سے صرف آٹھ میل کے فاصلے پر تھے۔
خداوند تعالیٰ کی مدد سے ہم اس بناوت کو فرو کرنے میں بھی کامیاب ہوئے۔ مگر
اس کامیابی سے ہماری مشکلات کا خاتمہ نہ ہوا۔ اگر دو نواح کے مختلف علاقوں میں
ہماری حکومت کے خلاف مفسدوں کے اکسائے پر بناوت اور سرکشی کے جھنڈے
بلند ہوئے۔ مگر جس میدان میں ہماری قوت و ظفر موج نے قدم رکھا۔ فتح و نصرت
ہم کو اب ہوئی۔ بالآخر سادہ لوح عوام کے دلوں پر بدظنی و غلط فہمی کو دور کیا۔ دشمن کو
خلاف برسر پیکار رہنا۔ اور اندرونی پیچیدگیوں کو دور کرنا ایک ایسا امر تھا جسکی
مشکلات کا ہم ہی خوب اندازہ کر سکتے ہیں۔ بہر حال وہ زمانہ بھی گزر گیا۔ اور مخالفت
کی رو موافقت میں تبدیل ہو گئی۔ ہماری کامیابی کی ایک بین دلیل یہ ہے کہ بلا وجہ
نقصان جان اور مالی نقصان نہ ہوا۔ آپ اصحاب نے سادہ لوح عوام کے دلوں
میں سے نفیق اور بداندیشی کو دور کر دیا۔ اور ہماری حکومت کی اسل غرض و غایت
کو ان پر پورے طور پر واضح کر دیا۔ بلاشبہ یہ ایک بڑا کام تھا۔ جسکی تکمیل میں میں
بغفلت خدا پروری کامیابی ہوئی۔

برادران قوم اندرونی پیچیدگیوں کا حال تو آپ پر ظاہر ہو ہی گیا ہے۔ اب
میں ان واقعات کا تذکرہ کروں گا۔ جن سے دشمن کی ان تھک کر کششوں کا پتہ چلتا
ہے۔ جو اسے ترکوں کی آزادی کو صرف کرنے میں صرف کیں۔ یونانیوں نے مغرب
میں یورش شروع کر دی۔ جنوب میں روسی اور مسلح امنی ہماری طاقت کو تباہ و

دربارِ دکن کے درپے تھے۔ مشرق میں بھی ارمینیوں نے مقلوک الحال مسلم باشندوں پر وہ ظلم و ستم ڈھائے کہ خدا کی پناہ۔ غرض چاروں طرف سے دشمن منسوب کرنے کی سند ہر کوشش کر رہا تھا۔ ہماری فوج کا ایک کثیر حصہ ملک کے اندرونی امن کو قائم رکھنے میں مصروف تھا۔ یونانیوں نے مغربی سرحدوں کو کمزور پا کر حملہ کر دیا۔ ترکانِ احرار بے سروسامانی کی حالت میں اپنے ملک کی خاطر بے سربسپا رہے۔ اسی میں شبہ نہیں کہ یونانیوں کے اس حملہ سے ہمیں نقصان برداشت کرنا پڑا۔ لیکن اس سے ہمارے حوصلے لپٹ نہ ہوئے۔ بلکہ ہم نے بیش از بیش استقلال اور جرأت سے کام لے کر شروع کر دیا۔ عارضی صلح کے بعد ہماری فوج کی حالت ناگتہ بہ تھی اسلحہ و سامانِ حرب کی کافی مقدار نہ تھی۔ اور سپاہ کی کوئی ترتیب ہی نہ تھی۔ ہم نے بہت جلد و بے کے بعد اپنی فوج کو درست کیا۔ اور خدا کا شکر ہے۔ کہ آج ملک کی سرحدوں کی حفاظت کے لیے ایک لشکرِ جزا موجود ہے۔ اور ہر طرف سے فتح و نصرت کی دِلِ خوشن خبریں موصول ہو رہی ہیں۔ ترکانِ احرار کے اس لشکرِ جزا کی مدد سے ہم نے آرمینیوں کو مشرق میں شکستِ فاش دی۔ یونانیوں کو مغرب میں ناک چنے چھوڑے۔ انہیں غلیم الشان فتوحات کا نتیجہ تھا۔ کہ ان ممالک پر جو ہمارے ہاتھ سے نکل گئے تھے۔ دوبارہ ہمارا تصرف ہو گیا۔ غرض جانِ نثار و شجاع ترکانِ احرار نے دنیا میں روز روشن کی طرح ثابت کر دیا۔ کہ وہ تلوار کے زور سے اپنے ملک کی عزت کو اعیانہ سے بچانے کی طاقت رکھتے ہیں۔

میں نے ان واقعات کو بیان کر دیا ہے۔ جو گزشتہ سال ہم پر گذرے۔ اب میں اپنا فرض سمجھتا ہوں کہ آپ کے سامنے قوم کے جذباتِ شکر گزاری کی ترجمانی کر دوں۔ ہم دلی شکر یہ ادا کرتے ہیں۔ ان بہادر سپہ سالاروں کا جنہوں نے قوم کی ڈھب بستی ہوئی کشتی کو سہارا دیا۔ ان جراتِ سپاہیوں کا جنہوں نے اپنی شمشیر بے پناہ کی ضریح سے دشمن کا قلع قمع کر دیا۔ ہمیں یقین ہے۔ کہ آئندہ آئیں بہادری کی مدد سے ہماری آزادی و حریت برقرار رہے گی۔ میں باشندگانِ

انگورہ کی طرح سرائی کیے بغیر نہیں رہ سکتا۔ انہوں نے مصیبت کے وقت بہت ہمت و استقلال کا ثبوت دیا۔ اور اپنے شہر کی حفاظت میں ایسی شجاعت اور مردانگی کا اظہار کیا۔ کہ زمانہ اسکی مثال پیش نہیں کر سکتا۔

انتظامی معاملات کا تذکرہ کرنا آپ حضرات کے سامنے بے سود ہے۔ کیونکہ آپ بخوبی جانتے ہیں۔ کہ مجلسِ تلیہ کا نظام ملکی اسی دیرینہ غیر منصفانہ اصول پر مبنی تھا۔ جسے ہم دور کرنے میں ایک مدت تک کامیاب بھی ہو گئے ہیں۔ اور آئندہ انشاء اللہ کامیابی کی کامل اُمید ہے۔ ہماری حکومت کی غرض و غایت یہ ہے کہ ملک کے اندرونی حالات میں نمایاں تغیر پیدا ہو۔ اور گزشتہ تقالیں کو دور کر کے ہم ملک میں آئین و نظام کا بہترین نمونہ قائم کر سکیں۔

برادرانِ ملت! ترکانِ حرار نے اپنے فرائضِ اعلیٰ کو مد نظر رکھتے ہوئے ملک کے مالی بوجھ کو اپنے شانوں پر اٹھا لیا ہے۔ اور ہم بفضلِ خدا اسید رکھتے ہیں۔ کہ آئندہ بھی ملک کی مالی ضروریات کی کفیل قوم ہی ہوگی۔

ہمارے ملک میں اقتصادی مسائل کو اس قدر اہمیت نہیں دی جاتی۔ مگر آپ نے ملک کے وسائل و ذرائع کو کام میں لا کر قوم کا اعتماد حاصل کر لیا۔ عارضی مصلح کے بعد ہمارے دشمنوں نے کوشش کی کہ ملک کی معذنیات و دیگر پیداوار کو اپنا قابو میں رکھیں۔ بلاشبہ قیطنِ ظلمین میں انھیں کامیابی حاصل ہوئی تھی۔ اور اس سے انھیں جرأت ہوئی کہ اپنے دستِ آزر کو ہمارے ملک کی طرف بڑھائیں۔ دوسری جانب ہم نے من نیات اور زمین کی پیداوار کو اپنے تصرف میں رکھا۔ اور ملک کی درآمد برآمدیں پورا توازن قائم کیا۔ شاہراہوں کی خوب دیکھ بھال کی۔ اور ہر قسم کی آسانی ہم پہنچائی۔ تاہم ابھی تک تعلیم۔ حفظانِ صحت و محکمہ تعمیرات کے متعلق بہت کچھ کرنا باقی ہے۔ اس میں شک نہیں کہ کامیابی حاصل کرنے میں مستعدی و کام کرنے۔ رویہ فراہم کرنے اور مناسب حالات کے پیدا کرنے کی اشد ضرورت ہے۔ تاہم ان مسائل کا پورے غور و غوض سے مطالعہ کیا جا رہا ہے۔ اور آئندہ ہے کہ ہم غریب قوم اور ملک کی

ضروریات کو پورا کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے۔

ملک میں عدل و انصاف کے قیام سے بہت سی برائیاں دور ہو گئی ہیں اور قوم کی حالت بہت سدھر گئی ہے۔ اور اب موجودہ قانون کے قفا ذ سے پورے طور پر صحت و امان قائم ہو گیا ہے۔

برادران قوم مجاہدین کو داخلی و خارجی حکمت عملی میں پوری کامیابی ہوئی ہے۔ آج تک ہم انہیں مجوزہ اصولوں پر کاربند ہیں۔ اور امید کرتے ہیں کہ ہم ان سے آئندہ ہرگز انحراف نہ کریں گے۔ ہماری خارجی حکمت عملی یہ ہے کہ دوسری سلطنتیں ہماری آزادی کو کامل طور پر تسلیم کریں۔ اور ہماری قومی بہبودی کا ہر طرح پاس رکھا جائے۔

ہماری قوم اور حکومت لڑاکے یا مقصد لوگوں کی جماعت نہیں۔ بلکہ ہم امن پسند لوگ ہیں۔ اور دُنیا میں صلح و آشتی کو قائم کرنا ہمارا مقصد اعلیٰ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہمیں مشرق و مغرب میں غیر سلطنتوں سے رشتہٴ اتحاد قائم کیا۔ مشرق میں ہم نے شمالی قفقاز اور آذربائیجان سے دوستانہ تعلقات قائم کیے۔ عراق عرب اور شام کی مسلم آبادی اپنے دلوں میں ہماری محبت اور عقیدت کا جو شش رکھتی ہے۔ اور ہم اس قیام تعلقات کو بہت اہمیت دیتے ہیں۔ ایران سے بھی ہمیں رشتہٴ اتحاد و استوار کیا ہے۔ اور ہمیں کامل امید ہے کہ آرمینیا سے ہمارے تعلقات دوستانہ رنگ اختیار کر لیں گے۔

یہ تو ظاہر ہی ہو چکا ہے کہ حکومت جمہوریہ روس اور ہمارے درمیان برادرانہ تعلقات ہیں۔ اور ہماری یہ خواہش ہے کہ یہ رشتہ اور بھی زیادہ مضبوط ہو۔ مزید برآں اسکو کانفرنس میں ہمارے نمائندے شریک ہونگے۔ جس سے ہمارے اتحاد پر خوش گوار اثر پڑے گا۔

مغربی ممالک سے بھی ہماری گفت و شنید ہوتی رہی۔ اور ہمیں ہمیشہ یہی خواہش ظاہر کی۔ کہ ہماری قوم و حکومت کی آزادی تسلیم کر لی جائے۔ تو ہم دوستانہ تعلقات

کی طرح ڈالنے کیلئے بالکل تیار ہیں۔ برطانوی سیاست دانوں نے بھی عہد نامہ سید کے ہماری آزادی اور زلیت کو معرینہ خطر میں ڈال دیا تھا۔ مگر ہم نے ایک سال تک جنگ و جدل کر کے دنیا پر روشن کر دیا۔ کہ ہم اپنی آزادی اور حریت کیلئے جان دینے کو تیار ہیں۔ اور عہد نامہ سید کے خطرات کو بخوبی محسوس کرتے ہیں۔ قسطنطنیہ کی حکومت نے اس عہد نامہ کی شرائط کو تسلیم کر لیا۔ پھر بھی انگریز دیول کو اس امر کی ضرورت پیش آئی کہ ہماری حکومت سے اس عہد نامہ کے بارے میں مفاہمت کرے۔

گذشتہ سال کے انہیں ایام میں جب اعلان صلح کی خبر موصول ہوئی تو ہمیں رنج و غم کی ایک گھٹا چھا گئی۔ چاروں طرف دشمن ہمیں گھیرے پڑے تھے۔ اوتیرام دتیا میں ہماری مخالفت کا غلغلہ بلند تھا۔ لیکن آج بفضل خدا تمام دنیائے ہامی حکومت کے اغراض و مقاصد کو سمجھ لیا ہے۔ مہذب دنیا ہمارے ساتھ روز افزاں اظہار ہمدردی کرتی ہے۔ گذشتہ سال ہماری قوم پر مصیبت کے پہاڑ ٹوٹ پڑے تھے۔ مگر یہاں دیر کا ان حرار نے اپنی جانیں قربان کر کے قوم کے ننگ و ناموس کو بچا لیا ہے۔

عہد نامہ سید کے ہمارے لئے پیغام اجل تھا۔ مگر برا دران قوم باوجود دشمن کی مسلسل کوششوں کے آج عہد نامہ سید کے کا کوئی وجود نہیں۔

انڈین کانفرنس دنیا میں امن و امان کے قیام کو جس کے لئے دنیا پیاسی ہو التو میں ڈال سکتی ہے۔ لیکن ٹرکی کو بزورِ شمشیر عہد نامہ سید کے پر دستخط کرنے کیلئے مجبور نہیں کر سکتی۔ مفتوح سلطنتوں میں یہ شرف صرف ٹرکی کو حاصل ہے اور اس نے اس وقار کو بزورِ بازو قائم رکھا۔

بھائیو! اتحادی یقین رکھتے ہیں کہ ہماری قوم اس قابل نہیں کہ موجودہ طرزِ حکومت کے ماتحت رہے۔ اس غلط فہمی کی بنا پر انہوں نے ہم میں تفرقہ ڈالنے کی سرگودھ کوشش کی۔ تاکہ اس سے فائدہ حاصل کر کے ہماری گردن میں غلامی کا طوق ڈال دیں۔ ہماری قوم ایک سال تک بغیر کسی بیرونی امداد کے

اپنی جدوجہد آزادی کی مصیبتیں جھیلتی رہی۔ اب بھی ہمارے دشمن ہم پر ظلم و ستم ڈھارہے ہیں۔ اور ایسی وحشیانہ حرکات کا ارتحباب کرتے ہیں۔ کہ منفری تہذیب کو اس پر شرم آنی چاہیے۔ برخلاف اسکے ہماری حکومت کے ماتحت ہر مذہب و ملت کے لوگ امن و آسائش سے زندگی بسر کر رہے ہیں۔ اور ان کے حقوق کی پوری نگہداشت ہوتی ہے۔ اور یہی اسلامی سلطنت کا شیوہ ہے۔

(نوٹ) ناظرین! داستانِ طولانی اور بجائے تنگ است والا معاملہ ہے۔ اب مزید گنجائش نہیں کہ ہم مصطفیٰ کمال کی مزید تقاریر یہاں درج کریں کیونکہ مصطفیٰ کمال کے محاربات کے بیشمار واقعات، مشلا محاربات گیلی پولی۔ سیریا۔ قفقاز وغیرہ اس جلد میں ایذا دیکئے گئے ہیں۔ جنکے سبب سے کتاب پہلی کی نسبت بہت وسیع ہو گئی ہے۔ لہذا اس جلد کو اسی جگہ اس زخا کے ساتھ ختم کرتے ہیں۔

اَللّٰهُمَّ النَّصْرَ مِنْ نَصْرِ دِيْنِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
وَاَجْعَلْنَا مِنْهُمْ وَمَا اخَذَ لِمَنْ خَذَلَ
دِيْنِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
وَلَا تَجْعَلْنَا
مِنْهُمْ



هُوَ الْعَزِيزُ
اللَّهُ أَكْبَرُ

مصطفیٰ کی کمال پاشا
غازی

محباب آرمینیا و فرانس

مترجم و مؤلف

ڈاکٹر محمد عبداللہ اعوان "میشی" قاتل اٹمی میو

اعوان جیک ڈپوشہر سیالکوٹ

تعلیمی پرنٹنگ پریس لاہور بابتام ایم محمد فاضل نیر طبع کرا کر سیالکوٹ
سے شائع کیا

فہرست مضامین سوانح عمری مصطفیٰ کمال پاشا جلد دوم

| صفحہ نمبر | مضامین | صفحہ نمبر | مضامین |
|-----------|---|-----------|--|
| ۳۹ | التوائے جنگ | ۳ | دیباچہ طبع اول۔ |
| ۴۰ | دوبارہ جنگ کا آغاز | ۴ | دیباچہ طبع دوم۔ |
| ۴۱ | فرانسیسی جنگ کا خاتمہ | ۵ | { مصطفیٰ کمال پاشا اور سرکہ آرمینیا آرمینیائی آزادی۔ آرمینیوں کا حملہ۔ |
| ۴۳ | معاہدہ صلح۔ | | |
| ۴۶ | سلیشیا کا تخیلہ۔ | | |
| ۴۷ | دولتین انگریز اور فرانس کے اعلانات | ۷ | بالشویکوں کا حملہ۔ |
| ۴۷ | جنرل گوراد کا اعلان۔ | ۸ | ترکان احرار کو الٹی میٹم |
| ۴۹ | مصطفیٰ کمال پاشا کا اعلان | ۸ | ترکوں کا حملہ آرمینیا پر |
| ۵۰ | یوسف کمال بک کا خط | ۱۱ | ہنگامی صلح |
| ۵۱ | معاہدہ فرانسیسی و کمال پر عام قہرہ | ۱۱ | دوبارہ لڑائی کا آغاز |
| ۵۲ | صلح پراسٹیوٹی میں خوشیاں | ۱۳ | آرمینیا سے اتحادیوں کی ہمدردی |
| ۵۴ | ترکی زندہ باد | ۱۳ | ترکوں اور آرمینیوں کی صلح |
| ۵۸ | یونان میں ترکی فرانسیسی معاہدہ پر نا تم | ۱۴ | بالشویکوں کا تسلط |
| ۵۹ | انگلستان کی امیدوں کا خون۔ | ۱۴ | منظام آرمینیا اور مسلمانوں کا قتل عام |
| ۵۰ | انگلستان میں تشویش | ۱۶ | ایک روسی افسر کی شہادت |
| ۵۳ | فرانس کا نیم سرکاری اعلان | ۱۷ | دولت عثمانیہ کا اعلان |
| ۵۳ | کیلیکیہ پر ترکی قبضہ | ۲۰ | ایک ترکی قانون کی قلم سے |
| ۵۶ | قبضہ کیلیکیہ پر اعتراض۔ | ۲۳ | آرمینیوں کے منظام ایرانی مسلمانوں پر |
| ۵۸ | اخباروں کی نوک جھونک | ۳۶ | مصطفیٰ کمال پاشا اور سرکہ فروش فرانس کی حکمرانری شام میں۔ فرانسیسیوں سے لڑائی۔ |
| ۶۰ | برطانیہ اور فرانس میں کشیدگی۔ | | |
| ۶۳ | وزیر اعظم فرانس کا استعفیٰ۔ | | |

دیباچہ طبع اول

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

یہ کتاب غازی مصطفیٰ کمال پاشا کی سوانح عمری کی دوسری جلد ہے۔ پہلی جلد میں مصطفیٰ کمال پاشا کے حالات - حکومت انگلورا کی ساخت قیسطنطنیہ اور اتحادیوں کے ساتھ محرکہ آرائیاں - غازی موصوف کے دیگر دول ایثیا سے معاہدات اور انگلورا گورنمنٹ کے حالات درج ہیں - جو نہایت دلچسپ پیرایہ میں بالوفصاحت لکھے گئے ہیں - ان کو بار بار پڑھتے چلے جاؤ - چھوڑنے کو دل نہیں چاہتا - اس جلد میں غازی مددوچ کی وہ محرکہ آرائیاں درج ہیں جو آرمینیا اور فرانس کے ساتھ امتحین کرنی پڑیں - اگرچہ ترکان احرار کے پاس نزد سہامان کافی نہ تھا - لیکن پھر بھی وہ اپنی فوق العادت شجاعت سے دشمنوں کو ناک چنے چہوتے رہے - جس کا آخری نتیجہ یہ ہوا کہ ان کو غازی مصطفیٰ کمال پاشا کی مطالبات تسلیم کرنے کیلئے تسلیم کرنا پڑا - آرمینیا کا تو حشر ہوا کہ وہ صرف دو چار ترکوں پر ہی ترکوں سے دو چار ہوا - مقابلہ کرنے کی اس میں تاب نہ رہی - اس کی کمر مت لوٹ گئی - اور بہت جلد وہ مفتوح سلطنتوں کی مانند ترکوں کی شرائط تسلیم کر کے ترکوں کا مطیع و متقاد ہوا - فرانس کی لڑائیوں کا بھی آرمینیا جیسا ہی حشر ہوا اور بہت جلد وہ ترکوں سے صلح کرنے پر آمادہ ہو گیا - اُسے ترکان احرار کی گورنمنٹ کو چار بڑے بڑے علاقے خرخیز اور خوشکوار دے دئے - جنکے ملنے سے گورنمنٹ انگلورا ایک وسیع سلطنت ہو گئی - اور ترکوں کو ایک وسیع پیمانہ پر اپنی حکمرانیاں کرنے کا موقع مل گیا - فرانس نے نہ صرف ترکوں کو یہ علاقے ہی

وایسے دے۔ بلکہ اس نے اس سے ایک دیستارہ اور نکلوانہ خرین پر بندہ
پیمانہ بندھے۔ جن کی شرائط کی رو سے ترکوں کو ہینڈل کی سرائے دیکھیں۔ بلکہ
فرانس نے یہاں کے برطانوی انداز و سیٹ کا اقرار کیا۔ اور کہا کہ وہ ہینڈل اس
بات کا عہدہ ہے کہ یہ ان ترکوں کے خلاف خالی نہ رہے۔

مقام لاہور۔ مورخہ ۲۰ جنوری ۱۹۳۸ء

نیشنلسٹ

ڈاکٹر محمد سعید احمد ان نیشنلسٹس۔ ایم ڈی۔ پھیر

مالک اعوان یک ڈپو لاہور

دو باچہ طبع ثانی

الحمد للہ کہ محاریبات آرمینیا و فرانس دوبارہ طبع ہوئے ہیں۔ کسی قدر ترمیم
کی گئی ہے۔ جو ضروری معلوم ہوئی۔ تاکہ واقعات کے اندر کسی قسم کا سکتہ نہ رہے
کاغذ۔ کتابت اور طباعت کا بہت عمدہ انتظام کیا گیا ہے۔

مقام سیالکوٹ ۲۰ دسمبر ۱۹۳۸ء

نیکیازمندان

کارپردازان اعوان یک ڈپو
شہر سیالکوٹ

مصطفیٰ کمال پاشا

ادبی
معرکہ آرمینیا



آرمینیا ترک کی ممالک میں سے کسی خاص علاقے کا نام نہیں۔ ارمن لوگ زیادہ تر اریوان میں آباد ہیں۔ اور ارد گرد کے مقامات میں ارمن لوگ اقلیت میں ہیں۔ اور ترک اکثریت کے ساتھ آباد ہیں۔ پرنسپلٹس نے ۱۹۲۰ء میں صلح کانفرس کے پرنسپلٹس کے نام ایک پیغام ارسال کیا جس میں دول متحدہ سے درخواست کی گئی۔ کہ وہ ارض روم اور طرابزوں کے علاقوں کو ملا کر ایک وسیع ارمن سلطنت کے قیام کی تدبیر کریں۔ لیکن اس تجویز کی تکمیل میں رومیوں اور ترکوں کو نکلانے کے بغیر ممکن نہ تھی۔ فوجی ماہرین نے کہا کہ اس کام کیلئے کافی فوج کی ضرورت ہوگی۔ لیکن بائیان صلح نے اریوان کے ارد گرد کے علاقہ جات جن میں ترک آبادی تھی شامل کر کے پرنسپلٹس ولسن کی خواہش کے مطابق وسیع علاقہ بنادیا۔ اور اس کا نام آرمینیا رکھ کر ترکوں کی حکومت سے علیحدہ کر کے ایک آزاد حکومت قائم کر دی۔ اور اس کا پایہ تخت اریوان مقرر کر دیا۔

اب یہ مسئلہ پیش ہوا کہ اس آزاد حکومت کی حفاظت اور بچہداشت بھی کسی حکومت کے زیر نگرانی ہونی چاہئے۔ لیکن آرمینیا کی حفاظت کا اہم کام نہ تو انگلستان نے اپنے ذمہ لیا۔ اور نہ ہی فرانس اور اٹلی نے اس کام کو لپٹے ہاتھ میں لینے کی آمادگی ظاہر کی

بڑے بڑے جو کہ ست سال پہلے ہم کو لپٹے ذمہ لیتی تھوہ یعنی ترکوں اور روسیوں سے جنگ خریدنے کے لئے ضرورت تھا۔ پھر ضرورت سے استدعا کی گئی کہ وہ آرمینیا کی حکومت داری لپٹے ذمہ لے لیں۔ تو انہوں نے اس کام کو لپٹے ہاتھ میں لینے سے انکار کر دیا۔ ہر طرف سے باور ہو گیا کہ یہ کام ریاست ہائے متحدہ امریکہ کی خدمت میں پیش کیا گیا۔ پہلے تو پریذیڈنٹ ٹیڈ ہیوڈ نے اسے مسترد کر دیا۔ لیکن بعد میں اس کام کے سرانجام دینے سے مسترد چاہی اور کہا کہ میں اس خدمت سے معافی چاہتا ہوں۔ اس لئے کہ ارکان حکومت اس بار کو لپٹے ذمہ لینے کے خلاف ہیں۔ نتیجہ یہ نکلا کہ آرمینیا کی حکومت کے استحکام کا خیال بالکل ترک کر دیا گیا۔ اگر اس حکومت ایک مختصر علاقہ کے اندر قائم کرنے کی تجویز کیجاتی۔ تو ممکن تھا کہ ترک اور روس بھی راضی ہو جاتے۔ اسوقت فی الحقیقت ترکوں کا خیال تھا کہ صرف اریوان کو جو ارمن لوگوں کا بڑا بھاری مرکز ہے۔ حکومت خود اختیار کر دیدی جائے۔ اور باقی علاقے جہاں ترکوں کا عنصر غالب و اکثریت تھا وہاں میں ہے۔ بدستور ترکی کے ساتھ ملحق رہیں۔ ترکوں کی یہ تجویز حق و انصاف پر مبنی تھی۔ لیکن وسیع الحدود و آرمینیا کے قیام کی سعی و کوشش بے نتیجہ ثابت ہوئی۔ اور آرمینیا کی صورت و شکل معرض وجود میں نہ آئی۔ یہی وجہ ہے کہ کبھی مسیح بے نے کسی اخبار کے نمائندہ سے دوران ملاقات میں کہا کہ میں اریوان کے علاوہ کسی اور آرمینیا کو جانتا ہی نہیں۔

جب آرمینیا کی حفاظت کا کام کسی یورپین حکومت بلکہ ریاست ہائے متحدہ امریکہ نے بھی لپٹے ذمہ لینے سے انکار کر دیا۔ تو اس موقعہ کو غنیمت جان کر بالٹوکیوں نے آرمینیا کو اپنی طرف کھینچا چاہا۔ اس غرض کیلئے بالٹوکیوں نے دستِ اعانت آرمینیوں کی طرف بڑھایا۔ لیکن انھوں نے لبیک کہنے سے انکار کر دیا۔ صلح کانفرنس نے آرمینیا کی خود مختاری کا ڈھونگ رچا تو دیا۔ لیکن اہل آرمینیا کو طرف تھے۔ وہ اس نعمتِ غلطی کو مقیم نہ کر سکے۔ اُن کا پیٹ اچھر گیا۔ اور ملک گیری کی ہوس اُنکے پیٹوں میں سما گئی۔ بجائے اسکے کہ وہ اپنی حکومت کے دائرہ کار اندر رہ کر

اپنی حکومت کو مستقل اور مستحکم بنیادوں پر کھڑا کرنے کی کوشش کرتے۔ انہوں نے
 راج کی ہمدانہ روش کو نہ صرف ٹھکرا دیا۔ بلکہ ان پر حملہ کر دیا۔ چنانچہ ارمن لوگ
 ایک طرف تو روس پر حملہ آور ہوئے۔ اور دوسری جانب تاتاری اُن کے دلخیز
 جوش و خروش سے نہ بچ سکے۔ بلکہ ترکی مسلمان آبادی کو جو اُن کے ماتحت تھے تنگ کرنا
 اور ستانا شروع کر دیا۔ علاوہ بریں ایران کے مسلمان جو آرمینیا کی حدود کے اندر
 بستے تھے۔ وہ بھی انکی دھمکے کا شہسختی سے محفوظ نہ رہ سکے۔

اتنے بڑے علاقے کا جس میں خالص ترکی آبادی ہو۔ آرمینیوں کے ماتحت
 رہنا محال تھا۔ جب ارمنوں نے خود سری کا سر اٹھایا اور ملک گیری کیلئے قدم
 ہوئے۔ تو ترکوں نے اُن واحد میں اُنکا خاتمہ کر دیا۔ اور آرمینیا کا باقی رہا سہا
 نام و نشان بھی حرف غلط کی طرح مٹا دیا۔

آرمینیوں نے بڑی دلیری سے تاتاریوں پر حملہ کرنے کی ابتدا
 آرمینیوں کا حملہ اسکی اور تاتاریوں اور آرمینیوں کے درمیان کچھ عرصہ تک اس
 امر پر بحث ہوتی رہی کہ قرا باغ کے خطے پر کس کا قبضہ ہونا چاہئے۔ برطانی نمائندہ
 مقیم طغلس نے ہر دو جمہوری حکومتوں کو اپنا فیصلہ ثالث کے حوالہ کرنے کی ترغیب
 دی۔ مگر تاتاریوں نے بالشویت کی اطاعت قبول کر لی۔ ثالثی کا معاملہ خارج از
 بحث ہو گیا۔ اور جمہوریہ آرمینیا نے اس موقع کو غنیمت جان کر قرا باغ پر قبضہ کر کے
 سوشل کے پہاڑی قلعہ سے تاتاریوں کو نکال دیا۔

اسکے بعد عین اس وقت جبکہ بالشویک شمال سے باکو پر چڑھائی
 بالشویکوں پر حملہ کر رہے تھے۔ سامان سے آراستہ ایک عظیم آرمینی فوج نے
 بالشویکوں پر دھاوا کرنے کیلئے کوچ شروع کر دیا۔ اور الزابٹوں پر ایک شدید
 جنگ کے بعد قبضہ کر لیا۔ جسکی وجہ سے باکو ہٹل اور سرکاری عمارتیں و خیموں سے
 بھر گئیں۔ ایک اور آرمینی فوج دریائے راس کی طرف بڑھتی چلی آئی۔ آرمینیوں کی
 اس حیرت انگیز کارروائی نے بالشویکوں کو سوائے بحری راستہ کے ایران سے باطل

[illegible]

نیز انہیں روم کے سرکاری سٹانڈرڈ خالص سونے کے قومی پرچہ بندیوں سے ہمک کہیں گے۔
درخواست کی۔ اور بیان کیا کہ اس مرحلہ پر سونے کا شطروہ ہے۔

ترکانِ احرار کو الیٹیمم

ایک طرف آرمینی برطے زور و شہر سے تاناریوں کو بچلے کرتے چلے جاتے تھے۔ اُن کے شہروں پر قبضہ کرتے جاتے تھے۔ دوسری جانب اُتھمن نے ترکانِ احرار کے خلاف اعلانِ جنگ بول دیا اور عام فوجی بھرتی کا حکم نافذ کر دیا۔ جمہوریہ جاریہ نے قطعاً غیر جانبداری کا اعلان کر دیا۔ اور یہ بھی منظور کر لیا کہ اہلِ جاریہ آرمینی فوج میں بھرتی ہو سکتے ہیں۔ سکوتِ اریوان کے پاس اس وقت چالیس ہزار فوج تھی۔ جنہیں سے نصف سے کم ترکوں کے مقابلہ میں لگئی۔ باقی شمال مشرقی اور جنوب مشرقی حدود پر بالمشورکیوں اور تاناریوں کے مقابلہ پر رکھنے کی ضرورت محسوس ہوئی۔

ترکوں کی کاجملہ آرمینیا پر

ترکان اصرار نہ آرمینیا کے اعلان جنگ کے بعد
آرمینیا جمہوریہ پر فوج کشی کی۔ اب بلاشبہ ترکوں اور
آرمینیوں کے درمیان طرح جنگ پیدا ہو گئی۔ آرمینیا کی سرحدات پر حالات
بہت خطرناک ہو گئے۔

چنانچہ ۷ فروری ۱۹۲۰ء کو ترکی اور کردی فوجوں نے مل کر سلیشیہ پر حملہ کیا۔ کئی یوم تک معرکہ کا زار گرم رہا۔ آخر ترکی فوجیں اس معرکہ میں کامیاب ہوئیں۔ شہر میں داخل ہو کر ترکوں نے ترکی پرچم شہر پر آویزاں کر دیا۔ اس جنگ میں سات ہزار ارمنی قتل ہوئے۔ اور بے شمار مال غنیمت ترکوں کے ہاتھ آئی۔

اسکے لئے جو قہر و سرشار میں پہنچے۔ اور وہاں اپنی بڑی جھجک کو بھائی کر کے۔ اور
 آرمینیوں سے پہلے جو قہر و سرشار میں پہنچے۔ اور وہاں اپنی بڑی جھجک کو بھائی کر کے۔ اور
 سے اس کے لئے جو قہر و سرشار میں پہنچے۔ اور وہاں اپنی بڑی جھجک کو بھائی کر کے۔ اور

تیسرا درجہ۔ میں ہزار تک ترک یا فوجیہ قہر و سرشار میں پہنچے۔ اور وہاں اپنی بڑی جھجک کو بھائی کر کے۔ اور
 رشتہ باغ تانوں کی طرف رخ کیا۔ راستہ میں بہت سے نہریات پر قبضہ کر لیا
 آرمینیا کی سرحد کو عبور کر کے اتالی پر قبضہ کر لیا۔ اور سرے کے کیش کی طرف پیش قدمی
 شروع کر دی۔ اور آسپر قابض ہو گئے۔

ارمن لوگ ترکوں کی اس کامیابی پر پیش قدمی سے بہت گھبرائے۔ چنانچہ
 آرمینیوں نے اضطراب اور گھبراہٹ کی حالت میں بڑے بڑے دربار سے چچ و بچار
 کرتے ہوئے صلح کا نفرنس میں استدعا کی کہ بہت جلد بین الاقوامی قائم کر کے
 ایک ہم آرمینیا کی حفاظت کے لئے بھیجی جائے۔ صلح کا نفرنس میں آرمینیا کی اس
 استدعا پر غور کیا گیا۔ اور فیصلہ ہوا کہ ایک معقول فوجی ہم بھیجی جائے۔ جس میں
 زیادہ تر فرانسسی حصہ افواج کا شامل ہو۔ اور برطانیہ بھی مدد دے۔ صلح کا نفرنس
 کی اس تجویز پر عملی جامہ پہنایا گیا۔ جمیں بیچارے مصیبت کے مارے قوم پرستوں
 کی مصیبتوں میں مزید اضافہ ہوا۔ اور ارمنوں کے علاوہ ان کو فرانسیسیوں سے
 درچار ہونا پڑا۔

سرائے کمیش کے قبضہ کے بعد ترکوں نے ایک ساتھ ہی آرمینیا کی
 مشرقی سرحد پر بھی بدیں خیال حملہ کر دیا۔ کہ ارمن مغرب کی جانب کھٹکے بھیج سکیں
 اسکے بعد انہوں نے ترکوں میں احرار نے ایک اعلان شائع کیا۔ جس میں انہوں نے
 یہ ظاہر کیا کہ باطلوم پر پیش قدمی کا خیال ترک کر دیا گیا ہے۔ اور سپاہ جو باقاعدہ
 لشکر پر مشتمل ہے۔ اور تین دستوں میں ہو کر پیش قدمی کر رہی ہے۔ اس کا ارادہ ہے
 کہ ایک ماہ کے اندر آرمینیا کا صفایا کر دیا جائے۔ تاکہ آذربائیجان کا راستہ کھل جائے

اس پر آرمینیا کے پریذیڈنٹ نے امریکہ کے پاس صدائے احتجاج بلند کی۔ مگر اس کا کچھ نتیجہ نہ نکلا۔

پھر آرمینیوں نے خبر دی کہ قوم پرستوں نے شہر یجن پر قبضہ کر لیا ہے جبکہ مارچ ۱۹۰۸ء میں قوم پرستوں نے محاصرہ کیا تھا۔ پھر ترکوں نے سرکیش اور ہرغانلی پر بھی قبضہ کر لیا۔ بعد ازاں ترکوں نے ۱۹ نومبر ۱۹۰۸ء کو قارص پر قبضہ کر لیا۔ اور غنیم کے تین جرنیل اور ۱۴ سو سپاہی گرفتار کئے۔ اسکے بعد ترک الگزیٹڈرا پول کی طرف بڑھے۔ اور اٹائے راہ میں اُغصوں نے کلیسا پر قبضہ کر لیا۔ آرمینیوں کی دھمکی دی کہ ترکی فوجیں جنوب سے اریوان پہنچنے والی ہیں۔ اس طرح سو الگزیٹڈرا پولی ترکوں کی پیش قدمی کامیاب ہوئی۔ جو انکے قبضہ میں آ گیا۔

ان ہزیمتوں کے بعد آرمینیا گورنمنٹ نے مصطفیٰ کمال پاشا سے صلح کی درخواست کی۔ مگر اسکے کمانڈر نے کہا کہ صلح کی بات جیت سے پہلے تم ہتھیار ہمارے حوالے کر دو۔ تب صلح ممکن ہے۔

ترکوں کی ان فتوحات سے اتحادی بہت گھبرائے۔ اُغصوں نے ترکی گورنمنٹ کو دھمکی دی کہ وہ سیورے کی بہت جلد تکمیل کرے۔ اگر اس تکمیل میں توقف و تورع پزیر ہو تو اتحادی ترکی کو انٹیمیم دینے پر غور کریں گے۔ مگر ترکی گورنمنٹ نے جواب دیا کہ ترکان احرار سے سلسلہ گفت و شنید جاری ہے۔ جب تک یہ معاملات صاف نہ ہو جائیں۔ معاہدہ سیورے کی تکمیل ناممکن ہے۔

ایک طرف تو ترکان احرار آرمینیوں کو شکستیں دیتے اور انکے شہروں پر قبضہ کرتے ہوئے بڑھے چلے جا رہے تھے۔ دوسری جانب آرمینیوں کے عقب سے بالٹوئیک بڑھے چلے آ رہے تھے۔ چنانچہ استغفا کی سڑک پر اُغصوں کو کاراکلپ پر قبضہ کر لیا۔ بالٹوئیکوں کی پیش قدمی کا دراصل یہ مقصد معلوم ہوتا ہے کہ وہ اپنی فوجوں کو ترکوں سے ملائے کی کوشش کرتے تھے۔ اس غرض کیلئے اس سے قبل بالٹوئیکوں کو آرمینیا کو انٹیمیم بھی دیا تھا۔ کہ وہ انکو فوجی راستہ دیدے۔ مگر آرمینیا نے اسکو منظور نہ کیا۔

کر کے اتحاد دیوں سے مدد کی اپیل کی جو بے سود ثابت ہوئی۔

الغرض آرمینی فوجیں بہت جلد مغلوب ہو گئیں۔ اور آرمینیا کے پرنسپلٹنٹ کو سوائے صلح کر لینے کے اور کوئی چارہ کار نہ تھا۔ کیونکہ

سہنگامی صلح

اتحاد دیوں نے باوجود آرمینیا کی چیخ و پکار اور شور و دواہی کے کوئی امداد نہ دی۔ چنانچہ ۱۲ نومبر ۱۹۱۸ء کو آرمینیوں نے ترکوں اور بالاشویکیوں سے سہنگامی صلح کی بنیاد ڈالی۔ جس میں ذیل کی شرائط مقرر ہوئیں۔

- ۱۔ آرمینی ارباب چایا کے مغربی کنارے کو ہٹ جائیں۔ اور اسی طرح زرخا زور اور کاراباغ کا ضلع دیدیں۔ اور ترک بالاشویک آمدورفت کی رسائی میں اٹھادیں۔
- ۲۔ جب تک صلح کی گفت و شنید نہ ہو۔ ترک الگزمینڈرا پول بشبول و کلیمو میٹر قطعہ پر قبضہ رکھیں۔ یہ قبضہ مکمل صلح کے ہونے کے زمانہ تک رہے گا۔
- ۳۔ ترک بالاشویکوں کی کفالت اور امن کے ذمہ دار ہونگے۔

پس احرار ترکوں نے عارضی صلح کی شرائط کی رو سے آرمینیا کو مغلوب کر کے بالاشویکیوں سے براہ راست تعلق قائم کر لیا۔ اور آرمینیا کی ریلوں پر بھی قبضہ کر لیا۔ لارڈ لاربرٹ سیس نے کوشش کی۔ کہ لیگ اقوام آرمینیا کو بچانے کی کوشش کریں۔ لیکن جب قریب کی قسطنطنیہ کی اتحادی فوجیں کچھ نہ کر سکیں۔ تو لیگ اقوام اتنی دور سے کیا کر سکتی تھی۔

مگر افسوس کہ اس سہنگامی صلح کا نتیجہ مفید نہ نکلا۔ مصطفیٰ کمال

دوبارہ لڑائی کا آغاز

پاشا نے جو صلح کا نوٹ پیش کیا تھا۔ اُس کو بہت ہی نقصان رسا سمجھا گیا۔ لہذا ۱۲ نومبر ۱۹۱۸ء کو جو شرائط التوائے جنگ کیلئے طے پائی تھیں اُن کا خاتمہ ہوا۔ اور جنگ از سر نو شروع ہو گئی۔ آرمینیوں نے کہا کہ ہم آخر دم تک لڑیں گے۔

چنانچہ ۱۹ نومبر ۱۹۱۸ء کو ترک احرار نے اریوان پر جو آرمینیا کا پایہ تخت ہے حملہ کر دیا۔ مصطفیٰ کمال پاشا برابر پیش قدمی کرتے رہے قارض آرمینیوں کے

ہاتھ سے نکل چکا تھا۔ الگز بیڈر اپول بھی فتح ہو گیا تھا۔ اسی طرح آرمینیا۔ اور جارجیا کا سلسلہ آمد و رفت بھی منقطع ہو گیا۔ پھر مصطفیٰ کمال پاشا کی فوجیں فتح و ظفر کے شادیاں بجاتی ہوئی اریوان دارالسلطنت آرمینیا میں داخل ہو گئیں۔

جب آرمینیا کے پایہ تخت پر ترکوں کا قبضہ

آرمینیا سے اتحاد دیوں کی ہمدردی

ہو گیا۔ تب لیگ اقوام کی کونسل نے کرڈ بدلی اور مختلف حکومتوں کو بند لیہ تار آرمینیا کے اندر جو مخالفت کا روایاں رونما ہوئی تھیں۔ اُنہما خاتمہ کرنے کی دعوت دی۔ پریڈیٹنٹ ولسن اور بریڈیل کے جوابات آگئے۔ جنہیں معاملات ریریچٹ پر مشورہ کرنے کیلئے آمادگی ظاہر کی گئی۔ لارڈ سیسل نے اس بات پر زور دیا کہ اگر گفتگو سے صلح موقوف کر دی گئی۔ تو موسم سرما آرمینیا کو سامان حرب سے مدد دینے میں صرف ہوگا۔ اور مدافعت موسم بہار تک ملتوی رکھی جائیگی۔

آرمینی ترکوں کے مقابلے کی تاب نہ لاسکے۔ اور بالآخر

ترکوں اور آرمینیوں کی صلح

مصطفیٰ کمال پاشا اور آرمینیوں کے درمیان ہتھام الگز بیڈر پول ایک معاہدہ ہو گیا۔ جسے اس کشمکش کا خاتمہ کیا۔ اس معاہدہ کی رو سے اریوان اور جھیل گوچ آرمینیوں کے قبضہ میں رہی۔ اور قلعہ قارص اور سکندر پول ترکان احرار کے حوالے ہوئے۔ نیز آرمینیوں نے تمام اسلحہ اور سامان حرب ترکوں کے حوالہ کر دیا۔

اہل آرمینیا اور ترکوں کے درمیان صلح قائم ہو گئی۔ اور ارمنوں کو

بالشویکوں کا تسلط

ترکوں کی طرف سے چین نصیب ہوا۔ لیکن ارمنوں کی قسمت میں ابھی چین کہاں۔ ملک گیری کی ہوس میں ارمنوں نے کئی ہمسایہ قوموں کو اپنی ہوس کی شکار بنایا۔ خاص کر بالشویکوں کو۔ تاتاری قوم اپنی کمزوری کے باعث ارمنوں کا مقابلہ نہ کر سکی۔ لیکن بالشویک قوم ایک طاقتور قوم تھی۔ اُن کو کب گوارا ہو سکتا تھا۔ کہ ارمن لوگ اُن کو گزند پہنچا کر اور نہ تھک لیت بن کر صاف بچ جائیں۔ لہٰذا ابھی ارمنوں کی قسمت کھوٹی تھی۔ اور ابھی اُنہوں نے اپنے کئے کی سزا اور جگہ گنتی تھی

بالشویک ارمنوں کے تعاقب میں تھے۔ انھوں نے اریوان پر حملہ کر کے اپنا تسلط جمایا۔ اور وہاں بالشویکی حکومت قائم کر دی۔ ارمن بالشویکوں کے خوف سے بالکل نریولے۔ بلکہ خاموش رہے۔ جب بالشویک اریوان میں بالشویکی طرز کی حکومت کی داغ بیل ڈال کر واپس چلے گئے۔ تو بعد میں ارمنوں نے بالشویکی حکومت کا خاتمہ کر کے پھر اپنی آزاد حکومت کی بنیاد ڈال دی۔ جب بالشویکوں کو ارمنوں کے اس انحراف کے متعلق حال معلوم ہوا۔ تو وہ بہت سنج پا ہوئے۔ اور موقعہ کے انتظار میں خاموش ہو رہے۔

اس اثناء میں اریوان کی حکومت ارمنی نے اپنی عادت کے مطابق ترکی آبادی کو دق کرنا شروع کر دیا۔ ترکان احرار نے ارمنوں کے ان مظالم کے خلاف مدائے احتجاج بلند کی۔ چونکہ بالشویک پہلے ہی سے اریوان والوں کی طرف سے جلے بیٹھے تھے۔ انھوں نے فی الفور آرمینیا پر دھاوا بول دیا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اریوان کی تمام آبادی تنگنور کی طرف پناہ لینے کیلئے بھاگ نکلی۔ اریوان کی فوجیں بھی اُنکے ساتھ ہی پسپا ہو گئیں۔ ۱۴ اپریل ۱۹۲۱ء کو بالشویکوں نے اریوان پر قبضہ کر لیا۔ اور آرمینیا کی جمہوری حکومت کو پوری طرح سے تاخت و تاراج کر کے چھوڑا۔ صرف ایک چھوٹا سا ضلع بچا۔ اریوان کا بہت سا حصہ نذر آتش ہوا۔ بالشویکوں نے کسانوں کے تمام مہیشی اور غلہ کے کھتے اپنے قبضے میں کر لیے۔ اور حکومت آرمینی کے حامیوں کو تہ تیغ کر دیا۔ اور اُن لوگوں کو کیفرِ کردار تک پہنچایا۔ جنھوں نے اس سے پہلے اریوان کی جمہوری بالشویکی حکومت کو نالود کرنے میں حصہ لیا تھا۔

آرمینیوں نے ترکوں کی نیک نیتی اور اُنکے اصول خود اختیاری پر کفرانِ نعمت کیا۔ تو اُنکو اس کفرانِ نعمت کا خمیازہ بھگتنا پڑا۔ چنانچہ بالشویکوں نے ارمنوں کو سزائے معقول دی۔ اور دوبارہ اپنی حکومت کا اقتدار اریوان میں قائم کیا۔ اس واقعہ کے نتیجہ میں ایک بڑی عجیب بات یہ ظہور پذیر ہوئی کہ ارمن لوگ بالشویکوں کے خلاف تو مطلقاً کوئی آواز بلند نہیں کرتے۔ اگر آواز بلند کرتے ہیں

تو ترکوں کے خلاف جن کا اس لڑائی سے دور کا بھی واسطہ نہیں۔ فرانس کے وزیر اعظم سے استدعا کرتے ہیں۔ کہ خدا را ہمیں ترکوں کے رحم پر تہ چھوڑیے۔ بلکہ ہماری حمایت کیجئے۔ کیسی عجیب بات ہے۔ تکلیف تو کوئی پہنچا ہے۔ اور مورد شکایت کوئی بنے۔ آرمینیوں کا ترکوں سے خوف کھانا بالکل بے سود تھا۔ کیونکہ ترکوں سے تو امنی کوئی وجہ پر خاش ہی نہ تھی۔ اگر تھی تو یا لشوکیوں سے۔ لہذا آرمینوں کو چاہیئے تھا کہ وہ بالشوکیوں سے خوف کھاتے۔ جنگی حکومت کو انھوں نے تسلیم نہ کیا تھا۔ اور اسکی جگہ آرمینی وزارت قائم کرنی تھی۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بالشوکیک آں پڑے اریوان کو تہس نہس کر دیا۔

مظالم آرمینیا اور مسلمانوں کا قتل عام

چونکہ آرمینیوں نے دوران جنگ میں آرمینیا کے مسلمانوں پر شدید مظالم ڈھائے اور طرح طرح کی ان بیکسوں کو اذیتیں دیں۔ بیچاری ہمتی مسلمان رعایا کو انھوں نے ذلیل و خوار کیا۔ لہذا یہ ضروری معلوم ہوتا ہے کہ ان مظالم کا بھی ذکر اسی جگہ کر دیا جائے۔ تاکہ ناظرین کو معلوم ہو جائے کہ ترک آرمینیوں کے ساتھ کبیا سلوک کرتے ہیں۔ اور آرمینیوں نے ہمیشہ نیکی کا بدلہ بدی دیا ہے۔ یہ نہیں کہ آرمین قوم نے اس جنگ میں ایسا کیا ہے۔ بلکہ یہ آرمینی لوگ ترکوں کے قدیم کے منکھوار ہونے کے باوجود بھی ترکوں کو ہمیشہ گڑھے میں گرانے کی کوشش کرتے رہے ہیں۔

شروع فروری ۱۹۲۰ء میں یہ مشہور ہوا۔ کہ ترکوں نے سات ہزار آرمینیوں کو قتل کر دیا۔ پھر یہ خبر مشہور ہوئی۔ کہ دس ہزار آرمینی ترکوں کے

ہاتھوں غارت ہوئے۔ ان خبروں نے عیسائی دنیا میں سنسنی پھیلا دی۔ بلکہ اسلامی دنیا بھی اس پر حیرت زدہ ہوئی۔ چنانچہ لندن کے ارمنی محکمہ کو سفارتی ذریعہ سے سلیشیا کی دو تاریں موصول ہوئیں جن کا مفاد حسب ذیل ہے۔

مصطفیٰ کمال پاشا اپنی فوجوں کے جزو غالب کو سلیشیا کی طرف بڑھا رہا ہے تاکہ فرانسیسی افواج کو مستندروں میں دھکیل دے یہیچین اورس کے شہروں میں جہاں سے ارمن عورتیں اور بال بچے نکال دئے گئے ہیں۔ ارمن مذاکاروں نے ترکوں کی مزاحمت کی تھی مگر ترک اس کے باوجود روز بروز اوانہ کی طرف بڑھتے جاتے ہیں۔ یہ شہر میدان سلیشیا میں بڑی اہمیت رکھتا ہے۔

اس کے ساتھ ہی ترکی جمہیتوں نے طرسوس کے ریلوے اسٹیشن پر حملہ کر دیا جو اوانہ اور بندرگاہ مرسینا کے مابین مقام اتصال ہے۔ تین ہزار ارمنی یتیم اور ہزار بے بس آرمینیوں اور یوتانیوں کا مال و جان خطرہ میں ہے۔ شہر عین طلب کا سلسلہ نام و پیام بالکل منقطع ہو گیا ہے۔ اور فرانسیسی تمام محاذوں پر پسپا ہو رہے ہیں۔ ایک تار میں یہ بھی لکھا ہے کہ منہذب دنیا کے لئے ماتم کار و زریہا برپا ہو گیا ہے۔ ایک طرف سان ریو میں اکابر صلح و آشتی کی کوشش میں جمع ہیں۔ اس کے مقابلہ میں دوسری طرف ترکوں کے غارت گرد وہ اپنے فاتحین کے مقابلے میں علانیہ خم ٹھونک کر کھڑے ہو گئے ہیں۔ اور ہزار ہزار یتیم سخت خطرے میں پڑ گئے ہیں مغرب کی عظیم ترین دولت آرمینیا کی قسمت کا فیصلہ کر رہی ہیں۔ مگر یتیموں کو خطرے سے نکال کر امن و سلامتی کے ساحل پر پہنچانے کیلئے جہانمیں کو مہیا نہیں کرتیں۔

آرمینیوں کا یہ شور و دواویلا اور کذب و جھوٹ پر دہ افشا سے بہت جلد خود اوار ہو کر طشت اتریاں ہو گیا۔ اور دنیا کو معلوم ہو گیا کہ ترک اس تہمت و عیب سے بالکل پاک اور بے وارغ ہیں۔ بلکہ یہ آرمینیوں ہی کی ہستی ہے۔ جو دغا دار ہے۔ جس نے اُلٹے مظالم بیچارے مسلمانوں پر کئے ہیں۔ چنانچہ ارمن مظالم کا راز آشکارا ہو گیا۔ جن کو ہم ذیل میں درج کرتے ہیں۔

ایک روسی افسر کی شہادت

روس کی سرکاری رپورٹ میں جانب کمانڈر پرنسپل ۹ فروری ۱۹۱۵ء
رجسٹر نمبر ۱۰ بمقام قلعہ ارض روم ۳ مارچ ۱۹۱۵ء بمقام
جرنیل کریمی سف کمانڈر انچیف افواج تقاریر روسی فوج کے آخری دستہ کی واپسی
کے بعد تشدد اور قزائی کی وارداتیں ارمی سپاہی کی طرف سے ارض روم اور نواحی
دیہات کے باشندوں کے خلاف عمل میں آئیں۔ ۷ فروری کو قتل و غارت کی
کارروائیاں شہر کے چند حصوں میں ایک ہی وقت میں نمودار ہوئیں۔ میں نے انہیں
سے ایک کارروائی معلوم کی۔ شہر ترکوں کو بچانے کیلئے میں فوراً شہر کے کمانڈر
اور چند افسروں کو بلائے پر مجبور ہوا۔ کیونکہ چند سپاہیوں نے قسب حکم سے اسٹارکیا
اور مجھ کو مار ڈالنے کی دھمکی دی۔ چھ سپاہی اور ایک افسر گرفتار ہوا۔ مہنے اس تاجرانہ
کارروائی کی خبر وقت پر کمانڈر کو کر دی۔ ۹-۱۰ فروری کو کورٹ مارشل ہوا۔ اور
اُس کو تمام اغتیارات دئے گئے۔ مگر گرفتار شدہ آرمینیوں کے خلاف پھر بھی کوئی
کارروائی نہیں کی گئی۔ اور ۱۳ فروری کو محاصرے کی حالت کا اعلان کیا گیا تاکہ آرمینیوں
کے جرائم کے بارے میں کارروائی کی جاسکے۔ ۱۹ فروری کو ٹیپ کوئی کے تمام باشندے
مارڈالے گئے۔ جن جلالین ان بے رحمیوں کا شاہد ہے۔ جرنیل اشراک ۲ فروری کو
آہنچا۔ اور ۴ فروری کو کرنیل موریل نے شہر پر گولہ باری کا حکم دیا۔ لیکن چونکہ افسر نے
ایسا کرنے سے اسٹارکیا لفٹ کپتان جان بولشین اور لفٹنٹ حکمایاں باتریوں
کے افسر بنائے گئے۔

۲۳ فروری کو توپخانے کے افسروں کی ایک کانفرنس ڈاکٹر زولیت کی صیت
میں منعقد ہوئی۔ اور موقع پر رپورٹ تیار کی گئی۔ ۲۵ فروری کو آٹھ بجے حکم دیا کہ بٹری
نمبر ۳ کو ٹھیک حالت میں کر لیا جائے۔ ۳۱ مارچ کو اس حکم کی تردید کی گئی۔ کیونکہ دشمن
بیجا سے نکل رہے تھے۔ اور موضع محمدہ پر قابض ہو چکے تھے۔ پندرہویں گھنٹے موضع گذر
توپ کے گولے برسے شروع ہوئے۔ اور قلعہ بوبیک کو قتل کے پیچھے پیدل فوج کی جگہ
چھوڑ دینی پڑی۔ ۲۱ بجے شام کے میرے نزدیک بغیر کسی حکم کے انتشاری شروع ہوئی

اور کلدار ترکوں کے مٹھ پورٹ اٹلی پر کھول دئے گئے۔ جہاں کہہ ازمنی ترکوں کو قتل کر نیئے لڑ
لائے گئے۔ گولہ بادی کو روکنے کیلئے سخت کوشش عمل میں لائی گئی۔ وہ افسر جو
مشین گنوں پر مقرر ہیں۔ غیر حاضر تھے۔ انھوں نے بے نشانہ فائر کئے۔ اور یہ
اتفاق حسہ تھا۔ کہ کسی کا بال تک بیکانہ ہوا۔ زمین کے ایک پتے کے پیچھے آوازیں
سنائی دیتی تھیں۔ جو مدد کیلئے پکار رہی تھیں۔ مشین گنوں کے افسروں اور سپاہیوں
کے بیانات کے مطابق (جو مدد کو پہنچے) یہ آواز مجروحین اور سکتے ہوئے لوگوں
کی تھیں۔ انیسویں گھنٹے توپ کی آواز بند ہوئی۔ رات کے وقت آتشباری قتل و
خون۔ مدد کیلئے چیخ و پکار کے واقعات یکے بعد دیگرے واقع ہو رہے تھے۔ افسر کو
اپنی رپورٹ کے اخیر میں لکھتا ہے۔ کہ کرنل کی بندر پر پہنچے ترکوں پر فائر کئے اور
بندر کو فوراً آگ لگ گئی۔ رپورٹ مذکور سے ۱۱ یا دو ورٹ (روسی ورٹ
انگریزی ۲۱۶۶ گز کے برابر ہوتا ہے) کے فاصلے پر ایک بھاری بیڑی قائم تھی
سڑک پر موضع سری کامیکے تک صرف شہید ترکوں کی لاشیں دکھائی دیتی تھیں۔
صحن کالی پر سچا کموں کے سامنے اسٹی سے پچاسی ترک (تمام عمروں کے) خصوصاً
بوڑھے اسلحہ سے مار ڈالے گئے۔ جب کہ لاشوں کو ہجرت کیا گیا۔ جمہور بیڑیوں
کے صحن ترکی لاشوں سے بھرے پڑے تھے۔ (لنکی کاٹنڈ کمپنی نمبر ۹)

مندرجہ ذیل سرکاری اطلاع سلیٹیا کے واقعات کے متعلق
دولت عثمانیہ کا اعلان

ایسے وقت میں جب کہ ترکی کی قسمت کا فیصلہ کیا جانے والا ہے۔ بعض یہودہ
لوگوں نے ترکی کے متعلق نہایت مہمل اور غوغا برپا پھیلا رکھی ہیں۔ جس سے آشکارا
منشأ یہ ہے کہ ترکی قوم کو یورپ کی لغزوں میں ڈالیں کریں۔ اور دوسری غایت یہ
ہے کہ اس خبر کو پھیلا کر کہ ترکوں نے میں ہزار آرمینیوں کو قتل کر دیا ہے۔ کا لغزش
صلح پر اثر ڈالیں۔ سرکاری بیان میں یہ بیان کیا گیا ہے۔ کہ عیسائی آبادی پر کسی
قسم کے کوئی مظالم نہیں کئے گئے۔ البتہ علاقہ مارش میں جب عیسائیوں فی مسلمانوں کو

بے رحمی کے ساتھ قتل کرنا شروع کیا۔ تو ان دونوں کے مابین تصادم ضرور واقع ہوا۔ ذیل میں اسکے متعلق سرکاری رپورٹ کیجاتی ہے۔ جب برطانیوں نے اس مقام کو خالی کر دیا۔ تو فرانسیسی فوجی حکام نے مقام مندرجہ میں بہت سے آرمینوں کو بھرتی کر لیا۔ گنت کروڑوں لوگوں میں بالکل ہی ارسبی رکھے گئے تھے۔ چنانچہ گشتی سپاہی مسلمانوں کے غلہ میں اکثر گشت لگاتے پھرتے تھے۔ ان لوگوں نے گشت کے دوران میں اکثر ظلم و جبر کے واقعات کئے۔ اور ایسا کر بیٹے اسکاٹش مسلمان آبادی کی حیات کو نقصان پہنچاتا تھا۔ فرانسیسی حکام نے بھی اس قسم کی بیہودگیوں کو نواہوں کی سختی کے ساتھ سزا دینا ضروری سمجھا۔ مراش اور تیز اس علاقے کے دیگر دیہات میں ارسبی سپاہ نے مسلمان آبادی کے خلاف انتہائی جبر و تشدد سے کام لینا شروع کر دیا۔ اگر یہ وجود ان تکلیف دہ اثرات کے جو مسلمان آبادی پر اس محاملت و رویت سے پیدا ہوئے تھے۔ وہ ہر قسم کے جبر و تشدد سے باز رہے۔ اور انھوں نے اپنے دلی جذبات کا کسی پیرایہ میں مظاہرہ کرنا مناسب نہیں سمجھا۔

آرمینیوں نے فرانسیسیوں کو اس امر کا یقین دلایا تھا۔ کہ ترک فرانسیسی سپاہ پر ایک زبردست حملہ کرنے کے خیال میں ہیں۔ اور عیسائی آبادی کا قتل عام کرنا چاہتے ہیں۔ ان خیالات سے مرعوب و متاثر ہو کر فرانسیسی پولیٹیکل ایجنٹ نے مذکور بالا شک کی کوئی شہادت حاصل کئے بغیر قائم مقام گورنر کوشنر پولیس ایجنٹ کے حکم پر اور نیز شہر کے دیگر معززین کو گرفتار کر لیا۔ اسی کے ساتھ ایجنٹ موصوف کو گورنر ہاؤس پر بھی قبضہ کر لیا۔ اور اس مقام کی حکومت کو اپنے ہاتھ میں لینے کا اعلان کر دیا۔ ان ظالمانہ وجاہلہ کا رد دایوں سے متاثر ہو کر مراش کی کثیر اسلامی آبادی مقامی دکانوں کی سربراہی میں گورنمنٹ ہاؤس تک پہنچی۔ اور وہاں ہتھیار اٹھائے فرانسیسی گورنر سے آگے مقرر کردہ نیابت کو بار بار کرنے کی اجازت چاہی۔ وفد کے پیش کرنے کا منشاء یہ تھا۔ کہ وہ فرانسیسی گورنر کے سامنے اپنی خواہشات و شکایات پیش کرے۔

ان تمام جاہلانہ کارروائیوں کے برخلاف مسلمان مخالفانہ جذبات کو اظہار سے محترز رہے۔ لیکن اس سکوت کے باوجود ان پراسمینیوں نے گورنمنٹ ہاؤس سے کلدر توپوں اور رائفلوں کی یاٹ مارنا شروع کر دی۔ مجمع بلا کسی قسم کا مقابلہ کئے ہوئے واپس آگیا۔ لیکن آرمینوں نے مجمع کا پھیکا کیا۔ اور اسکو گھیر لیا۔ اسوقت تنگ آکر حالت مجبوری میں مجمع نے ڈھیلوں اور پتھروں سے حفاظت کرنی شروع کر دی۔ اسلئے کہ ان لوگوں کے پاس کسی قسم کے اسلحہ موجود نہ تھے البتہ اسکے بعد جب سول اور فوج دونوں محکموں کے آرمینوں نے ایک ساتھ آپر حملہ کیا۔ اسوقت مسلمانوں نے مجبور ہو کر اپنی حفاظت کیلئے مقابلہ کرنا شروع کیا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مسلمانوں کے محکموں پر گولے پھینکے جانے لگے۔ اس گولہ باری سے اکثر مچلتے بالکل خاکستر ہو گئے۔ اور سینکڑوں مسلمان اسکی آگ میں جل کر شہید ہو گئے۔ اور ایک عرصہ تک سڑکوں پر لڑائی کا سلسلہ قائم رہا۔ اور مسلمانوں کے مکانات پر ہر طرف سے آرمینوی سپاہ کا رعبہ تھا۔ ایسے ہی چند حملے خانہ بدوش گردوں اور عربوں پر بھی کئے گئے۔ چنانچہ ترکوں کی ایک قبیل جماعت اپنے ہم مذہب بھائیوں کو اس مصیبت سے چھڑانے کیلئے روانہ ہوئی یہ بالکل نکل ہوئی بات ہے۔ کہ جو بنی فرانسینی سپاہ نے اس مقام کو بالکل خالی کر دیا۔ اسی وقت وہاں امن قائم ہو گیا۔ اور اب اسی مقام پر آرمینوں کی جان و مال کا تحفظ وہی لوگ کر رہے ہیں۔ جن پر انھوں نے ایسے دشنام طریقہ پر حملے کئے تھے۔ فرانسیسی اور ارمنی مراش کے مصافات میں چلے گئے۔ جب آئے پاس مزید کمک پہنچ گئی۔ تو انھوں نے اسوقت اس مقام پر گولہ باری شروع کر دی۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ شہر کا ایک حصہ بالکل تباہ و برباد ہو گیا۔ عیسائیوں کے مکانات جلنے کی وجہ سے بھی گولہ باری ہے۔ جو بعد میں کی گئی تھی۔

مزید برآں مسلمانوں کے بعض دیہات کے متعلق بھی آرمینیوں کو یہ شک پیدا ہوا کہ مراش کی حفاظت میں حصہ لے رہے تھے۔ چنانچہ اس ہنگامہ سے

فراغت پا کر آرمینوں نے اس طرف توجہ کی۔ اور ان غریبوں پر طرح طرح کے مظالم کرنا شروع کر دیے۔ یہاں تک کہ قتل عام میں آنکھوں نے عورتوں اور بچوں تک کو پناہ نہیں دی۔ بلکہ ان کو بھی تہ تیغ کیا۔ ان واقعات کے دوران میں باشندگان مدلس ہر چار طرف سے گھرے ہوئے تھے۔ اور کل سلسلہ رسل و رسائل منقطع کر دیا گیا تھا۔ جس کا لازمی نتیجہ یہ تھا۔ کہ اسکی کثیر التعداد آبادی فاقوں سے مر گئی۔ اس سلسلہ میں یارمیا در کھنے کے قابل ہے۔ کہ اس علاقہ میں چوبیس ہزار ارمنی آباد تھے ان میں نصف سے زائد اس مقام کو چھوڑ کر زیریںوں اصلاحی میں چلے گئے تھے۔ اور یہی وجہ ہے کہ فرانسیسی حبوت اس مقام کو چھوڑنے لگے ہیں۔ تو وہ لوگ موجود نہ تھے۔ اس سے لوگوں نے یہ نتیجہ یہ نکالا۔ کہ مسلمانوں نے انہما قتل عام کر دیا۔ اس معاملہ کو پورے طور سے روشنی میں لانے کی غرض سے عثمانی گورنمنٹ نے یہ خواہش کی کہ ایک مشترکہ کمیشن کے ذریعہ سے ان واقعات کی باقاعدہ تحقیقات کرائی جائے۔ تاکہ سچے واقعات کو جنہیں خود مسلمان اسقدر ہولناک مظالم کا شکار بنائے گئے ہیں۔ کس قدر بڑھا چڑھا کر بیان کیا گیا ہے۔

مشہور و معروف شاعرہ اردو قوم پرست خاتون خالدہ ادیب خانم کا ایک مراسلہ ہمعصر اوٹ لک میں درج ہے۔ اس نیک نہاد خاتون نے اپنے ایک دوست کو لکھا ہے۔ یہ وہی وطن پرست خاتون ہے۔ جو اتحادیوں کے قبضہ قسطنطنیہ سے اپنی قومی عزت و عظمت کو خاک میں ملنے دیکھ کر سر بکف میدان جنگ میں نکل پڑی تھی۔ اور جو صرف دس یوم کے اندر قوم پرست فوج میں بارہ ہزار رنکروٹ بھرتی کر کے اناطولیہ میں مصطفیٰ کمال پاشا کی فوج جہاز سے جاملی تھی۔ اور جو آب اسوقت گورنمنٹ اناطولیہ میں وزیر تعلیمات کے عہدہ پر متمنا رہے۔ چنانچہ اس نے جنگ کی نوعیت اور اس کو اغراض و مقاصد سے بحث کرتے ہوئے لکھا ہے۔ کہ میں ہندوستان اور دیگر مقامات کے اپنے ہم مذہب بھائیوں اور یورپ کے سچے دلداران تہذیب کو کچھ

مختصر آدھ کارروائیاں تبادینا چاہتی ہوں۔ جو اتحادی قبضہ جنگ کے بعد سے عمل میں لائے ہیں۔ اسلئے کہ ترکی مصائب و مظالم کی کوئی آواز یورپ میں سننے نہیں دیکھی۔ یہ آواز نہ صرف سنسر کی حکمت عملیوں و قلم کے زبردست و آہنی سچے سے رد کیا گئی۔ بلکہ یونانیوں اور آرمینیوں کے جھوٹے و مبالغہ آمیز سپر و بیگنڈر کی کثرت اشاعت سے بھی اسکو نقصان پہنچایا گیا۔ اسکے آگے اُنھوں نے دکھایا ہے۔ کہ مسلمانانِ ترکی کو دوسرے مذہب و ملت کے لوگوں سے کوئی بغض و حسد نہیں ہے اور نہ وہ دیگر طبقوں اور فرقوں کے مقدس حقوق کو پامال کرنا چاہتے ہیں۔ اسکے بعد اُنھوں نے التوائے جنگ کی نوعیت سے بحث کرتے ہوئے یہ ظاہر کیا ہے کہ برطانیہ عظمیٰ نے شرائط التوائے جنگ کے خلاف قسطنطنیہ پر فوجی قبضہ کر لیا ہے حالانکہ ان شرائط کی رو سے اسکا یہ طرزِ عمل کسی طرح حق بجانب نہ تھا۔ آرمینیوں اور ترکوں کے تصادم سے بحث کرتے ہوئے محترم خاتون نے یہ دکھایا ہے کہ ترکوں اور آرمینیوں کے درمیان صدیوں سے اچھے تعلقات قائم تھے۔ لیکن روس کے سیاسی مفاد نے اسے نقصان پہنچایا۔ اسلئے کہ اسے ترکی کے عیسائیوں کی حفاظت کے بہانہ سے ترکی مشرقی صوبجات پر قبضہ کرنے کی غرض سے وہاں قتلِ عام شروع کر دیا۔ اور وہ لکھتی ہے کہ ترکوں اور یونانیوں کو اس باہمی قتلِ عام سے کچھ فائدہ حاصل نہیں ہوا۔ بلکہ فائدہ اٹھانے والے دوسرے ہی تھے۔ جو اشتعالِ لاکر الگ ہو گئے۔ جس کو آبِ دونوں محسوس کرتے ہیں۔ آگے چل کر اتحادیوں کی حکمت عملیوں اور زمانہ حال کی مدبرانہ چالوں کا انکشاف کرتے ہوئے اُنھوں نے لکھا ہے کہ آرمینیوں کے ہاتھ سے جتنے بے گناہ ترکوں نے جامِ شہادت پیا وہ اس وقت تک پردہِ خفا میں ہیں۔ حقیقت حال یہ ہے کہ ارمنستان میں کوئی ترکی گھر نہیں بچا۔ ہزاروں ترک جنہیں عورتیں اور بچے سب ہی شامل تھے۔ ظلم دیے رجی کے ساتھ قتل کئے گئے۔ اور اکثر انتہائی سفاکی کے ساتھ زندہ جلا دیئے گئے۔

نوجوانِ ترکی خواتین کا رس کے بازاروں میں فروخت کر دی گئیں! اور ہزاروں

ترک کی قیدیوں کو آرمینوں نے انتہائی بے دردی کے ساتھ قتل کر دیا۔ اور بوقت سینکڑوں ترک کی مواصلات تباہی اور بربادی کا ایک ڈھیر بنے ہوئے ہیں۔ وہ لکھتی ہیں کہ ارمنی سپاہی تلافی اسلحہ کے بہانہ سے کل ترک کی مکانات میں گھس گئے اور تقریباً ہر مکان میں انھوں نے قتل و غارتگری اور لوٹ شروع کر دی۔

مراش کے مصافات میں اور صوبہ کے دوسرے حصہ میں بیس ترک مواصلات بالکل تباہ ویرباد کر دئے گئے۔ مراش کا بھی ۲ حصہ آرمینوں نے بالکل غارت کر دیا۔ انتہا یہ ہے کہ لاچار عورتیں۔ اور معصوم بچے بھی گیس کے بموں سے قتل کئے گئے۔ جس مقام پر کابل دس یوم تک گیس اور بموں سے گولہ باری کی گئی۔ ہوا اس کے نقصانات کا اندازہ یورپ کے ماہرین جنگ بخوبی کر سکتے ہیں۔ اس جارحانہ طرز عمل نے وہاں کی آبادی میں جو جوش و خروش پیدا کر دیا تھا۔ اسی کا ناقص قتل عام رکھا گیا۔ اور ترک کے دوسرے حصوں پر مزید قبضہ کرنے اور ان کو انتہائی مظالم کا شکار بنانے کے لئے یہ بہانہ بنایا گیا۔ ان دل ہلا دینے والے واقعات کو پڑھ کر کوئی شخص بھی ایک لمحہ کے لئے اتحادیوں کے عدل انصاف پر بھروسہ کر سکتا ہے۔ اور ان وحشیانہ کارروائیوں کو معلوم کر کے کوئی بھی مصفا کی قلب کے ساتھ یہ کہنے کی جرأت کر سکتا ہے کہ اتحادیوں نے ترکوں کے ساتھ ویسا ہی سلوک کیا ہے جیسا دیگر شکست خوردہ طاقتوں کے ساتھ کیا گیا ہے ترک معذور و مجبور اشخاص کو نقصان پہنچانا مردی اور مردانگی کے خلاف سمجھتے ہیں چنانچہ اس نے سابقہ مضمون کے سلسلہ میں لکھا ہے کہ میں مہذب دنیا کی توجہ اس امر واقعہ کی طرف منطقت کرنا چاہتی ہوں۔ کہ یہی ارمنی سپاہی جو فرانسیسی افواج کی سپاہی کے بعد پیچھے رہ گئے تھے۔ اُنکے ساتھ ترکوں نے یہ برتاؤ کیا۔ کہ محض اُنکے اسلحہ کو اُن سے لینے کے بعد اُنکو بحفاظت تمام مشق قیدیوں کے رہنے کی اجازت دے دی۔ اور ان انتہائی مصائب و تکالیف کے دوران میں ترکوں نے ساڑھو چار سو ارمنی عورتوں اور بچوں کی حفاظت بھی کی۔ اور اُنکو کھانا بھی دیا۔ برعکس اسکے

لارڈ کرزن نے اپنی تقریر میں آرمینوں کے مظالم کا ان الفاظ میں اعتراف کیا ہے کہ گذشتہ چند ہفتہ میں اس حصہ دنیا کے آرمینی بھی بالکل چپ اور ساکت نہ رہے۔ جیسا کہ بعض لوگوں کا خیال ہوگا۔ میرے پاس اس وقت بعض ایسے کاغذات ہیں۔ جن سے ان وحشیانہ و فحشی مظالم کا اظہار ہوتا ہے۔ جو آرمینوں نے اشتعال و تحریک سے اس حصہ دنیا کے مسلمانوں پر کئے تھے۔

آگے چل کر وہ انتہائی صفائی اور نیک نیتی کے ساتھ کہتے ہیں کہ بہر حال گزری ہوئی بات کا ذکر ہی کیا۔ سچ ہے ترکی خواتین کی آبروریزی۔ ترکی شیرخوار بچوں کی خوں ریزی اور بڑے بڑے مواضعات کی تباہی یہ ایسی ہی بے وقعت چیزیں ہیں۔ جن کو تہذیب انسانی کے استاد اور عدل و انصاف کے علمبردار ایک ناقابلِ توجہ واقعات چیز سمجھ رہے ہیں۔ اور کیوں؟ محض اسلئے کہ وہ ترکی مسلمان ہیں لارڈ کرزن کے اس فقرہ سے مسلمانوں کے قلب پر جو زخم پہنچا ہے۔ وہ شاید کبھی مندمل نہ ہو سکے گا۔

یہ ماننا کہ ترکوں کے ماتحت آرمینی رہتے ہیں۔ اور آرمینیوں کے مظالم ایرانی مسلمانوں پر۔ آرمینیوں کو آنے والی بعض وعائد پیدا ہوا مگر بیچارے مسلمان ایرانیوں کے متعلق اُنکے دل میں کیوں کدورت اور دشمنی پیدا ہوئی۔ کہ وہ بھی ظالم آرمینوں کے ہاتھ سے محفوظ نہ رہ سکے۔ صرف وجہ یہی تھی کہ وہ بھی مسلمان ہیں۔

باوجود اسکے کہ سلطنت ایران آرمینوں کے ساتھ ہمیشہ کمال مہربانی اور حسن سلوک کا برتاؤ کرتی رہی ہے۔ اور آرمینی اور مسلمانوں کے درمیان تقاریر مسائل پیش آجانے کی صورت میں ہر وقت کامل بے طرفی اختیار کرتی۔ اور حکام سلطنت ایران تقاضا میں آرمینی رعایا کی حفاظت و حمایت مسلمان رعایا کی مانند کرتے رہے ہیں۔ اور حقیقت سرزمین طہران تنہا لمجا و پناہ گاہ آرمینوں کی شمار کی جاتی ہے۔ اور ہر طرف انتہائی مہربانی اور نرمی آنکھ سے ساتھ روا رکھی جاتی تھی۔

ان تمام مراعات کے باوجود ارسینوں نے قلمرو عثمانیہ اور قفقاز میں بربریت اور جاہلانہ تعصب کے ساتھ خونریزی اور قتل و غارت شروع کر دیا۔ اور ایرانیوں - اور قفقازیوں میں کچھ بھی تفریق نہیں سی۔ اس سلسلہ میں ہزاروں ایرانی رعایا کو جو آرمینیا میں مقیم تھے۔ طرح طرح مصائب و آلام کا تختہ مشق بنایا گیا۔ ایک گروہ بے رحمی کے ساتھ تلوار کے گھاٹ اُتارا گیا۔ بغنیۃ السیف اپنے مال و متاع اور علاقہ جات کو چھوڑ کر اپنی جانیں بچانے کیلئے وہاں سے بھاگ نکلے۔ حکام ایران نے ہمیشہ اس قسم کے ناگوار واقعات کے رونا ہونے پر اعتراضی یادداشتیں حکومت آرمینیا کو روانہ کیں۔ مگر چونکہ ارسینوں کو اطمینان ہے کہ سلطنت ایران ہی رعایا کے حقوق کی حفاظت کیلئے کسی وقت علی پیش قدمی نہیں کریگی۔ اسیلئے انھوں نے کوئی توجہ نہیں کی۔ اور صرف ظاہری اظہار انوس پر قناعت کی۔ انھوں نے اپنے سلسلہ مظالم کو استغدر و سحت دی کہ آرمینیا مسلم رعایا سے تقریباً خالی ہو گیا۔ اور شہر ایرلان جمیں پہلے کہ از کم بیس ہزار ایرانی رعایا تھی۔ آج اُنکا شمار ایک ہزار تک بھی نہیں پہنچا۔

مقام قارص کے باشندے جو کہ تمام مسلمان اور ایرانی مہاجرین سے تھے انہیں حکام آرمینیا کی طرف سے استغدر و سحتیاں اور قہدیاں کی گئیں کہ وہ سب کے سب اپنے گھروں کو چھوڑ کر واپس آ گئے۔

چند ماہ قبل قارص کے آٹھ گاؤں جنہیں تمام ایرانی مہاجرین تھے۔ ان کی حمایت کے بارہ میں ایرانی قونصل جنرل نے حکومت آرمینیا کو متنبہ کر کے ان کو امن و آسائش کا مطالبہ کیا۔ اسکے بعد قارص کی کونسل نے ایرانی فورس ان گاؤں کے بالائی حصوں میں بھیج دی تاکہ ارمینی حملوں سے وہ محفوظ رہیں۔ اس پر بھی حکام آرمینیا شس سے مس نہ ہوئے۔ باشندوں کی مشکلات میں روز بروز اضافہ ہوتا گیا۔ اور پے درپے قتل و غارت کی وارداتیں ہوتی رہیں۔ اسی وجہ سے ان مقامات کے اکثر باشندے اپنی جائداد و املاک چھوڑ کر سخت جاڑے اور شدید برفت باری کے زمانہ میں وہاں سے روانہ ہو گئے۔ جو وقت ان واقعات کی خبر

ایران پہنچی تو فوراً ایک تار آرمینیا کے وزیر خارجہ کے نام روانہ کیا گیا۔ اور حکام آرمینیا کی ان پیش پیشیوں پر اعتراض کرتے ہوئے اُسکے اشد اذیتا قاضہ کیا لیکن وزیر خارجہ نے جواب دیتے ہوئے سارے الزامات باشندگان موصفا قارص کے سرخو پے کہ وہ حکومت کے مقابلہ اور مخالفت کے درپے تھے۔

ان آخری ایام میں جب کہ حکومت آذربائیجان اور آرمینیا کے مابین جنگ چھڑی۔ اور طرفین سے فوجی قوت کا پرزور طریقہ میں مظاہرہ ہوا۔ آرمینیا نے سرزمین قارص کو مسلمانوں سے پاک کرنے کا موقعہ پا کر تمام دیہاتوں کو جنہیں مسلمان آباد تھے۔ اپنی فوجی طاقت اور توپ خانہ کے زور سے ویران کر دیا اور قتل و غارت کا کوئی دقیقہ اٹھانا نہیں رکھا۔ جو لوگ جان بچا سکے وہ نہایت بے کسی و بے بسی اور فاقہ کشی کی حالت میں اپنے فرزندوں کو ساتھ لئے ہوئے برف اور جاڑوں کی سختیوں کو جھیلے ہوئے گرجستان اور آذربائیجان میں پناہ گزین ہوئے۔ اور کچھ لوگوں نے راستہ ہی میں معائب سہتے سہتے پیام اجل کو لبیک کہا۔ حیرت ہے کہ ارمنی باوجود اپنے مظالم اور غور ریزیوں کے مسلسل ہتھیار و رسائل اور وفود کے ذریعہ اپنی مظلومیت و بے گناہی اور مسلمانوں کی مفروضہ و حشیدہ حرکات اور دست درازلیوں کا دول یورپ کے سامنے اظہار کرتے رہے اور لطف یہ ہے کہ دول یورپ بھی ان ہیچودہ اور غلط اور مفروضہ پردہ گندہ پر اعتبار کر کے انکی تائید و حمایت پر ہر طرح کمر بستہ نظر آتیں۔ اور نرکوں کے خلاف زہر انگلیتیں۔ لیکن خود آرمینیوں کی شرمناک حرکتوں اور آنکھ خونناک مظالم کی طرف کوئی توجہ نہیں کرتا تھا۔ کہ انھوں نے کس قسم کی بے رحمانہ سفاکی اور شرورہ پیشی سے بے بس و بے کس مسلمانوں پر ظلم و ستم ڈھائے۔

مصطفیٰ کمال شاہ

اٹھارے معرکہ فرانس

جنگ یورپ کے دوران میں برطانیہ نے ایک فرانس کی حکمرانری شام میں طرف تو معاہدہ عربوں سے کیا۔ اور دوسری طرف فرانس سے۔ عربوں سے تو یہ قول و قرار ہوا کہ صلح کے بعد عربوں کو ترکی کے قبضہ سے آزاد کر کے اپنی ایک علیحدہ خود مختار سلطنت قائم کر دیا جائے گی۔ جس میں علاقہ شام بھی شامل ہو گا۔ اور فرانس سے یہ عہد تھا کہ شام کا علاقہ ترکی کی حکومت کو چھین کر فرانس کو دیا جائے گا۔ جس وقت جنگ بند ہو گئی۔ اور صلح کا فرانس کا افتقاد ہوا۔ اور سٹولسن کے اصولوں کے مطابق اقوام عالم کی آزادی کا مسئلہ سمجھا۔ تو اس وقت عربوں نے بھی اس معاہدے کو برطانیہ کے گوش گزار کیا چنانچہ جرمنی سے صلح ہو گئی۔ آسٹریا اور بلغاریہ کا بھی تعفیہ ہو گیا۔ مگر ترکی نے فیصلہ ابھی متعلق تھا۔ فیصلہ کرنے سے پہلے اتحادیوں نے ترکی کی قطع و برید شروع کر دی۔ اس قطع و برید میں سمرنا اور تھریس یونان کو دیا گیا۔ علاقہ شام فرانس کے حوالہ کیا گیا۔ تب ان دو متضاد معاہدوں کا راز منکشف ہوا۔ عربوں نے جب دیکھا کہ برطانیہ اپنے اقرار کے برعکس علاقہ شام فرانس کو دے رہا ہے۔ تو وہ نہایت چین بہ چین ہوئے۔ شور مچا دیا۔ فرانس کو بھی عربوں کے اس غصہ

معاہدہ کا پتہ لگا۔ یڈلٹی کا عالم غالب ہو گیا۔ فرانس نے اس بات پر زور دینا شروع کیا۔ کہ جس قدر جلد ممکن ہو سکے شام کے علاقہ پر قبضہ کر لیا جائے۔ مگر ادھر عربوں کی یادداشتیں برطانیہ کے پاس متواتر آتی تھیں۔ اب برطانیہ کو یہ سوچ پڑی کہ کیا جائے۔ برطانیہ نہ تو عربوں کو ہی کچھ جواب دیتا تھا۔ اور نہ فرانس کا بھی شام کے علاقہ میں قبضہ ہونے دیا۔ جس کا یہ نتیجہ ہوا۔ کہ فرانس اور برطانیہ کے درمیان کدورت پیدا ہو گئی۔ فرانس میں برطانیہ کے برخلاف عام بدظنیاں پھیلنی شروع ہو گئیں۔ اخبارات نے زہر آگھنے شروع کر دیے۔ اور قریب تھا کہ اتحاد ٹلنا شروع میں فرق آجائے۔ برطانیہ نے یہی بہتر سمجھا کہ فرانس سے سلسلہ اتحاد منقطع نہیں ہونا چاہیے۔ چنانچہ اس مقصد کو مضبوط کرنے کیلئے وزیر اعظم برطانیہ مسٹر لارڈ جانج ۱۹۱۹ء کے انجام میں فرانس تشریف لیگے۔ جہاں مسٹر ایم کلینٹن سے اس بات پر گفتگو ہوئی۔ ادھر جنرل الدبائی بھی شام سے فرانس میں آئے۔ تاکہ گورنمنٹ برطانیہ کو یہی مشورہ دیں کہ شام کی حکمرانری فرانس کے حوالے کر دی جائے۔ پس اس گفتگو کا یہ نتیجہ ہوا۔ کہ فرانس اور برطانیہ کے درمیان بہتر اغراض پر سمجھوتا ہو گیا۔ اور شام کی حکمرانری عربوں کے حیح و بچار کے باوجود بھی فرانس کے حوالے کر دی گئی۔ جس کا بعد ازاں اعلان علی الاعلان ہو گیا۔ چنانچہ نومبر ۱۹۱۹ء میں فرانس کی فوجیں شام کے علاقہ میں چلی گئیں اور جنرل الدبائی سے اس علاقہ کا چارج لے کر مسلط ہو گئیں۔

فرانسیسیوں سے لڑائی

فرانس نے اس طرح علاقہ شام کو اپنے قبضہ میں کر لیا۔ استحکامات بھی قائم کر لئے۔ مگر فرانس کو چین سے بٹھینا نصیب نہ ہوا۔ کیونکہ ایک طرف تو عرب اس قبضہ پر غیر مطمئن تھے۔ دوسری جانب ترکان احرار اپنے اقتدار کو قائم کرنے کیلئے جدوجہد کر رہے تھے۔ پس علاقہ شام میں فرانسیسیوں کے ماتحت حالت تسلی بخش قائم نہ ہو سکی۔ جو دن آتا تھا۔ وہ بد سے بدتر آتا تھا۔ آہستہ آہستہ حالت زیادہ نازک اور خطرناک

ہوتی گئی۔ زیادہ تر ترکانِ احرار کے ہاتھوں فرانس کو تکلیف اٹھانی پڑی۔ آپ پیچھے پڑھ آئے ہیں۔ کہ آرمینیا کی چرخ و پکار پر صلح کا فرانس نے یہ تجویز پاس کی کہ فرانس ایک معقول فوجی مہم آرمینیا کی امداد کیلئے روانہ کرے جس میں برطانوی افواج بھی حسب ضرورت امداد کریں۔ چنانچہ اس تجویز کے مطابق فرانس نے اپنی فوجوں کو آرمینیا کی حمایت میں سلیشیا کے میدان میں روانہ کیا۔ تاکہ ترکوں کو قرار واقعی سزا دے کر ارمینوں کی جاں بخشی کرائی جائے۔ گویا کہ فرانس نے اپنے آپ کو مصیبت میں ڈالنے کے لئے ایک اور درجہ اپنے ذمہ لے لی۔ پہلی وجہ تو علاقہ شام پر قبضہ کرنے کی تھی۔ اور دوسری ارمینوں کی حمایت میں ترکوں کے خلاف نبرد آزمائی تھی۔ چنانچہ ترکوں اور فرانس کے درمیان بھی طرح جنگ پیدا ہو گئی۔ صلح کا فرانس کے احکام کے مطابق فرانس نے اپنی افواج کو آرمینیا کی حمایت میں ترکانِ احرار کے خلاف میدانِ جنگ میں روانہ کر دیا۔ مقام سلیشیا میدانِ جنگ تھا۔ اس وقت زیادہ اہم اور نازک مقام سلیشیا میں اسکندرونہ کا علاقہ تھا۔ جہاں قوم پرستوں اور فرانسیسیوں کے درمیان حالت کش مکش پیدا ہو گئی۔ یہاں فرانسیسی قلعہ گیر فوج کی تعداد کم تھی۔ اور ترکانِ احرار کی افواج زیادہ تھیں۔ لیکن اورنہ اور مرسینا میں فرانسیسی فوج انتظام قائم رکھنے کیلئے کافی تھی۔ ۴ اپریل ۱۹۱۵ء کو لنڈن سے خبر آئی کہ سلیشیا میں عیسائی آبادی خطرے میں ہے۔ ترک اورنہ، طاریس، اور مرسینا کو دھمکی دے رہے ہیں۔ اور آرمینیا کے والینٹیر جمع ہو رہے ہیں۔

عین تاب جو حلب اور مراش کے درمیان واقع ہے۔ ترکوں کے محاصرے میں دو ماہ تک رہا۔ لیکن فرانس کی نوآبادی کی فوج نے ایک سخت مقابلے کے بعد اس شہر کو رہائی دلائی۔ اس جنگ میں ایک ہزار ترک کام آئے۔ اور باقی ہندو شہر گئے۔

۲۳ اپریل ۱۹۱۷ء کو دجلہ اور فرات کے درمیان فرانسیسیوں کی انتہائی چوکی کو جوارفہ کے مقام پر قائم تھی۔ اور جہاں ایک فرانسیسی پیدل پلٹن اور سوارہ متین تھا۔ مصطفیٰ کمال پاشا کی فوجوں نے گھیر لیا۔ بعد ازاں کثیر التعداد ترکی فوج فرانسیسیوں پر حملہ آور ہوئی۔ ترکوں کا بیان ہے کہ اس حملے میں فرانسیسیوں کی فوج دو حصوں میں منقسم ہو گئی۔ یعنی ایک حصہ تو شہر میں رہ گیا۔ اور باقی حصہ غالباً رائے تک پہنچ گیا۔

مصطفیٰ کمال پاشا کی فوج نے بغداد ریلوے کو درہ سلیمان کے شمال اور جنوب میں جنگ کے بعد کاٹ ڈالا۔ دوسری جانب مصطفیٰ کمال کی حیثیت آورہ اور سرسین کے اضلاع میں بھی سرگرم عمل رہی۔ ارفہ کی لڑائی میں فرانسیسیوں کو شدید نقصان اٹھانا پڑا۔ اور سوائے عارضی صلح کے ان کو اور کوئی چارہ کار نہ رہا۔ آخر پہنچائی صلح ترکوں اور فرانسیسیوں کے درمیان قائم ہوئی۔ اور اس صلح کی رو سے فرانسیسیوں نے ارفہ ترکوں کو دیدیا۔ جنگ ارفہ میں فرانسیسیوں کا نقصان کل فوج کا ایک حصہ ہوا۔ جسکی تعداد سات سو تھی۔ اس میں دو گورہ کمپنیاں اور باقی سینگال کے باشندے شامل تھے۔

جنگ ارفہ کی مزید تفصیل یہ ہے کہ ارفہ کی ۶۱ یوم کی ناکہ بندی کے بعد ترکوں نے فرانسیسی محصور فوج کو جس کے افسر فرانسیسی تھے۔ جنگی اعزاز کے ساتھ بمہ سامان اسلحہ برقیق کی طرف نکل جانے کی اجازت دی۔ پس وہ ارفہ سے چلے گئے۔ چونکہ ان کے جانور بہت تنگے ماندے تھے۔ اسلئے وہ بہت دُور نہ گئے ہوئے۔ کہ دو ہزار محبت وطن کردوں اور عربوں نے ان پر لویش کر دی اور تمام دسے کو اطاعت قبول کر لینے پر مجبور کیا۔ اس کے بعد باقاعدہ ترکی فوج موقع پر پہنچ گئی۔ اور اس نے پیمانہ گان کو اپنی تحویل میں لیا۔ جسکی تعداد اکیسویں ارفہ اور عین تاب کی لڑائیوں میں فرانسیسیوں نے قوم پرستوں کے ہاتھوں سخت ہزیمتیں اٹھائیں۔ جسکی بنا پر فرانسیسی پشیمان تھے

التو لے جنگ

۵ ارمی ۱۹۲۱ء کو مصطفیٰ کمال پاشا سے التوائے جنگ کی خواہش ظاہر کی اس کے جواب میں مصطفیٰ کمال پاشا نے ذیل کی شرائط پیش کیں۔

- ۱۔ تمام ارمی فوجیں حائل کر دی جائیں۔
- ۲۔ تمام ارمی باشندے بے ہتھیار کر دیے جائیں۔
- ۳۔ علاقہ اطنے وغیرہ بالکل خالی کر دیا جائے۔
- ۴۔ التوائے جنگ کی مدت پندرہ دن تک رہے۔
- فرانسیسی سپہ سالار نے ان شرائط کو منظور کر لیا۔

جب یہ سعاد التوائے جنگ ختم ہو گئی۔ تو متجاہمین میں پھر دوبارہ جنگ کا آغاز ہوا
 ماہ جون ۱۹۲۱ء میں فرانسیسی سپاہ نے ترکان احرار کے

دوبارہ جنگ کا آغاز

گردہوں کو جو بحیرہ اسود کے ساحل پر درجول داغ کی کوئلہ کی کانوں کے باشندوں پر حملہ آور ہوئے تھے پیچھے ہٹا دیا۔ طرفین کے بہت آدمی مقتول و مجروح ہوئے۔ فرانسیسی قلعہ گیر فوج کی کمک کیلئے مزید فوج آگئی۔

قوم پرستوں نے مرسینا پر بھی حملہ کر دیا۔ اس حملہ کے جواب میں فرانسیسی فوج نے جو بندرگاہ میں مقیم تھی۔ ترکوں پر گولہ باری شروع کر دی۔ قوم پرستوں نے سلینیا میں ایک فرانسیسی پلٹن گرفتار کر لی۔ اس گرفتاری کے متعلق اخبار میس نے لکھا۔ کہ اس گرفتار شدہ فوج نے پہلے باز لٹھی پر قبضہ کیا۔ جو اورینہ کو ۵۵ میل شمال مغرب کی جانب واقع ہے۔ فرانسیسی فوج نے باقاعدہ کوچ کر کے ہوئے اپنے لئے راستہ نکال لیا۔ لیکن جب وہ اورینہ سے بارہ میل کے فاصلہ پر رہ گئی۔ تو سامان حرب کی کمی کی وجہ سے ہتھیار رکھ دینے پر مجبور ہو گئی۔

مشروع اگست ۱۹۲۱ء میں فرانسیسی فوج نے ترکان احرار کی ایک بڑی فوج کو میدجی کے مقام پر بڑی طرح شکست دی۔ اس لڑائی میں ترکوں کے پاس بہت سی توپیں تھیں۔ اور بہت جوش اور دلیری سے لڑے۔ فرانسیسیوں سنگینوں سے چھ چھلے کئے۔ چار سو قوم پرست ہلاک اور دوسو سپاس گرفتار ہوئے۔

ان اسیران میں ایک جرمنی افسر بھی تھا۔ چھ سو بندو قیں بطور مال غنیمت فرانسیسیوں کے ہاتھ آئیں۔

اس کے بعد چھوٹی ٹھچھوٹی لڑائیاں ترکوں اور فرانسیسیوں کے درمیان ہوتی رہیں۔ دسمبر ۱۹۱۲ء کو مقام غناکیرہ سے چالیس میل جنوب و مشرق کی جانب فرانسیسیوں اور ترکوں کے درمیان ایک بڑی بھاری جنگ ہوئی۔ جس میں فرانسیسیوں نے شکست فاش کھائی۔ ترک حملہ آوروں نے بہت سا سامان حرب اور قیدی گرفتار کئے۔ اور ہزاروں فرانسیسی قتل ہوئے۔ اخبار طان اس جنگ کے متعلق ہلکے سے رنگ میں لکھتا ہے۔ کہ فرانسیسیوں کے ایک ہرسالہ پر جبکہ پاس کلد آ تو میں حقیقتیں ترکوں کے ایک طاقتور رسالے نے آئینہ اور عین تاب سے بڑھ کر حملہ کیا اس سخت معرکہ کا یہ نتیجہ ہوا۔ کہ ترک فتحیاب ہوئے۔ کچھ قیدی اور سامان حرب بچو قبضہ میں آیا۔ اور کچھ فرانسیسی اس معرکہ میں کام آئے۔ لیکن فرانسیسی حکومت کی طرف سے اس جنگ کے متعلق کوئی اطلاع موصول نہ ہوئی۔ اخبار مذکور نے لکھا ہے کہ گورنمنٹ کو اس واقعہ کی فوراً تشریح کرنی چاہیے۔ یہ کیونکر ممکن تھا کہ ایک ترک سپاہ خالص عرب علاقے میں داخل ہو جائے۔ اور پھر فرانسیسیوں پر حملہ کر دے۔ چنانچہ پیرس سے ۱۴ دسمبر ۱۹۱۲ء کو اس شکست کے مزید تفصیلی حالات موصول ہوئے۔ جس میں لکھا تھا کہ فرانسیسی دستہ کو شکست ہوئی۔ جس کے پاس میدانی توپیں بھی تھیں۔ فرانس کے کچھ آدمی قتل ہوئے۔ جن میں ایک افسر بھی تھا۔ چالیس سپاہی ترخمی ہوئے۔ دو توپیں بھی ترکوں کے ہاتھ آئیں۔ جس ترک رسالہ سے مقابلہ ہوا وہ شاید عین تاب کے پہاڑی علاقوں سے آیا تھا۔ شام کے باغی عربوں نے بھی ترکوں کی امداد کی۔ ابھی تک شام کے اس علاقہ پر فرانسیسیوں کا قبضہ پورے طور پر نہیں ہوا۔ نیز یہ بھی بیان کیا گیا تھا۔ کہ حسیہ القصر کے مقام پر ایک دوسری فرانسیسی چوکی پر بھی حملہ ہوا۔ غالباً حملہ آور فوج وہی تھی جس نے فرانسیسی دستہ کو پہلے شکست دی تھی۔ حلب سے مزید فرانسیسی فوجیں اس غرض سے روانہ

کی گئیں۔ کہ وہ ترکوں کی واپسی منقطع کر دیں۔ فرانسیسی اخبارات مصطفیٰ کمال کی بڑھتی ہوئی قوتِ ظفر موج کو دیکھ کر گھبرا گئیں۔ اور فرانسیسیوں نے ان محکروں میں نقصان مالی اور جانی پیشا برداشت کیا۔ جس سبب سے اس بات پر زور دیا کہ اب فوراً ہی مصطفیٰ کمال پاشا سے صلح کی سلسلہ جبانی شروع کرنی چاہئے اور ان تارکِ موقعوں سے فرانسیسی افواج کو واپس بلا لینا چاہئے۔

اللہ تعالیٰ نے ترکوں کو ایک اور دشمن سے مخلصی دی اور

فرانسیسی جنگ کا خاتمہ

کامیابی اور نصرت کا جھنڈا ان کے سر پر لہرائے لگا۔ جب خدا کسی قوم کی کامیابی کے دن لاتا ہے۔ تو پھر دشمن بھی دوست پہناتے ہیں۔ ترکانِ احرار کی ابھی چند ہی فرہیں فرانسیسی افواج پر پڑی تھیں۔ جنہوں نے انکے چھکے چھپرے اڑے۔ اور مقابلے کی تاب نہ لا کر صلح پر مائل ہوئے۔ ایک دفعہ تو اُٹمنوں نے پہلے ہنگامی صلح قائم کی۔ اور پھر تازہ ہو کر لڑائی کے لئے آمادہ ہوئے۔ اُنکے خیال تھا۔ کہ تازہ دم ہو کر اور جیت کو جمع کر کے سلینیا پر قبضہ مضبوطی سے جم جائے گا۔ اور ترکانِ احرار کو بھاگنے کا راستہ نہ ملیگا۔ مگر مصطفیٰ کمال کے پے پے کے ہاتھ تھے۔ اُٹمنوں نے اُنکو وہ سبق دیا۔ کہ خود اُنکو بھاگتے راہ نہ ملی۔ آخر فرانس میں فرانسیسی افواج کی شکست اور نوزیزی پر شور وادولہا برپا ہو گیا۔ اور یہی بہتر خیال کیا گیا کہ سلینیا کے قبضہ کو چھوڑ کر فرانسیسی افواج کو واپس بلا لینا بہتر ہے۔ تاکہ ان کو موت کے گرم بازار سے بچات حاصل ہو۔ پس ۲۱ دسمبر ۱۹۱۸ء کو فرانسیسی وزیر اعظم نے مالی کمیشن کے سامنے ایک تقریر کی۔ جس میں اُس نے بیان کیا۔ کہ گورنمنٹ ایٹا نے کوچک میں سلینیا کا علاقہ خالی کر دینا چاہتی ہے۔ اسلئے وہ مصطفیٰ کمال پاشا اور ترکی سے اس امر کی ضمانت لے گی کہ اس علاقہ کے آرمینیوں کو کچھ نقصان نہ پہنچے گا کمیشن نے گورنمنٹ کی اس پالیسی کی تائید کی بعد ازاں شام اور سلینیا کو مصافحہ دھڑ پاس کر دیا۔ پس اس طرح سے فرانسیسیوں اور قوم پرستوں کی جنگ کا خاتمہ ہوا

اور قوم پرستوں نے بھی اپنے دودشمنوں سے نجات حاصل کی۔ یعنی آرمینیا اور فرانس سے۔

یہ فلک کجروی کا عادی ہے۔ نہیں چاہتا کہ انسانوں کو درمیان معاہدہ صلح [معاہدہ صلح] اتحاد و اتفاق ہو۔ اور دنیا امن و امان سے زندگی بسر کرے نہ کہوں اور فرانسیسیوں کے درمیان معاہدے کی صورت پیدا تو ہو گئی۔ مگر روڑے اٹھانے والے بھی ہمارے تھے۔ فرانسیسیوں کو پھسلانے کے لئے کوشش ہوتی رہی۔ مگر آنکھو شکستیں یاد تھیں۔ جو آنکھو صلح کرنے پر مجبور کرتی تھیں اگرچہ ترکوں اور فرانسیسیوں کے درمیان فرو آزمائی ۱۹۲۰ء کے انجام میں ختم ہو گئی لیکن بعد ازاں بہت عرصہ دراز تک طرفین میں بات چیت ہوتی رہی بشرط صلح طرفین میں تیار ہوئیں۔ حکومت فرانس نے ۱۴ اپریل ۱۹۲۱ء کو پیش شرائط برطانوی سفیر متیم فرانس کے حوالہ کیں۔ تاکہ برطانیہ بھی ان شرائط پر غور و خوض کرے۔ اور اگر کوئی ترمیم یا تبدیلی کرتی ہو تو دستخط ہونے سے پہلے یہ شرائط مکمل ہو جائیں۔

بالآخر کافی اطمینان کے بعد طرفین نے شرائط صلح پیش کیں۔ اور غور و خوض کے بعد معاہدہ صلح تیار ہوا۔ جس پر حکومت انگلستان اور حکومت فرانس نے ۲۴ اکتوبر ۱۹۲۱ء کو دستخط ثبت کر دئے۔ شکریہ ہے کہ غازی مصطفیٰ کمال پاشا کی تلوار نے وہ کرد کیا جسکی توقع نہ تھی۔ یہ معاہدہ ترکان احرار کیلئے نیک فال ہے۔ اور امید ہے کہ جس طرح ہم فرانسیسی اور ترک معاہدے کی خوشخبری سنارے ہیں اسی قسم کا مزید اتحادیوں کی طرف سے بھی سنا جائے گا۔ وہ معاہدہ جو فرانس اور ترکی کے درمیان قرار پایا۔ حسب ذیل ہے۔ امید ہے کہ ناظرین کرام اس معاہدہ کی ایک ایک شرط کو بغور پڑھیں گے۔ اور احرار ترکوں کیلئے بشارت کبریٰ سمجھیں گے۔

۱۔ طرفین نے اقرار کیا کہ اس معاہدہ پر دستخط ہوتے ہی جو جنگ

ترکی اور فرانس میں عرصہ سے جاری تھی وہ ختم ہو گئی۔ تمام فوجوں۔ انتظامی حکام اور باشندوں کو فوراً اس صلح نامہ کی خبر دی جائے۔

۲۔ جابین کو لازم ہے کہ تمام جنگی اور دیگر قسم کے قیدیوں کو خواہ فرانسیزی ہوں یا ترکی فوراً رہا کر دیا جائے۔ اور ان قیدیوں کو گرفتار کرنیوالی حکومت اپنے خرچ سے ان مقامات پر پہنچا دے۔ جو اس مقصد کے لئے تجویز ہوں۔ اس شرط کا نفاذ تمام قیدیوں پر ہوگا۔ خواہ وہ کسی تاریخ میں بھی کیوں نہ گرفتار ہوئے ہوں۔

۳۔ جو شرط ہمیشہ میں قائم کر دی گئی ہے۔ فرانسیزی فوجیں اس حد کے جنوب میں اور ترکی فوجیں اس حد کے شمال میں ہٹ آئیں۔ اس کام کو معاہدہ پر دستخط ہونے کے وقت سے دو مہینے کے اندر ہو جانا چاہئے۔

۴۔ دونوں طاقتوں کا ایک مشترکہ فوجی کمیشن طے کر لیا جائے۔ جو مقبوضات اور مقامات خالی کئے جائیں۔ اسکا تحلیلہ کی طرح ہو۔

۵۔ دونوں طاقتوں پر لازم ہوگا۔ کہ خالی کئے ہوئے مقام پر قبضہ کرتے ہی ایک اعلان کے ذریعہ سے بتا دیں۔ کہ تمام گزشتہ جرائم معاف کر دئے گئے ہیں۔ اور سب کو کامل آزادی دی گئی ہے۔

۶۔ حکومت انگورہ اعلان کرتی ہے۔ کہ ممالک مقبوضہ میں چھوٹی چھوٹی قوموں کے حقوق کو صدمہ نہ پہنچ سکے گا۔

۷۔ اسکندریہ کے منہج میں ایک خاص انتظامی حکومت قائم کی جائے گی۔ ترکی اہل باشندوں کو نئی قوم کے تمام ذرائع بہم پہنچائے جائیں گے۔ اور سرکاری زبان ترکی رکھی جائے گی۔

۸۔ جس حد کا شرط نمبر ۳ میں ذکر ہوا اس کی تفصیل حسب ذیل ہے۔ یہ حد خلیج سکندریہ سے شروع ہو کر پاپاز کے جنوب میں ہوتی ہوئی میدان قبیس کی طرف جائیگی (ریلوے اسٹیشن اور شہر شام کی حدود میں رہیں گے) یہاں سے

شمال مشرق کی طرف بڑھے گی۔ تاکہ ضلع مارٹوا فرانس کی حدود میں رہے۔ اور ضلع قرناہ اور شہر قلنس تر کی سلطنت میں آجائے۔ اس طرح یہ حد خلیج چوپان کے قریب ریل کی سڑک سے مل جائے گی۔ اسکے بعد یہ حد بغداد ریلوے تک کھینچی جائے گی۔ اسی طرح نصیبین تک جو ریلوے ہے۔ وہ ترکوں کی حدود میں رہے گی۔ یہاں سے نصیبین اور جزیرہ ابن عمر سے ہوتی ہوئی دریا ئے دجلہ سے جا ملیگی۔ نصیبین اور جزیرہ ابن عمر کے درمیان کی سڑک بھی ترکوں کی ہوگی۔ مگر دونوں ملکوں کو یہ سڑک استعمال کرنے کے لئے برابر کے حقوق حاصل ہونگے۔ خلیج چوپان اور نصیبین کے درمیان جتنے سٹیشن ہیں وہ ترکوں کے ہونگے۔ تاکہ ترک خلیج چوپان اور نصیبین کے درمیان ریلوے بنا سکیں۔ اس معاہدہ پر دستخط ہونے کے بعد ایک ماہ کے اندر دونوں طاقتوں کا ایک مشترکہ کمیشن اس لئے مقرر ہوگا۔ کہ اس حد کو پیمائش وغیرہ کر کے معین کر دے۔ یہ کمیشن ایک ماہ کے اندر ہی اپنا کام شروع کر دیگی۔

۹۔ سلطان عثمان جو سلطنت بنی عثمان کے بانی تھے۔ اس کے دادا کا مقبرہ جس کو ترک سکاری کہتے ہیں۔ اور جو جبل کلیسی پر واقع ہے۔ مستعلقہ ممالک کے ترکوں کے قبضہ میں جائے گا۔ ترک وہاں محافظ فوج رکھ سکیں گے۔ اور ترکی جھنڈا بھی وہاں نصب ہوگا۔

۱۰۔ بیر لظائن اور نصیبین کے درمیان بغداد ریلوے کا جتنا حصہ ہے۔ اور جو ریل کی شاخیں حد تک کی ولایت میں ہیں۔ ان پر فرانسیسی کمپنیوں کو ٹھیکہ۔ اور تعمیرات وغیرہ کے حقوق حاصل ہونگے۔ خصوصاً مسافروں سے جو کرایہ وصول ہوگا اسیں فرانسیسیوں کا حصہ ہو سکتا ہے۔ ترک کو حق ہوگا۔ کہ میدان قبیس اور خلیج چوپان کے درمیان اپنی فوجوں کی نقل و حرکت بذریعہ ریل شام کی حدود میں کریں۔ اور فرانسیسی فوجیں نصیبین اور خلیج چوپان کے درمیان آمد و رفت کر سکتی ہیں۔ مذکورہ بالا ریلوے پر کوئی امتیازی کرایہ وصول نہ کیا جائے گا۔ مگر جانین کے

مشترکہ سے اس ریلوے کی شرائط میں ترمیم ممکن ہے۔ اگر جانیں کسی رائے پر اتفاق نہ کریں۔ تو ہر فریق کو اختیار ہوگا۔ کہ اپنی مرضی کے مطابق کام کرے۔ ۱۱۔ اس معاہدہ کی منظوری کے بعد جانیں کا ایک مشترکہ کمیشن یہ فیصلہ کرے گا۔ کہ شام و ترک کی درمیان جنگی کے متعلق کیا قواعد بنائے جائیں۔ جب تک یہ قواعد مرتب ہوں۔ ہر فریق آزاد ہے۔ کہ جنگی کے متعلق اپنے اپنے ملک میں جو چاہے قانون بنائے۔

۱۲۔ توپک کا سمندر ترکوں اور فرانسیزیوں کے درمیان اس طرح منقسم ہوگا کہ کچھ حصہ حلب کے ساتھ رہے۔ اور کچھ حصہ شمال میں ترکوں کے مقبوضات سے ملحق رہے۔ تاکہ دونوں فریق راضی رہیں۔ حلب کے باشندے اپنے خرچ پر دریائے دجلہ کے اس حصہ سے غلہ لے کر پانی لے سکتے ہیں جو ترکی حدود میں ہے۔ ۱۳۔ خانہ بدوش یا نیم خانہ بدوش قبیلے جو شام اور ترکی کی سرحد پر رہتے ہیں۔ اور جہاں ہوں پر غرض سے قبضہ رکھتے ہیں۔ انکو قدیم حقوق حاصل ہیں کہ اور انکے سریشی اور خودیہ لوگ آزادی سے بغیر کوئی ٹیکس دے شام کی حدود و سرحد کی کی حدود میں آمد و رفت کر سکیں گے۔ یہ لوگ ضروریات کے مطابق اپنے آلات و اوزار اور فیصلوں کی پیداوار وغیرہ بھی ایک ملک سے دوسرے ملک میں لے جاسکیں گے۔ انہی اس ملک کے قواعد کے مطابق جنگی لی جائے گی جہاں یہ آباد ہوں گے۔

پس اس عہد نامہ کی رو سے فرانسیزیوں اور ترکوں کے درمیان جنگ بیک قدم موقوف ہو گئی۔ اتحاد و اتفاق کی لہر بہتی شروع ہو گئی۔ فرانس نے سلیشیا کا تحلیہ کر کے یہ علاقہ احمر ترکوں کے حوالے کر دیا۔ اس تحلیہ سے ترکوں کے قبضہ میں چار علاقہ جات آئے۔ یعنی اورنہ۔ عارفہ۔ مرخ۔ اور عین تاب۔ انہی مادر وطن یعنی ترکی کی سلطنت میں داخل ہو گئے۔ اور ان کے علاقہ جات خالی ہونے سے ترکان احمر کو اپنی قومی جدوجہد میں

سلیشیا کا تحلیہ

ایک نمایاں کامیابی حاصل ہوئی۔ کیونکہ یہ امر سلسلہ ہے۔ کہ ترکانِ احرار کو مذکورہ بالا علاقہ جات واپس مل جانے سے مزید تقویت ہو گئی۔ اور وہ آئندہ اپنی قومی جدوجہد کو زیادہ سرگرمی سے جاری رکھنے کیلئے مردانہ وار آگے قدم بڑھا سکتے ہیں۔ فی الواقع جو علاقہ جات گورنمنٹ فرانس نے ترکوں کو واپس دئے ہیں۔ وہ نہایت خوشینہ و شاداب علاقے ہیں۔ تنہا اپنی علاقہ جات کی پیداوار تمام باشندگانِ اناطولیہ اور لشکرِ احرار کی ضروریات کیلئے کافی ہو سکتی ہے۔ علاوہ ازیں سلیشیا کی کچیں لاکھ آبادی سے پچاس ہزار جانناز جو انگریز سپاہی برآسانی منتخب و محنت ہو سکتے ہیں۔ جو یونانیوں کو سرزمینِ اناطولیہ سے قطعاً خارج کر دینے کے لئے اور ایک فیصلہ کن فتح حاصل کرنے میں زبردست امداد دیتی۔

اس ترکی فرانسیسی معاہدے سے ایک اور زبردست فائدہ یہ حاصل ہوا کہ علاقہ سلیشیا کی تمام ریلوے لائنیں بھی ترکوں کے حوالے ہوئی ہے۔ جسکی وجہ سے ترکانِ احرار علاقہ جاتِ مقبوضہ مذکورہ کے مابین برآسانی اپنا سلسلہ رسل و رسائل قائم کرنے اور فہم قرہ حصار سے اس کو وابستہ کرنے میں کامیاب ہو چکے۔

چونکہ معاہدہ مذکور میں ایک یہ بھی شرط تھی کہ جس وقت دولتینِ انگورہ اور فرانس کے اعلان علاقہ سلیشیا خالی ہو اور ترک قبضہ کریں۔ اسی وقت ان علاقوں کی آبادی کو بذریعہ اعلانات اسکے متعلق اطلاع دی جائے۔ معاہدہ کی اس دفعہ کی رو سے جنرل گوراڈ فرانسیسی جرنیل اور مصطفیٰ کمال پاشا نے ذیل کے اعلانات شائع کر کے اطلاع دیدی ہے۔

آپ جانتے ہیں کہ فرانس نے۔ اگر گت ۱۹۱۷ء سے ترکی میں جنرل گوراڈ کا اعلان امن قائم کرنے کیلئے ترکی کا ایک پرانا منصوبہ اور دوپڑانے شہر جو موڈروس کی ہنگامی صلح کی زائد دفعات کے مطابق اسکے قبضہ میں تھے دولتِ عثمانیہ کو واپس دینے کا فیصلہ کیا ہے۔ آپ کو بیانات برقی کے ذریعہ معلوم ہو گیا ہے۔ کہ آپ آہستہ خرام ارادے پر ثبات قدم رہ کر حکومتِ فرانس نے جس کا

مشہور نمائندہ موسیو فرینکلن سابق وزیر جنگ ہے۔ اور جو معاہدہ وغیرہ کے متعلق گفت شنید کرنے میں مشاق ہے۔ ۲۰ اکتوبر کو نر اکیلینی مصطفیٰ کمال پاشا اور جمعیت قومہ انگریزہ کے ساتھ ایک معاہدہ کیا ہے۔ جس سے فرانس وٹکی کے مابین جنگی کارروائیوں کا خاتمہ ہو گیا ہے۔ کیونکہ ایسا کرنے سے حکومت فرانس کو یقین ہے کہ وہ وٹکی کی اس عام خواہش سے عہدہ برآ ہو جائے گی۔ جو مدت سے جنگ کے مصائب و ثواب کی شکار ہو رہی ہے۔ ایشیائے کوچک کی وہ تمام آبادی جو اس معاہدہ سے متعلق رکھتی ہے۔ جنگ کے اس خاتمہ کا جو رہزنی۔ غارتگری۔ بد نظمی اور فسادات کا بھی خاتمہ ہے۔ اطمینان قلب کے ساتھ غیر مقدم کرے گی۔ اور دوسرے لوگ اس سے حسد کریں گے۔

میں جانتا ہوں کہ عیسائی قوم اور عرب اور ترک جو ان مساعی کیلئے فراموشی حکام کے پیاس گزار ہیں۔ جو احمقوں نے مقبوضہ علاقوں کی سود و بہود کو نشو و نما دینے میں کہیں۔ ان سے خوش آئند تعلقات رکھتے ہیں۔

میں سلیشیا کے تمام باشندگان کیلئے پوری ہوشیاری اور غفلندی سے کام لینے کا پیغام دیتا ہوں۔ میں جانتا ہوں کہ بہت سے عیسائی عرب اور ترک جنکے تعلقات حکومت فرانس کے ساتھ پختہ تھے۔ خوف زدہ ہیں۔ کہ دوبارہ عثمانی اقتدار ہو جانے سے ترک اُن سے انتقام لیں گے۔ میں یقین دلاتا ہوں کہ ہمارا معاہدہ جس پر فرانسیسی گورنمنٹ اور مصطفیٰ کمال پاشا کے دستخط ثبت ہیں۔ تمام آزادی کے لئے بلا تفریق مذہب امن اور سلامتی کا ضامن ہے۔ اس معاہدہ سے معلوم ہوتا ہے کہ پاشائے موصوف نہ صرف ایک پختہ سپہ سالار ہیں بلکہ وہ ایک دور اندیش مدیر بھی ہیں۔

انگریز گورنمنٹ نے اعلان کیا ہے۔ کہ وہ نس اور زبان اور وطنیت کی تفریق کو اٹھا کر تمام تہذیبی اتحاد جماعت کے لوگوں کی مکمل یکجہداشت کریگی۔ ملک کے تمام افراد بلا استثناء اپنے شخصی اور شہری حقوق لے سکیں گے۔ انکے عقائد

اور روایم مذہبی میں کوئی خلل اندازی نہ ہوگی۔ قانون کے نزدیک وہ سب بلا لحاظ
تقدیر اور برابر ہو چکے۔ پولیٹیکل معاملات میں بھی جمہولی طبعیتیں آزاد ہونگی۔
تجارتی اور کاروباری معاملات میں ہر شخص اپنی مادری زبان استعمال کر سکیگا۔
اب چند ہی روز کے بعد تمہارے آسائش و آرام کے لئے تمہارے ملک میں
عثمانی انتظام قائم ہو جائیگا۔ اور مجھے پورا بھروسہ ہے۔ کہ عثمانی گورنمنٹ امن اور
قابلیت کو قائم رکھنے کیلئے پورے طور پر اہل ہے۔

باشدگان سلطنت آب امن اور اطمینان کے ساتھ دولت عثمانیہ کے زیر
سایہ اپنی زندگی کو خوشحال بنائیں۔ فرانسیسی حکومت ہمیشہ ان کی خوشحالی
کی خواہاں رہے گی۔

اور نہ کسی ایک رپورٹ میں بیان کیا گیا ہے کہ مصطفیٰ
مصطفیٰ کمال پاشا کا اعلان
کمال پاشا نے ایک اعلان شائع کیا ہے جس میں
انہوں نے فرانسیسی کمالی معاہدہ کی رو سے ترکی کو اور نہ اور دیگر علاقے واپس
مل جانے پر اطمینان کیا ہے۔ غازی موصوف نے اُمید ظاہر کی۔ کہ آخر کار
تمام دنیا ترکی قوم کے امن پسندانہ ارادوں کو صحیح تسلیم کرے گی۔ جو کہ صرف یہ
چاہتی ہے۔ کہ اسکو آزادانہ زندگی مل جائے۔ ترکی قوم کو یہ ثابت کر دینا چاہئے
کہ وہ ایک آزاد قوم کا جزو ہے۔ اور وہ اب بھی دیگر اجزاء سے محبت و الفت کے
ذریعہ متحد ہے۔ اور ان میں کوئی مذہبی اور قومی امتیاز نہیں ہے۔ اس اعلان میں
یہ بھی بیان کیا گیا۔ کہ جو لوگ بیجا طور پر قانون کی خلاف ورزی کریں گے۔ گورنمنٹ
صرف انہیں کے برخلاف سخت تدابیر عمل میں لائے گی۔ اور گورنمنٹ تمام سکاری
حکام کو حکم دیتی ہے۔ کہ ہر جگہ امن و امان قائم کرنے میں اپنی ہر دلی عزیزی
پیش نظر رکھیں۔

غازی مصطفیٰ کمال پاشا نے سلطنت کے نام ایک اور اعلان کیا۔ کہ جو جنگی
صلح کا معاہدہ لندن میں تکمیل پا چکا ہے۔ اسکی شرائط پر عمل کرنے کے لئے

انگور کی حکومت نے اس قسم کی نڈیر اختیار کی ہیں کہ جو احکام باقاعدہ مرتب شعبوں کو دئے جاسکے ہیں۔ وہ سلیشیا کے دراز دست مقامات اور تمام آبادی کے افراد کو پہنچا دئے جائیں۔

۴۰ اکتوبر کو اس عہد نامے کے ہمراہ یوسف کمال بے نے یوسف کمال بک کا خط

ایک خط موسیٰ پو اسٹلین کے نام روانہ کیا۔ جس میں اس بات کا وعدہ کیا گیا تھا کہ وادی ہرٹش میں چاندی کی کانوں کا ٹھیکہ ایک فرانسیسی کمپنی کو ننانو سو سال کیلئے دیا جائے گا۔ کمپنی کے لئے ترک کی قوانین کی پابندی لازمی ہوگی۔ نیز سرمایہ کا پچاس فیصدی ترک ادا کرینگے۔ حکومت انگورہ فرانسیسیوں کو مزید ٹھیکہ کا کام دینے پر بھی راضی ہے۔ بشرطیکہ ترک فرانسیسی دونوں مفاد کو نقصان نہ پہنچے۔ انگورہ گورنمنٹ ان تمام فرانسیسی مطالبات کو پورا کرنے پر تیار ہے۔ جو فرانس نے کانوں اور بند ادبیلوے وغیرہ کے متعلق کئے ہیں۔ مصلحتیں کی فروغ پر طے لگی تو وہ فرانسیسی حکومت سے خط و کتابت کریگی۔ عہد نامہ کے ٹیکس کو پہنچنے کے بعد حکومت فرانس اپنے سرمایہ داروں کو اس بات کی اجازت دیگی۔ کہ وہ اپنا کاروبار ترکان احرار کی حکومت کے ساتھ جاری کریں۔

فرانسیسی حکومت نے یوسف کمال بک کے مطالبات کو قبول کر لیا۔ اور کانوں کے نصف حصص ترک حکومت کو دینے کا اقرار کر لیا ہے۔

اس معاہدہ صلح پر عام طور پر یہ رائے تھی کہ بعض اخبارات معاہدہ فرانسیسی دکنالی پر عاقبت جھوٹ

نے تو اس معاہدہ کا نہایت سرگرمی سے خیر مقدم کیا اور بعضوں نے اسکی مخالفت کی۔ چنانچہ اخبار طان نے لکھا کہ اس عہد نامہ کی رو سے فرانسیسیوں اور ترکوں کے آئندہ کے تعلقات دوستانہ اور بھلا نہ ہونگے فرانس کا ہمیشہ سے یہی اصول رہا ہے۔ کہ مملکت ترکی آزاد رہنی چاہئے۔

ایک اور فرانسیسی اخبار نے اس عہد نامہ کے مخالف لکھا۔ کہ اس عہد نامہ کی رو سے قسطنطنیہ میں سلطان کا وجود مفقود سمجھا جائیگا۔ حکومت فرانس صرف ترکان

احرار کا پیشتر ہی سے اختلاف چلا آتا ہے۔ شیخ الاسلام مؤخر الذکر کے برخلاف فتویٰ بھی شائع کر چکے ہیں۔

ٹائمز نے اس معاہدہ کی کوششوں کو اہم نہ سمجھا۔ اسکی یہ رائے تھی کہ باہمی مصالحتانہ بحث و تمحیص ہو۔ تاکہ اتحادیوں اور ترکوں کے درمیان مستحکم صلح کی بنیاد قائم ہو جائے۔

مانچسٹر گارڈین نے لکھا۔ کہ یہ معاہدہ دیر پا نہیں ہوگا۔ فرانس کی یہ حرکت دول کی مشترکہ حکمت عملی کے لیے تباہ کن ہے۔ تمام معاہدہ اور عہد نامہ ویزلین کو ملیا میٹ کر دیگی۔

بعض فرانسیسی اخبارات نے اس معاہدہ پر اعتراض کیا۔ اور کہا کہ سپورے کی ترمیم کرنا صرف فرانس کا ہی کام ہے۔ اور بعض کی رائے تھی۔ کہ مشرقی قضیہ کسی ثالث کے سپرد کر دینا چاہیے۔

فرانسیسی اخبار کا لائے نے لکھا۔ کہ برطانوی دفتر خارجہ نے ایک لاکھ عمل تیار کیا ہے۔ جس سے یہ معاہدہ عام ہو جائے گا۔ حکومتِ برطانیہ اور اٹلی بھی اس میں شریک ہو جائے گی۔

جرنیل پبلی فرانسیسی افسر اعلیٰ نے ایک اخبار نویس سے ملاقات کے دوران میں اس معاہدے پر اظہار امتنان و اطمینان کیا۔ آپ نے فرمایا کہ دنیا نو سی حکمت عملی کا وہ اصول جس کی رو سے صلیب اور ہلال ایک جا جمع نہیں ہو سکے۔ مسترد کر دیا گیا ہے۔ اسکی جگہ قومیت کا اصول عام کیا گیا ہے آپ نے یہ بھی صاف کہہ دیا کہ مذہب دنیا نظریں نگائے بیٹھی ہے۔ کہ نئے معاہدے میں جدید ترکی کے طرز عمل سے کوئی رائے قائم کریں۔ اگر قبیل تعداد باشندوں کے حقوق کا پاس نہ رکھا گیا۔ اور عیبائیوں پر جبر و اشتداد کیا گیا۔ تو دنیا بھر کی رائے عامہ ترکی کے برخلاف ہو جائے گی۔ اور بہت بُرے نتائج پیدا ہونگے

الغرض فرانسیسی اور مسلمانانِ عالم اس معاہدہ پر نہایت ہی خوش اور

مطمئن تھے۔ چنانچہ اس معاہدہ پر استنبول میں بھی خوشیاں منائی گئیں۔ اور مصطفیٰ کمال پاشا کیلئے دعائیں مانگی گئیں۔ ذیل میں مسٹر اسے بیومنٹ کا خاص مضمون اس کے متعلق ناظرین کی دلچسپی کے لئے درج کیا جاتا ہے۔

۴ نومبر کو مسٹر اسے بیومنٹ نے قسطنطنیہ سے ڈیلیٹل گراف کے نام ایک مضمون لکھا۔ جس میں انھوں نے

صلح پر استنبول میں خوشیاں

تحریر کیا ہے۔ کہ قسطنطنیہ میں ترک قوم پسند لیڈر فرانسسی کمالی معاہدے پر دستخط

ہو جانے اور تین قفقازی جمہوری مملکتوں۔ آذربائیجان۔ جارجیا اور آرمینیا کو

ساتھ گفت و شنید کے کامیاب اختتام کی خبروں کو ایک مہتمم بالشان سیاسی فتح

تصور کرتے ہیں۔ استنبول میں خوشیاں منائی جا رہی ہیں۔ اور منصوبہ بازیوں کا

بازار گرم ہے۔ ان قہوہ خانوں میں جو نوجوان ترکوں کی نشست گاہ ہیں۔

سیاسی بیداری کی روح نظر آتی ہے۔ سرخ ٹوپوں والے ترک چٹ یورپین

لباس زیب تن کئے جمع ہو کر انگورہ سے آئی ہوئی مصطفیٰ کمال پاشا کے

متعلق تازہ ترین خبروں پر رائے زنی کرتے ہیں۔ وہ اپنی مسرت و راحت کو

چمپائے کی تکلیف گوارا نہیں کرتے۔ اور جب ہم یورپین اس قہوہ خانہ میں

بیٹھتے ہیں۔ جو استنبول کی ایک بڑی مسجد کے سامنے ہے۔ تو وہ ہمیں دیکھ کر

عجب انداز سے مسکراتے ہیں۔ گویا ہم انکی نگاہ میں نیچے ہیں۔ جب کوئی افسر

فرانسیسی در دی پہنچے ہوئے پاس سے گذرتا ہے۔ تو ترکوں کے چہرے دیکھنے

لگتے ہیں۔ وہ کافی کی ایک اور چسکی لیتے ہیں۔ یا اپنا ناراض (حقہ) پیتے ہیں

اور معلوم ہوتا ہے کہ یہ رسم محدود ہو رہی ہے۔ لیکن وہ سیاست پر گفتگو کرنا جان

گئے ہیں۔ جب کوئی برطانی افسر پاس سے گذرتا ہے۔ تو وہ ایک دوسرے کو

مسنی خیز طریق سے کہنی مارتے ہیں۔ جن سے انکا یہ مطلب ہوتا ہے۔ کہ ہم کسی روز

انکو بھی اپنے قابو میں کر لیں گے۔

اگر میں اکیلا ہوتا تو کچھ نہ سمجھ سکتا۔ کہ میرے متعلق وہ کیا خیال رکھتے ہیں

لیکن ایک شخص نے جو ترکوں، عربوں اور تاتاریوں وغیرہ کے حالات سے بخوبی واقف تھا۔ اور جسے انگورہ سے آئے ہوئے تھوڑے ہی دن ہوئے تھے۔ مجھ سے کہا کہ وہ مصطفیٰ کمال پاشا کو ایک زبردست ماہر سیاست اور جنرل سمجھتے ہیں۔ اور انہی تصریحات میں عذب البیان ہیں۔ ترکوں کا عقیدہ ہے کہ پاشائے ممدوح انھیں اس سے بھی زیادہ عظیم الشان فتح سے ہم آغوش کریں گے۔ اور ایک ایسی جدید سلطنت عثمانیہ کی بنیاد ڈالیں گے۔ جو غالباً پہلے سے بھی زیادہ جلیل القدر و باجبروت ہوگی۔ کیا آپ سمجھتے ہیں۔ کہ چت یورپین لباس میں بلبوس ترک جو صرف اپنی ٹوپی ہی کے نشان سے ترک معلوم ہوتے ہیں۔ مساجد میں محض نماز پڑھنے کیلئے جاتے ہیں۔ وہ ہزاروں مرتبہ سر بسجود ہو کر غازی مصطفیٰ کمال پاشا کی فتح و ظفر کیلئے دعا مانگتے ہیں۔

میں یہ تمام باتیں سن کر حیران و ششدر رہ گیا۔ ہم مسجد میں داخل ہوئے۔ اور وہاں میں نے ترکوں کی غیر معمولی تعداد کو نماز پڑھتے دیکھا۔ امیر خوشنویس بزرگ غریب اور پچھلے پرانے کپڑے پہنے ہوئے ترکوں کے پہلو بہ پہلو رکوع و سجود کرتے تھے۔ یعنی محمود اور ایاز ایک ہی صف میں کھڑے تھے۔ ہر شخص یورپین کی موجودگی سے محض بے خبر احکام قرآنی کے مطابق خضوع و خشوع اور سجدہ الحاح کے ساتھ اللہ کی عبادت میں مصروف تھا۔

باہر آکر میں نے ایک شخص سے دریافت کیا۔ کہ آیا عام ترک اور بالخصوص ترکان انگورہ حقیقتہً ٹرکی کی نشاۃ الثانیہ پر یقین رکھتے ہیں۔ اسے جواب دیا واقعی و متیقن ہیں۔ صورتِ حالات ۱۹۱۷ء کی جنگ سے بھی بدتر ہے۔ تمام سر برآوردہ ترک قوم پسند اور فدا لئے اسلام ہیں۔ ترکان استنبول ترکان انگورہ سے بھی بڑھے ہوئے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ انہیں بیداری کی صدا ابھی تک موجود ہے علی بے نے یہاں اتحاد اسلام کی تحریک کے اصول کا اعلان کیا تھا۔ جس نے ادائل جنگ میں جرموں کی ہمت افزائی اور ربیۃ منطوقہ کی تحت دھواں صاف

تقریروں کے ذریعہ سے ترقی دی۔ آپ یہاں ہوتے تو دیکھتے۔ کہ اس کی زبردست و پرجوش اپیلوں نے جاننا زانِ اسلام کے دلوں میں کیسا عمیق و پامدار اثر پیدا کیا ہے۔

روس میں ترکستان کے ایک سر یا ترک احمد آغا میر کو تبلیغِ اتحادِ اسلام کے باعث جسے زار کی پولیس نے ناپسند کیا۔ آذربائیجان سے بھاگنا پڑا۔ اُس نے قسطنطنیہ میں پناہ لی۔ جہاں وہ اخبار کا ایڈیٹر اور پروفیسر بن گیا۔

اُن لوگوں نے اتحادِ اسلام کی تبلیغ کی۔ جو ان مسلمانوں کے مابین جامعہ (ایچی ٹیشن) کی صورت میں نشر پدید ہونے کو تھی۔ جن کی زبانیں یا نسلیں تقریباً ملتی جلتی ہیں۔ مثلاً آذربائیجان اور شمالی ایران کے تاتاری مسلمان خصوصاً مسلمانانِ ترکستان و کریمیا۔ ان کے اصدلوں کو خائفانہ یونین ایڈریٹس گرس کمیٹی (جماعت اتحاد و ترقی) نے اختیار کیا۔ طلعت بے اور جمال پاشا۔ اور انور پاشا نے انھیں نہایت ذوق و شوق سے مرتب کیا۔ میں نے اس وقت انھیں ہند سے شمار کرتے ہوئے سنا۔ ٹرکی چھ کر وڈ باشندوں کی ایک سلطنت بننے کو سہی۔ عالم گیر جنگ کی شرکت اُن کو ایک زبردست تحریک و ترغیب تھی۔ سائبیریا اور منگولیا تک جدید سلطنتِ عثمانیہ کے حدود کے تعین سے ٹرکی ۲ ملک پھر ایک عظیم الشان سلطنت بننے کو تھا۔

لیکن کیا یہ ایک طفلانہ خواب نہیں تھا؟ اُس کے لئے زیادہ طفلانہ نہیں تھا۔ بالخصوص جب کہ جرمن انجی حمایت اور حوصلہ افزائی کرتے تھے۔ جرمنی کی امداد و اعانت کے بل بوتے پر وہ اپنے کو ہر چیز کے قابل سمجھتے تھے۔

اولیٰ جنگ میں ٹرکی کے سرکاری حلقے اور سلطان المعظم نے یہ نفس نفیس حکم کھلا اتحادِ اسلام کا اعلان کیا تھا۔ اتحادِ اسلام ایک مقدس اصول بن گیا۔ اور اب تک ہے۔

وہ علانیہ لاف زنی کرتے تھے۔ کہ آئندہوں نے ہندوستان اور مصر میں اپنے

آپ نے ہوشیار و مستعد کارندے اور جاسوس بھیجے ہیں۔ آپ نے وہ کوائف ملاحظہ کئے ہونگے جو ان دنوں فسادات وغیرہ کے متعلق شائع ہوئے تھے۔ جبکہ بارے میں کہا جاتا تھا کہ کلکتہ۔ بمبئی۔ قاہرہ اور اسکندریہ میں یہ سب کارروائی انہی کارندوں کی ممنوع عمل ہے۔ یہ محض جرمنی کی پدرانہ شفقت و تواضع اور مدد و حمایت کا نتیجہ تھا۔ جسے اُمید تھی کہ وہ مستعمراتِ برطانیہ پر ایک مہلک ضرب لگائیگا۔

لیکن کیا آج یہ تمام باتیں معدوم نہیں ہو گئیں؟ نہیں۔ کیونکہ مصطفیٰ کمال پاشا اور اسکے احرار کی ہمت افزائی کی جا رہی ہے۔ آج اتحادِ اسلام از سر نو زندہ ہو رہا ہے۔ اور میرے خیال میں انگلستان یہ معلوم کر کے متعجب ہوگا۔ کہ اب یہ پہلے سے زیادہ منظم و مرتب طریق پر نشو و نما پر ہو رہا ہے۔ اتحادی اختتامِ جنگ پر جو چاہتے کر سکتے تھے۔ وہ اسے نیت و نابود کر سکتے تھے۔ لیکن انھوں نے رفلین۔ ہندو قیں۔ گولہ بارود اور دیگر زبردست سامانِ حرب قفقاز۔ اور اناطولیہ میں چھوڑ دیا۔ انھوں نے اپنی فوجیں پیچھے ہٹا لیں۔ ترکوں کو اپنی فوج مضبوط و منظم کرنے کا تہذیب موقع مل گیا۔ انہوں نے ترکوں نے فوراً اس سے فائدہ اٹھایا۔ مختلف تدابیر و تجاویز پر بحث و تمحیص کی گئی۔ اور مصطفیٰ کمال پاشا انکے رہنما بنے۔ انھوں نے محض ایک باغی طور پر نہیں۔ بلکہ قوم پسندانہ اور اتحادِ اسلام کے زبردست اصول پر عمل پیرا ہو کر ایسا کیا۔ انھوں نے ایک نئی مذہبی لائحہ عمل مرتب کیا۔ اور اس پر قائم و ثابت قدم رہنے کیلئے حلف اٹھایا غیر متوقع نیک ظامی سے انھوں نے گزشتہ سال بالشویکوں کو اپنی حمایتِ مدد کے لئے آمادہ و مستعد پایا۔ بالشویکوں کو اُمید تھی۔ کہ وہ دولِ متحدہ کے لئے جدید مشکلات پیدا کریں گے۔ ان طاقتوں نے یونانیوں کو انگوڑہ جانے کا حوصلہ نہ دے کر ایک اور فاش غلطی کی۔ گزشتہ ستمبر کے آغاز میں جسوقت یونانی آہستہ آہستہ اور ثبات اور اعتدال کے ساتھ آگے بڑھ رہے تھے۔ اور ان کی توپوں کی آوازیں سنائی دیتی تھیں۔ تو

آپ کو انگورہ میں موجود ہونا چاہئے تھا۔

اس وقت سے توجوان ترکوں کے حوصلے بڑھ گئے ہیں۔ اور ان کے اعتماد و یقین میں ترقی ہو گئی ہے۔ اُنہی سیاسی بیداری و مستعدی کا میاب و قابل صد تحسین ہے۔ اُنہوں نے تفتاز کی تین جمہوری سلطنتوں کی کانفرنس کا انتظام و اہتمام کیا ہے۔ جہاں آپ دیکھیں گے کہ بالٹو کیوں رجو اس وقت اپنے مسئلہ قحط کو حل کرنے میں بھی مصروف ہیں، کے بجائے وہ خود صدارت کے فرائض انجام دے رہے ہیں۔

اُنہوں نے اپنے جاسوس فرانس بھیجے۔ تاکہ اسے دم ریکرا اسکے ساتھ معاہدہ کر لیں۔ جبکہ ہرگز قائم نہیں رہیں گے۔ اُنہیں صرت اس بات کا خوف ہے۔ کہ ممکن ہے۔ کہ دول متحدہ یونان کی حوصلہ افزائی و اعانت کریں۔ جس کی فوج اُنہی آنکھوں میں کانٹا بن کر کھٹکی ہے۔ وہ انگلستان کو راضی کر لینے اور یونان کے خلاف فرانس کی جانبداری کر نیکے متوقع ہیں۔ تو کیا آپ خیال کرتے ہیں کہ فرانس کے ساتھ یہ جدید معاہدہ اس بات کا ذمہ دار نہیں کہ مشرق قریب میں جلد امن قائم ہو جائیگا۔

صرف کوتاہ نظر اشخاص کا یہ خیال ہے کہ امن اس حالت میں قائم ہو سکتا ہے۔ اگر ٹرکی کی خواہشات کو پورا کرنے میں مدد دی جائے۔ جب وہ موجودہ صورت میں جنگ یونان کی طرف توجہ مبذول کرنے سے زیادہ اظہار التفات و سرگرمی کے ساتھ اپنی تحریک اتحاد اسلام کی کامیابی میں سعی ہیں۔ تو وہ امن کا مطلق خیال نہیں کرتے۔

مظاہرہ اتحاد اسلام کے دو مرکز ہیں۔ ایک استنبول میں اور دوسرا انگورہ میں۔ انگورہ میں ایک بڑی بیماری تھیبہ جماعت قائم کی گئی ہے۔ جماعت اتحاد کے اراکین مذہبی تائیدین اور متعدد قابل اعتماد شہری ہیں۔ اُنکا نظم و نسق محیر العقول ہے۔ اُنہوں نے نہایت مفصل و مکمل ہدایات دیجے مقرر و

دہند کی طرف جو اسیں بھیجے ہیں۔ گزشتہ سال جب مصطفیٰ کمال پاشا افغانوں
آئے تھے۔ تو انھوں نے خود اس جماعت کا سنگ بنیاد رکھا تھا۔

آپ مصر و ہند کی تمام خفیہ جماعتوں اور انہی شاخوں کے حالات سنکر
انگشت بد مندال برہ جائیں گے۔ جنکے ساتھ انگورہ کی جماعت اتحاد اسلام کا
نہایت گہرا اور قریبی تعلق ہے۔ دول عظمیٰ کی تمام سفیرات کی مقامی جماعتیں
کھلے بندوں اتحاد اسلام کے مقصد کی تائید و تقویت میں کام نہیں کریں گی۔
وہ تمام ہندوستان کی آزادی اور مصر کی تحریک قوم پسندان کے اہتمام و انتظام
کی طرح اپنے مقلدین کو کسی مقامی جھنڈے کے نیچے جمع کریں گی۔ انھوں نے
جدید امیر کی ہمدردی حاصل کرنے یا زبردست مخالفت کرنے کے لئے عراق
عرب میں بھی اپنے کارندے بھیجے ہیں۔ اور سردار (شیخ) سنوسی کے ساتھ
معاملت کر رہے ہیں۔ جو چند ماہ سے آٹکے یہاں مہمان ہیں۔ وہ ہر جگہ ہتھیار
مستعد اور سرگرم کار ہیں۔ اور جب میں انگورہ میں تھا تو جماعت اتحاد اسلام کا
قیام ایک زبردست اسکیم تھا۔ جس پر سپہ بحث و تمحیص کی جاتی تھی۔ وہ امید
کرتے ہیں کہ تمام مسلمانوں کو عکم خلافت کے نیچے جمع کر کے ایک جدید اور
پہلے سے زیادہ زبردست عثمانی سلطنت قائم کریں گے۔ انھوں نے اپنے
اس معاہدہ میں جو قفقاز کی جمہوری سلطنتوں کے ساتھ کیا۔ اپنی حکمت عملی کو
دامن کر دیا ہے۔ چونکہ ہر جدید مسلم جماعت یا سلطنت احرار کے زیر اثر ہے۔
اسلئے وہ جنگی فوج تیار کر کے اسکی کمان کریں گے۔

واشنگٹن میں ایک کانفرنس منعقد ہوئی تھی۔ جس میں وزیر
ترکی زندہ باد
اعظم فرانس بھی تشریف لگے تھے۔ وہاں سٹر سپیرے نامہ نگار
سے ملاقات ہوئی۔ اور دونوں کے درمیان ذیل کی گفتگو ہوئی۔

سٹر سپیرے :- کیا آپ مجھے بتا سکیں گے کہ حکومت فرانس نے حال میں
جو معاہدہ دولت انگورہ سے کیا ہے اُس میں حکومت فرانس کسی قسم کی ترمیم

تبدیلی کر دی گئی ہے۔

موسیو برائنڈ: میں خیال نہیں کرتا کہ ہم اس معاہدہ میں کسی قسم کا تغیر و تبدل کرنے پر تیار ہوں۔ اور نہ ہی یہ معاہدہ میری رائے میں کسی صورت میں مفادِ برطانیہ کے خلاف ہے۔ اس معاہدہ سے ہمیں اخراجات کی تخفیف مقصود تھی۔ کیونکہ حدودِ شام پر ہماری ستر ہزار فرانسیسی فوج تھی جس سے ہم واپس بلانا چاہتے ہیں۔ اسلئے ہم نے حکومتِ انگلورہ کے ساتھ عہد نامہ مرتب کر لیا ہے۔

سوال: جمہور ہند اس بات پر نہایت شادماں ہیں کہ آپ نے دولتِ انگلورہ سے عہد کر کے حکومتِ انگلورہ کو تسلیم کر لیا ہے۔ جواب: ہم حالاتِ حاضرہ کے دوران میں اور کچھ نہیں کر سکتے تھے۔ رہا حکومت کو تسلیم کرنے کا معاملہ۔ حکومتِ انگلورہ قدرتنا اور قانوناً ترکی حکومت کی نمائندہ ہے۔ اور ہماری دلی خواہش ہے کہ حکومتِ ترکی مضبوط و مستحکم اور ہمیشہ زندہ رہے۔

سوال: کیا آپ خیال کرتے ہیں کہ حکومتِ انگلورہ قسطنطنیہ پھریں اور سمرنا کے علاقہ جات واپس لے لیگی۔

جواب: جب تمام حالات پیدا ہو جائیں گے۔ اور دنیا میں امن و امان قائم ہو جائے گا۔ میرا خیال ہے کہ حکومتِ ترکی کو قسطنطنیہ اور دیگر علاقہ جات ضرور واپس لینے پڑیں گے۔ ہم دنیا میں امن چاہتے ہیں اور جب تک یہ علاقے ترکی حکومت کو واپس نہ ملیں۔ دنیا میں امن قائم نہیں ہو سکتا۔

ادبیر ہم عام تبصرہ درج کر آئے ہیں۔

بعض اخبارات کی رائیں موافق ہیں اور

یونان میں ترکی فرانسیسی معاہدہ پر ماتم

بعض کی مخالفت۔ انگلیزی اخبارات کی مخالفت کے علاوہ بعض فرانسیسی اخباروں نے

بھی ناموافقیت کا اظہار کیا ہے۔ مگر میں کل الوجہ یہ بات ضروری تھی۔ کہ فرانس کی پہلک اس معاہدے پر نہایت ہی شادمان اور مطمئن ہوئی۔ ماسوائے اسکے مسکانون میں مدت کی گئی گزری سرت اور خوشی ایک نئے انداز کی جھلک کے ساتھ رونما ہوئی۔ اگر اسوقت دنیا میں کوئی طاقت مخالف تھی۔ تو صرف یونان اور برطانیہ۔ جب یہ معاہدہ مکمل ہو کر ہر دو سلطنتوں کی طرف سے مہر کر دیا گیا۔ تو یونان پر بیم و خوف کا پہاڑ ٹوٹ پڑا۔ اور یونانی اخبارات و اہل یونان سخت سرسبکی اور انتشار کی حالت میں فریاد و شہون کرنے لگے۔ کہ یہ فرانسیسی ترکی اتحاد مشرق قریب میں آئندہ آلام و مصائب کو اور بھی خوفناک اور پیچیدہ کر دے گا۔ بعض مشرقی مسائل کی گتھیاں سلجھنے اور امن و سکون قائم ہونے کی بجائے گفتگوئے مصالحت طبعی ناممکن اہل ہو جائے گی۔ جس کی خاص وجہ یہ ہے کہ ترکان اصرار کو فرانس کی امداد سے مزید تقویت و استحکام حاصل ہو جائے گا۔ اور وہ اپنے زیر تسلط علاقہ میں غیر مسلم اقوام پر ہر قسم کی جبر و قہر کی رو ا رکھیں گے۔

یونان کے علاوہ برطانیہ کو صلح سے پہلے ہی ایک

انگلستان کی آسیدول کا خون

گورنہ تشویش پیدا ہو چکی تھی۔ کیونکہ ابھی صلح کا

عہد نامہ مکمل نہیں ہوا تھا۔ جب کہ مسٹر لارڈ جارج وزیر اعظم برطانیہ اور لارڈ کرزن وزیر خارجہ کو قسطنطنین شاہ یونان کی فوج کا اس قدر یقین تھا۔ کہ موخر الذکر نے وزیر اعظم فرانس راہیم برائٹڈ کو کہا۔ کہ اگر یونانی قسطنطنیہ پر قابض ہونا چاہیں۔ تو کسی حالت میں بھی کوئی حکومت انکو روک نہیں سکتی اسپر فرانسیسی وزیر نے ہنس کر کہا۔ کہ ذرا مشرق قریب کا نقشہ تو ملاحظہ فرمائیے اور سیشیا کو بنظر غور دیکھیے۔ پھر آپ کے خیالات کی حقیقت کھل جائے گی۔ سیشیا میں اسوقت تقریباً آٹھ ہزار فرانسیسی سپاہ موجود ہے۔ کیا آپ کو معلوم نہیں۔ کہ اگر ہم غازی مصطفیٰ کمال پاشا سے صلح کر لیں۔ اور ہم ترکان

احرار کی مدد پر کمر بستہ ہو جائیں۔ تو ترکی و فرانسیسی متحدہ افواج یونانی لوٹروں کو چھٹی کا دودھ یا دود لادیں گی۔ لارڈ کرزن نے متعجب و پریشان ہو کر پوچھا کہ آیا آپ واقعی ایسا کریں گے۔ ایم برائنڈ نے جواب دیا۔ کہ میں یقیناً ایسا ہی کروں گا۔

پھر انگلیزوں کا یہ خیال کہ فرانس وقتی پالیسی پر عمل ہے۔ ہرگز قابلِ وقعت نہیں۔ جب غازی مصطفیٰ کمال پاشا عظیم الشان فتوحات حاصل کرنے لگے۔ تو فرانسیسی وزیر اعظم نے اپنے نمائندہ کو انگور ابھیا۔ کہ وہ ترکیاں احرار سے صلح کی گفت و شنید کرے۔ یہ باتیں نمائندہ مذکور نے اپنی روانگی سے قبل مسٹر لارڈ جارج کو اچھی طرح سمجھا دیں۔ اور کہہ دیا۔ کہ سرزمین اناطولیہ میں یونانیوں کی ذرا سی جنبش بھی اناطولیہ میں یونانیوں کے خون کے دریا بہا دیجی۔ عجب نہیں کہ ہندوستان۔ مصر۔ اور ایران تک یہ سیلاب پہنچ جائے۔

انگلستان میں تشویش ہوا تھا۔ موسیو فریکلن نے کئی بار مسٹر لارڈ جارج کو

مشورہ دیا۔ کہ وہ ترکوں کی مخالفت نہ کریں۔ مگر انھوں نے اسکو کبھی قبول نہ کیا۔ مسٹر دنیاں نے جو فرانس کی مجلس شیوخ کے مشہور و معروف رکن ہیں اپنے ایک مضمون میں لکھا۔ کہ اگر حکومت برطانیہ کی آنکھوں سے کبر و نخوت کا پردہ اٹھ جائے۔ اور وہ اسلام سے دشمنی کرنے کے انجام کو سمجھ لے۔ تو ہم کو یقین ہے کہ وہ اپنے طرزِ عمل کو فوراً بدل دیجی۔ برعکس اس کے حکومت برطانیہ یہی چاہتی تھی۔ کہ وہ گھڑی جلد آئے۔ جب یونان قسطنطنیہ پر قابض ہو جائے۔ لیکن وزیر اعظم اور لارڈ کرزن کی ان امیدوں کو وزیر اعظم فرانس کے مذکورہ بالا جواب نے مایوسی سے بدل دیا۔ جس کو وہ سن کر دم بخود رہ گئے۔ اور ان کی خیرانی اور استعجاب کی کوئی حد نہ رہی۔ معہذا جب معاہدہ صلح پر ممکن ہونے کے بعد طرفین کے دستخط ہو گئے۔ تو پھر انگلستان میں قلق اور پریشانی

اور بھی بڑھ گئی۔ چنانچہ سرکاری حلقوں میں کہا جاتا تھا۔ کہ اس معاہدہ کی شرائط اُن اقواموں کے سراسر خلاف ہے۔ جو مسیو برائٹ نے جولائی میں کئے تھے۔ کہ معاہدہ میں صرف ان باتوں کا فیصلہ کیا جائے گا کہ طرفین کے اسیران جنگ واپس کر دئے جائیں۔ اور اتحاد ثلاثہ کے علاقے اور سلیشیا کی سرحد میں جو فرانسیسی علاقہ کی حکم برداری اور ترکی کے درمیان واقعہ ہے۔ اقتصادی مراعات دی جائیں گی۔

پھر اعلان کیا گیا۔ کہ اس معاہدہ میں حکومت انگلوراکو ترکی میں اُحد انتظامی طاقت تسلیم کر لیا گیا ہے۔ اسکی رو سے ایشیائے کوچک کی قبلیں عیسائی آبادی کے تحفظ کا تمام اصول مسترد ہو جاتا ہے۔ اور وہ تمام علاقہ جو فرانس کی ملکیت تو نہیں۔ لیکن تمام تقادیوں کی طرف سے فرانس کی حکم برداری کو ماتحت کر دیا گیا تھا۔ ترکی کو مل جائے گا۔

نیز ایک فقرہ کی رو سے یہ اجازت دی گئی ہے۔ کہ ترکی اندراج اور اُدھر آسکتی ہے۔ اس اجازت سے عراق عرب کے لئے بہت تشویش پھیل ہی ہے۔ ڈر ہے کہ فرانس کا یہ خود مختار نہ فعل یونان اور ترکیوں کے باہمی قضیہ کے فیصلہ میں برطانیہ عظمیٰ کے اقتدار کو نقصان پہنچائے گا۔ چنانچہ لارڈ کرزن نے فرانسیسی سفیر سے گفت و شنید بھی کی جس نے کہا کہ برطانیہ عظمیٰ عراق عرب کے لئے مشورہ نہ ہو۔ حکومت فرانس ہمیشہ برطانیہ کا ساتھ دے گی۔ سفیر نے لارڈ کرزن سے درخواست کی۔ کہ وہ ایک عرضداشت بھیج دیں۔ جمیل اعتراضات درج کئے جائیں۔ تاکہ حقیقی تناسب قائم کیا جائے۔

۲۹ نومبر ۱۹۱۷ء کو دارالعوام لندن میں مسٹر اوکار نے اس معاہدہ کے متعلق سوال اٹھایا۔ اور کہا کہ اس معاہدہ پر بحث و تھیں ضروری ہے۔ کیونکہ اس سے برطانیہ عظمیٰ میں چند خطرات لاحق ہوتے ہیں۔ وچر یہ ہے کہ عیسائی آبادی کے لئے کوئی کفالت نہیں دی گئی۔

مسٹر جیمز لین نے کہا۔ کہ انگریزوں اور فرانسیسیوں کے باہمی گفت و شنید کے اختتام سے پہلے اس معاہدہ پر بحث و تمحیص نہیں ہو سکتی۔ آپ نے فرمایا کہ حکومت کو ان باتوں کا خیال ہے کہ جو مسٹر اوکاز نے بیان کی ہیں۔ لارڈ ڈوٹرڈن نے کہا کہ مشرقِ قریبہ میں برطانیہ غلطی کی حالت پر ایک بیان پیش کیا جائے۔ آپ نے کہا کہ دارالعوام کو خطرہ ہے۔ کہ اگر اقرارنامہ کو تسلیم کر لیا گیا۔ تو عراقِ عرب میں برطانیہ کی حالت پر فوجی خطرہ لاحق ہو گا۔

مسٹر جیمز لین نے وعدہ کیا۔ کہ میں وزیر امور خارجہ سے دریافت کروں گا کہ اس طرح کا بیان اس وقت عوام کے مفاد کے لئے جائز ہو گا۔

۹ نومبر ۱۹۱۲ء کو دارالعوام میں مسٹر کنور تھی کے سوالات کا جواب دیتے ہوئے مسٹر سیسل ہارمزوروتھ نے فرمایا۔ کہ معاہدہ فرانس و انگورہ کی شرائط حکومت تک پہنچا دی گئی ہیں۔ لیکن اسکا سرکاری طور پر شائع کیا جانا فرانسیسی حکومت کی اجازت پر منحصر ہے۔ چنانچہ فرانسیسی حکومت سے مشورہ کیا جا رہا ہے۔ وہ علاقہ یونز کوں کے حوالے کیا گیا ہے۔ اور بروئے معاہدہ سیویس ترکوں کے اقتدار میں تھا۔ شمالی شام کی سرحد کے ساتھ واقع ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس علاقے میں برطانی مفاد کا کوئی تعلق نہیں۔

مسٹر کنور تھی نے سوال کیا۔ کہ کیا حکومت کو الطینان ہے کہ ترکی میں کسی اور جگہ برطانی تجارتی حقوق کی پامالی نہیں کی جا رہی۔ مسٹر سیسل نے کہا کہ اس معاہدہ پر کچھ نہیں کہا جاسکتا۔

فرانسیسیوں اور ترکوں کے درمیان ایک اور معاہدہ بھی ہوا تھا۔ جس میں فرانس نے یہ اقرار کیا۔ کہ وہ انگورہ کی پچاس ہزار فوجی پولیس بھیجے گا۔ افسر بہم پہنچائے گا۔ لنڈن نے اس معاہدہ کو تنقید معاہدہ قرار دیا۔ جس سے اور بھی تشویش پھیل گئی۔

فرانس کا تہم سرکاری اعلان

لیکن حکومت فرانس نے اپنے وزیر کے ہم کر کے اعلان میں ظاہر کیا۔ کہ یہ کوئی خفیہ معاہدہ نہیں اس کی شرائط برطانیہ کو پہلے معلوم تھیں۔ یہ عہد نامہ اس عہد نامہ کے عین مطابق ہے۔ جو کہ اپریل گذشتہ میں حکومت برطانیہ کو بھیجا گیا تھا۔ اس عہد نامہ کی شرائط میں کہیں کہیں ترمیمیں ضرور ہوئی ہیں۔ اس عہد نامہ کی شرائط عہد نامہ ترکی کی شرائط کے خلاف نہیں۔ کیونکہ عہد نامہ ترکی اصل معنوں میں اس وقت بالکل کالعدم ہو گیا تھا۔ جبکہ لندن کانفرنس کے موقع پر آنکھ سے بھی نمائندے طلب کئے گئے تھے۔

نیز اس عہد نامہ کا یہ مطلب ہے کہ شام کی سرحد پر آئے دن کے جھگڑے اور تنازعات دور ہو جائیں۔ کیونکہ اس عہد نامہ کا سب سے بڑا مقصد یہ ہے کہ ایشیائے کوچک میں فرائمن قائم ہو جائے۔ لہذا ضروری ہے کہ ہر جگہ عیسائی آبادی کی چھوٹی ریاستوں کے حقوق کے تحفظ کا خیال رکھا جائے۔ فرانسیسی اخبار شام نے اس عہد نامہ پر نکتہ چینی کرتے ہوئے لکھا۔ کہ ترکوں اور فرانسیسیوں کا یہ کوئی خفیہ معاہدہ نہیں۔ بلکہ اس عہد نامہ کی شرائط ۱۹۱۷ء کو فرانس میں برطانوی سفیر کو بتائی جا چکی تھیں۔

اخبار مذکور نے یہ بھی لکھا۔ کہ برطانوی دفتر خارجہ نہ معلوم سات ماہ تک سو یا پڑا تھا۔ جواب اسکی آنکھ کھلی ہے۔ آخر میں اس فرانسیسی اخبار نے برطانیہ سے اپیل کی۔ کہ وہ مشرق میں فرانس کی صلح کو پالیسی کو کامیاب بنانے کی کوشش کرے۔

ترکوں نے اس شاندار اقلیم پر قبضہ کر لیا ہے۔ جو اناطولیہ کی اقلیم میں نہایت زرخیز ہے۔ اور اس قبضہ سے وہاں

ایک عالم سکون اور خوشی و عمرانی۔ امن و امان قائم ہو جائے گا۔ کیلیڈناٹولیکا ایک ایسا ضروری حصہ تھا۔ جس کی پیداوار محاصل کی معقول آمدنی اور اس کے

ضروری سواحل سے ترکوں کو معقول فائدہ حاصل ہونا تھا۔ اور جس پر آئینہ
تنبیہ ضروری تھا۔

فرانسیسی جرنیل دو فیونے ترکی فرانسیسی معاہدہ کے بعد کیلیکیہ کے ضلع
اورنہ میں باشندگان اورنہ کے سامنے جو تقریر کی تھی۔ اس میں اس نے بیان
کیا تھا کہ فرانسیسی سپاہ ۳۴ جنوری ۱۹۲۲ء کو کیلیکیہ کے صوبہ کو بالکل خالی کر دیگی۔
اور انگور اگورمنٹ کو اسکا سارا انتظام حوالہ کر دیا جائے گا۔

انگور اگورمنٹ کی سپاہ ۲۹ نومبر ۱۹۲۱ء کو اورنہ پہنچ گئی۔ اور فرانسیسی
سپاہ کے افسر اعلیٰ نے اورنہ کو اسکے حوالے کر کے خالی کر دیا۔ یہ رسم نہایت خوبی
کے ساتھ ادا کی گئی۔ اور ترکی سپاہ نے فرانسیسی سپاہ کو جوش و محبت کے ساتھ
رحلت کیا۔

۲ گے چل کر ان نتائج پر نظر ڈالی جائے گی۔ جو ترکی فرانسیسی معاہدہ کے
موجب کیلیکیہ انگور اگورمنٹ کو ملنے سے پیدا ہونے لگا۔ اور جو موجودہ جنگ اناطولیہ
کی مالی حالت پر اسکا اثر پڑے گا۔

چنانچہ مقررہ تاریخ پر فرانسیسیوں نے کیلیکیہ مصطفیٰ کمال پاشا کے حوالے کر
دیا۔ آئینوں نے اس شہر کے باشندوں کے نام ایک اعلان شائع کیا۔ جس میں
فرانسیسی ترکی معاہدہ کی رو سے جو ارامی انگور اگورمنٹ کو ملی ہیں۔ اسپر اظہار
مسرت فرمایا۔ اور پھر ظاہر کیا کہ عنقریب ساری دنیا ترکی قوم کے حقوق کو تسلیم
کرے گی۔ انگور اگورمنٹ صرف زندگی کا حق اور استقلال پاسی ہے۔ اس اعلان
کے آخر میں غازی محمد روح نے فرانس کا شکریہ ادا کیا۔ اور اس سلسلہ میں ظاہر
کیا کہ گذشتہ سالوں میں ترکوں اور فرانسیسی قوم کے درمیان سوء فہمی واقع
ہو جانے کی وجہ سے بعض ناگوار واقعات اور فسادات پیش آئے۔
اور یہ سب کچھ ان لوگوں کی مساعی کا نتیجہ تھا۔ جو اس قسم کی بد مزگی پیدا کرنے
میں لگے رہتے ہیں۔ لیکن انگور اگورمنٹ ان تمام لوگوں کے جرائم کو جھٹکے

اس قسم کی سیاسی پیچیدگیاں پیدا کرنے میں حصہ لیا تھا۔ صاف کرتی ہے۔ تاکہ آئندے
حوادث کا اثر بالکل زائل ہو جائے۔

اعلان مذکورہ میں غازی ممدوح نے یہ بھی بتلایا کہ ملک میں امن سکون
قائم رکھنا ضروری ہے۔ باشندگان کو چاہئے کہ وہ ترکوں کے ساتھ دوستانہ
تعلقات کا ثبوت دیں۔ اور اُنکے دشمنوں پر ظاہر کر دیں۔ کہ وہ اُنکے دوست
ہیں۔ اور متحدہ زندگی بسر کر رہے ہیں۔ انہیں دینی اور قومی امتیاز کا خیال
نہیں ہے۔ نیز اس اعلان میں باشندوں کو متنبہ کیا گیا۔ کہ حکومت اُن
لوگوں کے خلاف سخت تدابیر اختیار کرنے پر مجبور ہو گی۔ جو قانون کی
بے حرمتی کریں گے۔

فرانسیسوں کا کیلیکیہ کو خالی کر دینا اور اسپر ترکوں کے حق کو تسلیم کر لینا
ایک ایسا امر ہے جو یونانیوں کی اس حجت اور دعوے کو ضعیف و ساقط کر دیتا
جس کی بنا پر اُنھوں نے سمرنا پر قبضہ کیا تھا۔ یونانیوں نے سمرنا پر قبضہ کئے
اور اناطولیہ میں مداخلت کرنے کا حق اپنے لیے اس اصول پر قائم کیا تھا
کہ فرانس کیلیکیہ پر قابض ہے۔ پس ایسی حالت میں جب کہ دول ملغا کے ایک
برٹے رکن نے کیلیکیہ کو خالی کر کے اسپر ترکوں کے حق کو تسلیم کر لیا ہے
اور اس حجت کو جو یونانیوں نے پیش کی تھی۔ توڑ دیا ہے۔ ترکوں کے لئے
یہ موقع بہم پہنچا دیا ہے۔ کہ وہ یونان کو اسکے ذریعہ سے سمرنا کے تحلیہ پر
مجبور کریں۔ اور اس سے اناطولیہ کو خالی کر لیں۔ اسکے ساتھ جب ہم اٹلی
اور انگلہ گورنمنٹ کی اس باہمی قرارداد کو بھی شامل کر لیں۔ جو حال میں ملتی
ہے۔ تو ترکوں کی حجت بہت زیادہ مضبوط ہو جاتی ہے۔ اور یونان کے لئے
کوئی گنجائش باقی نہیں رہتی۔

مذکورہ بالا فائدہ تو سیاسی حیثیت سے ہے۔ مادی حیثیت سے اس معاملہ
کے موجب جو فائدہ ترکوں کو پہنچے گا۔ وہ اس سے زیادہ شاندار ہوگا۔ یعنی

معاہدہ کے موجب فرانسیسیوں کا کیلیک کہ خالی کر دینا۔ اور ترکوں کا اسپرٹا لٹس ہو جانا۔ اور ان حدود کا مقرر ہو جانا جو ترکوں اور شام کے درمیان معاہدہ میں قرار پائی ہیں۔ اور بغداد اور بیروے لائن کی انتظامی کیفیت کا منضبط ہونا۔ یہ تمام باتیں انگورہ گورنمنٹ کو معقول فائدہ پہنچائیں گی۔ اور سب سے بڑا فائدہ اس سے یہ ہوگا کہ اناطولیہ کے جنوب سے میدان جنگ میں ہر قسم کا سامان آسانی سے لایا جاسکے گا۔ اور فوجی و جنگی کارروائیوں میں اس سے بڑی مدد ملے گی۔ صوبہ کیلیک کے محاصل سواصل کی آمدنی اور جنگی وغیرہ کے مدخل سے انگورہ گورنمنٹ کی آمدنی میں بھی اضافہ ہوگا۔ اور وہاں کی پیداوار سے باشندگان اناطولیہ کو بڑی مدد ملے گی۔ چنانچہ ماہرین فن زراعت کا بیان ہے کہ کیلیک کے اضلاع میں اتنی پیداوار ہوتی ہے کہ اس سے سب سے اناطولیہ کی خوراک کا کام چلایا جاسکتا ہے۔ یعنی کیلیک کی پیداوار اناطولیہ کی ساری آبادی کیلئے کافی ہے۔

مذکورہ بالا فوائد نہایت اہم ہیں۔ اور یقین ہے کہ کیلیک پر قبضہ ہونے سے یونانیوں کی ہمتیں پست ہو جائیں گی۔ اور ان کے لیے ہجرا اسکے کوئی چارہ نہ ہوگا کہ وہ ترکوں کے مطالبات کے سامنے سر تسلیم خم کر دیں۔ اور اناطولیہ اور بحرنا وغیرہ کو ترکوں کے حوالے کر دیں۔

اس قبضہ کے متعلق انگلستان نے ایک یادداشت میں قبضہ کیلیک پر اعتراض لکھا۔ کہ جب کیلیک سے فرانسیسی سپاہ واپس چلی گئی۔ تو اس وقت قلیل تعداد مسیحیوں کی حمایت کیونکر ہو سکے گی۔ تو اسکے جواب میں اخبار "طان" نے ذیل کے تین سوالات پیدا کئے۔

۱۔ انگلستان اگر ترکوں کی حمایت کا ارادہ رکھتا ہے۔ تو اسکو چاہئے کہ وہ اسکے لئے بہترین طریقہ کو اختیار کرے۔ جو اس حمایت کی ضمانت کر سکتا ہے۔ یعنی وہ فوراً ترکوں سے صلح کر لے۔ اور جنگ کو طول نہ دے۔

۲۔ یونان ایشیائے کوچک پر قبضہ کرنے سے عاجز ہے۔ اور کسی طرح ایشیائے کوچک کو وہ فتح نہیں کر سکتا۔ انگریزوں نے اپنے تمام حلفاء سے پہلے شمالی عراق سے اپنی سپاہ کو واپس بلالیا۔ اور پھر تمام حلفاء نے اُسکا اعلان کیا کہ وہ ان مقامات (عراق) پر اپنی سپاہ کو روانہ نہیں کریں گے۔ کیا اس کا ردوائی سے ان مسیحیوں کی جو وہاں رہتے ہیں۔ زندگی خطرہ میں نہیں پڑی اور کیا بہت سے مسیحی وہاں واپسی سپاہ کے بعد ذبح نہیں کئے گئے۔ برطانیہ کی حمایت کو کیا ہوا۔ کہ وہ خاموش رہی۔ اور اُسے اس موقع پر کچھ نہیں کیا۔

۳۔ اٹلی نے عرصہ دراز گزرا۔ کہ اپنی سپاہ کو قونیہ سے بلالیا۔ اس کی اس کا ردوائی سے برطانیہ کی رگ حمیت کیوں جوش میں نہیں آئی۔ اور کیوں اس پر اس نے کوئی یادداشت روانہ نہیں کی۔ حالانکہ اس کا فیصلہ دول حلفاء کے مصالح کو ضرر رساں تھا۔

برطانیہ نے جو یادداشت روانہ کی ہے۔ اس سے مقصود مسیحی قوم کی حمایت نہیں ہے۔ بلکہ صرف امپریل کی حمایت ہے۔ جو عراق میں مقیم ہو برطانیہ کو یہ اندیشہ پیدا ہو گیا ہے۔ کہ کیلیکیہ کے تحلیل کے بعد ترکوں کیلئے کردستان کا راستہ کھل جائے گا۔ اور وہ آسانی سے کردستان کی طرف جاسکیں گے۔

عام فرانسیسی رائے اور انگلستان کی کثیر رائے کبھی اُسکو پسند نہ کریگی۔ کہ فرانسیسی سپاہ کی جنٹیں کیلیکیہ میں صرف اس غرض سے رکھی جائیں کہ امپریل بغداد کے قہر شاہی میں آرام کی نیند سوئے۔ اور عراق کا پیڑ دل اسکے امپریل کے دوستوں کے مقبوضہ حصوں میں بہتا رہے۔

فرانسیسی قوم کا کوئی فرد اس میں شبہ نہیں رکھتا۔ کہ مسائل مشرق میں فرانس کا برطانیہ سے اتحاد ایک سخت مدد کا موجب ہو گا۔ جس کے نتیجہ میں دو باتیں پیدا ہونگی۔ ایک سبلی دوسری ایجابی۔

سلبی سیاست کا منشا یہ ہوگا۔ کہ اسلامی اقوام کے استقلال کو تباہ و برباد کر دیا جائے۔ لیکن اس وقت تک اس مقصد میں قطعاً ناکامی ہوئی ہے۔ خصوصاً ایشیائے کوچک میں اور اسی طرح ایران۔ افغانستان اور فلسطین میں بھی۔ اور یہی خشر اُس کا عراق اور حجاز میں بھی ہونے والا ہے۔ جہاں امیر فیصل اور شاہ حسین کو حکمراں بنایا گیا ہے۔ یہ سیاست جنگ کی تحمیل پاشی کر رہی ہے۔ اور بحر سواحل متوسطہ مالا بارتک کے امن و امان کو جلا کر خاک کر دینے والی ہے۔ اسیابی سیاست کا منشاء یہ ہوگا۔ کہ امن و امان قائم کرنے کیلئے اتحاد و اتفاق قائم کیا جائے۔ اور عام فرانسیسی رائے کو قبول کر لیا جائے۔

یہی وہ سیاست ہے جو اسلامی اقوام کے استقلال کا احترام کرتی ہے۔ اور اسی طرح تمام مغربی قوموں کے استقلال کی محافظ ہے۔ اور اسی سیاست کو پیش نظر رکھ کر فرانس نے انگورہ گورنمنٹ سے اتحاد قائم کرنے کی بنیاد رکھی ہے۔ اس وقت جبکہ ڈانگلٹن کانفرنس میں چین کے استقلال کا مسئلہ پیش ہوگا اور موجودہ سیاست برصاف و روشن امور کی تشریح ہو رہی ہوگی۔ فرانس نے انگورہ گورنمنٹ سے معاہدہ اتحاد کیا ہے۔ جنہیں ایک گورنمنٹ کو تسلیم کیا گیا ہے۔ دول حلفاً کو جب اس کا علم ہوگا۔ تو وہ نادم ہوئے۔ خصوصاً برطانیہ اور پھر اسی قسم کے معاہدہ پر وہ بھی مجبور ہو جائیں گی۔ اور ہمارے اُس نقش قدم پر چلیں گی جو ہم نے مشرق کے امن و امان کو قائم رکھنے کیلئے اختیار کیا ہے۔

ٹرکی فرانسیسی معاہدہ کے متعلق لندن میں پیکیوئیاں اخباروں کی ٹوک جھونک ہوتی تھیں۔ اسکے سلسلہ میں ایک فرانسیسی اخبار نے

گورنمنٹ برطانیہ کے برخلاف حب ذیل شکایات کا اظہار کیا ہے۔

دا گورنمنٹ برطانیہ نے جرمنی سے بہترین جہازات اپنے لئے منتخب کر لئے۔ لیکن ہمیں اس امر پر مجبور کیا گیا۔ کہ ہم اپنے حصہ کے جرمن آبدوزوں کو غرق کر دیں۔

۲۔ برطانیہ نے ہمارے جذباتِ فتحیابی کو پامال کرنے میں کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہیں کیا۔ برطانت اسکے خود برطانیہ نے تمام جرمن نوآبادیات کو اپنے قبضہ میں کر لیا۔

۳۔ اس غرض سے کہ گورنمنٹ فرانس جدید جرمن جنگ کے مقابلہ پر کسی قسم کی ملکی ضمانت نہ لے سکے۔ سٹراٹڈ جارج نے تجویز کیا۔ کہ گورنمنٹ فرانس کو معاہدہ ضمانت پر دستخط کرنے چاہئیں۔ لیکن اسکے ساتھ ہی یہ بھی ہوشیاری کی کہ اس معاہدہ کو پارلیمنٹ سے نہ تصدیق کرائے۔

۴۔ گورنمنٹ برطانیہ نے جرمنی بڑی فوج کی قیامی پر اصرار کیا۔ مگر جرمنی کے جنگی بیڑے کو بالکل دبا دیا۔

۵۔ جرمنی نے صرف ایک ملیرڈ تاوان جنگ ادا کیا۔ جس کا بیشتر حصہ خود برطانیہ نے ہضم کر لیا۔

۶۔ گورنمنٹ فرانس کو بجائے تاوان وصول ہونے کے صرف آئندہ مواعید پر اکتفا کرنا پڑا۔

۷۔ انگلستان نے بلا مشورہ گورنمنٹ فرانس بالشویکوں سے تباہی معاہدہ کر لیا۔ اور باوجودِ بخار کئے جانے کے یونان میں شاہِ طغیان کو امداد دی۔ گورنمنٹ برطانیہ نے ہمارے پولینڈ کے حلیفوں کے مقابلہ پر جرمنی کی امداد کی۔ تبسبب بھی وہ ترکانِ اصرار سے مصالحت کرنے پر ہمارے طرزِ عمل پر شکستہ چینی کرتی ہے۔ اور ہمیں علاقہ سلیشیا میں قیامی فوج کیلئے مجبور کرنا چاہتی ہے۔ تاکہ ہندوستان کی راہ آمد و رفت کافی طور پر مضبوط رہے۔

۸۔ گورنمنٹ برطانیہ نے ہمیں اپنا کوئلہ دیگر ممالک کی شرح سے چار گنا زیادہ قیمت پر دیا۔ اسکے علاوہ جرمنی کے کوئلہ کی بھی ہم سے اسی قدر قیمت دلوائی گئی۔ یعنی اسکی اصلی قیمت سے چھ گنا ہمیں ادا کرنا پڑا۔

۹۔ گورنمنٹ برطانیہ نے فرانس کی تمام پیداوار اور خالصتہاں پر

امتناعی ٹیکس قائم کر دے۔

زراں بعد اخبار مذکور نے اعلان کیا ہے۔ کہ دنیا میں کوئی ایسا مقام نہیں جہاں گورنمنٹ برطانیہ اور گورنمنٹ فرانس کا مشترکہ مفاد پیش نظر نہ ہو۔ مذکورہ بالا الزامات کے جواب میں برطانوی اخبارات نے بتلایا ہے کہ اگست ۱۹۱۲ء کی نازک حالت میں فرانس نے گورنمنٹ برطانیہ سے اسلحہ کی تمغی۔

ہم جانتے ہیں کہ تم ہمارے سمندروں کی حفاظت کر سکتے ہو۔ اور تمہاری دوستی اسوقت ہمارے لئے نہایت بیش قیمت ہے۔ لیکن آپ کی جانب سے صرف گوڈ سٹریم گارڈ کا بھیجا جانا ہی کافی ہے۔ کیونکہ اس سے مخالفین کو معلوم ہو جائے گا۔ کہ گورنمنٹ برطانیہ فرانس کی پشت پر ہے۔

پس گورنمنٹ برطانیہ نے اسوقت نہ صرف پانچ دستہ اور دیگر گارڈ بھیج دیئے بلکہ فرانس کی متبرک حدود کی حفاظت کیلئے ایک دم پانچ لاکھ فوج روانہ کر دی۔ اس واقعہ کی یاد کو فراموش کرانے کی فرانس خواہ کچھ ہی کوشش کرے۔ لیکن وہ ان واقعات پر پردہ ڈالنے میں کامیاب نہ ہو گا۔ کیونکہ برطانی سپاہ کی جانبازی کی داستان کو تازہ رکھنے کیلئے فرانس کو قبرستانوں میں ہر چہار جانب صلیبی نشانات اس امر کا پتہ دے رہے ہیں۔ کہ اس مغتوبہ علاقہ میں سینکڑوں برطانوی فائرنگ سپاہی آغوش اجل میں محو خواب ہیں۔ پس جب تک قبرستان میں ہمارے اور فرانس کے جانباز سپاہی پہلو پہلو دفن ہیں۔ اور ہمیں اس کا کافی علم ہے۔ اسوقت تک گورنمنٹ برطانیہ اور فرانس کے درمیان سے رشتہ اتحاد کو دور نہیں کیا جاسکتا۔

برطانیہ اور فرانس میں کشیدگی

لارڈ کرزن نے فرانسیسی اور ترکی معاہدہ پر یہ اعتراض اٹھائے تھے۔ اسکے جواب میں فرانسیسیوں نے

انہیں یقین دلایا۔ کہ معاہدہ مذکور امن کے خلاف نہیں۔ اور نہ ہی اس سے حکومت انگورہ کے تسلیم کر لینے کا اظہار ہوتا ہے۔ قومی اغراض کیلئے بند درپلو کے

استعمال سے متعلق جواب میں کہا گیا۔ کہ یہ امر قابل یقین نہیں کہ ریلوے برطانیہ
عظمیٰ کے برخلاف استعمال ہو سکتی ہے۔ اور اسمیں یہ بھی بتایا گیا۔ کہ ریلوے
شام کے زیرِ حکمرانری علاقہ میں سے گزرتی ہے۔ اور یہ کہ فرانسیسی ایسی بار
برداری کو روک سکتے ہیں۔ جس میں عراق عرب کے خلاف فوجی دھمکی کے
امکان کا مشائبہ بھی پایا جاتا ہو۔

فرانسیسی حکومت نے ہر طرح با مضابطہ یقین دلایا۔ کہ اسمیں کسی طرح
سے بھی یہ خیال نہیں کیا جاسکتا۔ کہ برطانیہ کی زیرِ حکم برداری جو علاقہ ہے
اسکے خلاف کسی قسم کی آسانی بہم پہنچانے کا امکان بھی ہے۔ اور اس سے
انکار کیا گیا۔ کہ آسنے ٹرکی میں تنہا منیاسی یا اقتصادی قائدہ اٹھانے
کی کوشش کی ہے۔

اسکے جواب میں لارڈ کرزن نے جو خط لکھا۔ اسمیں فرانسیسی جواب پر
اگرچہ اطمینان ظاہر کیا گیا۔ لیکن انھیں پھر بھی اندیشہ نگار رہا۔ کہ معاہدہ کی
شرط نمبر زمانہ امن میں ترکی افواج کی معاذات حرکات کو کس طرح روک
سکے گی۔ لارڈ کرزن نے پھر بھی متفقہ اتحاد کی ضرورت پر زور دیا۔

لیکن اخبار طران اس امر پر زور دیتا رہا۔ کہ آؤ انگلستان سے گفتگو
کر کے فیصلہ کر لیں۔ انگلستان کے اخبار آبزورڈ کے نامہ نگار متیم پیرس نے
اس سلسلہ میں ایک مضمون لکھا۔ جس کا اقتباس یہ ہے کہ کل معاملہ صاف
کر کے سمجھوتہ کر لینے کا وقت تنگ ہوتا جاتا ہے۔ کیونکہ صرف دونوں گورنمنٹوں
ہی کے تعلقات میں کشیدگی یوماً فیوماً ترقی پذیر نہیں ہے۔ بلکہ ابتداءً انگلشیہ کی
دونوں ساحلی قوموں میں بھی رنجش بڑھتی جاتی ہے۔ اب ضرورت یہ ہے کہ
ایک ایسی کانفرنس منعقد ہونی چاہیے۔ کہ پھر دونوں کا غبار باقی نہ رہے۔ اس
کانفرنس میں یہ بھی طے ہونا چاہیے۔ کہ یہ مسئلہ اسب نہ ہوگا۔ کہ اس فرنی چیز کو
جس کا نام اتحادِ ثلاثہ ہے۔ ترک کر دیا جائے۔ اور اراکین اتحاد کو اختیار ہوگا

کہ جو اپنے لئے مناسب سمجھیں کریں۔ اور یہ اتحاد بھی کیا اتحاد ہے۔ کہ خلاف درجی متواتر عمل میں آرہی ہے۔ ایک دوسرے کو طرح طرح سے دق کیا جا رہا ہے آنکھ بچا کر فائدہ اٹھانے کی کوشش ہو رہی ہے۔ آگے نکل جانے کی اندر و خارجہ کوششیں ہو رہی ہیں۔

یورپ میں ایک صحیح نظام قائم رکھنے کے لئے انگلستان اور فرانس کے مابین اتحاد ایک لازمی امر ہے۔ جس کو کوئی شخص انکار نہیں کر سکتا۔ اکثر فرانسہ اس کو محسوس کرتے ہیں۔ مگر ساتھ ہی یہ لوگ اس اتحاد کو ایک جوا خیال کرتے ہیں۔ اتحاد چاہنے والے لوگوں کی تعداد بہت کم ہے۔ ہاں ایسے لوگ بہت ہیں جو اتحاد چاہتے ہیں۔ مگر وہ اتحاد کی ذمہ داریوں کو نظر انداز کرنا چاہتے ہیں اخبار طان کے مطالبہ کی تائید کرتے ہیں۔ کہ فوراً ایسی مجلس گفت و شنید ہونی چاہیے۔ تاکہ ایک مشترکہ طریق عمل مرتب ہو کر عمل میں آئے۔ اگر ایسا نہیں ہو سکتا۔ اور کرہ ارض کے چھپچھپے پر انگلستان اور فرانس کی باہمی تقدیروں میں باہمی رقابت لکھی ہے۔ تو یہ بات بدرجہا بہتر ہوگی۔ کہ کھلم کھلا رقابت سے کام لیا جائے۔

حال کے چند واقعات سے کچھ ایسی شےیں لگی ہے کہ پھوڑا سمیٹ سکتا۔ بعض واقعات کو مخفی رکھا جاتا ہے۔ کیونکہ یہ خیال ہوتا ہے کہ دوسری قومیں مثلاً جرمن یا امریکہ کیا کہیں گے۔ لیکن واقعات سے چار آنکھیں نہ کرنے کو حماقت کہتے ہیں۔ اور جب فریبت یہاں تک پہنچ جائے کہ فرانسہ اخبارات فرانس اور انگلستان کے تعلقات کو روم اور (اس کے قدیمی دشمن) ملک کارہینج کے تعلقات سے تشبیہ دینے لگیں۔ تو پھر معاملہ کو صاف نہ کرنا ڈھیل دیتے رہنا جنون کے مترادف ہوگا۔

جو باتیں رنجش کا باعث ہیں۔ انہیں بعض باتیں بے حقیقت ہیں۔ صرف تنگ مزاجی کا پتہ چلتا ہے۔ بعض امور کے متعلق اختلاف رائے کہ

اسباب واقعی موجود ہیں۔ وسطی یورپ یعنی ہنگری۔ رومانیہ وغیرہ میں ریشہ
رومانیاں کی ندیاں تانے بانے میں مصروف ہیں۔ پولینڈ کو فرانس کسی اور
نگاہ سے دیکھتا ہے۔ اور انگلستان کسی اور نظر سے۔ علاوہ اسکے روس میں
دونوں کے مقام مختلف ہیں۔ قسطنطنیہ اور ایجنٹر اور انگریز کے متعلق ایسے
قصے درپیش ہیں۔ جن کو خفیف باور کرنا حماقت میں داخل ہوگا۔ اور تو اور
البانیہ والے بھی حقہ میں فرانس اور انگلستان کے بر مقابل بیٹھے۔
بات یہ ہے۔ کہ انگلستان اور فرانس کے لئے مل کر کام کرنا مشکل ہو گیا
ہے۔ ایک دوسرے کے کام میں روٹا اٹھانے کی خواہش ہر وقت
دلوں کو بیکار رکھتی ہے۔

ہم نہایت افسوس کے ساتھ یہ بھی لکھتے ہیں۔
وزیر اعظم فرانس کا انتقال کہ فرانس کا وہ وزیر اعظم جس نے انگریز گورنمنٹ کو
استقامت قائم کر کے صلح کی۔ وہ وزیر اعظم جس نے صلح ہونے سے قبل مسٹر لائڈلج
کو کہا تھا۔ کہ اگر یونان نے انگریز حکومت پر کوئی فتح حاصل کی۔ تو وہ اپنی قوت
سمیت ترکان احرار کی مدد پر کمر بستہ ہو جائے گا۔ اور وہ موسیویرائنڈ جیسے
امریکیہ میں کہا ”زندہ باد ٹرکی“۔ ہمارا اصل مقصد ہے۔ وہ اپنے عہدہ
وزارت سے مستعفی
ہوئے۔

مطبوعات اعوان بک ڈپو

(۱) سوانح عمری غازی مصطفیٰ کمال پاشا پانچ جلدوں میں جنکے نام بمعہ قیمت ذیل میں درج ہیں۔

(۱) نیلڈ مارشل غازی مصطفیٰ کمال پاشا بالتصویر (قیمت ۸)

(ب) غازی مصطفیٰ کمال پاشا اور محاربا آرمینیا فرانس (۸)

(ج) غازی مصطفیٰ کمال پاشا اور محاربات یونان قیمت ۸

(د) دفعہوں میں یونانیوں کی مکمل تباہی قیمت ۱۲

(ر) آنا ترک مصطفیٰ کمال جلد پنجم قیمت ۱۰

(۲) سوانح عمری غازی الود پاشا کلاں بالتصویر (زیر طبع) ۸

(۳) سوانح عمری غازی محمود شوکت پاشا بالتصویر قیمت ۸

(۴) انشاء کے لنوان جدید قیمت ۶

(۵) سلک گوہر - قومی نظموں کا مجموعہ قیمت ۶

(۶) کلید جنت - ورد و وظائف کی بہترین کتاب

اور نایاب تحفہ (زیر طبع) قیمت ۸

ملنے کا پتہ

اعوان بک ڈپو شہر سیالکوٹ

فہرست مضامین و نسخہ عمری مصطفیٰ کمال پاشا جلد دوم

| صفحہ | مضامین | صفحہ | مضامین |
|------|-------------------------------------|--------------|-----------------------------------|
| ۲۳ | یونانیوں کی مصیبت | ۳ | دربارچہ |
| ۲۴ | اداس یونانی اور شادمان احرار | | مصطفیٰ کمال پاشا اور یونان |
| ۲۷ | پیرس کانفرنس | ۱۹۳۰ء کا دور | |
| ۲۶ | لنڈن کانفرنس کا انعقاد | | یونان کا قبضہ ختم کرنا و سمرنا پہ |
| ۲۸ | مصطفیٰ کمال پاشا کی مختصر اکیٹ | ۸ | مصطفیٰ کمال پاشا کا حملہ |
| ۳۸ | لنڈن کانفرنس میں نمائندوں کی روانگی | ۱۲ | یونان کی جارحانہ کارروائیاں |
| ۲۹ | توفیق پاشا اور مصطفیٰ کمال پاشا | ۱۲ | مصطفیٰ کمال پاشا کی حکمت عملی |
| ۳۰ | قوم پرستوں کے وفد کی روانگی | ۱۲ | یونانی اور دروغ بافی |
| ۳۰ | مصطفیٰ کمال پاشا کی تصریحات | ۱۵ | بیکوس پر ترکی قبضہ |
| ۳۱ | نمائندوں کی آمد آمد | ۱۶ | قوم پرستوں کی فتح |
| ۳۱ | کانفرنس کا اختتام | ۱۶ | قوم پرستوں کی سرگرمیاں |
| ۳۲ | اختلافات | ۱۷ | مصطفیٰ کمال پاشا کا اعلان |
| ۳۲ | ترکی مطالبات | ۱۷ | یونان کی خرابی |
| ۳۴ | یونانیوں کی مخالفت | ۱۷ | یونانی خندقوں پر اسرار کا قبضہ |
| ۳۶ | معاہدہ سیور کے ترمیمات | ۱۷ | یونانیوں کی شکست |
| ۳۸ | ترکوں کا اعتراض | ۱۸ | مصطفیٰ کمال پاشا کا ہوائی حملہ |
| ۳۹ | ترکوں اور یونانیوں کی باہمی نفرت | ۱۹ | شاہ قسطنطین کی مزاحمت |
| | مصطفیٰ کمال پاشا کا اعلان | | ۱۹۲۱ء کا دور |
| | ساکنین اناطولیہ | ۱۹ | شاہ قسطنطین کا زمانہ |
| | مصطفیٰ کمال پاشا کا نقطہ | ۲۰ | کمال پاشا کی تیاریاں |
| | لنڈن کانفرنس میں نمائندوں کی مزاحمت | ۲۱ | یونانی جارحانہ کارروائی |
| | یونانی نمائندوں کی ہراسی | ۲۲ | اسلامیوں اور انگورہ میں خوشیاں |
| | معاہدہ سیور کے ترمیمات | ۲۲ | عسکی شہر کا معرکہ |
| | اناطولیہ کا قبضہ تلوار پر نہ کر کے | ۲۳ | ترکوں کی مزید کامیابیوں |

| صفحہ | مضامین | صفحہ | مضامین |
|------|---|------|--|
| ۹۲ | دو بارہ جنگ کا آغاز | ۲۵ | انگو پورٹ کی اہم قرارداد |
| ۹۲ | یونانوں کی پیش قدمی | ۲۶ | حکومت آئینہ کا پیغام |
| ۹۵ | یونانی فتح | ۲۶ | اسیر کا کمال پاشا کے نام |
| ۹۵ | عسکی شہر کا معرکہ ثانی | ۲۸ | حکومت آئینہ جنگی بیڑا |
| ۹۵ | ترکان احمد کا سرکاری اعلان | ۵۰ | مشرق قریب |
| ۹۵ | یونانیوں کی از سر نو جارحانہ کارروائی | ۵۱ | جنگ سکاریہ |
| ۹۶ | ترکوں کی قوت کا اجتماع | ۵۱ | مظالم یونان تسلیم |
| ۱۰۹ | ترکوں کی شاندار جنگی تیاریاں | ۵۲ | تہنید |
| ۱۱۳ | یونان کی صلح کی خواہش | ۵۴ | سمرنایس یونانی مظالم |
| ۱۱۵ | یونان کی تازہ سرگرمیاں | ۵۴ | دول متحدہ کی تحقیقاتی کمیٹی کی رپورٹ |
| ۱۱۵ | یونانی پیش قدمی کی گولہ باری | ۵۴ | شاہ قسطنطین کی آمد کی خوشی میں مسلمانوں کو |
| ۱۲۰ | قریم پرست سمرنہ کے قریب | ۵۴ | گولی کا نشانہ بنایا گیا |
| ۱۲۰ | شاہ قسطنطین سمرنہ میں | ۵۵ | یونانی مظالم تھریس میں |
| ۱۲۴ | بورسا محاصرہ کی حالت میں | ۵۵ | تھریس میں یونانیوں کی بے لگائی |
| ۱۲۴ | مصطفیٰ کمال | ۵۵ | پانسوسے ہوپر معرکہ میں گرفتار |
| ۱۲۵ | مصطفیٰ کمال پاشا کی بالینیت کا اجلاس خصوصی | ۵۶ | اسلامک نیوز کے خاص نامہ نگار کی رپورٹ |
| ۱۲۵ | ترکوں کی پیش قدمی | ۵۷ | غازی مصطفیٰ کمال پاشا کا دردناک میل |
| ۱۲۵ | یونانوں کی پیش قدمی | ۵۸ | افغانستان کی مداخلت برطانیہ کے نام |
| ۱۲۵ | مدرک سکاریہ | ۶۲ | ترکان آل عثمان کی مصیبتیں |
| ۱۲۵ | جنگ سکاریہ کی تفصیل کیفیت | ۶۵ | مقتل سو سے زیادہ سربراہان و مردہ ترک |
| ۱۲۵ | مصطفیٰ کمال پاشا انگلو میں | ۶۷ | ایک ریاست میں سے پانچ روہ لگئے |
| ۱۲۵ | قومی یا ریخت کی تہنیت | ۶۷ | اسلامان کلدار توپ سے آواز دیئے گئے |
| ۱۲۵ | غازی مصطفیٰ کمال پاشا کا خطبہ | ۶۷ | ایک گاؤں کی تباہی |
| ۱۲۵ | مصطفیٰ کمال پاشا کو غازی کا خطاب | ۶۷ | عورتوں و بچوں کے دردناک شہادت |
| ۱۲۵ | بابا عالی اور مصطفیٰ کمال پاشا | ۶۷ | ایک گاؤں کی حسرتناک تباہی |
| ۱۲۵ | غازی مصطفیٰ کمال پاشا کا بیان | ۶۷ | بے نظیر سفائی و غارتگری |
| ۱۲۵ | مصطفیٰ کمال پاشا کے بیانات | ۷۷ | مکانات میں آگ لگا دی گئی |
| ۱۲۵ | جزت پاشا کے خیالات | ۷۷ | ایک آدمی گاؤں میں ظلم |
| ۱۲۵ | مصطفیٰ کمال پاشا اور مصطفیٰ کمال پاشا کے خیالات | ۷۷ | قرآن شریف پر زہرہ کو دیا گیا |
| ۱۲۵ | یونان کی فیاضی | ۹۰ | |
| ۱۲۵ | ترکوں کی مزید پیش قدمی | ۹۱ | |
| ۱۲۵ | بورسا کا محاصرہ | ۹۱ | |

دیباچہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اس سے پہلے غازی مصطفیٰ کمال پاشا کی سوانح عمری کی دو جلدیں لکھی جا چکی ہیں۔ جن میں ان کے ابتدائی حالات اور موجودہ زمانے کے کارنامے علاوہ ان کے آرمینیا اور فرانس کے ساتھ محاربات مکمل اور مفصل طور پر ذکر کئے گئے ہیں اب اس جلد میں جو غازی موصوف کی سوانح عمری کی تیسری جلد ہے۔ صرف جنگ یونان کا شروع سے لے کر آخر تک تذکرہ ہے۔ اس جنگ کے دو دور مقرر کئے گئے ہیں۔ ۱۹۲۱ء اور ۱۹۲۲ء کا۔ اگرچہ یونانیوں نے ۱۹۱۹ء کے درمیان میں سمرنا میں پیش قدمی شروع کر دی تھی۔ لیکن اس سال میں قوم پرستوں کی یونانیوں سے کوئی ٹکڑھٹھ نہ ہوئی۔ کیونکہ اس وقت وہ ایک غیر منظم اور پراگندہ حالت میں تھے۔ اور نہ ہی ان کے سربراہ کوئی سرور یا لیڈر تھا۔ اس سال میں صرف ان کی قومیت و جمعیت کی ساخت وپرداخت ہی ہوتی رہی تھی اس دور کو علیحدہ مقرر نہیں کیا گیا ہے۔ صرف ۱۹۲۲ء کے دور کے آغاز میں بطور تمہید ترکان احرار کے ابتدائی حالات درج کئے گئے ہیں۔ ۱۹۲۱ء کے آغاز میں جب ترکان احرار کی حالت بہتر ہو گئی۔ ان کی جمعیت بڑھ گئی۔ اور سامان حرب و ضرب بھی ان کو مہیا ہو گیا۔ اور بالشویکوں کی دوستی بھی ان کو حاصل ہو گئی۔ تب انہوں نے اپنی جنگی کارروائیوں کا آغاز کیا۔ ایک طرف تو انہوں نے آرمینیا اور فرانس کے برخلاف اعلان جنگ کر دیا۔ دوسری جانب برطانیہ اور ترکی سے بھی ان کی خفیہ چھڑپیں ہوتی رہیں۔ علاوہ اس کے انہوں نے یونانیوں سے بھی طرح جنگ دلدی۔ آغاز جنگ سے لے کر موجودہ وقت تک یعنی دو سال کے عرصہ میں یونانیوں

اور ترکوں کے درمیان بے شمار جنگیں ہوئی ہیں۔ لیکن سب سے بڑی تین لڑائیاں ترکوں نے یونانیوں کے برخلاف لڑی ہیں۔ دو معرکے عسکی شہر پر اور ایک معرکہ نہر سکاریہ پر جو ٹورکی کی تاریخ میں سنہری حروف سے لکھے جائینگے عسکی کے پہلے معرکے میں یونانیوں نے نقصان ضرور اٹھایا۔ مگر خطہ اس معرکے کے بعد یونان نے دول، یورپ کے پاس صدائے احتجاج بلند کی کہ صلح کرادی جائے۔ چنانچہ اس مطلب کے لئے ۱۹۲۱ء کے شروع میں لندن میں ایک کانفرنس منعقد ہوئی جس میں ترکوں اور یونانیوں کے مطالبات پیش ہوئے۔ اتحادیوں نے بہت کوشش کی کہ صلح ہو جائے۔ مگر کانفرنس کو ناکامی ہوئی۔ اور دوبارہ جنگ کا آغاز ہوا۔ اور عنقریب ہی عسکی شہر پر دوسرا معرکہ ہوا۔

اس معرکے میں یونانیوں کو کافی سے زیادہ نقصان اٹھانا پڑا۔ لیکن اب کی دفعہ وہ اتحادیوں کے پاس صدائے احتجاج نے نہ گئے۔ بلکہ وہ مقابلہ میں ڈٹے رہے۔ اس نیت سے کہ وہ ترکوں سے ایک فیصلہ کن جنگ کر کے ان کے دارالخلافہ انگوراپہ قبضہ کر لیں۔ اس خیال کو مد نظر رکھ کر وہ انگورہ کی طرف بڑھے۔ ترک اپنی حکمت عملی کی رو سے پیچھے ہٹتے گئے۔ جب یونانی ان کی گرفت میں اچھی طرح آ گئے۔ تب انہوں نے سکاریہ کے مقام پر یونانیوں سے مقابلہ کیا جس دن تک جنگ شدید جاری رہی، جس میں یونانیوں نے آخر شکست کھائی۔ اور بھاگ نکلے۔

معرکہ سکاریہ میں انہوں نے اپنی رہی سہی پونجی سبھی ضائع کر دی۔ مگر یونانیوں کی شکست ہو گئی۔ ان کے چھکے چھوٹ گئے۔ یونانیوں نے شکست پر فاش کھائی۔ آگے بڑھنے کا نام تک نہ لیا۔ یونانیوں کی اس شکست کے بعد حالت بہایت ہی ردی اور ابتر ہو گئی۔ اس کا اندازہ اس بات سے لگ سکتا ہے کہ شاہ یونان جو اناطولیہ میں اپنی فوجوں کو لڑانے کے لئے طے ہو جو

تھا۔ اس شکست کے بعد یالوس اور ہراسان ہو کر یونان میں واپس چلا گیا۔ پھر انہوں نے مصطفیٰ کمال پاشا سے خود بخود صلح کی درخواست کی جس کو مصطفیٰ کمال پاشا نے منظور نہ کیا۔ آخر یالوس ہو کر ایک یونانی وفد وزیر اعظم کی سرکردگی میں یورپ گیا۔ اور اتحادیوں کے دروازوں کو جاکھٹکھٹایا اور بحار و زاری کے ساتھ آرزو ظاہر کی کہ کسی طرح سے یونان کی ترکوں سے صلح کرا دی جائے۔ بعض دول نے تو اس میں دخل دینے پر آمادگی ظاہر کی۔ اور بعض نے اس وفد کو کہہ دیا کہ یونان کو اپنے تھوڑے سے ہی علاقہ نہایت کرنی چاہئے۔ کیونکہ تھوڑے علاقے کا انتظام اچھی طرح سے ہو سکتا ہے۔ آخر اتحادیوں نے مل جل کر اس بات کا اظہار کیا کہ یونان اور ترکی کی صلح ہی کرا دینی بہتر ہے۔ تاکہ دنیا میں جنگ کا فائدہ اور امن کا آغاز نہ ہو جائے چنانچہ اس مقصد کے لئے ایک اور کانفرنس جنیوا میں منعقد ہوئی۔ جس میں لندن کا نفرس کی طرح ان دونوں حکومتوں کے معاملات پیش ہوئے۔ لہذا لڑائی بند رہی۔ اور یونان ہر طرح سے یہی کوشش کرتا رہا ہے کہ صلح ہو جائے۔ اور دوبارہ لڑائی کا آغاز نہ ہو۔ لیکن ترک اس صلح کا نفرس کو اہتمام کے اثر سے بالکل متاثر نہ ہوئے۔ وہ متواتر اپنی تیاریوں میں مشغول رہے اور موسم بہار کا انتظار کرتے رہے۔ تاکہ وہ ایک فیصلہ کن جنگ کریں۔ ان کو یقین تھا کہ جنگ پھر شروع ہوگی۔ کیونکہ وہ جانتے تھے کہ لندن کا نفرس کی مانند اس جنیوا کا نفرس میں بھی ان کے مطالبات پورے نہیں ہو سکیں گے۔ اور نہ ہی یونان ان کی شرائط تسلیم کرے گا۔

سکاریہ کی جنگ سے پہلے یونانیوں کی پیش قدمی اور پسپائی کی خبریں متواتر آتی رہیں۔ یہ تھیں کہ ایک دن ہو۔ یا دو دن۔ یا ایک ہفتہ یا دو ہفتے بلکہ مسلسل مہینوں تک یہی حالت جاری رہی جس سے معلوم ہوتا تھا کہ ترک اب کمزور ہو گئے ہیں۔ اور کوئی دن میں مٹی ہوئی ٹرکی کی باقی رہی ہو پونجی

بھی نابود ہونے کے قریب ہے۔ ان وحشت آشارخروں نے تمام دنیا کو متوحش بنا دیا۔ ہر ایک کی آنکھیں اس جنگ کے انجام پر لگی ہوئی تھیں۔ مگر جو ثروت زمین ہیں۔ وہ کہتے تھے۔ کہ اس میں کچھ چال ہے اور ایک دن یہ خبر آئے گی۔ کہ وہ یونانی مارے گئے حقیقت میں یہ لوگ سچے تھے۔ آخر ۱۹۱۲ء میں یونانیوں کی شکستوں اور ہزیمتوں کی خبریں آئی شروع ہو گئیں۔ ترکوں کی پسپائی کسی چال پر تھی۔ دراصل وہ اپنی پسپائی کو ہردے کا رلا کر یونان کو اپنی گرفت میں مکمل طور پر لانا چاہتے تھے۔ جب جنگ سکاریہ میں یونانیوں کی مکمل شکست کی خبر آ گئی۔ تو وہ جبراً لگی اور سراسیمگی جو لوگوں کے دلوں پر بیٹھی ہوئی تھی۔ فوراً رفع ہو گئی۔ اور اسے خوشی کے ہر ایک کی زبان سے ڈیل کے اشتہار جاری ہوتے تھے۔

خوش کار نامہ ایست کہ اند ہڑے کار۔ ایں کار از تو آید و مردان چنیں کنند
یا بند دست اگر بنین خیر و کمال۔ بردست و باز دے تو ہزار آفرین کنند
بہر حال یونان کو ٹرکی کی سرزمین میں فوجیں اتارنے سے از حد نقصان اٹھانا پڑا ہے۔ اس کی فوج لاکھوں کی تعداد میں کٹی جا چکی ہے۔ اب نڈے جنگ کا یہ سے لے کر ہر جنوری ۱۹۱۲ء تک یونانی نقصانات کی تعداد ۶۰ ہزار مقتول سے زیادہ ہے۔ اور باقی اور جنگوں کا حساب درکار۔

یونانیوں نے دوران جنگ میں اور سمرنا اور تھریس میں پیش قدمی کے موقع پر ٹرکی کی مسلمان رعایا پر از حد ظلم و ستم کئے۔ بیشمار مسلمانوں کو شہید کیا۔ گاؤں اور شہر لوٹ لئے۔ کئی گاؤں اور شہروں کو جلا کر رکھ دیا۔ گاؤں کو دیر کر دیا۔ ایسی ہی کبھی کسی حکومت نے کسی ملک میں نہیں کی۔ جیسی یونانیوں نے ٹرکی میں جی کھول کر کی ہے۔ کیوں نہ ہو۔ یہ مذہب دنیائی حکومت ہے۔ جس کو خدا کے واسطے مسلمانوں سے دشمنی سوچتی ہے۔ ہم نے ان مظالم یونان کو جو اس نے ٹرکی کی مسلمان رعایا پر توڑے ہیں۔ ایک جگہ جمع کر کے اس کتاب کے آخر

میں لکھ دیئے ہیں جس کا نام منظام یونان مسلمانان ترکی پر رکھا ہے۔ اس کے پٹھنے سے آپ کو معلوم ہو جائیگا کہ یونانیوں نے کیسے کیسے دلخراش اور خوفناک واقعات ظاہر کئے ہیں۔

دنیا کی ہندوب قوموں نے یونان کی اس واپسی کی طرف اپنی عنان توجہ منطقت بھی کی تھی۔ اور ایک متوجہ کمشن بھی اس معاملہ کی چھان بین کے لئے مقرر کی گئی تھی۔ جس نے اپنی رپورٹ میں یونان کو صاف مور والزم بنایا۔ مگر یونان کا یہ ظلم واستبداد ہندو ہوا۔ اب بھی یونانیوں کی یہی عادت ہے۔ کہ جب وہ ایک مقام سے شکست کھا کر بھاگتے ہیں۔ راستہ میں جس قدر لگاؤں آتے ہیں۔ سب کو تباہ و برباد کرتے جاتے ہیں۔ اور جلا کر خاک سیاہ کر دیتے ہیں۔

آخر میں ہم ناظرین کرام کی آنکھیں کھلے اس قدر بیان کر دینا ضروری سمجھتے ہیں۔ کہ فی الحال ہم غازی مصطفیٰ کمال پاشا کی سوانح عمری لاسلسلہ اس کتاب کے اختتام پر ہی ختم کرتے ہیں۔ جب اور نئے واقعات دو نہا ہونگے۔ تو وہ بھی انشاء اللہ بشرط فرصت ناظرین کی خدمت میں پیش کر دیئے جائینگے۔ ہم امید کرتے ہیں۔ کہ ہمارے معزز ناظرین ہمارے ان نایزہ تحفوں کو قبول کرتے ہوئے ہماری اس محنت اور ہمت کی قدر کر کے مشکور فرمائیگی۔ اور ہمیں دعا ہے کہ جیسے یاد فرماتے رہا کریں۔ فقط والسلام +

نیا زمانہ

محمد عبد اللہ اعوان (نشی قائل)

مالک اعوان ایک ایسی لاہور

مصطفیٰ کمال پاشا اور یونان

(۱۹۲۰ء کا دور)

یونان کا قبضہ تھریس اور سمرنا پر جون ۱۹۱۹ء میں پیرس کی صلح کا نفرنس نے سب سے اول اس امر کا اظہار کیا کہ تھریس اور سمرنا ترکی سے علیحدہ کر کے یونان کو دیئے جانے چاہئیں۔ چنانچہ اتحادیوں کو جس قدر علاقہ ترکی کا یونان کے حوالے کرنا مقصود تھا۔ انہوں نے اس کی حد بندی کر دی، جس کو انہوں نے یونان کی حکومت کے پاس بھیج دیا۔ لیکن یونانی وزیراعظم ایم وینزلیوس نے اس حد بندی کے متعلق ایک نئی تجویز صلح کا نفرنس میں پیش کی۔ جو منطوق ہو گئی۔ یہ یونان کے لئے امید کا مقام تھا۔ کہ اب اس سے ترکی کے ملک سے کچھ حصہ مل جائیگا۔ اس امید پر یونان نے اپنی فوجوں کو لیس اور آراستہ و پیراستہ کر کے سمرنا اور تھریس کی حدود پر جمع کر کے بٹھا دیا۔ تاکہ جب صلح کا نفرنس سے دوسری آواز اٹھے۔ تو وہ فوراً ان علاقوں پر قابض ہو جائے۔ لیکن ترکیوں نے اس تقسیم کو بہت ہی ناپسندیدگی کی نگاہ سے دیکھا۔ اور اتحادیوں کی بے انصافی سے بہت ہی متاثر ہوئے۔ اس وقت ملک میں ایک ایسی جماعت پیدا ہو گئی۔ جو اس تقسیم کی مخالفت پر کمر بستہ ہو گئی۔ اتحادیوں نے صلح کی ابتدائی شرائط کی رو سے ترکی کو بالکل غیر مسلح کر دیا۔ لیکن یہ لوگ ملک کے مختلف حصوں میں پھیل گئے۔ اور ملک کو بچانے کا پزیرہ دینگنڈہ پھیلانے لگ گئے۔ زیادہ تر قوادان لوگوں کی اناطولیہ کی پتھر ملی اور سنگلاخ زمین میں تھی۔ ان دونوں مصطفیٰ کمال پاشا اناطولیہ کے کمانڈر تھے۔ قوم پرستوں نے ملکر ان کی صدارت

میں ایک کانگریس ارض روم میں منعقد کی جس میں حفاظت وطن کے لئے تباہی کی
 نہیں۔ سبھی کچھ بہت غصہ نہ گذر نے پایا تھا کہ ستمبر ۱۹۱۹ء کے آغاز میں صلح کانفرنس
 کے ایوان کے گنبد سے دوسری افاز کو سختی ہوئی اور بجلی کی طرح کرکٹ کتی ہوئی ٹرکی
 کے خرمین ہستی پر پڑی جس کو اس نے بالکل ہاکر ملیا میٹ کر دیا۔ یعنی سپریم کونسل کے
 اجلاس میں ٹر بیڑیل کشن نے اس امر کی سفارش کی کہ یونانی افواج کو مغربی تھریس
 پر قبضہ کر لینا چاہئے۔ اور وسطی اور مشرقی تھریس پر برطانیہ فرانس اور اٹلی کو قابض
 ہونا چاہئے۔ چنانچہ یونان نے اس آواز کے پیدا ہونے ہی سمرا اور تھریس کے
 علاقوں میں داخل ہو کر ظلم و ستم شروع کر دیئے۔ یونان کی پیش قدمی کی پہلی خبر بالبعالی
 کو اس وقت ملی۔ جب کہ بالبعالی میں وزارت کا اجلاس منعقد تھا۔ اس موقع پر
 مصطفیٰ کمال پاشا بھی موجود تھے۔ پارلیمنٹ کے اوسان خطا ہو گئے۔ وزیر
 ان سے دریافت کیا کہ اب کیا کرنا چاہئے۔ انہوں نے کہا کہ بہت اور دیر
 سے کام لینا چاہئے۔ اور اعداء کا ڈٹ کر مقابلہ کرنا چاہئے۔ تب مصطفیٰ کمال پاشا
 حیران اور شہر دل میں یہ خیال کئے ہوئے اناطولیہ میں آ گئے۔ کہ وہیں بیٹھ کر قوم
 کو جمع کر کے اتحادیوں کی اس کارروائی کی مخالفت کر لیں چاہئے اور ملک کو اعداء
 کے ہاتھوں سے بچانے کی کوئی تجویز کرنے کے لئے اپنی اس جائز تحریک کی بنیاد
 ڈالنی چاہئے۔ لیکن اس وقت غازی مصطفیٰ کمال پاشا کے دل میں یہ خیال بھی گذرنا
 کہ وہ پیچھے ہٹ جائیں۔ کیونکہ دشمن عوام میں یہ ہر پھیلانے کی کوشش کر رہے تھے
 کہ اتحادیوں کی طرف سے جو سختیاں ٹرکی کے ساتھ ہو رہی ہیں۔ وہ محض انہی کے
 باعث سے ہیں۔ لیکن ان کو پھر یہ خیال آیا کہ اگر وہ پیچھے ہٹ گئے۔ تو لوگ یہ
 سمجھ بیٹھیں گے کہ انہیں ٹرکی کے مستقبل سے بالوسی کی جھلک نظر آ گئی ہے۔ بدیں وجہ انہوں
 نے لوگوں کی مخالفت کے خیال کو دل سے محو کر دیا۔ اور اپنی تحریک کو ترقی دینے
 میں مصروف ہو گئے۔ درحقیقت قوم پرستوں کی حقیقی تحریک اسی وقت سے شروع
 ہوئی۔ بعد ازاں مصطفیٰ کمال پاشا کی صدارت میں قوم پرستوں کی ایک کانگریس

سبواٹر منعقد ہوئی۔ جس میں ملک کو بچانے کی تدابیر پر غور کیا گیا اور امریکہ سے یورپ کی جاہلانہ پالیسی کے خلاف صدر اے احتجاج بلند کی گئی۔ قوم پرستوں کی طرح یہ خبر سکے مسلمان عالم کو بھی چین نہ تھا۔ انہوں نے بھی اس پیش قدمی کے خلاف اور ان دونوں علاقوں کی ٹرکی سے علیحدگی کے متعلق مہایت ہی زور سے صدر اے احتجاج بلند کی۔ مگر اتحادیوں نے اس کی طرف مطلق کان نہ دھرے۔ یورپ میں تو یہ معائنہ تھا کہ ”طوطی کی آواز کون سنتا ہے تقارض نے میں“۔ یورپین طاقتوں کو اپنے مطلب سے سبغرض تھی۔ دوسرے چینی چلانے والے بھاڑ میں جائیں۔ اور تو اور خود ٹرکی میں بھی ہمارے اندر سمرنا میں یونانی پیش قدمی اور قبضہ کے متعلق سخت ہی اضطراب اور بے چینی پیدا ہوئی۔ مگر پچھلے ترکوں کی کوئی پیش نہ تھی۔ نہ تو یونانیوں نے ان علاقوں میں اپنی پیش قدمی کو بند کیا۔ اور نہ ہی اتحادیوں کی طرف سے ہی کوئی کارروائی یونانیوں کی پیش قدمی روکنے کے لئے منظور پذیر ہوئی۔

قوم پرست یورپ کی شہنشاہیت کا مقابلہ کرنے پر تلے تھے جیسا کہ پہلے نے سبواٹر کے جلسے میں عہد و بیان باندھے تھے۔ پچانچہ وہ مصطفیٰ کمال پاشا کے حبیڈے کے جمع ہونے شروع ہو گئے۔ لیکن غازی موصوف کے پاس اس قدر فرج نہ تھی۔ اور نہ ہی اتنا ساز و سامان تھا کہ وہ آگے بڑھے۔ یونان کی پیش قدمی کو روکنے اور نہ ہی ان دونوں میں ان کو کسی قسم کی امداد ملنے کی کوئی امید تھی۔ لہذا وہ یونانیوں کی مزاحمت کے لئے آگے نہ بڑھے بلکہ ملک کے اندرونی حصے میں چلے گئے۔ اور کسی بہتر موقع کا انتظار کرنے لگے۔ اور لوگوں کو جمع کرنے اور ان کو باقاعدہ سپاہی بنانے میں مشغول ہوئے۔ اس اثناء میں انہوں نے بالٹو کیوں سے رابطہ اتحاد و صابطر اتفاق قائم کیا۔ بالٹو کیوں نے بھی ان کو مدد دینے کا اقرار کیا جیسا کہ آپ اس کتاب کے پہلے حصے میں پڑھ آئے ہیں۔ علاوہ بریں مصطفیٰ کمال پاشا نے اپنی کتاب کو ارد گرد کے ممالک میں وسیع کرنا شروع کر دیا۔ اور لوگوں کو اس اتحاد اتفاق کی طرف بلانے لگے۔ مصطفیٰ کمال پاشا نے اپنی اس جائز کارروائی کا

مرکز اناطولیہ کی سنگلاخ زمین میں مقرر کیا یہ علاقہ اتحادی افواج کی نگرانی سے محفوظ تھا۔
کیونکہ اس جگہ اٹلی نے بغرض قبضہ اپنی افواج کو نہ بھی سنا تھا۔

ان ایام میں تھریس کی ٹرکی افواج کے کمانڈر کرنل جعفر نیار تھے۔ جن کا ہیڈ کوارٹر
ایڈریاٹک سٹیشن کوستنبلیہ کی طرف سے یہ احکام موصول ہوئے کہ وہ غیر مسلح
ہو کر تافیسہ صلیح کا نفرین اتحادیوں سے پیکار و کارزار کا خاتمہ کر دیں۔ لیکن انہوں نے
اپنے احکام کی تعمیل سے انکار کیا۔ اور دھمکی دی کہ وہ بھی ترکان احرار کی تحریک
میں شامل ہو کر مخالفت کا جھنڈا بلند کر دیں گے۔ چنانچہ جعفر نیار نے ٹھہرے اعیان اکابر
کو بلا کر ایک مجلس شوریٰ منعقد کی جس میں یہ تجویز منظور ہوئی کہ صوبجات سمرنا اور تھریس
کے مجوزہ یونانی قبضہ کی پزیراسلحہ مخالفت کی جائے۔ مشرقی تھریس میں یونانیوں کے
مقابلہ کے لئے آٹھ ہزار فوج موجود تھی۔ پس جعفر نیار نے اعلان کر دیا کہ قسطنطنیہ
سے تاروں وغیرہ کا سلسلہ منقطع کر دیا جائے۔ اور علانیہ یونانی پیش قدمی روکنے
کے لئے میدان میں نکل آئے۔ اس اثنا میں یونانیوں اور بلغاریوں کے درمیان
بھی کچھ جھڑپیں ہوئیں۔ کیونکہ بلغاریہ اس وقت کرنل جعفر نیار کی خفیہ امداد کرتا
تھا۔ چنانچہ ہتھاراقاعدہ سپاہی بلغاریہ نے قوم پرستوں کی مدد کے لئے
برغاص اور نردنا کے اضلاع میں جمع کئے۔ اور سامان حرب سے بھی مدد دی
کرنل جعفر نیار نے کچھ عرصہ تک یونانیوں کا مقابلہ کیا۔ لیکن بدقسمتی سے کرنل
جعفر نیار کی حیدر و جہد کے لئے یورپ کی سرزمین میں ایک محدود قطع تھا۔ جہاں
مصرف پر حاشیہ کہ وہ بلغاریہ کی امداد کے سوائے اور کوئی بیرونی امداد کوئی
صورت سے حاصل نہیں کر سکتے تھے۔ پس بدیں وجہ کرنل جعفر نیار یونانی بادشاہ
دیر تک مقابلہ نہ کر سکے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ انہوں نے چند لڑائیوں کے بعد
یونانیوں کے آگے ہتھیار ڈال دیئے۔ تب یونانیوں کی پیش قدمی میں فریدرک اوٹو
حائل نہ ہوئے۔ اور وہ دراندیشیا کو چک میں گھسے چلے گئے۔ جہاں انہوں نے
سمرنا پر قبضہ کر لیا۔ اس پیشقدمی اور قبضہ کے دوران میں یونانیوں نے ہجر

ظلم و ستم ڈھائے۔ جن کو پڑھ کر بدن کے روئستے گھڑے ہوتے ہیں۔ ان مظالم کا ذکر علیحدہ کیا جائیگا۔

مصطفیٰ کمال پاشا کا حملہ | کرنل جعفر تیار اپنی محبوریوں کے باعث مغلوب

ہوا۔ اور یونانیوں نے تھریس اور سمرنا کے علاقوں میں اپنے قدم جملائے مصطفیٰ کمال پاشا اس اثنا میں بڑی شد و مد سے قوج کو تیار کرنے میں مشغول تھے انہوں نے وقت کی خوب قدر کی۔ اور جس قدر فائدہ حاصل کرنا چاہتے سفار انہوں نے فائدہ اس وقت فرصت سے استغایا۔ ان کو کب چین اور اطمینان نصیب نہ ہا۔ کہ ٹرکی کے زریں علاقے یونان لے لے رہے جب وہ اپنی تیاریوں میں مکمل ہو چکے تو انہوں نے آرمینیا اور فرانس سے حالت جنگ ہونے کے باوجود قمرنا کوئی پرچو اناطولیہ کی سرزمین میں واقع ہے۔ یونانیوں پر حملہ کر دیا۔ تاکہ یونانی آبادی کی تباہی و بربادی کر دیں۔ طرفین میں شدید تکرر فیصلہ کن جنگ ہوئی مصطفیٰ کمال پاشا نے اس امر کا بھی فیصلہ کیا کہ سلطان کے احکام کی خلاف ورزی کی جائے۔ پھر انہوں نے آئیں پسندوں کے برخلاف بھی اعلان جنگ کر دیا۔

یونانیوں کی جارحانہ کارروائیاں | قوم پرستوں کے اس حملے نے یونانیوں

یہاں سخت خوف و خطر پیدا کر دیا۔ جس سے عام حالت غیر منظم ہو گئی۔ تب یونانیوں نے قوم پرستوں کے خلاف ۲۲ جون ۱۹۱۲ء سے جارحانہ کارروائی شروع کر دی۔ یونانیوں کی اس کارروائی کی وجہ موسیو وینزلیوس نے یہ بتائی کہ دول متحدہ کی عدم سرگرمی کے باعث مصطفیٰ کمال پاشا نے اتحادیوں کے کمزور ترین مقام پر حملہ کر دیا۔ اور اناطولیہ میں یونانی یورش کا صرف یہ مقصد تھا کہ ان ترکوں کو جو اناطولیہ کو معرض خطر میں ڈالنا چاہتے تھے۔ شکست دی جائے۔ یونانیوں نے قوم پرستوں کی قوج کو جو اخیس کی لوارج میں جمع ہوئی تھی۔ بے ترتیبی سے پیچھے ہٹا دیا۔ اور اخیس پر قبضہ کر لیا۔ بعد ازاں یونانیوں نے شمال کی جانب پیش قدمی کی۔ اور فلادریف میں ترکی آرمی کو محصور کر لیا۔ جہاں اٹھ ہزار

ترک گرفتار ہو گئے۔ اس کے بعد یونانی فوجوں نے آگے بڑھ کر سیلیں پر قبضہ کر لیا۔ اس مقام پر بھی توپوں اور قیدیوں کی کثیر تعداد یونانیوں کے ہاتھ آئی۔

زان بعد یونانی سرکاری خبر سے معلوم ہوا کہ یونانیوں نے چار اطراف سے بڑھ کر سوما، ہمایونر مندھارا اور کاٹس، ڈھکیوس کے مقامات پر حملہ کیا۔ جہاں شدید مزاحمت کے باوجود یونانیوں کا قبضہ ہو گیا۔ ان لڑائیوں میں غنیمت شدیدی نقصان اٹھانا کر بے ترتیبی سے سپاہیوں اور یونانیوں کے ہاتھ کچھ قیدی اور توپیں آئیں۔

اس طرح سے یونانیوں کی جارحانہ کارروائیاں اخیس سے لے کر رومیلیہ تک پھیل گئیں۔ محاذ بھی۔ دبیل تک قائم ہو گیا۔ اس میں یونانیوں کا نصب العین انجیون قرہ حصار تھا۔ جو ایشیائے کوچک کا وسطی ریلوے سٹیشن ہے۔ مصطفیٰ کمال پاشا تمام جارحانہ کارروائیاں یونانیوں نے روک دیں۔ علاوہ ازیں چاقو پر بھی یونانیوں کا قبضہ ہو گیا۔

یونان نے ایک سرکاری اعلان میں ظاہر کیا۔ کہ بالک حصار پر بھی یونانیوں کا قبضہ ہو گیا تھا۔ اور دشمن کی فوجیں بے ترتیبی سے بروصہ کی طرف بھاگ گئیں۔ نیز یہ بھی امید نہیں۔ کہ قوم بدست شمالی محاذ پر کسی قسم کی مزاحمت کریں۔ اس اعلان میں یہ بھی مرقوم تھا کہ ۲۲ جون سے یونانی ایک سو بیس کیلومیٹر آگے بڑھ گئے ہیں۔

جب یونانی پیش قدمی کا ایشیائی ڈوائیرہ سوما، اخیس اور کلیس سے تجاوز کر گیا۔ تو یونانیوں نے مزید پیش قدمی روک لی۔ تاکہ اس علاقے کو مستحکم کر لیں۔

۴ جولائی ۱۹۲۰ء کو ایک قسطنطنیہ کی ہرلنڈن کے ذریعہ سے آئی۔ کہ یونانیوں نے جمعہ کے روز باغراحت پندرہ سو پر قبضہ کر لیا۔ برطانی اور فرانسیسی فوجیں جہ زور کی پناہ میں یونانی فوجیں ساحل پر انڈر جنوب کی طرف روانہ ہو گئیں۔ یہ فوجیں یونانی پیش قدمی کو روکنے والی گارد سے بمقام اوٹی بکائی جو بالک حصار سے ۵۰ میل

شمال کی جانب واقع ہے۔ جاہلیں۔

بعد میں ۱۳۰۰ جولائی ۱۹۲۱ء کو یونانی سرکاری اعلان سے معلوم ہوا کہ ایشیائے کوچک میں کارروائیوں کا خاتمہ کر دیا گیا ہے۔

مصطفیٰ کمال پاشا کی حکمت عملی اگرچہ یونانیوں نے ایشیائے کوچک اپنی

کارروائیوں کا خاتمہ کر دیا۔ لیکن قوم پرست ترک اپنی تیاری مکمل کرنے میں مصروف تھے۔ اس اثنا میں مغرز ترک مستقبل سے برابر اناطولیہ کتنے رہے

چنانچہ سابق وزیر علی رضا پاشا بھی مصطفیٰ کمال پاشا کی فوج سے جا ملے۔ ترکی

محبوبین جنگ مصر سے واپس آکر سخریس اور اناطولیہ کی طرف چلے گئے تاکہ یونانیوں کے برخلاف قوم پرستوں سے ملکر جنگ کریں۔

متذکرہ بالا خبریں یونانیوں کے ذریعے سے ہی موصول ہوئیں تھیں۔ جن کو یونان

نواز خبریں کہنا موزون ہو گا۔ جن میں محض یونانی تحریک کی نشر و اشاعت مد نظر تھی۔

یونانی فوجیں تو پہلے ہی سے حدود سمرنا میں داخل ہو چکی تھیں۔ اگر یونانیوں کی ان

قتوحات کو درست مان لیا جائے۔ تو پھر یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ مصطفیٰ کمال

پاشا کی فوجی حکمت عملی اس میں مخفی تھی جس کا یہ مقصد تھا کہ یونانیوں کو ڈھیل

دی جائے۔ تاکہ وہ سلسلہ رسل و رسائل کے طویل ہو جانے سے اپنی بہت

زیادہ افواج کو کام میں لاسکیں۔ اس کے بعد ترکوں کے متفرق جنگجو دستے

ان فوجی دستوں پر گھمات سے نکل کر حملے کر سکیں۔ کیونکہ اس قسم کی جنگ کے

لئے یہی طریق کار مناسب تھا۔

یونانی دروغ باقی اس وقت یونانیوں نے ساحل سے پہلو تھکی کی اور زیادہ تر

وہ شمال و جنوب میں پیش قدمی کرتے تھے۔ لیکن معلوم ہوتا ہے کہ مشرق کی

جانب ان کی پیش قدمی صاف طور پر رک گئی تھی۔

جو حالات کا موازنہ کر سکتے ہیں۔ ان کا بیان ہے کہ قوم پسندوں کی تمام

نرا فوج ان علاقوں میں جن پر یونانی اپنی پیش قدمی کے بعد قبضہ کر چکے تھے۔

اتنی بھی نہ تھی۔ جتنی کہ یونانیوں نے اسیران جنگ کی تعداد بتائی۔ اور جس فوج کے نیست و نابود کرنے کا ان کو دعویٰ تھا۔ اور جس زبردست فتح پر وہ بغلیں بجاتے تھے۔ وہ گہرے قتل و غارت کی طرح محض ایک افسانہ ہی تھا۔

بیشک یہ ایک افسانہ ہی ہو گا۔ کیونکہ جو خط مصطفیٰ کمال پاشا نے سلطان المعظم کی خدمت میں ارسال کیا تھا۔ اس سے صاف معلوم ہوتا ہے۔ کہ پہلے جس قدر بھی خبریں ہم پڑھ آئے ہیں۔ وہ صداقت سے معزز نہیں۔

اس خط میں غازی موصوف نے سلطان المعظم کو ایک سردار کے طور پر خطاب کیا۔ اور عرض کیا۔ کہ وہ قوم پرست ترکی افواج کو اپنی فوجیں سمجھیں۔ قوم پسندوں کی سپاہ کی حالت نہایت ہی عمدہ ہے۔ گویا یونانیوں کا سرکاری اعلان اس کے بالکل برعکس ہے۔ انہوں نے ساتھ ہی اس کے یہ بھی خوشخبری دی کہ قوم پرستوں نے تین ہزار یونانی گرفتار کئے ہیں۔ جن میں دو یونانی جرنیل بھی ہیں۔ اس خط میں بھی لکھا تھا۔ کہ کہ دس اور عرب اور عراق عرب کے باشندے قوم پرستوں کی امداد کے لئے کوئی دن میں کمک لے کر آنے والے ہیں۔ اور اگر فرانس۔ نہ عربی علاقہ کی طرف قدم بڑھائے۔ تو ترک عربوں کو ان کے مقابلہ کے لئے امداد دینے پڑے۔

بیکوس پر ترک کی قبضہ بعد ازاں ایک اور خبر آئی۔ کہ بیکوس میں جبر تھر پیہ کے بالمقابل آبنائے باسفورس پر واقع ہے۔ جہاں اعلیٰ برطانیہ مشنر منیم سنڈیائی افواج ترکوں کو سزا دینے کے لئے بھیجی گئی۔ جنہوں نے وہاں کے باشندوں کو سزا دی تھی۔ یہ طالونی جنگی جہازوں نے اس جگہ پر گولہ باری کی۔ مگر ایسی حالت کے باوجود اتحادی افواج تمام قوم پسندوں کو بیکوس پر قابض چھوڑ کر پاپا ہو گئیں۔ ترک کی سلفوں میں یہ خبریں بھی مشہور تھیں۔ کہ قوم پرستوں نے یونانیوں سے سائیلی اور الاشہر چھین لیا۔ جو سمرنا اور انیوں قرعہ حصار کے درمیان ریلوے اسٹیشن پر واقع ہے۔

قوم پسندوں کی فتح

یکم اگست ۱۹۲۲ء کو ایک یونانی سرکاری اعلان نے ظاہر کیا کہ قلاؤں لیبیا میں بیٹھا غنیم کی فوجوں نے جو آرمینیا سے جمع ہوئی تھیں۔ ایک یونانی ٹالین پر حملہ کیا۔ جو تمام دن مقابلہ کرنے کے بعد پاپا ہونے پر مجبور ہوئی۔ اس لڑائی میں ان کے ۵ آدمی مقتول اور ۱۰۰ زخمی ہوئے۔ لیکن غنیم کو بہت نقصان اٹھانا پڑا اور اس نے تعاقب کی بھی کوشش نہ کی۔

قوم پرستوں کی سرگرمیاں اس کے بعد ترک قوم پرستوں نے اپنی پس پس ہزار کی دو فوجوں کی اصلاح کر لی۔ ایک حصے کا کمانڈر نور الدین پاشا مقرر ہوا۔ جو میفون کی جنگ میں ترک کی سپہ سالار تھا۔ اور دوسرے حصے کا علی فواد پاشا جو پہلے بیوسس میں ترک کی آرمی کور کا کمانڈر تھا۔

جیشک قوم پرست بلا کسی خوف و خطر کے اپنی قومی عزت پر اپنی عزیز ترین جانوں کو قربان کرنے کے لئے تیار تھے۔ مشہور و معروف ترک کی قوم پرست و قدائے قوم خاتون خالدہ ادیب خاتم نے لکھا کہ "ہمارے جن بھائیوں کو ہمارے ساتھ سمہر دی ہے۔ انہیں یہ معلوم ہونا چاہیئے کہ ہم اپنے خالص اسلامی اور ترکی گھروں کو یوں آسانی کے ساتھ یونانیوں یا آرمینیوں کے ہاتھوں میں نہ جانے دیں گے۔ اور ان کو پورے طور پر ذہن نشین کر لینا چاہیئے کہ ترکوں کا وجود صفحات تاریخ پر ہے۔ اور انشاء اللہ ہمیشہ رہیگا۔"

(جس قوم کی عورتوں میں اس قسم کے شریفانہ اور بہادرانہ خیالات پیدا ہو جائیں اور جس قوم کی خواتین ناقابل برداشت تذلیل و توہین سے تنگ آکر میدان جنگ میں نکل پڑیں۔ اس قوم کی ترقی اور کامیابی میں کوئی شک نہیں ہو سکتا۔)

یونانی ترکوں سے لڑنے اور اوچاق لینے کے لئے فوجیں جمع کرتے رہے۔ اور ترک بھی معقول تعداد میں فوجیں لاتے رہے۔ جس سے معلوم ہوتا تھا کہ خاص سمہرنا ہی میدان جنگ بنے گا۔ اس وقت یونانیوں کو آگے بڑھنے

کی ہمت نہ ہوئی۔ لیکن ترک براہر اپنی تیاریوں میں مصروف رہے، جس سے اُن کی پوزیشن حملہ آوروں کی سی ہو گئی۔ اور پاشا اور مشرقی اناطولیہ کے کمانڈر چاہتے تھے کہ تمام فوجوں کا رخ کاکیشیا اور عراق کی طرف کر دیا جائے۔ لیکن مصطفیٰ کمال پاشا کا عزم سفاکہ سمہ نامیں یونان کو ٹھیک کیا جائے۔

مصطفیٰ کمال پاشا کا اعلان حکومت

انگورائے مسلمانان ایشیائے کوچک کے نام ایک طویل مراسلہ شائع کیا جس میں استنادیوں اور یونان پر سخت الفاظ کی بوجھاڑ کی گئی۔ یہ اعلان پڑھا گیا اور مساجد میں باشندوں کو سنا یا گیا۔ اس کے بعض اقتباسات حسب ذیل ہیں۔

انگلستان نے اپنے رویہ سے ہم کو برباد کر دیا۔ اس نے ہمارے بھائیوں میں تفرقہ ڈال دیا۔ اور ہمارے خلاف یونانی فوجوں کو روانہ کر دیا۔ تمام مسلمانوں کو جاننا چاہئے کہ اس وقت دنیا انگلستان کے زیر حراست ہے۔ اور انگلستان ہماری قوم کو صفحہ ہستی سے دور کرنا چاہتا ہے۔

یونان کی فراموشی | علاقہ ارچک میں یونانی سپاہ بہت بڑی تعداد میں احرار ترکوں

کے خلاف حملہ آور ہوئی۔ یونانیوں نے اپنی حرکات کو پوشیدہ رکھنے کی بہت کوشش کی۔ مگر ترکوں کو اس راستہ کا جو پہاڑیوں میں چھپا ہوا تھا علم ہو گیا انہیں دیکھتے ہی یونانی سر پہ پاؤں رکھ کر بھاگ گئے۔ احرار ترکوں نے ارچک میں حفاظتی تدابیر اختیار کیں۔

یونانی خنثیوں پر احرار کا قبضہ | مقامات مارٹی سرائے کوئی راہروناقی جی کے

قرب کے ترکوں اور یونانیوں کے درمیان خوب معرکہ آرائی ہوئی۔ ترکوں نے ایک زبردست حملہ کر کے یونانیوں کے چھکے چھڑا دیئے۔ اور انہیں دم دبا کر سچا گناہ پڑا۔ بعد ازاں یونانیوں نے مقام راوناقی جی پر پھر حملہ کیا۔ مگر احرار ترکوں نے فوراً انہیں حملہ کر کے انہیں سبک دیا۔ اور ان کی خنثیوں پر قبضہ کر لیا۔

یونانیوں کی شکست | قوم پرستوں اور یونانیوں کے درمیان ارسالان یکے کے

مقام پر بڑے زور سے جنگ ہوئی۔ یونانی فاریان اسلام سے نبوآزمائی کی تاپ نہ لاکر بھاگ نکلے۔ ترکان احرار کا اس شہر پر قبضہ ہو گیا۔ جس کو انہوں نے آگ لگا دی۔

بعد ازاں یونان کی کثیر التعداد فوج نے پھر بہادران اسلام کو گھیر لیا۔ لیکن اللہ کے فضل سے یونانیوں نے سپر شکست کھا کر کثیر نقصان اٹھایا۔ تب غازیوں نے ارادہ کر لیا کہ زنگوں کے مقام کو آگ لگا دیں۔ جہاں یونانی بے شمار تعداد میں آباد تھے۔ پھر ترکان احرار کی فوجوں نے اسبق کو فتح کر کے یونانیوں کو کیف کردار تک پہنچایا۔ زراں بعد غازی مصطفیٰ اکمال پاشا کی افواج نے مغرب کی جانب پیش قدمی کی۔

مصطفیٰ اکمال پاشا کا ہوائی حملہ اس اثنا میں یونان میں عام ملکی انتخابات شروع ہو گئے۔ رسی میں وزیر اعظم یونان ایم وینزیلوس کو عہدہ وزارت سے معزول کرنے کی تجاویز پیش ہوئیں۔ اور اس کی جگہ سابق وزیر گونارس طرفندو جرمینی کو تجویز کیا۔ مؤثر الذکر وزیر کی طرفدار پارٹی کامیاب ہو گئی۔ نیز یہ بھی سوال پیدا ہوا کہ قیصر جرمینی سے ہنوی معزول شاہ قسطنطین کو پھر یونان کے تخت سے لے کر منتخب کیا جائے۔ جو پورپ کی جنگ عظیم کے بعد ملک میں ایک سیاسی انقلاب پیدا ہونے کی وجہ سے تخت چھوڑ کر گوشہ نشین ہو گیا تھا۔ چنانچہ ان انتخابات نے ملک میں منہلکہ ڈال دیا۔ اتحادیوں کو بھی اندیشہ لاحق ہوا کہ اس وقت تک ایم وینزیلوس کی رفاقت سے یونان کے دربار جو اغراض پورے کئے گئے تھے۔ ان میں ان کو ان کا مہابی کی صورت نظر آگئی۔ نیز یونانی افواج میں بھی نا اتفاقی پھیل گئی مصطفیٰ اکمال پاشا ایسے نہ تھے کہ وہ یونانیوں کی پارٹی بازی سے قائل نہ اٹھاتے۔ چنانچہ انہوں نے اس موقع سے فائدہ اٹھا کر ہوائی جہازوں کی کارروائی کے بعد براہ راست کے محاذ پر شدید جارحانہ کارروائی شروع کر دی۔ یونانیوں نے تین شہر یعنی یونس شہر۔ بمینی غول۔ اور سپائے خالی کر دیئے۔

شاہ قسطنطین کی مراجعت

عام انتخاب میں ایم وینر پولیس کو شکست ہوئی۔ وہ تو استعفیٰ داخل کر کے بوریا بستر باندھ کہنیں کی طرف روانہ ہوا۔ نئی حکومت نے سابق حکومت کے روبرو حلف اٹھایا۔ اور شاہ قسطنطین کے حق میں گرم جوشی کے اظہار کئے۔ مسلح پولیس نے بھی حامیان قسطنطین کے ہمنوا ہو کر شاہ قسطنطین کے اعزاز میں ایک ترازہ نکال دیا۔ لیڈروں کی کثرت رائے بھی شاہ کے حق میں تھی۔ وزیر اعظم نے شاہ کو سوسرن میں تار دی۔ کہ یونانی شہزادے رشل دیگر یونانیوں کے ملک میں داخل ہو سکتے ہیں۔ نیز وزارت نے ۲۸ نومبر ۱۹۲۱ء کی تاریخ شاہ موصوف کی واپسی کے لئے مقدمات رنخ تک واپس نہ آئے۔ بلکہ یہ جواب دیا۔ کہ جب تک ان کی بحالی کے لئے رائے عامہ حاصل نہ ہوگی۔ وہ واپس نہیں آئیں گے۔ بعد میں مذاکرات نے دوبارہ شاہ کو اس امر کے متعلق اطلاع دی کہ رائے عامہ اس کی واپسی کے متعلق حاصل ہو گئی ہے۔ تب شاہ موصوف نے اپنی واپسی پر اظہار رضامندی کیا۔ اور ۱۰ دسمبر ۱۹۲۱ء کو اہمیتفر میں داخل ہو کر تخت یونان پر جلوہ گر ہوئے۔ یکم جنوری ۱۹۲۲ء کو ان کے عہد میں پہلی پارلیمنٹ کا اجلاس ہوا۔

(۱۹۲۱ء کا دور)

شاہ قسطنطین کا زمانہ اب سال نو یعنی ۱۹۲۱ء کا آغاز ہے۔ اور شاہ قسطنطین یونان کے تخت پر جلوہ گر ہے۔ اس کا عہد بھی نیا اور پارلیمنٹ بھی نئی۔ اس پارلیمنٹ کا پہلا اجلاس یکم جنوری کو ہوا۔ یونان کی پبلک کو امید تھی کہ شاہ قسطنطین کے تخت پر بیٹھے ہی ترکوں سے صلح کر کے ان کی رضا اور خوشی سے تفریس اور سمرنا ہم اپنے قبضہ میں رکھ سکیں گے۔ مگر شاہ قسطنطین کی پالیسی اتحادیوں کی پالیسی سے کم نہ تھی۔ اگر موسیو وینر پولیس زادہ کے ہاتھ میں کٹھ پتلی تھا۔ تو یہ بھی اس سے کم نہ تھا۔ چون چکان تلوار ہاتھ میں

نے کرنخت نشین ہوا۔ بجائے اس کے کہ لڑائی اس کے عہد میں بند ہو جاتی۔ ترکان احرار سے صلح کر لیتا۔ اس نے لڑائی کا آغاز از سر نو کیا۔ اور بہانیت ہی شد و مد سے تیار رہی کہ کے میدان جنگ میں نکلے۔ مگر یونانیوں کی کیا حقیقت سچی۔ کہ ترکوں سے جھجھکے پر آہو سکیں۔ یونانیوں کی قسمت میں شکستیں ہی لکھی تھیں۔ مصطفیٰ کمال پاشا کی کھل تیار رہی سچی۔ یونانیوں کو ہر محرکہ میں بھاگنے کا راستہ نہ ملتا تھا۔ شاہ قسطنطین باوجود ہزیمتوں کے لڑائی پر زور دیتا تھا۔ مگر اتحادیوں کی حالت دیگر گوں ہی تھی۔ وہ چاہتے تھے کہ صلح نامہ میں ترمیم ہو جائے۔ اور مصر میں اور سمرنا کے علاقے ترکوں ہی کے پاس رہنے دیئے جائیں۔ اور یونان اور قوم پرتوں کے درمیان صلح ہو جائے۔ چنانچہ اس مطلب کے لئے ایک کانفرنس لندن میں ماہ فروری میں منعقد ہوئی۔ اس کا ذکر آگے چلکر علیحدہ کیا جائے گا۔ اس جگہ ہم کو صرف ترکان احرار اور یونان کی جنگوں کا ہی ذکر کہ نامقصود ہے۔

کمال پاشا کی تیاریاں | یہ یاد رکھنا چاہئے کہ پچھلے دنوں جب کہ یونان میں تخت حکومت کا تنازعہ تھا۔ اور میسوپوینزیوں میں شاہ قسطنطین کی واپسی کی مخالفت کرتا تھا۔ لڑائی بند تھی۔ شاہ قسطنطین نے تخت پر بیٹھتے ہی لڑائی کا میدان گرم کر دیا۔ لیکن اس اثنا میں مصطفیٰ کمال پاشا نے حملے کے تمام سامان کھل کر لئے۔ چنانچہ غازی موصوف نے اسکا اور سمرنا میں احرار ترکوں کی فوجیں جمع کر لیں۔ تاکہ یونانی افواج پر زبردست جارحانہ حملہ کرے۔ بالٹوبیکوں نے بطور امداد ۳۰ ہواٹی جہاز۔ ۲۰ مسلح موٹر گاڑیاں۔ اور بارباری کے لئے بہت سی لاریاں دیں۔ پھر قسطنطین سے یہ خبر ملی کہ بلغاریہ بھی کمال پاشا کے نظام عمل کے ساتھ اتحادیوں کے محاذات پر کام کر رہا ہے۔ اور اتحادیوں کو ایک خط لکھا۔ کہ بحیرہ ریمین میں ایک بندرگاہ بنوایا جائے۔ علاوہ ازیں قسطنطین کی ایک خبر نے ظاہر کیا کہ ایک طاقتور یونانی فوج برصغیر کی حوالی میں چکر لگاتی رہی۔ شاید اس مظاہرہ کا یہ مقصد ہو گا کہ

ترکوں پر اس امر کو روشن کیا جائے کہ شہ قسطنطین کی واپسی سے ایشیائے کوچک اور یونان میں کوئی فرق نہیں آیا۔ دیگر خبروں سے اس امر کی تصدیق ہوتی تھی کہ غازی مصطفیٰ کمال پاشا بڑے پیمانہ پر سمرنا کے خلاف ایک بڑے حملہ کی تیاریاں کر رہے ہیں۔ ۶۴ سال کی عمر کے تمام آدمیوں کو فوج میں بھرتی کر لیا گیا۔ اندرون اناطولیہ میں فوجیں کثرت سے جمع ہوئیں۔

یونانی جارحانہ کارروائی | پس دوبارہ لڑائی شروع ہو گئی۔ یونانی جنرل اسٹاف نے ایک سرکاری کمپوزیک شائع کی، راجہ لنڈن سے گیارہ جنوری کو ہندوستان میں پہنچی، کہ سمرنا کے مشرق میں یونانیوں نے قوم پرستوں پر ایٹمی حملہ شروع کیا۔ اور پہلے معرکہ میں انہوں نے دو سو قیدی اور کچھ اسلحہ حاصل کئے اس معرکہ میں قوم پرستوں کو بے ترتیبی کے ساتھ پیچھے ہٹنا پڑا۔ بغداد پر بڑے پیمانہ پر قرہ کوئی پریمی یونانیوں نے قبضہ کر لیا۔ اسی تاریخ کی قسطنطنیہ کی ایک خبر میں بیان کیا گیا کہ یونان نے سرو شک کی طرف جارحانہ کارروائی کرنے کی تیاریاں کیں۔ اور جنرل پاپولاس کا حملہ بروصہ چلا گیا۔ ترکوں اور یونانیوں کے درمیان علاقہ میٹڈا میں مقابلہ ہوا اور بہت سے مجروحین سمرنا پہنچے۔ اس کے بعد شاہ قسطنطین نے سبھی ایشیائے کوچک میں جانے کی ٹھانی۔ لیکن اسلٹاک نیوز لنڈن نے ان خبروں کی تردید کہ کے حسب ذیل خبر دی: جنرل پاپولاس مع اسٹاف کے میدان جنگ میں روانہ ہو گئے۔ ترک احرار یونانیوں پر جا بجا حملہ کر رہے ہیں۔ ایشیائے کوچک میں یونانیوں کے پاس اس وقت جتنا عطا ہے۔ وہ اس حد و سمرنا سے بہت زیادہ ہے۔ جن کی معاہدہ سیورس میں تصریح کی گئی ہے۔ اور جنوب میں ترک شہر سمرنا سے تقریباً ۵۰ میل پر ہیں۔ پچھلے معرکوں کی رپورٹیں اچھی ہیں۔ جو بروصہ کے مشرق اور سمرنا سے تقریباً دو سو میل شمال مشرق میں وقوع پذیر ہوئے ہیں۔ یہ خبر ظاہر کرتی ہے کہ یونانیوں کے حملہ کی جو خبریں آئیں۔ وہ سب مدافعتی پہلو رکھتی ہیں۔ نہ کہ جارحانہ۔ اور

ترکوں کی پیش قدمی پر اب جاری تھی۔

اسلامبول اور انگورہ میں خوشیاں | اسلامک نیوز نے بروصہ کے متعلق صرف

یہی لکھا۔ کہ بروصہ کی رپورٹیں اچھی ہیں۔ لیکن یہ بات پایہ ثبوت کو نہ پہنچی۔ کہ آیا غازی مصطفیٰ کمال پاشا کی فوج نے بروصہ کے محاذ پر یونانیوں کو شکست دی۔ ایک وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے۔ کہ شاید یونانی فوج اپنے خط مصافحہ سے محضاً پیچھے ہٹ آئی ہو۔ ہر حال احرار اسلام کی اس شاندار کامیابی پر اسلامبول اور انگورہ میں خوشی کے شادیاں بجاٹے گئے۔

عسکی شہر کا معرکہ | اس کے بعد قسطنطنیہ سے یہ خبر آئی کہ یونانیوں نے ایک

ویسچ پیمانہ پر چار خانہ کارروائیاں کیں جس سے یہ توقع تھی کہ یونانی عسکی شہر پر قبضہ کرنے کی کوشش کریں گے۔ جو مصطفیٰ کمال پاشا کا ایک اہم مرکز اور انگورہ ریلوے کا انتہائی اسٹیشن ہے۔ لیکن یونان کے برخلاف ترکوں نے بڑی سرگرمی دکھائی۔ اور میدان جنگ میں زبردست کمک بھیج دی۔ ترکوں نے عسکی شہر کی حفاظت کے لئے شہر کے ارد گرد خندقیں کھود لیں۔ بلکہ مصطفیٰ کمال پاشا قاعدہ عظیم بذات خود میدان جنگ میں تشریف لے گئے۔ عسکی شہر کے شمال مغرب میں ترکوں اور یونانیوں کا مقابلہ ہوا۔ جس میں یونانیوں نے شکست کھائی۔ اور انھوں نے محاذ پر شدید نقصانات اٹھا کر پس پا ہوئے۔ ترکوں نے آٹھ سو یونانی گرفتار بھی کئے۔

اس جنگ عظیم کی تفصیل وار و لایقی اخباروں نے یوں خبر دی کہ عسکی شہر کی طرف یونانیوں کی فوج ٹٹٹی بول کی طرح روانہ ہو گئی۔ ترک کی فوج نے عظمت کی کمان میں دو وزیر تک یونانیوں کا دلیری۔ جانبازی اور شہادت سے مقابلہ کیا۔ آخر یونانی بہادر ترکوں کے مقابلہ کی تاب نہ لائے۔ اور ہجرت نکلتے ترکوں کے سامنے ہارنے والی الفوج تعاقب کی۔ نیز مسلح کرد افواج کے سہارے بھی ترکوں کے ساتھ دیا۔ اس لڑائی میں میٹھا رمال غنیمت ترکوں کے ہاتھ آیا۔ اور بہت سی

اداس یونانی اور شادمان احرار اور ان جنگ یونان اور ترکان احرار میں ڈیلی ٹیلیگراف کا ایک نامہ نگار ایٹانے کو چک کے حالات کا معائنہ کرنے کے لئے گیا۔ اس نے ایک مراسلت بھیجی جس سے اس شہرہ پر جان کا اندازہ ہو سکتا ہے۔ جو علاقہ مذکور میں جاری و ساری تھی۔ نامہ نگار مذکور کی مراسلت ذیل میں درج ہے :-

مسٹر بیو مونٹ د نامہ نگار نے یونانیوں کو اس علاقے میں نسبتاً خاموش و پرسکون پایا۔ اور ترکان احرار بے انتہا خورم و شلو ان نظر آئے۔ احرار سرتا پا حب وطن اور جوش ملیہ سے معمور نظر آتے ہیں۔ انہیں یقین کامل ہے کہ اسلام کا اعلا و اعتلا ہر دشت و جبل میں ہو چکا ہے۔ اور وہ توقع رکھتے ہیں کہ اپنے دشمنوں کو بہت جلد ساحل بحر کے علاقوں میں سے انکال باہر کرینگے۔

غازی مصطفیٰ کمال پاشا کے وابستگان دامن نے اناطولیہ میں عظیم الشان کامیابیاں حاصل کی ہیں۔ لہذا ان کا مسرت و شادمانی کے شادیانے بجا نا حق بجا نب ہے۔ اگرچہ دول متحدہ نے ان کی طرف سے شیوہ تفافل اختیار کر رکھا ہے۔ اور قسطنطنیہ کی حکومت نے بھی انہیں مطعون و مردود کرنے میں کوئی دقیقہ نہیں اٹھا رکھا۔ لیکن تاہم انہوں نے اناطولیہ میں ہنایت بلند و حاکمانہ حیثیت اختیار کر رکھی ہے۔

نامہ نگار مذکور نے اس قدیم شہر انگورہ کے موجودہ حالات بھی بیان کئے ہیں۔ جو آجکل غازی مصطفیٰ کمال کا پایہ تخت ہے۔ اس شہر میں ترکان احرار کی مجلس شوریٰ کا اجلاس ہوتا ہے جس کے ارکان اشتغال انگیز تقریریں کرتے اور اقوانح احرار کے مصارف و مخارج کے لئے گراں قدر رقوم کی منظوری پرائیں دیتے ہیں۔ اور سب سے زیادہ عجیب و محیر العقول حقیقت یہ ہے کہ روپیہ بھی دھڑا دھڑا آتا ہے۔ غرض کسی تر کی تحریک کے لئے یہ مقام آخری اور قطعی ہے۔

غازی مصطفیٰ کمال پاشا نے ایک فوجی اتا فیمیرا کا ڈیوٹی قائم کر رکھا ہے اور بیسیوں جوانانوں کو فوج میں کمیشن کے عہدے عطا کئے جا رہے ہیں۔ اور ہر ایک انسر کو میدان جنگ میں جانے سے پیشتر ڈیڑھ سو ترکہ پوڈ کی رقم بطور عطیہ دی جاتی ہے۔ اس ملک کو ”جدید ترکی“ کہنا بہت موزون ہے۔ پرانے زمانے میں موٹر کاروں کا شوق نہ تھا۔ اور ان کی فوج کے چھوٹے چھوٹے سردار کوٹر ماسٹر کے وقت تر اور اپنے ماتحت سپاہیوں کی تحواہوں میں سے کچھ روپیہ وضع کر کے گذران کیا کرتے تھے۔

اگر غازی مصطفیٰ کمال پاشا نے فیئیکٹہ ہی طریق ہائے کار جاری رکھے۔ تو ان کے پیروان مخلص کے جوش و بیج اور حرارت ملی میں روز افزوں اضافہ ہوگا۔ احرار کی مجلس نشوری نے جو غازی موصوف کی بے انتہا عزت و حرمت کرتی تھی۔ غازی مجدد و کوفیلڈ مارشل کا اعزاز دے رکھا ہے۔

غازی موصوف انگورہ میں بڑے ماہر ترتیب عساکر اور مدبر سیاست تھے اس جہان میں۔ یہ درست ہو یا غلط۔ لیکن اتنی بات ضرور ہے۔ کہ وہ اترتی ہے۔ کہ ارادوں میں کامیاب ہوتے رہے ہیں۔ جس ہوشیاری اور حسن تدبیر جو عثمانی نے بد قسمت ارمینوں پر غلبہ پایا ہے۔ اس سے ان کی نیک نامی و سکے نمائندگی پر کوئی حرج نہیں آیا۔ اگرچہ تو رانیوں کے عالمگیر اتحاد کا جذبہ

موفق۔

۵۶

موجودہ حالات میں ترکان احرار زیادہ تر یونانی افواج کی نقل و حرکت اور فوجی صورت معاملات کے تدارک پر تلمے ہوئے ہیں۔ تا وقتیکہ یونانی حملہ آوروں کو مغلوب نہ کر لیں۔ یا ان سے کوئی مفاہمت نہ ہو جائے۔ احرار اپنے آپ کو غیر محفوظ سمجھتے ہیں۔ یونانی اسمی اس امر کو پوری طرح نہیں سمجھے۔ کہ ان کے بادشاہ کے دوبارہ تخت حاصل کر لینے سے ان کے مشرقی تعلقات پر کیا اثر پڑے گا۔ یونانی کے حکام کو اس بیان سے الجھنا ہے۔ کہ بادشاہ قسطنطین موسیو وینر

ہی کی ترکی حکمت عملی پر عمل پیرا رہینگے۔ اور معاہدہ سیورے سے سرمودا خراف نہ کیا گئے۔ لیکن گذشتہ چند ہفتوں کے واقعات کے بعد یونانیوں کو اس امر کے متعلق شبہ سا ہو گیا ہے۔ کہ اس معاہدہ میں نرمیم کی جائے گی یا نہیں۔ اور ان شبہات میں وہ حق بجانب ہیں۔

دول متحدہ کے مدیرین نے صلح نامہ سیورے کو اس مفروضہ کی بنا پر تیار کیا تھا کہ یونان پر ان کے ایک حلیف کی حکومت قائم ہے۔ لہذا حتی الامکان اس حلیف کی اعانت و حمایت لازمی ہے۔ لیکن جس حالت میں واقعات کا پاشا پلٹ چکا ہے۔ اور اہل یونان نے اپنے اس بادشاہ کو واپس بلایا ہے جس نے دوران جنگ عظیم میں دول متحدہ کے مقاصد و اغراض کے خلاف دشمن کو ہر طرح امداد بہم پہنچائی تھی۔ تو دول متحدہ کے مدیرین اپنے خیالات میں تغیر و تبدل پیدا کر سکتے ہیں۔ چہ ہمارے لئے یہ زیادہ نہیں کہ یونانیوں کو اس بادشاہ کی اطاعت سے کام لیا جائے وہ عزیز و محبوب سمجھتے ہیں۔ لیکن ہم اس فرض پر بھی مکلف نہیں بجانب بادشاہ کی رعایا کو توسیع مملکت کی خواہشات کی تکمیل کے قابل ہے۔ اور

نہیں اسٹھانان کے لئے سوال تو یہ ہے۔ کہ آیا وہ توسیع مملکت کی عظیم الشان اختیار کر کے کسی کی امداد و اعانت کے کامیاب ہی ہو سکتے ہیں یا نہیں۔ یونانیوں اور ان فوج غازی مصطفیٰ کمال پاشا کی افواج قاہرہ کو نفرت و حقارت سے ابراغیر انتھو خیرا کہیں تو کہیں۔ لیکن یاد رکھنا چاہئے۔ کہ ترک ہر وقت شعل کا زرارے لئے آمادہ ہے۔ اور مصطفیٰ کمال پاشا تمام اناطولیہ کی امداد و اعانت اور قسطنطنیہ والوں کی خفیہ ہمدردی کے بل پر یونانیوں کو غصب کردہ علاقہ سے مار مار کر سمرنا تک نکال باہر کر سکتے ہیں۔

پیرس کانفرنس | ۲۴ جنوری ۱۹۱۹ء کو پیرس میں وزرائے عظم کی کانفرنس منعقد ہوئی جس میں بہت سے اہم مسائل پیش ہوئے۔ ان میں ایک مسئلہ ترکی کے

متعلق یہ تھا کہ ایشیاء کو چک میں جو سیاسی تغیرات رونما ہوئے ہیں ان کی بنا پر ترک کی عہد نامہ کی ترمیم یقینی ہو گئی ہے۔ اور سب سے زیادہ اہم مسئلہ یہ تھا کہ جس قدر ترک کی علاقوں پر یونان قابض ہے۔ اس پر سلطان المعظم کی سیادت قائم کر دی جائے۔ اور رقبہ مذکور اقصادی فوائد کا رقبہ قرار دے کر یونانی فوجیں وہاں سے ہٹائی جائیں۔ لیکن اس کانفرنس میں اس مسئلہ کا حل نہ ہو سکا۔ اور یہ قرار پایا کہ لندن میں ایک کانفرنس منعقد کی جائے جس میں ان تمام واقعات متعلقہ مشرقِ قریب پر غور و خوض کیا جائے۔ جو ترکی اور یونان کے درمیان وقوع پذیر ہوئے ہیں۔ مثلاً شاہ قسطنطین کا واپس آنا۔ غازی مصطفیٰ کمال پاشا کی فوجی سرگرمیاں احرارِ اسلام اور بالٹوئیکوں کا اتحاد اور ایشیائے کوچک میں یونانی افواج کا احرارِ اسلام سے شکستیں کھانا۔

چنانچہ لارڈ کرزن نے یہ تجویز پیش کی کہ ۲۱۔ فروری ۱۹۲۱ء کو ایسی کانفرنس لندن میں منعقد کی جائے۔ اور موسیو برائینڈ نے اس کی تائید کی۔ ساتھ ہی اس کے یہ بھی تجویز کیے ہوئے۔ کہ حکومت قسطنطنیہ کو پوری آزادی دی جاتی ہے۔ کہ وہ غازی مصطفیٰ کمال پاشا سے اس مسئلہ میں گفت و شنید کرے۔ جو عثمانی وفد لندن جائے۔ اگر ممکن ہو تو اس میں غازی مصطفیٰ کمال پاشا کے نمائندے بھی شامل ہوں۔

لندن کانفرنس کا انعقاد | پس مذکورہ بالا پاس شدہ تجویز کے مطابق لندن میں ۲۱۔ فروری ۱۹۲۱ء کو لندن کانفرنس کا انعقاد ہوا۔ جس میں تمام اتحادی طاقتیں شریک تھیں۔ علاوہ ان کے یونانی نمائندوں کو طلب کیا گیا۔ پھر ترکی حکومت کو بھی اس میں شرکت کی دعوت دی گئی۔ صدر اعظم ترکی نے اس دعوت کو قبول کرتے ہوئے ۳۰ جنوری ۱۹۲۱ء کو اس کا یہ جواب دیا کہ ہم اس دعوت کو منظور کرنے کے لئے تیار ہیں۔ اور قوم پرستوں کی حکومت سے گفت و شنید کے بعد ارکان وفد کی روانگی کا فیصلہ کیا جائیگا۔ امید ہے کہ حکومت

انگورہ سے تار برقی کا سلسلہ بہت جلد قائم ہو جائیگا۔ اور وہاں سے جواب آنے
پہا اطلاع دی جائیگی +
مصطفیٰ کمال پاشا کی شرائط اپنی حکومت ٹرکی نے عزت پاشا کو بھیج کر اس
کے متعلق حکومت انگورہ سے بات چیت شروع کی۔ غازی مصطفیٰ کمال پاشا
نے اس کے جواب میں صدر اعظم ٹرکی مستنبہ کیا کہ اس وقت ترکوں کی واحد
گورنمنٹ صرف حکومت انگورہ ہی ہے۔ میں اتحاد یوں کی کانفرنس میں اس وقت
شامل ہوں گا۔ جب کہ وہ براہ راست مدعو کریں۔ لیکن انہیں ذیل کی شرائط مانگی
پڑیں گی +

- (۱) حدود سلطنت عثمانیہ سے غیر ملکی سپاہ فوراً نکل جائیں +
- (۲) ٹرکی کسی قسم کا ہر جہا معاوضہ ادا کرنے سے انکار کرتی ہے +
- (۳) قسطنطنیہ کی موجودہ وزارت جو کسی کی نیابت نہیں کرتی مستعفی ہو جائے
اور سلطان المعظم کی سکونت استنبول میں منتقل کر دی جائے۔ جہاں سے غیر
ممالک کی تمام افواج ہٹانی جائیں +

بعد ازاں مصطفیٰ کمال پاشا نے اپنی افواج کو حکم دیا کہ سلسلہ گفت و
شنید کے دوران میں سلیشیا میں فرانسیسوں کے خلاف اور عراق عرب میں انگریزوں
کے بر خلاف جنگ بند کر دی جائے +

لندن کانفرنس میں نمائندوں کی روانگی ایونانی وزیر اعظم ہارسیس اتحادی
ممالک کے ایک ڈیلیگیٹ کی حیثیت سے لندن کی طرف روانہ ہو گئے +

۴۔ فروری ۱۹۱۹ء کو بکر سمج بے مصطفیٰ کمال پاشا کی حکومت کے وزیر
خارجہ نے باب عالی کو اطلاع دی کہ قومی مجلس میں جو وفد حق نیابت ادا کرے گا
اسے قوم نے منتخب کر لیا ہے۔ اس سے پورا حق ہو گا۔ کہ لندن کانفرنس میں
ٹرکی کے متعلق اپنے خیالات کا اظہار کرے +

لندن سے مار فروری کو خبر آئی کہ جو عثمانی وفد لندن کانفرنس میں شریک ہو گا

اس میں صدر اعظم ٹرکی صفا بے سابق وزیر اعظم رشید بے اور عثمان نظامی بے شریک ہوئے۔

۸۔ فردری کو خبر ملی کہ حکومت انگورہ نے اعلان کر دیا ہے کہ مشرق قریب کی کانفرنس کے اجلاس لندن میں شریک ہونے کے لئے ترک احار کا وفد روانہ ہو گیا ہے۔ حکومت نے استدعا کی کہ کانفرنس کے انعقاد کو معرض التو میں ڈال دیا جائے تاکہ وفد شریک اجلاس ہو سکے۔ انگورہ گورنمنٹ کے وفد کے ارکان یہ تھے۔ صدر، بکر سمج بے، نمایندگان، جامی، ریلوش، مادی، مبعوث سمرنا، اثرٹ (مبعوث طرابزون)، ذکائی (مبعوث ادرن)، مشیر کار، محمود اسعد (مبعوث ارض روم) منیر و نیازی۔

قسطنطنیہ کے وفد کے ارکان یہ تھے۔ توفیق پاشا (وزیر اعظم عثمان نظامی) داماد زسرویا، مصطفیٰ رشید پاشا (مقیم لندن)، شفق پاشا (ترکی نمایندگان ساکاتہم) اور ایک بڑی تعداد مشیر کاروں کی۔

توفیق پاشا اور مصطفیٰ کمال پاشا | توفیق پاشا نے مصطفیٰ کمال پاشا سے درخواست کی کہ ایک مشترکہ وفد لندن کانفرنس میں بھیجا جائے اور آپ قابل حصول دعاوی سے دست بردار ہو جائیں۔ ممکن ہے کہ دو علیحدہ علیحدہ وفود باریاب نہ ہو سکیں۔ اور یونانی اپنی کہانی سنانے میں کامیاب ہو جائیں۔

مصطفیٰ کمال پاشا نے ایک برقی پیغام کے ذریعہ اس امر کا اعلان کیا کہ حکومت انگورہ کی طرف سے جو فیہ بھیجا گیا ہے۔ اس سے ہدایت کر دی گئی ہے کہ وہ معاہدہ سیورے اور ۱۹۱۳ء کی شرائط صلح سے بے نیاز رہے۔ وہ ٹرکی کے لئے ان حدود کا مطالبہ کرے۔ جو جنگ سے پہلے تھیں۔ البتہ شام اور عراق عرب کو ان حدود سے خارج سمجھے۔ اور موصل کو شامل سمجھے۔ مالی اقتدار اور اسلحہ پر پابندی یا قبو کو مسترد کر دے۔ امداد قارص اور ایوان کے الحاق کا مطالبہ کرے۔

قوم پرستوں کے وفد کی روانگی ۱۔ فروری ۱۹۲۱ء کو جب قوم پرستوں کا وفد

لنڈن کانفرنس میں شریک ہونے کے لئے انگورہ سے روانہ ہوا۔ تو اس وقت شہر میں
عجب قابل دید نظارہ تھا۔ شہر کے تمام باشندے جن میں گرو و نواح کے ہزار ہا
مرد اور عورتیں بھی شامل تھیں۔ اپنے نمائندوں کو الوداع کہنے کے لئے جمع ہو گئے
ریلوے اسٹیشن۔ عدالت عالیہ۔ پونہ روٹی۔ اور قمر مجلس وضع آئین و قوانین و غرض تمام
سرکاری عمارتیں ترکی جھنڈوں سے آراستہ تھیں جن کے سپر ہیروں پر قرآن مجید
کی وہ آیات منقوش تھیں جن میں مسلمانوں کو حصول حریت کی جدوجہد پر آمادہ کیا ہے
شہر کے سب سے بڑے چوک اور دفتر جنگ میں ان بیچارا شیاع کی نمائش کی گئی تھی۔
جو ترکوں کو دوران جنگ عظیم میں قتل العمارۃ اور گیلی پولی سے حاصل ہوئی تھیں۔ یا
پچھلے دنوں یونانیوں اور ارمنوں پر فتح پانے کے بعد بطور برغمال ہاتھ آئی تھیں نمائندوں
کو رخصت کرتے وقت مصطفیٰ کمال پاشا نے ہدایت کی کہ وہ اپنے حقوق کی حمایت
میں پہاڑ کی طرح ثابت قدم رہیں۔ مغرب کے وقت مساجد میں وفد کی کامیابی کے لئے
نہایت جوش و خروش سے دعائیں مانگی گئیں۔

مصطفیٰ کمال پاشا کی تصریحات جس وقت ترکمان احرار کا وفد انگورہ سے
روانہ ہو چکا۔ تو انگورہ کے ایک اخبار کا قائم مقام غازی مصطفیٰ کمال پاشا سے ملا۔
استفسارات کے جواب میں غازی مدوح نے فرمایا:-

کانفرنس میں جانے سے پہلے مطلب یہ ہے کہ ہم اپنے ملک کے لئے فائدہ حاصل
کریں۔ اپنے قومی مطالبات کو تسلیم کر لیں۔ اور دنیاوی امن و امان کے قیام میں حصہ
لیں۔ ہمارے اس مقصد کی وجہ سے جو نہایت شرافت اور انسانیت پر مبنی ہے۔
بالشویکوں کے اور ہمارے تعلقات پر کوئی برا اثر نہیں پڑ سکتا۔ بلکہ ہمارے
تعلقات برابر دوستی اور محبت کی بنا پر قائم ہیں۔

غازی موصوف نے فرمایا کہ بالشویکوں میں جو کمبوزم کا نظام ہے۔ وہ ترکوں
کے اجتماعی حالات اور قومی روایات سے مطابقت نہیں رکھتا۔ اس لئے ہم بالشویک

نہیں بن سکتے۔ ناٹھولہ میں پچھلے دنوں چند کمیونسٹ جماعتیں پیدا ہو گئی تھیں۔ لیکن وہ تو رڈی گئی ہیں۔ بالشویک بھی اس امر کو تسلیم کرتے ہیں۔ کہ معاشرت و اجتماع کے منطقی بالشویکی عقائد کا اطلاق ٹرکی پر نہیں ہو سکتا۔ آجہاں غازی ممدوح نے ارشاد فرمایا۔ کہ ہمارے اور بالشویکوں کے درمیان جو اتحاد قائم ہے۔ وہ اس قدر فی اور طبعی وجہ پر مبنی ہے۔ کہ ہم اور وہ دونوں زخم رسیدہ ہیں۔

نمائندوں کی آمد آمد ۲۱ فروری کو کانفرنس کا افتتاح ہوا۔ اور نمائندے آنے شروع ہو گئے۔ چنانچہ فرانسیسی نمائندے جن میں جنرل گورڈ بھی تھے۔ موسیو براندٹ کی سرکردگی میں پہنچ گئے۔ اور اطالوی نمائندے کاؤنٹ سفوزا کی ماتحتی میں آ گئے۔ حکومت ٹرکی اور یونان کے نمائندے بھی پہنچ گئے۔ یونانی نمائندوں کا سرکردہ موسیو کیلوچر و پولوس تھا۔ موسیو وینرلوس بھی پیرس سے لندن میں آ گئے۔ حکومت انگلہ کا وفد بھی آ گیا۔ تجویز یہ ہوئی کہ پہلے روز مسٹر لائیڈ جارج موسیو براندٹ اور کاؤنٹ سفوزا کی ابتدائی گفتگو ڈائوننگ سٹریٹ میں ہو۔ چنانچہ ۲۱ فروری کو کانفرنس کا ابتدائی اجلاس منعقد ہوا جس میں موسیو کیلوچر و پولوس کی زبانی یونانیوں کا نقطہ خیال معلوم ہو گیا۔ وہ چاہتا تھا کہ ٹرکی کا معاہدہ سیورے ہرگز تسلیم نہ ہو۔ اور یونان سے اتحادیوں کی پابندی بھی ہٹا دی جائے۔ تاکہ یونان باہر سے قرضہ لے سکے اس وقت یونان مصطفیٰ کمال پاشا کے حامیوں کی صفائی کرنے کو تیار ہو گا۔ لیکن فرانس چاہتا تھا کہ معاہدہ سیورے ترکوں کے حق میں از سر تا پایا بدلا جائے۔ اور سمرنا کا تمام علاقہ ترکوں کے حوالے کر دیا جائے۔ البتہ شہر سمرنا کی قسمت کا فیصلہ چند سالوں کے بعد رائے عامہ پر ہوگا۔

اس کے بعد ایشیائے کوچک اور سلیشیا کے متعلق کچھ اصلاحی گفت و شنید ہوئی جس میں موسیو کیلوچر و پولوس اور جرنیل گورڈ نے بھی حصہ لیا۔

کانفرنس کا افتتاح ۲۱ فروری کو ابتدائی اجلاس تھا۔ اور ۲۲ فروری کو کانفرنس کا اجلاس ہوا۔ جو سینٹ جیمس پبلس میں شروع ہوا۔ جاپانی سفیر بھی

موجودہ دستخط پہلے فوجی مشیر کار داخل ہوئے۔ بعد ازاں یونانی آئے۔ پھر برطانیہ کے فوجی نمائندوں کی ایک جماعت اور لارڈ کرزن اور سینٹو سفورزا داخل ہوئے۔ بعد کو مسٹر لائیڈ جارج اور سب سے آخر موسیو برائینڈ اور فرانسیسی نمائندے آئے۔

۲۱۔ فروری کو ابیسیل نے شاہ حجاز کے نمائندے کی حیثیت سے درخواست دی۔ کہ معاہدہ سبوسے کی بحث و تمحیص سننے کی اجازت دی جائے۔ اس کا نفرش میں بڑی بڑی شخصیتیں شریک نہ ہوئیں۔ مثلاً ایم کلیمینٹو پریزیڈنٹ ولسن اور سوچو وینرلیوس۔

۲۔ فروری کا اجلاس ایک ابتدائی اجلاس تھا۔ مگر اس کے فوری اختتام سے معلوم ہوتا تھا۔ کہ ایک طرف برطانیہ اور دوسری طرف فرانس اور اٹلی میں اختلافات باہمی تھے۔ اس لئے برطانیہ نے یہ تجویز پیش کی۔ کہ آج یونانی اور ترک تبادولہ خیالات کریں۔ صورت معاملات یہ تھی۔ کہ دول متحدہ اپنے اختلافات پر غور کرنے سے پہلے ترکی اور یونانی نقطہ خیال کو معلوم کرنا چاہتی تھیں۔ برطانیہ ترکی معاہدہ کو برقرار رکھنے کا موید تھا۔ مگر اٹلی اور فرانس اس معاہدہ کی ترمیم چاہتے تھے۔ کیونکہ ایک تو فرانس یونانی فوائید سے کبڑھ رہا تھا۔ دوسرے مصطفیٰ کمال پاشا سے مفارست کر کے اپنی فہم واریاں کم کرنا چاہتا تھا۔ اس لئے کاڈنٹ سفورزا (ایٹالیہ) اور جرنیل گورائو (فرانس) اور دوسرے فرانسیسی فوجی نمائندے ابتدائی اجلاس میں یونانیوں پر زیادہ مکثہ چنیاں کرتے رہے۔ برطانی اور جاپانی نمائندے خاموش رہے۔ مگر مسٹر لائیڈ جارج نے موسیو کیلوچرو ویلوس (یونانی وزیر اعظم) سے یونانی سپاہ کے حوصلہ اور عمدگی کے بارے میں دل کھول کر سوال کئے۔

برطانی اور فرانسیسی فوجی حکام مصطفیٰ کمال پاشا کی طاقت و قوت کے متعلق متفق رائے نہ ہوئے۔ برطانی تو یہ کہتے تھے۔ کہ مصطفیٰ کمال پاشا

کی دھمکیاں یونانی گنبد بھجکیاں ہیں۔ مگر فرانسیسی کمائی جماعت کو خوفناک دشمن خیال کرتے تھے۔ ۱۸۴۰ء تاریخ کی صبح کو برطانی۔ فرانسیسی۔ اطالوی۔ اور جاپانی نمائندوں کا جلسہ ڈاؤننگ سٹریٹ میں منعقد ہوا جس میں معاہدہ سیورے کے متعلق تبادلہ خیالات کیا گیا۔ انہوں نے ترکی نمائندوں کو اگلے روز کے جلسہ میں دعوت شرکت دی۔ چونکہ توفیق پاشا کی طرح کچھ علیل تھی۔ اس واسطے برطانوی نمائندہ اس روز پیش نہ ہو سکے۔ بلکہ ایک وجہ یہ بھی تھی۔ کہ ہر ایک ترکی وفد کہتا تھا۔ کہ میں ہی آل عثمان کا تنہا سرکاری وکیل ہوں۔ بکر سمیع بے جو وفد احرار کے سرکردہ تھے۔ کہتے تھے۔ کہ حکومت نسطینہ کے سامنے تسلیم خم نہ کریگے۔ احرار ترکی کو آزاد اور خود مختار کرنا چاہتے ہیں۔ یونانی وفد بھی اپنی سند پر قائم رہا۔ بالآخر مذاہنین کی ناروں نے اس میں اور بھی جوش بھر دیا۔

معلوم ہوتا ہے۔ کہ برطانیہ یونان کے اس مسئلے کا موید تھا۔ کہ انہی ہوئی گتھی کو تلواری کی دھار سے کاٹا جائے۔ مگر فرانسیسی اور اطالوی فوجی مبصر کہتے تھے۔ کہ انگور کی طرف یونانی پیش قدمی حاکم ہوگی۔ اطالوی اس بات پر براہدور دیتے رہے۔ کہ مصطفیٰ کمال پاشا سے معاہدہ کر لیا جائے۔ اور اگر کوئی وسیع پیمانے پر بین الحلفاء ہم نہ بھیجی گئی۔ تو حالت سخت پیچیدہ اور بالوں کن ہو جائے گی۔ فرانس کو چونکہ امید تھی۔ کہ مشرق قریب کے مسئلہ کا حل فیصلہ ہو سکے۔ اس لئے اس کی رائے تھی۔ کہ ترک احرار کے محاذ پر عارضی صلح کر لی جائے جس کے دوران میں دول متحدہ کی تمام فوجیں ایشیائے کوچک سے ہٹالی جائیگی۔ اس وقت دول متحدہ یونان اور ترکوں کے درمیان بیچ بچاؤ کرنگی۔ ۱۸۴۳ء تاریخ کی صبح کو کانفرنس میں ترک وفد شامل ہوئے۔ ایک گھنٹہ کی کاروائی کے بعد مزید گفت و شنید اگلے روز پر ملتوی کر دی گئی۔ اس روز یعنی ۲۳-۲۴ تاریخ کو توفیق پاشا اور بکر سمیع بے دونوں نے وہ عمومی اصول بیان کئے۔ جو مشرق

میں اس بحال کرنے کے متعلق ہو سکتے ہیں۔ ان سے کہا گیا۔ کہ آپ معاہدہ سیوسے میں جو ترمیم کرنا چاہتے ہیں۔ اس کے متعلق کوئی قطعی بات بیان کیجئے۔ مگر وہ کوئی قطعی بات پیش نہ کر سکے۔ برطانی حلقوں میں ترکی وفد کے نمائندوں پر جیسا کہ کانفرنس کی دوروزہ کارروائی سے ظاہر ہوا ہے۔ بے اطمینانی کا اظہار کیا گیا۔ حالانکہ انہیں سوچ بچار کے لئے کئی ماہ کی مہلت ملی تھی۔

ترکی مطالبات ۱۴۔ فروری کو کانفرنس کا اجلاس تمام دن رہا۔ ترکی وفد صبح کے وقت جلسے میں شریک ہوئے۔ تو فیق پاستا ناسازی طبع کے سبب سے شریک نہ ہوئے۔ مصطفیٰ راشد نے اعلان کیا۔ کہ دونوں ترکی وفد اس امر پر متفق و متحد ہیں۔ کہ قوم پرستوں کے نمائندے بکر سمج بے خود اپنے مطالبات کو کانفرنس کے سامنے پیش کریں۔ چنانچہ دونوں وفد کے مطالبات تقریباً ایک ہی تھے۔ انہوں نے کہا۔ کہ جن علاقوں میں ترکی آبادی زیادہ ہے۔ وہ ترکوں کے ماتحت رہنے چاہئیں۔ البتہ ان میں سے وہ ممالک جہاں عربوں کی آبادی زیادہ ہے۔ اس سے خارج ہو سکتے ہیں۔ وہ دوسری قوموں کو اس شرط پر حقوق دینے کو تیار ہیں۔ کہ دیگر ممالک میں بھی ترکی آبادی کے ساتھ ویسا ہی برتاؤ کیا جائے۔ وہ دوسری سلطنتوں کو آزادانہ جہاز رانی کی اجازت دینے پر راضی ہیں۔ اس شرط پر کہ ترکی بیاد کا اس پر کچھ اثر نہ پڑے۔

ترکی نمائندوں نے مسٹر لائیڈ جارج کو جواب دیتے ہوئے عہد نامہ صلح کی ان شرطوں سے اظہار اختلاف کیا۔ جو تھریس۔ اوسمرنا۔ آبنائوں نیز دیگر اقتصادی۔ فوجی اور مالی دفعات سے تعلق رکھتی ہیں۔ اور کہا کہ اس سے مسئلہ ترکی یورپین سرحد کو نقصان نہ پہنچنے کا اندیشہ ہے۔ انہوں نے کہا۔ کہ ایسا۔ سنے کہ چاک کے مختلف اضلاع کی سرحدوں کا قائم کرنا ترکوں اور عربوں کی ایک کثیر آبادی کے درمیان ایک معاہدے کی نہ

ہونا چاہئے۔ اور مشرقی سرحد زمانہ جنگ سے پہلے کی سرحد کے مطابق کر دی جائے۔ کورنٹس ایران اور انگور اسکے درمیان جو معاہدہ حال ہی میں ہوا ہے۔ اس کے مطابق ترکی ایرانی سرحدی خط اور ترکی ازبخی سرحد مقرر ہونی چاہئے۔ پھر ترکی کو واپس ملنا چاہئے۔ جہاز رانی کی کامل آزادی ہونی چاہئے۔ اور ترکی سیادت کے ماتحت آبنائوں کی غیر جانبداری ختم کر دینی چاہئے۔ ماتحت اقوام کے حقوق کی حفاظت کے لئے جو غیر جانبدار کمیشن مقرر کیا جانے والا ہے۔ اس میں ترکی کو نیابت دینی چاہئے۔ ترکی عدالتی سیادت کو بھی تسلیم کرنا چاہئے۔ ایک مشترکہ ترکی وغیرہ کمیٹی عدالت مقرر کیا جائے۔ تاکہ وہ عدالتی طریقوں کو جدید طرز کے مطابق مرتب کرے۔ بحری و بری فوج اس قدر رکھنے کی اجازت ہو کہ اس سے بین الاقوامی امن و انتظام کی ضمانت ہو سکے۔ اور ساحلوں اور سرحدوں کی حفاظت کی جاسکے۔ جہاز رانہ کو ازبخی سرحد پر ترتیب دیا جائے۔ عہد نامہ صلح کی تصدیق کے بعد غیر ممالک کی فوجیں قسطنطنیہ وغیرہ سے ہٹا لینی چاہئیں۔ ترکی کو کامل مالی و اقتصادی آزادی حاصل ہونی چاہئے۔ دوران جنگ میں فریقین کا جو نقصان ہوا ہے۔ اس کو اندازہ کر کے باہمی طور پر ادا کر دینا چاہئے۔

یہاں تک گفت و شنید کے بعد کانفرنس کا اجلاس ملتوی ہو گیا۔ دوسرے اجلاس میں ترکی اعدا و دشمار کے متعلق بیانات سنے گئے۔ جن میں دعویٰ کیا گیا۔ کہ سمرنا اور تھریس کے علاقوں میں ترکان کی آبادی بہت زیادہ ہے۔ اور یہ ملک ترکی کے حوالے ہونے چاہئیں۔ جب ترکی نمائندہ چلے گئے۔ تو کانفرنس نے یونانی نمائندوں کو تھریس اور سمرنا کی آبادی سے اعدا و دشمار پیش کرنے کو کہا +

۲۵۔ فروری کو کانفرنس نے ترکی و یونانی نمائندوں سے یہ درخواست کرنے کا فیصلہ کیا۔ کہ وہ تھریس اور سمرنا کے متعلق اتحادیوں کے تحقیقاتی

میں اس طرح ترمیم کی جائے گی۔ کہ وہ پہلے سے زیادہ ٹرکی کی خواہشات کے مطابق ہو گا۔ اس طرح غیر ملکی افسران کی تعداد میں بھی تخفیف اور ان کی تقسیم اس راضی نامہ کے مطابق کی جائے گی۔ جو ترکی گورنمنٹ اور بین الاقوامی کمیشن کے درمیان ملے ہو گا۔ اور یہی کمیشن ایک حد تک فوجی اسکولوں کی تعداد اور نوعیت کے بارے میں بھی منظوری دے سکتا ہے۔ نیز ان میعادوں میں بھی توسیع کر سکتا ہے جو افواج کے مشترکہ نے کے لئے مقرر کی گئی ہیں۔ افواج و سامان حرب کی تخفیف وغیرہ بھی منظور کی جائے گی۔

مزید برآں مسئلہ درہ دانیال کے متعلق اتحادی یہ خاص ترمیم کر دیجئے۔ کہ فوجی بنائے ہوئے علاقہ میں بہت کچھ تخفیف کر دی جائے گی۔ یہ علاقہ (۱) روڈسٹونک جزیرہ نمائے گیلی پولی اور مارمورا تک (۲) ایشیائی ساحل درہ دانیال پر ٹینکس سے قریب تک (۳) ساحل باسفورس پر ۲۵ کیلومیٹر کی گہرائی تک (۴) بحیرہ ایجین اور بحیرہ مارمورا کے ان جزائر تک جن سے درہ دانیال کی کمان کی جاتی ہے محدود کر دیا جائے گا۔ اتحادی قسطنطنیہ اور جزیرہ ٹائے اسکا کو بھی جلد خالی کر سکتے ہیں۔ اور اپنا قبضہ گیلی پولی اور چناق تک محدود رکھ سکتے ہیں۔ اس حالت میں وہ اس بات پر بھی راضی ہو جائیں گے۔ کہ قسطنطنیہ میں ترکی فوجیں رہیں۔ اور ٹرکی کی رپورٹ اور ایشیا کے مابین باسفورس کے فوجی بنائے ہوئے علاقہ میں آزادانہ آمد و رفت کا حق حاصل ہو گا۔ اتحادی اس امکان پر بھی غور کرنے کے لئے آمادہ ہو سکتے ہیں۔ کہ ٹرکی کو اس کی بحری قوت کے متعلق کس طرح انتہائی اطمینان دلایا جا سکتا ہے۔ نیز اتحادی اس بات پر بھی آمادہ ہو جائیں گے۔ کہ بعض شرائط التوائے جنگ کو جن پر اس وقت تک عملدرآمد ہوتا رہا ہے۔ اٹھایا جائے۔ قراردادوں کو بھی جو ٹرکی کو اپنے افسران کو غیر ممالک میں بھیجنے سے روکتے ہیں۔ دور کر دیا جائے گا۔

مالیہ کے باب میں یہ ہے۔ کہ اتحادی اور ضروری مراعات کے دینے کے لئے

جو ترک کی چاہے گا۔ آمادہ ہیں کمیشن مال کی اعزازی صدارت ترکی وزیر مال کو دی جائے گی۔ اور ترکی گورنمنٹ اس کمیشن میں اپنا ایک ڈپٹی گیٹ شرکت کے لئے بھیج سکے گی۔ ترک کی کو اندرونی مالیہ کے متعلق جملہ مسائل پر رائے دینے کا حق حاصل ہو گا۔ اور خاص خاص مالی مسائل میں مشورہ بھی دے سکیگا۔ نیز اس کو اس بجٹ میں ترمیم کرنے کا حق ہو گا۔ جو وزیر مال اور کمیشن مال کی اتفاق رائے سے تیار کیا جائے گا۔ لیکن یہ ترمیم اس قسم کی ہوگی کہ اگر اس سے مالی توازن قائم نہ ہوتا تو وہ بجٹ کمیشن کی دوبارہ منظوری کے لئے لوٹا دیا جائے گا۔ عثمانی گورنمنٹ کو عطیہ مراعات کو از سر نو حاصل کرنے کا حق ہو گا۔ مگر جو وزیر مال کے لئے مالی کمیشن کے اتفاق رائے سے اس بات کا جانچنا اور فیصلہ کرنا ضروری ہو گا۔ کہ آیا جو کنٹرکٹ ہوئے ہیں۔ وہ عثمانی خزانہ کے مفاد کے خلاف تو نہیں۔ غیر اقوام کے ڈاکخانہ جات کی موقوفی کے مسئلہ پر بھی بعض شرائط کے ساتھ غور کیا جاسکتا ہے۔ اتحادیوں کی ہم قوم کی آبادی کی تفریق کے لئے بعض ترمیمات اس غرض سے کی جائیں گی۔ تاکہ معاہدہ مذکور میں صورت حال کے موجودہ واقعات کے مطابق اس طرح ترمیم کی جاسکے کہ اس میں مقامی اندرونی آزادی اور کردون اور شامی وکھلانی آبادی کے حقوق کا مساوی طور پر تحفظ ہو سکے۔ آرمینیا کے متعلق یہ ہے۔ کہ موجودہ عہد نامہ کو اس شرط پر منظور کیا جائے۔ دول متحدہ نے ترکوں اور یونانیوں کے روبرو یہ تجاویز کو ۱۲ مارچ کو پیش کر دیں۔

ترکوں کا اعتراض ترک نمائندوں نے سمنامیں یونانی سپاہ کے قیام پر اعتراض کیا۔ اور کہا کہ مشرقی تھریس میں تحقیقاتی مجلس کی تجویز کیوں ترک کر دی گئی ہے۔ بایں ہمد اتحادیوں کی تجاویز حکومت قسطنطنیہ اور حکومت انگلورا کی خدمت میں بھیج دی گئیں۔

سر لائیڈ ہارج نے جواب دیا کہ تحقیقاتی مجلس کی تجویز ترک کر دینے سے یہ نئی باتیں پیدا ہو گئی ہیں۔ اور ان کا تدارک کر دیا گیا ہے۔ نئی تجاویز

اصل تجاویز سے بہتر ہیں۔ اور ان پر بحیثیت مجموعی نظر ڈالنی چاہئے۔
 ترکی کے حق میں معاہدہ سیورے کی ترمیم مدت سے اٹل معلوم ہوتی تھی۔
 لیکن یہ رائے بھی ظاہر کی گئی کہ اتحادیوں نے ترکوں سے حیرت انگیز فیاضی کا
 سلوک کیا ہے۔ مقصد یہ تھا۔ کہ ترکی کی فوجیں ۵۷ ہزار تک بڑھ گئی ہیں۔
 جس سے ترکی ایک فوجی طاقت بن گئی ہے۔

ترکوں اور یونانیوں کی مایوسی | ترکی اور یونانی نمائندوں نے اتحادیوں
 کی تجاویز پر مایوسی کا اظہار کیا۔ مگر دونوں جانتے تھے۔ کہ یہ اتحادیوں کی آخری
 اور قطعی باتیں ہیں۔ یونانی کہتے تھے۔ کہ ہم تجاویز منظور کئے لیتے ہیں۔ بشرطیکہ
 ترک بھی فوراً منظور کر لیں۔ تاکہ ایشیائے کوچک میں یونانی فوجی پچیدگیاں
 رونما نہ ہو۔ نے پائیں۔

تھریس اور سمرنا کے متعلق جو تجاویز پیش کی گئی تھیں۔ ان سے یونانی نمائندوں
 اصرار مایوس ہوئے۔ اور انہوں نے صاف الفاظ میں کہہ دیا کہ برطانیہ نے ہماری
 وفاداری کو ہائے حقارت سے ٹھکرا دیا ہے۔ ہم نے سمرنا کے لئے ہزار یونانی
 جانبیں آزادی کی قربان گاہ پر چڑھا دیں۔ اور ہیشمار روپیہ صرف کیا۔ لیکن اس کا
 اجر ہم کو یہ ملا ہے۔ کہ ہم بیک بینی و دوگوش وٹاں سے نکال باہر کر دئے
 گئے ہیں۔

قسطنطنیہ اور درہ دانیال کی بحالی کے متعلق فرانس اور انگلستان نے جو طرز
 عمل اختیار کیا تھا۔ اس پر عوام کی طرف سے سخت تکنت چینی ہوئی۔ لیکن فرانسیسی
 اور انگریز قسطنطنیہ کی بحالی کے متعلق متفق تھے۔ برطانیہ کا بنیہ وزارت
 کے چند ارکان نے شدت سے اس کی مخالفت کی۔ بعض حلقوں میں خیال کیا
 جاتا تھا۔ کہ سلطنت آل عثمانیہ سے جو رعایتیں کی گئی ہیں۔ ان سے ترکی کو
 ایک طرح فتح ہوئی ہے۔

غازی مصطفیٰ اکمال پاشا کا اعلان بنام ساکنین اناطولیہ اس اثنا

غازی مصطفیٰ کمال پاشا نے ایک اعلان اہل اناطولیہ کے نام شائع کیا۔ آپ نے بعنوانوں کے ماتحت سمرنا تقریس (مشرقی و مغربی) معاہدہ سیورے۔ آرمینیا اور قسطنطنیہ کے متعلق اپنی خواہشات کا اظہار کیا۔ زیادہ دلچسپ و نغات ذیل میں درج ہیں :

(بنام قسطنطنیہ باسفورس۔ درہ دانیال) معاہدہ سیورے کی ہمارے نزدیک کچھ ہستی نہیں۔ کیونکہ یہ معاہدہ سیاسی۔ قانونی۔ اقتصادی اور مالی دائروں میں ہماری آزادی کو تباہ کرنے والا ہے۔ لہذا ہماری خواہش ہے۔ کہ نئے سرے سے ایسی صلح کی جائے۔ جو ہماری آزادی۔ اور حکومت کی حامن ہو۔ قسطنطنیہ کے متعلق آپ نے فرمایا۔ کہ قسطنطنیہ قطعاً اور غیر مشروط طور پر ترکی اقتدار حکومت کے ماتحت رہنا چاہئے۔ اگر ہمارا یہ مطالبہ تسلیم کر لیا جائے۔ تو ہم آہنائے کی آزادی پر رضا مند ہو جائیں گے۔ لیکن اس سمجھوتے کی شرائط کا مسودہ آہنائے کی ملحقہ سلطنتیں تیار کریں۔ اور ان میں برطانیوں کا بادل داخل نہ ہو۔

(بنام سمرنا تقریس۔ آرمینیا) اعلان میں یہ بھی متدرج ہے۔ کہ ترکی ان احرار اہل یونان سے دوستی اور اتحاد قائم کرنے کو تیار ہیں۔ بشرطیکہ یونانی حملہ اس دست و برد کی حکمت عملی سے جس میں برطانیہ نے انہیں آلودہ کر رکھا ہے احتراز و اجتناب کریں۔ اس کے علاوہ اعلان میں لکھا ہے۔ کہ یونانی سمرنا اور تقریس کو خالی کر دیں۔ مغربی تقریس کا فیصلہ رائے عامہ پر کیا جائے۔ اور احرار کا قبضہ آرمینیا کے مغربی صوبوں پر برقرار رہے۔ آخر میں لکھا ہے۔ کہ ترکی کو صلح اور امن و امان کی نعمت ہے۔ اور امن اسی حالت میں قائم ہو سکتا ہے۔ جبکہ بیرونی حملہ آور اپنی حرکتوں سے باز آئیں۔

مصطفیٰ کمال پاشا کا خط ڈیلی اکسپرس۔ بے نامہ ڈکا رقیہ قسطنطنیہ نے غازی مصطفیٰ کمال پاشا سے درخواست کی۔ کہ غازی محدوت اپنے خیالات

و تجاویز کا اظہار فرمادیں چنانچہ اس درخواست کے جواب میں غازی موصوف نے مندرجہ ذیل مقالہ تحریر کیا :-

میں شرائط صلح کا ذمہ دار نہیں ہوں۔ بلکہ سب معاملات مجلس عالیہ قومہ ترکی (انگور) کے قبضہ قدرت میں ہیں۔ مجلس مذکور محض اس لئے منتخب کی گئی تھی کہ شہنشاہیت پسند سلطنتوں نے قوم کی ہستی کے خلاف جو حملہ کیا ہے اس کی جائزہ لے کر اس مجلس کے جلسوں کا دعایہ پر کوئی سرحدوں کے اندر مکمل قومی و مختار جمعی مل جائے اور خلافت اور سلطنت کا پایہ تخت قوم ترکی کے لئے محفوظ رکھا جائے۔ ترکوں کا مطالبہ سوائے اس کے اور کچھ نہیں کہ آزادی اور خود مختاری کا حق تسلیم کیا جائے۔ ارکان مجلس کو یقین واثق ہے کہ وہ قوم کو سرمایہ داروں اور شہنشاہیت پسندوں کے بیچ استبداد سے چھڑانے اور قوم کی طاقت اور حکومت کو بحال کرنے میں کامیاب و کامران ہو گئے۔

مجلس کے احکام و فرامین کے ماتحت ایک مرتب و منظم لشکر جہاز تیار کیا گیا ہے۔ جس کا فرض ہے کہ قوم کو سرمایہ داروں اور شہنشاہیت پسندوں کے حملوں سے بچائے۔ اور جو اس مدعا کی تکمیل میں مددگار ہوں انہیں قرار واقعی سزا دی جائے۔

مجلس عالیہ کا مقصد اعلیٰ یہ ہے کہ بعض اصلاحات عمل میں لا کر قوم کے اسباب مصیبت کو دور کرے۔ اس کے علاوہ انتظام راضی تعلیم و عدالت گستری۔ مالیات اور اقتصادیات کے مسائل کی طرف توجہ کر کے قومی ضروریات کے مطابق ایک ایسا جدید نظام حکومت قائم کیا جائے گا۔ جو اخوت معاشری اور اشتراک عمل کے اصول پر مبنی ہے۔ یہ مجلس اس قسم کی اصلاحات نافذ کرنے میں قومی نقوش و روایات کا خاص خیال رکھے گی۔ اور قوم کے فطری و جبلی اصول پر اعتماد کرے گی۔

لنڈن کا نفرش سے نمائندگان کی مراجعت صلح کا نفرش ختم ہو گئی۔

مگر نہ تو یونان کو اس میں تسلی ہوئی، نہ ہی ترکوں کو۔ چنانچہ ترکوں سے دغود لنڈن سے چل دیئے۔ اور وسطیہ اپریل کو قسطنطنیہ میں پہنچے۔ وہاں سے انگلورا انگلر حامیان مصطفیٰ کمال پاشا چاہتے تھے۔ کہ دولِ عثمانیہ تفریق اور سمرنا کا ذمہ اٹھائیں۔ جب تک یہ نہ ہوگا۔ وہ کسی کا نفرش میں شریک نہ ہونگے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ قوم پرستوں نے لنڈن کی کا نفرش کی تنجا ویز کو نظرِ امتحان دیکھا۔

بکر سمیع بے پیرس کے راستہ واپس آئے۔ وہاں انہوں نے فرمایا کہ اتحادیوں کی تنجا ویز ترکی و یونانی عقدہ کو حل نہیں کیسکتی۔ ہمیں (جریدہ نفرش) کے ایک نمائندے کو آپ نے فرمایا۔ کہ انگلورا گورنمنٹ کسی ایسے مشورے کو قبول نہیں کر سکتی۔ جس میں سمرنا۔ اناطولیہ سے علیحدہ ہو جائے۔ اور ترکی و تفریق کو الگ الگ کر کے قسطنطنیہ کے قبضہ۔ قطعاً بے معنی و بے کار کر دینا ہے۔ اس لئے کہ یہ شہر پھر مخالفین کے رحم و کرم پر منتظر رہے گا۔ اور ایک جنبش میں اس کا خاتمہ ہو سکے گا۔ اس لئے ایسی حالت روا نہیں رکھی جاسکتی۔

بعد ازاں بکر سمیع بے روم میں مقیم ہے۔ اور ایک تقریر کے دوران میں آپ نے فرمایا۔ کہ وطن پرست ترک صرف اپنے ملک کی آزادی کے خواہاں ہیں۔ اور موجودہ جدوجہد سے ان کا کوئی مطلب نہیں۔ وہ مذہبی تعصب سے پاک و صاف ہیں۔ انہوں نے حالت موجودہ کے پسیدہ ہو جانے کے اسباب پر نظر ڈالتے ہوئے بیان کیا کہ سیاسی جمہوریت کے باعث صرف سان ریمبر اور سیورس کے معاہدات ہیں۔ یہ مصروف ہو گئے تھے اس لیے کہ جب ترکی کو یونان کے باغیوں کی حمایت سے جاتی تھی۔ اور یونان ترکی کے مضبوطی کو چھوڑ دینا چاہتا تھا۔ اس وقت بدستور سابق ترکی منبر

طاقتوں سے اپنے تعلقات قائم رکھیں گے۔ بجز سمجھ بکھ نے یہ بھی بیان کیا۔ کہ ۱۹۳۰ء میں حکومت انگلوراکو کاشتکاروں سے ۴۵ ملین پونڈ ملے ہیں۔ آخر میں انہوں نے کہا۔ کہ ٹرکی کی رعایا اٹلی پر اعتماد رکھتی ہے۔ اور اس کی صداقت میں اس سے ذرہ بھر بھی شبہ نہیں۔ نیز انہوں نے یہ بھی کہا۔ کہ ٹرکی اور یونان کے معاملے کو طے کرنے میں جرمنی کی شرکت کا انہیں کوئی علم نہیں۔ اور یہ کہ ٹرکی اور یونان کی موجودہ جنگ اس وقت تک ختم نہیں ہو سکتی جب تک کہ یونانی ٹرکی کے تمام مقبوضات کو چھوڑ کر اپنے ملک کو نہ چلے جائیں۔ یونانی سر توڑ کوشش کر رہے ہیں۔ کہ کسی طرح سے علاقہ یونش کو یونانی علاقہ ثابت کر دیں۔ مگر ان کو یاد رکھنا چاہئے۔ کہ اس علاقہ میں یونانی آبادی صرف ۱۰ فیصدی ہے۔ یونانی حکومت اس علاقہ کے باشندوں کو بغاوت پر آمادہ کرتی ہے۔ اور حکومت قائم کرنے کے لئے زر کثیر صرف کر رہی ہے۔ مگر مجھے ترکی مجاہدین پر کمال بھروسہ ہے۔ کہ وہ اس ناپاک سازشوں کو کبھی زرخیز نہ ہونے دیئے۔

یونانی سائنسدانوں کی واپسی | موسیو گونارس یونانی وزیر جنگ جب لندن سے روانہ ہونے لگے۔ تو اتینفر سے انہیں ایک تار موصول ہوا۔ کہ وہ اپنی روحانی ملتوی کر دیں۔ ریلوے کے نامہ نگار نے موسیو گونارس سے ملاقات کی۔ چنانچہ دوران ملاقات میں انہوں نے کہا۔ کہ یونان نے ٹرکی کے خلاف جو جنگی کارروائی اختیار کی ہے۔ اس کی وجہ ہے۔ کہ ٹرکی سمرنا اور تھریس لینا چاہتا ہے۔ حالانکہ یونان نے تھریس کو ایک جنگ عظیم کے جبر سے کیا ہے۔ یونانیوں کو اس امر کا بھی علم ہے۔ کہ مصطفیٰ کمال پاشا ہمارے برطانوی جنگی تیاریاں کر رہے ہیں۔ ہماری موجودہ یونانی فوج غازی مصطفیٰ کمال پاشا کی فوجی کارروائی کا ہنایت عمدگی سے مقابلہ کر سکتی ہے۔ وزیر اعظم یونان نے صاف کہہ دیا۔ کہ یونان کو سمرنا میں جو حقوق اتحادیوں نے دیئے

ہیں۔ ان سے وہ کبھی دست بردار نہیں ہو سکتا۔

عہد نامہ سیول کے ایک بے معنی دفتر | غازی مصطفیٰ کمال پاشا نے ایک اعلان میں فرمایا کہ ہمارا اور روس کا اتحاد صرف اس وجہ سے ہے کہ مادو عاشق زاریم و کارمازارسیت ہم دونوں کو خور وہ ہیں اور وہی ہمارے اتفاق و رابطہ کا باعث ہے؛ اس کے بعد آپ لکھتے ہیں کہ ہم نے شرکت کانفرنس اس وجہ سے قبول کر لی ہے کہ اتحادیوں پر یہ ہمارے کامیابی ہے۔ دولہ اور پ اب سمجھتی ہیں کہ ترک مراد سے ہر پہلو کے لئے تیار ہیں اور ان کی آزادی پر کوئی ضرب کارگر نہیں ہو سکتی۔ ہم اپنے استقلال و عزم راسخ کے اس شاندار نتیجہ پر جس قدر فخر کریں۔ بجا ہے۔ اتحادیوں کو یہ سمجھ لینا چاہئے کہ عہد نامہ سیول ہمارے لئے دفتر بے معنی ہے۔ اور ہم پر ہوشیاری نہیں۔ ہم محض ترمیمات پر راضی نہیں ہو سکتے اور اس کے ساتھ یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ ہم اس بات پر تلے ہیں کہ یونانیوں کو اپنے (سابق) مقبوضات سے نکال کر دم لینے اور ان شرائط سے پیشتر گفت و شنید محض بیکار ہے۔

اناطولیبہ کا فیصلہ تلوار سی کہہ گئی | مجلس عالیہ قومیہ انگورہ کا ایک غیر معمولی اجلاس جناب غازی مصطفیٰ کمال پاشا کی صدارت میں منعقد ہوا جس میں غازی موصوف نے ترکوں اور یونانیوں کی مخالفت کشمکش کی تجدید پر ایک تقریر فرمائی آپ نے فرمایا کہ اب مسئلہ اناطولیبہ کی پیچیدہ گتھی ناخن تدبیر کی بجائے تم مشیر ہی سے سلجھائی جائیگی۔ آپ نے بیان کیا کہ حکومت ترکی نے دول متحدہ کے پاس ایک احتجاجی مراسلہ ارسال کیا ہے جس میں لکھ دیا ہے کہ تسلسل جنگ کا ذمہ وار صرف یونان ہے۔

غازی موصوف نے فرمایا کہ اگر احتجاجی چاہتے تو لندن کانفرنس میں انہیں صاف معلوم ہو سکتا تھا کہ ترکی کے نائبین فرید خورنیزی کے البنداد اور یونان کے ساتھ کسی مصالحت آمیز مفاہمت کے کس قدر خواہاں ہیں۔

یونان حکومت ترکی کو کسی قسم کا اعلان جنگ بھیجنے کے بغیر ہی اس نے فیصلہ کر دی ہے۔ ان لوگوں کے اس فعل کے وجود یہ ہیں کہ لندن میں تاہم ولایا گیبے کہ وہ تھریس اور سمرنا پر ہمیشہ قابض نہیں رہ سکتے۔ کیونکہ شروع علاقوں پر انہیں تسلط جملنے کا کوئی استحقاق حاصل نہیں یہی وجہ ہے جس کی بنا پر یونان نے عزم جنگ کر کے ایسی خلاف قانون اور غیر منصفانہ صورت حالات پیدا کر دی ہے۔ جو قانون بین الاقوامی کے قطعاً منافی ہے۔

غازی مصطفیٰ کمال پاشا نے فرمایا کہ لندن میں یونانیوں نے اتحادیوں کی پیش کردہ تجاویز کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا۔ اس کی وجہ تو آسانی سے معلوم ہو سکتی ہیں۔ لیکن اس سے ایک دفعہ پھر دنیا پر یہ حقیقت آشکارا ہو گئی کہ ترکی مطالبات کی باحق و انصاف پر ہے۔

فوجی تیار لوں کے متعلق غازی موصوف نے کہا کہ یونانیوں کی پیش قدمی سے جنگ کے آخری نتیجے پر کوئی اثر نہیں پڑ سکتا۔ آپ نے مجلس سے استدعا کی کہ وہ فوج کے جذبہ حب وطن پر اعتماد کرے۔ اور سانحہ ہی یہ بھی کہہ دیا کہ فوج کے پاس ساز و سامان کافی سے زیادہ ہے۔ اور ایک مدت دراز تک مصروف حرب و ضرب رہ سکتی ہے۔

آخر میں غازی مہدوح نے ارشاد فرمایا کہ تمام ارکان مجلس کو سلطنت عثمانیہ موجودہ اہم لمحات میں متحد و متفق رہنا چاہئے۔ اور اس امر پر پورا اعتماد رکھنا چاہئے کہ آخر فتح و نصرت ہمارے ہی قدم چومے گی۔

دو بارہ جنگ کا آغاز پیرس کانفرنس بھی ہو گئی۔ لندن کانفرنس کا اچھا سبھی ختم ہوا۔ مگر کوئی مفید اور مصالحت آمیز نتیجہ ان دونوں کانفرنسوں سے برآمد نہ ہوا۔ مصالحت کی محذوہ ابھی تک پردہ اخفا میں رہی اور نمائندگان کو مایوسی سے سوا اور کچھ ہاتھ نہ آیا۔ زیادہ مایوسی تو یونان کو سختی جس کو ترکوں سے سمجھا چکا تھا اور سمرنا اور تھریس کو قبضے میں رکھنا مقصود تھا۔ اتحادیوں کو بھی اس کانفرنس میں

ہیں۔ ان سے دو گورہ پھینکنے کا موقع نہ ملا۔ ترکی میں سے ٹرکی حکومت کے نمائندے
عہد نامہ سلطنت اور ترکان احرار کے بھی۔ اتحادی اب اس بات کی تاڑ میں تھے۔
ایک اعلان حکومت سے نمائندے دو مختلف گروہوں میں آتے ہیں۔ ضرور ہے۔
کہ مادو کے وعادی بھی مختلف ہونگے۔ اور جب یہ دونوں گروہ اس کا نفرنس
میں مختلف مطالبات پیش کریں گے۔ تب اتحادیوں کے لئے یونان اور ٹرکی کی صلح کرانا
کوئی مشکل امر نہ ہوگا۔ بلکہ معاہدہ سیور سے کئی تکمیل کا بھی آسانی۔ سے موقع نکل
آئیگا۔ مگر اللہ تعالیٰ کی حکمت سے یہ باتیں اتحادیوں کی توقع کے برخلاف
صادر ہوئیں۔ ٹرکی کے دونوں گروہوں کے مطالبات ایک ہی تھے۔ اور
دونوں ہم آہنگ ہو کر اپنے متفقہ مطالبات پر دیوار آہنی کی طرح جمع ہو گئے
جو یونان کے لئے ناقابل قبول تھے۔ اتحادی بھی حیران اور ششدر رہ گئے۔
اور وہ کیا کر سکتے تھے؟

جب اتحادیوں نے دیکھا کہ ترکوں کے ساتھ اس طریقہ پر صلح کرنا ناممکن
ہے۔ اور یونانی بھی کسی صورت نہیں ملتے۔ تو جدید ترکی و یونانی جنگ کی بنیاد ڈال
دی گئی جس سے بہت سے فوائد نظر تھے۔ ایک تو یہ کہ ترکوں نے اس بیکسی اور
بے بسی کی حالت میں مادر وطن و تحفظ اسلام کے لئے جو بھڑائی بہت فوج جمع کر رہے
وہ زیادہ تیاری کر کے خطرناک جماعت دین جائے۔ بلکہ یکسی نہ کسی جنگ میں مبتلا بھی
جائے۔ اور جب ترکوں کو اس لڑائی میں کمزوری یا شکست ہو جائے گی۔ تو اس
صورت میں اپنی شرائط متوالی جائیں +

بالآخر اس کا نتیجہ یہی ہوا کہ کانفرنس ناکام رہی۔ اور نمائندگان اپنے اپنے
ملکوں میں واپس آ گئے۔ جب کوئی آدمی کسی مطلب کے حصول سے محروم ہو جائے
تو پھر وہ مایوس ہو کر ہنایت ہی سختی کے ساتھ بیچ و ناب کھاتا ہے۔ اور بے وجہ
در مقابل سے لڑنے یا مارنے کو تیار ہوتا ہے۔ یہی حالت اس وقت یونان
کی تھی۔ اس کو ہر طرف سے مایوسی ہی مایوسی نظر آتی تھی۔ بیچاے کی کوئی پیش رفت

اور حیران ہو کر مرنے مارنے پر تل گیا۔ اور نہایت شدت کے ساتھ اس نے فیصلہ کن جنگ کا دوبارہ آغاز کر دیا۔ کیونکہ ایسی حالتوں میں ایسا ہی نتیجہ ہوا کرتا ہے۔ چنانچہ یونان اور ترکی کا یہ احرار کے درمیان ۲۴ مارچ ۱۸۹۷ء کو پہلی جنگ شروع ہو گئی۔ لیکن برطانیہ نے اپنے آپ کو اس جنگ میں سختی کے ساتھ غیر جانبدار رہنے کا اعلان کر دیا۔ بہر حال یہ جنگ سخت ظالمانہ اور بے انصافی کی تھی اور اتحادیوں کا اس میں غیر جانبدار رہنا کسی طرح حق بجانب نہیں قرار دیا جاسکتا۔ اتحادیوں کو چاہئے تھا کہ وہ تھریس اور سمرند کے علاقے یونان سے خالی کر کے ترکوں کے حوالے کر دیتے۔ یا ترکوں کو ہر طرح سے آزادی ہوتی۔

یونانیوں کی پیش قدمی ۲۳ مارچ کی صبح کو بروسل کے محاذ پر یونانیوں نے حملہ کیا۔ لیکن ترک ڈومینک میں جمع ہوئے۔ اور عسکی کو جو سڑک جاتی ہے۔ اس کی حفاظت انہوں نے بہت اہتمام سے کی۔

چونکہ برطانیہ سختی کے ساتھ غیر جانبدار رہنا چاہتا تھا۔ اس لئے جنرل ہرنگن کو حکم دیا گیا کہ یونانی فوجوں کی کمان چھوڑ دیں۔ اور خصوصاً حوالی اسد میں جنرل ہرنگن کے حکم کے بموجب برطانوی سپاہ کو نہز تک ہٹالیا گیا۔ اور تمام سامان اور بحری فوجوں کو بھی واپس بلا لیا گیا۔

یونانی اور ترک دونوں اپنی اپنی فتح کا اظہار کرتے تھے۔ قسطنطنیہ کے ایک سرکاری تار میں یہ دعویٰ کیا گیا کہ ان معرکوں میں ترکوں نے ۱۷ سو قیدی اور بیس توپیں حاصل کیں۔ لیکن یونانی سفیر نے اس کی تردید کی۔ اور کہا کہ یونانی فوجیں اوشاک اور بروصہ دونوں مقامات پر پیش قدمی کرتی ہیں۔ یونانی کہتے تھے کہ ان کی فوج بروصہ کے علاقہ میں ۱۳ کلویٹر کے بڑے گڑھی۔ اور ہوائی جہازوں سے دیکھا گیا کہ دشمنین تالم پریشانی میں مبتلا رہ رہے۔

یونانی فتح | بعد ازاں یونانیوں نے اخیون قرعہ ہمارے ہر جہاز کے قبضہ کر لیا۔ جس کو ترکوں نے خالی کر دیا تھا۔ ایشیا کو چیکے یونانی کمانڈر نے اطلاع دی

کہ اس مقام پر ترکوں نے سخت مقابلہ کیا۔ مگر وہ بنوک سنگین پسپا کر کے تونہ کی طرف وٹکیل دیئے گئے۔ سمرنا کی ایک رپورٹ ظاہر کرتی ہے کہ یونانیوں نے اس موقع پر گرفتار رکھے۔ فریقین کو سخت نقصان برداشت کرنا پڑا۔ عسکی شہر کا معرکہ ثانی | اس کے بعد عسکی شہر پر ترکوں اور یونانیوں کے درمیان ایک اور شدید معرکہ ہوا جس میں ترکوں نے جیم کر یونانیوں کا مقابلہ کیا۔ اگرچہ یونانیوں نے اقبیوم قرقہ حصار اور اوابازار پر قبضہ کر لیا تھا۔ لیکن ترکوں نے کسٹم سوئی داراؤ انگور کے خط محاذ پر ترکی سپاہ کا بڑا حصہ جمع کر رکھا تھا۔ چنانچہ پہلے عسکی شہر کے شمال کی جانب خوف ناک مقابلہ ہوا۔ ترکوں کی تعداد میں ہزار تھی۔ اور گولی بارڈر کا سامان اور اسلحہ کے دکانے والی بڑی توپیں ان کے پاس کافی تعداد میں موجود تھیں۔ جس سے انہوں نے غنیمت کو ترک کی بہتر کی جواب دیا۔ اس جنگ سے یونانیوں کا مہمہ رک گیا۔ لیکن اگلے مہینہ نے تین روز کی سخت جنگ کے بعد وینٹھا پہاڑ پر قبضہ کر لیا۔ اور ترک پیچھے ہٹنے پر تیسویں ہوئے۔ لیکن عسکی کے شمال مغرب میں جو جنگ واقع ہوئی۔ وہ یونانیوں کے لئے سخت خطرناک ثابت ہوئی۔ اس محاذ پر نہ صرف ان کی مزاحمت ہی ہوئی۔ بلکہ وہ رجعت قبضہ کی صورت اختیار کرنے پر مجبور ہو گئے۔ کیونکہ وہاں ترکی فوجیں بہت زیادہ تھیں۔ حالت بھی خطرناک تھی۔ جس کے باعث سے یونانیوں کو شدید نقصان اٹھانا پڑا۔ ترک اپنی زبردست فوجیں اس محاذ پر لے آئے تھے۔ اور یونانیوں پر پے در پے حملے ہونے لگے۔ بلکہ خود مصطفیٰ کمال پاشا بھی یہ نفس فقیں اس جنگ میں شامل تھے۔ معلوم ہوتا ہے کہ ترک یونانیوں کے میسرہ پریٹ پرے تھے۔ جو بے احتیاطی سے بڑھ کر ترکوں کی اس فوج کے مقابل آگئے تھے۔ جو نہایت مضبوطی سے خندقیں قائم کئے ہوئے تھے۔ اور جس کی امانت مقام سعود پر زبردست توپیں کر رہی تھیں۔ پس یونانی اپنی انتہائی کوششوں کے باوجود عالم بدو اسی میں تمام محاذوں پر پسپا ہونے شروع ہو گئے۔ جس کی وجہ خاص طور پر ترکوں کی سخت اور صحیح گولہ باری تھی۔ چنانچہ باقی

کی شدید جنگ کے بعد ترکوں نے یکم اپریل ۱۹۲۱ء کو آگے بڑھنا شروع کر دیا۔ اور یونانی مستقروں کے جنرل نے تمام اپنی گیلی کے شہر کے خط مصافحہ سے پیچھے ہٹنے کا حکم دیا۔ اس وقت سے مزید پسپائی شروع ہو گئی جس سے یہ مقصد تھا کہ کنشلیک کے استحکام پر قرار حاصل کرنے کی کوشش کی جائے۔ اور مزید کمک کا انتظار کیا جائے۔ جو محاذ کی طرف بجائے اسی تھی۔ یونانی وزیر نے کہا کہ بحسب شہر پر پھر حملہ کیا جائیگا۔ لیکن مزید کمک نہ آئی۔ اور یونانی قریحہ صدار بھی مافی کر کے پیچھے ہٹ گئے۔

اس پسپائی پر یونانی سپہ سالار نے غیر ملکی افسروں کی چشم دید شہادت پیش کی۔ ان لوگوں کا بیان ہے۔ کہ یونانی فوجیں مسلکی شہر سے کامل ترتیب سے پس پا ہوئیں۔ ان کی اخلاقی حالت اور حوصلہ بھی بڑھا ہوا تھا۔

در اصل اس خون ریز معرکہ نے یونانیوں کے چھکے چھڑا دیئے۔ یونانی اس جنگ کو معمولی جنگ تصور کئے بیٹھے تھے۔ اور ان کا خیال تھا کہ وہ جیت جلد ترکان احرار کو شکست دیکر ایشیائے کوچک پر تسلط چاہیں گے۔ مگر ترکوں کے شدید حملوں اور زبردست مدافعت نے یونانیوں کو پسپا ہونے پر مجبور کیا۔ یونانیوں کی خواہش تھی کہ کسی طرح انگورہ کو مسخر کر لیں۔ خواہ اس کے لئے کئی ہزار جانیں کیوں نہ ضائع ہو جائیں۔ لیکن ترکان احرار کا یہ خیال تھا کہ یونانیوں کو ایشیائے کوچک سے ایسا خارج کریں۔ جس طرح مکھن سے بال نکال کر بااچھینک دیا جاتا ہے۔ بظاہر ترکوں کا یہ بھاری نفا۔ فتح کی دہائی نے مصطفیٰ کمال پاشا کے قدم چومے۔ اور ترک نہایت ہی شان و شوکت کے ساتھ مسلکی شہر میں داخل ہوئے۔

اس کے بعد قسطنطینہ سے ۴۔ اپریل ۱۹۲۱ء کو یہ خبر موصول ہوئی کہ یونانی بروصہ والے خط سے بھی پیچھے ہٹ گئے تھے۔ یہ وہ جگہ ہے جہاں انہوں نے ترکوں کے حملے سے قبل قبضہ کر رکھا تھا۔ یونانیوں نے شدید نقصان

اٹھایا اور سرسنگی سے پسا ہوئے۔ ترکوں نے ان کا تقاب کیا۔ اس جنگ میں یونانی کثیر تعداد میں مجروح ہوئے۔ یونان کی جو فوجیں شمال کی جانب ترکوں کے مقابلہ میں خندق زن تھیں۔ وہ نہایت بے ترتیبی سے پیچھے ہٹیں۔ قسطنطنیہ کے ایک تار سے معلوم ہوا کہ شاہ قسطنطنیہ کا بھائی شہزادہ اندرے زخمیوں کی وجہ سے بروصہ میں مر گیا۔ یہ شہزادہ چند روز پیشتر میدان جنگ میں آیا تھا۔ مگر زخمی ہو کر ترکوں کے پاس قید ہوا اور مر گیا۔

ترکان احمد ار کامرکاری اعلان اقوم پرستوں نے اس جنگ کے متعلق

ایک سرکاری اعلان جاری کیا کہ وہ دن کی خونریز جنگ کے بعد یونانیوں نے سخت نہرمیت اٹھائی۔ یہ جنگ نہایت خوفناک طریقہ پر جاری رہی۔ ہر ایک اور کڑی کوئی بہتر فوجوں نے دوبارہ قبضہ کر لیا۔ علاوہ بریں یونانیوں کے کئی ہزار سپاہی گرفتار ہوئے۔ یونانیوں میں اس نہرمیت کے بعد اس قدر تاب باقی نہ رہی کہ وہ اپنی شہر پر دوبارہ حملہ کر سکیں۔

غازی مصطفیٰ کمال پاشا نے ایک اعلان شائع کیا اور اس میں عوام سے درخواست کی کہ وہ فوج میں بھرتی ہو کر غنیمت کا مقابلہ کریں۔

ترکوں کے ایک اور سرکاری اعلان سے معلوم ہوتا ہے کہ عسکی شہر کی جنگ ایک ہفتہ کے بعد بخیر و خوبی ختم ہو گئی۔ ترکوں نے یونانی فوجوں پر ۱۹ مارچ ۱۹۲۱ء کو جان حملے شروع کر دیئے تھے۔ جن کی تاب نہ لا کر یونانی پسا ہو گئے۔ اس جنگ میں بہت سا سامان حرب اور مال غنیمت ترکوں کے ہاتھ آبا۔ جس کا صحیح اندازہ نہیں ہو سکتا۔ غنیمت نے پسا پیڑ کے وقت رستے میں تمام گاؤں جلاوئے۔ ۱۳ مارچ کے بعد یونانیوں کی کوئی سرکاری اطلاع شائع نہ ہوئی۔

یہ بڑے ظاہر کیا کہ عسکی شہر کی جنگ میں یونانیوں کے بہت زیادہ ہارے گئے۔ اور اسی قدر مجروح ہوئے۔ لیکن مصطفیٰ کمال پاشا کا اندازہ ان

سے بہت زیادہ متحفظہ کمال پاشا کی سپاہ نے تعاقب کیا اور جنگ میں ۳۰ ہزار یونانی
مرد مارے گئے۔ مختصر یہ کہ کمال پاشا کو اس جنگ میں کامل فتح حاصل ہوئی۔
اور یونانی ہر جگہ سے شکست کھا کر بھاگے۔

یونانیوں کی از سر نو جارحانہ کارروائی [عسکی شہر پر ہزیمت اٹھا کر یونانی
پچھے ہٹ گئے۔ اور مزید کمک کا انتظار کرنے لگے۔ ۱۸ اپریل کو یونانیوں نے
بروصہ کے محاذ پر پھر حملہ شروع کر دیا۔ لیکن اوشاک کے محاذ پر طاقتور ترکی فوجیں
حملہ آؤں کو گتیں۔ اس کے متعلق مزید تفصیل معلوم نہ ہوئی۔

ترکوں کی قوت کا اجتماع [بہر حال عسکی شہر پر شکست کھا کر یونانیوں کو پھر
حملہ کرنے کی تاب نہ رہی۔ اور نہ ہی وہ آگے بڑھ سکے۔ جہاں تھے وہیں بیٹھے
مزید کمک کا انتظار کرتے رہے۔ ۲۲ اپریل کو یونانی کٹیلیڈیک تک پہنچا سوتے
وہاں کوئی جنگ نہ ہوئی۔ اگرچہ ترکی حلقوں میں یقین کیا جاتا تھا کہ وہ علاقہ ترک
میں ایک حملہ کی تیاریاں کر رہے تھے۔ یونانیوں نے پشپائی کے وقت بہت
جلدی نہیں کی تھی۔ قوم پرستوں نے بھی کٹیلیڈیک کے استحکامات پر حملہ کیا۔ جو
طبعی طور پر اس قدر مستحکم واقعہ ہوئے ہیں۔ کہ ان پر حملہ کرنا بہت مشکل ہے۔

اوانا ندر پر بھی یونانیوں کے گیارہویں ڈویژن کا قبضہ تھا۔ جس سے بہت
کم لڑنے کا اتفاق ہوا۔ اسیوں قریب حصار بھی یونانیوں کے قبضہ میں تھا۔ اگرچہ
ان کی بڑی سپاہ واپس بلائی گئی تھی۔ اور صرف ایک چھوٹی سی فوج باقی رہی
جس پر ترکوں نے حملہ نہ کیا۔ یونانی تازہ دم کمک کا انتظار کرتے رہے۔ تاکہ
ترکوں پر از سر نو حملہ کریں۔ لیکن ترک بھی اپنی فوجی تیاریوں سے غافل نہ تھے۔
ان کی قوت بھی دن بزن بڑھتی گئی۔ چنانچہ کوہ قاف کی سوار فوج ترکوں کے
ساتھ انگورامیں آئی۔ اور شام کے محاذ سے ایک سوار اور دو پیدل ڈویژنوں
کا علاقہ قریب حصار کی فوج سے تباہ کر دیا گیا۔ کوہ قاف کی دوسری فوجیں سمندر
کے راستہ انبیا کو تبدیل کی گئیں۔

استاد کی اخباروں کا بیان ہے کہ وہ ترکی سپاہ جو بکلیکیہ میں مقیم تھی۔ اور جس کی تعداد چھ ہزار تھی۔ مقام مذکور سے اھیون قریہ حصار کی طرف روانہ ہو گئی اس کے پاس تمام فوجی سامان اور اسلحہ موجود تھے۔

قومی مسلح رضا کاروں کی ایک جماعت جو قفقاز میں مرتب ہوتی تھی۔ وہ بھی مصطفیٰ اکمال پاشا سے مل گئی۔ اس جمعیت میں مسلح سواروں کی بھی معقول تعداد تھی۔ اور قفقاز اور ایران کے بہت سے شجاع قبائل شامل تھے۔ قائدہ اذیب خانم وزیر تعلیم انگور اگور رمنٹ نے ایک ہزار ترکی خواتین کی جماعت میدان جنگ میں مریضوں اور زخمیوں کی نجات دہاری کے لئے تیار کر کے بھیجی۔

ملاؤ ازیس مقامات موش۔ وان۔ خرلوط۔ تبلس۔ اور دیاربکر کے قریب کی ایک جماعت جس کی تعداد بیس ہزار کی تھی۔ مصطفیٰ اکمال پاشا کی سپاہ میں شریک ہو کر یونانیوں سے لڑنے کے لئے تیار ہو گئی۔ اس جمعیت میں ایک ہزار مسلح سوار اور ایک ہزار پیادہ تھے۔

فرتھوں کی شاندار جنگی تیاریاں | وزیر انگور نے اپنی قومی مجلس سے فوجی وردیوں اور دیگر سامان کے لئے تین کروڑ پونڈ (ترکی) اور مختلف قومی مصادر کے لئے ڈیڑھ کروڑ پونڈ (ترکی) طلب کئے۔ جن کی منظوری فوراً دے دی گئی۔ غازی مصطفیٰ اکمال پاشا نے مجلس انگور کی منظوری سے تمام قسم کے محصولات ڈگنے کر دیئے۔ مسیحی آبادی سے فوجی خدمت میں جھدہ لینے کے باعث ایک خاص محصول وصول کیا جاتا تھا۔ وہ بھی وگنا کر دیا گیا۔ ایک قانون نافذ کیا گیا جس کے مطابق تمام یونیورسٹیوں اور کالجوں کے وہ فارغ التحصیل طلباء جو آخری رس بھی جماعتوں سے تعلق رکھتے تھے۔ فوجی خدمت کے لئے طلبہ کیے گئے۔ اور پانچ ہفتہ کی تربیت کے بعد میدان جنگ میں

بھیج دیئے گئے۔

ترکی قومی جندرامہ کو بھی غازی مصطفیٰ کمال پاشا نے فوج میں شامل کر لیا۔ اس سے فوج میں جو میں ہزار سپاہیوں کا اضافہ ہو گیا۔ غازی مصطفیٰ کمال پاشا کا ایک نمائندہ جو قسطنطنیہ میں بھیجا گیا تھا۔ اس کا بیان ہے کہ جو علاقہ غازی موصوف کے ماتحت ہے۔ اس کے ترکی باشندے فوجی کارروائیوں کی نشو و نما کی بقا کو بہت فکر مندی سے دیکھ رہے ہیں۔ عام طور پر ترک غازی عظیم کی فوج پر کامل اعتماد ظاہر کرتے ہیں۔

حکومت انگلستان نے ۲۴ سال سے کم عمر کے تمام آدمیوں کو قومی خدمت کے لئے طلب کر لیا۔ اور انہیں توقع تھی کہ محفوظ فوج سے بھی ۵۰ یا ۵۵ ہزار آدمی مل جائیں گے۔ غازی موصوف چاہتے تھے کہ قفقاز اور آرمینیا کے محاذوں سے اپنی تمام فوجیں واپس بلا لیں۔ لیکن انہیں اندیشہ تھا کہ جارجیہ اور آرمینیا کی فوجیں کیسے چھاپے نہ مارنے لگ جائیں۔ ہاں البتہ غازی موصوف نے اس محاذ سے بہت بڑا توپ خانہ اناطولیہ کے محاذ پر منتقل کر دیا۔ جس میں ۸ میداتی توپیں اور ۱۰ میدانی ٹاؤٹز باٹریاں شامل تھیں۔

ابھی یونان کی کمر خمیدہ سیدی نہ ہوئی تھی۔ اور نہ ہی وہ کوئی جارحانہ کارروائی کر سکتے تھے کہ اس اثنا میں مصطفیٰ کمال پاشا نے تمام طرح کے ساز و سامان جیسا کہ لٹے ہوئے بھی مزید فوجوں سے مستحکم کر لئے۔ جیسا کہ ہم اوپر بیان کر چکے ہیں۔ غازی موصوف نے ایک اور تبدیلی کی کہ رفعت پاشا جو قوم پرور ترکوں کی مغربی فوج کے سپہ سالار تھے۔ اپنے عہدے سے علیحدہ کر دئے گئے۔ کیونکہ انگلستان گورنمنٹ ان کے ناکام اقدامات سے جو انہوں نے مقام ٹرولپار میں کیا تھا۔ مطمئن نہ تھی۔ ان کی جگہ کاظم قرہ بکر پاشا ہوئے۔ یہ آرمینی محاذ کے لایق اور سرگرم سپہ سالار تھے۔ الغرض قوم پرستوں کو کامل طور پر قوت حاصل ہو گئی۔

یونان کی صلاح کی خواہش

یونان کی صلاح کی خواہش مختلف ذرائع سے خبریں موصول ہوئیں۔ روم میں اعتدال پسند ترکوں سے چپ چاپ گفت و شنید شروع کر دی ان کا مدعا یہ تھا کہ لندن کا نفرش کی تجارت کے اصولوں کے لئے کچھ مصالحت و مفاہمت ہو سکے۔ لیکن انگورہ کی اخبارات اس منشور کو بظہر حقارت و کیمتی نقیض اور کھٹی نقیض برکھوت انگورہ اس وقت خوش اور مطمئن ہو سکتی ہر جب یونانی ترکی علاقہ سے سپہ تمام تعلقات متعلقہ کریں۔

یونان کی تازہ سرگرمیاں اپریل ۱۹۱۱ء میں قسطنطنیہ کی بعض خبروں سے معلوم ہوا کہ یونانی اپریل کے انجام میں پھر چارخانہ کارروائی کرنے والے تھے۔ اس وقت چالیس ہزار مزید کمک یونانیوں کو پہنچ گئی۔ باب عالی نے اتحادیوں سے درخواست کی کہ وہ یونانیوں کو مجبور کریں کہ وہ اپنے قسطنطنیہ کی غیر جانب داری کو ملحوظ رکھیں۔ اور پھر مامور کے بندرگاہوں کو فوجی مطالبہ کے لئے استعمال نہ کریں۔ ڈیلی ایکپرس کو سرکاری طور پر معلوم ہوا کہ یونانیوں کے پہلے دتے پر جس نے پچھلے دنوں اخیوم قلعہ حصار کو خالی کر دیا تھا اور قونیہ ریلوے کے ایک طرف ہلاک تھا۔ ترکوں نے پھر حملہ کر دیا۔ ہار اپریل کو غیر معمولی طور پر نہایت سخت لڑائی ہوئی۔ لیکن یونانی اپنی جگہ پر ٹپے رہے۔ برو صہ صکی شہر پر یونانیوں نے پھر چارخانہ کارروائی شروع کر دی۔

یونانی بیڑے کی گولہ باری یونانی بیڑے نے بحر اسود میں کمالیوں کے ایک بندرگاہ یعنی بولی پر گولہ باری کی۔

قوم پرست سمرنا کے قریب قسطنطنیہ سے ایک اطلاع ملی کہ متعدد ترکی فوجی کہنیاں شہر سمرنا سے چند میل کے فاصلہ پر پہنچ گئیں۔ اور رات کے وقت یونانی فوجوں سے ان کی جھڑپیں بھی ہوئیں۔ یونانی فوج اس وقت اپنا ایک نیا خطہ مصافحہ منہی الحصار کے پاس تیار کر رہی تھی۔ لیکن یونانی ہرگز ترکی فوجی طرف موحج کا مقابلہ کرنے کے قابل نہ تھے۔

بعد ازاں سمرنے ٹائٹز کے واقعے نگار نے لکھا کہ شاہ قسطنطین ایک تباہ کن جنگی جہاز پر سوار جزیرہ لیمنوس میں گئے۔ ان کے پاس دیگر جنگی جہاز بھی تھیں لیمنوس سے وہ فوراً میدان جنگ کو روانہ ہوئے۔ جہاں ایک لاکھ ساٹھ ہزار یونانی فوج ترکوں پر حملہ کر نیکے ٹے پور سے طور پر تیار تھی۔

شاہ قسطنطین سمر نامیں | شاہ قسطنطین اور وزیر باعظم دولوایشائے کوچک میں گئے۔ ان کی آمد پر سمرنا کو جھنڈیوں سے آراستہ کیا گیا۔ اور بندرگاہ میں یونان کے جنگی جہاز بکثرت موجود تھے۔

بورسا محاصرہ کی حالت میں | اگرچہ سکی شہر کی تسخیر کے بعد مصطفیٰ کمال

پاشا اور یونان کی لڑائیوں کے متعلق مبہم خبریں آتی رہیں۔ لیکن تاہم بھی بعد کی خبروں سے یہ ظاہر ہوتا تھا کہ مصطفیٰ کمال پانچواں سپاہ برابر یونانیوں پر فتح حاصل کرتی رہی۔ چنانچہ شہر بورسا ابھی کمالیوں کے محاصرہ میں رہا۔ اور ترکی سپاہ نے شہر مذکور کو کچھ ری قوت سے محاصرہ میں لے کر یونانیوں کو بدحواس کر دیا۔ بعد کی اطلاع سے معلوم ہوا کہ مصطفیٰ کمال پاشا نے یونانی جہازوں سے بورسایں مطبوعہ اوراق گرائے جن میں بورساکے حاکموں کو ہدایت کی گئی تھی کہ وہ مقام مذکور کے مسلمانوں کو تکلیف و اذیت نہ پہنچائیں اور ان سے کوئی ایسی خدمت نہ لیں۔ جو ان کی قوت سے باہر ہو۔ اگر انہوں نے ایسا کیا یا ان کو قتل کیا۔ تو ترک حکومت ان یونانی قیدیوں کو جو ان کے ہاتھ میں ہیں قتل کر دیگی۔

مصالحات کا خیال | ماہ جون میں ایتھنز کے ایک تاجر کے ذریعے سے معلوم

ہوا کہ یونان کا وزیر باعظم اور وزیر جنگ سمرنا سے واپس چلے گئے۔ یونانی وزارت نے فوراً ایک اجلاس منعقد کیا۔ تاکہ یونان اور ترکی کی آہنہ کش میں اتحادیوں کی مصالحانہ مداخلت کی تجویز پر بحث کی جائے۔ انارو فرانس سے پایا جاتا تھا کہ یونانی گورنمنٹ مصالحات کے اصول کو منظور کر لیگی۔ لیکن ذمہ داری کا بار

سر پہینے سے پہلے وہ اتحادیوں کی شرائط معلوم کر سبکی کوشش کر گئی۔
 (۲) لیکن انگلستان۔ فرانس۔ اٹلی کے سفیروں نے حکومت یونان کو اطلاع دی۔
 کہ اتحادی۔ یونانی اور ترکی کے جنگ و جدال کا خود فیصلہ کرنا چاہتے ہیں۔
 (۳) گزشتہ لندن کانفرنس کے انعقاد کے بعد سیاسی خیالات میں تغیر پیدا ہو گیا
 فرانسیسی اس بات کا اظہار کرنے میں ذرا بھر بھی تامل نہیں کرتے تھے کہ یونان
 کو ایشیائے کوچک سے یورپا بستر بنگال کر اپنے ملک کی طرف مراجعت کرنی
 پڑے گی۔

مصطفیٰ کمال پاشا کی پارلیمنٹ کا اجلاس خصوصی [قسط نمبر ۸۔ ۲۔

جولائی۔ ایشیائے کوچک کی اخبارات سے ظاہر ہوا کہ غازی مصطفیٰ
 کمال پاشا کی پارلیمنٹ کا ایک اجلاس خصوصی بمقام انگور منعقد ہوا۔
 یہ اجلاس جذبات حب وطنی کا بہترین منظر تھا۔ ہر ایک شخص ان جذبات
 سے متاثر نظر آتا تھا۔ فوجی حالت کے متعلق حکومت سے استفسارات کئے
 گئے۔ ایک نائب نے سوال کیا کہ کہیں اس امر کا خطرہ نہیں کہ یونانی افواج
 تمام ناٹولیہ کو تاخت و تاراج کر ڈالیں گی؟ غازی مصطفیٰ کمال پاشا فوجی باا
 زربت کئے جلسہ گاہ میں تشریف لائے۔ اور جوش بھری آواز میں فرمایا کہ
 "خطرہ اور خدشہ کی کوئی وجہ نظر نہیں آتی۔ یونانیوں نے صرف ان مقامات پر
 قبضہ کر لیا ہے۔ جن کو ہم نے دیدہ و دانستہ برضا و رغبت خود خالی کر دیا تھا۔
 اب تک ان سے کوئی جھڑپ نہیں ہوئی۔ ہماری افواج ایسے مقامات پر جا
 پہنچی ہیں۔ جہاں خطرہ سے مامون و مصون ہیں۔ اور اپنے انتظامات میں مشغول
 ہیں۔ ہم اپنی جمیعت کو قوی تر بنا رہے ہیں۔ افواج میں اضافہ کر رہے ہیں۔
 کو قیقین واثق ہے کہ ہم یونانیوں کا مقابلہ کر چکے۔" غازی مصطفیٰ کمال پاشا
 نے پارلیمنٹ کو اس امر تک کا یقین دلادیا کہ قریب بہت جلد جارحانہ کارائی
 شروع کر سکیں گی۔ آپ کی اس حوصلہ افزا تقریر پر جہذا اور مرجع کے نعرے

بلند ہوئے +

ترکوں کی پیش قدمی |

جنگ عسکی کے بعد کوئی اہم واقعہ وقوع پذیر نہ ہوا کیونکہ یونانی عسکی شہر پر شکست فاش کھا کر بالکل نڈھال ہو گئے تھے۔ تاوقتیکہ مزید کمک ان کے پاس نہ پہنچ جائے۔ وہ آگے بڑھنے کے قابل نہ تھے۔ اگرچہ چھوٹی چھوٹی لڑائیاں ترکوں اور یونانیوں کے درمیان ہوتی رہیں جن میں سے اکثروں کا ذکر پیچھے کیا گیا ہے۔ لیکن وہ اکثر ترکوں ہی سے لڑے نیک فال رہیں۔ اور یونانی مار کھا کر پیچھے ہٹ جاتے تھے۔

ماہ جون ۱۹۲۱ء میں شاہ قسطنطین اور وزیر اعظم یونان ایشیائے کوچک میں آئے۔ تاکہ شاہ قسطنطین میدان جنگ میں رہ کر اپنی سپاہ کو ترکوں کے مقابلہ میں لڑائیں۔ چنانچہ وزیر موصوف ترکیونان میں واپس چلے گئے۔ اور شاہ قسطنطین میدان جنگ میں موجود رہے۔ ممکن کا میدان جنگ میں رہنا مفید نہ تھا۔ فوج میں وہ ہر دلعزیز نہیں ہیں۔ اس لئے فوجوں میں کوئی جوش و ہیکان پیدا نہ ہوا۔ اور وہ اپنے بادشاہ کی موجودگی کو باعث برکت خیال نہ کرتی تھیں۔ کیونکہ ان کو ۱۸۹۷ء کا واقعہ یاد تھا۔ جبکہ انہوں نے جنگ ترکی و یونان کے موقع پر جس میں یونانی ترکوں کے آگے آگے بھاگ رہے تھے۔ ایک تہ بن کو غیر مصافی چنا گزینیوں سے خالی کر کے اپنے قبضے میں کر لیا۔ اور غیر مصافی لوگ راستے میں مصیبتوں کا شکار ہوئے۔ اور دوسرے وہ جلتے تھے۔ کہ بادشاہ سلامت لڑنے میں سب سے پیچھے اور سب سے آگے ہوتے ہیں +

ہر حال اب پھر لڑائی کا موقع آگیا۔ چنانچہ قسطنطین کے ایک پیغام سے جو پیرس کے ذریعہ یکم جولائی ۱۹۲۱ء کو یہاں پہنچا۔ ظاہر ہوتا ہے کہ ترکیوں کا اصرار حوالی سامنے میں پہنچ گئے۔ اور ان کی پیش قدمی برابر جاری تھی۔ یونانی فوج خبرل میکرویلین کے ماتحت تین توپ خانوں کے ساتھ نرہ

میں آئی +

یونانیوں نے اوا بازار اور بجا کو خالی کر کے اسمد میں اپنا محاذ قائم کیا۔ اتحادیوں نے یونانیوں کو اسمد فوراً خالی کر دینے سے روک دیا۔ کیونکہ اس سے قسطنطنیہ کو خطرہ تھا۔ ساتھ ہی اس کے یونانیوں کو ایک عظیم نقصان پہونچا اور وہ یہ تھا کہ سمرنا شہر کے باہر یونانیوں کے بارود اور آتشگیر مادوں کا ایک بہت بڑا ذخیرہ تھا۔ جہاں یکم جولائی کو سہ پہر کے وقت ایک خوفناک دھماکہ ہوا۔ کئی یونانی سپاہی مجروح و ہلاک ہوئے۔ اور ارد گرد کے مکانات تباہ و برباد ہو گئے +

ایدا زان یہ خبر آئی کہ ترکوں نے ۲۰ یونانیوں کو ہلاک کر دیا۔ پھر مصطفیٰ کمال پاشا نے خود بہ نفس نفیس اپنی فوج طفر موج کی کمان ہاتھ میں لی۔ ادھر بانسویکوں کی تمام افواج کو اجتماع کا حکم ملا تا کہ ترکوں کے ہزارہوں کو یونانیوں کے خلاف لڑیں +

یونانیوں کی پیش قدمی | اس کے بعد لڑائی کا آغاز زور و شور سے ہوا۔ نتیجہ

کا ایک تاریخ ۲ جولائی کو لندن کے راستے سے ظاہر کرتا ہے کہ سرکاری طبع پر اس امر کا اعلان کیا گیا کہ یونانیوں نے عسکی شہر پر قبضہ کر لیا۔ اور بہت تمام انہوں نے اپنے دشمنوں کا تعاقب کیا۔ چنانچہ عسکی شہر کی تسخیر پر اخبارات نے پورا پورا اطمینان ظاہر کیا۔ ان کا بیان ہے کہ ترکاں احرا کی فوج میں سخت ابتری پھیل گئی تھی۔ یونانیوں نے اس موقع کو ضمیمت جان کر چچا پامارا ترک سنان حرب خبیثہ کر چلے گئے۔ ۸۰ توپیں اور ایک نہر قیدی یونانیوں کے ہاتھ آئے۔ یونانی جہازوں نے ترکی فوج پر غلبہ گولے برسائے فوجی حلقوں میں یہ رائے ظاہر کی جاتی تھی کہ عسکی شہر کی تسخیر نے عملاً ترکاں احرا سے جنگ کا خاتمہ کر دیا۔ لیکن ترکی فوج کے جنرل سٹاف کے افسر اسے نے بیان کیا کہ عمالقہ اور قلعوں کا ترکوں کے ہاتھ سے نکل جانا کوئی

زیادہ اہمیت نہیں رکھتا۔ ترکی فوج بغیر کسی خیریز لڑائی کے واپس چلی آئی ہے جیسا کہ پہلے ہی تجویز ہو چکا تھا۔ افسر موصوف کو یقین تھا کہ جنگ کا نتیجہ ترکوں کے حق میں اچھا نکلیگا۔

اس کے بعد یونانیوں کی فتح و کامیابی کی خبریں پے در پے آنے لگیں۔ اور ترکوں کی شکستوں اور ہزیمتوں کے افسانے اڑنے لگے۔ چنانچہ یہ خبر آئی کہ تیس ہزار غازیان اسلام اور مجاہدین دیندار نظام یونانیوں کے پنجہ بدعت میں گرفتار ہو گئے۔ اور باقی ماندہ عسکی شہر کو بھی دشمنوں کے ہاتھ میں چھوڑ کر مفور ہو گئے۔ مگر یہ خبریں یونانیوں کے ذریعہ سے آئی تھیں۔ اگر ترک فی الواقع ہی پیپا ہو رہے تھے، تو پھر کسی مناسب تجویز کے ماتحت پیچھے ہٹتے ہونگے۔ اور یونانیوں کو بغیر کسی جنگ شدید کے آگے بڑھنے دیتے ہونگے۔ کہتے ہیں کہ یونان میں لوگوں کے جوش پے در پے شکستوں کے اس قدر سرد پڑ گئے تھے کہ پھر ان کو کہہ م کہنے اور فوجی بھرتی میں ترقی کرنے کے لئے یہ ہوائی فتوحات کی خبریں سناتے تھے۔

اس کے بعد ایستغفر میں سرکاری اعلان کیا گیا کہ قضا نیہ پر یونانیوں کا قبضہ ہو گیا۔ ہزار ہا سپاہی گرفتار ہوئے۔ اور کثیر تعداد میں مال غنیمت ماخوذ آیا۔ اور خیال کیا گیا کہ قضا نیہ کی تسخیر سے ترکی کی بڑی بڑی ریلوے لائنوں پر یونانیوں کو بہت جلد قبضہ ہو چکا ہوگا۔

ایستغفر کی ایک اور سرکاری اطلاع نے ظاہر کیا کہ جو سارا جوائی گورنر کے ذریعہ سے مندرستان میں آئی۔ کہ چودہ ترک ہسپتال بلیٹنوں اور سوانہ کی ڈویژنوں نے یونانیوں کے خلاف ایک زبردست جوابی حملہ کیا۔ لیکن انہیں کامیابی نہ ہوئی۔ ترک بہت سی لاشیں اور سامان شہر پیچھوڑ کر بھاگ گئے۔ یونانی سپاہ نے تعاقب جاری رکھا۔

انگرت سلطان کا عہدہ ہے۔ مگر خبریں ہر ایسے ہی پیچھے کی جا

آ رہی ہیں۔ ترک شکست پر شکست کھاتے جاتے ہیں۔ بلکہ اگست کے درمیان میں جس قدر خبریں آئیں۔ وہ روج فرما، اور جانے کس نصیب و قسمت غلبہ کی تاروں سے یہ ظاہر ہوتا تھا۔ کہ ترک کان احمدی راٹھور خالی کرنے پر مائل ہو گئے تھے۔ بلکہ انہوں نے ایسا کرنے کے انتظامات بھی مکمل کر لئے تھے۔ ضروری چیزیں ہٹا کر مشرقی کی طرف ایک محفوظ مقام میں پہنچا دی گئیں۔ بجائے عصمت پاشا کے مصطفیٰ کمال پاشا خود سر لشکر مقرر ہوئے۔ جو فتح پر یقینی اعتماد کرتے تھے۔ وہ یونانی محاذ کو زیادہ بھیلانا چاہتے تھے۔ ان کو فتح کا اس قدر یقین تھا۔ کہ باوجود کچھ اتحادی مداخلت کرنے کے لئے تیار تھے۔ انہوں نے کہا۔ کہ ہم دیکھ کر مداخلت کی درخواست نہیں کرتے۔ پہلے موجودہ جنگ کا فیصلہ کشمیر خون آشام سے ہو جائے۔ پھر مداخلت پر غور کیا جائیگا۔ یونانی پیش قدمی کے متعلق سرکاری طور پر اعلان کیا گیا۔ کہ یونانی انگورا کی طرف بڑھتے جاتے ہیں اور عسکی شہر کے مشرق میں انگورا سے ۲۰ میل کے فاصلہ پر ہیں (یہ خبر لندن سے ۱۰ اگست کو چلی) ٹائٹل کے نامہ نگار متعینہ قسطنطنیہ نے لکھا کہ یونانی افواج نہایت استقلال کے ساتھ آگے بڑھ رہی ہیں۔ اور اس کا بہت کمزور مقابلہ کیا جا رہا ہے۔ وہ اپنی دیوار پر مشک پر ماندہ دھبہ لگا کر ماکس لائن جو عسکی شہر سے ۲۰ میل جنوب مشرق واقع ہیں۔ قابض ہیں کئی مقابلہ کی قوت نہ پا کر پسپا ہو رہے۔ یونانی حملہ کا منہ یہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ وہ مگھورہ پینچکر ریلوے کے اسٹاک کو تباہ و برباد کر دیں۔ اور کمانیوں کے سلسلہ ریل و سائیل کو منقطع کر کے عسکی شہر پر واپس آجائیں۔ اخبارات کا بیان ہے۔ کہ ترکوں نے جزیرہ خلیجہ افسس بھی خالی کر دیا تھا۔ ایک سرکاری اعلان میں بیان کیا گیا۔ کہ یونانیوں نے پیش قدمی کی۔ اور معمولی ترک مداخلت کے بعد وہ عظیم کے مورچوں تک جو خط مند او قیمر تھی تو برو پر واقع ہیں۔ بڑھ گئے۔ یہ خط عسکی شہر سے

۱۵ اگست میں بیان کیا گیا کہ یونانیوں نے اس خط پر تمام قریب بیلو سیری حصار طائر قادی کو پر واور فیلی سے گزرتا ہے قبضہ کر لیا۔ سمرنا سے ٹائمر کے واقعہ نگار نے لکھا کہ یونانی فوجیں بہت تیزی سے انگور کی جانب بڑھ رہی ہیں۔ مصطفیٰ کمال پاشا نے سرون حصار اور انگور کا کل علاقہ خالی کر دیا ہے۔

یونانیوں کی پیش قدمی ۵۵ سے ۶۰ میل تک کی تھی۔ رعایا کمالی فوج کے عقب میں جاتی تھی۔ یونانی ہوائی جہازوں پر گولہ باری کرتے تھے۔ کمال پاشا یونانیوں کی اس پیش قدمی پر بہت تعجب تھے۔ یونانی اپنی ان کامیابیوں پر نازاں ہو کر قسطنطنیہ پر قبضہ جانے کے خواب دیکھنے لگے۔

یونانیوں کی یہ پے در پے فتوحات اور کامیاب پیش قدمیاں عالم اسلام کو نہایت ہی مضطرب حالت میں کھینچے ہوئے تھیں۔ یاس اور حیرانگی کا عالم طاری تھا۔ لیکن مصطفیٰ کمال پاشا ظفر مصطفیٰ کا حلف لے کر میدان جنگ میں آئے تھے۔ اور خدا کے فضل و احسان سے ایسا ہی ہوا۔ کمال پاشا تمام یورپ میں بہترین ماہران فتنون حرب سے سمجھے جاتے ہیں۔ اگر بہ امعان نظر دیکھا جائے۔ تو ان کی یہ پالیسی تھی کہ انگور سے ہٹ کر اپنی فوج غیور و شجاع کو پیشا رہ (قیصریہ) میں مجتمع کریں۔ بظاہر یہ تدبیر نہایت ہی صائب تھی۔ اور اس کی تدبیر یہ اصول کام کر رہا تھا کہ جب تک غنیم کی فوجیں قطعی طور پر مغلوب نہ ہو جائیں۔ کوئی شکست شکست نہیں ہو سکتی۔ اس لئے اگر مصطفیٰ کمال اپنی افواج کو انگور سے صحیح سلامت پیچھے ہٹالیں اور اس کو تباہی اور ہلاکت سے بچائے رکھیں۔ تو نہ یونانی اس کو اپنی فتح پر محمول کر سکتے ہیں۔ اور نہ ترکمان احرا کی مغلوبیت پر۔ اس پالیسی میں کامیابی کی قطعی امید تھی۔ کیونکہ یونانی فوجیں جوں جوں آگے بڑھتی جاتی تھیں۔ وہ اپنے مرکز جنگ سے دور ہوتی جاتی تھیں۔ جب وہ بدت آگے نکل آئیں۔ تو ان کو کمک بھی نہ پہنچ سکتی

تھی۔ اور ترکوں کے لئے کامیابی کے ساتھ پنجہ آزمائی کا بہترین موقع پیدا ہو جانے والا تھا۔ فی الحقیقت وہ وقت قریب آگیا۔ کہ یونانی اسی تیزی اور سرعت کے ساتھ جس کے ساتھ وہ پیش قدمی کرتے تھے۔ پیچھے کی طرف بھاگیں۔ چنانچہ ہزار کیلینی غازی فوری پاشا ترکان احرار کے وزیر جنگ کے اعلان نے مختصر عرصہ پہلے جمہوریوں کو سہارا دیا۔ جو کہ ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔

دشمن کی پیش قدمیوں کے احتمال کی وجہ سے ہلک کو ہرگز اندیشہ مند اور ہراسان نہیں ہونا چاہئے۔ قوم کو اس بات پر پورا یقین رکھنا چاہئے۔ کہ باوجود اس امر کے کہ دشمن اپنی اعدادی فوقیت سے حفاظت کر رہا ہے۔ ہمارے لشکر کو بڑی بہادری اور دلیری کے ساتھ نقصان اٹھانا پڑا ہے۔ لیکن التو تلاش کا شمالی علاقہ دشمن کی ہاتھوں سے بھرا ہے۔ دشمن نے ہماری فوج سے عسکی شہر اور سید غازی کے قریب وجہ میں جو تھیں بڑے کھلے ہیں۔ اس حیرت انگیز تجربہ سے اس سے بھنبی معلوم ہو گیا ہے۔ کہ یہ پیش قدمی اسی قدر گراں بیگانی ہلک کی اطلاع کے لئے ہمیشہ سرکاری رپورٹیں شائع ہوتی آئیں ہیں۔ اور آئندہ قوم کو بڑے صبر و اعتماد کے ساتھ آخری نتیجہ کا انتظار کرنا چاہئے۔ ترکی مجلس نے اس غرض کو حاصل کرنے کے لئے سب قسم کی تدابیر کام میں لانے کا قطعی فیصلہ کر لیا ہے۔ دشمن اناطولیہ میں اپنے بازوؤں کو پھیلا پھیلا کر اپنی طاقت کو قریب کر رہا ہے۔ بیا احمد دشمن کے جنازہ کا جلوس پہنچا۔ فوری پاشا نے اعلان اور ترکوں کے عام استقلال سے یہ نتیجہ بالکل ظاہر تھا۔ کہ ترکوں احرار میں جنگی جذبات۔ دلیری اور فوجی قابلیت کے وہ تمام جو ہر موجود تھے۔ جو جنگ میں ایک فوج کو فاتح بنایا کرتے ہیں۔

مگر کہ سکا رہا۔ اب یونانیوں کی عمر کا مسہرہ یزید ہو چکا تھا۔ ان کی ترقی اور پیش قدمی کا دروازہ بھی بند ہو گیا تھا۔ اور باوجود ہر شاندار خوشیوں والی ریاح و عواطف کے ساتھ ترکوں کے حق میں چل چکی تھی۔ یعنی وہ جنگ جس میں یونانیوں

کی کئی روز تک متواتر پیش قدمی کی خبریں آتی تھیں۔ وہ اب میدل بہ پسپائی ہو گئی۔ یونانیوں کی خوشی اور اہنسا طے میں حزن و ملال کی زہر آلود نہریں مل گئیں۔ تیرکان احرار کی قسمت کا بڑا غافل تھا اور غازی مصطفیٰ کمال پاشا کی فتح کا آغاز ہوا۔ یونانی جو اپنے دماغ میں فتح قسطنطنیہ کے خیالات لئے ہوئے بڑے زور و شور سے انگورا کی طرف پیش قدمی کرتے تھے۔ دفعتاً نہر سکار یہ پر روک دیئے گئے یہاں آکر جب تیرکان احرار نے دیکھا۔ کہ وہ اب اپنے مرکز جنگ سے بہت بعید مسافت پر آ گئے ہیں۔ تب انہوں نے یونانیوں سے مقابلہ کا رخ کیا۔ اس موقع پر ترکوں کو قفقاز اور سلیشیا سے مزید کمک پہنچ گئی۔ جو ۸۰ ہزار کے اوپر تھی۔ مزید برآں ۲۰ ہزار سپاہ اذالیہ میں جمع ہو گئی۔ یونانیوں نے بہت کوشش کی۔ کہ آگے بڑھیں۔ مگر ترکوں کی قویوں نے ان کو سکار یہ سے ایک قدم بھی آگے نہ بڑھنے دیا۔ اس مقام پر یونانیوں اور ترکوں کے درمیان ۵ روز تک مسلسل گھمسان کی لڑائی ہوتی رہی۔ رطین کو بہت سختی سے ایک دوسرے کا مقابلہ کرنا پڑا۔ آخر یونانیوں کا یہ عظیم معرکہ انگور اناک پہنچنے کے لئے بالکل ناکام رہا۔

الحمد للہ۔ کہ اتنے روزوں کی مسلسل جنگ کے بعد یونانیوں کو شکست کھا کر پپا ہونا پڑا۔ اور ان کی تمام امیدیں خاک میں مل گئیں۔ اخیوم قرعہ حصار پر بھی یونانی شکستیں کھا کر پیچھے ہٹے۔ بعد ازاں مصطفیٰ کمال پاشا نے دینی شہر پر کو قبضہ کر لیا۔

ترکان احرار نے نورالدین پاشا کو بحیرہ اسود کے سواحل کا سپہ سالار مقرر کر دیا تاکہ جن مقامات پر یونانیوں کے فوج انار نے کا اضمحلال ہو۔ ان جگہوں کو مستحکم کر کے یونانیوں کی اس طرف سے بھی ناکہ بندی کر دے۔

لیکن یہ جنگ ابھی ایک ہی شکست پر ختم نہ ہوئی۔ کیونکہ یونانی بھی کافی جہیت کے ساتھ بڑھ چلے آتے تھے۔ غازی مصطفیٰ کمال پاشا نے سبوری حصار کے

قریب جدید محاذ قلع بندی پر یونانی افواج کو سخت ہزیمت دے کر عسکی شہر کی جانب پسپا کر دیا۔ سیوری حصار عسکی شہر سے پچاس میل کے فاصلہ پر ہے۔ یونانی افواج بہت ساسا مان حرب اور ہتھیار مقتول میدان میں پھوڑ کر بھاگ نکلی۔ رپوٹر کی ایک یونانی سرکاری خبر سے معلوم ہوا کہ ترکوں نے ۵ محاذوں پر زبردست جوابی حملے کئے۔ جن کا نتیجہ ترکوں کے حسب وخواہ ہوا۔ ایک نامہ نگار نے اطلاع دی کہ یونانیوں کو سخت نقصان جان اسٹھانا پڑا۔ اس کے صرف ۱۵ ہزار آدمی اقبالہ اور اخیوم قرعہ حصار میں مقتول ہوئے۔

ایتھنز کے سرکاری اعلان مورخہ ۱۰ ستمبر میں بیان کیا گیا کہ ترکوں نے ہار کی فوج کے وسطی حصار و بائیں بازو پر شدید حملہ کیا۔ مگر مسترد کر دیا گیا۔ یونانی ان جنگوں میں شدید نقصان اسٹھا کہ مغرب کی طرف پس پا ہوئے۔ یقین کیا جاتا ہے کہ ۱۸ ہزار یونانی اور ۱۰ ہزار ترک اس جنگ میں کام آئے۔ سمرنا سے ٹائیمر کے نامہ نگار نے لکھا کہ گوریوس کے مخرب میں اہم پہاڑی بلندیوں پر یونانیوں نے مورچے قائم کئے۔ لیکن مصطفیٰ کمال پاشا نے نہایت ہی طاقتور مدافعت کی۔

ایک اور خبر سے ظاہر ہوا کہ اس جنگ عظیم میں ۲۰ ہزار یونانی کام آئے۔ جس میں سے پچھہ کل تعداد کا ماہ ستمبر میں مقتول ہوا۔ راز بعد یونانیوں نے تسخیر انگور کی جدوجہد ترک کر دی۔ کیونکہ جنرل پاپولاس نے یہ اعلان کیا کہ یونانی ۱۰ ہزار جانیں اور تلف کئے بغیر انگور پر قبضہ نہیں کر سکتے۔

ماہ اگست کی جنگی کارروائی کا تبصرہ کرتے ہوئے رپوٹر کے نامہ نگار نے لکھا کہ یونانیوں کو جارحانہ کارروائی سے سخت نقصان اسٹھانا پڑا۔ جب یونانیوں نے دریائے سکاریہ کو عبور کیا۔ تو ان کا مہمہ بہت دور تک نہ پھیلا۔ چھ اسٹھ ترکوں نے حملے کے جواب میں ایسا حملہ کیا کہ یونانیوں کے دو ڈویژن منتشر ہو گئے۔ اور نہایت بے ترتیبی سے سر پر پاؤں رکھ کر پسپا ہوئے۔

ان میں یونانی توپ خانہ بھی تھا۔ ترکوں کی دوسری صف نے یونانیوں کی مکمل مدافعت کی۔ یونانی شاخ چکے تھے۔ ترکوں نے اپنے محفوظ سپاہیوں اور زبردست فوج کی مدد سے جارحانہ کارروائی شروع کر دی۔ یونانیوں کے خبر لی سٹاف نے گھیراؤ میں جلسہ منعقد کر کے دریا سے سکاریہ کی دوسری جانب چلے جانے کا فیصلہ کیا۔ باغداد کا رخ کیا جاتا ہے۔ کہ اس لڑائی میں یونانیوں کے ۲۵ ہزار آدمی کام آئے۔ ترکوں نے بھی بہت نقصان اٹھایا۔ ڈیلی میل نے لکھا کہ سکاریہ کے میدان محارر میں دو لاکھ یونانی مقتول ہوئے، بیماریوں اور زخمیوں کے شکار ہونے والے ان کے علاوہ تھے +

جنگ سکاریہ کی مفصل کیفیت | یہ جنگ ۱۸۹۰ء تک برابر جاری رہی۔ شاہ

قسطنطین اول یونانی سپاہوں میں یہ امید رکھتی تھی کہ ایک ہفتہ کے اندر انگور

نچ کر لیا جائیگا۔ اس امید کو وہ موم کو دیکھ کر رکھتے ہوئے یونانیوں نے دوسری

مرتبہ ترکوں کے خلاف جارحانہ کارروائی شروع کی۔ انواع باوجود فوج و خروش

سے ہر شائبہ قذی کرتی تھیں۔ یونانی دن بدن آگے بڑھتے تھے۔

اب کوٹا فتح ہوا۔ پھر کسی شہر کی تعمیر ہوئی۔ بعد ازاں انگور کی باری آئی۔ یونانی

کی لاف زنی یہاں تک بڑھی تھی کہ وہ کہتے تھے کہ ترک جاہل جنگ نہ مانی

کیا جانیں۔ وہ تو صرف افواج کو کٹھاناں مروانا اور سچا گناہی جانتے ہیں۔ ہمارے

پیش قدمی کو سنگدل انگور میں پل چل چلی ہوگی۔ ترک ہماری فحشیاں افواج کٹاتے

بھاگتے نظر آئینگے۔ اور بسترہ بخور یہ بانہ کہ شہر سمورس کی طرف چلے جائیں گے

جب مصطفیٰ کمال پاشا کی شاہی عمارتوں پر ہمارا نیلگون عینٹا ہوا میں لہر چلا

تو ہم تمام یونانی خوشی اور مسرت کے شادیاں نے بجا کیے۔ نیز یہ بات ممکن کہ

اغلب معلوم ہوتی ہے کہ ہم مصطفیٰ کمال پاشا کو بھی گرفتار کر لیں۔ جب ذہنیت

یہاں تک پہنچی جائیگی کہ ترکوں کا ان احرار کا سردار پاسے لاخہ میں گہرے

ہو جائیگا۔ تو ہم تمام ترکوں سے ہتھیار چھین بیٹھے۔ بلکہ ہم انہیں چاقو تک نہ

کی کسی اجازت نہ دینگے۔ پھر تحریر کی باری آئیگی۔ تمام دستاویز پر ہماری مہر ثبت ہوگی۔ جو ہم نے پہلے ہی تیار کر رکھی ہے۔ تاکہ کچھ بعد ازان فاتح ہونے کی حیثیت میں چین فتح کے موقع پر مہر کن کے پاس جا کر ہر نہ بنوائی پر طے۔ کیونکہ فاتح کے پاس تمام سامان کا مکمل نہ ہونا ایک باعث شرم اور عار ہے۔ جو تیسرے۔ شب ہم اپنی شرائط لکھوائینگے۔ مگر مصطفیٰ کمال پاشا کو اس میں دخل دینے کی اجازت نہ ہوگی۔ کیونکہ وہ تو محض ایک لٹیرا ہے۔ اول تو ہم اس کی حکومت کو تسلیم ہی نہیں کرتے۔ شاہ قسطنطین ڈاکوؤں کے ساتھ گفت و شنید نہیں کر سکتا۔ ہم تو کسی بڑے ذوی الاقتدار اور ذی عزت شخصیت کو اپنے سامنے طلب کرینگے۔ جو ہمارے حضور میں جھکے اور دیر تک اپنی بے عزتی کو یاد رکھے۔ یہ ہیں اہل یونان کی یا وہ گویاں چین کا فضول خواب دیکھ رہے تھے۔ آخر ان خوابوں کا یہی نتیجہ نکلا۔ کہ جب انکھ کھلی تو پھر کچھ بھی نہ تھا۔ ٹال البتہ ان کی یہ خواب و خیالیاں ہونٹوں میں اور شراب خانوں پر ہی صرف رنگ لاتی تھیں۔ لیکن میدان جنگ میں رنگ سے بے رنگ نہیں رہیں۔ یونانیوں کی خبر رسائی کا لب و لہجہ نہایت ہی مبالغہ آمیز تھا۔ جن میں سپاہی مٹی پونک نہ تھی۔ جیسا کہ یونانیوں نے اپنے ایک نیم سرکاری اعلان میں شہور کیا۔ کہ وہ ۲۲ اگست کو انگور میں داخل ہو گئے۔ حالانکہ اس وقت وہ سکڑا ہوا کے گرد و نواح میں تھے۔

اسکی شہر سکجہ یونانیوں اور ترکوں کے درمیان ایک جھڑپ ہوئی جو محض سابقہ انتظامات کے مطابق تھی۔ اس سے یہ مقصد تھا۔ کہ یونانیوں کی تیز رفتاری پیش قدمی کو روک دیا جائے۔ اور ترکی افواج نہایت ہی مستحکم طور پر سکڑا ہوا کے مقام پر پہنچ جائیں۔ اس جھڑپ میں ترکوں کا نقصان جان نہایت ہی ہیبت ہوا۔ لیکن یونانیوں نے اعلان کیا۔ کہ ترکی فوج کو شکست فاش دے دی گئی ہے۔ اور اس کا بہت سا حصہ تباہ کر دیا گیا ہے۔ ترکی فوج دہرا

سکاریہ تک مجوزہ تجاویز کے مطابق پیچھے ہٹ گئی۔

(۱) تاکہ یونانی، اطالیہ کے وسط میں پہنچ جائیں اور ان کی تعداد اس کے نتیجے میں
کے باعث یہ مناسب تھا کہ وہ در دور تک منتشر ہو جائیں۔
(۲) سکاریہ کے مستحکم مورچوں سے فائدہ اٹھایا جائے۔ اور یونانیوں کی آمد و
رفت کے سلسلے میں متقطع کر دیئے جائیں۔

اسی اور موجودہ جنگ کو طول دیا جائے۔ دریا ئے سکاریہ زیادہ بڑا نہیں رہتا
چالیں میں لمبا ہے۔ جو انگور کے رستہ میں واقع ہے۔ یہاں پر ترکوں نے
جہم کر مقابلہ کیا۔ جو ۲۳۔ اگست کو شروع ہوا۔ جنگ نہایت ہی شدید تھی
یونانی افواج نے بار بار حملے کئے۔ مگر نقصان اٹھاتے رہے۔ سکاریہ
انگور کا دروازہ ہے۔ جس یونانی فائدہ کر سکے۔ یونانیوں نے جس قدر اعلان
کئے سب میں انہوں فتح کے دعوے کئے۔ لیکن ترکوں نے ۷ اور ۸ ستمبر کے
درمیان جو اعلانات جاری کئے۔ ان میں صرف یہی مرقوم تھا کہ ہماری
افواج نے دائیں اور بائیں بازوؤں پر جوابی حملے کئے۔ ہم نے دشمن کی دو
رجمنٹوں کو بے ترتیبی سے پسپا کیا۔ اور ہم نے خندقوں کی تین صفیں
پکڑ لی ہیں۔ دشمنوں کی افواج کے بہت سے دستے مغرب کی طرف پسپا
ہو رہے ہیں۔ ہم نے یونانی محاذ کے بعض مقامات پر حملے کئے۔ اور ان
پر قبضہ کر لیا۔ ہم نے قیدی، سامان حرب اور گولہ بارود بھی لیا ہے۔
جوابی حملے کے وقت ہم نے ۵ صد یونانی لاشیں زمین پر دیکھیں۔ ہماری
پیدل فوج نے یونانیوں کے پہلو پر حملہ کیا۔ اور ان کے متحرک و متفرق گروہوں
نقصان پہنچایا۔

متذکرہ بالا چند سطور جنگ سکاریہ کے متعلق محض تہمید کے طور پر
ذکر کر دی گئی ہیں۔ اب ہم آپ کو اس جنگ کے مفصل واقعات دیکھنے
ہیں۔ جو نہر سکاریہ پر ۲۳۔ اگست اور ۹ ستمبر کے درمیان ترکوں اور یونانیوں

کے درمیان وقوع پذیر ہوئی +

نہر سکاریہ پر اگست اور ستمبر میں جو زبردست معرکہ ہوا وہ فوجی نقطہ نظر سے دو دور پر منقسم ہے۔ پہلا دور چوبیس اگست سے ۳۱ اگست تک قائم رہا۔ دوسرا دور ۴ ستمبر سے ۸ ستمبر تک۔ معرکہ مذکور کے پہلے دور میں تنکا خط جنگ نہر سکاریہ کے مشرقی کنارہ پر ہلال کی شکل میں تھا جس کا شمالی حصہ جنوبی حصہ سے کسی قدر طویل تھا۔ مصطفیٰ کمال پاشا کا خیال تھا کہ یونانی شمال پر حملہ آور ہونگے۔ اس لئے انہوں نے ہلالی خط جنگ کے شمالی حصہ کو کسی قدر بڑا رکھا تھا۔ لیکن یونانیوں نے اس خیال کے برخلاف جنوبی حصہ پر پورا زور دیا۔ اور دستوں کی زبردست فوجی طاقت سے وہ حملہ آور ہوئے۔ دو دنے ترکی سپاہ کے سینہ پر اور دو قلب پر اور ۵ میسرہ پر جنوب کی سمت میں حملہ آور ہوئے۔ یونانیوں کا مقصد اس سے یہ تھا کہ وہ ترکوں کو گھیر لیں۔ مصطفیٰ کمال پاشا نے یونانیوں کے ارادہ کو سمجھ کر اپنی سپاہ کو بتدریج پیچھے ہٹایا۔ اور پھر سپاہ کو یونانی طریقہ پر تقسیم کیا۔ اور پوری قوت سے مدافعت کی۔ اور یونانیوں کو پیچھے ہٹانا شروع کیا +

۳۱ اگست کو یونانی ترکوں کے اس خط مدافعت تک پہنچ گئے۔ جو قوس کی صورت میں مقام ”رفلی فیقلی“ (ایک گاؤں جو انگورہ سے ۷۷ میل کے فاصلہ پر جنوب مغرب میں واقع ہے) سے شروع ہو کر شمال میں ہوتا ہوا مغربی حیاء تک چلا گیا تھا۔ اور پھر جلتاغ سے پہاڑوں کو قطع کر کے بوٹلی کے مغرب میں ریلوے لائن تک وسعت پذیر تھا۔ یونانیوں کی پیش قدمی جنوب مغرب کے سمت میں تھی۔ اور وہ شمال مشرقی میں بھی بڑی بڑھ رہے تھے +

۳۱ اگست ۱۹۱۸ء تک یونانیوں کی پیش قدمی نہایت شاندار اور

اچھی حالت میں تھی۔ لیکن دوسرے دن صبح کو ترکوں نے ان پر سخت حملہ کیا۔ اور ان سے جلطارغ کے اہم موقع کو چھین کر پیچھے ہٹا دیا۔ اس مشرقی میدان کو بھی ان سے خالی کر لیا۔ اس معرکہ کا یہ نتیجہ نکلا کہ جلطارغ کے پہاڑ دو حصوں میں منقسم ہو گئے۔ نصف مشرقی پر ترک قابض تھے۔ اور نصف مغربی یونانیوں کے قبضے میں تھے۔

۲۔ ستمبر کو یونانیوں نے پھر پیش قدمی شروع کی۔ اور تیز طارغ کے پہاڑ تک جو مقامات رفل فیقلی اور حبیاند کے درمیان واقع ہے پہنچ گئے۔ ۳۔ ستمبر کو ترکوں نے ان پر حملہ کر کے پھر میسرہ اور قلب کو پیچھے ہٹا دیا۔ ۴۔ ستمبر کو پھر یونانیوں نے پیش قدمی شروع کی۔ اودان کا میسرہ آگے بڑھ کر باش کوئی کے شیوں یا بلند یوں تک اور میمنہ رفل فیقلی تک پہنچ گیا۔ لیکن قلب نے کچھ زیادہ پیش قدمی نہ کی۔

مصطفیٰ اکمل پاشا ۴۔ ستمبر کو فوج کی کمان خود کر رہے تھے۔ یونانیوں کو آگے بڑھتا دیکھ کر انہوں نے پوری قوت سے حملہ کیا۔ اور ترکی سپاہ نے یونانیوں کو سنگینوں اور تلواروں پر رکھ لیا۔ اس معرکہ میں ترکی سپاہ نے جس قدر بھرتی، شجاعت، اور غیرت سے کام لیا تھا۔ وہ یادگار زمانہ ہے۔ اور یونانی عمر بھر اس مصیبت کو یاد رکھیں گے۔ چنانچہ اس معرکہ میں ترک شجاعوں کے ہاتھوں اٹھائی پڑی۔ اس معرکہ کی نسبت یورپ کے تمام وقائع نگاروں کا اس پر اتفاق ہے۔ کہ مصطفیٰ اکمل پاشا نے مدافعت کے فرض کو اس خوبی سے انجام دیا۔ کہ دوسرا کوئی شخص ادا نہیں کر سکتا۔ ٹائمر کے وقائع نگار نے لکھا ہے۔ کہ یونانی فوجی افسر مصطفیٰ اکمل پاشا کی بے مثل مدافعت اور شاندار مقابلہ کی تعریف کرتے ہیں۔ اور اس کا بھی وہ اعتراف کرتے ہیں۔ کہ یونانی سپاہ کو اس معرکہ میں سخت مصائب اٹھانے پڑے۔ اور شدید نقصانات برداشت کرنے پڑے۔ معرکہ سکاریہ کے دوسرے دور کا آغاز اسی حملے سے ہوا ہے۔

حملہ اناطولیہ کی جنگ میں سب سے زیر دست تھا۔ اور ترکوں نے اس معرکہ میں اپنی مشہور شجاعت و بسالت کا پھر ایک دفعہ ثبوت کے طور پر پیش کیا تھا۔

یہ معرکہ ۸ ستمبر سے شروع ہوا کہ ۸ ستمبر تک مسلسل جاری رہا۔ اور ان ایام میں رات دن براہِ سخت جنگ جاری رہی۔ یہاں تک کہ فریقین نے ایک لمحہ کے لئے بھی جنگ نہیں روکی تھی۔ ۵ ستمبر کو یونانیوں نے اپنی قوت کو کمزور پاکر خطہ جنگ کے دونوں پہلوؤں کو محفوظ کر رکھنے کے لئے مزید احتیاطی فوج طلب کی۔ اور جنگ کو شدت کے ساتھ جاری رکھا۔

۶ ستمبر کو جنگ شدت کے ساتھ جاری تھی۔ اور قریب تھا کہ ترکی سپاہ کا ذخیرہ ختم ہو جائے۔ اور وہ جنگ کو روک کر پیچھے ہٹ جائے۔ کہ مصطفیٰ کمال پاشا اور عصمت پاشا میدان جنگ میں داخل ہوئے۔ اور سامان جنگ کو ختم کے قریب پاکر انہوں نے اپنی سپاہ میں جوش شجاعت پیدا کیا۔ اور دست بدست جنگ کی طرح ڈالی۔ اور ترکی سپاہ جوش میں بھر کر تلواروں۔ نیزوں اور بندوقوں کو لئے کر آگے بڑھی۔ اور یونانیوں پر چاڑھی۔ یہ دست بدست جنگ اتنی سخت تھی۔ کہ یونانیوں کے حواس باختہ ہو گئے۔ اور سقوطی ہی دیر میں ان کے پاؤں اکھڑ گئے۔ آخر یونانی سرسبز ہو کر بھاگے۔ اور میدان ترکوں کے ہاتھ رہا۔ اس پانچ روز کی مسلسل اور سخت جنگ نے فریقین کو تھکا کر چور کر دیا تھا۔ اس لئے یونانیوں کی پہچانی کے بعد جنگ فوراً ختم ہو گئی۔ اور فریقین کی سپاہ نے آرام لینے کے لئے جسم سے ہتھیار رکھ دیے۔

لیکن بعد میں ترکی سپاہ مداخلت کے خط ثانی پر قائم رہی۔ جس کو ترکوں نے نہر سکاریہ کے مشرق میں کیا تھا۔ اس خط کا طول بخط مستقیم ۳۰ میل ہے۔ پھر یہ خط آگے بڑھ کر شمال میں بک بازار تک چلا گیا۔

نہر سکاریہ کے آخری معرکہ کا یہ مختصر بیان ہے جس کو پیش نظر رکھنے سے یہ

نتیجہ نکلتا ہے۔ مگر ترکوں نے اس معرکہ میں کامل فتح حاصل کی۔ یونانیوں کی پیش قدمی کو انہوں نے ہر طرف سے روک دیا اور ان کے ہاتھوں سے بعض اہم مقامات چھین لئے۔ یونان نے اپنی ساری طاقت کو جمع کیا ہوا تھا جس کا ثبوت اس سے ملتا ہے۔ کہ اس کی سپاہ کے دو دو تے تھریس میں مقیم تھے۔ اس نے ان دستوں کو روڈسٹو کی بندرگاہ سے سمرنا طلب کر کے میدان جنگ میں بھیج دیا تھا۔ لیکن جس غرض سے اس نے ان دستوں کو طلب کیا تھا۔ اس میں اسے کوئی کامیابی حاصل نہیں ہوئی۔ اور آخر یونانی سخت نقصان اٹھا کر میدان جنگ سے ہٹ آئے یہ مجبور ہوئے اور یہ معرکہ ختم ہو گیا +

اس معرکہ میں ۳۰ ہزار یونانی مارے گئے۔ یونانی سپاہ کا نقصان بلاشبہ سخت نقصان ہے۔ بلکہ یونان کہا جاسکے کہ اس معرکہ میں جو ۱۴ ستمبر سے شروع ہو کر ۸ ستمبر تک جاری رہا۔ یونانیوں کی چوتھائی سپاہ ترکوں نے غارت کر دی۔ لیکن یہ ہے کہ اس تعداد میں مہالڈ ہو۔ اگر یہ فرض کر لیا بھی جائے تو پھر بھی نقصان کی تعداد ۲۰ ہزار سے کسی طرح کم نہ ہوگی۔ اور اتنا نقصان بھی ناقابل برداشت نقصان ہے۔ یونان چونکہ اس محاربہ میں فریقِ مہاجم یعنی حملہ آور تھا۔ اس لئے اس کو زیادہ نقصان برداشت کرنا پڑا۔ کیونکہ فریقِ مہاجم ہمیشہ فریقِ مدافع سے زیادہ نقصان اٹھاتا ہے۔ بہر حال اس جنگ کے بعد یونانیوں نے نئی جنگ کو بند کر دیا۔ اور اس کمی کو پورا کرنے میں مشغول ہوئے۔ جو اس نقصان سے سپاہ میں پیدا ہو گئی تھی +

ترکوں کو اس معرکہ میں وقت پر معقول مدد پہنچ گئی تھی۔ اس پر موقعِ مدد کی نسبت انگورانس سے جو اطلاعات موصول ہوئیں۔ ان سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ مدد اس سے آئی تھی۔ اور ہتھیاروں۔ ہوائی جہازوں اور ذخیرہ جنگ کی معقول مقدار بھی وقت پر پہنچ گئی تھی +

یونانی انگورانس کی طرف بڑھنے کی بجائے ان مقامات پر جم گئے جہاں پر

انہوں نے ابتدا میں قبضہ کیا تھا۔

مصطفیٰ کمال پاشا انگور میں اسکا یہ سکہ معرکہ میں فتح حاصل کر کے

غازی مصطفیٰ کمال پاشا کامیابی اور ظفر مندی کے ساتھ میدان جنگ سے انگور تشریف لے گئے۔ اگرچہ ان کی آمد کی اطلاع مٹ تہرنہ کی ٹٹئی تھی، لیکن پھر بھی بیشتر آدمی اسٹیشن پر پہنچ گئے۔ اور انہیں بڑے بڑے نشان ہیرے کے دیکھنے کے لئے بلے دیے گئے۔ جو ان کی بڑی بڑی تکیہ کے بغیر ہرگز بلند ہوئے، اور فوجی باجوے نے خیر مقدم گایا۔ غازی مصطفیٰ کمال پاشا انہماکی خاکساری و سادگی سے اترے اور اپنی سواری پر روانہ ہو گئے۔ مجمع نے ان میں مرتبہ اصرار کیا کہ "ہمارے مصطفیٰ ہمیشہ زندہ رہے"۔ سرکاری اخبار نے اس فقرہ میں یہ الفاظ شائع کئے کہ "سید سالار اعظم"۔ اس سے دوپہر کے نو بجے اپنے مضبوط ہاتھوں سے موت کے ان سیاہ بادلوں کو چھانٹ دیا تھا۔ جو تیرے وطن کی فضا پر چھلٹے ہوئے تھے۔ اور آفتاب کا روشن قرص جو ان بادلوں کے پیچھے چھپا ہوا تھا اسلام کو دکھایا تھا۔ اس نتیجے انہیں ہاتھوں نے ان اندھیوں کو ناپیدا کر دیا ہے۔ جو کاسے اٹھانے کے لئے آئی تھیں۔ اور ہماری مردہ روحوں کو تو نے زندہ کر دیا ہے۔ لہذا اسے ہمارے سرور اور تیرا سید ہم پر ہمیشہ

رہے۔
قومی پارلیمنٹ کی تہنیت اس کے بعد انگور کی قومی پارلیمنٹ کا اس فتح کی خوشی میں عام اجلاس ہوا۔ قومی پارلیمنٹ نے غازی مصطفیٰ کمال پاشا کی خدمت میں مندرجہ ذیل تہنیت نامہ پیش کیا۔

"بخدمت صدر مجلس قومی سپہ سالار عام غازی مصطفیٰ کمال پاشا قومی پارلیمنٹ نے آج اپنے عام اجلاس میں ان کے فیصلے و تقریرات کی عظمت و عظمت و احترام کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ کہ آپ پارلیمنٹ احمد عام کی قوم کا منگہ یہ عابدانہ فوج اس کے تمام سپاہیوں اور تمام افسروں کے ہونچاریں۔ قومی پارلیمنٹ ان عظیم

ان نشان متوحات پر فخر کرتی ہے۔ جو سہ سالہ اعظم کو حاصل ہوئی ہیں۔ اور اس سے یقین کا ہے کہ آپ اپنی بے مثال لیاقتوں اور تدبیروں سے برابر کامیابی حاصل کرتے رہیں گے۔ یہاں تک کہ سرزمین وطن دشمنوں سے پاک ہو جائے گا

غازی مصطفیٰ کمال پاشا کا خط | اس کے بعد غازی مصطفیٰ کمال پاشا

نے ایک بڑے زور قریبی کی۔ جو ذیل میں درج ہے :

حضرات ہم یہ چاہتے ہیں کہ اپنی ملکی سرحدوں کے اندر آزاد و خود مختار ہوں ہم یورپ سے کچھ نہیں چاہتے۔ صرف اتنی بات چاہتے ہیں کہ ہمارے حقوق پر دست درازی نہ کرے۔ جنگ عظیم میں اپنے اتحادیوں کی شکست کا غمناک ہم اچھی طرح جانتے ہیں۔ اور کافی سے زیادہ شرمیں وی جا چکی ہیں ہم نے شام و عراق جیسے وسیع و وسیع خیر علاقے ان کے باشندوں کے لئے چھوڑ دیئے۔ کہ جیسی حکومت اپنے یہاں پسند کریں۔ قائم کریں۔ کس منسوب سلطنت کو اتنی سزا دی گئی ہے۔ جتنی خاص طور پر ہمیں دی گئی ہے۔ اور کس کا اتنا تک چھینا گیا ہے۔ جتنا ہمارا چھینا گیا ہے۔ ہمارے پڑا متقاضی کے جتنے افسانے مشہور

کئے گئے ہیں۔ انہیں کو ہماری سلطنت کی بنیادیں گرا دینے کے لئے جیت قرار دیا گیا ہے۔ ان کی کیا اہمیت ہے؟ یورپ کی کون سلطنت ہم سے زیادہ خوش اہتمام ہے؟ اور کس کے متعلق وہ تمام شکایتیں نہیں کی جاتیں۔ جو ہمارے متعلق کی گئی ہیں؟ لیکن سب کی سلطنتیں تقسیم و تجزی سے محفوظ ہیں۔ اور ہماری سلطنت کے حصے بخرے کر رہے ہیں۔ ہماری نسبت ہمیشہ سے یہ دروغ بیانی بھی بطور قضیہ مسلمہ کے دہرائی جاتی ہے۔ کہ ترک اپنی مسیحی رعایا کے ساتھ نہایت وحشیانہ سلوک کر رہے ہیں۔ دنیا میں کون حکومت ایسی ہو سکتی ہے۔ کہ ہم سے زیادہ غیر متعصب کا احترام کرتی ہے؟ ہماری قومی روایات اور غیر یہی احکام ہمیں عیسوی کہتے ہیں۔ کہ اپنی غیر مسلم رعایا کے ساتھ بھی عہدہ برتاؤ کر لیں

مجھے دلائل بیان کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ ہر شخص ہماری فکر و کا دورہ کر کے دیکھ سکتا ہے۔ کہ چھوٹے سے چھوٹے گاؤں میں بھی مسیحوں کو پورا آرام و طینان ہے۔ اور وہ ہر جگہ اپنے مسلمان ہم وطنوں سے زیادہ خوشحال و فارغ البال ہیں۔ اگر ہم ان سے وحیاناہ سلوک کر سکیں۔ تو کیا ان کی حالت ہی ہوتی؟

بے شک ہماری جو سچی رعایا کفرانِ نعمت کرتی اور انتہائی شکِ حرامی کے ساتھ وطنِ مقدس میں ناپاک اغلیبوں کو داخل کرنا چاہتی ہے۔ تو ہم اُسے ضرور تنبیہ کرتے ہیں۔ جس میں ہمیں کوئی ملامت نہیں کہہ سکتا۔ کیونکہ یورپ کی ہندب و متہنِ مسطرتیں ایسے موقعوں پر ہم سے کہیں زیادہ سخت گیری سے پیش آیا کرتی ہیں۔ لیکن باقی پُر امن شہری ہماری سلطنت میں نہایت آزاد ہیں۔ اور مسلم و غیر مسلم کی کوئی تفریق نہیں ہے۔

یونانی مدئی ہیں۔ کہ جن علاقوں پر انہوں نے غاصبانہ قبضہ کیا ہے۔ ان میں اکثر یونانی قوم کی ہے۔ یہ ایک مفید حصوٹ ہے۔ اور غیر جانبدارانہ مردم شماری کے کاغذات بھی اس کی تردید کرتے ہیں۔ اور بین الاقوامی تحقیقاتی کمیشنوں نے بھی اس کی تکذیب کی ہے۔ اسی بنا پر لندن کا فخرس میں ہمارے نمائندوں نے یہ تجویز کر لی تھی۔ کہ ان علاقوں میں پھر غیر جانبدار کمیشن جا کر تحقیقات کر لے۔ مگر یونانیوں نے اس کے قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ کیونکہ وہ اپنے حصوٹ سے آگاہ تھے۔

اس کے بعد یونانیوں نے چاہا تھا۔ کہ حق کو اپنی مادی قوتوں سے کھپ ڈالیں۔ مگر حق کا حامی اللہ تھا۔ اور اسی کی مدد و توفیق سے قومی فوجوں نے یونانی لشکرِ عظیم کی دھجیاں اڑا دیں۔ اور اب اس کے ٹکڑے ادھر ادھر اڑتے پھرتے ہیں۔ مگر کہیں پناہ نہیں ملتی۔ دنیا یہ نہ خیال کرے کہ اس شاندار فتح کے بعد ہم تلوارِ نیام میں کر لیں گے۔ ہرگز نہیں۔ ہماری تلوار کا اس وقت تک نیام میں جانا حرام ہے جب تک وہ انصاف نہ حاصل کر لے کوئی یہ نہ کہے کہ ہم خوشخوار ہیں۔ اور انسانی خون بہانا

پسند کرتے ہیں۔ حاشا وکلام ہم ہرگز ایسے نہیں ہیں۔ اور نہ جنگ کو پسند کرتے ہیں۔ ہم تو ہر ایک کے ساتھ صلح کرنے کو تیار ہیں۔ اور کسی سے بھی دست بگیریاں نہیں ہونا چاہتے۔ ہم نے بڑی کوشش کی کہ چاندی فریادیں سن لی جائیں۔ اور بلاخونریزی کے ہیں انصاف مل جائے۔ مگر دشمنوں نے ہماری التجاؤں کو ٹھکرا دیا۔ اور ہمارے مطالبات کا مضحکہ اڑایا۔ ہمیں مہطوح بدنام کرنے کی کوشش کی۔ اور اپنے ظلم و جور کے سامنے سر جھکانے پر ہمیں اپنی وحشیانہ تدبیروں اور حقیر دھمکیوں سے مجبور کرنے لگے۔ اس وقت ہم نے اللہ کے بھروسہ پر۔۔۔۔۔ اپنا سر اٹھایا۔

کر لیا۔ اور اپنی مقدس تلوار نکالی۔ مگر اس کے ذریعہ سے اپنے حقوق کی حفاظت کریں۔ پس تمام مہذب دنیا کان کھول کر سن لے کہ ترک کی قوم اور اس کی قومی حکومت اُس برتاؤ کو کسی طرح بھی قبول نہیں کر سکتی۔ جس کے مستحق بجز غلاموں کے آزاد انسان کبھی نہیں ہو سکتے۔ ترک کی قوم نے عزم مصمم کر لیا ہے کہ دینا سے اپنی راوی و فتاری تسلیم کر کے رہے گی۔

یہ ہمارا معاملہ صرف اس قدر ہے کہ تو ہم جنگ کے شہیدانی ہیں۔ نہ خونریزی کے دلدادہ ہیں ہم امن کی تمنا میں لڑ رہے ہیں۔ جو اگر آج نہیں ملے تو ہم اُسے فرار لے لیں۔ اور تمام کشت و خون موقوف ہو جائے۔

یہ بھی ہو گیا کہ معلوم ہونا چاہئے کہ ہم روس کے دوست ہیں۔ کیونکہ اسی نے سب سے پہلے ہماری آزادی تسلیم کی تھی۔ اور ہمارے ساتھ منصفانہ برتاؤ کیا تھا۔ اور اسی بنا پر روس کو بھی حق ہے کہ وہ ہماری مدد پر بھروسہ کرے۔ راج کبی اور کل بھی۔ اور اُس وقت تک جب تک وہ اپنے وعدوں پر قائم ہے۔ اسی طرح ہم اتحادی حکومتوں کو بھی یقین دلاتے ہیں کہ وہ اگر ہماری آزادی و خود مختاری اور جائز خواہشات تسلیم کر لیں گے۔ تو ہمارے اور ان کے مابین کوئی حجب باقی نہ رہے گا۔ اور فوراً امن بحال ہو جائے گا۔

حضرات! میں اس ذمہ دارانہ مقام میں کھڑا ہوں۔ اور وہ تمام اختیارات

اور طاقتیں پہنچنے قبضہ میں رکھتا ہوں۔ جو آپ نے اور آپ کی موثر مجلس نے مجھے
سنی ہو یہی سچے سچے تمام حقیقتوں پر نظر ڈالنے اور اپنی ذمہ داریوں کو پورے طور پر سمجھوں
کہ نہ کرنے کے بعد میں اعلان کرتا ہوں کہ تم جنگ نہیں چاہتے۔ اس چاہتے میں
اور ہر وقت منصفانہ صلح کے لئے تیار ہیں۔ معلوم نہیں، انتظار کس بات کا کیا جا
رہا ہے؟ کیا لوگ اس انتظار میں ہیں کہ یونانی فوج ہمیں مغلوب کر کے دولت آمیز
سلحہ پر مہر کر دیں گی؟ محال! قطعاً محال!! اور اسی طرح محال جس طرح سوئی کے تہکے
سے اونٹ کا ٹکنا محال، بحث و مباحثہ کی حاجت نہیں۔ مگر شتہ معرکے زبان حال

ہم سچے شہادت سے کہہ رہے ہیں:

۱۱۔ حضرت ابیہ! انگشت کو مسٹر فائز جارج نے اپنی تقریر میں کہا تھا کہ یقین میں سے
جو غالب ہو گا، اس کے ساتھ لازمی طور پر رعایت کی جائے گی! اب ہم غالب ہو
گئے ہیں، اور یونانی مغلوب ہو گیا ہے چاہئے کہ وزیر اعظم برطانیہ کہاں تک اپنے
وعدہ کے سچے ہیں، لیکن اے حضرات! ہمارا اعتماد انسانوں پر نہیں ہے بلکہ
ان کے وعدہ و وعید سے ہم متاثر ہوتے ہیں۔ ہمارا اعتماد صرف اپنے خدا پر
ہے اور اپنی تلوار پر۔ یہ ہے کہ دو ہمارے بہترین محافظ ہیں۔ اور یہی ہمیں
متزلزل مقصد و ٹانگہ پہنچا سکتے ہیں۔ ہماری کامیابی یقینی ہے۔ کیونکہ ہمارے معاشرے
زباۃ کوئی دوسرا مناجات برحق اور قانون قدرت کے موافق نہیں ہے!

انہیں میں اپنی جنگی کارروائیوں کی روئیداران مختصر الفاظ میں سنائے دیتا ہوں
کہ ہم نے فتح حاصل کر لی ہے۔ دشمن بھاگ رہا ہے۔ ہم پیچھا کر رہے ہیں۔
اور اس وقت تک اس کا تعاقب نہ چھوڑیں گے۔ جب تک اس کے ایک
ایک سپاہی کو اپنے ہتھ پک مارنے سے نہ نکال باہر کر دیں! +

مصطفیٰ کمال پاشا کو غازی کا خطاب | یہ تقریر غازی موصوف کی

نہایت ہی جوش اور مسرت سے سنی گئی۔ اس کے بعد گرانڈ پرنسپل ایس بی نے مصطفیٰ کمال پاشا کو مارشل کے عہدے پر مقرر کیا۔ اور غازی کے باعزت خطاب سے اس کو مقابل کیا۔ اور قومی پارلیمنٹ قومی مجاہدین اور شیخ سنوسی اور افغانی سفیر ناس فخری اور خطاب بہ پاشا نے موصوف

کو مبارکباد دی۔ **کوسبار کباد دی** **مصطفیٰ کمال پاشا** | باغالی کی طرف سے کمالیوں اور یونانیوں

کے معاملہ میں مداخلت کی کوشش نہ کی گئی۔ بلکہ اس کی کامل ذمہ داری انگلورا گورنمنٹ کے ہاتھ دیدی گئی۔ تب ترکان احرار نے اعلان کیا کہ خلعت کی کوئی شرط اس وقت تک نہ قبول کی جائیگی۔ جب تک کہ یونانی ایشیائے

کو چیک کا کامل تخلیف نہ کر دیں۔ **غازی مصطفیٰ کمال پاشا کا بیان** | غازی مصطفیٰ کمال پاشا نے اتا طولین

میں عام اجتماع کا حکم دیا۔ اور ایک اعلان جاری کیا۔ کہ تین روز کے بعد یونانیوں پر جہانی حملہ کر دیا گیا ہے۔ نیز اعلان ہند میں ٹرکی کے جنگی مقاصد کو بالوضاحت دہرایا گیا۔ کہ ایسے علاقہ کو دشمنوں سے بالکل خالی کر لیں۔ اور اپنی قومی آزادی کی برقراری کا کافی الجھان کر لیں۔ بالآخر غازی موصوف نے صاف اظہار کر دیا کہ ترکی لشکر اس جدوجہد میں اس وقت تک رہے گا جب تک یہ مقاصد پورے طور پر پایہ تکمیل کو نہ پہنچ جائیں۔

غازی مصطفیٰ کمال پاشا کا اعلان | غازی موصوف ۱۷ ستمبر کو ذیل کا اعلان

شائع کیا تھا۔ دشمن ہماری فوج کو برباد کرنا چاہتا تھا۔ اور ہماری آزادی کو کھینچنا چاہتا تھا۔ اور وہ فخر انگورہ کے لئے ہماری مقدس زمین کو روندنا چاہتا تھا۔ خدا کی مہربانی سے ایک

سخت خوزینہ جنگ کے بعد جو ۲۱ روز تک جاری رہی۔ اس کو شکست غاش ہوئی ہمارے
 ستوار حملوں کا یہ نتیجہ ہوا کہ یونانی فوج کو ناکہانی طور پر ہمارے ہمدرد سپاہیوں کی سنگینوں سے
 ہچکراہ قرار اختیار کرنا پڑی پہلے ان کی پسپائی میں بغیر کسی رحم کے ان کا تعاقب
 کیا جس کا انجام یہ ہوا کہ سکارپہ کے مشرق میں ان کو عظیم نقصانات پہونچے اور بقیہ
 السیف دریا کو عبور کر کے مغرب کی طرف بالکل بے ترتیبی کی حالت میں بھاگے
 ترکی قوم کی آزادی اور زندگی کی تباہی کی کوشش کرنے والوں کا یہی حشر ہوتا ہے
 ہماری فوج نہایت دلیری اور اہمیت جوش کے ساتھ اس نازک وقت میں اپنا
 فرض انجام دینے کے لئے غیر متوقع طور پر بڑھتی چلی جا رہی ہے۔ یونانیوں نے
 اون چالاک اور دغا باز مدبروں کی خواہش سے فائدہ اٹھایا جو آج قسطنطنیہ میں
 موجود ہیں۔ جنہوں نے ترکی قوم کے سب سے زیادہ مقدس اعراض کو کھیل ڈالا
 اور سمرنا پر دشمن کو قبضہ کرنے کی اجازت دی۔ میں ترکی قوم کے غیر متزلزل ایمان اور
 استقلال کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ کیونکہ انہیں کئی مقام دانیو دو بونیا پر شکست
 بھی ہو چکی تھی۔ مگر وہ ہمت نہیں ہارے۔ یونانی سپاہ ہمارے مقدس آبائی ملک
 پر بلا کسی حق کے ضد کے ساتھ حملہ آور ہیں۔ یونان کا بادشاہ قسطنطنیہ میں اپنی جمع
 الکلب کی تسکین کے لئے اپنے ملک کے تمام ذرائع کو ہرباد کر دیا۔ اونہوں نے
 آرمیوں، روپیہ اور گولہ بارود کی قربانی میں کوئی دریغ نہیں کیا اور مہینوں سے
 تیاریاں کیتے رہے۔ اس کے علاوہ ان کو خفیہ طور پر کچھ ایلن کے غیر ملکی دوستوں نے
 جو اس مشرقی مسئلہ پر بیگانہ ہوں کا خون بہانا چاہتے تھے۔ ان کی مدد کی اور وہ فوج
 جس کی تیاری کرنے میں وہ اس طرح کامیاب ہوئے تھے۔۔ ایٹیا کو چک کے قلب
 میں دیکھل دی گئی۔ اونہوں نے یہ خیال نہ کیا کہ اپنے آبائی ملک کی ہمت جو ترکوں
 کے لوں میں جائزین ہے۔ وہ اس کو برداشت نہیں کر سکیں گے۔ اور ان کا مقابلہ ہونا
 سینوں سے کیا جائیگا۔ درحقیقت یونانی تیاریوں کا مقابلہ کرنے میں ہماری قوم نے
 کسی قربانی سے دریغ نہیں کیا ہماری اپنی فوج کی مدد کے لئے ہماری قوم نے ہر

ایک تہے جد سے زیادہ ہم پہونچاری راہی روپیہ ہتھیار گھوڑے اور نیٹ اور
 بیل گاڑیاں بمقابلہ لرنانی افواج کے جو کثیر اور جدید اسلحہ سے مسلح تھیں۔ اور جن کو
 ہر وقت ہر قسم کا سامان ہم پہونچ رہا تھا۔ ہماری فوج معمولی تھی۔ لیکن اگر دشمن کی
 فوج بمقابلہ آبادی اناطولیہ اس سے پھر زیادہ ہوتی تب بھی ہم اس سے زیادہ ہیرت
 ناک قربانی کا ثبوت دیتے۔ ہماری قوم کے ہر فرد نے جس طریقہ سے اپنی ذلتی غلطی
 کو پس پشت ڈال دیا ورنہ اسکا بدلہ ایک شاندار یادگار رہیگا۔ میں اول کی ان سعی
 جمیلہ کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ جنہوں نے ہماری فوج کو اس قابل بنا دیا کہ وہ
 موت کی کچھ پروا نہ کر کے بغیر ایک منٹ تاخیر کے ہوئے دشمن پر غیر متوقع قوت
 کے ساتھ جا پڑی۔ جب یونانی ہماری عزت اور زندگی کو نباہ کرنے کے لئے ہتھیار
 کے میدان میں آئے تب وہ مجبور کر دیئے گئے۔ کہ خود کو ہماری حاکم کر لیں انہوں
 نے ہمارے فیاض سپاہیوں سے روٹی کے ٹکڑیوں کی بھیک مانگی۔ ہمارے مغرور
 دشمن کی ذلت اس درجہ کو پہونچ گئی۔ ہماری قوم کو یہ فخر حاصل ہے۔ کہ اس نے اپنی
 شاندار قربانیوں سے اپنی سرزمین کو بچا لیا۔ مگر ہم کو اس خدا کی امداد فراموش نہ کرنا
 چاہئے جسے ترکوں کو اس جنگ میں آزادی عطا فرمائی۔ ہم خدا کی صیانت سے
 کبھی مایوس نہیں ہوئے۔ کیونکہ ہم حق پر ہیں۔ اور مدافعت لڑ رہے ہیں۔ ہم نے
 دوسروں کے حقوق کبھی غصب کرنے کی کوشش نہیں کی۔ ہم یہ ذہن نشین کرنا
 چاہتے ہیں۔ کہ ہم اپنے حقوق زندگی اور آزادی کو دوسروں کی مداخلت سے محفوظ
 رکھیں گے۔ ترکی قوم کا اور کوئی مقصد نہیں۔ بجز اس کے کہ وہ اپنی قومی حدود کے
 اندر زندہ رہے۔ جیسے کہ ایک مہذب اور آزاد قوم کو بلا مداخلت غیر کے رہنا
 چاہئے۔ اور کسی غیر کو اپنے معاملات میں مداخلت کی اجازت نہ دیں گے۔ تمام
 انسان اس امر کو تسلیم کر چکے ہیں۔ کہ جب تک ہم اپنے مقصدین کا میاب نہ ہوں
 گے۔ اور جب تک مکمل طور پر آزادی حاصل نہ کر لیں گے۔ جس کے حصول میں اب زیادہ
 مدت نہیں رہی ہتھیار نہ رکھیں گے۔ میری خواہش ہے۔ کہ تمام قوم کو اپنی تاریخی

بہادری اور قربانی کا ثبوت دینا چاہئے۔ خدا ہم کو اپنی حفاظت علیا عطا فرمائے۔

قسط طین اور مصطفیٰ کمال پاشا کے پیغامات جنگ کے بارے کے بعد شاہ قسطنطین اور غازی اعظم نے اپنی اپنی افواج کے نام پیغامات شائع کئے جن میں درج ہیں۔ ان دونوں سے فریقین کی حالت کا موازنہ کیا جاسکتا ہے۔

شاہ قسطنطین کا پیغام میرے بہادر سپاہیو! اب میں اس مقام پر واپس جا رہا ہوں۔ جہاں میرے فریقین مجھے جاسٹے پہنچو کہ رہتے ہیں۔ لیکن انہی سے پہلے میں... تھکے کاروائے نمایاں پر اپنی مسرت کا اعلان کرتا ہوں۔ جو میرے قلب میں اس قدر ہے کہ شاید الفاظ اس کی پوری ترجمانی نہ کر سکیں گے۔

میں نے تمہیں یہ فخریے لکھتے سنا ہے کہ چلو انگورہ! چلو انگورہ! لیکن جو ضیافت تم انجام دے چکے ہو وہ دیر سے نزدیک حصول مقاصد کے لئے کافی ہیں۔ اس لئے میں نے نہ چاہا کہ تم سے مزید قربانیاں طلب کروں۔

مجھے امید ہے کہ تم ان علاقوں کی حفاظت کرو گے۔ نہیں تم نے اپنے زور بازو سے فتح کیا ہے۔ اور تمام دنیا پر ثابت کہ دو گے کہ تم اس ملک میں اس لئے نہیں آئے ہو کہ یہاں سے مسلمان باشندوں سے جنگ کرو بلکہ اس لئے آئے ہو کہ بلا قید جنس و مذہب سب کو تہذیب و محبت عطا کرو تم اپنے وطن کے مطالبات کو باطن و جوار کر چکے۔ اور اب جو کچھ تم نے کرنا ہے۔ وہ صرف یہ ہے کہ اس زمین کو کھجاندور جیسے تم نے اتنی مصیبتوں اور قربانیوں کے بعد حاصل کیا ہے اور جب اپنے فرض کا یہ حصہ ہی انجام دے چکے گے۔ تاکہ وقت فرصت و مسرت کے ساتھ اپنے گھروں کو لوٹ جاؤ گے۔

تم نے اپنی تلوار سے دشمن کو ہرقت انگیز سبق دیا ہے۔ اور اب وہ یحییٰ جیسے کسی طرح یہ زمین واپس لے کر تمہاری محنت کو رائیگاں کرے۔ لہذا تم اسے

بتادو کہ یونانیت کی راویں جنگ کرنے سے تھکے نہیں ہوئے اور جب وہ آگے بڑھے۔ تو تلواریں اور نیزے اس کے سامنے کرنے کے لٹکار دیا کہ آؤ اور لے!!

قسطنطین (بادشاہ یونان)

غازی مصطفیٰ کمال پاشا کا پیغام | میرے دوستو! جس جنگ میں ہم کو دئے

تھے۔ اس جنگ میں تم نے بی نظیر اور عظیم الشان فتح حاصل کر لی۔ اور تمہارے کارناموں نے "سکاریہ" کے نام کو تاریخ میں غیر فانی بنا دیا!

میری پوری زندگی تمہاری صفوں میں گزاری ہے۔ اور میں تمہاری مافوق العاد

بالت و شہادت سے بخوبی واقف اور ہمیشہ اس کا معترف ہوں۔ لیکن میں آج چاہتا

ہوں کہ دل کھول کر تمہارا شکریہ ادا کروں۔ اور اس خوشی و فخر کا نظارہ کروں

جو اس جنگ میں تمہاری کامل فتح سے میرے قلب میں موجود ہے۔ میں اپنی اس

آواز کو ہر سپاہی کے کان تک پہنچانا اور پھولک کے فرد فرد کو سنانا چاہتا ہوں

کہ اس جنگ میں ترکی سپاہیوں نے وہ کیا جس پر آئندہ نسلیں بھی فخر کریں گی

اور کہیں گی کہ ہم اُن سوراؤں کے جانشین ہیں۔ جنہوں نے "سکاریہ" کے میدان

کو سر کیا تھا۔

جان نثارانِ وطن! سکاریہ کی جنگ درحقیقت نہایت ہی ہولناک اور انتہا

سے زائد خطرناک تھی۔ کیونکہ اس میں ہماری آزادی و زندگی کا فیصلہ ہونے والا تھا

سکاریہ کے کنارے ۲۶ دن تک برابر معرکہ کارزار گرم رہا۔ اس میں آدمیوں کی

جنگ نہیں تھی۔ عقیدہ اور رعب کی جنگ تھی۔ ایک طرف حق اور آزادی اور

اس کے پرستار تھے۔ اور دوسری طرف غلبہ و غارت گری۔ اور اس کے

علم بردار تھے۔ طرفین نے ہتھیار سنبھالے۔ اور آخری فتح حاصل کرنے کے

لئے لگے تھے۔ لیکن جب جدا ہوئے۔ تو تم پرستارِ ان حق و حریت غالب

تھے۔ اور غلامی کے حمایتی مغلوب! یونانی صرف مغلوب ہی نہیں ہوئے بلکہ مجبور

کی طرح نرا کے خوف سے بھاگ رہے ہیں۔ اور وہ تمام آبادیاں جلا تھیں

ہیں۔ جنہوں نے اس سے گزرتے ہوئے ایک *

دشمن کو قہر، غنا، کہ اس نے نہ دیکھا، اور قدم رکھتے ہی وہ اسے جینے نہ دے گا، لیکن اس کے بڑے ہمتی ہونے سے معلوم ہو گیا کہ یہ پھولوں کی بیج نہیں۔ بلکہ کانٹوں بھری راہ ہے۔ کہ جس میں وہ قدم رکھ چکا ہے۔ اور اسے برادر و! تم نے اپنی روح اور ایمان کی اصل قوت سے اسے اس جرأت کی ایسی سزا دی ہے۔ کہ ہمیشہ عبرت انگیز رہے گی۔

میں اپنی خوش نصیبی پر نازاں ہوں۔ اور اپنے اندر انتہائی فخر و مسرت پاتا ہوں۔ کہ میں اس جنگ میں تمہارا سپہ سالار مختار جس نے اپنے نزدیک قوتیں قوم کی قسمت کو پھوٹنے سے بچا لیا۔ اور اسے ساحل نجات تک... یقینی طور پر پہنچا دیا۔

پس میں تمہارے جنرلوں کا شکریہ ادا کرتا ہوں جنہوں نے بے مثال قابلیت سے جنگ کو چلایا۔ تمہارے انصروں کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ کہ جنہوں نے طرابلس بقلان اور عالمگیر جنگ کے بعد اس جنگ میں اپنی شجاعت کے جوہر دکھائے۔ اور موت کو آنکھوں سے دیکھ لینے کے باوجود اس کا ہنسی خوشی غیر مقدم کیا۔ اور اپنے کاروائے نمایاں سے ایک ایسا نمونہ قائم کر دیا جس کی ہم سب تقلید کریں گے اور اس سے اپنی زندگی میں کامیابی حاصل کریں گے۔ اور دوسرے سپاہیوں میں تم سے ہر ایک کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ اور تمہاری تعریف کرتا ہوں جہاں تک تم اس سے مستغنی ہو۔ اور تمہیں میں اس موت و حیات کی لڑائی کے قبل سے جانتا ہوں؟ تمہارا میں تمہارے جیسے لوگ کہاں ہیں۔ اور کس فوج کو تمہارے جیسے سپاہی میسر آئے ہیں؟ چشم فلک ترس گئی۔ مگر تمہاری سپاہی کی مانند کوئی سپاہی کب تک نظر نہ آیا۔ تمہاری سپاہی دوسرے جس کا قلب مثل آئینہ صاف و شفاف ہے۔ اور فتح و ظفر اس کے اندر سے ابلی پڑتی ہے۔ پس میرا فرض ہے۔ کہ تمہاری غیرت و فوج کے ساتھ اپنی اور رعایت پر تمہیں مبارکباد دوں۔ اور سچے دل سے تمہارا شکریہ

اداکروں +

دوستو! جس قوم میں ایسے جنرل، ایسے افسر اور ایسے سپاہی ہو جائیں گے وہ غلام بنائی جاسکتی ہے؛ محال اور قطعاً محال؛ دنیا نے اس پر تجربہ کر کے دیکھ لیا ہے۔ کہ ترک کیسے پہچانے اور آزادی کے کیسے مستحیدائی ہوتے ہیں +

اے جان نثار فوج! مجھ میں نے اس فتح کے صند میں مجھے بہت بڑے عہدے اور خطاب سے سرفراز کیا ہے۔ کیا میں اس کا مستحق ہوں؟ نہیں! بلکہ اے میری پیاری فوج! تو اس کی مستحق ہے۔ کیونکہ تیری ہی بدولت مجھے سرخروئی حاصل ہوئی ہے۔ اور تیرے ہی بھروسہ پر میں کھڑا ہوں۔ یہ جو کچھ بھی ہوا ہے۔ سب تیرا کارنامہ ہے۔ اور تیرے لئے ہی سرمایہ فخر و ناز ہے۔ بے شک میں اس "مخترم" سے اپنے سینے کو زینت دوں گا۔ کیونکہ وہ تیرے جہادِ عظیم کی یادگار ہے جسے قوم و ملک نے قبول فرما کر میری عزت افزائی کی ہے۔ میں اس نشان کو اپنے سینے پر لگاؤں گا کیونکہ وہ مجھے تیری مہربانی سے ملا ہے۔ اور اس لئے میں اسے تیرے ہی نام سے لگاؤں گا۔ اور اب سے اپنی جگہ زندگی کا سب سے زیادہ قیمتی سرمایہ تصور کروں گا +

آخر میں میں رب العزت کی بارگاہ میں دست بدعا ہوں۔ کہ وہ میرا اور میرے رفیقوں کا معین و ناصر ہے۔ اور حق ہی اس جنگ میں ہر لمحہ اور ہر آن ہمارا پشت پناہ و مددگار رہے۔ آمین +

(سپہ سالار عام مصطفیٰ کمالی)

عزت پاشا کے خیالات | عزت پاشا نے ترکوں کی روضا خروں خوش صلح کی ترجمان کرتے ہوئے فرمایا کہ ترک سلطنت عثمانیہ اور خلافتِ اسلامیہ کا استحکام اور ترکی کا ایسا انتظام چاہتے ہیں۔ جو کسی اُکھٹی معاہدہ کے ماتحت عمل میں لایا جائے۔ پاشا کے مدوح نے فرمایا کہ ترکوں نے اب تک کسی

جیشیت سے میں کسی بیرونی طاقت سے مداخلت کی استدعا نہیں کی ہے۔
لیکن باہر سے جو کوشش ترکوں کے حق میں کی جا رہی ہیں۔ ان کو ٹرکی بہ نظر
استان دیکھتی ہے +

مصطفیٰ کمال پاشا اور عصمت پاشا کے خیالات | انکوہر کے اخبارات
نے اس گفتگو کو شائع کیا جو ایسوسی ائیڈ پریس کے نامہ نگار نے مصطفیٰ کمال پاشا
سے کی۔ مصطفیٰ کمال پاشا اور عصمت پاشا نے نامہ نگار کے سامنے جو تقریریں کی ہیں
وہ نہایت عظیم الشان اور ہر مغر ز ہیں۔ جن سے گورنمنٹ انگلور اسکے ارادوں پر کافی
روشنی پڑتی ہے۔ ذیل میں دونوں تقریروں کے اہم اقتباسات درج ہیں۔ نامہ نگار
لکھتا ہے کہ میں نے مصطفیٰ کمال پاشا سے موجودہ جنگ اناطولیہ کے متعلق ان کی رائے
دریافت کی جس کے جواب میں آپ نے فرمایا +

ہم نے مضبوط ارادہ کر لیا ہے۔ کہ ہم یونانیوں کو سرزمین اناطولیہ سے باہر نکال
کر اپنے ملک کو ان کے قدموں سے پاک کر لیں۔ خواہ اس ارادہ کو پورا کرنے اور
اپنے مقصد کو منزل مقصود تک پہنچانے میں ہمیں چند سال تک برابر لڑنا پڑے +
ترکی زمین اور ترکی مقبوضات ترکوں ہی کے لئے ہیں۔ اس اصول کو ترکوں
نے اپنا شعار بنا لیا ہے۔ اور اپنے اس اصول کو قائم و دائم رکھنے کے لئے وہ فوجی
طرز خون تک اپنے دشمنوں سے لڑنے کے لئے تیار ہیں۔ اگرچہ ایسی لڑائیاں
دنیا میں بہت کم ہوئی ہیں۔ جو قزاقوں تک جاری رہی ہوں۔ لیکن ہم اس کے لئے
آمادہ اور بالکل آمادہ ہیں +

ہم نے مختلف مواقع پر اپنے مقصد کی تشریح کر دی ہے۔ اور صاف الفاظ
میں بتا دیا ہے۔ کہ جنگ سے ہماری کیا غرض ہے۔ ہم نے دنیا پر واضح کر دیا ہے
کہ مشرقی تھریس جس کی غالب آبادی ترک ہے۔ ہمارے مقبوضات کا قلب ہے
یعنی مشرقی تھریس ہماری پناہ کی جگہ ہے۔ اس لئے ہم کسی طرح اس کو اپنے مقبوضات
سے جدا نہیں کر سکتے۔ لہذا مغربی تھریس کا معاملہ اس کا فیصلہ وٹان کی آبادی کی

رائے سے کیا جاسکتا ہے۔ آبادی جس حکومت کو پسند کرے اس کو اختیار کرے یہی اس میں کوئی عذر نہیں ہے۔

آستانہ بلاشبہ ہمارا ہے۔ لیکن آستانہ اسی وقت ہمارے مقبوضات کا جزو ہو سکتا ہے جبکہ اُس کے آبنائے پر ہمیں پورا حق حاصل ہو۔ دوسرے لوگوں کو آبنائے سے قائمہ اسٹھانے۔۔۔ اور مساوی حقوق قائم رکھنے میں ہمیں اس وقت تک کوئی عذر نہیں جب تک کہ یہ مساوات ہمارے دارالسلطنت (آستانہ) کے لئے خطرناک نہ ہو۔

میں جانتا ہوں اور خوب جانتا ہوں کہ جنگ جاری رکھنے کے لئے کثیر مال کی ضرورت ہے۔ اور جنگ کے مصارف بہت زیادہ ہوتے ہیں۔ میں اس سے بھی انفق ہوں۔ کہ جنگ بہت بُری چیز ہے۔ اور آبادی کو اس سے نہ صرف تکلیف ہوتی ہے۔ بلکہ جانی و مالی نقصان اٹھانے پڑتے ہیں۔ لیکن مجھے افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ ایسی حالت میں امن و امان کو اپنا نصب العین رکھنا تباہی و بربادی کا لہر ہے۔ اور اب اس مخصوص میں غور و فکر کے لئے ہمارے پاس وقت نہیں ہے۔ البتہ جب دنیا ہمارے حقوق کو تسلیم کر لیتی۔ اور ہم کو ہمارے حال پر چھوڑ دیتی۔ تو ہم کو موقع ملے گا کہ ہم جلد سے جلد اپنے مقبوضات کی اصلاح کریں اور ترقی کے وسائل کو اختیار کر کے میدان ترقی میں دوسری قوموں کی طرح قدمزن ہوں۔

اناطولیہ میں جوئے اور شراب فروشی کی ممانعت | ہم نے اپنے مقبوضات

میں جوئے کی ممانعت کر دی ہے۔ اور شراب فروشی کو بھی بند کر دیا ہے۔ اس کے علاوہ اور بھی بہت سی ضروری اصلاحات ہم عمل میں لائے ہیں۔ اور اگر وہ یہی کہ ہم ولایات متحدہ سے مضبوط اتحاد و دوستی کو قائم رکھیں۔ ہم اگرچہ موجودہ طریقہ پر کو پسند نہیں کرتے لیکن بائیں ہمسایہ سبھی ہم سے اور امریکہ سے زیادہ جمہوریت پسند کوئی ملک نہیں ہے۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ میں ترکی جمہوریت کا صدر بننے کا خواہشمند ہوں۔ یہ خیال خیال باطل ہے۔ میرے قلب میں بھی کبھی اس کا خطرہ

نہیں گذرا۔ اور یہ آئندہ کبھی یہ خیال میسر نہ ہوگا۔ ہمارے لئے تو بس خلیفہ کافی ہے۔ اور ہماری پوری سرگرمی اسی کٹھن ہے۔ کہ ہم خلیفہ کے مقدر و بلند پایہ مرکز سے تمام عالم اسلامی کے ساتھ وابستہ ہو جائیں۔ اور سب ملک اس سے معزز و مرتبہ بنائے کی کوشش کریں۔ خلافت اسلامیہ ابدی ہے۔ اور ہمیشہ باقی رہے گی۔ اس کا مرکز قسطنطنیہ میں رہے گا۔ کیونکہ ہماری روایات کا اقتضا یہی ہے۔

الوزیر پاشا کا اسے مخالف نہیں ہیں | اس موقع پر یہ بیان کہ نادر علی خاں کرتا ہوں۔ کہ نادر علی ترک کی قوم متحد ہے۔ اور ہم میں سے ایک فرد بھی ایسا نہیں ہے جو متحدہ مقصد کے خلاف اس کے نہ کہنا ہو بعض اخبارات نے لکھا ہے کہ وزیر پاشا اور ان کی جماعت کے مخالف ہے۔ یہ خیال بالکل غلط ہے۔ اور اس قسم کی تمام افواہیں بے بنیاد ہیں۔ ترک کی قوم یک جان و قتائب کے مصداق ہے۔ اور باہم کامل اتحاد رکھتی ہے۔

ملو روپ کے بعض نامہ نگاروں نے یہ افواہ اڑائی ہے کہ وزیر پاشا کی جماعت آناطولیہ کی موجودہ حکومت کو برسی نظروں سے دیکھتی اور اس کے انقلاب کی سعی ہے۔ یہ افواہ صحت سے بے غار ہے۔ اور بالکل غلط ہے۔ وزیر پاشا کی جماعت ہمارے ساتھ متحد ہے۔ اور ہمارے کاموں میں پورے جوش سے حصہ لے رہی ہے۔

بالشویکوں سے معاہدہ اتحاد | ہم نے بائیسویں سے استناد کا معاہدہ اس شرط سے کیا ہے کہ وہ پچاسے ملک میں اپنے خیالات کی تبلیغ نہ کریں۔ اور اس شرط کی ضرورت اس لئے پیش آئی کہ بالشویکوں کا نظام (صورت یا عمل) ہمارے (مذہب یا اصول) کے خلاف ہے۔ اور ہم کسی ایسے اصول کو مرکز قبول نہیں کر سکتے جو ہمارے خلاف ہو۔ ایسویں آئینہ پیش کا نامہ نگار مصطفیٰ کمال پاشا کا مذکورہ بالا جواب کا حکم موجودہ ملک کے متعلق فقط اس ہے۔

ہوئے ہیں۔ اس لئے اس کا علم نہیں کہ دنیا ہماری نسبت کیا خیال رکھتی ہے۔ لیکن بایں ہم کہ ہمیں کسی بات کا علم نہیں ہے۔ ہم یہ کہنے پر مجبور ہیں کہ ترکی قوم اپنے ملک کو بچانے اور دشمن پر فتح حاصل کرنے کے لئے مضطرب و محو رہے۔ اور اس نے اپنی تمام متاع اور ساری قوت کو حصول فتح کے لئے لگا دیا ہے۔ اور چونکہ ہمارا حق ہے۔ پس اس لئے ہمیں یقین ہے کہ حق سرنگون نہ ہوگا۔ بلکہ ہمیشہ غالب و سر بلند رہیگا۔

یورپ کے جنگ میں ہم نے التوا کی خواہش کی تھی اور معاہدہ التوا مرتب ہوا تھا اس وقت ہم میں سے کسی ایک کے قلب میں بھی یہ خطرہ نہیں گذرا تھا۔ کہ ہمیں ایک اور جنگ سے سابقہ پڑے گا۔ اور ہم پھر جنگ پر مجبور کئے جائیں گے۔ معاہدہ کے بعد بھی اس وقت تک کہ یونان برسر پیکار ہو کہ ہمارے مقابل آگیا۔ ہم جنگ کے لئے تیار نہ تھے۔ لیکن جب ہمیں مجبور کیا گیا تو آخر ہم تیار ہو گئے۔

گذشتہ جنگ کے دوران میں اور پھر بعد اختتام جنگ جرمن سلطنتوں نے ہم پر یہ الزام لگا کر کہ ہم ظالم ہیں۔ سرنگدل ہیں۔ اور صرف فوجی آدمی ہیں۔ حکومت کی اہلیت نہیں رکھتے۔ دنیا کو ہماری طرف سے بظن کیا اور خاموش کر دینا چاہا۔ یہ بھیج ہو یا غلط لیکن ہم اس الزام کو تسلیم کر کے دریافت کرتے ہیں کہ کیا ان حکومتوں نے جنہوں نے ہم پر یہ الزام لگا یا ہے۔ گذشتہ جنگ یورپ میں مظالم نہیں کئے۔ ایسے مظالم جو ہم سے بہت زیادہ کڑے جلتے ہیں۔ اور جن کی سختی و جواہیت دنیا تسلیم کر چکی ہے۔

یہ دیہاتی اور وحشی و رندے (یونانی) اپنے گھر کو چھوڑ کر ہمارے ملک میں کبوں آئے ہیں۔ کیا ان کو بجز اسکے اس کا کوئی اور سبب بھی معلوم ہے کہ ان کا بادشاہ قسطنطین جنگ کا آرزو مند ہے قسطنطین اپنی فوجی قوت ساز و سامان اور راستگی کو دیکھ کر حاکم میں پھولا نہیں سماتا لیکن اس کو عنقریب اس غرور کا مزہ چکھنا پڑے گا۔ جبکہ وہ اس جنگ کے نتیجہ کو دیکھ لے گا۔ اور اس کی سپاہ پریشان حال و بدحواس ہمارے ملک کو چھوڑ کر بھاگے گی۔

قسطنطین کا خیال تھا کہ وہ اپنی فوجی طاقت سے اناطولیہ پر قبضہ کر لے گا لیکن اس کا خیال غلط نکلا۔ اور اس کی تمام جد و جہد بیکار ہو گئی۔ ہم لاپس نہ ہوئے۔ بزرگ و بزرگ خدا پر بھروسہ رکھتے ہیں۔

ہیں۔ کہ ہم اس وقت تک کسی طاقت سے مغلوب نہیں ہو سکتے۔ جب تک کہ ہم اپنی موجودہ حالت میں ہیں۔ البتہ دنیا کا نظام بدل جائے تو ممکن ہے۔ کہ ہم بھی مغلوب ہو کر سر جھکا دیں۔ یونانیوں نے ہم پر پیشہ ورانہ جنگ سے حملہ کیا۔ وہ بڑی بڑی توپیں اور ہوائی جہاز وغیرہ ہمارے مقابلہ پر لائے لیکن اس سے کیا ہو گا۔ ہم ان کے ہتھیاروں۔ توپوں۔ ہوائی جہاز وغیرہ کو آہستہ آہستہ مال غنیمت میں حاصل کر لینگے۔ بایلوں کو کٹا چارے۔ کہ وہ یہ تمام اشیاء ہمارے لئے لائے ہیں۔ جن کو ہندوستان مغلوب ہو کر ہمارے حوالے کرتے رہیں گے۔ یونانی انٹی ہنر سے زیادہ ہمارے کچلنے کو لائے ہیں۔ اس کی ہمیں پروا بھی نہیں کیونکہ ہم ہر وقت اتنی ہی بلکہ اس سے بہت زیادہ فوج جمع کر سکتے ہیں۔ اور اس کو ان یونانی ہتھیاروں سے جو ہمیں مال غنیمت میں ملتے ہیں۔ مسلح کر سکتے ہیں۔

بظاہر یونانی سپاہ کی تعداد زیادہ خیالی کی جاتی ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے۔ کہ ہمارے سپاہ یونانیوں سے کہیں زیادہ ہے۔ ہم نے ان تمام فوج والوں کو جن کی عمر ستارہ سال یا اس سے زیادہ ہے۔ میدان جنگ میں طلب کر لیا ہے۔ اور احکام جاری کر دیے ہیں کہ وہ ہتھیاروں سے مسلح ہو جائیں۔

التوائے جنگ یورپ کے وقت ہم نے نصف ملین (پانچ لاکھ) فوج فراہم کر لی تھی۔ اس وقت جو قوم ہمارے پاس ہے۔ اگرچہ اتنی تعداد نہیں رکھتی لیکن جب ہم چاہیں اتنی ہی فوج مہیا کر سکتے ہیں۔ اور اس کو میدان جنگ میں لاسکتے ہیں۔ ایسوشی ایئرڈ پریس کے نامہ نگار نے اس موقع پر عصمت پاشا سے دریافت کیا کہا جاتا ہے کہ آپ کی سپاہ میں جرمنی اور روسی قوت بھی شامل ہے۔ کیا صحیح ہے عصمت پاشا نے اس کے جواب میں فرمایا۔ تم نے میرے ساتھ میدان جنگ اور مورچوں کی سیر کی ہے کہیں تم نے کسی جرمنی یا روسی کو دیکھا ہے۔ یہ خبر بالکل غلط ہے۔ ہم آدمیوں کے محتاج نہیں ہیں کسی سپاہ کی ضرورت نہیں ہے۔ آدمی چارے پاس کافی ہیں۔ اس کے علاوہ تم خود سوچو کہ کیا کسی انجینیئر تک کی فوج ہمارے ساتھ ہو کر اس اعتقاد اور جوش سے لڑ سکتی ہے۔ جس طرح ہم لڑتے ہیں۔ اگر نہیں تو پھر ہم کو کیا ضرورت ہے۔ کہ ایسی دہلی

سے لڑنے والی فوج کو ہم کام لائیں اور اس سے نقصان اٹھائیں۔ کیریکو جو سپاہ اپنے غلط
اور بد اثر سے لڑتی تھیں یقیناً وہ کامیاب ہونے کی بجائے شکست کھائے گی۔ اس کا
البتہ ہم اقرار کرتے ہیں۔ کہ ہمارے پاس جنگی آلات کی تعداد کم ہے۔ اور یورپ کی سلطنتوں
کے مقابلہ میں ہمارے آلات حرب بہت کم ہیں۔ لیکن حق کی قوت ہماری اس کمی کو پورا
کر دیتی ہے۔ ہماری فوج نہایت مستعد ہے۔ اور اب چونکہ یورپ کی بدولت اس کا
مستعد ہونا ضرورت جتنی رہ گیا ہے۔ اس لئے وہ ہر وقت جنگ کے لئے تیار ہے۔ ہم اور
ہماری فوج اس پر مستعد ہیں۔ کہ جنگ کو آخر تک ہماری رکھیں گے۔ خواہ ہم کو برابر
سب سے زیادہ ناپڑ ہے۔ ہم نے اپنی لڑائی مدت تک جنگ کو جاری رکھنے کے انتظامات
کئے ہیں۔ اور اب ہم بالکل تیار ہیں۔ کہ اپنے دشمن سے دس سال تک لڑتے رہیں
ہم نے اپنی فوجوں کو درست کر لیا ہے۔ وہ ہتھیار جو ہم نے روسیوں اور آرمینوں کے
پاس چھوڑ دیئے تھے۔ ان سے لے لے ہیں۔ اور جرمنی کی سپاہ کے تقریباً تمام
آلات حرب سمیت اٹھ آگئے ہیں۔ اس سے علاوہ گذشتہ سترہ سو سالوں میں یونانیوں سے
بھی ہم نے کثیر تعداد میں ہتھیار حاصل کر لئے ہیں۔ اور آئندہ بھی اسی طرح ان سے غنیمت
کے طور پر ہتھیاروں کی معنوں تعداد حاصل کرتے رہیں گے۔ اسی حالت میں طاقت
بگ کا ہم پر کوئی ناگوار خطرناک اثر نہیں پڑ سکتا۔ اور ہم ہٹلر اٹھینان کے
ساتھ جنگ کو برابر جاری رکھیں گے۔

یونان کی فیاضی | ابھی یونان کو شکست کھائے ہوئے تھوڑے ہی دن گذرے
ہیں۔ کہ یونان کی موس ملک ٹیری۔ اور اتالیوں کی امداد سے یورپین دریں غازی
صوبے میں پاشا کی یا تہریب واپسی کو غلط سمجھ کر پہنا رہے تھے۔ اور یونانی ترکوں
کے قہر کی شوق پر ہمارے مقبضہ کرنے پر تھے۔ خدا کی قدرت ہے۔ کہ
اسی یونان کشمیر لانی کے حملوں کی تاب نہ لا کر ان دنوں تھنز سے
۱۶ اکتوبر کو جاری ہوا۔ کہ یونان کے مباحی حالتوں
میں یہ افواہ گرم ہے۔ کہ وہ ترکوں کے قہج کردہ علاقوں پر قبضہ سے لگا کر

غازی مسطفیٰ کمال پاشا کو پتہ چل سکے کہ اہل حالت کیا ہے۔ اعلان مذکور میں بھی قوم ہے کہ حکومت برطانیہ نے باربار یونانیوں کو مشورہ دیا کہ وہ ترکوں کے تعلق ایک معتدلانہ رویہ اختیار کر کے لہذا حکومت اب سرکاری طور پر اعلان کرتی ہے کہ اب ان کی خواہش ملک گیری کی نہیں رہی مگر ترکوں کے ساتھ وہ ایک معتدلانہ رویہ پر عمل کرنے کو تیار ہے۔ اور فتح کردہ علاقوں پر فوجی قبضہ رکھیں گی۔ کیونکہ اقتصادی مجبوریوں کو مد نظر رکھتے ہوئے یہ بات از حد ضروری ہے۔ اور انہی شرائط کے ماتحت معاہدہ ترک کی کمی رد سے یہ نسل قیونان کو دیئے گئے تھے۔

ترکوں کی مزید پیش قدمی | یونانی شکستے مگر ترک باوجود کثیر نقصان اٹھانے کے بھی پھر لو بنوا اور ناز و دم تھے۔ انہوں نے اخیوم قرعہ جس سے عسکی شہر کو جانے والی ریلوے لائن کاٹ دی۔ یونانیوں نے جو سکاربہ سے جنگ کر عسکی شہر میں پناہ گزین ہوئے۔ اس شہر پر حفاظتی انتظامات شروع کر دیئے کیونکہ انہیں وہاں ترک کی حملہ کا اندیشہ تھا۔

عسکی شہر کا محاصرہ | سکاربہ کی بینک کے بعد ترکوں اور یونانیوں کے درمیان کوئی اہم جنگ نہ ہوئی۔ چھوٹی چھوٹی لڑائیاں ہوتی رہیں۔ جن میں یونانی تربیت یافتہ کرپ پاسر تھے۔ حتیٰ کہ عسکی کو دوبارہ تسخیر کرنے میں بھی ترکوں کو کسی تکلیف کا سامنا نہ ہوا۔ یونانیوں کو اس بات کا پہلے سے ہی اندیشہ تھا کہ انہوں نے عسکی شہر کے روبرو قلعہ نہیں کھودا۔ شروع کر دیں چنانچہ ترک بازاری جیسے کسی طرح بڑے چلے گئے۔ تاکہ یونانیوں کو اپنی بولو پر جمع نہ ہونے میں۔ پھر ترکوں نے عسکی شہر کا محاصرہ کر لیا۔ تاکہ سواروں کا ایک دستہ بھی شہر میں نہ ہوگا۔ مزید اعلان ملی کہ زبردست ہتھیار گرجستوں سے بالوم پناہ یونانیوں کو پسپا کر دیئے۔ اسے معلوم ہوا کہ ترکوں نے عسکی شہر پر پختہ حملہ دوبارہ قیام کر لیا۔

انگور میں ۵ اکتوبر کو نیم سرکاری طور پر بیان کیا گیا کہ ترکوں نے عزیزی اور پولو اینی کے فوج میں پسپا شدہ یونانیوں کو گھیر لیا۔ رہنموں نے مداخلت کر بنیہ ہتھیار ڈال دیئے۔

ایجنڈہ دار الحکومت یونان کے ایک تار میں بیان کیا گیا کہ مصطفیٰ کمال پاشا کا ایک دستہ صوفیہ (بلزاریہ) پہنچا۔ اس خبر نے ایجنڈہ کے سیاسی حلقوں میں اشتعال پیدا کر دیا اور اندیشہ پیدا ہو گیا کہ کہیں ترک ایڈریا لوپل پر حملہ نہ کریں۔

قسط بنیہ کے ایک پیام سے معلوم ہوا کہ ایشیائے کوچک میں جنگی کارروائی ختم ہو چکی ہے۔ یونانیوں نے واپسی کے وقت انگورا اور عسکی شہر کے درمیان ۸۰ میل ریلوے لائن کو تباہ کر دیا۔ جو فوجی ضروریات کو ملحوظ رکھتے ہوئے ترکان احرار کو خود تیار کر فی پڑی۔

انگورہ پارلیمنٹ کی اہم قرارداد | انگورا پارلیمنٹ نے اپنے ایک اجلاس میں یہ قرارداد پاس کی کہ ترکان احرار یونانیوں کے ساتھ کوئی عہد نامہ کرنے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ دیگر یورپین طاقتوں سے وہ عہد نامہ کر لینگے مگر اس شرط پر کہ وہ ترکی یونانی جنگ میں بالکل غیر جانبدار رہیں۔ اور ساتھ ہی اس کے ترکی کو مکمل آزادی دی جائے۔ اور غیر جانب دار علاقے سے یونانی بیڑے کو ہٹا دیا جائے۔

حکومت انقرہ کا پیغام ۱۶۔ یوم سے ہماری فوجیں دشمنوں کا رہنمائی متوفی اور سرعت سے تقاب کر رہی ہیں۔ ہزار ہا مقتول جو میدانوں میں بغیر کفن دفن پڑے ہیں۔ اور بے شمار قیدی جو ہمارے ہاتھ لگے ہیں ان سے منہم ہوتا ہے۔ کہ دشمن کے نقصانات تصویر سے بھی زائد ہیں۔ شکست خوردہ دشمن اپنی آبادی مع عورتوں اور بچوں کے اپنے ساتھ ساتھ لے گیا ہے۔ یہ نہیں کہا جاسکتا کہ ان کے ساتھ کیا سلوک کیا جائیگا۔

یونانی اخبارات کا ماتم | یونانی اخبار پر دستِ افتتاحیہ میں جنگِ اناطولیہ

پر بحث کرتا ہوا رقمطراز ہے کہ یونانی پیش قدمی کا مقصد حقیقی انگورہ پر قبضہ کرنا تھا۔ لیکن جب اس میں سخت شرمسارگ ناکامی ہوئی تو مزید تونڈریس اور جنرل پاپولس نے کہنا شروع کر دیا کہ انگورہ پر قبضہ کرنے کا ہمارا ارادہ ہی نہ تھا۔ حالانکہ یہ نہایت مضحکہ انگیز بات ہے۔ اور اس سے مقصود یونانی قوم کو احمق بنانا ہے۔ کیونکہ عسکری شہر پر قبضہ کرنے کے بعد یونانی سپہ سالار نے اعلان کیا تھا کہ وہ عنقریب انگورہ پر قبضہ کر کے ترکوں کی تمام جنگی کارروائیاں کہ درہم برہم کر دے گا۔ اور انہیں اس قابل نہ چھوڑے گا کہ دو بار حملہ کر سکیں۔ اس وقت مصطفیٰ کمال کو مجبوراً قزلی ایرماق کی جانب بھاگ جانا پڑے تھا۔ اور انگورہ کی فتح سے ترکوں کی ہمتیں پست ہو جاتی تھیں۔ اس وقت یونانی سپہ سالار کے یہ دعوے تھے کہ گلاب وہ ان سے منکر ہیں کیونکہ ان میں سے ایک بات بھی نہ ہوئی۔ بلکہ الٹا یہ ہوا کہ

(۱) مصطفیٰ کمال پاشا نے سکریا کو عبور کر لیا۔ اور یونانی فوجوں پر ایسی سخت فیر لگائی کہ اب سنبھلنا مشکل ہو گیا ہے *

(۲) نہ تو ترکوں کی کسی جنگی تدبیر کی کٹ ہوئی۔ اور نہ ان کے حصوں کے رستے سد ہوئے۔ صرف چند ہلاکتوں نے ہیں۔ جو چند ہفتوں میں بن جائیں گے۔ اور اس وقت ترکوں کو اپنی جنگی کارروائیاں میں اور بھی زیادہ آزادی حاصل ہو جائے گی *

(۳) یونانی فوجیں ترکوں کو کچھ بھی نقصان نہ پہنچا سکیں *

(۴) بلکہ ان جنگوں کا نتیجہ یہ ہوا کہ ترکوں میں از سر نو زندگی پیدا ہو گئی۔ اور مصطفیٰ کمال پاشا کے قدم پہلے سے کہیں زیادہ مضبوط ہو گئے *

یہ نتائج ہیں انگورہ کے نہ فتح ہونے اور یونانی فوج کے پیچھے ہٹنے کے۔

کہا جاتا ہے کہ بیشک ناکامی ہوئی ہے۔ لیکن نہ ریت نہیں ہوتی ہے۔ لیکن یہ تسلیم نہیں کر سکتے۔ یونانی فوج کا کوئی قصور نہیں ہے۔ کیونکہ وہ اپنے حق میں تھے۔ اور مصطفیٰ کمال پاشا نے انہیں غلطی سے لکھی تھی۔

پہلے جنگی تیاریاں شروع کی ہیں۔ اور نہ بروہت فوجیں بنائی جا رہی ہیں۔ صرف فوجیں ہی نہیں بلکہ جنگی میٹر بھی ہتیا کر لیا گیا ہے۔ لیکن اس کے مقابلہ میں سپاہی وزیر اعظم موسیو گوناریس نے کیا کیا ہے؟ جنگی حرکات کی موثر فی کا اعلان کیا ہے۔ پھر یہ ترکی یونانی قضیہ کس طرح طے ہو سکے گا؟ مفتوحہ علاقوں کی کیونکر حفاظت کی جائے گی؟ اور کسی تیاری کے بغیر ترکوں کی یلغار کو کس صورت سے روکا جائے گا؟

یونانی اخبار "باترس" لکھتا ہے کہ "ہماری حکومت کا سب سے بڑا کارنامہ یہ ہے۔ کہ اس نے یونان کو دول پور سے کاٹ کر ایک ایسے شکاریں ڈال دیں ہیں جس سے نکلن ناممکن سا نظرتا ہے۔ اسی حکومت نے یونانی قوم کو اناطولیہ کے ننور میں دھکیلا ہے۔ اس نے کمار یونانی فوج ترکوں کی دھیمیاں اڑا دیں گی۔ مگر ۲۳ مارچ سے برابر جنگ ہو رہی ہے۔ اور اس کا نتیجہ جو ہوا ہے۔ وہ ان علاقوں سے معلوم ہو سکتا ہے۔ جو خود یونانی سپہ سالار نے شائع کئے ہیں۔ اور جن میں اگرچہ اس ہزیمت کو چھپانے کی پوری کوشش کی گئی ہے۔ لیکن حقائق کو چھپایا نہیں جا سکتا۔ اور یہ اعانات خود اعذات کر رہے ہیں۔ کہ اناطولیہ میں ہم پہلے ہی مصائب نازل ہوئی ہیں۔"

اب سے چھ ماہ پہلے لندن میں کانفرنس منعقد ہوئی تھی۔ یونانی گورنمنٹ کو اس سے فائدہ اٹھانا چاہئے تھا۔ وہ اسی وقت یا تو صلہ کریتی یا دول نظم کی شرکت میں ترکوں سے جنگ کرتی۔ لیکن موسیو گوناریس نے یہ نہیں کیا۔ بلکہ دول سے اجازت مانگی۔ کہ انیس بلورخو ترکوں پر فتیاب ہونے دیں۔ دول غلطی نے اجازت دیدی جنگ ہوئی۔ لیکن فتح نہ ہوئی۔ ہوا تو یہ ہوا کہ۔ کہ یہ کسے کسے دشمن نے ہماری

کمر بستہ کر دیا۔ اب یہ ایک کانفرنس ضرور منعقد ہوگی۔ اور اس میں ترکی و یونان کا مسئلہ پیش ہوگا۔ لیکن یہاں یہ کہہ دینا موسیو گوناریس کیا کرتے ہیں۔ کیا اب صلہ کریتی کرتے ہیں۔ کہ اس میں

پانی نہیں۔ بلکہ سرخ یونانی خون بہا رہا ہے۔ موسیو گونارلس اور جنرل پاپولس کی قیادت
کار کو اس جنگ نے پوری طرح ظاہر کر دیا ہے۔

امیر کمال کا پیغام کمال پاشا کے نام افغانوں نے افغانستان نے ترکی
فتح اور یونانی ہزیمت فاش کے موقع پر محی الدین والمملنہ غازی مصطفیٰ کمال پاشا
کو ایک خاص تہنیت نامہ بھیجا۔ اس نامہ مبارک باد میں یہ بھی مذکور تھا کہ
ترکوں کی اس شاندار فتح نے جو اعدائے اسلام و بائیان جو رجفہ کے خلافت
حاصل کی ہے۔ کابل کو دماغ اور رطب اللسان بنا دیا ہے۔ اور ترکی قوم نے
جس کو کھڑے سے سیاسی اتحاد و روحانی برادری حاصل ہے۔ پہلے دلوں میں
بلکہ نسل کر لی ہے۔

حکومت انگلوراکاجلی بیڑا | یونانی اخبار گرکیس رقمطراز ہے۔ کہ یوزباش عثمان
باب پرئسل بحری کیمچ انگوراکچہ اور افسروں کی معیت میں اوڈیسا تشریف لے
گئے۔ تاکہ حکومت انگوراکے جنگی بیڑے کا جائزہ لیں۔ یہ جنگی بیڑا روسیوں سے
خرید لیا ہے۔ اس میں تین عظیم الشان جہاز اور تین آبدوز کشتیاں ہیں۔ اس سے
پہلے حکومت انگوراکے روسی تخت البحر کشتیاں بھی خریدی تھیں اس طرح سے
حکومت انگوراکے بحری طاقت بھی زیادہ ہو جائیگی۔ اور یونانیوں کو اپنی جرات کی
سمند میں بھی اچھی طرح سزا مل جائیگی۔

مشرق قریب کے معاملات پر بکر سامی بک کی رائے | بحر سمی بکر
اور محمد الدین آفندی ناصف کے درمیان مشرق قریب کے معاملات پر جن میں اناطولیہ
کی جنگ بھی شامل ہے۔ بحث اور تمحیص اور پُرکلفت گفتگو ہوئی۔ اور بکر سامی بک نے اپنی
گفتگو میں معاملات مذکور پر حسب ذیل رائے ظاہر کی۔

یونان کے ساتھ جاری لڑائی اس وقت تک براہِ قائم رہے گی۔ جب تک کہ ہمارے
وطن مقدس کی سرزمین پر ایک یونانی بھی موجود رہے گا۔ اور اس وقت تک ہم کامل فتح حاصل
نہیں کریں گے۔ ہماری امانتدان کہتے ہیں۔ کہ جب تک یونانی اناطولیہ کے بالکل غالی نہ کر دیں گے

اس وقت تک نہ تو ان سے التوائے جنگ ممکن ہے۔ اور نہ سلح کی گفتگو شروع ہو سکتی ہے ہم جنگ کے شائق نہیں ہیں۔ اور لڑائی سے ہمیں کسی قسم کی محبت نہیں ہے کیونکہ ہم جلتے ہیں کہ لڑائی کس قدر خطرناک چیز ہے۔ اور کتنی قربانیاں چاہتی ہے۔ اور خصوصاً ایسی حالت میں کہ ہم ۱۲ سال سے جنگ میں مشغول ہیں۔ ہمیں جنگ سے کوئی رغبت نہیں ہو سکتی۔ لیکن ترکی قوم ایک زندہ قوم ہے۔ وہ اپنے مقدس فرض کو جانتی ہے۔ اور قومی وطن کی حفاظت و شان اسلام کی حیثیت کے لئے ہر قسم کی قربانیوں کو ضروری خیال کرتا ہے ماس لئے جب کوئی ایسا وقت اسپر اڑتا ہے۔ کہ وہ مجبور ہو کہ جنگ کرے۔ تو اس کے لئے جنگ ضروری ہو جاتی ہے۔ اناطولیہ کی موجودہ جنگ ترکوں نے نہیں جھیڑی ہے۔ بلکہ یونان نے اس کو چھیڑا ہے۔ اور ترکوں کو اس میں شرکت کے لئے مجبور کیا گیا ہے۔ اس وقت تک موجودہ جنگ میں ہم نے جو کچھ کیا ہے۔ وہ صرف مدافعت پر مبنی ہے۔ اور ہم یقین ہے۔ کہ ہماری ان قربانیوں کا جو ہم نے اس میں کی ہیں۔ ضرور اچھا بدلہ ملے گا۔ اور ہم اپنی آزادی اور حقوق کو قائم رکھ سکیں گے ہماری قومی تاریخ اس کی شہادت دیتی ہے۔ کہ ہم ہمیشہ آزاد اور مستقل رہے ہیں ماور کوئی قوم جب تک خداوند بزرگ نہ چاہے ہماری آزادی کو فنا نہیں کر سکتی۔ ہمیں اس کا سبھی کامل یقین ہے۔ کہ ترکی قوم اس جنگ سے کامیاب طریقہ پر نکل کر پہلے سے بہت زیادہ مضبوط ہو جائیگی۔ اس نے اپنی خلافت مقدسہ کے ماتحت اس کا ارادہ کر لیا ہے۔ کہ وہ جنگ سے نجات پا کر ملکی اصلاح کا کام پوری قوت سے شروع کرے گی ترک جس طرح ہمیشہ سے چھوٹی اور پست قوموں کو پناہ دیتے رہے ہیں۔ اسی طرح آئندہ بھی ان کو اپنی حفاظت میں رکھیں گے۔ کیا وہ زمانہ لوگوں کو یاد نہیں ہے جبکہ ترکی قوم نے اجنبی لوگوں کو خراسانی سے اپنا مہمان بنایا۔ اور ان کی حفاظت کی تھی۔ یہودیوں کو اسیٹین کی حکومت نے جلا وطن کیا۔ اور وہ ترکوں کی پناہ میں آکر آباد ہوئے۔ ترکوں نے ان کی حفاظت کی اور ان کو ہمیشہ خوش رکھا۔ پولینڈ اور ہنگری کے تباہ شدہ لوگ ترکی میں آئے۔ اور ترکی نے ان کو پناہ دیکر اپنا ملک دیا۔ اور ان کو آباد کیا۔ ترکی ہی میں آکر

کر لوس امپوچی نے پناہ لی۔ اور اسی قسم کے بہت سے واقعات تاریخ میں موجود ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ ترک ہمیشہ سے تباہ شدہ قوموں اور بیکیں لوگوں کو پناہ دیتے رہے ہیں۔ اور ان کی یہ خصلت فطری ہے +

بکرتامی بکنے اپنی تقریر کے آخر میں فرمایا۔

ترکی اسلامی حکومت ہمیشہ سے غیر متعصب حکومت رہی ہے۔ وہ تمام مذاہب اور تمام قوموں کے ساتھ عدل و انصاف کرتی رہی ہے۔ اس نے کبھی کسی قوم اور کسی مذہب کی امانت نہیں کی۔ اور نہ کسی کو کوئی اذیت پہنچائی۔ جس کا ثبوت ترکی کے باشندوں کی معاشرت اور باہمی محبت و رواداری سے کافی طور پر مل سکتا ہے +

جنگ سکاریہ کے بعد | یونانیوں کی آخری غلط بیانی نے جس طرح ان کے عروج کو چند ساعتوں کے لئے دنیا میں بلند و بالا کر دیا تھا۔ اسی طرح بعد کے واقعات نے ان کو پست و ذلیل کر دیا۔ بظاہر ایسا معلوم ہوتا تھا کہ جنگ اناطولیہ کا فائدہ ہو گیا ہے۔ اور یونانیوں کے تمام جنگی قوای مضحمل اور بیکار ہو گئے ہیں۔ جس وقت تک مغربی اقوام کو یہ امید تھی کہ یونان فتح باب ہو جائیگا۔ اور ترکوں کو معاہدہ سیورے تسلیم کرنے پر مجبور کیا جائیگا۔ ان کے ضمیر و اخلاق کو ذرا بھی حینش نہ ہوئی۔ فرانس و برطانیہ کے لوگ یونان کی بربریت و خونخواری کے واقعات کی رپورٹ کرتے رہے۔ اناطولیہ کے مرد و زن اور بچوں کی تباہی کے افسانے بھی دول عظام کی تمام سلطنتوں میں گونجتے رہے۔ لیکن ہند و مستند و مغربی تہذیب کو حرکت نہ ہوئی۔ اگر کوئی تجویز پاس ہوئی۔ تو یہ کہ یونانی اور ترک امتدادی کارخانوں سے سامان جنگ خرید سکتے ہیں۔ جس سے سراسر یونان کی امداد منظور تھی۔ لیکن جب یونانیوں کو شکست ہوئی۔ تو بیسویں صدی کی ابتدا تہذیب حرکت میں آگئی۔ اور دول عظام مداخلت کر کے اناطولیہ کا فائدہ کشی سے بچانے کی کوشش کا عزم کرنے لگی۔ اور

یونانیوں نے دیہاتوں کو تباہ و برباد کر کے ایک قحط کی حالت پیدا کر دی ہے۔
 واصل جنگ سکاریہ نے یونانیوں کی ہمت کی کمریں توڑ دیں۔ حوصلے انکے
 پست ہو گئے۔ شیار جالوں اور مال کا نقصان انہوں نے اٹھایا جس کی تلافی وہ
 سالوں میں بھی نہیں کر سکیں گے۔ وہ ہر طرف سے مایوس ہو گئے۔ عملہ تو درکنار
 ان کو مدافعت کا بھی یارا نہ رہا۔ ان کی طاقتیں بالکل پرانگہ ہو گئی تھیں۔
 اسید تھی کہ اگر یونانیوں کے پاؤں میدان سکاریہ میں اکٹھے ہو گئے۔ تو وہ جسکی شہر
 پر ضرور اپنی قوتوں کو جمع کر کے مقابلہ شدت کے ساتھ کرینگے۔ کیونکہ یہ ان کا
 ہمایون ہی اہم مقام تھا۔ لیکن چپ شہر کی برتر کوں نے حملہ کیا۔ اور محاصرہ
 کی نوبت آئی۔ تو کیا ہوا کہ ترکسکی شہر میں فوراً داخل ہو گئے۔ اور شہر پر انہوں
 نے قبضہ کر لیا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یونانی مقابلہ کرنے کے ناقابل تھے۔
 یہی بھاری میدان جنگ تھا۔ جب یہ مقام اس آسانی سے ترکوں کے ہاتھ آ گیا
 تو پھر دیگر غیر اہم مقامات کس آسانی سے ترکوں کے لاندھے آئے ہونگے۔ فی الواقع
 جنگ سکاریہ کے بعد یونانیوں اور ترکوں کے درمیان کوئی بھاری لڑائی نہ ہوئی
 چند چھوٹی چھوٹی لڑائیاں ہوئیں۔ مگر یونانی ہر مقام پر مقابلہ کر لے سے عاجز
 ہوتے گئے۔

یونانی ہر طرح سے مایوس ہو گئے تھے۔ شاہ قسطنطین بھی یونان میں واپس
 چلا گیا تھا۔ لوگ اس سے بھی بیزار تھے۔ مصطفیٰ کمال پاشا کے پاس انہوں نے
 صلح کی درخواست کی۔ مگر انہوں نے قبول نہ کی۔ تب شاہ قسطنطین اس
 سوچ بچار میں تھا کہ دول یورپ سے پیچ بھاؤ کرنے کی استدعا کرے چنانچہ
 یونان کا وزیر اعظم اسی غرض سے ایک وفد ہمراہ لے کر یورپ میں گیا۔ بروم میں
 اسپین کی سرس میں بھی۔ اور پھر لندن میں۔ تاکہ اتحادیوں کو اپنا طرفدار بنا کر ترکی سے
 ان کی حفاظت کی
 میں آئے۔ اور ترکی طے کی وقت یہ ہوئی کہ شاہ قسطنطین کو ایک توپ بیک تختہ سر

معزول کرنا چاہتی تھی۔ دویم دول بھی اس کو بادشاہ تسلیم نہ کرتی تھی۔ خاصکر
فرانس اس کی عدم تخت نشینی کا حامی تھا۔ ناں البتہ برطانیہ عظمیٰ نے شاہ مظفر
کو بادشاہ تسلیم کر لیا۔ اس شرط پر کہ یونانیوں اور ترکوں کا قضیہ ختم ہو جائے۔
اور اٹلی اور فرانس بھی رضامند ہوں۔

ایک اخبار کے نمائندے نے بکر سمیع بے سفیر کمال پاشا سے پیرس
میں ملاقات کی۔ اور یونانی ترکی جھگڑے کے اختتام کے متعلق سوال کیا۔
انہوں نے کہا۔ کہ میں کسی سیاسی کام پر پیرس میں نہیں آیا ہوں۔ ناں اتنا ضرور
ہے کہ ہم صلح سے بھاگتے نہیں۔ لیکن صلح ایسی ہو کہ ہماری شاندار روایات
کے سامنے مناسب حال ہو۔ اور جب برطانوی محکمہ خارجہ نے چند سیاسی
استادیوں کے توسط سے ہم لوگوں سے مصالحت کے لئے کہا بھیجا۔ تو ہم
لوگوں نے اعلان کیا۔ کہ ہم یونان سے اس وقت گفتگوئے صلح کریں گے۔
جب وہ تحلیلہ سمرا۔ تقریب اور سواحل باسفورس کو تسلیم کر بیٹے۔ ہم کو معلوم
ہے۔ کہ برطانوی سفیر متعینہ۔ ایٹھنس یعنی لارڈ گرین دل نے کہا ہے۔ کہ وہ یونان
کی طرف سے ہم لوگوں سے نامہ و پیام کرنے کو تیار ہیں۔ ہم اس کو بھی پوشیدہ
رکھنا نہیں چاہتے۔ کہ فرانس ہمارے ساتھ ہے۔ اور فرانسیسی وزیر خارجہ
ہماری خارجہ پالیسی کا موید و معاون ہے۔ اور اپنی گورنمنٹ کی ہدایت سے
میں نے ایم برائڈ کو اطلاع دی ہے۔ کہ اگر یونان چاہے اصول مصالحت
کو تسلیم کرے۔ تو سرزمین فرانس میں ہم یونانیوں سے گفتگوئے مصالحت
کریں گے کو تیار ہیں۔

بہر حال دول حلفاء کے سیاسی حلقوں اور یونانی حکومت میں تباہ خیالات
جاری ہو گیا جس میں مشرق کے امن و امان اور سکون و اطمینان کے معاملات

زیر بحث تھے۔ مصطفیٰ اکمال پاشا۔ جسے کس نے بھی اس معاملہ پر بات چیت نہ کی۔ اور نہ ہی انہوں نے اس بات کی اہمیت کی۔ وہ صلح کرنے پر آمادہ تھے لیکن ان شرائط پر کہ یونان بحرنا اور تقویٰ خالی کر دے تاوان جنگ ادا کرے۔ اور اناطولیہ کے شہروں اور آبادی کو جو نقصان پہنچا ہے۔ اس کا معاوضہ دے۔

یونان حالت نزع میں دم شکاری کر رہا تھا۔ اور تمام یونانی عناصر اٹھائے۔ وزیراعظم کی راہ دیکھ رہے تھے۔ کیونکہ وزیر موصوف دول خلفا کے ہر سر صدر مقامات پر یونانیوں کی طرف سے فریاد لے کر گیا تھا۔ اور یونان کے مستقبل کا دار و مدار زیادہ تر اسی گفت و شنید پر منحصر تھا۔ لیکن خبروں سے یہ پتہ چلتا ہے۔ کہ وزیر موصوف کو بہت ہی کم کامیابی کی امید نظر آئی۔ وہ بھی سرکاری ذریعہ سے نہیں۔ بلکہ محقی ذریعہ سے۔ وزیراعظم یونان نے فرانس میں اپنی ملاقات کے متعلق کوئی خبر نہ دی۔ جس سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ گورنمنٹ فرانس یونانی وفد کی طرف ملتفت نہ ہوئی۔۔۔۔۔

۔۔۔۔۔ کیونکہ فرانس کی گورنمنٹ اس وقت ترکی اور فرانسیسی معاہدہ کی طرف اس قدر متنبہ تھی۔ اور وہ اس وفد کی طرف کافی طور پر توجہ نہ ہو سکی۔ وزیر خوجہ فرانس نے یونانی وزیراعظم کو اپنی ملاقات میں کہا۔ کہ یونان کو چاہئے۔ کہ وہ اپنے چھوٹے سے ملک پر قیامت کرے۔ کیونکہ چھوٹے سے ملک کا انتظام اچھا رہتا ہے۔ اور ملک کی وسعت بسا اوقات نظام کو درہم برہم کر دیتی ہے۔ ایسا ہی وزیر خارجہ نے وزیراعظم یونان کو پہلی ملاقات میں کہا۔ کہ چونکہ اب فرانس اور گورنمنٹ انگورہ کا معاہدہ ہو چکا ہے۔ اس لئے وہ انگورہ گورنمنٹ اور یونان کے معاملہ میں کوئی حصہ لینا نہیں چاہتی۔

در اصل فرانس یونانی جدوجہد کو جو اناطولیہ میں کر رہا تھا۔ نفرت کی نگاہ سے دیکھتا ہے۔ سب سے پہلے اٹلی نے بکری سمجھ بک سے ایک معاہدہ کیا

جس میں اس نے یونانی جدوجہد کو اناطولیہ میں ناجائز قرار دیا اور پھر فرانس بھی اٹلی کے نقش قدم پر چلا جس کا نتیجہ معاہدہ فرانس اور انگورہ گورنمنٹ ہوا۔ اب صلفاد سے سمرٹ انگلستان جی باقی رہ گیا ہے۔ وہ بھی شاہ قسطنطین کی دہری کرکٹ کا ہونڈ ٹائیٹس کھانا کہ مشرق قریبہ میں واقعات کی حالت اس حد تک پہنچ گئی ہے کہ برطانوی گورنمنٹ کے لئے لازمی ہو گیا ہے کہ وہ اس امر کا فیصلہ کر لے کہ وہ کس قسم کی پالیسی اختیار کرے گی۔ ایشیائے کوچک میں یونانیوں کی ملک گیری کی ہوس اور جاہلانہ کارروائیوں کو قطعی کامیابی ہوئی ہے۔ اور ان تمام حال امیدوں اور آرزوؤں کی یا وجہ کی بنیاد اس ہوس اور برہمیت پر قائم کی گئی تھی۔ اب یقیناً باعث کوفت ہونا چاہئے جس وقت سے کہ یونانی فوج انگورہ کے سلسلے سے عسکی شہر کی جانب پسپا ہوئی ہے ماسوقت سے اب تک کوئی واقعہ فوجی اہمیت کا ظہور میں نہیں آیا۔ لیکن امیدویم کی حالت جو اس طریق سے پیدا ہو گئی ہے۔ وہ عرصہ تک قائم نہیں رہ سکتی۔ سب سے زیادہ برطانوی گورنمنٹ کے لئے یہ ضروری ہے کہ اس نازک حالت کی بنا پر جس کے اثرات کا اس کے مفاد پر گہرا اثر پڑتا ہے۔ اس کو جو فیصلہ کرنا ہے۔ اسے التواء میں نہ ڈالے۔ واقعات اور اسباب ہم کو عقلمندانہ روش کے لئے مجبور کر رہے ہیں۔ یونانی وزیر اعظم سٹرایم گونازس اور وزیر امور خارجہ سٹرایم بالٹس میں یہاں لندن میں ہیں۔ اور گذشتہ چند ایام میں وہ لارڈ کرزن سے برابر گفت و شنید کر رہے تھے۔ آج یہ خبر ہے کہ انگورہ کی نیشنل اسمبلی نے یہ طے کیا ہے کہ وہ برطانیہ، اٹلی اور ریاستہائے متحدہ امریکہ کو فودروانہ کرے گی۔ جو قوم پرستوں کی شرائط صلح اور مقاصد کو ان کے سلسلے بالتفصیل پیش کرینگے۔ جن نمائند کو گمانی فودروانہ کر رہے ہیں۔ ان میں فرانس کا نام نہیں ہے۔ کیونکہ فرانس نے حال ہی میں مصطفیٰ کمال سے ایک اہم معاہدہ کر لیا جس کی پہلی شرط یہ ہے کہ دستخطوں کے ثبت ہونے کے وقت سے چابچین کی طرف سے حالت جنگ فوراً بند ہو جائیگی۔ معاہدہ ترکی اور شام کی حدود کو فیصلہ

قیدیوں کا تبادلہ قلیل القعد اقواموں کا تحفظ اور بعد ازیں یو سے کار فرار اس کے جنوب سے نہیں تاکہ استعمال شامل ہے۔ کمالی وزیر خارجہ نے جو خط فرانسیسی تہا بیٹہ ایم فرانکلن بولین کو لکھا ہے۔ اس میں فرانس کی تجارتی جدوجہد کی ہمت افزائی کی ہے ہمارا دوسرا حلیف اٹلی بھی فرانس کے نقش قدم پر چل رہا ہے۔

اس لئے صورت حال جس کا ہم کو مقابلہ کرنا ہے یہ ہے۔ عہد نامہ سیدریس متروک ہے۔ نام ہنا و ترکی گورنمنٹ جو کہ قسطنطنیہ میں اتحادیوں کے زیر تحفظ قائم ہے کسی شمار میں نہیں آتی۔ دراصل جو گورنمنٹ ترکی قوم کی نمائندہ گورنمنٹ سے وہ صرف مصطفیٰ کمال کی گورنمنٹ ہے۔ یونانی مصطفیٰ کمال کے خلاف ایٹلی کو چاک میں اپنے ہتھیاروں کے زور پر قبضہ قائم رکھنے میں قلعی ناکامیاب رہے اور گو کہ وہ کسی شہر پر چڑھے ہوئے ہیں۔ لیکن عظیم خطرات اُن کے سامنے ہیں۔ مصطفیٰ کمال نے ایک ایسی فوج کی مدد سے جس کے پاس نہ تو کافی ہتھیار تھے۔ اور نہ وہ قواعد جنگ سے کما حقہ واقف تھے۔ ایک ایسی یونانی پیش قدمی کو جو کہ شروع میں جنگی نکتہ خیال سے نہایت اہم تھی۔ انگو را پر روکنے اور پسپا کرنے میں عجیب جنگی قابلیت کا ثبوت دیا ہے۔ اناطولیہ کا موسم سرما جو کہ نہایت سخت ہونا ہے قریب آ رہا ہے۔ اور اگرچہ افواہیں جو کہ یونانی فوج کی ہمت مار دینے کی بابت مشہور ہیں۔ مبالغہ آمیز ہوں۔ لیکن اس میں کوئی شک نہیں ہے۔ کہ اگر موجودہ خطر حالت کچھ دنوں اور قائم رہی تو یونانی فوجی استقامت اور یونانی طرز حکومت کو عظیم پھپھنے کا اندیشہ ہے۔ یہ خیال عام ہے۔ کہ برطانوی گورنمنٹ یونانی مطالبات سے ہمدردی اور ترکی پر ان کے حملہ کی طرف دار رہے۔ یہ خیال صورت حال کو مد نظر رکھتے ہوئے ہم خیال کرتے ہیں۔ کہ غلط ہے۔ اس خیال میں تبدیلی پیدا کرنا نہایت ضروری ہے۔ بہترین خدمت جو ہم یونانیوں کی اس وقت انجام دے سکتے ہیں۔ وہ یہ ہے کہ ہم اُن کو مجبور کریں۔ کہ وہ اپنے ناممکن الوقوع مطالبات سے فوراً دست کش ہو جائیں۔ یونانی و ترکی جنگ ماہر ایک دن ہماری مشکلات اور

اخراجات میں عراق کردستان اور تمام مشرق وسطیٰ میں ہندوستان تک اضافہ کرتا ہے۔ یہ جنگ بالمشویک اور پان اسلامٹ کے ماتحت میں جو کہ ہمارے خلاف مشرق میں پروپیگنڈا کر رہے ہیں۔ اُس جنگ سے زیادہ تھلک ہتھیار ہے جو کہ فی حقیقت جنگ نہیں ہے۔ اور خیال کیا جاتا ہے کہ ہم مصطفیٰ کمال سے جس کے جھنڈے کے نیچے تمام ترکی قوم کا اجتماع ہے جنگ کر رہے ہیں۔ اس سے زیادہ تاخیر فیصل کا گورنمنٹ کے لئے جو ہم نے حال ہی میں عراق میں قائم کی ہے۔ بہت بڑے خطرہ کا باعث ہے قسطنطنیہ کی تجارت سے حاصل ہونے والی دولت کو اتحادی قبضہ سے ناقابل تلافی نقصان پہونچا ہے۔ اور ان لوگوں کے لئے جن پر اس شہر کی حکومت اور تحفظ کا بار ہے کہ یونانیوں کو اس امر کی ترغیب دیجائے کہ وہ اپنے مطالبات میں اس حد تک کمی کریں۔ کہ ایشیائے کوچک کو جس کے حصے میں بھی وہ اپنی قوت کی بنا پر تحفظ سے نہیں رہ سکتے۔ فوراً خالی کر دیں۔ تب ترکی قومی گورنمنٹ سے منفعت بخش صلح کرنے کے لئے راستہ صاف ہو جائے گا۔ ایسی صلح کہ جس سے مشرقِ قریبہ میں توازنِ قوت قائم ہو جائیگا اور وہ انجینئین جس کی وجہ سے سلطنتِ برطانیہ کے مفاد پر خطرہ میں ہیں۔ مٹ جائے گا۔

لیکن ادھر انکو راکورنمنٹ نیشنل اسمبلی نے یہ فیصلہ کیا کہ ترکان احمدیہ کے مقاصد و شرائط صلح بیان کرنے کے لئے برطانیہ عظمیٰ، فرانس، اٹلی اور اصلاخ مخدہ لامرئیکہ اکی جانب و خود بھیجے جائیں۔ جو وفد امریکہ جائیگا۔ وہ اقتضائی مراعات کی ضمانت پر قرض حاصل کرنے کی کوشش کریگا۔ نیز جمیعتِ قومہ نے یہ بھی ایک قرارداد پاس کی۔ وہ یونان کے سوا باقی سب طاقتوں سے ذیل کی شرائط پر صلح کرنے کے لئے تیار ہے :-

(۱) یونانی ترک آویزش میں پوری پوری غیر جانبداری برتنا۔

(۲) ٹرکی کی مکمل آزادی کو تسلیم کر لینا۔

(۳) غیر جانبدار علاقے سے یونانی بیڑے کو ہٹا دینا۔

ترکی وفد جو فرانس میں گیا تھا۔ اس میں جنرل رفعت بے اور تین افسران اعلیٰ جمال بے۔ سکی بے۔ اور شامی بے تھے۔

پیشتر اس کے کہ یونانی و ترکی جنگ کا تصفیہ دول یورپ کریں۔ اتحادیوں نے اس بات کی تجویز کی کہ ایک کانفرنس پیرس میں اتحادیوں کی قائم کی جائے جس میں مشرق قریہ کے حالات پر بحث کی جائے۔ چنانچہ یہ کانفرنس منعقد ہوئی اور کئی ہفتوں تک اس کا اجلاس رہا۔ اس کانفرنس کے اختتام پر ایک کانفرنس کے انعقاد کی تجویز ہوئی جس میں سائیل ٹرکی پر بحث تھی۔ اس کانفرنس کے جوتاچ ہو گئے وہ اہمیزہ ناظرین کی۔ نذر کئے جائینگے۔

اب ہم آپ کو یہ بتانا چاہتے ہیں کہ اس اثنا میں ترک کیا کرتے رہے ہیں اگرچہ اناطولیہ میں معمولی لڑائیاں ہوتی رہیں۔ لیکن ترکی سپاہ زہر دست لڑائی کے لئے تیار ہو گئی۔ اناطولیہ کا موسم سرما بھی شروع ہو گیا۔ اور صلح کی سلسلہ صیباتی بھی شروع ہو گئی۔ میر مصطفیٰ کمال پاشا نے ان باتوں کی کوئی پروا نہ کی۔ اور اپنی تیاری میں مشغول رہے۔ چنانچہ غازی مصطفیٰ کمال پاشا معارکان حرب عالم مرکز جنگ کی طرف روانہ ہو گئے۔ تاکہ ایک آخری فیصلہ کن جنگ کرنے کے لئے یونان کے خلاف پوری قوت سے جنگ کو شروع کیا جائے۔ بلکہ حکومت انگلورا نے موسم سرما کی جنگ کے لئے مکمل تیاریاں کر لیں۔

بعد ازاں غازی مصطفیٰ کمال پاشا نے جرنیل نورالدین پاشا کو حکم دیا کہ وہ بروصہ پر حملہ کریں۔ اور جرنیل غالب پاشا کو کہا گیا کہ وہ اپنی تمام طاقت کو جمع کر کے سمرنا کی طرف بڑھیں۔ اور اس پر حملہ آور ہوں۔ غازی مصطفیٰ کمال پاشا نے یہ کوشش بھی کی کہ افیوم قرعہ حصار اور عسکی شہر کے محاذوں پر یونانی افواج مشغول مدافعت رہیں۔ تاکہ لورجہ اور سمرنا کی افواج کو امداد نہ پہنچا سکیں۔

ترکوں کی تیاریاں مکمل ہو چکی تھیں۔ لیکن یونانی سپاہ کی حالت تمام محاذوں پر نہایت کمزور اور ردی تھی۔ اور بعض مقامات پر تو اس کی ہستی بہت خطرے میں تھی۔ ترکوں نے کئی مقامات پر سلسلہ اتصال قطع کر دیا۔ اور یونانی سپاہ محصور ہو گئی۔ جو ترکی فوج سمرنا کی طرف بھیجی گئی تھی۔ وہ بہت مضبوط اور قوی تھی۔ خیال کیا جاتا تھا کہ یونانی سمرنا کی محافظت نہیں کر سکتے۔ اور تاب مقاومت نہیں لاسکیں گے۔ یہی وجہ ہے کہ آج یورپ کی فضا آسمان میں یونان کی طرف سر مصالحت اور صلح و امن و امان کی صدا ایں گونج رہی ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ اب یونانیوں کے لئے ذریعہ نجات و رستگاری یہی ہے کہ وہ فوراً صلح کر لیں اور اپنے آپکو ترکوں کی بے پناہ شمشیر سے بچالیں۔

اناطولیہ کی ترکی سپاہ موسم سرما کی زبردست جنگ کے لئے مکمل ہو چکی تھی۔ اور خطوط جنگ پر چھوٹے چھوٹے معرکے بھی شروع ہوئے۔

یہی وجہ ہے کہ لندن میں صلح کا نفرنس طلب کی جا رہی تھی لیکن ترکوں کے گذشتہ تجربات کو دیکھتے ہوئے ان کا فائنڈیشن قدمی کے مقابلہ میں صلح کی ڈوریوں سے معوب ہو نا ہرگز قابل یقین نہیں جس طرح ایک خارج جرنیل کو جب تک دشمن کی غیر مشروط حوالگی کا اطمینان نہیں ہوتا وہ ابتدائی تجاویز صلح پیش نہیں کرتا۔ اسی طرح غازی اعظم سب سے اول اناطولیہ کے تھلبہ تادوان جنگ کی مقدار اور استعدادوں کی ضمانت پر اڑے ہوئے تھے۔

ترکوں کی یہ تیاریاں ظاہر کرتی ہیں کہ وہ اس ارادہ پر مضبوطی سے قائم تھے کہ گفتگوئے مصالحت میں اگر ناکامی ہوئی تو بعد میں وہ فوراً جنگ شروع کر دیں گے۔ اور موسم سرما کی شدت کا خیال ان کو اس ارادے سے باز نہ رکھے گا۔

انٹورپ کی فوجی مجلس اعظم کا ایک جلسہ ہوا جس میں غازی اعظم کے عہدہ سپہ سالاری میں اور تین ماہ کا اضافہ منظور کیا گیا۔ اس میں غازی کمال پاشا نے

ایک زبردست تقریر کی۔ اور ظاہر کیا۔ کہ جنگ کا اختتام اس وقت تک ناممکن ہے۔ جب تک ایک زبردست اور فیصلہ کن جنگ قورع میں نہ آئے۔ پھر آپ نے فرمایا کہ میں یوثوق یہ اصرار ظاہر کر دینا چاہتا ہوں۔ کہ ترکی سپاہ اپنے ترکی عہد کو پورا کرنے کے لئے مضبوطی سے قائم ہے۔ اس نے قومی مجلس اعظم سے حمایت و ملن کے لئے کہا تھا۔ غازی مدوح نے فرمایا کہ جب تک یونان کا ایک سپاہی بھی سرزمین اناطولیہ میں رہیگا۔ اس وقت تک صلح کی گفتگو کا لفظ منسے نکالنا حرام ہے۔

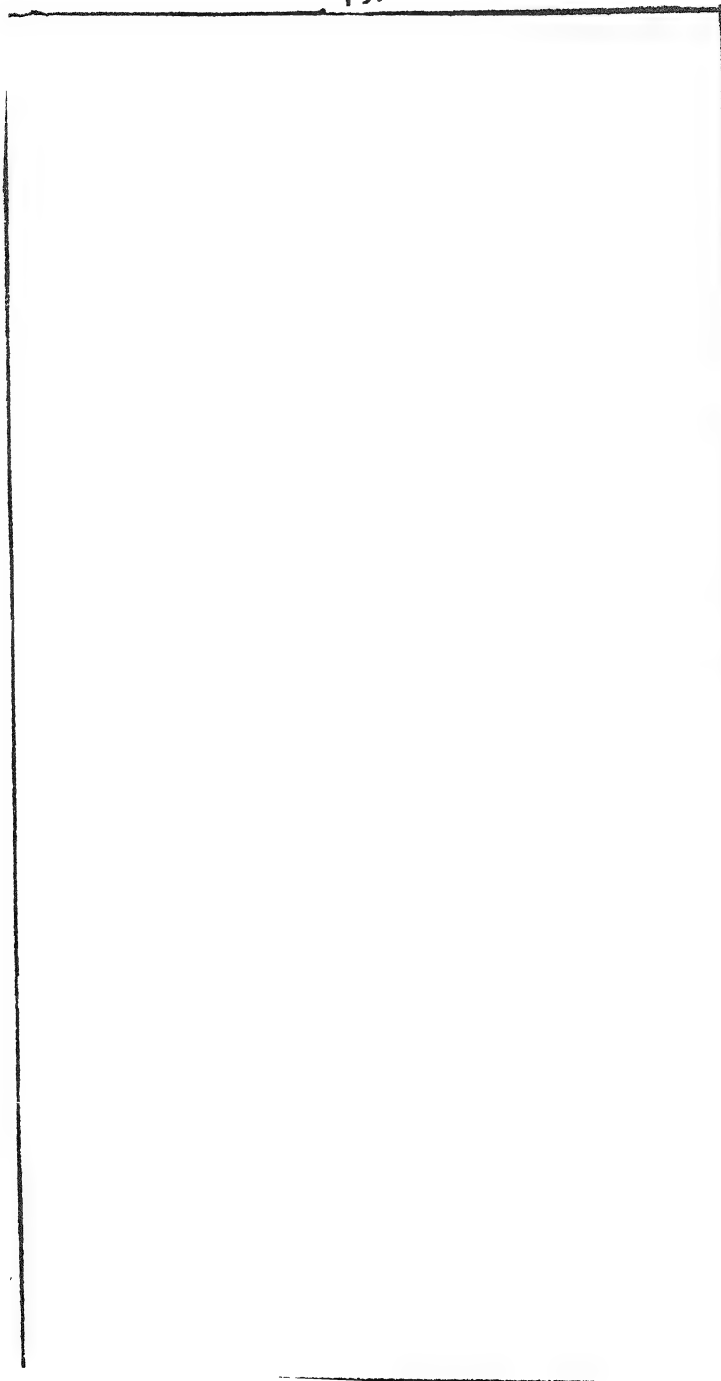
پھر مکمل تیاریوں کے علاوہ حکومت انگور نے فوجی عہدوں میں ایک اہم تغیر تبدیل کیا۔ جو ایک زبردست معرکہ کے آغاز کی تمہید ہے۔ چنانچہ انیسوم قرعہ حصار کے جنوبی میدان کی کمان علی احسان پاشا کے حوالہ کی گئی۔ جو ماٹا سے رہا ہو کر لئے تھے۔ اور کاظم پاشا کو ان کا مددگار کیا گیا تاکہ وہ دوران جنگ میں معرکہ کی سربراہی کریں۔ پھر غازی کمال پاشا نے اپنے متحد فوجی افسر سے ملکر آئندہ جنگ شروع کرنے کے مسئلہ پر مشورہ لکھیا۔ اور کثرت راستے سے یہ قرار پا گیا کہ یونان پر حملہ شروع کیا جائے۔

رؤف بک مشہور ترکی بحری افسر جو جنگ طرابلس کے زمانہ میں بہادر حمید یہ کے کمانڈر تھے۔ اور پھر حکومت آستانہ کے وزیر بحر مقرر ہوئے تھے۔ ماٹا سے رہا ہو کر آستانہ پہنچ گئے۔ اور حلال سے انگور کے ارادہ سے اینبونی کی طرف روانہ ہوئے۔ انگور کی حکومت نے ان کو اپنی حکومت کا وزیر بحر مقرر کیا۔

مارٹنک پوسٹ کے نامہ نگار نے ایک انگریزی فوجی افسر سے بیان کیا کہ ترکی قہر میں ترکی ہتھیار اور تمام سامان جنگ نہایت اچھا اور زمانہ کے مطابق ہے۔ اور ان کی تعداد یونان سے کم نہیں۔ اور یہ ترکی سپاہ یونانی مرکزوں پر پوری قوت سے حملہ کر رہی ہے۔ یہاں تک کہ وہ سمرنا کے قریب تک پہنچ گئی

ہے۔ نامہ نگار نے اپنے اندازہ سے ظاہر کیا کہ اس وقت ترکی جہاں سمرنا سے صرف ۲۰ کیلومیٹر کے فاصلہ پر ہے۔ اور اس کے سامنے یونانی سپاہ کا ٹھیرنا مشکل ہے۔ کیونکہ ترکی سپاہ ان پہاڑیوں کی پناہ میں ہے۔ جو سمرنا کو چاروں طرف سے گھیرے ہوئے ہیں۔ *

اب ہم اس کو اسکا جگہ ختم کرتے ہیں۔ آئندہ جو واقعات رونما ہونگے۔ پھر نشانہ ناظرین کی خدمت میں پیش کئے جاویں گے۔ یار زندہ اور صحبت باقی *



مظالم یونان مسلمانان کی پر

تھمپید | عنوان بال کے متعلق تمہید ہی بیان ایک مرقع عیان کی سی داستان رکھتا ہے جس کو پڑھ کر شک و دل سے شک دل بھی رقیق القلب ہو کر لرزہ ہر اندام ہو جائیگا۔ اور رنج و الم کا شکار ہو کر ایک دفعہ تو ضرور ہی ان مظلوموں پر دلی درجے کے ساتھ اشک حسرت و افسوس گرا جائیگا اور جو رقیق القلب ہے جس سے اسلام کے ساتھ محبت ہے۔ جو اپنے بھائیوں کی تکلیف کو محسوس کرتا ہے۔ وہ تو ان حالات و واقعات کا مطالعہ کر کے حزن و ملال اور رنج و غم سے بچ و ناب کھاتا ہو اور ظالم یونانیوں کے حق میں دعائے بد ہی کیا کرے گا۔ اور اب میں سرد بھرتا ہوا ان مظلومین کی دردناک حالت پر آٹھ آٹھ آنسو رو بہکا ظالم یونانیوں کے ہاتھوں لامحدود تعداد میں ملک کی بے گنہ مسلمان آبادی شہید ہو کر دارالبغی کی طرف کوچ کر گئی۔ ہزار ہا کی تعداد میں مقتول بے گور و کفن ہیں۔ یونانیوں نے تیغ بیدار بن چلائے وقت یہ نہ دیکھا کہ ان کی تلوار کے سائے میں کوئی معصوم بچہ آتا ہے۔ جو معصوم بچہ جو ایک سٹوکر سے لڑھکتا لڑھکتا کچی قدموں پر جا سکتا ہے۔ وہ معصوم بچہ جو نہ اٹھ سکتا ہے۔ اور نہ ہی چل سکتا ہے۔ بلکہ بڑک بڑک کر ماں سے دودھ مانگتا ہے۔ جس کے منہ میں ابھی دانت بھی نہیں ہیں۔ جو رحم اور بے رحمی کو محسوس تک نہیں کر سکتا۔ اور جو یونانیوں کی سفاکانہ شمشیر زنی سے کہیں بھاگ کر اپنی جان نہیں بچا سکتا۔

نہ ہی یونانیوں نے قتل عام کرتے وقت یہ دیکھا کہ کوئی عورت ذات ان کے ہاتھوں مقتول ہو رہی ہے۔ وہ عورت ذات جو بے دست و پا شکست ہوئی ہے۔ وہ پردہ دار اور با عصمت عورت جو گھر کی چار دیواری سے باہر کبھی قدم نہیں رکھتی۔ اور جس نے کبھی تلوار کی شکل تک نہیں دیکھی ہے۔ وہ عورت

جو اپنی نازک ہستی کے باعث صنعت لطیف گنی جاتی ہے۔ وہ عورت جو نہایت ہی ضعیف و لرکتی ہے۔ جس کی روح ذرا سی بھی خوفناک بات دیکھ کر قالبِ عنصری سے پروانہ پیدا کرنے کو تیار ہوتی ہے۔ وہ عورت جو خوفناک قتل کا خونِ نظارہ دیکھ کر نمونہ اقبالِ امتِ مولو ہو جاتی ہے۔

اور یہی یونانیوں نے خونچکان تلوار چلنے کے وقت یہ دیکھا کہ کوئی بوڑھا مردان کی تلوار کا شکار ہوتا ہے۔ وہ بوڑھا جس کے ہاتھوں میں نہ تو قدرت ہوتی ہے۔ اور نہ ہی اس کے پاؤں میں سکنت۔ وہ بوڑھا جو اپنی عمر کے آخری حصہ کی منزلیں طے کرتا ہے ضعیف و ناتوان جسم رکھتا ہے۔ وہ بوڑھا جس کی ریش مبارک رموں نہیں اور سر کے بال سفیدوں تک سفید ہوتے ہیں۔ وہ بوڑھا جو پشتِ خمیدہ ہو کر عصا کے سہارے سے چلتا ہے۔ وہ بوڑھا جس کے تمام اعضا اور قوی کمزور ہوتے ہیں۔ بھارت کی طرف مائل ہوتی ہے۔ منہ میں دانت نہیں ہوتے۔ وہ بوڑھا جس کا جسم اور سر شل ہوتا ہے۔ اور وہ بوڑھا جس کے سفید بالوں کی عزت و ربار خداوندی میں بھی منظور ہوتی ہے۔

الغرض یونانیوں کے مظالم سے نہ کوئی عورت بچی نہ کوئی مرد بوڑھا یا جوان بچہ یا کوئی بالغ۔ جو سامنے آیا۔ ان کا شکار ہوا۔ ایک ہی وار میں اس کا کام تمام ہوا۔ ماٹوں نے اپنے سامنے بچوں کو مقتول ہوتے دیکھا۔ اس کے بھائی بہن۔ عزیز و رشتہ دار و راکدان کے رہبر و یونانیوں کے ہاتھوں موت کے گھاٹ اتارے گئے۔ پھر وہ خود بھی جانبر نہ ہو سکے۔ بالوں نے اپنے اہل و عیال و عزیز و اقارب کو فدا ہوتے اپنی آنکھوں دیکھا۔ لیکن بعد ازاں وہ بھی اہل کے منہ میں چھکیل گئے۔ مکاؤں میں مردوں و عورتوں اور بچوں کو بند کر کے تنگ لگا دی گئی۔ اور جلا کر فاکسٹر کر دیا گیا۔ بھل گئے ہوؤں کو گولی کا نشانہ بنایا گیا۔ موت کا بازار گرم تھا۔ ملک الموت کو ایک سیکنڈ کی بھی ہمت نہ تھی۔

یونانیوں نے وہ وہ مظالم و ستم سلماؤں پر توڑے۔ جو کبھی کسی کے وہم

دنگان میں بھی نہیں آئے۔ ضحاک سخت ظالم گنا جاتا ہے۔ مگر اس قدر زانی طرز سے ظلم اس نے بھی نہ کئے ہونگے قتل عام اور آتشزدگی کے علاوہ انہوں نے ناخست و غارت گری سے بھی کام لیا۔ گھروں کے گھروٹ سے گھر والوں کا گلا گھونٹا۔ مال و اسباب اسٹا کر چلتے بنے۔ گھر سے گھر انہوں نے ہر باد کر دیئے گاؤں کے گاؤں تباہ کر ڈالے گئے۔ شہروں کے شہر جلاوٹے گئے۔ نیک سیرت فرشتہ خصلت عفت ناپ مستورات کی بے پردگی اور عفت شکنی کی گئی۔ بعد ازاں ان کو مکانات پر سے گلیوں اور بازاروں میں پھینکا گیا۔ نزاروں بچے معصوم قتل رہ گئے۔ ہزار باعورتیں بیوہ ہو گئیں۔ یونانیوں نے ایک تہہ لکھ عظیم پر پا کر رکھا تھا۔

اول تو کوئی بھاگ کر یونانیوں کی ستم رانی سے جان ہی نہیں بچا سکتا تھا جو بھاگے وہ جنگلوں میں بھوک اور پیاس کے مارے تباہ ویر باد ہوئے۔ ان کی حیات و بقا اجل کے حضور عظیم میں پرو گئی۔ گھر سے بے سرو سامان فقط اپنی جان لے کر باہر نکلے۔ ایسی بے چینی اور بھگدڑ کی حالت میں سامان اٹھانا کس کو سوجھتا ہے۔ فقط اپنی عزیز جان کو ہی بچانے کا خیال ہوتا ہے۔ اکثر بچے اپنی ماؤں سے جدا ہوئے۔ اکثر بھائی بھائی سے عورت خاوند سے باپ بیٹے سے علیحدہ ہوا۔ وہ سماں قیامت خیز تھا۔ اکثر ہستیاں نیم جان اور بسمل ٹرپٹی اور پھڑکتی رہ گئیں۔ جن کو یونانیوں نے نذر آتش کیا۔ کہاں تک اس غم بھری داستان کو بیان کیا جائے۔ قلم کو یاد نہیں کہ اس پہوہان منظر کا نقشہ کھینچ سکے۔ آگے چلکر آپ تمام ان ظالمانہ واقعات اور سیاہ کاریوں کا لحاظ فرمائیے۔ جو یونانیوں کے ہاتھوں بردے کا ر آئے۔ اور جس کے سبب سے یونانیوں کے ہاتھ پر کلنک کا ٹیکا لگ چکا ہے۔ قصہ مختصر یہ کہ ہر ممکن ظلم و ستم کا۔ تجربہ کیا گیا۔ اور ہر ممکن سفاکی اور بے باکی سے عمل کیا گیا۔ مسلمانوں کا خون گرایا گیا۔ دل کی بھر اس نکالی گئی۔ جو وہ نہ کر سکتے تھے۔ وہ بھی

انہوں نے کیا اور خوشیاں منائیں +

یونانیوں نے اس قتل و غارتگری کی حقیقت کو چھپانے کی زحمت کو شیش کی مگر وہ اپنی قصابی کو نہ چھپا سکے۔ چند اہل دل جنہوں نے خولی مناظر کو اپنی آنکھوں دیکھا۔ دنیا کے سامنے ان حقایق کا انکشاف کیا۔ جہاں پہتان جانسن نے ایک رسالہ لکھا جس میں انہوں نے سمرنا اور ضلع ایدن کے ۲۱ مئی ۱۹۱۷ء کے اور مابعد کے پیش آنے والے واقعات کو صوفی سلاسل و کالیاس پہنا کر جلوہ گر کیا +

پہتان موصوف نے لکھا کہ اگرچہ ترکی سپاہیوں نے یونانیوں کی کسی قسم کی مزاحمت نہ کی لیکن اس پر بھی ان کو ایک جگہ حج کر کے صرف اس بناء پر گولیوں کا مینہ برسا یا گیا۔ کہ انہوں نے موسیو و مینر بلاس کے نفرت لگانے سے کیوں انکار کیا +

یونانی پچارے گورنر سمرنا کو سمندر کے پشتہ تک کیلینچ کر لے گئے۔ اس کی ٹوپی پیروں سے روندی گئی۔ اس کی عورتوں کو بے پردہ کیا گیا اور اس کے گھر کو لوٹ لیا گیا +

ترکی سٹاف کے افسر اعلیٰ کے چہرہ کو برہمیوں سے گھوٹا کیا گیا۔ اور بعد قتل اسکی لاش کو موسیقی کے باڈہ میں پھینک دیا گیا۔ ترکی فوج کا لٹل ڈاکٹر بیجی کے ساتھ موت کے گھاٹ اتارا گیا۔ مسلم عورتوں کی بے حرمتی کی گئی ان کا دل و زیور چھین لیا گیا۔ اور انہیں ان کے گھروں سے باہر نکال دیا گیا +

یونانیوں نے ڈھونڈ ڈھونڈ کر ترکو کو بیدوی سے قتل کیا۔ اور حبیب ان کی خونریزی کی پیاس اس سے بجھی نہ بجھی۔ تو انہوں نے نیلے زبان عورتوں اور مصوم بچوں کو مکالوں میں بند کر کے آگ لگا دی۔ اور ان کی بیٹے بسی کی موت کا تماشا دیکھا جن عورتوں کی غیرت اور حیثیت نے اس طرح

ذلت کی موت مرنا گوارا نہ کیا۔ افسانوں نے دشمن کا مقابلہ کرنا چاہا مگر تو ان کو باندھ
باندھ کر گولیوں کا نشانہ بنایا گیا +

یونان نے سب سے پہلے ۱۹۱۹ء کے درمیان میں سرزمین سمیرنا میں قدم
رکھا۔ اس وقت سے مسلمان بے دریغ تہ تیغ ہونے شروع ہو گئے۔ ایسا زلزلہ انہوں
نے جب انقرہ میں قدم رکھا تو وہاں بھی انہوں نے اپنے ممالک کے جوہر دکھانے
میں کمی نہ کی۔ چپا پہلو بن آیا۔ ظلم کیا۔ اس کے بعد جہاں جہاں یونانیوں کا قدم گیا۔
وہ زمین مسلمانوں کے خون شہادت سے رنگی گئی +

ہم سب سے پہلے ان ممالک کا ذکر کرتے ہیں۔ جو انہوں نے سرزمین سمیرنا میں
برپا رکھے۔ بعد میں دیگر مقامات کا ذکر کیا جائیگا +

سمیرنا میں یونانی مظالم | ولایت سمیرنا وہ جگہ ہے۔ جہاں گزشتہ پانچ سو سال
سے انسانی خون کا ایک قطرہ بھی نہیں گرا ہے۔ اب یونانیوں نے زمانہ گزشتہ
کی خلافی پوری کر دی ہے۔ انہوں نے بے گناہوں کی خونچیزی و آبروریزی
میں کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہیں کیا ہے +

لوسین کی گنگش عثمانیہ رٹشکاش کانگریس نے ایک پمفلٹ شائع کیا جس
میں یہ بتایا گیا کہ اس عظیم الشان ولایت کو یونانیوں نے ایک وسیع ویرانہ
کی صورت میں بدل دیا ہے۔ ۵۰ ہزار ترک و روم فرساحات کے ماتحت قتل
کر دیئے گئے ہیں۔ اعدائے لاکھ ترک اس وقت خانہ خانہ برپا و نارسے مارے
پھر رہے ہیں +

خود شہر سمیرنا میں غضب آلود اچھیوں کی بے انگھصوں کے مسلحہ ترکی آبادی
کو ہر قسم کے ظلم و ستم کا نشانہ بنایا گیا۔ لہذا تو سرزمین سمیرنا کا ایک ذریعہ یونانی
مظالم سے چیخ رہا ہے۔ لیکن صوبہ کے دو علاقوں مینین اور عائیہ میں کی طرف
یونانیوں نے خاص توجہ کی +

مینین کی قریب تمام ترکی آبادی بغیر کسی اشتغال کے تلو مار کے کھاٹا مار

گئی۔ عائدین کی کیفیت ناگفتہ بہ تھی۔

نیروکا قصہ آپ کو یاد ہو گا۔ کردہ منہ الکبریٰ کو آگ لگی ہے۔ اور وہ ایک اونچے ٹیلے پر بیٹھا ہانسی بجا رہا ہے۔ لیکن اس ظالم بادشاہ کو بھی کبھی ظلم کا یہ پیرا یہ نہ سوجھا ہو گا۔ کہ آبادی کو زندہ ان کے گھروں میں جلا دیا گیا۔ لیکن یونانیوں نے عائدین میں سب کچھ کر دکھایا۔

سمرنا سے لے کر نانی ناک تمام شہر۔ گاؤں اور جھونپڑے ویران خانہ اور راکھ کے ڈھیروں کی صورت میں تبدیل کر دیئے گئے ہیں۔ ان میں بہت ایسے ہیں۔ جن کے باقی ماندہ دھواں نکلنے ہوئے رکھ کے ڈھیر میں سے جلی ہوئی لاشیں اور ہزاروں معصوم ترکہ عورتوں۔ بچوں اور ضعیفوں کے خون آلود اعضا دکھائی دے رہے ہیں۔ جو یونانی مظالم کے شکارین چکے ہیں۔ اس تمام تاراج شدہ سرزمین سے جھپٹے نہایت ہی خوشحال اور شاداب شمار کی جاتی تھی۔ آج ایک وحشت ناک صدائے الم سنائی دیتی ہے۔ جس خون آشام سنگدلی سے ترکوں پر ظلم کیا گیا ہے۔ اور جس کا ثبوت انگریزی۔ فرانسیسی اور اطالوی شاہدوں کی شہادت سے ہوتا ہے۔ اس کی نظیر کہیں نہیں ملتی۔

رپورٹ بتاتی ہے۔ کہ اعلیٰ یونانی سوسائٹی کی عورتوں اور سمرنا کی بلند پایہ لیبڈیوں کے مردہ لاشوں کی نہایت قابل نفرت اور کینہہ قطع و برید پر صرف خوشیاں ہی منائیں۔ بلکہ خود اس بے حرمتی میں لگتے اور ہنستے ہوئے اور حصہ لیتی ہوئی پائی گئیں۔

سنگدلی اور بے رحمی اس سے آگے بھی نہیں جاسکتی۔ لیکن مہذب دنیا نے اس پر ذرا بھی کروٹ نہ بدلی۔ خاموشی ان کا طعراے عظیم رہی۔ جب یونانیوں کے مظالم کا تمام دنیا پر راز آشکارا ہو گیا۔ تب ایک مخدہ کشن مقرر کی گئی جس نے ان واقعات کی تحقیقات کی۔ جو ذیل میں درج کی جاتی ہے۔

دول مندرہ کی تحقیقاتی کمیٹی کی رپورٹ

قسط نمبر ۱۱۔ اکتوبر ۱۹۱۹ء

حصہ اول۔ ذمہ داری کی تشخیص۔

۱۱۔ تحقیقات سے یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ منگامی صلح کے بعد سے عام طور پر عیسائیوں کی حالت دلایت عایدین میں قابل اطمینان ہے۔ اعدان کی سلامتی معرض خطر میں نہیں پڑی۔

اگر یہ سمجھا جائے کہ مجلس صلح نے نادرست اطلاعات کی بنا پر سمرنا کے قبضہ کا حکم صادر کیا۔ تو جو واقعات وہاں رونما ہوئے۔ ان کے متعلق اولین ذمہ داری ان اشخاص یا حکومتوں پر عائد ہوتی ہے جنہوں نے اس قسم کی اطلاع جیسی کہ واقعات ثابت شدہ میں پہلے نمبر پر درج ہے۔ بلا قصد یا صحیح تسلیم کسی یا مشہور کسی۔ اس واسطے میں اطالیہ کے نمائندہ جرنیل نے چند امور مختصہ کا اعادہ کیا ہے۔ جو سمینٹسویں جلسہ کی رپورٹ میں مذکور ہیں۔

۱۲۔ ان واقعات کا اصل سبب مذہبی منافرت میں تلاش کرنا چاہئے۔ یونانیوں نے اس منفرد کے اظہار کو روکنے کی کوئی سبیل نہیں کی۔ سمرنا پر قبضہ کرتے وقت وہ تہذیب و شائستگی کے علم برداروں کی شکل میں نظر نہیں آئے۔ بلکہ ان کی پیش قدمی نے فوراً ہی فاسخانہ شکل اختیار کر لی۔ اور جو رویہ انہوں نے اختیار کیا اس سے ثابت ہوتا تھا کہ گویا وہ ایک جلیبی جنگ میں حصہ لے رہے ہیں۔

۱۳۔ جو کارروائیاں ۱۱۔ اور ۱۲۔ میں سمرنا اور اس کے مضافات میں یونانیوں کے مداخلت سمرنا پر اترنے سے پہلے وقوع کے اندر وقوع میں آئیں۔ ان سب کی ذمہ داری یونان کے اعلیٰ فوجی افسروں خیران حکام پر عائد ہوتی ہے۔ جو اس نے فرض کی بجائے اور یہی قاصر رہے۔

حکومت یونان نے اس بارے میں جو فیصلہ کیا ہے۔ اس میں اس نے اپنی اس ذمہ داری کو تسلیم کر لیا ہے۔

مگر اس ذمہ داری کا ایک حصہ سمرنا کے ترکی حکام پر بھی عائد ہوتا ہے جنہوں نے یونانیوں کے آمد سے پہلے ہی سمرنا کو قید کر کے اور اس کی اسلحہ ہتھیار کو روک دیا۔

کے لئے کوئی تدبیر اختیار نہ کیں +

(۳) ان غور پزیر مہنگاموں کے لئے جنہوں نے ملک کے اندرونی حصے کو یونانی سپاہ کی پیش قدمی کیے دوران میں شہنشاہ کے خون سے لہک دیا۔ تمام ذمہ داری گبرنٹس یونان پر اس کے اہل دیوانی حاکم اعلیٰ کے کوسل سے عائد ہوتی ہے جو سمرنا میں اس کا قائم مقام تھا۔ اور اس کی وجہ حسب ذیل تھیں +

البتہ حاکم مذکور نے مجلس عالیہ کی ان ہدایات پر عمل نہیں کیا۔ جو بدریغ تاراج کر کے کوشش کی کہ ۸ ہینچ موسیو و ہینچ بلوس نے سمجھوائی تھیں۔ اس نے اختلاف ثلاثہ سے استصواب سمجھنے بغیر فوجی کمانڈر کو اجازت دے دی کہ ۱۰ ارمنی کوشب کے گیارہ بجے حائیدین میگیشیا اور قضاہ کی جانب جو سبق (ضلع) سمرنا کی حدود سے باہر تھے۔ سپاہ روانہ کرنے کا حکم صادر کرے +

(ب) اسی حاکم نے اہل سمرنا کو یونانی فوجی قبضہ کی وسعت سے دیدہ و دانستہ بے خبر رکھا۔ جن کا نتیجہ یہ ہوا کہ مسلمان آبادی کا جوش بڑھا اور آخر فنا ہو گیا +

(۵) اعلیٰ یونانی حکام پر اس وجہ سے بھی ذمہ داری عائد ہوئی ہے کہ انہوں نے غیر مصافی آبادی کو مسلح ہو کر طراوت و کثافت سمرنا میں کھلے بندوں پھرنے کی اجازت دی۔ اور جب انہیں قیام امن و امان کے لئے فوج یا پولیس سے کام لینے کی ضرورت پیش آئی۔ تو فوج باقاعدہ کے ساتھ ساتھ انہوں نے اسلحہ بند غیر مصافی آبادی کی خدمات سے بھی فائدہ اٹھایا۔ جو کسی طرح جائز نہ تھا +

(۶) وادی میاںدریس جو قبائل واقع ہوئے ان کا اصلی سبب یہ تھا کہ یونانی فوج اس علاقہ پر قابض ہوئی تھی۔ حالانکہ یہ قبضہ سمرنا جائز نہ تھا +

یونانی سپاہ کی پیش قدمی اور اقامت پر جو افسوسناک واقعات ظہور میں آئے۔ ان کی وجہ یہ تھی کہ سپاہ مذکور کی پیش قدمی کے بعد ملک میں ایک طرح کی حالت جنگ رونما ہو گئی تھی +

مصر کے سے ترکوں اور یونانیوں کے درمیان منافرت چلی آتی ہے جس سے

بلاخبرہ فسادات مذکور میں اور بھی وحشیانہ پن داخل ہو گیا۔ اور وہ آئے دن رد نہایت ہو گئے۔ لیکن اگر بنظر انصاف دیکھا جائے۔ تو صرف یونانی ان کے لئے ذمہ دار نہیں گردانے جاسکتے۔ اور یہی نظریہ ان واقعات پر عائد ہوتا ہے۔ جو علاقہ پر عامہ نواح سیگیشیا اور یوڈی مش میں ظہور پذیر ہوئے۔

(۷) انکراس کے برعکس تنہا یونانی مینسن کے قتل عام کے ذمہ دار ہیں۔ غوریزی پہلے سے سوچ سمجھ کر عمل میں نہیں لائی گئی۔ بہر نوع یونان کے فوجی حکام جلتے تھے کہ معاملہ پر عامہ کی وجہ سے یونانی سپاہ میں بید جوش پھیل رہا ہے۔ اس لئے ان کا فرض تھا۔ کہ وہ حتی الوسع ایسی ممکن تدابیر اختیار کرتے۔ کہ سپاہ ان کے قابو میں رہتی لیکن ان کی غفلت کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ جو فوج مضائب۔ تلخان اور خوف و خطر کی وجہ سے تنگ آچکی تھی۔ آخر بلا اشتغال نہتے ترکوں کے قتل عام پر اتر آئی۔ جو یونانی افسرین میں موجود تھے۔ وہ اپنے فرض کی بجا آوری سے کلیتہً قاصر رہے۔

(۸) اگرچہ صورت حالات اب کسی قدر رو بہ اصلاح ہو گئی ہے۔ لیکن ہمزو ولایت عایدین میں مکمل امن و امان بحال نہیں ہوا۔

اناطولیہ کے اندرونی علاقے کے ساتھ تمام تجارتی تعلقات منقطع ہیں اس میں کچھ کلام نہیں۔ کہ معاملات کی یہ صورت یونانی تسلط اور اس حالت جنگ کی وجہ سے ہے۔ جو ترکوں کی بے قاعدہ سپاہ اور یونانی فوج کے درمیان رد نہا ہو گئی ہے لیکن اب یونانی فوج کے وائبرہ تسلط کی توسیع رک گئی ہے۔

ترکوں کی قومی تحریک کے سرگرم ہوں کو جو بعض غارت گراور رہزن قبائل کے بوڑھے سرداروں کے ساتھ مل کر کام کر رہے ہیں۔ مؤخر الذکر چھیتوں پر اتنا قابو حاصل نہیں تھا۔ کہ وہ انہیں باثفاقیہ حملوں سے باز رکھیں۔ اس لحاظ سے ملکہ کے موجودہ حالات کی ذمہ داری کسی قدر ان سرگرم ہوں پر بھی عائد ہوتی ہے۔ ان کی ذمہ داری کے پردے میں بظاہر ترکی حکومت کی ذمہ داری ہے۔ جبکہ اب تک قومی تحریک کے سرگرم ہوں برکی قیہ کا اتنا دار حاصل نہیں ہوا۔

ارکان کمیشن

(دستخط ٹائٹل، برٹشل، بیونوسٹ، ہیرر ڈل اولیو۔)

حصہ دوم کمیٹی کے اخذ کردہ نتائج۔

(۱) یونانی قبضہ سے سمرنا اور ولایت عائدین میں جو صورت حالات پیدا ہوئی ہے۔ وہ راستی اور حقیقت سے دور ہے۔ جس کی یہ وجہ ہے۔ کہ

(۱) اس قبضہ سے اصولاً صرف قیام امن مقصود تھا۔ لیکن فی الحقیقت اس میں الحاق کی تمام صورتیں عیاں ہیں۔ تنہا یونانی۔ ڈائی کمشنر کو موثر اختیارات حاصل ہیں۔ ترکی حکام کو جو اپنے عہدوں پر قائم رہے ہیں کسی قسم کا اختیار حاصل نہیں۔ انہیں قبضہ سے کوئی احکام موصول نہیں ہوتے۔ اور تقریباً تمام ترکی پولیس اور جندارہ معدوم ہو چکی ہے۔ اس لئے ترکی حکام کو اپنے احکام کے اقتضائے کاکوئی ذریعہ حاصل نہیں۔

(ب) اگر یونانی قبضہ عارضی ہے اور اس کا مقصد صرف قیام امن ہے۔ تو اس میں بیانیوں پر اتنی عظیم فوجی قربانیاں عائد ہو جاتی ہیں۔ جو مقصد مذکور کے لحاظ سے بہت بڑھ چڑھ کر ہیں۔

(ج) موجودہ صورت میں اس قبضہ سے صلح اور امن و امان بحال نہیں ہو سکتے۔ حالانکہ تحفظ زدہ اقوام کو اس کی اشد ضرورت ہوتی ہے۔

(د) کمیٹی کی رائے ہے کہ

(الف) اگر اس علاقے پر فوجی قبضہ کا مقصد صرف اسی قدر ہے۔ کہ امن عامہ اور سلامتی کو بحال کیا جائے۔ تو اس پر یونانی سپاہ کا نہیں بلکہ اتحادیوں کی سپاہ کا تسلط ہونا چاہئے۔ جس پر ایٹلیائی کو چک میں ایک متحدہ ڈائی کمشنر مامور ہو۔

(ب) اگر مجلس صلح میں قیام دیا جا چکا ہے۔ کہ یونان اس علاقے کو مکمل اوقطی طور پر اپنے قبضہ میں لے لے تو پھر یونانی ہی اس قبضہ کو قائم رکھیں۔ (اس صورت میں یونان کے فوجی افسروں کو ہر طرح کی کارروائی کرنے کا اختیار ہو گا۔)

(ج) اتحادی طاقتوں کے ہاں بلا جاملتہ اس اصول سے کوئی ہونگا۔ جس کے تحت وہ اس قبضہ کو

کا احترام کیا گیا ہے۔ مگر علاقہ مقبوضہ میں خود سمرنا اور عیوالی کو نظر انداز کر کے دیکھا جائے۔ تو لامحالہ یونانی عنصر پر ترکی عنصر غالب ہے۔

یہ جنادینا تحقیقاتی کمیٹی کا فرض ہے۔ کہ ترکی قومی جذبہ جو پہلے ہی اپنی مخالفت کا ثبوت دے چکا ہے۔ اس الحاق کو منظور نہ کرے گا۔ وہ صرف طاقت و قوت یا یوں کہئے کہ ایک فوجی ہم کے سامنے تسلیم خم کر سکتا ہے۔ اور اگر یونانیوں نے تنہا اس ہم کا بیڑا اٹھایا تو کامیابی کی کوئی توقع نہیں ہو سکتی۔
(۱۳) نظر بحالات موجودہ کمیٹی حسب ذیل تجاویز پیش کرتی ہے۔

(الف) جہاں تک جلد ممکن ہو۔ کل یونانی سپاہ یا اس کے ایک حصہ کی بجائے فعلتاً کی افواج بھیجی جائیں۔ اور ان کی تعداد بھی یونانی سپاہ سے بہت کم ہو۔
(ب) اگر یونان کی خودداری کو قائم رکھنے کی غرض سے یہ فیصلہ کیا جائے کہ یونانی سپاہ کا ایک حصہ اس قیام تسلط میں معاون ہو۔ تو اس سپاہ کو مقبوضہ علاقے کے مرکز میں رکھا جائے۔ تاکہ ترکی جماعت احبار کی فوجوں سے اس کا تضادم نہ ہونے پائے۔
(ج) جو نہی اتحادی قابض ہو جائیں۔ حکومت ترکی سے کہا جائے کہ وہ اتحادی فوج کی زیر ہدایت اور زیرِ کمان جندرامہ کو مرتب کرے۔ اور اسے جہاں تک جلد ممکن ہو اس قابل بنائے کہ وہ تمام علاقہ میں امن قائم کر سکے۔ اور اس کے ساتھ ہی اتحادیوں کی افواج کی قائم مقام بن جائے۔

(د) جندرامہ کے نظم و نسق کے ساتھ ساتھ حکومت ترکی کو چاہئے کہ وہ علاقے کا دیوانی انتظام بھی بحال کرے۔

(۱۴) ترکی کی جماعت احبار کے سربراہ اور وہ اشخاص نے بار بار کہا ہے کہ ان کی مخالفت محض یونانیوں تک محدود رہے۔ اس لئے ان کے دل میں مسلح معاومت کی جو خواہش ہو۔ وہ تجاویز مذکورہ سے زایل ہو جانی چاہئے۔ اور قسطنطنیہ کی مرکزی حکومت

سلاو سرنامیں عیسائیوں کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ لیکن یونانی مسیحی ترکوں کے مقابل میں تنہا نہیں ہیں۔ اور یہودی بھی اس بات کے خواہشمند نہیں کہ یونانی سرناموں کو مٹا لیں۔

کو تمام اختیارات واپس مل جانے چاہئیں۔ جو اسے اس وقت حاصل نہیں ہے۔
اب اس میں کوئی امر مانع نہ ہونا چاہیے کہ بے قاعدہ سپاہ سے ہتھیار چھین لئے جائیں۔ اگر اس پر عملدرآمد نہ ہو تو پھر اختلاف ثلاثہ کو چھپی طرح معلوم ہے کہ ترکوں کے عذرات و فحاشی کہاں تک قابل وقعت ہیں۔ خواہ وہ عذرات قومی تحریک کے سرکردہ اشخاص کی طرف سے ہوں یا حکومت کے اعضاء کی طرف سے۔
ارکان کمیشن۔

(دستخط) امیر البحر برٹل۔ نمائندہ ریاستہائے متحدہ امریکہ۔

(دستخط) جرنیل پولورسٹ۔ نمائندہ فرانس۔

(دستخط) جرنیل پیئر۔ نمائندہ برطانیہ۔

(دستخط) جرنیل ڈل اولیہ۔ نمائندہ اطالیہ۔

شاہ قسطنطنیہ کی آمد کی خوشی میں ایمسٹرڈیم کے اجازت الگین، اونڈلہ و
کامرانہ نگارانا طولیہ اپنی چشم و کیفیت کی بنا پر نکستہ پیکوئی نامی سرنام میں شاہ
مسلمانوں کو گولی کا نشانہ بنایا گیا

قسطنطنیہ کی آمد پر خوشیاں منا رہے تھے۔ وہ بندوق چلائے اور ہم پھینکتے تھے۔
مظلوم وحشت زدہ ترک ادھر ادھر مارے مارے پھرتے تھے۔ ان کو وہ دن
یاد تھے جب ترکوں کو سمندر میں پھینکا گیا۔ لاکھوں ترکوں کو لوٹا گیا۔ اس کے
علاوہ دوسرے نامہ نگاروں نے نہایت ہوشربا حالات یونانیوں کے ظلم و
ستم کے حوالہ قلم کئے ہیں۔ ان کے مطابق زرین۔ بیراج اور ابولیک کے قصبوں
میں یونانیوں نے مسجدوں کو اصطبلوں میں تبدیل کر دیا۔ ایک امام کو مار کر
اس کی لاش تالاب میں پھینک دی۔ انہوں نے شل رصنبے۔ رشیدی بے شکری
بے رنج احمد بے۔ علی لاری بے۔ مالک بے کو جو نہایت سرباوردہ اور بے ضرر
اشخاص ہیں بغیر کسی جرم کے جلا وطن کر دیا۔ ہر وہ جس کے ترکوں پر انہوں نے بے
اتہا ظلم کیا۔ انہوں نے نہ صرف لوگوں کو لوٹا مارا و قتل کیا۔ بلکہ میگنیشیا کے قبرستان

میں گھوڑے دوڑائے، اور ابو کی مسجد میں زبردستی گھسکر قرآن اور دیگر کتب مقدسہ کو پارہ پارہ کیا۔

یونانی مظالم پھریں

سمرنا میں یونانی مظالم کی کوئی انتہا نہیں۔ اس جگہ ہم نے صرف محدودے چند بطور مثال درج کئے ہیں۔ اب ہم علاقہ تھریس میں یا دیگر ترکی علاقوں میں یونانی مظالم کی داستان بیان کرتے ہیں۔ جو ذیل میں درج ہے۔

یونانیوں کے خوفناک مظالم یونانیوں نے باشندگان ایسٹک پر جو مظالم توڑے۔ وہ اتنے ہیں کہ حیطہ تعداد میں بھی نہیں آسکتے۔ ان میں سے چند ذیل میں درج کئے جاتے ہیں۔

(۱) جس دن صلح اسٹک پر یونانیوں کا قبضہ ہوا، اسی دن انہوں نے جنرل امر کے ان اراکین کو تہ تیغ کر دیا۔ امین علی شوش۔ احمد علی عثمان۔ احمد اوغلو مصطفیٰ اداواوی۔ بوشنگ رجب۔ ابراہیم حسن میرام۔ اس کے علاوہ انہوں نے جاننازادے کی غولہ صورت عورت کو جلا کر رکھ کر دیا۔

ایک ترکی خاتون کی چھانی کاٹ ڈالی (۲) اسی ہفتے کے دوران میں یونانی

”خود دوس“ کے گلوں میں گھس آئے اور سات سو بیسٹریں حاجی مصطفیٰ سے اور دو سو کو یون مصطفیٰ سے چھین کر لے گئے۔ اس کے علاوہ انہوں نے محمد حاجی اعلیٰ موتا حمدی۔ ہناجر یونس۔ احمد صالح۔ اور ہناجر محمد کو گرفتار کر کے کسی نامعلوم مقام کو بھیج دیا۔ مقام مسیما میں استادیوں کے ان لادٹوں نے اس سے بھی زیادہ مظالم کئے۔ اور اُس گاؤں کی ایک محترم خاتون فاطمہ خانم کی دائیں چھاتی کاٹ ڈالی۔

(۳) ”عزمنلی“ میں یہ وحشی اور سفاک لوگ علی اوسط کی نوعمر بیٹی کو اٹھا کر لے گئے۔ اور اسے لاشیوں سے مارا۔ اس کے علاوہ دو سو مویشی بھی چھین لے گئے۔

دو لوفں جماعتوں نے اتحاد یوں سے بارہا استدعا کی کہ خدا کے لئے ان علاقوں کے مسلمانوں کی خوفناک مصائب کو دور کرو جن پر یونانیوں نے قبضہ کر رکھا ہے لیکن خوشخوار یونانی فوجیں اسی جبر و تشدد اور دہشت انگیزی پر قائم رہیں۔ اور ایشیائے کوچک اور مصر میں یونانی برابر ترکوں کے ساتھ وحشیانہ سلوک کرتے رہے اور سب سے زیادہ کمبختی ان علاقوں کے مسلمانوں کی تھی۔ جن کے خالی کر دیئے پر یونانی مجبور ہو گئے تھے۔ ان سفاکوں نے امینی شہر اور اس کے لواحقی تصبات و دیہات کو تاخت و تاراج کیا اور پھر ان کو جلا کر خاک کر دیا۔ یونانی فوجیں جس جس شہر کے خالی کر دیئے پر مجبور ہوئیں۔ ان شہروں کی تمام سرکاری عمارتوں اور مقامات عامہ کو انہوں نے آگ لگا دی۔

عیسائیوں کو بھی نہ چھوڑا اور بند۔ مارا جیک۔ سلوز۔ سوس۔ ساغرک و شہریت

اور باشک۔ کے دیہات میں تو انہوں نے عیسائیوں کو بھی نہ چھوڑا۔ صرف کوپری حصار اور وہی شہر کے علاقوں میں انیس لگاؤں اس فوج نے تباہ تاراج کئے ماحول خاکستر بنا دیئے۔

ترکی دیہات پر گولہ باری یونانیوں کے چند جنگی جہازوں نے بند گاہ ہرینا کے آس پاس متعدد ترکی دیہات پر گولہ باری کی۔ اور جب بے شمار بے گناہ جانوں کا نقصان ہو چکا۔ تو سمندر کی طرف واپس لوٹ گئے۔

ہزار ہا مویشی ترکی سے یونان پہنچائے جا رہے ہیں مویشی حاصل کرنے کے لئے باقاعدہ میلہ منعقد کئے جاتے تھے۔ جس میں آئے دن بھیڑیں زراعتی مویشی۔ دودھ دینے والے حیوان اور گھوڑے تمام دیہات سے جمع ہوتے۔ اور مال غنیمت کی طرح تقسیم کر لئے جاتے ہیں۔ چنانچہ یونانیوں کی باقاعدہ فوج نے شہر ہزار بھیڑیں اور پچیس ہزار دیگر مویشی فراہم کئے۔ اور ہر گام کے مقام پر بھیج دئے تاکہ بندہ جہاز یونان کو روانہ کئے جائیں۔ امریکہ نے جوئی الحقیقت اصطلاحاً جرمنی سے برسرِ پیکار ہے۔ ایک لاکھ دودھ دینے والی گائیں جرمنی میں بھی ہیں۔ تاکہ جرمنی

کے لاکھوں کروڑوں بچے جو دودھ نہ پلنے کی وجہ سے مر رہے ہیں۔ جان برہنوں کی
لیکن اس کے برعکس ترکی میں چھوٹے بڑے انسان برابر عیسائیت کی سفائیوں
کی نذر ہوتے رہے۔ اور کوئی ان مظلوموں کی خبر نہیں لینا تھا۔
تھریس میں یونانیوں کی بے ایمانی انڈین کنفرنس میں جو ترکی وفد شریک
ہوا اس کے صدر کی خدمت میں قسطنطنیہ سے مندرجہ ذیل برقی پیغام موصول ہوا۔
جس پر ۶۸ فروری کی تاریخ لکھی ہوئی تھی۔ اور تھریس کے کئی معززین کے دستخط
ثبت تھے۔

جناب والا تھریس میں یونانیوں نے صداترکی معززین کو محض اس لئے گرفتار
کر رکھا ہے۔ کہ وہ تھریس سے نقل مکانی کر جائیں۔ تاکہ ملک میں اکثریت یونانیوں
کی رہ جائے۔ اور اس کے علاوہ تھریس کے ملک بھر میں دہشت انگیزی کا دور دورہ
ہے۔ براہ کرم حکام متعلقہ سے گفت و شنید کر کے ایسی تدابیر اختیار کیجئے۔ کہ ان مظالم
کا سدباب ہو جائے۔

پانسوسے اور معززین گرفتار ترکی وفد کے نام ایک اور پیغام برقی
روما سے وصول ہوا۔ جو غالب کمال بے صدر وفد ترکی (تھریس) اور سابق
سفیر فوق العادہ ترکی نے ارسال کیا تھا۔ وہ لکھتے ہیں۔

یونانی حکام تھریس کی ترکی آبادی اور ترکی جماعتوں کو مجبور کر
رہے ہیں۔ کہ وہ جلسے منعقد کریں۔ اور یونانیوں کی سلطنت کے حق
میں منظوری کی فتاویٰ پر دستخط کر دیں۔ پانسوسے زیادہ معززین
گرفتار کر کے جیل میں ڈال دیئے گئے ہیں۔ میں بحیثیت نمائندہ ترکاں
تھریس ان حیانت آمیز اور پُر فریب کار روایتیوں پر صدائے ملامت
بلند کرتا ہوں۔ اور دول مستعدہ کی وجہ اس امر کی طرف مبذول کرانا
چاہتا ہوں۔ کہ جہاں تک جلد ہو سکے۔ ان حرکتوں کا سدباب کرنے
کی کوشش کریں۔

اسلامک نیوز کے خاص نامہ نگار کی رپورٹ | اب میں یونانیوں کی

دست بردواران کے احتساب کی حدود سے باہر ہوں۔ اور اس وجہ سے علاقہ دار ملک اور بندار میں جو کچھ یونانیوں نے کیا ہے۔ اس کے مفصل حالات اب لکھتا ہوں۔
بغیر کسی فوجی مدافعت و ہندو آزمانی کے انہوں نے اس علاقہ پر قبضہ جمالیا ہے۔ میں اس کے وجوہات و اسباب کو قلم انداز کرتا ہوں۔ یہ شاید آپ کو معلوم ہے۔ کہ (قبضہ کے وقت) فصل تیار تھی چنانچہ پہلا کام جو یونانیوں نے کیا وہ یہ تھا کہ اس دہری بھری فصل کو اپنے گھوڑوں کی نذر کر دیا۔ اور جو ان سے بچ رہی۔ لے کر مال کر دیا۔ اور پھر بھی جو کچھ باقی رہا۔ اسے جہازوں میں لاد کر یونان بھیج دیا جس قدر مزدور کھیتوں میں کام کر رہے تھے۔ سب کو مفید کر کے مرکزی کمپ (واقعہ) یونان بھیج دیا گیا۔ بہت سے کاشتکار قتل کر دیئے گئے۔

اب دو تین روز تک سکون و خاموشی کی زندگی پھر عود کر آئی۔ بڑے بڑے ترک مسجد و چرواہے ہونٹے تھے۔ برآمد ہوئے۔ اور بعض لوگوں نے یونانی اعلیٰ پر نفین و اعتماد بھی کر لیا۔

جب سب لوگ یونانی اقتدار و قبضہ میں آئے تو انہوں نے سب سے اسلحوہ خالی کر لئے۔ تمام جیل خانے معصوم ترکوں سے بھر دیئے گئے۔ سب قسم کی ایذا و سبائی اور عذاب شروع ہو گیا۔ صرف ترک ہونا ایک جرم تھا۔ ہر شخص پر قوم پرست ہونے کا الزام لگا یا جانے لگا۔ ہر شخص کی بے عزتی کی جاتی تھی۔ اور ہر شخص کی تضحیک و تعزیر کا کام معزز ترک تہ خانے میں بند کر دیئے گئے۔ اور ان میں سے ہر ایک کو ایذا پہنچائی گئی۔ اور وہ ایذا کیا تھی۔ چھ یونانی سپاہیوں نے زیتون کی پتھیاں لیں۔ اور اپنے لشکار (ترکوں) کو اس قدر زد و کوب کیا کہ وہ ماندگی و چڑ مرگی طاری ہو گئی۔ اور وہ بیدم ہو گئے۔ ان پانچویں میں سے بہت فوراً ہی عدم ہوئے۔ اور کچھ کو خانج نے معذور کر دیا۔

ترکوں کو کس طرح لوٹا گیا | ایذا و سبائی تو بالکل فصل کی چیز ہو گئی۔ اور موت

بموقع اس کا ظہور ہونے لگا۔ عریک میں سوائے ان لوگوں کے جو قسطنطنیہ بھاگ گئے
 تھے۔ ایک مسلمان بھی زد سے نہ بچا۔ اس کے بعد قریب قریب ہر اک ترک اپنی بندوق
 سے دست بردار ہو گیا۔ لیکن یونانی دل اب بھی اپنی ظلم آزمائی سے ٹھنڈا نہیں تھا۔ اور
 انہوں نے بھی اسلحہ داخل کرنے کا حکم دیا۔ لیکن اس مرتبہ کسی کے پاس کچھ داخل کرنے
 کو نہ تھا۔ چنانچہ یونانیوں نے حسب قریل غدارائی کا طریقہ اختیار کیا۔ یعنی بعض یونانی
 سپاہیوں نے (اپنی حکومت کے اشارہ سے) پوشیدہ طور پر ہندوقیں فروخت کیں
 جن کی قیمت پچاس پونڈ تک پہنچی۔ اور غریب مسلمانوں کو ان ہندوقوں کو خریدنا پڑا
 تاکہ انہیں اسلحہ داخل کرنے والے حکام کو دیکر کچھ روز کا سکون اور امن خرید سکیں۔
 اس کے بعد یونانیوں نے "نا انصافی کی تلافی" کرنے کا ڈھنگ ایسا کیا۔ لیکن یہ بھی
 اس سے زیادہ کچھ نہ تھا۔ کہ ترکوں سے اور روپیہ وصول کیا جائے مثلاً ایک یونانی
 آیا اور اس نے کسی ترک سے کہا کہ تم پر میرا اتنا قرضہ ہے۔ یا اب سے میں برس پیشتر
 تم نے مجھ سے فلان چیز بہت کم قیمت پر خریدی تھی۔ یا تم نے میری ہشک عزت کی
 اب وہ غریب ترک مجبور تھا۔ کہ اس یونانی سے فیصلہ کر لے۔ اور کچھ روپیہ دیدے
 یا جس چیز کا وہ طالب ہے۔ اُسے دیکر قصہ ختم کرے۔ اگر وہ (ترک) راضی نہ ہو۔ تو
 اسے ایذا پہنچائی جاتی! اس کو مفید کر دیا جاتا۔ یا کسی تکلیف سے وہ مرکزی کیمپ میں جلا
 وطن کر دیا جاتا۔ وہ اس سے روگردانی نہیں کر سکتا تھا۔ وہ مظالم کے خلاف کچھ
 نہیں کر سکتا تھا۔ اور یہی نہیں بلکہ اس تمام دردناک واقعہ کا حال بھی اپنے کسی عزیز
 یا ملاقاتی کو لکھنے کا موقعہ نہیں دیا جاتا تھا۔ جب مظالم تمام حدود سے متجاوز ہو گئے
 تو اس کے سوائے چارہ کار نہ تھا کہ اپنے مال و مناع پر لات مار کر قسطنطنیہ کو چلا جائے
 یہی وہ بات ہے۔ جس پر یونانی تلے ہوئے ہیں۔ اگر اس کے پاس مفوری کا کوئی ذریعہ
 نہیں۔ تو پھر وہ مجبور ہے کہ اپنے گھر میں مقید ہو جائے۔ اگر یونانیوں کو معلوم ہو جائے
 کہ کوئی ترک اپنے رفقا کو کسی قسم کی امداد پہنچا سکتا ہے۔ تو وہ کسی دن چپ چاپ اپنے کسی
 غیر معلوم مقام پر بھیج دیتے ہیں۔

اگر کوئی چاہے کہ اپنا مال (سوداگری کا) قسطنطنیہ کو بھیج دے تب بھی اس کی مخالفت ہے۔ اور اسے مجبور کیا جائیگا کہ نقصان عظیم کے ساتھ اس کو وہیں فروخت کرے۔ اس مال کا خریدار ہمیشہ یونانی ہی ہوتا ہے۔ اس لئے کہ صرف دو ہی مال کو حسب مرضی باہر بھیج سکتے ہیں۔ اگر کسی کے پاس عمدہ موقع کا مکان ہے مگر کسی یونانی افسر کا اسپرڈانت ہے۔ تو دوسرے ہی روز وہ اپنے گھر سے نکال باہر کر دیا جائیگا۔ (یہی نہیں) اس مکان کا تمام اسباب فرنیچر بھی وہیں چھوڑنا پڑیگا۔ اگر کسی دن وہ یونانی کہیں چلا جائے۔ اور وہ یہاں اپنے مکان پر دوبارہ قبضہ کرنے جائے تو اسے فرنیچر وغیرہ کچھ نہ ملیگا۔ اسباب کی تلاش وغیرہ بیکار ہوگی اس لئے کہ وہ یونانی بندرگاہ پر پہنچ چکا ہوگا۔

اگر یونانی معلوم کر لیں کہ کسی ترک کے پاس کچھ روپیہ ہے۔ تو اس کو فوراً جگہ گورنر کے پاس طلب کیا جائیگا۔ اس کا تصور یہ بتلایا جائیگا کہ تمہارے پاس قوم پرستوں کا دیا ہوا روپیہ موجود ہے۔ لہذا اسے فوراً یونانی حکام کے پاس داخل کر دیا جائے۔ اس کی مدافعت و صفائی بیکار ہے۔ اور ہر چند وہ ثابت کرے کہ روپیہ ہی کا ہے لیکن وہ مجبور ہے کہ روپیہ داخل کرے۔

یونانیوں نے سب ترکوں کو مجبور کیا کہ اس نماز میں شریک ہوں جو نینرلیو یا شاہ قسطنطنیہ کی خوشی میں ادا کی گئی تھی۔ مفتی (اسلام) بھی مجبور تھے کہ اپنے مذہبی احکام کے خلاف یونانی گرجا میں جائیں۔ اور ان کے لئے دعا کریں۔ یونانیوں نے پیشتر ہی سے مذہب اسلام اور قوم ترک کے مسئلے کا تہیہ کر لیا ہے۔ وہ مساجد کا بھی احترام نہیں کرتے ہیں۔ اور اسلئے ضبط کرنے کے بہانے ان مقدس عمارتوں کو بھی آلودہ کرتے ہیں۔

ایک مہینہ گزرا ہوگا کہ بعض البانی اور قرقاصی خانہ بدوشوں نے یونانی جنت پر حملہ کیا اور دو یونانی زخمی ہو گئے۔ یونانی سپاہیوں کی ان خانہ بدوشوں سے توپ نہیں پڑی۔ لیکن ان ستم سفاروں نے اس کا بدلہ معلوم ترک کا شکاروں سے لے لیا۔

جوراستہ میں ملا اسے قتل کر دیا۔ ان دو مقتول سپاہیوں کی لاشیں بندوبست بھی نہیں
کے جا کی گئیں۔ اور یونانیوں نے اشارہ پاتے ہی جو ترکہ اس میں مافضل کرنا
شروع کر دیا۔ ترکوں کی لاشیں سرکاری عمارتوں کے سامنے خرمین افام و تھمہ کے لٹا
ٹھکانی گئیں +

ان تمام بدعتوں کے بعد بھی وہ ان تمام خانہ بدوشوں کا پتہ چلانا چاہتے تھے۔ اس
خدمت کے لئے مشہور بدعاش کہ تھکی کو آزاد کیا گیا اور اس کو وہ سوسپاہی باقاعدہ فوج
کے دیئے گئے لیکن انہوں نے ابا لوی اور قرقاصی خانہ بدوشوں کی تلاش کی بجائے
موضع نشینی میں آگ لگا دی۔ عورتوں کی عصمت دری کی۔ کاشتکاروں کو قتل کیا۔ صرف اس
مجموعہ کے الزام پر کہ اس کاؤل نے ان لوگوں کو پناہ دی ہے۔ حالانکہ واقعہ یہ ہے۔ کہ نہ
وان اور نہ عثمانی۔ گونان اور میناز کے مواضعات میں جہاں یونانیوں نے اپنی ظلم آزمائی
کی تجدید کی تھی۔ پناہ دی گئی۔ اور نہ وٹان سے ہو کر گذرے تھے۔ لیکن یونانی قتل و
خونریزی کے لئے ہر جملہ بالکل بجا و درست ہوتا ہے۔ ان غریبوں کے پاس جو کچھ تھا
واسمہ نہیں اس لئے وہ ذرا سی بھی مدافعت نہیں کر سکتے۔ بہت سے زن و مرد سب
چیزوں کو چھوڑ کر بھاگ جاتے ہیں۔ اور جو نہیں بھاگ سکتے۔ وہ ان کا شکار ہو
جاتے ہیں +

یونانیوں نے سب مویشی چھین لئے۔ سب بیٹریں ضبط کر لیں۔ یہاں تک کہ اس علاقہ
میں بد بخت گرسنہ اور نیم مردہ لوگ باقی رہ گئے ہیں۔ اگر موسم بہار سے پیشتر قوم پر
نہ کوئی کی فوجیں ان کی حمایت کے لئے نہ آئیں۔ تو یہاں سوائے کھنڈروں کے
کچھ نہ رہے گا +

یہاں کی صورت حال اس سے کہیں زیادہ عبرتناک ہے جس کا تخیل کیا جاسکتا ہے
اور یونانیوں نے ترکوں کی تباہی میں کوئی دقیقہ نہیں اٹھا رکھا ہے +

یونانی اپنی اعلان آزادی کا جشن صد سالہ منارہے ہیں۔ جو مظالم یونانیوں نے
اب سے سو سال سے کئے ہیں۔ وہ ہمیں اس وقت کی یاد دلاتے ہیں جبکہ اہل ایران نے

روسیوں کی ریشہ دوانیوں کی وجہ سے موبیا میں علم لغات بلند کیا تھا۔ انہوں نے شہر پطرس کی مسلمان آبادی کو قتل کر دیا، اور یہی خونین معرکہ آرائی ہراس شہر میں کی جو ان کے قبضہ میں آتا گیا۔ لیکن آخر میں جو قتل و غارتگری ٹری پوسٹ میں ہوئی اس کا حال "انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا" کا موسس برطانیہ میں اس طرح مندرج ہے :-

"کاسٹرون (یعنی یونانی باغی) جب فتح ہو کر گر جا کر طرف گھوڑے پر سوار ہو کر گیا ہے۔ تو اسکے راستہ میں لاشوں کا فرش تھا۔ اور صلیب کی سب سے بڑی شمشیر اس طرح منائی گئی کہ دو ہزار مسلمان قیدیوں کو جس میں ہر عمر و ہر صنف کے لوگ شامل تھے قتل کر دیا گیا۔ زمین کی طرح سمندر پر بھی دست ظلم انکا دراز ہو رہا تھا۔ اور یہی ہی حرکت جو ان سے سرزد ہوئی وہ اس جہاز کی گرفتاری تھی جس میں حضرت شیخ الاسلام اور ان کے اہل و عیال مکہ معظمہ جا رہے تھے۔ ان بیرحم سفاکوں نے انہیں بیدار دی سے قتل کر دیا۔ نقادان بد شکونیوں اور بد فانیوں کی بے لگہم جنگ میں سائی دیتی تھی۔ جس کا مقصد حقیقی ایک دوسرے کا امتیصال تھا۔"

غازی مصطفیٰ کمال پاشا کا دردناک اپیل | الغرض یونانیوں نے شہروں کے شہر اور قصبات کے قصبات جلا کر راکھ کر ڈھیر کر دیئے مسلمانوں کو وہاں بیدار بچ قتل کیا گیا۔ غازی مصطفیٰ کمال پاشا نے مجلس قوم عظیمہ ترکی کے صدر کی حیثیت سے ایک طویل و بسیط اعلان شائع کیا۔ جس میں انہوں نے اس سکتہ کا عالم پیدا کر دینے والے نظام کا بالتفصیل تذکرہ کیا ہے جو یونانیوں نے اناطولیہ میں مردود عورتوں اور بچوں پر کئے۔ اعلان کے خاتمہ پر مہذب دنیا کے تمام باشندوں سے اپیل کی گئی ہے۔ کہ وہ نہنگ اجل کا طعمہ پینے والے مظلوموں اور بے کسوں کی جان بچائیں۔ یہ اعلان خصوصاً ان سلطان سے حفاظت و صیانت کے متعلق اپیل کرتا ہے کہ جنکی رعایتی۔ موالات اور ادوار عانت یونانیوں نے ترکی کے مقبوضات پر حملہ کیا۔ مذکورہ صدر اعلان کا لب لباب حرب ذیل ہے :-

(۱) اعلان میں بالتفصیل بتایا گیا ہے۔ کہ کس قدر نقصان جان مجموعی طور پر ہوا اور کسی طرح قیمتی اور تاریخی ذخائر برباد کر دیئے گئے۔ یہ سب آفتیں اتحادیوں اور یونانیوں کے قبضہ نافذ کے دوران میں آئیں۔ اعداء یونانی حال میں پسپا ہونے لگے اسوقت بھی انہوں نے یہ حرکات کیں۔ یہ بھی کہا گیا ہے۔ کہ ملک کا جو وسیع علاقہ بحر اسود و بحیرہ ایجیئس کے درمیان واقع ہے۔ اندر ترکان احرار کی مدافعت کا مقام ہے۔ وہاں ایک موضع یا قصبہ بھی ایسا باقی نہیں رہا جو یونانی غارتگوں نے تباہ نہ کر دیا ہو۔ تمام قصبے اور مواضع تباہ کر کے خاک سیاہ کر دئے گئے۔ بنیادیں برباد ہوئیں۔ یہاں کے تباہ شدہ علاقوں کی آبادی اور دوسرے بے خانہ برباد ہو کر ماری ماری پھر رہی ہے۔ یہاں کے ہزاروں عالم و فاضل جن طرح طرح کے مظالم توڑے گئے ہیں۔ ان کے گلوں میں ملوث غلامی ڈال دیا گیا ہے جن کی عمرانی وحشیہ دندوں کے سپرد ہے جنہیں غلطی سے یونانی قریح "کہا جاتا ہے۔ اس رپورٹ سے پتہ چلتا ہے۔ کہ وہ تمام لوگ جو بحشل یونانیوں کے ظلم آفرین اور بے پناہ تیغ سے امان پاکر میں۔ وہ بھی اس قابل نہیں رہے کہ کسی طرح بھی اپنی قوم کے مصرت میں آسکیں یونانیوں کے مظالم جو اسیران جنگ پر توڑے گئے ہیں۔ وہ ناقابل بیان ہیں۔ اکثر ایسے افسر اور سپاہیوں کی آنکھیں سنگینوں سے نکالی گئیں۔ بہت سے قیدیوں کی مختلف جسم کے حصول کی جلد تارائی گئی۔ بہت سے زخمیوں اور صمیم سالم قیدیوں کا میدر بے قتل عام کیا گیا اگر ہم ان یونانی ظالمانہ کرتوتوں کو سامنے رکھیں۔ جو انہوں نے دس ہزار ترکہ اسیران جنگ کو روک کر ان پر مظالم اس درجے توڑے کہ انہوں نے بعض لٹیروں کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ تو ان مظالم کی خونین داستان پر ایک بات کا اور اضافہ ہو جاتا ہے۔

(۲) مولود کے ساحل پر جس جگہ یونانی اترتے ہیں۔ اور جو مقامات اس جگہ سے

قرب تر ہیں۔ وہ مقامات بھی پبلک اور پرائیویٹ قانونی پروانوں سے مستثنیٰ نہیں ہیں جو لوگ زندہ ہیں۔ وہ صرف اس لئے ہیں۔ کہ یونانی افواج ان پر دندوں کی طرح حکمرانی کو کرنا

(۳) یہ اطلاعات بھی ملی ہیں۔ کہ باجیانہ اور وحشیانہ جرائم کا ارتکاب کرنے کے بعد اور

کرتے وقت اس میں زیادہ افسران اعلیٰ نمایاں حصہ لیتے ہیں۔ یہ انسان ناوحشی دندے

اپنی نفسانی خواہشات پوری کرنے کے بعد مستورات کو اکٹھا کر کے گھروں میں بند کر دیتے ہیں۔ سادہ پھران گھروں میں آگ لگا کر جلا کر خاک سیاہ کر دیتے ہیں +

(۴) تاریخی اور خوشنمایا دگاریں ان کے ماسخوں پر باد ہو گئیں حتیٰ کہ مسلمانوں کی مساجد اور اناطولیہ کے دیگر مقدس مقامات بھی آج بربادی کا منظر پیش کر رہے ہیں۔ انہوں نے خاصی دھمپی کے ساتھ فہمی یزدگوں کو ان کی جائے پناہ سے نکال کر علانیہ گولی مار دی۔ سب سے زیادہ ہمدگ یعنی شہر کے مفتی تھے جو آخری شکار بنے گئے +

(۵) ہمدگ دیگر جراثیم کے ایک اس جرم کا بھی ارتکاب کیا گیا کہ سلطان ارطغرل کا مقبرہ جو عثمان اول کے والد تھے۔ اور خاندان عثمانی کی بنیاد کے بانی تھے۔ یہ قید تاریخی یادگار ڈائنامیٹ سے اڑا دی گئی۔ جمعیت ملیعظمیٰ ترکی کے صدر مختم نے تمام دنیا سے اپیل کیا۔ کہ آیا ترکی قوم جو اپنی عزت اور خودداری کی خاطر لڑ رہی ہے۔ اسی طرح قتل کی جائیگی۔ اور یہ کہ جرم امداد کر سکتے ہیں۔ وہ اسی طرح خاموشی سے دیکھتے رہیں گے +

افغانستان کی مراسلت برطانیہ کے نام | سرزمین ترکی میں مسلمانوں کی نیرازی مطالب سے متاثر ہو کر افغانستان نے... برطانیہ سے... سلسلہ ریل و سائیکل قائم کیے خط و کتابت حسب ذیل ہے :-

جلالت ماب عالی قدر سردار اعلیٰ وزیر صاحب خارجہ افغانستان نے بعد اتفاق کیا عثمانی سرزمین پر لشکر یونان کی ظالمانہ کارروائیوں اور غیر منصفانہ مطالب کا حال سن کر افغانستان کی حکومت اور افغانوں کی قوم کو سخت صدمہ ہوا ہے +

ہم نے سنا ہے کہ اس غیر معقول جنگ میں ہماری توقع کے خلاف دولت برطانیہ نے بھی کسی قسم کی مدد دی ہے۔ آیا یہ درست ہے؟

نہ اگر حکومت برطانیہ... اس سلسلہ میں کوئی دخل نہیں رکھتی۔ تو افغانستان جو حکومت یونان کا ہم سر نہ ہونے کی وجہ سے اس حکومت سے کوئی تعلق نہیں رکھتا۔ آرزو مند ہے کہ حکومت برطانیہ جس نے افغانوں کے احساسات کا اندازہ کر کے یہ وعدہ کیا ہے۔ کہ اس سلسلہ میں...

موافقانہ سے ان احساسات کی تکمیل آج، نئی حکومت یونان کو ایسی ہدایات دے جن سے اس قسم کے ناجائز مظالم کا سلسلہ منقطع ہو جائے گا۔

اس مراسلہ کے پہنچنے سے تیسرے دن آئرلینڈ، سرمنری ڈائیس نے سردار اعلیٰ کو لکھا کہ جنگ اناطولیہ و یونان کے متعلق میں نے اپنی حکومت عالیہ برطانیہ سے اس کا رویہ دریافت کیا ہے۔ جب وہاں سے کوئی جواب آئیگا۔ تو مطلع کہ دوں گا جب جواب موصول ہوگا تو سرمنری نے سردار اعلیٰ کو مزید خارجہ کو لکھا کہ

”حضور ملک معظم کی حکومت کی طرف سے مجھے یہ ہدایت دی گئی ہے کہ میں

دولت افغانستان کو اطلاع دے دوں کہ اناطولیہ و یونان کی موجودہ جنگ

میں ابتدا ہی سے دولت برطانیہ نے بالواسطہ یا براہ راست یونان کو کسی

قسم کی مدد نہیں دی۔ میں نے آپ کی خدمت میں جو بیانات برتنی بھیجے ہیں۔

ان سے آپ کو معلوم ہو گیا ہوگا کہ فریقین کے شکر جنگ و پیکار سے شک

گئے ہیں۔ اور اب امید ہے کہ دونوں طاقتیں نئی قرارداد پر راضی ہو جائیں

گی۔ تاکہ یہ افسوسناک جنگ خون و انصاف کی بنا پر ختم ہو جائے۔

ترکان آل عثمان کی مصیبتیں | ذیل میں یونانی مظالم سے وہ ہوش ربا واقعات

درج کئے جاتے ہیں جن کو باوجود اپنی رپورٹ میں شائع کیا تھا۔

اصطلاح بلو دار عارضان غازی اور گیوم نک جن جن مظالم کا شکار بنائے جاتے ہیں

یونانی سپاہیوں نے ان علاقوں کے کل دیہات کو لوٹ کر بالکل جلا دیا ہے۔ یہ لوگ صریح طرح

مظالم فوڑتے رہے ہیں جن میں سخت دہری و لوٹ مار کے واقعات تو بالکل معمولی ہیں۔

اب نہایت بے رحمی اور پوری حیوانیت کے ساتھ قتل کئے جاتے ہیں۔ یہ بد معاش کسی رشتہ

دار کو نہیں چھوڑتے۔ اور ان کو بھی تختہ مشق بناتے ہوئے ہیں محض مثلاً یہ

بیان کیا جاتا ہے کہ چوک پ کے مقام پر دلوں کے کل باشندے جن کی تعداد قریب ۴۵۰

کے تھے۔ ایک سو بیس جمع کر کے زندہ جلا دیئے گئے۔

ترکوں کے دیہات آگ کی نذر | جینار جب اور کا پالن کے مقامات پر اسی قسم

کے مقام سے گئے جو لوگ اس آگ سے محفوظ رہ سکے۔ وہ چننا رہا کہ کس جگہوں میں جا سکے
لیکن ان کے شکاری اب ان کے تعاقب میں مصروف ہیں۔ واقعات سے اس کا اندیشہ
ہوتا ہے۔ کہ گولیاں کے جو پانچ مقامات اس وقت تک جلنے سے محفوظ رہ سکے ہیں وہ بھی
اب دوسروں کی طرح جلا دیئے جائیں گے۔ جو مفروہین کسی نہ کسی طریقہ پر قسطنطنیہ پہنچ گئے
ہیں۔ وہ یہ بیان کرتے ہیں۔ کہ اگر فوری کارروائی نہ کی گئی۔ تو اس علاقہ میں کوئی محفوظ
نہ رہ سکے گا۔

تین سو سے زیادہ سربراہ اور وہ ترک | مندرجہ بالا واقعات سے یہ ظاہر ہے کہ
ترکی آبادی پر یونانیوں کی طرف سے روز افزوں حیوانیت و بے رحمی کے ساتھ ظلم کئے
جائے ہیں۔ قسطنطنیہ کے اعمال حکومت کو جو قابل اعتماد اطلاعات موصول ہوئی ہیں۔
ان سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ یونانیوں نے اسمد کے تین سو سے زیادہ سربراہ اور وہ اشخاص
کو گرفتار کر کے انہیں ایک مسجد میں بند کر دیا۔ اور اُس کے بعد ان کے مکانات کے
دروازوں کو لوٹ مار کی غرض سے توڑ ڈالا۔ دوسری طرف اطلاع ملی ہے۔ کہ دیہاتیوں
کی جو جماعت کو بیڑ واپس چلی جا چکی تھی۔ اُس کے ذمہ یہ کام دیا گیا ہے کہ اسمد کے تحفظ کے
وقت وہ کل ترکی دیہات میں آگ لگا دے اور آبادی کا قتل عام کر دے۔

ایک بے بہات سے پانچ رہ گئے | عارخان غازی کے متعلق جو اکس دیہات تھے
ان میں سے صرف پانچ باقی رہ گئے۔ اور خود عارخان غازی کی کل آبادی جس میں کلرکا
عمال حکومت بھی شامل ہیں۔ یہ سب گولیاں کو جلا وطن کر دیئے گئے ہیں۔ مداخلت میں ان پر
نصیبوں کے ساتھ انتہائی براہمتاؤ کیا گیا۔ اور ان کے جسم پر جو کچھ لباس وغیرہ تھا۔ اس
سے محروم کر دیئے گئے۔ شہر بالکل لوٹ لیا گیا۔ اور اُس کے بعد اُس میں آگ لگا دی گئی۔
گولیاں کے ضلع میں بھی چند مواضعات کا بھی یہی حشر ہوا۔ اور اُس کی کل آبادی انتہائی
بے رحمی کے ساتھ تہ تیغ کر دی گئی۔ یہ سب مواضعات جن میں زیادہ تعداد بچوں اور عورتوں
کی تھی۔ کسی قسم کی پناہ یا روئے بغیر ہاتھوں میں منتشر کر دیئے گئے۔ ان میں ایسے بچے
بھی تھے۔ کہ یونانی سپاہ کے ہاتھوں زخمی بھی ہو چکے تھے۔

حالت نمازیں قید کر لئے گئے | ۱۷ اپریل کو ویلیور وبری کسی اور اناہر مونڈنچ کے تین سوسلے یونانیوں نے موضع خیراقت پر حملہ کیا موضع مذکور بروصہ کے مغرب میں ۳۰ کیلو میٹر کے فاصلہ پر ہے مسجد میں ان باشندگان موضع کو قید کرنے کے بعد جو اسوقت نمازیں مسرور تھے ان لوگوں نے کل مکانات کو لوٹ لیا اور عورتوں کے ساتھ ہنایت بڑا ہتکڑ کیا اور عورتوں نے خفیف سا مقابلہ کیا لیکن یونانی لٹیروں نے انہیں بندوق سے مار دیا۔ اپنی لوٹ اور غارتگری کو ختم کرنے کے بعد انہوں نے نوجوان باشندگان موضع کو باندھ لیا اور مال غنیمت کے ساتھ انہیں موضع ویلیور وبری لے گئے لیکن اُس موضع سے روانگی سے قبل انہوں نے اُس میں آگ لگا دی اس کے علاوہ چار پانچ ہزار کے قریب ترک جہیز بروصہ کو جلا وطن کر دیئے گئے۔ جہاں وہ اتہائی مصیبت کے ساتھ زندگی بسر کر رہے ہیں۔

۱۱ مئی ۱۹۲۱ء بروز چہار شنبہ

۱۱ مئی ۱۹۲۱ء بروز چہار شنبہ کو یونانیوں نے غوثلیق اور قرب وجوار کے دیگر موضع پر حملہ کیا تقریباً ۱۱۰ مسلمان جن میں مرد عورتیں اور بچے تھے مظالم سے بچنے اور قسط طینہ میں پناہ گزین ہونیکے لئے اپنے اپنے گاؤں سے بھاگ کر المانک میں جمع ہوئے ان کی حالت سخت افسوسناک اور قابلِ رحم تھی۔ ان میں اکثر عورتیں ایسی تھیں جن کی گودوں میں شیرخوار بچے تھے ایک یونانی دستہ فوج جس کے پاس کلدار توپ تھی اور اکثر یونانی ڈاکوؤں اور قاتلوں نے ان کو گھیر کر توپ سے گولیوں کی بارش کی اور سخت بے رحمی کے ساتھ ہلاک کر ڈالا۔ صرف ایک شخص جیشان اوغلو اپنی جان بچا سکا جو پہلی ہی گولی سے مجروح ہو کر گر پڑا اور شوں کے شے دبا پڑا۔ یہاں تک کہ دستہ فوج وہاں سے چلا گیا۔ حافظ محمد آفندی البانی سکول ماسٹر جو احمد چاؤش کے خاندان سے تھے۔ کلہاڑیوں سنگینوں سے مارنے لگے گڑے کر کے گولی سے اڑا دیا گیا۔

ایک گاؤں کی تباہی | یونانی سپاہ نے نصیر گاؤں پر حملہ کیا اور سارے مہاتلو کو قتل کر کے جس قدر مال اسباب لے جاسکے وہ لے گئے۔ برطانوی سپاہ کا کمانڈر

وہاں گیا۔ اور تجویز کی کہ قسطنطنیہ سے مسلح فوج وہاں بھیجی جائے۔ چنانچہ اس مسلح پولیس
مین اور پانچ پولیس سوار بھیجے گئے۔

مسلمانوں کو ایک دوسرے سے باندھ کر قتل | ۱۴ اپریل ۱۹۲۱ء کو نہایت

واقعہ اسد کی یونانی آبادی نے یونانی سپاہیوں کے ساتھ ملکر احمادیہ کے عاشق
میدان میں جو ناش کہو پرہ کے قریب ہے۔ ۱۳ مسلمان مردوں اور ایک عورت کو
ایک دوسرے سے باندھ کر قتل کر ڈالا۔ ان مقتولین میں موضع سونیر کے باشندے
محمد امین کا بیٹا بھی تھا۔ خانہ تلاشی کے دوران میں ایک دیہاتی مسمیٰ مصطفیٰ کو الٹا
ٹکادیا گیا اور نیچے گھاس وغیرہ کا اپنا رنگا کر کے اُنک لگا دی گئی۔

ایک مسلمان پر چاند ماری کی گئی | یونانیوں نے قریب ایدان جیک کے قریب

ایک ہفتاد سالہ مسلمان مسمیٰ ہمیش لہنویاں پر چاند ماری کر کے اسے شہید کر دیا۔
دو مسلمان بچوں کو تہ تیغ کر ڈالا | یونانی سپاہیوں نے ایک پساری کے ساتھ
سازش کر کے دو مسلمان بچوں کو تیغ کر ڈالا۔

عورتوں کی بے حرمتی | ۱۸ نومبر ۱۹۲۱ء کو یونانی سپاہیوں کی ایک زبردست

جماعت نے تلاشی اسلحہ کے یہاں سے موضع طوشانلی میں داخل ہو کر ظلم و ستم
کا بازار گرم کر دیا۔ عورتوں کی بے حرمتی کی اور ان تمام مظالم کے باوجود میونسپل
ممبران کو سخت اذیت دی۔ جنہوں نے اس رپورٹ پر دستخط کرنے سے انکار
کر دیا جس میں یہ درج تھا کہ وہاں کے باشندے یونانی حکومت سے مطمئن ہیں
یونانیوں نے ان سے جبراً دستخط کرا کر بیرپورٹ تیار کی۔

غریب کسان پر گولہ باری | ۱۸ جولائی ۱۹۱۹ء کو یونانی سپاہیوں نے موضع

جو فورج نقل کے باشندے اسلام آباد پر حملہ کیا۔ اور سخت زد و کوب کر کے جو کچھ اس کے
پاس تھا سب چھین لیا۔ اسلام آباد نے بھاگ جانے کی کوشش کی مگر یونانیوں نے
اس پر دو بم کے گولے پھینکے۔

مسلمانوں کو گاڑی میں جوتا اور قتل کیا گیا | یونانیوں نے موضع سلوری اور دیگر

متبوعہ نواحی مواضع پر متواتر حملے کئے۔ اور قلاشی اسلمہ کے بھانے سے گھروں میں داخل ہو کر سب قیمتی مال لوٹ لیا۔ کابلی کے ہم مسلمانوں کو سخت زد و کوب کیا جن میں سے دو مسلمان زخم برد زخم لگنے سے شہید ہو گئے۔ سرائے کے مسلمانوں کو گارڑوں میں جوت کر سخت اذیت دی گئی۔

مسلم خواتین سے وحشیانہ سلوک | یونانی یلورابند گاہ کے کپتان سرکاری

وکیل اور مستعد حکیمہ دہم شہزادی کو پکڑ کر لے گئے۔ اور ان کا کچھ پتہ نہیں چلا۔ یونانیوں نے موضع یلوراکے دھقان محمد آغا کی زوجہ کو یہاں تک پیٹا۔ کہ بچاری جان بحق تسلیم ہو گئی۔ کارا مرسل کے گاؤں اسلام الیاس کو نذر آتش کر دیا گیا۔ یلوراکے یونانی نے نہایت بے وقت مسلم خواتین کے گھروں میں داخل ہوئے۔ اور انہیں پکڑ کر جبراً اپنی جلتے قیام پر لے گئے۔ بعض مافوق عورتوں کو چند یوم کے بعد چھوڑ دیا۔ مگر اکثر خواتین کو اپنے پاس رکھا۔ یونانیوں نے ان ٹیکس جمع کرنے والوں کو جو قمرات کو جا رہے تھے۔ زد و کوب کیا۔ اور ان سے تمام روپیہ چھین لیا۔

۱۳۰ گاؤں خاک سپاہ | یونانی پلہ پلہ جنہوں نے یلوراکے اور غان غازی کے علاقے میں یونانی اور ارمن جماعتوں کے ساتھ مواصلات کی مزید وحشیانہ مظالم کا نشانہ

گرم کیا۔ موضع جہان کو کلیتہً اور قرہ تزار کے بعض حصوں کو جلا کر خاکستر کر دیا۔ جہان کوئی کی ایک عورت اور مرد زندہ سلامت بچ رہے۔ باقی باشندوں کو قتل کیا گیا۔ یونانیوں نے اس علاقے کے ۱۳۰ گاؤں کو آگ لگا کر تباہ کر دیا۔ یونانیوں نے عیسائیوں کو اسلحہ وغیرہ سے مسلح کیا۔ مگر برعکس اس کے مسلمانوں کا سامان حرب ضبط کر لیا۔

باشندے شعلوں کی نذر | تقریباً ۱۱۱ نفر میں ہیں۔ یونانی کے مفتی کو یہ منہ کر کے سخت اذیت

دی گئی۔ اور ایک منجھندی میں غرق کر دیا گیا۔ ۲۲ جیکیں کا گاؤں جس میں ۵۵ مکانات تھے۔ جلا ڈالا۔ اور اس کے باشندوں کو سنگینوں کی لڑکوں سے آسمان پر تھنوں کے طوفان آتشیں کے سہرہ کیا گیا۔ صرف چند اشخاص زندہ سلامت بچے (۳۵) کالی بلالہ

نیول برغاد کے نواحی یہاں کے مسلمان باشندوں کو تکلیفوں پر تکلیفیں دیتا جاتا تھیں *
مسلم خواتین کو پھانسی | ۱۳ مارچ ۱۹۲۱ء کو یونانیوں نے بابا عسکری کے قریب
 مندیہ کے ۱۰ باشندوں کو زود کو بکرتے کرتے مار ڈالا اور مسلم خواتین کو پھانسی
 پر لٹکا دیا۔ اس کے بعد گاؤں پہ گولہ باری کی گئی *
باسفورس پر ایک حاملہ عورت کا قتل | ۱۷ جولائی کو احمد آغا عمر ۳۵ سال۔

بیس کا بیٹا جمال عمر ۳ سال اور محمد عمر ۱۸ سال اور احمد آغا کی حاملہ بیوی کو جو توتلی میں ان
 کے گھر کے سامنے سنگینوں سے چھید کر کے قتل کیا گیا *
ترکوں کو سخت زود کو بکرتا گیا | یوسف جمال آغذی امام رشادی مجلسی پاشا

باغجی کے حکام پولیس کے سامنے مختلف گواہوں کی شہادت منظر پر نہ کہہ
 یونانی سپاہیوں نے باسفورس کی ایک منڈی میں دختر جنگ کے سکریٹری فریدون بے
 بقیم سلطان شہر کے باغبان اور رینس کے باشندے عثمان اور احمد آغا پسر کریم ساکن
 سلطان شہر کو زود کو بکرتا۔ ان کے سروں پر سخت زخم آئے *
مسیحی میں غازی پر حملہ | ایک اس کے امام اور دیوان خاص کی اطلاع منظر پر کہ ایک یونانی

سپاہی نے مریم زادہ حاجی محمد آغذی کی مسجد واقع شامین باجا مجلسی (دیکاس) کے امام
 حسین آغذی پر اس وقت تک کہ وہ متعجب کی نماز پڑھا رہے تھے باواز بند یہ کہتے ہوئے
 کہ مسلمانوں کا کیا نام ہے یہ مسلمان ہے۔ اس پر عداوت کر گئے۔ حملہ کر کے انہیں مذکورہ جگہ لٹکا دیا۔

مساجد تباہ و برباد | آئینہ کوئی کے امام اور دیوان خاص کی اطلاع منظر پر کہ یونانیوں
 نے پاشا بلجیے پر قبضہ کرتے کے وقت سے ایک ہفتہ بعد مشرقی رومیلیا کے باشندے
 اور تیریا کوئی کے مدرس و امام ابراہیم آغذی کو حاجی علی بے کی مسجد سے جبراً باہر لے کر
 پٹیا اور سخت اذیت دی۔ بعد ازاں اسے ہتھکڑی لگائی۔ اور بندوقوں کے کندھے
 مارا کہ یونانی نوجوان کے صدر منقار جو پولی میں بھیجا۔ اس کے علاوہ لکڑی تلاش کی اور
 ان میں متعدد عیدین تباہ و برباد کر دیں *
حاملہ عورت کو خاوند اور دو بچوں کے قتل | ۱۷ جولائی ۱۹۲۱ء کو یونانیوں نے

ایک مزدور احمد آغا جس کی عمر ۵۰ سال کی تھی۔ اس کے دو بچوں جمال و محو جن کی عمر علی الترتیب ۳۵ سال اور ۱۸ سال تھی۔ اور اس کی زوجہ کو سنگینوں سے زخمی کر کے ان کے مکان کے سامنے شہید کر دیا۔ اس حادثہ کے دوسرے دن بدلاشوں کو دفن کرنے کی اجازت دینے کے لئے یونانی فوج کے سپہ سالار کی خدمت میں اپیل کی گئی۔ سپہ سالار نے اپیل منظور کر لی مگر کھان بے سرکاری وکیل اسقوٹری کو اس دفعہ کے متعلق ابتدائی تحقیق تفتیش جاری رکھنے کی اجازت نہ دی گئی۔

مکان پر حاملہ عورت کی عصمت دری | ۲۶ ستمبر ۱۹۱۲ء کو بعض ظالم و قاتل

یونانیوں نے سیف الدین آفندی کے مکان پر حملہ کیا۔ ایک یونانی افسر ایک سپاہی اور ایک اناطولی یونانی نے مکان کے اندر داخل ہو کر آفندی کو سخت زد و کوب کیا اور اس کی اہلیہ کی عصمت دری کی۔ یونانی سپاہیوں نے چیف قانی آفندی اور پولیس کے ملازم سید اور غازی آفندی پر چوچ و پکارا سنکر وہاں گئے۔ حملہ کیا۔ اور ان کے ہسپتال چھین لئے۔ اگرچہ یونانی سپہ سالار کو اطلاع دی گئی مگر حملہ آوروں کے خلاف کوئی کارروائی نہ کی گئی۔ بلکہ انکا حوصلہ بڑھا دیا گیا۔

ایک لڑکی کی عصمت دری اور ہلاکت | یونانی سپاہیوں نے کاریسی میں ایک ۱۸ سالہ مسلمان لڑکی کی عصمت دری کر کے اسے کھڑکی سے باہر پھینک دیا۔ اور وہ غریب جان بقی تسلیم ہوئی اور ایک میں سے قسم سے وحشتانہ ظلم کا ارتکاب کیا گیا۔ یہ روزمکانوں پر حملے کے جاریہ قہر اور عورتوں کی عصمت دری کر کے نہیں قتل کیا گیا یونانی سپاہیوں نے حاکم شہر کے فرزند کو جو ہلاک کا نشان لگائے ہوئے تھا، گرفتار کر کے سخت زد و کوب کیا۔ یونانی سپہ سالار نے اس کے باپ پر جس نے اپنے بیٹے کو بچانے کی کوشش کی ظلم و ستم کیا۔

شہر کی شخصوں کے سامنے بیوی کی عصمت دری | ۱۲ مارچ ۱۹۱۲ء کو یونانی

سپاہیوں نے سلیمان آفندی اسکی زوجہ اور حسن آغا کی زوجہ کو قاضی کوئی سے آگے بڑھ کر طرط ایک گڈڑی میں جاسے تھے، بوک لیا اور سلیمان آفندی کی مشکیں کسکا اسکی ہاتھوں کے سامنے اسکی اہلیہ کی عصمت دری کی سپاہیوں نے وہی دی کہ وہ قاضی کوئی کے چنگی کے افسر سے بھی ایسا ہی سلوک کر کے نہیں سیکھتے۔ بعد دیکھتے تھے کہ کوئی افسر کے ایک حملہ آور سے بدلتا ہوا کی شناخت کی گئی۔ باقی دو سپاہی بچ گئے۔

نہ جاسکے کیونکہ وہ جگن کے بعد فوراً سرحد عبور کر گئے تھے۔ مادم کوئی کے فریسی کمانڈر اور ہسٹ
ایکسینی جنرل چاربی اچھا کچھ کی طرف جا رہے تھے۔ ان کو اس واقعہ کی اطلاع دی گئی۔

عورتوں اور بچوں کی دردناک شہادت ۱۶۔ اکتوبر ۱۹۱۵ء کو ڈیڑھ سو یونانی سپاہی

کا ایک دستہ جو ایک یونانی افسر کے ماتحت تھا اور جس میں بہت مقامی یونانی بد معاش بھی شامل
تھے اور یونانیوں نے انکو مسلح کر دیا تھا۔ دیہات چکر بکی پر حملہ آور ہوا۔ آفتاب نکلنے سے ایک گھنٹہ
پیشتر یہ سفاک دیہات مذکور پر ٹوٹ پڑے۔ اکثر مکانوں کے کواڑ کھلے نہ تھے۔ ان کو بنا وقوں کے

کنڈوں سے توڑ ڈالا اور تمام مردوں کو طرح طرح کی تکلیف دے دیکر ایک سجد میں لاکر جمع کیا، انکا
تمام قیمتی مال اسباب چھین لیا۔ اور پھر ان ظالموں نے تمام مجمع پر گولیوں کی پوجھار کر دی۔ صرف چند
خوش نصیب اپنی جان بچا سکے جو لوگ مکانوں میں چھپ گئے تھے۔ ان کو سنگینوں سے مار ڈالا

دوران جنگ میں مسماۃ شریفہ نبیہ بوسنت اور چھ دیگر عورتوں اور چند مردوں کی معیت میں یہاں
سے بھاگ نکلی۔ راہ میں یونانی سپاہیوں نے ان کو روک لیا اور مردوں کو گولیوں سے مار ڈالا۔

تمام مردوں کو گولیوں سے مار ڈالا عورتیں بدحواس ہو ہو کر چلاتی رہیں۔ مگر ظالموں کے سنگین گولیوں
پر اثر نہ ہوا مسماۃ شریفہ اپنے نو برس کے بچے کی لاش میں دینا نہ دے دیتی رہی آخر اس کو قتل
آیا کہ اس کا لالہ دریا کے کنارے پڑا ہے۔ ظالموں نے ایک شانہ اکھیر ڈالا تھا اس شانہ میں ایک
عورت کو گولی مار دی گئی اور اسکی لڑکی باجرہ جس کی عمر دس برس کی تھی رو کر بھاگ نکلی۔ تو کینخت
یونانیوں نے اس کے ہونٹ کاٹ ڈالے۔ یونانی سپاہیوں نے تمام مال متاع لوٹ لیا۔ تمام یہاں

کو ہم سے تباہ کر دیا۔ صرف چند لوگ جان بچا سکے۔

ایک گاؤں کی جسرتناک تباہی ۱۷ اگست ۱۹۱۵ء میں یونانی سپاہیوں نے دیہہ قازانچہ

حملہ کیا اور تمام دیہہ کو لوٹ لیا۔ پھر سب لوگوں کو گھڑوں سے نکال کر باہر کیا۔ گاؤں میں آگ لگا دی اور
تمام لوگوں کو شہید کر دیا۔ ایک شخص سسی احمد اس کا چھ سالہ لڑکا اور جن آغا ان نینوں کو یونانیوں نے
جالوروں کی طرح ذبح کر دیا۔ اللہ اکبر اللہ اکبر اللہ اکبر

بابر علی اور اس کے لڑکے ہلال آغا کو گولی مار دی گئی۔ ہزاروں مسلمان خاندان جو خاندان برباد ہوئے
دوسری جگہ روانہ ہو رہے تھے انہیں یونانیوں نے حملہ کیا۔ سینکڑوں دلوں کو مار ڈالا اور نوجوان لڑکیوں کو گولیوں سے مار ڈالا۔

بیت پر سفائی و غارتگری | یہ بات کردار اعلیٰ صلیح ملک سے جو لوگ

پناہ گزینی کے لئے ساحل ملک پر آئے ہیں، انکی زبانی معلوم ہوا کہ یونانیوں نے مذکورہ بالا دیہات کو یا مکمل جلا کر فنا کر دیا یا تمام لوگوں کو یونانی سپاہیوں اور مدعا علیٰ یونانی بد معاشوں نے تہ تیہ کر دیا۔ چند لوگ خوش قسمتی سے پہاڑ پر بھاگ کر جان بچا سکے۔ ۱۹۰۶ء اپریل ۱۹ء کو پہاڑ مذکور پر حملہ کیا گیا ایک یونانی سپاہی اور مقامی بد معاشوں کی جمیعت نے دیہات کو تباہ کر دیا۔ مال و مندرع لوٹ لیا۔ یونانی سپاہی گھر میں گھس پڑے اور خواتین کی جو گھڑیاں میں چھپ گئی تھیں عصمت ددی کی بہت سی عورتوں کو زبردستی لکھنچ کر یونانی سپاہی پہاڑ پر لے گئے۔ اور چار توڑوں میں مسماۃ شریفہ ۱۹ سالہ لڑکی تھی جو غور شید حسین کی لڑکی تھی اور ایک شخص اسد کی بہن تھی۔ ۱۹۰۶ء اپریل ۱۹ء کو یہ سب سارا لوٹ کر تھی۔ بہت سے مرد و عورت جو بدحواس ہو چکے تھے وہ سب زبردستی لے گئے۔ یہ لکھچ لیا کا نشانہ بنائے گئے اور ان کی لاشوں کی کثرت سے سڑک پر پھٹ گئی اور تھوڑے عرصے میں سفائی تھی اور لوگوں پر چند یونانی خبیثوں نے ان ملکوں میں آگ لگا دی جن میں وہ چھوٹے چھوٹے بچے رہ گئے تھے جو بھاگ نہ سکے۔ چند لوگوں نے خندقوں میں چھپ کر جان بچائی۔

مکانات میں آگ لگا دی گئی | اردوں اور عورتوں کا عظیم الشان مجمع جو جنوں دیوانی کی حالت میں اکٹھا ہوا تھا اور پھر ہاتھ لگے سبھی انہوں نے رائفل کے فیروں اور سنگین کی لڑکوں سے شہید کیا اور مقتولین اور زخمیوں کی کثرت سے سڑکیں بھر گئی تھیں۔ یونانی سپاہیوں نے ان مظالم کا ارتکاب کر کے وقت مکانات میں آگ لگا دی۔ کئی ایسے بچے جو بھاگ نہ سکتے تھے وہ سب مکانات میں تھے اور زخمیوں اور مقتولین کی نعشیں بھی تھیں۔

موضع سلطانہ میں یونانی ظلم الی | ۱۹۰۶ء اپریل ۱۹ء کو یہ اس شخص کے ایک یونانی مزدور

موجود جا بڑا لڑکی کے یہاں سیمین اور بوجالی ابن انکر کے چچا اور اس نے ۱۹۰۶ء اپریل ۱۹ء کو سلطانہ پر حملہ کیا۔ انہوں نے حاجی احمد اور غلام حسن دین اور غلام عثمان کو بہانہ گیری طرح مارا اور سخت تکالیف پہنچائیں اور کچھ شکاروں سے ۲۱ ہزار روپے دے کر کہا جب انہوں نے یہ کہہ کر روپیہ دینے سے انکار کیا کہ وہ اتنی رقم ادا کرنے سے قاصر ہیں۔ تو سپاہیوں نے ان کے مکانات پر حملہ کیا اور مکانات اور گھر کیوں نہ لڑا۔ ان کے عورتوں کو مکانات کے باہر پھینک دیا اور تمام پیش قیمت مال اسباب جبرہہ لیکے ۲۰ من باس

کے مواعقات کے لوگوں نے جب قتل و غارت گری کے ان واقعات کو سنا تو وہ اپنا مکان بانی
نا سبابہ بچوڑ موضع قیقلی میں بھاگ گئے۔

ایک اور گاؤں میں ظلم قیقلی پر ۲۱۔ اپریل ۱۹۲۱ء کو یونانیوں نے جو حملہ کیا تھا اس میں
انہوں نے حاجی احمد اور علو حسن احمد آغا بن قایا اور صابری ابن محمد رکنہ موضع سکنتہ موضع ساطانیہ
کے گولی مار دی اور بیلول ابن عثمان نہایت بری طرح زخمی کئے گئے۔ حاجی احمد کی بیوی جیب اپنی
ہلک طریقہ پر زخم کردہ شوہر کی درخواست پر نزدیکی گئی ہیں۔ تو ان کے دماغ پر ایک گولی مار دی
گئی۔ اور ایک گولی ان کی انگلی کا تختی ہوئی نکل گئی۔

شہر بقیہ کے مولناک مظالم ۲۴۔ اپریل ۱۹۲۱ء کو یونانی سپاہیوں کا دستہ نقشت ٹوڈر
کی زیر کمان پہنچا۔ ان کے ساتھ قزاقان نیکو کر ناس لمبیو۔ اور ان کے بھائی تناس بھی تھے۔
ان کے ساتھ چہار ب جینز۔ کاٹری۔ رنکری۔ ایلمالی۔ لونشی اور قونیم کے دیسی یونانی تھے۔ ان سب
کے پاس یونانیوں کے دئے ہوئے اسلحہ تھے۔ وہ موضع میں آئے۔ اور لوگوں کو اس قسم کے لفظ
سے مخاطب کیا۔ کہ ہم سے مت ڈرو۔ بھاگو نہیں۔ اسکول کے مکان میں چلے جاؤ۔ ہمیں اعلان کرنا
ہے۔ انہوں نے موضع کے کل مردوں کو اسکول کے مکان میں جمع کیا۔ اور اس کے بعد اپنا رویہ
بدل کر ان کی توہین کرنے لگے۔ اور ان کو زور و کوب کرنے لگے۔ بیگناہ مسلم آبادی سے اس کا یہ
لوٹ لینے کے بعد انہوں نے اسکول کا محاصرہ کیا۔ سب سے پہلے انہوں نے حافظ اسماعیل
آفندی اسکول ماسٹر کو ریلوے سے گولی مار دی۔ پھر ان کا بستر اور اسکول کے دوسرے کمروں
کی چٹائی اسکول کے وسط میں جمع کر کے انہوں نے اس پر پٹرولیم چھڑک کر اسکول کے
مکان میں آگ لگا دی۔ انہوں نے ان بیگناہ معصوموں کو بھی گولی مار دی۔ کہ جو آگ کے شعلوں
کے یکایک بھر دکھتے سے خوفزدہ ہو کر اپنی جان بچانے کیلئے انتہائی حیرت و یاس کی حالت میں
کھڑکیوں سے پھاند پڑے تھے۔

زندہ آدمی جلائے گئے انھوں نے عرصہ کے بعد جب یونانیوں نے دیکھا کہ اسکول کا
مقام تمام جگہ خاک سیاہ نہیں ہوا۔ اور وہ خود دھوئیں کی وجہ سے عمارت کے اندر داخل نہیں
ہو سکتے تو انہوں نے دروازوں اور کھڑکیوں میں گولیاں چلانا شروع کیں۔ اس دستہ کی روانگی

کے بعد اہلیہ حسین احمد اور اوغلو محمد علی اور چار دیگر عورتیں اسکول کے مکان کے قریب اکٹھے بیٹھیں اور پکار لگیں کہ تم میں سے جو زندہ ہو باہر چلے آؤ۔ عرف محمد اوغلو عباس اور مصطفیٰ اوغلو محمد اپنی جان بچا سکے اور وہ بھی جب نکلے تو ان کے کپڑوں میں آگ لگی تھی۔ بہادر علی بھی بھاگ کر جان بچا سکی۔ لیکن باقی عورتیں سنگینوں اور رائیفلوں سے شہید کی ہوئی پانی نہیں۔ صلح اوغلو محمد کی ماں خواجہ اور ان کی صاحب زادی خدیجہ مندرجہ بالا واقعات سے کسی نہ کسی طور پر اپنی جان بچا سکیں جس وقت وہ اپنے مکانات میں تھیں۔ ان میں بھی آگ لگا دی گئی۔ اس طریقہ پر کل لوگ اور کل موضع لوٹ کر جلا دیا گیا۔ اور اس کی آبادی سنگینوں اور رائیفلوں سے شہید کی گئی اور باقی ماندہ لوگ زندہ جلاوٹے گئے۔

قرآن شریف پندرہ پندرہ کر دیا گیا | گاؤں کی انجن کے دفتر میں یہ مندرج ہے کہ دسمبر ۱۹۱۲ء کو پندرہ یونانی سوار ایک یونانی افسر کے ماتحت موضع صفوتیا میں نازل ہوئے اور حسب معمول لوگوں کو تہو و خانے میں سرگ کر کے کہا کہ حکومت یونان کا اعلان غفریت شائع ہوگا بعد ازاں لوگوں کو مفید کر لیا۔ اور گھروں کی تلاشی لینے لگے۔

یہ ایک دلہندہ گاؤں ہے۔ اور وہاں کی تلواریں نہایت مصلح ہوتی ہیں۔ تلواریں ضبط کر لیں اور تمام زندہ جو اس وقت پیش قیمت اشیاء کاٹھا لے گئے اس کے بعد عورتوں کو مارنے لگے۔ انہوں نے گاؤں کے رئیس قادری بے اور عمر اعلیٰ جن آغا کو دھکی دی اور مارا۔ مسلمانوں کے مذہبی جذبات کو اس طرح ٹھیس لگائی کہ قرآن شریف کو پرزے پرزے کر کے ادھر ادھر پھینک دیا۔

مسلم خواتین کو سر کے بال سے لٹکا دیا | یہ بھی انجن دیہی کے صدر میں درج ہے کہ ہر مئی ۱۹۱۲ء کو ایک یونانی دستہ موضع کباکو

میں پہنچا۔ اور فرصت آفندی کو بری طرح پیٹا۔ اور ان کے یقین سے یونان میں لٹکا دیا۔ اور حسب ذیل خواتین کو سر کے بال سے لٹکا دیا۔ عائشہ اہلیہ عزیزہ رقیہ اہلیہ محمد با حسین اوغلو۔ منہ اہلیہ مصطفیٰ لکڑی عائشہ اہلیہ ادا نکوش۔ فاطمہ زوجہ حاجی ادہم آغا۔ عائشہ ان کی دختر۔ سرنی ودان کی پوتی اور یہ جو خاتم انہو خواتین کو گنٹھوں زدہ کو بکرتے سے مارا۔ ان کے بے عزتی کی۔ بعد ازاں کنواری سرندوم خاتم کی عصمت دری جبراً کی۔ الامان یا حقیقہ الامان۔

آخر میں ہم مولانا کیفی چمریا کوٹی کی نظم شہیدانِ تخریبس و سمرنا کے متعلق درج کر کے مظالم یونان کو ختم کرتے ہیں۔ اور خدا کے حضور میں بخشوع و خضوع دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ یونانیوں سے ان مظالم کا بدلہ لے کر نظم ذیل میں درج ہے :-

شہیدانِ تخریبس و سمرنا شہنشاہِ دو عالم کے دربار میں

جاتی ہے دل سے آہ رسا سوئے آسمان
سر سے بلند ہوتا ہے بسیا ختم و حواں
بیناب برق گرتی ہے کیوں آسواشیاں
آنسو نکل کے ہوتے ہیں امن میں کیوں ہناں
دہاتی ہے کس طرف جو نکلتی ہے دل کی جاں
دو قبلہ ہے کہ قبلہ نما جس کا دو جہاں
ہر ذرہ جس کا برق نگیں کا ہے نشاں
وہ جو دلوں کی جان ہے جانوں کا آشیان
وہ جس کا فرش راہ ہیں آنکھوں کی پتلیاں

مرکز ہر ایک چیز کا ہستی میں ہے عیاں
نچیر پیر شعلہ کا ہے جسم و جان شمع
ہر خار و خس میں شوق کا شعلہ آگ نہیں
ہر تار میں کشش کا اگر حوصلہ نہیں
اس سے بلند تم کو بتاؤں میں فلسفہ
بشریب کہ خواب نگاہ شہنشاہ کا کائنات
وہ سرزمین طور کہ جس سے ضیا ملی
پر وانی جس کے شوق میں روح الامیں نہیں
وہ ہے کہ جس کی سمت ہیں آنکھیں اٹھی ہوئی

سچے پیر شہیدانِ تخریبس و سمرنا کی شمش جہات ہے
حاصل یہ ہے کہ حاصل کل کائنات ہے

تشلیت نے کیا دل تو جید کو فگار
نکلا ستم کے خار سے یونان کا بخار
رویں سوئے مدینہ چلیں ہو کے بقیار
پر وانی جس طرح سے کہ ہوں شمع پر نثار

جب ہو چکی تخریبس و سمرنا میں کیہ و دار
دستِ خزان سے گلشنِ عثمان ڈٹ چکا
ہلکڑے بدن جو تیغ شہیدوں کے کہ چکی
آکھڑا فادر کیا مستی شوق میں

لغزش میں غور و بخور قدم مضطرب تھے
قطرے کنارِ بحر میں بھی آب آب تھے

کس چیز نے کیا ہے تمہیں آشتیاں سرود
کیا درو ہے کہ جس نے کیا تم کو ناصبور
درد دلی کا رنگ پریدہ سے ہے ظہور
اس اضطراب کا سبب ہو گا کچھ ضرور
اے آنکہ از در تو مہر و مہر یافت نور
ہم ہات ہے وہ سنگ مانہ سے جو رچور
ہم کیا کہیں تمام سے آگاہ ہیں حضور
تیغ ستم نے ذبح کیا ان کو بے قصور
اب انقلاب دہر کا حد سے بڑھا غور

پوچھا حضور رشتہ نے کہ اے خلد کے طور
کیا حال کیا مال ہے کیا بیچ و تاب ہے
ہر چند ضبط مانع اظہار ہے . . . نگہ
چھپ چھپ کے کہ ہے تقاضے خامشی
ارشاد سن کے ایک نے رو کر دیا جواب
اسلام جو کہ گوہر تاج کمال تھا
وہ سوز ہے تھیریں و سمرنا کی داستان
بچے وہ شیر خوار و عصمت کی دیوایاں
محشر کو حکم صورت قیامت کا ہو عطاء

آن شیوہ ناٹے جو راگہ یاد می نسیم
در خون یتیم و نالہ و فریاد می نسیم

کہنے کی بات یہ ہے کہ کھلتی نہیں زباں
برق ستم نے چھونک یا شلخ و آشتیاں
اب اس میں گھس پڑی ہیں تگرار گولیاں
قربان تر خیال یہ ہم بکیوں کی جاں

ورآہ! تر پیں تہ تیغ دشمنان
زمین پر کوئی ٹھکانا نہیں رہا
بجا ہوا عشق و وفا کا مکان تھا
ماصل جمال و مہر نور ذوالجلال

خونے نہ کردہ ایم و کسے رانکشتہ ایم
جرم ہمیں کہ عاشق روئے تو گشتہ ایم

تمام شد جلد تیسری

فہرست مضامین

| | | | |
|-----|--|----|---|
| ۵۲ | ایک نئی تجویز | ۲ | دیباچہ |
| ۵۵ | صلح کی نئی کوشش | ۵ | تہنید |
| ۵۸ | یونانیوں کو قسطنطنیہ کے خواب | ۶ | پیرس کانفرنس |
| ۵۸ | اتحادیوں کا جواب | ۸ | ترکوں کا جواب |
| ۵۹ | اتحادی اتحاد پر | ۸ | اتحادیوں کا جواب |
| ۶۰ | حالات اطولیہ | ۹ | انتوائے جنگ اور شائیدہ کی روایت |
| ۶۳ | ترکان احرار کی فتوحات | ۱۰ | کانفرنس کا بیان |
| ۶۴ | انگورگوٹمنٹ کی کارروائی | ۱۱ | ترکی مطالبات |
| ۶۵ | تخیرانیوں قرہ حصار | ۱۲ | شرائط صلح میں ترمیم |
| ۶۴ | عسکی شہر کی تعمیر | ۱۴ | ترکوں کا انکار |
| ۶۵ | ادشک پر اجتماع | ۱۵ | باشوکیوں کا خط |
| ۶۶ | غازی انگور کا پیام غازیان اسلام کے نام | ۱۶ | قسطنطنیہ کے مطالبات |
| ۶۷ | ترکان احرار کی پیش قدمی سمرنا کی طرف | ۱۶ | غازی مصطفیٰ بحال پاشا کی تنقید |
| ۶۹ | ترکوں کا سمرنا پر قبضہ | ۱۸ | انگورگوٹمنٹ کی جوابی یادداشت |
| ۸۳ | جنرل نورالدین گورنر سمرنا | ۲۵ | یوسف جمال کی گفتگو |
| ۸۴ | ترکی حملہ غیر متوقع تھا | ۲۶ | تجارتیہ کا تقریر کی شرح |
| ۸۵ | قسطنطنیہ میں خوشیاں | ۳۱ | غازی مصطفیٰ بحال پاشا کے خیالات |
| ۸۸ | غازی انور پاشا کا پیام مبارکبادی | ۳۶ | وزیر داخلہ تھی باب کی تقریر |
| ۸۸ | گذشتہ جنگوں کی جمل روئیداد | ۳۳ | جنرل کانفرنس |
| ۹۲ | یونانی سمرنا سے کس طرح بھاگے | ۳۴ | جنگی تیاریاں |
| ۹۴ | یونانیوں کا نقصان | ۳۵ | جنگ کا آغاز |
| ۹۵ | صلح کے دورے | ۳۸ | پارلیمنٹ میں غازی مصطفیٰ بحال پاشا کی تقریر |
| ۹۸ | پیرس کانفرنس | ۴۱ | غازی مصطفیٰ بحال پاشا کی دعوت |
| ۱۰۰ | ترکان احرار کے ارادے | ۴۲ | غازی مصطفیٰ بحال پاشا کے امر مکن نامہ نگار کی گفتگو |
| ۱۰۲ | ترکی فوج کی پیش قدمی حیاق کی طرف | ۴۵ | انگورامین سکرٹواری کی یادگار میں پشاندہ جلسہ |
| ۱۰۶ | تقریر اور قسطنطنیہ پر قبضہ | ۴۸ | سمسون پر گوندہ باری |

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دیباچہ

الحمد للہ کہ کچھ ہم غازی مصطفیٰ الخمال پاشا بطل حریت محبوب المسلمین والاسلام کی
سوانح عمری کی چوتھی جلد لکھ رہے ہیں۔ ہمارا ارادہ تھا۔ کہ سالِ ردائے انجام میں یا
سالِ آئندہ کے آغاز میں یہ حصہ لکھنا شروع کرینگے۔ کیونکہ ہمارا دابِ خبر یہی رہا
ہے۔ کہ ہم پچھلے حصوں میں سالِ سال کے واقعات لکھتے آئے ہیں۔ مگر تازہ واقعات
کچھ ایسے دلِ خوش کن اور زبردست رونما ہوئے ہیں۔ کہ جن سے ناظرین کو ایک لمبے عرصے
تک نا آستنا رکھنا مناسب نہ سمجھا۔ اور اس حصہ کو لکھنا شروع کر دیا۔ گو کہ ان واقعات
کو اخبار میں اصحاب نے اخباروں میں پڑھا ہوگا۔ لیکن جو شیرینی کتابی لب و لہجے حاصل
ہوتی ہے وہ اخباری تقریر میں کہاں۔ ہم نے تمام واقعات کو جو اس سال ۱۹۲۲ء میں
عصرِ حاضرہ تک ظاہر ہوئے ہیں۔ نہایت تفصیل کے ساتھ لکھا ہے۔ خاص کر ان جنگوں کو
جو اس حصے کا ایک بڑا جز ہیں۔ نہایت ہی احتیاط اور خوش اسلوبی سے تسلسل اور تواتر
کو مد نظر رکھتے ہوئے لکھا ہے۔ ناظرین پڑھتے پڑھتے ضرور ایک دفعہ وجد اور ہمت زیں آئیں گے
وہ کسی کی یہ کیفیت ہے۔ کہ بار بار پڑھتے جاؤ چھوڑنے کو جی نہیں چاہیگا۔ ہر بار نیا ہی مزہ
آئیگا۔ بلکہ سابقہ حصوں میں بھی ایسی خاصیت بھری ہوئی ہے۔ اس حصے میں دو نقشے
اطلاویہ کے دئے گئے ہیں۔ ایک نقشے میں اس جنگ کا محاذ دکھایا گیا ہے۔ تاکہ ناظرین
کو اس پر دیکھ سکیں کہ ترک یونانیوں کے پیچھے کدھر فرار گئے۔ اور اٹھائے راہ میں انہوں
نے کون کون سے شرفِ فتح کئے۔

..... قادر مطلق و ذوالجلال کا

ناکھ لاکھ شکر ہے کہ اُس نے اپنے عطیاتِ مجددہ و نعماتِ مسعودہ سے مسلمانانِ عالم کو دوبارہ
خوشی و کرمت فرمائی ہے۔ وہ خوشی جو کئی سالوں سے مسلمانوں کے دلوں سے محروم تھی۔

اُسکی عنایات و مراحم سے اس نے موجزن ہوئی۔ نیست و نابود کی ہوئی شریکی نے حیات
ثانیہ حاصل کی، اور قرآن شریف و فرقان حمید کی پیشگوئی ”الم غلبت الروم“ پوری ہوئی۔
حسرت کی جتنی جاگتی صورت نے اپنے اعدا کے پرزے کاٹ کر علیحدہ رکھ دیئے۔ وہ اعدا
جو فرعونیت اور تکبر کی تخیل پرستی کا مادہ اپنے دماغوں میں لئے ہوئے ایوانی کھائے شاہی
میں متمکن بہ آرائش ہو کر اپنے تدبیر اور تعقل پر بے حد ناز اور اتھاڑ کرتے تھے۔ ایک
شل شدہ جسم کی مانند نظر آئے۔ غازی اسلام نے اُن کے تدبیر تعقل اور تخیل پرستی
کو صرف غلط کی طرح مٹا کر دنیا کی نظروں سے نابود کر دیا۔ اُن کے یکتا اور گماشتے
جو ناک بھون چڑھائے ترکوں کو ایک تر قلمہ سمجھ کر لگال جائے کو تیار تھے نجف ایک مصل
اور بیکار عضو ثابت ہوئے۔ جب مارکھانیکا وقت قریب پہنچا۔ تو بھاگتے وقت راہ
خار اُن پر تنگ ہوئی۔ اور مجاہدین اسلام نے اُن پر ایسا غلبہ حاصل کیا۔ کہ اُن پر مکمل
تباہی اور بربادی کا سماں طاری کر دیا۔

یونان پر پھر ہتھیار بیاں کر رکھا تھا اور اُسکو اُمید تھی کہ وہ بہت جلد جنگ اناطولیہ کا
فیصلہ کر دگا۔ مگر اللہ تعالیٰ نے اُسکی اُمید کو خاک میں ملایا۔ بلکہ خود اُسکی ہستی مٹی۔ اور
غازی مصطفیٰ کمال پاشے نے بتائیں ایزدی و انضام یزدانی آخر جنگ اناطولیہ کا خاتمہ دکھایا۔
اور قوم کی ڈوبتی کشتی کو بربادی اور تباہی کے بھنور سے بچا کر نجات کے ساحل پر پہنچایا۔
اُمید نہ تھی کہ جنگ اناطولیہ اتنی سرعت اور محنت کے ساتھ اختتام پذیر ہوگی۔ کیونکہ اتحادیوں کا رویہ
ہی ایسا تھا کہ جس سے جنگ اناطولیہ طوالت پکڑے جب تک جنگ کیلئے تیار ہوتے
تو وہ فوراً صلح کی طرح ڈال دیتے۔ اور ترہ کوں کے غم میں رختہ انداز ہو جاتے۔ مگر یہ ایک
چال تھی جس کی اخفاء اور مظلویات میں وہ یونان کو طاقتور بنانے کی کوشش کرتے۔ آخر جب
مصطفیٰ کمال پاشا یورپ کی ان چالوں اور طلسم کا یون کو دیکھ دیکھ کر عاجز آئے۔ تو انہوں نے
صلح کے خیال کو دل سے نکال دیا۔ اور اپنے مطالب قومی کے حصول کیلئے بالکل سرکھٹ ہو گئے
اور ایک ایسی حزب کاری یونانیوں پر لگائی۔ کہ جس کی برداشت یونانیوں کے بس میں تھی
اُن کو سوائے گریز کے اور چارہ کار کوئی نہ سوجھا۔ مگر نیز بھی ایسی تہ کار اور ابہر حالت میں تھی کہ اکثر

رات بھول کر وادیوں اور جنگلوں میں بھٹکتے پھرے۔ ہزاروں نوجوانوں میں امیر سے لے کر سامان
 حرب و ذخائر خوراک وغیرہ میدان جنگ میں ترکوں کیلئے چھوڑ گئے۔ اگر کسی دستہ کو خوراک کے
 موقع پر ترکوں سے مقابلہ کی نوبت آئی۔ تو بجائے مقابلہ کے سامان چھوڑ کر ہر پاؤں رکھوٹوس
 باختہ ہو کر بھاگ کھڑے ہوئے۔ بیشمار مال غنیمت ترکوں کے ہاتھ آیا کہ جس کی بھرپوری گدشتہ
 جنگ میں نہیں ملتی۔ تمام یونانیوں کی ایسی زلیں و خوار ہزیمتیں اور کشتیاں ہیکل و گدشتہ
 بدنہاں تھی۔ جو مقامات ترکوں کیلئے عرصہ دراز تک ناقابلِ شخیر تباہ تھے۔ وہ مقامات
 انہوں نے ساعتوں میں فتح کئے۔ جو نیک طبیعت ہمدرد و ادب و انسان تھے۔ وہ ترکوں
 کی ان کامیابیوں اور فتوحات پر بے تحاشہ خوش ہوئے جاتے تھے اور تحسین و آفرین کے ہار
 نئے گلوں میں پہنتے تھے۔ اور یونانیوں پر لعنت اور پھٹکار کی بوجھاڑ کرتے تھے۔ آخر غازی
 مصطفیٰ کمال پاشا نے جنگ کا آغاز کر کے اپنی دانائی اور تدبیر سے جنگ اناطولیہ کا خاتمہ و مفتوح
 میں کر دیا۔ اور مشہور ترک بندر گاہ سمرنا تک قبضہ کر کے یونانیوں کو سمندر میں دھکیل دیا
 تمام یورپ ترکوں کی اس طاقت الہی سے مرعوب تھا۔ ترک فاتح تھے۔ انہوں نے قسطنطنیہ اور قبرس کی
 طرف پیش قدمی کی۔ اور اتحادیوں کو یہ مقامات خالی کر نیکی دھمکی دی۔ اسکے بعد فوراً ہی اتحادیوں نے
 مدانیہ کانفرنس قائم کر کے عارضی صلح کی بنیاد ڈالی اور جنگ التوا کر دیا۔
 اس کانفرنس کے انجام تک ہم نے اس کتاب کو لکھا ہے۔ بعد میں جو واقعات رونما ہوئے
 وہ پھر انشاء اللہ آپ کی خدمت میں پیش کئے جاویں گے۔ منتظر رہیں۔ ترجمہ آنگہ جہاں کے ناظرین اس
 حصہ اور حصہ جات سابقہ کے مطالعہ سے محفوظ و مسرور ہوں گے۔ اور ہم کو کھائے خیر سے یاد
 فرمائیے تاکہ اللہ تعالیٰ ہم کو طاقت و استطاعت عطا فرمادے۔ اور اسی طرح اپنے ناظرینوں کی
 خدمت گزاری میں مشغول رہیں۔ نقطہ واسلام و لاکرام۔

آپ کا خیر اندیش نیازمند

محمد عبداللہ اعوان (منشی فاضل)
 مالک اعوان پبلکیشنز لاہور

مقام لاہور
 مؤرخہ ۱۳ اکتوبر ۱۹۲۲ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

(۱۹۲۲ء کا دور)

مہر پاشا کے محرز ناظرین کو یاد ہو گا کہ قبل اس کے ہم غازی مصطفیٰ کمال پاشا کی سوانح عمری کے متعلق نین جلدیں شائع کر چکے ہیں۔ جو آپ کی فطروں سے گذری ہو گی۔ آپ کو ان کے نام بخوبی یاد ہونگے۔ لیکن جن صاحبوں نے ہماری مطبوعہ سوانح عمری کا مطالعہ نہیں فرمایا ہے۔ ہم ان کو یہ کہنے کے لئے ضرور تیار ہونگے کہ انہوں نے مصطفیٰ کمال پاشا کے حالات کے متعلق کچھ بھی حاصل نہیں کیا ہے۔ خواہ انہوں نے غازی مصطفیٰ کمال پاشا کی دیگر سوانح عمری کا مطالعہ کیوں نہ کیا ہو۔ ہم عرض کرتے ہیں کہ فی الحقیقت یہ تینوں جلدیں نہایت ہی محنت اور دماغ سوزی سے تیار کی گئیں ہیں۔ اس سوانح عمری کو مکمل کرنے کے لئے ہم نے ہر ایک قسم کی تھکیت اور محنت برداشت کی ہوئی ہے۔ اس لئے ہم بولتے کہہ سکتے ہیں کہ ہم سے غازی ممدوح کے سوانح میں سے کوئی بھی واقعہ فرو گذاشت نہیں ہوا ہو گا۔ خواہ بچپن کی عمر کے متعلق ہو۔ یا مابعد کے متعلق ہو۔ ہمارے اس وعدے کی بین دلیل یہ ہے کہ ہمیشہ احوالات ہونے کے باعث ہم کو یہ واقعات و حالات نین جلدوں میں تقسیم کرنے پڑے۔ جن کے نام ہم پھر اس جگہ درج کرتے ہیں۔ تاکہ نا آشنا اصحاب بھی اس سوانح عمری کے نینوں ناموں سے واقفیت حاصل کر لیں۔

جلد اول۔ فیلڈ مارشل غازی مصطفیٰ کمال پاشا یا تصویر

جلد دوم۔ مصطفیٰ کمال پاشا اور محاربات آرمینیا و فرانس

جلد سوم۔ مصطفیٰ کمال پاشا اور محاربات یونان

ہمارا یہ کام نہیں کہ ہم اپنے نا آشنا اصحاب کے لئے اس جگہ ان تینوں جلدوں کی مفصل تعریف و توصیف لکھیں۔ کیونکہ ہم اس وقت غازی مصطفیٰ کمال پاشا کی سوانح عمری کی چوتھی جلد لکھ رہے ہیں اگر ہمارے نا آشنا دوستوں نے ان تینوں جلدوں کا مطالعہ نہیں کیا ہے۔ تو یہ ہمارا قصور نہیں ہے۔ ہمارے ذمے جو فرض تھا۔ وہ ہم نے ادا کر دیا۔ یعنی ان کی آگاہی کے لئے یہ تینوں جلدیں مشہر کر دی جا چکی ہیں۔

اب ہمارا روتے سخن واقف اصحاب سے ہوتا ہے۔ اے ہمارے محزون اور واقف ناظرین! آپ جانتے ہیں کہ تیسری جلد میں ترکاں احرار اور یونان کی لڑائیاں درج ہیں۔ اور آپ کو یہ بھی یاد ہے کہ اس کتاب میں دو دور مقرر کئے گئے ہیں۔ یعنی ۱۹۲۰ء اور ۱۹۲۱ء کا دور۔

موجودہ دور جنگ ستارہ پر ختم ہوا ہے۔ اس کے بعد کوئی اہم واقعات اس سال میں وقوع پذیر نہیں ہوئے۔ کیونکہ یونان تو مارا مارا تھا۔ یونان کے عتبہ عالیہ پر استعمار گروڑ گروڑ کر صلح کے لئے چیخ و پکار کر رہا تھا۔ جس کی حالت زار پر اتحادی رحم کھا کر صلح کرانے کے لئے آمادہ ہوئے تھے۔ اس بنا پر انہوں نے پیرس میں ایک کانفرنس کی بنا ڈالی تھی۔ اس صلح کانفرنس کے حالات پر ہم نے گذشتہ جلد میں کوئی روشنی نہیں ڈالی ہے۔ بلکہ آپ کو یاد ہے کہ ہم نے اس میں یہ اقرار کیا ہے کہ آئندہ واقعات آپ کی خدمت میں عرض کئے جائیں گے۔ لہذا اب آپ پر واضح ہونا چاہیے۔ کہ یہ چوتھی جلد ۱۹۲۱ء کے آغاز سے شروع ہوتی ہے۔ اور پیرس کی صلح کانفرنس کے حالات اس میں سب سے اول درج کئے جاتے ہیں۔

پیرس کانفرنس اہم کو پچھلے واقعات کے اعادہ کرنیکی چنداں ضرورت

محسوس نہیں ہوتی۔ کیونکہ جس کے پاس یہ مکمل کتاب موجود ہوگی۔ واقعات کا تسلسل اسکی پیش نظر ضرور ہوگا۔ ماں البتہ اتنا ضرور عرض کر دیتے ہیں۔ کہ جنگ سگاریہ ستمبر ۱۹۲۱ء کے شروع میں ختم ہوئی تھی۔ اور اس کے بعد کوئی جنگ نہ ہوئی۔ مگر غازی مصطفیٰ کمال پاشا اپنی افواج کو آئندہ کی جنگ کے لئے تیار کرنے میں برابر مشغول رہے۔ کیونکہ وہ یورپ کی چاروں طرف سے خوب واقف تھے۔ اور جانتے تھے کہ یورپ صلح کا طورہ تو پھینک دیکے۔ مگر بجائے حقیقی صلح کرانے کے ترکوں کو پھانسنے کی کوشش کریگا۔ تاکہ کسی نہ کسی طرح سے ترکوں کے گلے میں دھوکے کی رسی پڑ جائے اور معاہدہ میونس کی تکمیل ہو جائے۔ اگر ترک کسی طرح ان کے دام تزدیر میں نہ پھنسے۔ تو کم از کم اس صلح کانفرنس کے قیام سے انکی یہ غرض و غایت ضرور ہوگی۔ کہ صلح اگر نہ ہو۔ تو نہ سہی جس کو وہ چاہتے بھی نہیں۔ اتنا تو ضرور ہوگا۔ کہ جب صلح کی گفت و شنید ہوتی رہیگی۔ اس عرصے میں یونان تازہ دم ہو جائیگا۔ اور پچھلی مار پیٹ کے زخم سٹ مائیں گے۔ تب وہ از سر نو اپنی افواج کی ترتیب کریگا۔ اور صلح کی گفت و شنید کے ناکام اختتام پر فی الفور اپنی افواج کو بیلان کارزار میں آکر ترکوں کے مقابلہ کے لئے کھڑا کر دیگا۔ لہذا غازی مصطفیٰ کمال پاشا نے یہ سمجھ کر کہ نہ تو ان کی شرائط قبول ہونگی اور نہ صلح ہوگی۔ اپنی تیاریوں میں غفلت نہ کی۔ ماں البتہ انہوں نے صلح کانفرنس کے اختتام تک جنگ کو ملتوی کر دیا۔ چنانچہ پیرس کانفرنس کے نتائج ترکوں کی مرضی کے برخلاف ہی برآمد ہوئے۔ اور صلح کا وجود موضوع میدان نش نہ آیا۔ بہت سا عرصہ صلح کانفرنس کے انعقاد کی تجاویز میں گزرا۔ بلاآخر ۱۹۲۲ء مارچ سے پیرس کانفرنس مشرقی قریہ کے اجلاس پیرس میں شروع ہوئے۔ اتحادیوں نے ترکی اور یونان کو متفقہ طور پر لکھا۔ کہ تین ماہ تک جنگ کو ملتوی رکھیں۔ اور اگر مزید التوا کی ضرورت ہوگی۔ تو اس میدان

میں تو سب کچھ کھا چکی تھی جس کے متعلق اطلاعات انگور اور قسط طیفہ دونوں جگہ پہنچ گئیں۔ اس طرح میں یہ بھی مرفوم تھا کہ اس میں سے کچھ کم رقبہ درمیانی میاؤں کے قبضہ پر تھا وہی اپنا قبضہ رکھنا چاہتے ہیں تاکہ فریقین جدا رہیں۔ ترکوں کو یہ پہنچے ہی خیالی تھا کہ ان کو اپنی جنگی تیاریاں اور سرحدیں رکے جنگ سے فائدہ اٹھانے سے ضرور رد کیا جائیگا چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ بظاہر تو اس اور فرانس میں اس تجویز سے متفق تھے۔

ترکوں کا جواب ترکوں نے انجو دیوں کو انتہائی جنگ کی یادداشت کے جواب میں لکھا کہ ہم التوا سے جنگ اس شرط پر منظور کرتے ہیں کہ یونانی سمرا خالی کرنا شروع کریں۔ بلکہ انہوں نے وضاحت کے ساتھ لکھا کہ فلاں قریبی عرصہ سے اس کا تحلیہ شروع ہو چکا ہے۔ اور جو بھی وہ پہلا خط محاذ خالی کر دیں گے، ترک اس پر تقابض ہو جائیں گے۔ اور اس طرح سے بندر بیچ یونانی انخلا اور ترقی قبضہ ہوتا چلا جائیگا۔ حتیٰ کہ چار ماہ کے عرصہ میں وہ یونانیوں سے بالکل خالی ہو جائے تب ترک اپنے ناپذیر مشرقی کانفرنس میں بھیج دیں گے تاکہ وہ شرائط صلح پر بحث کریں۔ اس مطالبہ پر یونانی بہت ہی سنجے ہوئے۔ ان کا خیال تھا کہ ایسا کرنے کے یہ مٹنے ہوں گے کہ یونان نے اناطولیہ میں جس قدر فرانسیسی کی ہیں۔ وہ سب ضائع ہو جائیگی۔ اور ترکوں کے ماتحت یونانیوں کی کوئی مدد نہ ہو سکیگی۔ یونانیوں نے اس پر ایک منظم کاہرام مچا دیا۔ اور سمرا کو خالی نہ کیا۔ حالانکہ انجا دیوں نے یادداشت میں تین ماہ کی میعاد التوا ہی مقرر کی تھی۔ اور اسکی توسیع بھی ساتھ ہی شرط تھی۔ لیکن مصطفیٰ کمال پاشا نے اپنی کمال دیانت و لطافت اور ذہانت کا ثبوت دیا۔ اور چار ماہ کی میعاد مقرر کر دی۔ اس سے ان کا یہ مقصد تھا کہ دنیا کچھ سے کہ یونانی اور اس کے حمایتی اوصاف کو کس قدر مد نظر رکھتے ہیں۔

ترکوں کا جواب اتحادیوں نے اپنے ذاتی کمشنر کی معرفت ترکوں کے اس مطالبہ کا یہ جواب دیا کہ اتحادی یونانیوں پر تحلیہ اناطولیہ کی ضروری کارروائی پر بعض عارضی صلح کی بنیاد زور نہیں ڈال سکتے۔ البتہ اتحادی اس امر پر راضی ہو

سکتے ہیں کہ جس وقت انگور اجوزہ شرائط صلح کو منظور کر لینگے۔ اس وقت یونانیوں پر اناطولیہ کے خالی کرنے کا زور ڈالا جاسکتا ہے۔

اتحادی ہائی کمشنر نے بتلایا کہ یونانی بذات خود بھی عارضی صلح کی شرائط پر اناطولیہ خالی کرنا ہرگز گوارا نہ کریں گے۔ اور بالفرض اگر یونانیوں نے منظور بھی کر لیا۔ تب بھی تھریس میں بارحانہ کارروائیوں اور ترسیل افواج کا مسدود کرنا امر محال ہے آپ نے فرمایا کہ اتحادیوں کی جدید تنجاذیز میں ترکان احرار کے مطالبات پورا کرنے کی حتی الوسع کوشش کی گئی ہے۔ اس لئے ترکان احرار کو اپنی بارحانہ کارروائیاں فوراً بند کر دینی چاہئیں۔ اتحادیوں نے ترکان احرار سے جدید نمیندگان کی فہرست طلب کی اور وقت کا مقرر کرنا اپنے اختیار میں رکھا۔

التوائے جنگ اور نمائندگی یونانی اب ترکان احرار نے جنگ کو ملتوی کر دیا۔

اور یوسف کمال بک کو حکومت انگورانے اپنا نمیندہ مقرر کیا۔ ان کے ساتھ اس پر سیاست کی ایک بڑی جماعت مقرر ہوئی۔ یوسف کمال بک اس جماعت کے ہمراہ پیرس کی طرف براستہ قسطنطنیہ روانہ ہوئے۔ جہاں ان کا بڑے جوش اور تیپاک سے استقبال کیا گیا۔ انہوں نے فرمایا کہ قومی مجلس انگورانے ان کو دول حلفا سے گفتگو کرنے کے لئے سرکاری طور پر کمال اختیار تفویض کئے ہیں۔ اور وہ جو مطالبات پیش کریں گے۔ وہ قومی عدد کے اندر ہوں گے۔ بعد ازاں انہوں نے خلیفۃ المسلمین سے ایک خفیہ ملاقات کی۔ اور بڑی دیر تک اس ملاقات کے دوران میں خفیہ گفتگو ہوتی رہی۔ مگر ترکی دزرا کو اس کا کوئی علم نہ تھا۔ جب یوسف بک حضور خلیفۃ المسلمین سے رخصت ہو کر باہر آئے۔ تب ان کو تپہ نگ جس پر وہ بہت ہی چلن بچھیں ہوئے۔ مگر اب وہ کیا کر سکتے تھے۔ جب پانی سر سے گزر چکا تھا۔

حکومت قسطنطنیہ نے غازی عزت پاشا دزیر فارجو کو اپنا نمیندہ مقرر کیا۔ دو نو قسطنطنیہ سے ۲۱ مارچ کو روانہ ہوئے۔ پیرس پہنچ کر انہوں نے

نے لارڈ کرزن سے ملاقات کی۔ دیر تک گفتگو ہوتی رہی۔ عورت پاشا نے ایشیا سے کوچک اور سمرنا کے مطالبہ پر زور دیا۔ اور کہا کہ قسطنطنیہ پر ترکی حکومت بحال ہونی چاہیے۔ ہمیں آباءوں میں آزادانہ جہان رانی منظور ہے۔ بشمول طیکہ استنبول کی آزادانہ حفاظت کا ہمیں یقین دلایا جائے۔ قلیل التعداد آبادیوں کے متعلق ہمیں وہی شرائط منظور ہیں۔ جو پہلے طے پا چکی ہیں۔

یوسف کمال نے کسی گفتگو میں فرمایا کہ اگر دول حلفاء مشرق قریب میں کوئی مفاد حاصل کرنا چاہتا ہیں تو انہیں ترکان احرار کے مطالبات کو ہم نظر انداز نہیں کرنا چاہئے جو اتھائی کمی کیا تھی عمومی معاہدہ کی شرائط میں مندرج ہیں اور جن سے محض ترکی کا اقتصادی ترقی اور اسکی آئندہ فلاح و بہبود کا اطمینان کرنا مقصود ہے۔ میں بوثوق کہہ سکتا ہوں کہ گورنمنٹ انگلورا سمرنا اور تھریس کے متعلق کسی رعایت کے عطا کرنے کی روادار نہیں ہو سکتی۔ اور اگر ایڈریانوپل کو علاقہ عثمانیہ سے علیحدہ کرنے کی کوئی تجویز ہوئی۔ تو ترکان احرار اسکی ضرور مخالفت کریں گے۔

کافر نس کا آغاز | جب ترکی اور یونانی و فوڈ پیرس میں پہنچ گئے تب پیرس کافر نس کا افتتاح ہوا۔ ہمارے کمان صلح نے مسئلہ مشرق قریب پر نہایت ہی انصاف اور ہمدردی سے پر جوش مباحثے کئے۔ بہت گرامر بحث مباحثے کے بعد کافر نس اس انجام پر پہنچی کہ آرمینیا کا قومی وطن مقرر کر دیا جائے۔ اور یہ فیصلہ ہو کہ بین الاقوامی انجمن ان مقامات اور علاقہ جات میں کمشنروں کا تقرر کرے۔ جہاں مخلوط آبادی ہو۔ مثلاً بحیرہ اسود۔ سلیشیا۔ مقدونیہ۔ تھریس۔ جنوب مشرقی اور جنوب مغربی یونان۔ یہ کمشنر انجمن کے ہائی کمشنر متعینہ قسطنطنیہ کی زیر ہدایت سالانہ اپنی تباویز اور سفارشات پیش کرتے رہیں گے۔ کافر نس نے ایشیا کے کوچک کے تخلیہ کے لئے امتحاناً ایک تجویز منظور کی اور کہلکلیہ تخلیہ اتحادی نظام کی زیر نگرانی عمل میں آئیگا۔ کافر نس نے آبنائے سکوپر آزاد رکھنے کا فیصلہ کیا۔ اور ساحل اناطولیہ غیر جانبدار علاقہ بنایا گیا۔ مگر اس پر آبنائوں کی کمیشن کے قبضہ کا حق نہ دیا گیا۔ علاوہ اس کے جزیرہ ناگیلی پولی پر

یونان کا قبضہ تسلیم کیا گیا۔

ترکی مطالبات | پیرس کانفرنس میں ترکی مطالبات بھی پیش ہوئے۔ جو تعداد میں پندرہ تھے۔ اور قومی مہتمم اپنی شرائط پر مبنی تھا۔ یہ شرائط ذیل میں درج ہیں۔

سمرنا۔ مشرقی تھریس۔ ایڈریا نوپل کی واپسی بغیر کی شرط اور قید کے۔ مغربی تھریس کو اندرونی آزادی عطا کرنا۔

آستانہ سے دول حلفا کی واپسی اور تمام آبنائوں کا تخلیہ۔

طرکی میں جس قدر اجنبی امتیازات اور اقتدار قائم ہیں۔ ان کا اٹھا لینا۔ خواہ یہ امتیازات و اختیارات فوجی ہوں۔ یا مالی و قضاوی دوسرے الفاظ میں اس کو اس طرح بیان کیا جاتا ہے۔ کہ دول حلفا کی انجمنوں۔ کمیٹیوں اور اجنبیوں کے امتیازات کو قطعی طور پر دور کر دینا۔

عثمانی آرمینیا میں کسی آزاد ارمنی حکومت کا قیام نہ کرنا۔

قبیل التعداد اقوام کو ایسے حقوق عطا کرنا۔ یا ضمانت دینے سے انکار کرنا۔ جو وسط یورپ کے معاہدات کی دفعہ سے زیادہ ہوں۔

تفکاریں انگور اگورنٹ کو کامل اقتدار حاصل رہنا۔

طرکی کو کافی سپاہ اور بحری بیڑہ کی اجازت دینا۔ اس و امان کی حالت میں ایک لاکھ ترکی سپاہ رکھی جائے۔ جس کی اعانت کے لئے غیر معین تعداد پولیس کی ہوگی۔ بحری بیڑہ اور ترکی سپاہ یورپ کی مداخلت اور اقتدار سے بالکل آزاد و خود مختار ہوگا۔

یہ قراردادیں قومی مجلس انگور نے پاس کی تھیں اور کمال بک وزیر خارجہ نے بار بار اسکی تصریح کی۔ کہ وہ (یوسف کمال بک) یورپ کے دارالحکومتوں میں اس عرض سے ہار رہے ہیں۔ کہ وہاں کی گورنمنٹوں کو انگور کے مقاصد سے آگاہ کریں۔ اور یہ کہ انکی عرض اس سفر سے شرائط صلح پر گفتگو کرنا۔ یا ان شرائط

کو قبول کرنا۔ جو پیش کی جائیں۔ نہ تھی۔ اس لئے کہ قومی مجلس انگور نے ان کو اس کا اختیار ہی نہیں دیا تھا۔

اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ گورنمنٹ انگور ا دول ملغار سے اپنی شرائط قبول کرنے پر مضبوطی سے قائم تھی۔

شرائط صلح میں ترمیم | جب یہ ترکی مطالبات کا نفرنس میں پیش ہوئے۔

قوبانیال صلح اپنی تجاویز میں ترمیم کرنے پر مجبور ہوئے۔ چنانچہ انہوں نے اپنی پہلی مجوزہ تجاویز میں یہ اضافہ کیا۔ کہ قسطنطنیہ ترکوں کے ہی قبضہ میں رہے دیا جائے۔ بنابریں دارالخلافہ کی حفاظت کے لئے یہ از حد ضروری ہے۔ کہ مشرقی

تھریس کا ایک بڑا حصہ (جس میں ایڈریا ذیل مشاغل نہیں تھا) ترکوں کو دیدیا جائے۔

تفادیر یونانی پھر حملہ نہ کر سکیں۔ علاوہ اس کے آبنائے ورہ وانیال کے ایشیائی ساحل

تک ترکوں کو علاقہ دیا گیا جس سے افواج کی واپسی کا اقرار کیا گیا۔ لیکن آبنائوں

کے داخلہ کے تحفظ کے لئے اتحادی فوج کا قبضہ ضروری سمجھا گیا۔ اس طرح سے

ترکوں کو بے دست و پا بنا کر ترکوں کو دارالخلافہ کی حفاظت کا خیال عطا کیا گیا۔

اس اضافہ کی ایک بڑی خاص وجہ یہ تھی۔ کہ دول ملغار کو معلوم تھا۔ کہ یونان

کو جنگ نے پیر مردہ کر دیا تھا۔ جس کے بارے وہ بالکل دب گیا تھا۔ اور جنگ

اناطولیہ کے ختم کئے جانے کا بہت ہی خواہش مند تھا۔ موسیو گونا ریس تو اس بات

پر بالکل راضی تھا۔ کہ ترکی اراضی کو اگر بالکل نہ سہی۔ تو اکثر کو خالی کر دیا جائے۔

لہذا دول ملغار کا اس امر پر اتفاق رائے ہو گیا تھا۔ کہ یونان اناطولیہ کو بالکل

خالی کر دے۔ مگر وہ سمرنا کو خالی کرنے پر راضی نہ ہوا۔

گیلی پولی کی بابت عقلائے فرنگ نے یہ فیصلہ کیا۔ کہ یونانیوں کے

قبضہ میں رکھا جائے۔ اور ایک بین الاقوامی کمیشن آبنائوں کی نگرانی کرے۔ اور

راہ مرستہ یہ بھی فرمایا گیا۔ کہ اس کمیشن محافظت کا کوئی صدر ترک ہوا کرے۔ لیکن

یہاں پر کمیشن کے افراد متفقہ میں اگر ایک کمزور یا تنہا جان کوئی ترک بچہ صدر ہو

کہ بھی بیٹھے۔ تو بہر حال قانون یورپ کی پابندی میں اس کو اس سے زیادہ کوئی حق حاصل ہو نہیں سکتا۔ کہ جب کوئی معاملہ طے ہونے کے لئے مسامحہ آرا رکھتا ہو۔ تو صدر اپنے فیصلہ رائے سے اس کو طے کر دے۔ تو اس سے یہ اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ کہ ممبران کمیشن ترکی کے ساتھ کس نوعیت کی ہمدردی رکھنے والے اور کس قوم کی کثرت کے نفوس ہوں گے۔ صدر کبھی بھی ان کے مقابلہ میں اپنی رائے فیصلہ کن کا اظہار کرنے کے قابل نہیں ہوگا۔ مانا کہ ترکی فوجی استحکامات جدا کرنے کے ساتھ ہی یہ بھی کہا جاتا تھا۔ کہ یونانی فوجی استحکامات بھی تو ڈبیئے جائیں گے۔ لیکن کیا آج کوئی ذی عقل انسان کہہ سکتا ہے۔ کہ ترک قسطنطنیہ کے اندر مفید ٹیپکر اور اپنی عین دروازہ کو دشمنوں کے قبضہ و اقتدار میں چھوڑ کر چین کی فیندہ سو سکتے ہیں؟ اور کیا گیلی پولی ایسی چیز ہے۔ جس پر بین الاقوامی نگہ رانی چھوڑ دینا ہی ترکوں کیلئے پس ہوگا؟ بلکہ اس کے صاف اور صریح معنی یہ ہیں۔ کہ دول منحدہ ہرگز نہیں چاہتی تھیں۔ کہ افتخار جنگ کے بعد بھی ترکوں کو مرطمن بیٹھنے دیں۔ بلکہ بلا خوف تردد یہی کہا جاتا ہے کہ یورپ یہ نہیں چاہتا تھا۔ کہ ترک چین سے بیٹھیں۔ ورنہ اس کے کوئی معنی نہیں کہ جزیرہ ناگیلی پولی جس کو خالص ترکی مملوک کہنا چاہئے۔ مصالحت کے بعد بھی انہیں دشمنوں کے ہاتھوں میں رہے۔ جو اسلام کے سخت دشمن ہیں۔

علاوہ بریں جزیرہ ناگیلی پولی جو ہمیشہ مسلمان شہداء کو اپنے آغوشِ احد میں لئے ہوئے ہے۔ اور جس کا ذرہ ذرہ آفتاب کی چمکی اور روشن شعاعوں میں دن ہاٹے پکار پکار کر زبان حال سے کہہ رہا تھا۔ کہ ان شہیدوں نے دار الخلافہ کی حفاظت کیلئے اس سرزمین پر اپنی جانیں نثار کی ہوئی ہیں۔ کیا آج اس متبرک اور مقدس سرزمین کو اس بد بخت کے حوالہ کیا جارہا ہے جس کی عداوت اسلام سے ایسی ظاہر و باہر ہے جیسا کہ عقابِ آفتاب کی روشن دھوپ الغرض یہ کہ انفرنس کی غفہ بکافتی پہاؤنڈ کرہ بالا فیصلہ کر کے اُنھی جس کے یہ معنی ہیں۔ کہ صلح کانفرنس کے ارباب مل و عقد۔ صلح صفائی کے پردے میں صلح کے جذبات کو بری طرح ٹھکرا رہے تھے۔ اور طرح طرح کے ظلم اور نا انصافی

برٹ رہے تھے۔ مگر پھر بھی یونان صلح کانفرنس کی ان تجاویز پر مطمئن نہ تھا۔ اور منہ بسوڑ بسوڑ کر غم و غصہ کا اظہار کرتا تھا۔ بانیان صلح نے اس پر پرلے درجے کی مرحمت خسروانہ نکلیں۔ یعنی انڈریا نوئل اس کے قبضہ میں رہنے دیا۔ سمرنا کو اس کے زیر اقتدار رکھا۔ سب سے بڑی چیز جزیرہ نمائے گیل پولی بھی اس کے سپرد کرنے کی تجویز ہوئی۔ مگر اس کی مکاری دیکھئے کہ وہ پھر بھی نہیں ماننا تھا۔ اور یہ سب یونان کی ظاہر داری تھی۔ ورنہ یہ وہ ان تجاویز پر بہت خوش تھا۔ کیونکہ جب یہ تجاویز صلح کانفرنس نے فریقین کے پیش کیں۔ تو یونانی وفد نے نہایت ہی اطمینان کے ساتھ ان تجاویز کو لے لیا۔

کانفرنس کی قراردادیں فی الحقیقت ایک عمدہ سی ہیں۔ کیونکہ جو طریقہ امتیاز کیا گیا تھا۔ وہ کسی طرح صلح کی تعریف میں نہیں آ سکتا۔ ان جدید تجاویز صلح پر یونانی خوشیاں منا رہے تھے۔ البتہ یونانی عمال سلطنت اس جذبہ کو خفیہ رکھنے کیلئے کوشاں تھے۔ درحقیقت تجاویز پیرس کانفرنس نے یونانی شہنشاہیت کو مزید قوت و استحکام بخشیدیا۔

ترکوں کا انکار | لیکن ترکان احرار پیرس کانفرنس کی تجاویز کو منظور کرنے کے لئے قلعہ تیار نہ تھے۔ اور مدبریں انگور اتومی معاہدہ کے نفاذ پر اڑے ہوئے تھے جس کا خاص منشا یہ تھا کہ ترکی تمام و کمال آزاد کر دی جائے اور خلیفۃ المسلمین کے اقتدار کو غیر ملکی اثرات سے پاک و صاف کر دیا جائے۔ انگور ایس نہایت خاموشی سے کام کیا جارہا تھا۔ قومی پارلیمنٹ کے خفیہ جلسوں کے علاوہ فوجی جنرلوں سے بھی مشورہ لیا گیا۔ اتحادیوں کی ضد اور محاطات حاضرہ کی نزاکت کو دیکھتے ہوئے اگر اس سے بھی زیادہ راز داری سے کام لیا جائے۔ تو کچھ بیجا نہیں۔ کیونکہ متحدین کی نگاہیں انگورہ کے طرز عمل پر لگی ہوئی تھیں۔

ترکان احرار متفقہ طور پر اتحادیوں کی تجاویز کے مخالف تھے۔ ان کا خیال تھا کہ اتحادیوں نے دانستہ طور پر ایسی تجاویز مرتب کی ہیں۔ جن کو وہ منظور نہ کر سکیں اور ستر و کرنے کی ذمہ داری ترکوں پر عائد ہو۔ ان کو یہ بھی خوف تھا کہ معاہدہ

سید کے کی طرح مفروضہ مراعات کی بارش خالی از علت نہیں۔ نہ کی حقوق کو محفوظ رکھنے بغیر صلح نامہ ممکن تھی۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ جنگ اٹل تھی۔ مسلمانانِ تھریس بھی یونانی خطرے کے باوجود سرکھٹ تھے۔ وہ نہیں چاہتے تھے۔ کہ موریا۔ کریت اور تحصیل کے مسلمانوں کی طرح یونان کے ظالم ہاتھوں دیدیئے جائیں۔ ان حالات سے اس امر کی جھلک نمایاں ہوتی تھی کہ شمشیر عثمانی کے جوہر یونانیوں کی ناپاک ہستی کو ہمیشہ کے لئے برباد کر دیئے۔ کیونکہ شرک و کفر صلح نے نہ کوں کی رگ حیت کو بھڑکا دیا تھا۔ اور گورنمنٹ قسطنطنیہ و انگلورا اپنے مطالبات میں متحد تھیں۔ اور اپنے آبائی ملک کو بچہ بخیار سے بچانے کے لئے سینہ سپر تھیں۔

بکر سامی بک مشہور لیڈر انگلورا نے فرمایا۔ کہ ہم نے عزم بالجزم کر لیا ہے۔ کہ یونانیوں کے ساتھ تانچہ لڑائی جاری رکھیں گے۔ اس وقت تک تجاویز صلح پر راضی نہ ہوں گے جب تک کہ ہمارا دشمن ہماری مقدس سرزمین میں موجود اور ہمارے اداکن مقدسہ کو اپنے ناپاک قدموں سے لوث کرنا نہ بیگنا۔ غازی مصطفیٰ اکمال پاشا نے فرمایا کہ ہم گزشتہ ۱۵ سال سے جنگ و جدال میں مصروف ہیں لیکن موجودہ جنگ سے ہمارا صرف مدعا یہ ہے۔ کہ خلافت کی حفاظت اور اسلام کی مدد کریں۔ ہم مستقبل کے متعلق امید رکھتے ہیں۔ کہ اس جنگ کے بعد سلطنتِ ترکی جو خلافت مقدسہ کی محافظ ہے ہماری تو قنات سے زیادہ طاقتور اور آزاد ہوگی۔

بولشویکوں کا خط ایرانوف نے حکومتِ سویت (بالٹوئیک) کی جانب سے ایک خط کھالی پارلیمنٹ کو دیا۔ اس سے متحذین کی شروط قبول کرنے سے انکار کرنے کیلئے انڈرا پر روسی اثر ظاہر ہوتا ہے۔ اس خط کا مضمون حسب ذیل ہے۔

”مغربی حکومتیں حملہ آور ہوتی ہوئیں دیکھ کر ترکی نے روس کے ساتھ اتحاد کر لیا۔ آپ لوگوں نے (ارکین پارلیمنٹ کی طرف خطاب ہے) یہ محسوس کیا۔ کہ مغربی حکومتیں آپ کو غلامی کے دام میں پھانسنے کے منصوبے باندھ رہی ہیں۔ اس لئے آپ اس سے بچنے کے لئے

مصطفیٰ اکمال پاشا کے ارد گرد جمع ہو گئے۔ اور اپنے ممالک کی حفاظت کے لئے روس کی مانند بڑی قربانیاں چڑھائیں۔ روسی قوم آپ کی طرف ہاتھ بڑھا رہی ہے۔ اور اس جدوجہد میں روس آپ کا بڑا بھائی ہے۔ اور آپ کو آخر دم تک لڑنے کے لئے زور دے رہا ہے ملک گیری کی ہوس کے کیڑوں کو تباہ کر دیجئے۔ لومڑی جیسے دعدوں پر دھوکہ نہ کھائیے۔ آپ تنہا نہیں ہیں ہم آپ کے ساتھ ہیں اور آپ کی تائید میں لڑ رہے ہیں۔

قسط نمونہ کے مطالبات | آستانہ کی حکومت کے وزیر اعظم توفیق پاشا نے ایک نامہ نگار سے بیان کیا۔ کہ یورپ میں ۲۰ ترک کی دود کا موجود ہونا یہ ثابت نہیں کرتا۔ کہ غرض و مطلوب میں دونوں متحد نہیں ہیں۔ اس کے بعد صدر اعظم نے ان قربانیوں کا ذکر کر کے جو ترکی قوم نے اپنی زمین کے لئے کی ہیں فرمایا۔

ہم صرف یہ چاہتے ہیں کہ ہمارا قومی مرکز محفوظ رہے۔ یعنی ہم صرف اپنی آزاد قومی زندگی کو چاہتے ہیں۔ اس لئے ہم کسی ایسے معاہدے کو تسلیم نہ کریں گے جس کی رو سے ہمیں اپنی اس زمین سے جو تاج و جنس اقتصاد اور سیاست کے احکام سے ہماری ہے دست بردار ہونا پڑے۔ بلکہ قلیل التعداد اقوام کے حقوق کا اس شرط کے ساتھ احترام کرنے پر آمادہ ہے کہ ہمارے ہمسایہ ممالک میں اسلامی قومی بھی ایسے احترام حقوق سے متمتع ہوں۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا۔

مشرق میں ہمارے خیال کے مطابق امن و امان محض کاغذات پر قائم نہیں ہو سکتا۔ بلکہ واقعی امن و امان کا محتاج ہے۔ اگر ہمارے ساتھ معاملہ کریں مبادات قانونی۔ مالی و اقتصادی کو اختیار کیا گیا۔ تو بلاشبہ یہ دائمی امن و امان کا موجب ہو گا اور مشرق قریب مطمئن ہو جائیگا۔ اور مسئلہ مشرق کی مشکلات بالکل دور ہو جائیگی۔

غازی مصطفیٰ اکمال پاشا کی تنقید | جب یہ تجاویز صلح مجلس ملیہ انگورامین پہنچیں تو ان پر غور کرنے کے لئے قومی مجلس کا اجلاس منعقد ہوا۔ اس اجلاس میں غازی مصطفیٰ

کمال پاشا بھی شریک ہوئے۔ انہوں نے مبران مجلس کو مخاطب کر کے ایک زہرہ مست
تقریر کی جس میں آپ نے دول حلفا کی تباہی و التواء کے جنگ پر اپنی تنقید اظہار کی
کی اور بتلایا کہ التواء کے جنگ کی تباہی و زہرہ سے یورپ کی عرض صرف یہ ہے کہ ترکوں سے
وہ ہتھیار بھی لے لئے جائیں۔ جو ان کے پاس اپنی آزادی اور اپنے حقوق کی مدافعت
کے لئے موجود ہیں۔

اس موضوع پر آپ نے تقریر میں فرمایا۔

بھائیو! دول حلفا نے اپنی پہلی یادداشت جیسا کہ آپ کو معلوم ہے ہمارے
حوالہ کی ہے۔ اس یادداشت میں چند شرائط ہیں۔ اور ہماری سپاہ کو ایک طویل مدت
تک اپنے اختیار میں رکھنے کا ذکر ہے۔ اس کے بعد دوسری یادداشت ہمارے حوالہ
کی۔ اس میں ایسی شرائط ہیں۔ جو ہماری سپاہ کی طاقت کو متعید کرتی ہیں۔ اور ہمارے
ملک کو وسائل حفاظت و ذرائع دفاع سے محروم کر دیتی ہیں۔ اب ہمارے پاس
دول حلفا نے تیسری یادداشت بھیجی ہے جس میں اناطولیہ کے تخلیہ کو غیر ممکن مانا
تک ملتوی کیا گیا ہے۔ حالانکہ اناطولیہ کا تخلیہ ہی وہ اصولی امر ہے جس کو آپ کی
مجلس نے گفتگو کے صلح کی بنیاد قرار دیا ہے۔ جب ہم دول حلفا کی تینوں
یادداشتوں کو ایک دوسرے سے مقابلہ کرنے کے لئے سامنے رکھتے ہیں۔ تو یہ نتیجہ
نکلتا ہے۔ کہ پہلی اور دوسری یادداشت میں تخلیہ اناطولیہ کو اصل قاعدہ رکھا گیا ہے۔
لیکن تیسری یادداشت میں اناطولیہ کے تخلیہ کو مؤخر انداز کر کے دیا گیا ہے۔ تینوں یادداشتوں
کا یہ تناقض اسناد افح ہے۔ بقنا کہ طلوع آفتاب کی وقت دن کا وجود ظاہر و باہر ہوتا ہے۔
اور ایسی حالت میں جبکہ یادداشتوں میں تناقض صریح پایا جاتا ہے۔ کسی تشریح کی ضرورت
نہیں ہے۔ اسی طرح میں اسکی ضرورت بھی محسوس نہیں کرتا۔ کہ مسئلہ صلح اور اسکی شرائط
پر کوئی طویل بحث کروں۔ کیونکہ صلح کا مسئلہ ان مسائل میں سے ہے جن کا حل کسی
اور دولی یورپ کے وہاں ملے ہوئے ہونا واجب ہے۔ اور یونان کو اس میں دخل وچبہ
کا کوئی حق نہیں ہے۔ بلکہ ہمارا معاملہ یونان سے نہیں۔ بلکہ دول سے ہے۔

اور وہ دل ہی کے ساتھ ملکر تم کو سکولے کر سکتے ہیں۔

برادران محترم!

میں نے گزشتہ ۶ ہفتے میدان جنگ میں گزارے ہیں۔ اور اس عرصہ میں دشمن کی حالت کا غور سے مطالعہ کیا ہے اور اپنی سپاہ کی حالت کو بھی بخوبی دیکھا ہے۔ ہمارے عساکر میں قائمہ نظم سے بیکر سپاہی تک اعتماد و فہم اور حب الوطنی کے جذبہ سے معمور ہے۔ جس سے ان کا ملی اخلاص ظاہر ہوتا ہے۔ میں اپنے مشاہدات اور تجربات کی بنا پر یہ کہہ سکتا ہوں۔ کہ ہماری سپاہ جو سخت مشکلات کے زمانہ میں تیار کی گئی ہے۔ اس عثمانی سپاہ سے تعداد میں کم ہے۔ جو سابق میں تھی۔ لیکن باوجود ہمہ ذہ ساقی ترکی سپاہ سے بدرجہا بہتر ہے۔ اور اسکی تیاری مکمل ہیں۔ ہماری موجودہ سپاہ کوئی طرح نہیں رکھتی۔ اور اسکو اس لئے تیار کیا گیا ہے۔ کہ اس کو اپنی طبع اور حرص کا وسیلہ بنایا جائے۔ بلکہ اسکی تکمیل سے غرض صرف قومی حقوق کی حفاظت ہے۔ ہماری سپاہ کی اخلاقی حالت نہایت بہتر اور بلند درجہ رکھتی ہے اور اسکی قوت بہت قوت ہے۔ جب ہم اپنی سپاہ کی حالت کو دیکھتے ہیں۔ تو یہ امر ہم پر واضح ہو جاتا ہے۔ کہ ہمارے مطالبات قوم کی خواہش کے موافق اور مصالح کے مناسبت ہیں۔ پھر آپ نے فرمایا کہ یونان ہماری مملکت کے بعض حصوں میں تخریب و بربادی کے درپے ہے۔ اور مضموم و بیگناہ اشخاص کو تلوار کے گھاٹے انا رہا ہے۔ یہ سلسلہ کب تک جاری ہوگا۔ ہم اسے تباہ کرنے اور اسے اپنی مملکت سے نکالنے کے لئے اپنی پوری طاقت صرف کر رہے ہیں۔

انگور گورنمنٹ کی جوابی یادداشت | بعد ازاں قومی مجلس انگور نے ان تجاویز صلح کے جواب میں جو ۱۵ اپریل کو انگور میں موصول ہوئیں تھیں۔ غور و غوض کے بعد ذیل کا جواب لکھ دیا۔ چونکہ یوسف کمال بک ترکوں۔ تہہ نامندہ مقرر ہو کر پیرس کی کانفرنس میں گئے تھے۔ اس لئے انگور گورنمنٹ نے انہیں کو اپنی طرف سے جواب دینے کا مجاز قرار دیا ہوا تھا۔

بخدمت جناب موسیو پوٹسڈام لارڈ کرزن اور موسیو شامندر

میری حکومت نے مجھے اجازت دی ہے کہ میں آپ کو اس امر کی اطلاع دوں کہ آپ کی جوابی یادداشت جو فرانس، اٹلی اور انگلستان کی حکومتوں کی جانب سے اپنے ردانہ کی ہے اور جو میری گورنمنٹ کی یادداشت مورخہ ۵ اپریل ۱۹۲۳ء کے جواب میں ہے۔ انکو رد کرتی مجلس کو موصول ہوئی ہے۔

چونکہ دول مذکورہ کے وزراء خارجہ مشرق قریب میں امن وامان کے بہت زیادہ خواہشمند ہیں اور انہوں نے اپنی اس خواہش کو پورا کرنے کے لئے التوائے جنگ اناطولیہ کی تجویز جو تخلیہ اناطولیہ پر مبنی ہے پیش کی ہے۔ اس بنا پر انکو رد کی قومی مجلس ظاہر کرتی ہے کہ التوائے جنگ کے ساتھ ہی تخلیہ کی کارروائی کا آغاز عرض مطلوب تک باسانی پہنچا دینے والا ہے۔ اور اس طرح وہ نتائج جو التوائے جنگ اور تخلیہ اناطولیہ کے مقدمات پر مبنی ہیں۔ نہایت آسانی سے حاصل ہو سکتے ہیں ۵ اپریل کو جوابی یادداشت میری گورنمنٹ نے بھیجی تھی۔ اس میں دول حلفاء کو جو دوبارہ جنگ شروع ہونے کی مخالف ہیں اور جنگ چھڑ جانے کے ہر ممکن احتمال کو رد کرنے کی خواہشمند ہیں۔ اس جانب کافی توجہ دلائی جا چکی ہے۔

واقعہ یہ ہے کہ دول حلفاء کے وزراء خارجہ نے اپنی یادداشت مورخہ ۲۷ مارچ ۱۹۲۲ء میں جو التوائے جنگ کے متعلق تھی۔ فریقین متخارب یعنی یونان اور ترکی کو یہ نصیحت کی تھی کہ وہ جنگی کارروائیوں کو ختم کر دیں۔ اسی یادداشت میں وزراء خارجہ مذکور نے اس امر کی بھی تصریح کی تھی کہ دول حلفاء یا دول حلفاء کے وزراء خارجہ کی غرض اس کوشش سے صرف مشرق قریب میں امن وامان قائم کرنا اور صلح کے پھر میدوں کو اڑانا ہے اور وہ اسکی خواہش بھی رکھتے ہیں۔ کہ اناطولیہ کی سرزمین سے بغیر خونی زنی اور تباہی اموال کے تخلیہ عمل میں آجائے۔

دول حلفاء کے وزراء خارجہ نے اپنی دوسری یادداشت میں اُن شرائط کا بھی ذکر کیا ہے۔ جو التوائے جنگ اور تخلیہ اناطولیہ سے مخصوص طور پر تعلق رکھتی ہیں۔ ان شرائط و شرائط کا مقصد یہ بتلایا گیا ہے کہ یونان اپنی فوجوں کو باسانی واپس لیجائے

اور اناطولیہ کی سرزمین کو غالی کر کے ترکوں کے حوالہ کر دے۔

اس کے علاوہ لارڈ کرزن وزیر خارجہ انگلستان نے ٹوئس آف لارڈ میں بدھ مارچ ۱۹۲۲ء کو تقریر کرتے ہوئے یہ بھی بیان کیا ہے کہ التوائے جنگ اُن مذاہر کی تہید یا مفہم ہے جو یونانی قوت کو اناطولیہ سے واپس لانے کے لئے اختیار کی جائیں گی۔ ترکی قوم نے دولِ خلفاء کی یادداشتوں اور لارڈ کرزن کے بیانات کو غور سے ملاحظہ کیا تھا۔ اور یہ اُمیدیں قائم کر لی تھیں کہ التوائے جنگ کے ساتھ ہی اناطولیہ کے تخلیکہ کی کارروائی بھی شروع ہو جائے گی۔ اور تخلیکہ میں کوئی وقفہ روانہ رکھا جائیگا لیکن ان اُمیدوں کو قائم کئے ہوئے غور سے ہی دن گزرے تھے کہ ترکی قوم نے دولِ خلفاء کی تیسری یادداشت مورخہ ۱۵ اپریل ۱۹۲۲ء کو دیکھا اور وہ حیرت میں رہ گئی۔ اس یادداشت میں بیان کیا گیا تھا کہ التوائے جنگ تخلیکہ اناطولیہ پر اس وقت مبنی ہو سکتا ہے جبکہ فریقین اُن تجاویزِ صلح کو قبول کر لیں۔ جو دولِ خلفاء کے وزراء خارجہ نے قرار دی ہیں۔ اور یہ اس وجہ سے کہ اگر تجاویزِ صلح کو فریقین نے قبول نہ کیا اور صرف التوائے جنگ کے ساتھ تخلیکہ اناطولیہ عمل میں آیا تو یہ احتمال پیدا ہو جائیگا کہ یونان تجاویزِ صلح کو قبول نہ کرے اور اپنی فوجوں کو اناطولیہ سے لیجا کر تھرس میں جمع کر دے اور وہاں پھر دوسری جنگ چھڑ جائے۔ میری حکومت (انگورہ گورنمنٹ) ان اسباب پر تنقید کرنا نہیں چاہتی بلکہ یہ بیان کر دینا کافی خیال کرتی ہے کہ اگر یونان التوائے جنگ اور تخلیکہ اناطولیہ کے دورِ تھرس میں کوئی جنگی کارروائی کر لیکا۔ تو اُس کی یہ کارروائی دولِ خلفاء کے اعلان کے خلاف متروک کر دی جائے گی۔ اور اس کا نتیجہ یقیناً یہ نکلیگا کہ ساری دنیا یونان سے غضب ناک ہو جائے گی۔ بہر حال وہ تمام اسباب جن کا اوپر ذکر کیا گیا ہے۔ صاف طور پر اس کا اظہار کرتے ہیں کہ وہ کہاں تک ٹرکی کے معاملہ میں صلح کے مقتضیات اور عدل و انصاف میں سے ہیں۔ اس کے علاوہ انگورہ گورنمنٹ کے سامنے وہ تمام واقعات بھی ہیں جو یونانی سپاہ کے ماتحتوں و قوت پذیر ہوئے ہیں۔ یعنی اناطولیہ کی اُس زمین پر جس پر یونان کا قبضہ ہے یونانی سپاہیوں کا ظلم کرنا باشندوں کو اذیتیں دینا آتش فشاں

اور آبادیوں کی تباہی و بربادی رعایا کے اموال کی فصلی وغیرہ وغیرہ یہ تمام واقعات عیاں ہیں اور جو خوزنری اور بیگناہ مسلمانوں کی تباہی و بربادی عمل میں آئی وہ بھی کسی سے مخفی نہیں ہے ان تمام شرمناک واقعات اور خوزنری کے حادثات نے میری حکومت کو مجبور کیا ہے کہ وہ اپنی رائے پر قائم ہے۔ میری حکومت اس خصوص میں نہایت مضبوط و لائل رکھتی ہے۔ اور بطور مثال اُن حادثات کو پیش کرتی ہے جو یونانیوں نے اُس آراضی پر قبضہ کرتے ہوئے جس کو اٹلی نے خالی کیا تھا کئے ہیں۔ یعنی بے گناہ مسلمانوں کی قتل و غارتگری اور آبادیوں میں آگ لگانا وغیرہ وغیرہ۔

تمام وہ ناظرانِ جماعتیں جنہوں نے اُس آراضی کا معائنہ کیا ہے جس پر یونانی قابض ہیں۔ نیز صلیب احمد کے نایندوں نے یہ شہادتیں دی ہیں کہ یونانی مظالم انتہا کو پہنچ چکے ہیں۔ اور یونانی قتل و غارتگری کی نسبت جو واقعات شائع ہوئے ہیں۔ وہ سب درست و صحیح ہیں اور یونانیوں نے اسلامی آبادیوں اور مسلمانوں کے ساتھ نہایت بُرا سلوک کیا جو میری حکومت کسی طرح اس کو درست تسلیم نہیں کر سکتی کہ دولِ حلفاء جو انسانی ہمدردی کے سلسلہ میں قلیل التعداد مسیحیوں کی حمایت کرتی ہیں۔ اس امر کو گوارا کریں گی کہ یونانی حکومت کثیر التعداد مسلمانوں پر ظلم و ستم کرتی رہے اسی انسانی ہمدردی کو پیشِ نظر راکھ کر جس کو دولِ حلفاء مسیحیوں کے معاملہ میں ظاہر کرتی رہتی ہیں میں دولِ حلفاء کے وزراء خارجہ کی توجہ اس جانب مبذول کرانا چاہتا ہوں۔ اور میری حکومت نے جو مطالبہ کیا ہے۔ اس پر اصرار کرتا ہوں یعنی یہ کہ التوا اُسے جنگ کے بعد ہی اناطولیہ کا تخلیہ فوراً عمل میں آئے تاکہ جلد سے جلد اُن سکین مسلمانوں کو جو یونانی حکومت میں برداشت سے زیادہ ظلم و ستم کا شکار ہو رہے ہیں نجات دلائی جائے۔

میری حکومت قوی امید رکھتی ہے کہ دولِ حلفاء اس امر کو تسلیم کر لیں گی کہ ترکی قوم جو اپنے بھائیوں کو یونانی مظالم سے نجات دلانے کے لئے کھڑی ہوئی ہے اس امر کو قبول کرنے میں بالکل مجبور و معذور ہے کہ التوا اُسے جنگ کیساتھ تخلیہ کی کارروائی کو ملتوی کر دیا جائے یا اس کے لئے کوئی مدت مقرر کی جائے یعنی ترکی قوم التوا اُسے جنگ

کے ساتھ تخلیہ اناطولیہ کو اس شرط پر مشروط کر کے قبول کرنے کے لئے تیار نہیں ہے مگر فقہین متحارب شکارہ صلح کو بھی قبول کر لیں۔

اس موقع پر میں دوبارہ اُن لفظوں کا اعادہ کرتا ہوں جن کو میں اپنی پہلی یادداشت میں لکھ چکا ہوں یعنی یہ کہ میری حکومت اس امر پر تیار رہے گی کہ اپنے نمایندوں کو اس دعوت کی بنا پر جس کا ذکر دول حلفار کی ۶ مارچ ۱۹۱۹ء والی یادداشت میں کیا گیا ہے۔ شرائط صلح پر گفتگو کرنے کے لئے وہ کہہ سکیں لیکن شرط یہ ہے کہ اس امر کو پیش نظر رکھا جائے جو تخلیہ اناطولیہ سے متعلق ہے اور جس کا بار بار ترک اعادہ کر چکے ہیں۔

اوپر جو کچھ لکھا جا چکا ہے اُسی کے ساتھ اس امر کو بھی ملحوظ رکھنا ضروری ہے کہ وہ تجاویز صلح اور سادٹی صلح جن کو دول حلفار کے ذرا خارجہ نے قرار دیا ہے وہ اُن مواعید و عہود کے بالکل خلاف ہیں جن کا اعلان انگلستان کے وزیر خارجہ نے ۱۹۱۹ء میں سرکاری طور پر کیا تھا۔ یعنی یہ کہ ہم اتحادی اس لئے نہیں لڑ رہے ہیں کہ ترکی کو اُس کے دارالسلطنت سے محروم کر دیں اور نہ اس لئے کہ ترکی کے شہروں اناطولیہ اور تھراس کو ترکی سے چھین لیں۔

اسی کے ساتھ ۶ مارچ والی یادداشت کے یہ الفاظ کہ ”وہ آراضی محدودہ جو ترکی کے تابع ہے۔ ترکی قوم کو واپس دی جائیگی اور ترکی حکومت اوپر قابض رہے گی اور یہ اس لئے کہ ترکی حکومت اس طرح اپنی مستقل قومی زندگی کو قائم و باقی رکھنے کے قابل ہو سکے اور اس لئے کہ مسلمان ایک ایسے انتظام کو حاصل کر سکیں جو اُن کے لئے زیادہ موزوں و مناسب ہیں“

امور مذکورہ میں جن باتوں کی طرف اشارہ کیا گیا ہے وہ کسی طرح اُن مطالبات کے خلاف نہیں ہیں جو ترکوں نے کئے ہیں اور جن کے حصول کے لئے ترک جدوجہد کر رہے ہیں۔ ان وجوہ کی بنا پر میری حکومت نے اپنی امیدوں کو منقطع نہیں کیا ہے اور اس کا یہ عقیدہ بخشنے ہے کہ وہ اصول و قواعد جو مذکورہ بالا مواعید و عہود کے مطابق نہ ہوں اُن میں کوئی تبدیلی یا ترمیم مناسب نہیں ہے اور انہیں مواعید و عہود کو پیش نظر رکھنے سے تجاویز و شرائط

صلح کی تکمیل ہو سکتی ہے۔

میری حکومت مکرر اس موقع پر اس کی تصریح کر دینا مناسب سمجھتی ہے کہ ترک صرف یہ چاہتے ہیں کہ وہ اپنے ملک میں آزادی کی زندگی بسر کریں اور امن و سکون کی حیات گزاریں اور یہ کہ وہ ان اقتصادی، سیاسی اور عدالتی قیود سے آزاد ہوں جو ان کی ترقی میں عاص و مانع ہوتی ہیں۔ تاکہ ان کی مستقل زندگی انہیں ترقی و کامیابی کا موقع دے۔ میری حکومت یہ بھی کہتی ہے کہ وہ چونکہ ایک اسلامی حکومت ہے۔ اس لئے بحیثیت ایک اسلامی حکومت کے وہ دوسرے اقوام کے حقوق کے اعتراف پر مجبور رہے اور ہر ایک مسیحی قوم کے حق کی حفاظت اور سکافرض ہے۔

ترکی حکومت ان حکومتوں میں جو جنگ یورپ میں شکست پانچکی ہیں۔ صرف پہلی حکومت ہے جس نے جنگ یورپ میں اپنی اہلک کی وسیع آراضی کو ضائع کیا ہے۔ جو ماکہ ٹرکی کے ہاتھ سے اس جنگ میں نکل گئے ہیں۔ وہ بہت وسیع رقبہ رکھتے ہیں۔ بلکہ یوں کہنا چاہئے کہ وہ کئی وسیع ملک ہیں۔

دول حلفاء کے وزراء نے جو شرائط قرار دی ہیں۔ ان کو پیش نظر رکھنے سے نیز ترکی قوم کی کمزوری کو ملحوظ خاطر رکھنے سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ دول حلفاء نے تحلیلہ اناطولیہ کو جو تجاویز صلح کے قبول کرنے پر مشروط کیا ہے اسکا مطلب صرف یہ ہو سکتا ہے۔ کہ دشمن کو کافی موقعہ تیاری کا مل جائیگا تاکہ وہ شرائط صلح کی تائید کے قابل ہو سکے اور دوبارہ جنگ چھیڑنے کے سامان کو فراہم کر سکے۔ میں مکرر اس کو دہراتا ہوں کہ انشاءً جنگ صرف ایک بہانہ ہے اور اس سے مقصود صرف یہ ہے کہ یونان کا فی تیاریاں کر کے پھر مسلمانوں کی زندگی عزت اور مال و دولت کی تباہی و بربادی کر سکے اور ان شہروں میں جن کی نسبت ایک شخص بھی یہ نہیں کہہ سکتا کہ وہ ترک کی نہیں ہیں۔ ظلم و ستم ڈھانے کا موقعہ پاسکے۔

اس موقع پر یہ بھی بیان کر دینا ضروری ہے کہ چونکہ ان شرائط صلح کا جن کو دول حلفاء نے تجویز کیا ہے۔ زیادہ حصہ خود دول حلفاء سے نکلنے رکھتا ہے۔ اس لئے میری حکومت

یہ خیال رکھتی ہے کہ دول حلفاء کو اسکی کوئی ضرورت نہیں ہے کہ وہ یونانی فوجوں کو ناطولیہ میں موجود رکھے۔ کیونکہ ان فوجوں سے مناقشہ کے حق کو کوئی فائدہ نہیں پہنچ سکتا۔ مگر صرف اتنا کہ ایک دہکی ویجا سکتے۔

اس مناسبت سے میں اس امر کو آپ کے سامنے پیش کرنا ضروری خیال کرتا ہوں۔ کہ میری حکومت دول حلفاء کی نیتوں پر شک رکھتی ہے اور اس شک کی بڑی وجہ یہ ہے۔ کہ دول حلفاء نے اپنی یادداشتوں میں شرائط و تجاویز صلح کا ذکر کرتے ہوئے یہ کہیں بیان نہیں کیا ہے کہ وہ کون سے نقاط ہیں جو خاص اہمیت رکھتے ہیں۔ شرائط صلح کی تقسیم اس صورت پر جیسی کہ یادداشتوں میں بیان کی گئی بہت زیادہ اختلاف اور بحث و گفتگو کا موقع رکھتی ہے اور یہ ایسی صورت ہے جس سے کسی مفید نتیجہ پر پہنچنے کے بجائے ایسا مناقشہ پیدا ہو جائیگا جس کی تلافی ناممکن ہوگی۔ اور ان منہاجات کا صرف ایک نتیجہ ہوگا۔ اور وہ یہ کہ ناطولیہ کے مسلمان باشندوں پر ظلم و ستم کی مدت طویل ہو جائیگی مجلس قونی کی حکومت آپ کی یادداشتوں کو پیش نظر رکھ کر ان پر اپنی رائے ظاہر کرتے ہوئے آپ کا شکریہ ادا کرتی ہے کہ آپ نے تخلیق کے متعلق تجویز کو دوسرے جامہ میں پیش کیا اور اس پر اصرار کرتی ہے کہ تخلیق کے متعلق پہلی اور دوسری یادداشت کی تجاویز کو اختیار کیا جائے یعنی التوائے جنگ کو تخلیق پر مشروط رکھا جائے۔

چونکہ یادداشتوں کے تبادلہ اور خط و کتابت میں زیادہ وقت صرف ہوتا ہے۔ اس لئے ان بیکار باتوں سے بچنے کے لئے میری حکومت تجویز کرتی ہے کہ اس کے وہ نایندوں کو قبول کیا جائے اور ان کو بحث و گفتگو کی آزادی دی جائے۔ اور یہ اس خیال سے کہ زبانی گفتگو اس کا موقع آسانی سے ہم پہنچا دیگی کہ گم شدہ صلح کو حاصل کیا جائے اور خونریزی کو روکا جائے۔ اس گفتگو سے یہ بھی معلوم ہو جائیگا کہ مختلف نقطہائے نظر میں اتفاق ممکن ہے یا نہیں۔

میری حکومت کے نمائندے آپ کے نمائندوں سے گفتگو کرنے کے لئے شہر ازمیت میں تیار ہیں اور جو وقت مہربانی گفتگو کے لئے مقرر کیا جائے اس وقت وہ حاضر ہو سکتے ہیں

یہ نہاں دے اپنی گفتگو کے بعد اگر یہ خیال کریں کہ باہمی سمجھوتہ ممکن ہے تو پھر فوراً گفتگو صلح کو شروع کر دیا جائے۔

اگر آپ کی حکومت میری حکومت کی تجویز سے اتفاق کرے تو میں اُمید رکھتا ہوں کہ مجھے اس کے اعلان کی اجازت دی جائے اور ظاہر کیا جائے کہ آپ کے کون کون نہاں دے گفتگو کے لئے آئیں گے۔

مجھے یہ شرف حاصل کریں ہوں آپ کا.....

وزیر خارجہ مجلس وطنی کبیر

یوسف کمال کی گفتگو | ایک لنڈنی معاہدہ کے خاص نمائندہ نے گورنمنٹ انکوار کے وزیر خارجہ یوسف کمال بے سے حسب ذیل گفت و شنید کی۔

نمائندہ۔ کیا یہ خیال کرنا صحیح نہیں کہ آپ کو گفتگوئے مصالحت کے اختیارات سے محروم کر دیا گیا ہے۔ کیونکہ جس وقت قومی پارلیمنٹ نے آپ کو یورپ روانہ کیا۔ اس وقت اعلان کر دیا تھا کہ قومی معاہدہ میں ہرگز کسی ترمیم کی گنجائش نہیں؟

وزیر۔ یہ صاف ظاہر ہے کہ اگر مجھے گفت و شنید کے لئے بھیجا جاتا۔ تو مجھ سے یہ نہ کہا جاتا کہ تمہیں یہ کرنا چاہئے اور یہ نہ کرنا چاہئے۔ فی الحقیقت قومی معاہدہ ایک دائرہ ہے جس کے ذریعہ سے ترک اپنے مطالبات کو حاصل کرنے کے لئے کوشاں ہیں حقیقتاً یہ معاہدہ ہمارے تمام کمال مطالبات کا ضروری ملحق ہے۔ میرا اس کہنے سے یہ مطلب نہیں کہ مجھے یہ اختیار دیا گیا ہے کہ میں بعض خاص کام کروں۔ اور بعض نہ کروں۔ بلکہ یہ کہ ابھی گفت و شنید کا وقت ہی نہیں آیا۔

نمائندہ۔ آپ کے خیال میں وقت کب آئے گا۔

وزیر۔ اس کا انحصار دیگر طاقتوں پر ہے۔ علاوہ ازیں اس وقت صرف میں ہی گفتگو کرنے والا نہ ہوں گا جبکہ ہماری گورنمنٹ اور ہماری پارلیمنٹ اس معاملہ میں شامل ہو گئی نہاں دے۔ اس معاہدہ کے سلسلہ میں آپ کے اور گورنمنٹ قسطنطنیہ کے تعلقات کیسے ہیں؟

وزیر۔ اولاً اس کے متعلق مختلف مقامات پر جلسے کئے گئے۔ اور بالآخر قسطنطنیہ کی پارلیمنٹ عثمانیہ نے جس کو اب انگورہ کی قومی پارلیمنٹ عظمیٰ کے نام سے نامزد کیا جاتا ہے۔ اس کو منظور کیا۔
نمایندہ۔ لیکن کیا سلطان المعظم کی گورنمنٹ نے بھی اس معاہدہ کی منظوری دیدی ہے؟

وزیر۔ یہ معاہدہ فی الواقع تمام قوم کے نمائندوں نے مرتب کیا ہے۔
نمایندہ۔ کیا آپ سلطان المعظم کی گورنمنٹ کو تسلیم نہیں کرتے؟
وزیر۔ قوم کے نمائندگان کو قوم کی حکمرانی کا حق ہے۔
نمایندہ۔ کیا آپ کا جینوا جانے کا ارادہ ہے؟

وزیر۔ شاید میں جاؤں۔ کیونکہ میں جانے کا ارادہ تو کر رہا ہوں۔
نمایندہ۔ بشرطیکہ وہاں مشرقی مسائل کا معاملہ پیش ہو۔

وزیر۔ نہیں یہ مطلب نہیں۔ کیونکہ یہ تو ایک مسئلہ امر ہے کہ جہاں مشرقی مسائل پر بحث ہوگی۔ وہاں نمائندگان ترکی کو ضرور شریک کیا جائیگا۔ نیز ترکی بھی طبعاً جزائیہ و اقتصادی تعلقات کے یورپین طاقتوں میں بھی شامل ہے۔

نمایندہ۔ میں نے سنا ہے کہ بالٹویک ترکی کے نمائندگان کو کانفرنس میں شریک کرنے پر زور دے رہے ہیں۔

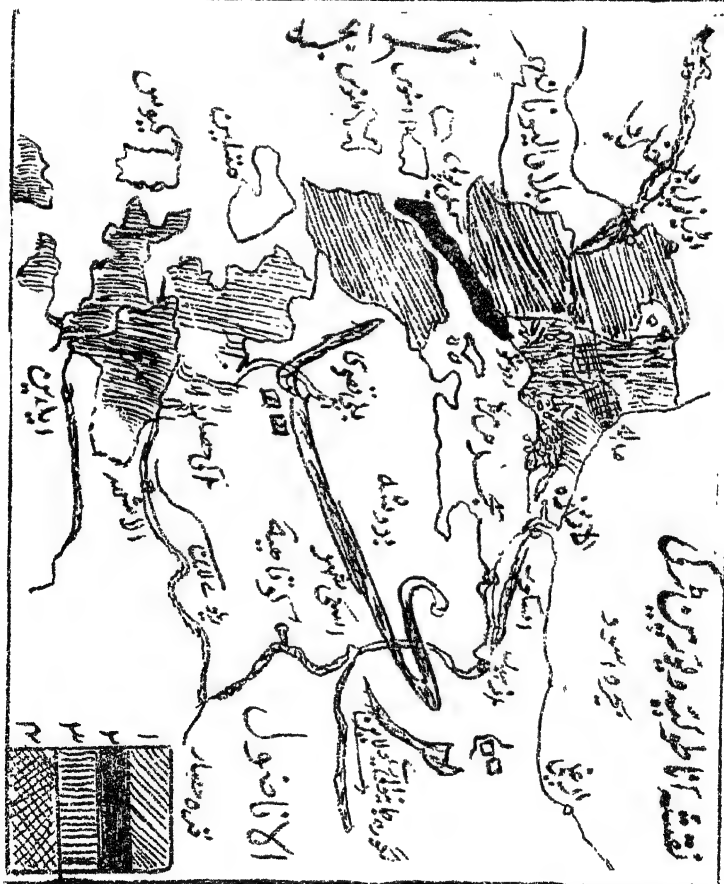
وزیر۔ میں اس کی بابت کچھ نہیں بتلا سکتا۔

نمایندہ۔ لیکن اس قومی معاہدہ میں ارمینوں کے قومی کاما جگاہ کا کوئی خاص ذکر نہیں وزیر۔ معاف فرمائیے۔ میں اس کے متعلق زیادہ انکشاف نہیں کر سکتا۔

تجارت و بیرونی امور کا کنفرنس کی تشریح | پیرس کانفرنس کے نتائج اور تجاویز آپ ملاحظہ فرما

چکے ہیں۔ یہ کانفرنس اپریل کے شروع میں ختم ہوئی۔ اس کی تجاویز اختصار کیا تھ
ذیل میں ہدیہ ناظرین کیجاتی ہیں۔ (انگلیسی پولی یونان کو دیا جائے۔ (۲) آبنائیں بین الاقوامی
رہیں اور سختی چنار۔ جزائر ملنوس، بلیٹھن۔ جزیرہ نمائے و رطاق اور باسفورس کے پورے ایشیائی

اس حال میں کوئی فوج نہ رہے (۳) تھریس میں ترکی حدود و روسٹوٹیدیا لائن پر مقرر کیجائے (۴) منربی تھریس میں ایڈریا نول یونان کو دیا جائے (۵) قسطنطنیہ ترکوں کے پاس ہے۔ یہ نتیجہ مزبور اصل ایک ہی تجویز کی فروغ میں۔ ان سب کی اصل یہ ہے کہ ترکوں کو محض اپنے کیسے شعلہ لائن سے چند گز زیادہ زمین دیکر عکس گائیو سٹے خارج کر دیا جائے۔ اور ترکی حکومت کو قسطنطنیہ میں اس حال سے رکھا جائے کہ جب ضرورت ہو یا مناسبت قیامی تو وہ آسانی و آفائے خارج کے جا سکیں۔ اور دنی سے بھی ملوث نہ کر سکیں۔ حقیقتاً بشرط معاہدہ میونسکی کریم میں ہم ایک نقشہ دیکھتے تھے جسے جزائی حیثیت سے یہیں لکھنے نے معاہدہ میونسکی میں کریم کی بھی چنانچہ ذیل کے نقشے پر نظر ڈالنے سے آپکو معلوم ہوگا کہ کریم میں ترکی اور اطالیہ میں کیا تفریق بنی رہا گیا تھا۔



اناطولیہ میں سمرنا کا ضلع معاہدہ سیورے کی رو سے یونان کو دیا گیا تھا۔ پیرس کانفرنس کی تجویز کے مطابق یہ ضلع ترکی کو اس شرط پر واپس دیا گیا کہ وہاں ایک خاص ایٹمی دی ہتھیار ہوگا۔ اور ایسا ہی انتظام ایڈریا فوہل کے لئے بھی تجویز ہوا تھا۔

نقشہ میں جو مقامات عمودی دکھڑے (خطوط کے اندر واقع ہیں۔ وہ سب ترکی کو واپس دیئے گئے تھے۔ یعنی اناطولیہ کا سارا علاقہ ترکی کے حوالے کیا گیا تھا۔

جو مقامات افقی (ترچھے) خطوط کے اندر واقع ہیں۔ یعنی درہ دانیال کا ایشیائی ساحل وغیرہ وہ بھی پیرس کانفرنس نے ترکی کو واپس دیدیئے تھے۔ لیکن یہ شرط تھی کہ ان مقامات کے تمام فوجی نشانات مٹا دیئے جائیں گے۔ اور آئندہ حکومت عثمانیہ کو یہ قلعہ بنانے کی اجازت ہوگی۔ نہ فوجی استحکامات اور نہ وہاں فوج رکھی جاسکیگی۔

نقشہ میں جو ایک چٹی سیاہ رنگ کی دی گئی ہے۔ یعنی یورپین ترکی کا یورپی ساحل اس پر پیرس کانفرنس نے یونان کا قبضہ زیر نگرانی و دل حلفاء تسلیم کیا تھا۔ و دل حلفاء کی غرض ترکی کے یورپین ساحل پر قبضہ کر بیکی یہ تھی۔ کہ درہ دانیال میں آزادی سے آمد و رفت رہ سکے۔ اور جہازات بغیر روک ٹوک آسکیں۔ اور یہ کہ ترکی اس کو آئندہ بند نہ کر سکے۔ جیسا کہ گذشتہ یورپ کی جنگ عظیم میں بند کر دیا گیا تھا۔

باوجود اس کے کہ گیلی پولی کے ساحل کو و دل حلفاء درہ دانیال پر قبضہ رکھنے کے لئے اپنے پاس رکھنا چاہتی تھی۔ لیکن پھر بھی بعض برطانوی فوجی افسروں کا خیال تھا۔ کہ ترک درہ دانیال کو ضرورت کی وقت بند کر سکتے ہیں۔ اس صورت سے ایک بڑی بڑی ٹوہیں لا کر درہ دانیال کے اندر سے گزرنے والی کشتیوں کو روک دیں۔ اور پھر درہ دانیال کو بند کروں۔ بعض فوجی ماہرین نے یہ اعتراض پیش کیا کہ آبنائے کے متعلق جو شکار و بیقراری گئی ہیں۔ ان میں اس بات کا اشارہ تک بھی نہیں ہے کہ باسفورس کے متعلق کیا ہوگا۔ اور بحیرہ روم میں کیونکر آزاد جہاز رانی ہو سکیگی۔ کیونکہ آبنائے آزاد رکھنے سے تو صرف بحیرہ روم اور بحیرہ اسود میں جہاز رانی

مقصود ہے۔

بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس کا یہ جواب دیا گیا تھا کہ بحیرہ مارمرہ میں جہاز رانی میں کوئی وقت پیش نہ آئیگی۔ کیونکہ مارمرہ آستانہ سے بہت قریب ہے۔ اس لئے اگر ترکی حکومت نے باسفورس کو بند کر دیا۔ تو اس کو آستانہ پر گولہ باری کرنے کی دھمکی دی جائیگی جس کے خوف سے وہ باسفورس کو بند نہ کر سکیں گے۔

معاہدہ سیورے میں یہ فیصلہ ہوا تھا کہ یورپ میں ترکی حدود صرف خطوط استانبول تک رکھی جائیں۔ چنانچہ نقشہ میں آستانہ کے آگے جتنے ترچھے خطوط میں جو زمین ہے اتنی ہی زمین معاہدہ سیورے میں ترکی کو دی گئی تھی جس پر ترکی نے عدائے احتجاج بلند کی تھی۔ اور ظاہر کیا کہ اس طرح آستانہ پڑوسی حکومت کے رحم و کرم پر ہوگا۔ لہذا پیرس کانفرنس نے اس امر پر غور کر کے یورپ میں ترکی حدود کو مشرقی تھریس تک ایک جزو تک بڑھا دیا جس کو نقشہ میں سیاہ متقاطع خطوط کے اندر دکھایا گیا ہے۔ اس تبدیلی سے ترکی کو یورپ میں ایک سو کیلو میٹر یا ۱۲۰ میل زمین اور مل گئی تھی۔ لیکن اس زمین پر ترکوں کو فوجی استحکامات بنانے یا فوج رکھنے کی اجازت نہ تھی۔ تاکہ ترکی فریق مخالف پر فوراً حملہ نہ کر سکے۔ اس طرح سے یونان کو بھی یہ اجازت نہ تھی کہ وہ ترکی حدود کے قریب کوئی قلعہ یا استحکام نہ بنائے۔ یا فوج رکھے۔ جس سے اس کے یکا یک حملہ کی مدافعت مقصود تھی۔

وہ قطعہ جس کو ترکی اور یونان کے لئے فوجی استحکامات بنانے یا فوج رکھنے سے مستثنیٰ کیا گیا تھا۔ نقشہ میں اس ترچھے خطوط سے نمایاں کر دیا گیا ہے۔ گیلی پولی کے اوپر کا تمام علاقہ اس میں شامل ہے۔ پیرس کانفرنس میں جو اہم مسئلہ جزائری حیثیت سے ترکوں کے خلاف طے کیا گیا تھا۔ وہ انڈریانوپل کا مسئلہ تھا۔ ترک اس کو ایک مقدس شہر مانتے ہیں۔ یہ شہر ان کو نہیں دیا گیا تھا۔ پیرس کانفرنس کا یہ فیصلہ ترکان احرار کے قومی میثاق کے بالکل برخلاف تھا۔ دول ملفا کے وزراء نے اس پر کافی غور کیا۔ لیکن وہ کسی ایسے حل پر نہ پہنچ سکے۔ جس سے ترک راضی ہو جاتے۔ دول ملفا کے وزراء نے اس سلسلہ میں ظاہر کیا کہ یونانیوں نے مشرقی

تھریس کو فوجی قوت سے حاصل کیا ہے۔ اس لئے اُن سے مشرقی تھریس کو صرف قوت ہی کے ذریعہ خالی کرایا جاسکتا ہے۔ اور دول حلفاء اس امر کو مناسب خیال نہیں کرتیں۔ ایڈریانوئل کے متعلق دول حلفاء کا تو یہ خیال تھا۔ لیکن ترک یہ کہتے تھے۔ کہ پیرس کانفرنس میں جو علاقہ ترکوں کے حوالے کرنا تجویز ہوا تھا۔ وہ آستانہ کی حفاظت کا کسی طرح غماص نہ تھا۔

اس فیصلہ کی رو سے یونانیوں کو تھریس کا ایک بڑا حصہ دیدیا گیا تھا۔ جس میں ترکی آبادی کی اکثریت پائی جاتی ہے۔ اس یونان نوازی کے لئے کانفرنس نے صرف یہ وجہ پیش کی۔ کہ چونکہ یونانیوں کی فوجیں وہاں غیر متوقع طور پر مستحکم ہیں اس لئے ان کا وہاں سے نکلنا غالباً بالکل ناممکن ہے۔ اس سے یہ ثابت ہوتا ہے۔ کہ اتحادیوں کا وہاں کی منشا یہ تھی۔ کہ جہاں یونانیوں کی حالت کمزور اور محدود تھی۔ اس کو صلاح کا دوا م پھیلا کر مضبوط کر دیا جائے۔ اور جہاں ان کی فوجیں غالب ہوں۔ وہاں کی بحث کو بیکار سمجھا جائے۔ اس کے علاوہ گیلی پولی کا علاقہ بھی یونانیوں کو دیا گیا۔ اس جیلہ کی بنا پر کہ یونانیوں نے وہاں اپنا خون بہایا ہے۔ سمرنا برائے نام ترکوں کے قبضہ میں دیا گیا۔ لیکن اس کے انتظام کے لئے دول متحدہ کی جانب سے ایک مخصوص علاقہ بنایا جا رہا تھا۔ جہاں ایک گورنر کا تقرر ضروری سمجھا گیا تھا۔ گیلی پولی اور تھریس کا علاقہ رڈوسٹو تک یونانیوں کو دیا گیا تھا۔ جس کا نتیجہ یہ تھا۔ کہ قسطنطنیہ کے دروازے ہر وقت یونانیوں کے لئے دھتے۔ جب چاہیں ایک ہی حملہ میں مقام خلافت میں داخل ہو جائیں۔ مالیات کے متعلق یہ فیصلہ ہوا تھا۔ کہ ترکوں کو اپنے وسائل پر بہت کافی اقتدار دیا جائیگا جس کا یہ مطلب تھا۔ کہ اتنا وہی پھر بھی کچھ نہ کچھ اپنے اقتدار میں رکھیں گے۔ کانفرنس کا یہ فیصلہ انصاف و حق پرستی نہ تھا۔ دراصل اس کانفرنس کا یہ مقصد تھا۔ کہ دول متحدہ کے بکھرے ہوئے شیرازہ کو از سر قوباندھا جائے اور معاہدہ سیورے کی تکمیل کے لئے فرانس اور اٹلی کی متبائن و مختلف آراء کو ایک نقطہ واحد پر لایا جائے۔ اور فرانس اور اٹلی کو جو ترکوں کی حامی بنی ہوئی ہیں۔ علیحدہ

کیا جائے۔ اور ایک دفعہ پھر عیسائیت کی جھلک سے متاثر ہو کر یورپین دول کے اتحاد و اتفاق کی لڑی میں شامل ہو جائیں۔ اس کا نفرس کی یہ غرض و غایت تھی دوسری بات مقصود یہ تھی کہ یونانی چہ نکہ شکست کھا کر کمزور اور نجیف ہو گئے تھے۔ ان کی اخلاقی حالت نہایت ہی پست اور رومی ہو چکی تھی۔ اور وہ ترکان احرار کے حملہ کی تاب نہ لا سکے تھے۔ اتحادی یہ چاہتے تھے۔ کہ زمانہ التوائے جنگ میں ان کو از سر نو طاقتور بنایا جائے تاکہ وہ ترکوں کا پھر سے مقابلہ شروع کر دیں۔ ورنہ اتحاد پوکا کیا ضرورت تھی کہ ترکوں کے لئے مصالحت کا میز بچھائیں۔

غازی مصطفیٰ اکمال پاشا کو خیالات لیکن ترکان احرار کے دل سے بچھیں۔ کہ وہ ان تجاویز صالح کو کس نظر سے دیکھتے تھے۔ انہوں نے تو اتحادی مکتوب کے جواب یہ لکھ دیا تھا۔ کہ تخلیہ ایٹا نے کو پک اور تھری ضروری ہے۔ تو پھر دس طرح ایسی تجاویز کی موجودگی میں جس میں برائے نام ترکوں کی بہتری اور مہبودی کا نگارہ دکھلایا گیا تھا صالح کے لئے آمادہ ہو سکتے تھے۔ غازی مصطفیٰ اکمال پاشا نے مجلس ملیہ انگورہ کے دوبارہ صدر منتخب کئے جانے پر مجلس شوریٰ ملیہ میں تقریر کرتے ہوئے۔ فرمایا تھا۔ کہ ہماری حکومت قسطنطنیہ کو اتحادیوں کے دست و تصرف سے بہت جلد آزاد کرانگی ترک قوم کی لانتہا قربانیوں کا مطمح نظر قسطنطنیہ ہے۔ ہمارا ہمسایہ دشمنوں کے نرغہ میں کڑا رہا ہے حکومت۔۔۔ ہر ممکن طریقہ سے اس سے اظہار ہمدردی کر رہی ہے۔ میں حکومت مذکور کی اس میاضانہ کو شمشول کا اعتراف کرتا ہوں۔ ہم بہت جلد آزاد کرالیں گے۔ ہمارا مقصد ترکی کی کامل آزادی ہے۔ اور ہماری کوششوں کی جو مخالفت کرتے ہیں۔ وہ دغایا ز اور باغی ہیں۔ ہم اپنے حال اور مستقبل پر پورا بھروسہ رکھتے ہیں ہم اپنے غیر ملکی دشمنوں کے خلاف بالکل متحد ہیں۔ آزادی حاصل کرنے کے لئے ہمارے ذرائع نہایت زبردست ہیں اور ہم غیر ملک سے قرض لئے بغیر اپنے مقصد میں کامیاب ہو سکتے ہیں۔ اقتصادی معاملات کے متعلق غازی مصطفیٰ اکمال پاشا نے فرمایا کہ حکومت انگورہ ترک کی مال اور اقتصادی خود مختاری

کے لئے کوئی کوشش اٹھانہ رکھیگی۔

الغرض قسطنطنیہ کی برائے نام حکومت اور حقیقی ترکی گورنمنٹ انگورہ دونوں نے ان ناکارہ شاہدین کو قبول کرنے سے صاف الفاظ میں انکار کر دیا۔ اس نصیفہ نے بالآخر جنگ کے آتش فشاں دہانہ کو کھول دیا۔

اور تو اور خود تھریس کی مسلمان آباد اس بات کی بالکل خواہشمند نہ تھی۔ کہ وہ کانفرنس کے فیصلہ کے مطابق یونانیوں کی رعایا بن کر رہیں، کیونکہ اُن کو معلوم تھا۔ کہ مسلمانانِ مختلسلی اور کریٹ کی یونانیوں کے ماتحت رہ کر کیسی حالت زار تھی۔ ہذا وہ اپنی قسمت کو ان جیسا بنانا نہیں چاہتے تھے۔ چنانچہ انہوں نے پر زور صدائے احتجاج بلند کی۔ کہ تھریس کو یونانیوں کی وحیانہ اور بربرانہ حکومت میں کیوں رکھا گیا ہے۔ ان کا مطالبہ تھا۔ کہ علاقہ تھریس کو جو سترائے مسلم آبادی سے مملو ہے۔ قومی گورنمنٹ کے ماتحت رکھا جائے۔

وزیر داخلہ مختلی بک کی تقریر اس سلسلہ کے تعلق میں وزیر داخلہ مختلی بک نے بارنگ پوسٹ کے نامہ نگار مشرقِ قریب سے فرمایا کہ وطن پرستوں کا مطالبہ ہے۔ کہ آستانہ۔ تھریس اور سمرنا بغیر کسی شرط اور قید کے ترکوں کو واپس دیے جائیں اور یہ کہ کمالی اس امر کا پورا بھروسہ رکھتے ہیں کہ میدانِ جنگ میں وہ کامل فتح حاصل کریں گے۔ ترک ارمنوں اور یونانیوں کے لئے اندرونی آزادی کے مسئلہ کو نہایت بے توجہی سے دیکھتے ہیں۔ اور اس امر کو قابلِ توجہ نہیں خیال کرتے۔ البتہ وہ ایسی شرائط اور ضمانتوں کے لئے تیار نہیں۔ جو قلیل التعداد اقوام کی حفاظت کے ضامن ہوں لیکن اسی کے ساتھ مشروط یہ ہے کہ ان مقامات پر جہاں قلیل التعداد مسلمان آباد ہیں۔ ان کے حقوق کی ایسی ہی حفاظت کی جائے۔

اس کے بعد آپ نے فرمایا۔ ہم روس کے بہت زیادہ مشکور ہیں۔ کہ اس نے ہم کو گرانقدر مدد دی ہے۔ اور پھر فرمایا۔ کہ فقہانِ مذہبی کی مشکلاتِ طرین کی رضامندی سے رفع ہو گئیں اور ترک و روس ایک دوسرے کے مخلص و دوست بن گئے ہیں لیکن

ہماری خواہش یہ بھی ہے کہ ہم اپنے قدیم دوست برطانیہ سے بھی اپنے تعلقات کو دوبارہ قائم کریں۔ اور ایک دوسرے سے اس کا ثبوت دیں کہ باہم مخلص دوست ہیں۔

جینیوا کانفرنس | پیرس کانفرنس کا زمانہ گزر گیا۔ اتحادیوں کو اپنے ارادوں اور نتائج میں کسی طرح سے کامیابی نہ ہوئی۔ کیونکہ ترکمان احزاب اپنے مطالبات سے ایک انچ بھی پیچھے نہ ہٹے تھے۔ اس کے بعد ہی خوراً جینیوا کانفرنس کے اجلاس شروع ہوئے اس کانفرنس میں تمام یورپین طاقتوں کو مدعو کیا گیا تھا۔ ترکی کو اس میں دعوت شرکت نہیں دی گئی تھی۔ بدیں وجہ کہ ترکی یورپین طاقت شمار نہیں کی جاتی تھی۔ اس کانفرنس کا اصل مقصد وہی پرانا اتحاد و اتفاق تھا۔ تاکہ تمام یورپ جنگ کے زمانہ سے پہلے کی طرح متحد اور متفق ہو جائے۔ اور ترکوں پر متفقہ طور پر دباؤ ڈال کر معاہدہ سیورسے کی تکمیل کرائی جائے۔ چنانچہ اس کانفرنس میں روس کو شرکت کی دعوت دی گئی۔ روس نے اپنے مفاد و منظر نگاہ کانفرنس میں اپنے مطالبات پیش کئے بعد ازاں اسی کانفرنس کے دوران میں روس اور جرمنی کا عہد نامہ ہو گیا جس سے فرانس کی پالیسی پر بہت اثر پڑا۔ کیونکہ فرانس جرمنی سے تاوان جنگ وصول کرنا چاہتا تھا۔ اس روس اور جرمنی معاہدہ کی وجہ سے فرانس کی دشمنی ہو گئی۔ اور اس نے شمولیت سے انکار کر دیا۔ اجلاس اس کانفرنس کے کئی ہفتوں تک جاری رہے۔ مگر نتیجہ خوشگوار نہ نکلا۔ آخر کانفرنس کا بغیر کسی نقطہ نظر پر پہنچنے کے اختتام ہوا۔ ہم یہ ضرورت چننا محسوس نہیں کرتے کہ اس کانفرنس کا بھی مفصل ذکر کیا جائے۔ سرسری طور پر اس کا لب لباب ہی ناظرین کے پیش نظر کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے۔ کیونکہ جو افتہ ہمارے افنس مضمون سے تعلق ہی نہیں رکھتا۔ اگرچہ بعد ازاں حکومت قسطنطنیہ کی شرکت کو کانفرنس میں منظور کر لیا گیا تھا۔ اور پھر جو واقع کوئی نتیجہ خواہ اچھا ہو یا بُرا نہیں رکھتا۔ تو اس کو بالتفصیل بیان کرنا خواہ مخواہ کتاب کو طوالت دینا ہے۔ ناظرین کی سمجھ خراشی تک نوبت

پوچھا ہے۔ لہذا اس کانفرنس کو ایک تاریخی غیر مکمل واقعہ سمجھ کر اسکی تفصیل کو نظر انداز کر کے جملہ اہم بیانات کو دینا بہتر ہے۔ اس سے مقصود صرف یہی بات ہے کہ ناظرین کے دلوں میں صرف اسکی یاد رہے۔

اس کانفرنس کے بعد ہیٹیک کانفرنس ہوئی۔ مگر وہ بھی بار آور ثابت نہ ہوئی۔ جنگی تیاریاں

اب ہم کانفرنسیوں کے سلسلہ کو اسجگہ ختم کرتے ہیں اور ایکگزٹو کوں اور یونانیوں کی جنگی تیاریوں کا نظارہ دکھاتے ہیں۔ اگرچہ ایک طرف کانفرنسیں ہو رہی تھیں۔ اور مشرقی مسائل کی گتھی کو سلجھنے کی بہت بہت تبادیلاں اور تبادیلاں سوچی جا رہی تھیں۔ لیکن ترکوں کو معلوم تھا کہ نہ تو ان کے مطالبات قومی پورے ہونگے اور نہ ہی صلح ہوگی۔ آپ بھیچے پڑھاتے ہیں کہ ان خیالات کو مد نظر رکھتے ہوئے ترکان احرار نے اپنی تیاریوں کو بند نہیں کیا تھا۔ بلکہ وہ اپنی تیاریوں میں متواتر اور مسلسل مشغول رہے۔ یونانیوں کے مقابلہ پر ترکان احرار کی افواج میں دمدم اضافہ ہوتا رہا۔ اور ہر لمحہ اندادی افواج لشکر احرار شامل ہوتی رہیں۔ پس لشکر احرار نہایت ہمیب اور خوفناک صورت اختیار کرتا گیا جس سے یہ منتر شمع ہوتا تھا کہ وہ منقریب یونانیوں کا تختہ الٹ دیں گے۔ یہ لشکر غیر اقیوم قرعہ حصار کے قریب جمع ہو گئے تھے۔ غازی

مصطفیٰ کمال پاشا نے اعلان کیا۔ کہ ۱۸ سے ۲۰ تک کی عمر کے لوگ فوج میں بھرتی کئے جائیں۔ اگر جن اپنا لئے وطن نے ہنوز خدمت میں شرکت نہیں کی۔ فی الفور فوج میں شریک ہوں۔ حکومت انگوراک کی مسیح رعایا بھی ترکوں کے مطالبات میں شریک تھی اور یونانیوں کے اخراج پر زور دیتی تھی۔ یکم اپریل ۱۹۱۸ء کو انگوراک میں ایک جلسہ عام ہوا۔

جس میں مسیح لوگ بھی شامل تھے بہت تقریریں ہوئیں عیسائی پادری بابا ایتھم نے فرمایا کہ ہم لوگ اپنے مسلمان بھائیوں کے ساتھ اخراج یونانی افواج میں شریک ہیں۔ اس نے اس جلسہ میں سمرنا کے یونانیوں کے حوالے کئے جائیکی تاریخ سے اسوقت تک حرکات قومیہ و مجاہدات ملیہ بیان کئے اور یونان کے اعمال و حرکات و حیالہ پر افسوس کیا۔

جب پیرس کانفرنس کوئی نتیجہ خیر مصالحت پیدا نہ کر سکی تو پھر یونانیوں نے

بھی جنگی تیاریاں شروع کر دیں۔ یونانی افواج گذشتہ جنگ متغلبہ کی ضرب کاری کی تاب نہ لا کر اس مقام سے بھی پیچھے ہٹ آئی تھیں۔ جہاں سے انہوں نے پیش قدمی شروع کی تھی۔ اور اپنے سرمائی کیمپ میں پناگزیں ہو گئی تھیں لیکن اب وہ پھر اپنی کمین گاہ سے نکل کر موجودہ محاذ جنگ پر آگئی تھیں۔ یہ خط محاذ افسوس قرعہ حصار اور عسکی شہر کی لائن سے باہر کی جانب واقع تھا۔ یونانیوں کے اس وقت ایسا کوہک میں ۱۲ ڈویژن تھے جن میں سے ۶ ڈویژن میدان جنگ کو روانہ کر دیئے گئے تھے۔ اور بقیہ ۶ ڈویژن کمرنایں امن قائم رکھنے کے لئے روک لئے گئے تھے۔

جنگ کا آغاز اگرچہ پیرس کانفرنس سے پہلے ترکوں اور یونانیوں کے درمیان چھپر خونیال برابر جاری تھیں لیکن جس وقت اتحادیوں نے ترکوں کو التوا کے متعلق خط لکھا تھا۔ اس وقت سے جنگ بالکل بند ہو گئی۔ اور صلح کانفرنس کے انجام تک کوئی واقعہ ظہور پذیر نہ ہوا۔ اتحادیوں نے التوا کا عرصہ تین ماہ کا مقرر کیا تھا۔ کیونکہ ان کو امید تھی کہ اس کانفرنس کو اس طرز اور طریقہ سے طے کیا جائیگا جس کے نتائج پر ترک خوش ہو جائیں گے۔ اور تین ماہ کے عرصہ میں تمام غرضات مٹ جائیں گے۔ بعد میں صلح نامہ پر دستخط ہو کر جنگ بالکل بند ہو جائیگی مگر جو پہنی اتحاد پر صلح ترکوں کے پاس پہنچیں انہوں نے ان تجاویز کو اپنے قومی امیناق کے برخلاف دیکھ کر ماننے سے انکار کر دیا۔ اور بزم کارزار منعقد کرنے پر مائل ہوئے چنانچہ غازی مصطفیٰ کمال پاشا نے حملہ شروع کرنے کا اعلان کر دیا جس کے واسطے انہوں نے تین و ستر سپاہ کے طلب کئے۔ اور قرہ بکیر کاظم پاشا تفقاز کی سپاہ کے اضرائی کو فوجی تیاریوں کے احکام بھیجے گئے۔ اور تین رجمنٹوں نے میدان عسکی کی طرف بڑھنا شروع کر دیا۔

ترکوں کی تیاریاں تو پہلے ہی مکمل ہو چکی تھیں۔ ان کو صرف حکم پہنچنے کی دیر تھی۔ وہ جھٹ میدان جنگ میں جانے کے لئے تیار ہو گئے۔ غازی مصطفیٰ کمال پاشا انگور سے صدر مقام عمومی کی طرف تشریف لے گئے۔ تاکہ آپ آئندہ جارمانہ کارروائی کے لئے مقامات و حالات کا بنفس نفیس ملاحظہ فرمائیں۔ رفیق پاشا صدر کونسل آف سٹیٹ

انگور نے تمام محاذات کا ایک ہفتہ تک محاصرہ کیا۔ انہوں نے کہا۔ کہ ترکی فوج بہترین حالت میں ہے ہر ایک جگہ یونانیوں سے سامنا ہے اور فوجیں پیش قدمی کرنے کے حکم کا بیصبری سے انتظار کر رہی ہیں۔ جنرل عصمت پاشا اناطولیہ کی مغربی سپاہ کے کمانڈر انچیف نے اپنی ماتحت سپاہ کا جائزہ لینے کے بعد سپاہ اور ماتحت افسران کو خطاب کر کے فرمایا۔ سپاہیوں اور افسروں کو جانا چاہئے۔ کہ یہ جنگ جس میں ہم داخل ہوئے ہیں۔ اس کا نتیجہ یا تو موت ہے یا زندگی اس لئے ہم میں سے ہر شخص کا اس وقت یہ فرض کہ جو اس پر واجب ہے۔ پوری کوشش سے انجام دے اگر ہم نے اپنے فرض کو محسوس کیا۔ اور پورے طور پر ادا کیا۔ تو ہمیں یقین ہے کہ کوئی طاقت ہم پر غالب نہ آسکیگی۔ بلکہ ہم ہر ایک قوت پر غالب آئیں گے۔ اور اسکی طاقت کو شکست کر دیں گے۔ خواہ وہ طاقت کتنی ہی زبردست کیوں نہ ہو۔ ہم انشاء اللہ مشکل پر غالب آئیں گے۔ اور کوئی مصیبت ہم کو برداشتہ خاطر نظر نہ آسکیگی۔ ہم اپنی فتح اور کامیابی پر کامل وثوق رکھتے ہیں۔ اور جب تک کہ ہم اپنے فرض کو ادا کرتے رہیں گے۔ اور وطن کی آزادی میں اپنی قربانیوں پر تیار رہیں گے۔ اس وقت تک کوئی طاقت ہمیں زیر نہیں کر سکتی۔ ہم میں سے ہر شخص کو ایسی حالت میں جیسی حالت میں کہ ہم مبتلا ہیں۔ اپنے فرض سے غافل نہ رہنا چاہئے۔ تاکہ ہم کامیاب ہو جائیں اور فتح ہماری حلیف بن جائے۔

چنانچہ ترکان احرار نے ذخائر حرب و غلبہ گھوڑوں اور ہوائی جہازوں سے لیس ہو کر یونانی محاذ جنگ پر ہل بول دیا۔ اور ایسی زبردست جنگ واقع ہوئی۔ جس کی نظیر مشکل سے مل سکتی ہے۔ اس جنگ کے دوران میں غنیمت کے محتدیہ آدنی کام آئے ترکان احرار کے طیاروں نے شہر از میر پناخت کی اور متعدد دہم گرائے۔ یونانی اہلتر حالت میں شہر چھوڑ کر بھاگ گئے۔

پیرس کی صلح کانفرنس کی تجاویز کے مطابق اٹلی نے علاقہ ایشیائے کوچک میاندر کا تعلق شرمع کر دیا۔ یونانیوں نے ۵۰ میل قصبہ علاقہ پر اپنا قبضہ جمایا۔ بعد ازاں

انہوں نے سو گیا پر قبضہ کر لیا پھر یونانیوں نے جنوب کی طرف بڑھنا شروع کر دیا۔ ان کا مقابلہ نہایت سہولتی طریقہ پر کیا گیا۔ ترکوں کے حکام نے ۴۶ یونانی گرفتار کر کے شہر ترک کر دیا۔

یونانیوں نے انزل کے میدانوں میں توپوں کی حمایت میں ترکوں پر حملہ کیا۔ جس کو ترکوں نے رو کر دیا۔ یونانی توپوں نے مسلسل ۴ گھنٹہ تک گولہ باری کی۔ ترکوں نے یونانیوں کے حملہ کو رو کر کے ان پر زبردست دباؤ ڈالا۔ اور چند گھنٹوں کی لڑائی کے بعد وہ شکست کھا کر بھاگ نکلے۔ اس جنگ میں معقول تعداد میں مسلمان جنگاور متحد توپیں ترکوں کے ماتھے آئیں۔ اور بہت سے یونانی گرفتار ہوئے۔ علامتہ قوجہ بیلی میں ترکوں کے ایک دستے نے یونانیوں سے جو انکی قوت کی جانچ پڑتال اور انکشاف کے لئے مقرر ہوئے تھے۔ آلات حرب مثلاً بم کے گولے اور دیگر اشیاء چھین لیں۔

ترکوں کی دوسری متجسس فوج نے ایفوں کے مغرب میں دشمن کی فوج سے مقابلہ کیا۔ اور دشمن کو اس مرکز سے بر طرف کر دیا۔ اور اس پر متصرف ہو گئی۔

پھر ترکوں کی ایک مستحکم فوج (سیارہ) نے آیدین کے قریب لشکر یونان پر سخت ہجوم کیا اور بہت سے آدمیوں کو مقتول و مجروح کیا۔

آیدین کے تمام محاذات پر ترکوں اور یونانیوں کے درمیان خونریز جنگ ہوئی کبھی کبھی مشین گنز کی بھی آتش باری ہوتی رہی۔ پھر یونانیوں نے اس محاذ کو عبور کر کے وادی منداس کو عبور کرنے کی کوشش کی لیکن ترکی فوج نے انکو پیچھے و محکمل دیا اور بہت سے یونانی گرفتار کر لئے۔

قریہ عساری گورین پر یونانیوں نے ترکوں پر حملہ کیا۔ مگر سخت معرکہ کے بعد شکست کھا کر قریہ ترشبی سے پیچھے ہٹ گئے۔ بلکہ ان کا ایک افسر بھی گرفتار نہ ہوا۔ اس فتح کے بعد ترکوں کو آگے بڑھنے کا موقع مل گیا۔ اس طرح ترک فتوحات حاصل کرتے ہوئے آیدین پر پہنچ گئے۔

الغرض اس طرح سے ترکوں اور یونانیوں میں سخت محرکہ آریاں ہوتی رہیں
ترکی ہوائی جہاز تمام محاذات پر چکر لگاتے رہتے تھے۔ اور دشمنوں کو پریشان کرتے
رہتے تھے۔

غازی مصطفیٰ کمال پاشا نے اپنی سپاہ کے نام ایک بیان شائع کیا جن میں
لکھا تھا۔ کہ سمرنا۔ بردصہ۔ اور ایڈریانوپل کو دشمنوں کے ظلم و ستم سے آزادی دلانیکا
وقت قریب آگیا ہے۔ فرمان کے آخر میں سپاہ اور ترکی قوم کو بتلایا گیا تھا کہ اسلامی
دنیا انگور کی قومی حکومت کی تائید میں ہے۔ اور اس کو معقول مدد دے رہی ہے
اور اسکی مساعی کو قابل قدر قرار دیا گیا ہے۔ اور یہ کہ فتح اب بہت زیادہ دور نہیں
بلکہ بہت قریب آگئی ہے۔

پارلیمنٹ میں غازی مصطفیٰ کا نفرین ختم ہو گئیں۔ مگر مشرقی معاملہ کامل
تعمال پاشا کی تقریر نہ ہو سکا۔ اور ترکوں اور یونانیوں کے جنگ کا بھی
آغاز نہ ہو چکا ہے۔ اس وقت غازی مصطفیٰ کمال پاشا نے پارلیمنٹ میں ایک بروست
تقریر کی اور آپ نے فرمایا۔

اب ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ اس وقت ہمیں کیا طرز عمل اختیار کرنا چاہئے۔ اور ہماری
حکومت کے چار کارئخ کہ صبر ہو گا۔ ہمیں یقین کامل ہے کہ خدا ہمارے ساتھ ہے۔
ضرورت صرف اسکی ہے کہ ہمارے سب کاموں میں استقامت و صداقت کی روح موجود
ہو۔ مجلس ملی نہایت دانشمندی و فکر و تدبیر سے کام کر رہی ہے۔ قوم کا فرض ہے کہ اپنی مالی
حالت درست کرنے میں کوشاں ہوتا کہ آزادانہ زندگی بسر کر سکے اور کسی وقت دشمن سے
مقابلہ کرنے میں اسے پس پیش نہ ہو سکے۔ مجلس ملی ہر طریقہ سے ترقی کی کوشش میں مصروف
ہے۔ اگر خدا نخواستہ قوم مجلس ملی کے قوانین کے نفاذ میں سستی کی منکب ہو جائے تو ہمارے
تمام ارادے بے تکمیل رہ جائیں گے۔ اسلام و آزادی کے لئے قربانی ایتار کرنا ترکوں کا
پیدائشی حق ہے۔ ہماری تاریخ و دور سیاسی سے دنیا کی تمام اقوام واقف ہیں۔ یہ
مستعیت یہ فلاکت یہ بربادی جس میں ترکی قوم مبتلا ہے۔ ہماری خیانت ہمارے عصیاں

اور امر الہی سے ہماری غفلت کا نتیجہ ہے۔ ہماری مصیبت و فلاکت ہماری شامست اعمال کی ترجمان ہیں۔

لیکن اب ہماری تاریخ میں ایک دور جدید کا آغاز ہوا ہے۔ دول یورپ نے ترکی قوم کی ہلاکت و بربادی میں اپنا ہتھکڑا شش کی حتیٰ کہ ہماری ہڈیاں بھی جلا دیں۔ مگر الحمد للہ ترکی قوم از سر نو زندہ ہوئی ہے۔ دول یورپ نے ہماری جس قدر تذلیل و تحقیر کی اور اپنی جباریت سے ہمیں مغلوب کرنا چاہا، اسی قدر ہم میں آثار زندگی و حیات ملی کے دولے اور نمایاں ہوتے گئے۔ ہمارے انخوان و برادران ملت کا فرض ہے کہ اپنی حالت کی اصلاح کریں۔ دور جدید اور تاریخ جدید میں ہماری قوم کو ایک با وقعت و با سعادت جگہ حاصل کرنی چاہئے۔

غازی ممدوح نے زراعت پیشہ حضرات سے مخاطب ہو کر فرمایا۔ اہل زراعت کا فرض ہے کہ وطنی اور قومی ترقی کے لئے پوری کوشش کر کے ملکی پیداوار کو ترقی دیں اور صیغہ صنعت و حرفت بھی ترقی صفت و حرفت کے جانب پوری توجہ کرے زراعت و صنعت ہی ہماری ترقی و آزادی کی کفیل ہوں گی اور ان کی ترقی میں کامل سعی کرنا مجلس ملی و حکومت انگورہ کا موضوع، ہمارا فرض ہے کہ دیہات کے رہنے والے زراعت پیشہ اصحاب کا کامل احترام ملحوظ رکھا کریں۔

یاد رکھنا چاہئے کہ دور حاضرہ دور سابقہ سے بہت متضاد ہے چنانچہ ہماری قوم نے یہ بات ذہن نشین کر لی ہے کہ اصلاحات کے ذریعہ سے درجہ عروج و کمال میں پہنچنا اس کا فرض ہے یہ امر ایک فال نیک ہے کہ غیرت حمیت و آزادی کے احساس ہماری قوم کے رگ و پے میں سرایت کر گئے ہیں اور ان کے قلب میں یہ جذبہ حریت پیدا ہو گیا ہے کہ دولت و حکومت ہماری ہے۔ چنانچہ ہماری قوم صحیح آزادی کی نسیم سے بیدار ہو کر ایک نصب العین اور ایک مرکز پر متحد و متفق ہو گئی ہے اب دیکھنا یہ ہے کہ جمیوں جیوں دن چڑھتا ہے اور آفتاب بلند ہوتا ہے ہماری قوم اور ہماری مجلس کیسی بیداری کا ثبوت دیتی ہے ہمارے قومی مددگر و وجدان ہماری کیسی

رہنمائی کرتے ہیں قوم اور مجلس ملی کو استقامت اور عزم بالجرم کا ثبوت دینا ہے۔
مجلس ملی کے ارکان و تمام حاضرین نے نہایت جوش کے ساتھ یہ صدا بلند کی۔
اٹارنٹڈ ہم ایسا کریں گے۔ اے ہمارے رئیس خدا تجھ سے راضی ہوگا چنانچہ نعرائے
تحسین و آفرین اور دعاؤں سے قلب و روح میں ہیجان پیدا ہو گیا اور انبساط و
جوش کی کیفیت نمایاں ہو گئی۔ پاشا مدوح نے ارشاد فرمایا۔

کہ داخلی و خارجی خطرات سے اپنے کو محفوظ کرتے ہوئے ہمارا فرض ہے۔ کہ
دشمن کی ہلاکت و بربادی کے لئے جس قدر قوت و مصارف کی ضرورت ہے۔ اُن کا
انتظام کریں۔ قوم کو اس کی بھی ضرورت ہے کہ افعالِ زمیمہ سے اپنے دامن و اخلاق
کو پاک رکھے۔ اور ہر قسم کے بھیمی افعال سے مجتنب رہے۔ مجلس ملی قوم کی مرفہ الحالی
کے لئے کوئی تدبیر اٹھانہ رکھے گی۔ ہمارا یقین ہے کہ **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّخِذُوا حِصْنَ**
اللَّهِ وَاتَّخِذُوا لَكُمْ دَارًا کا نفع جماعت کے ساتھ ہے تمام ملت کو اس پر کامل ایمان رکھنا چاہئے
اور حکمت و تدبیر کو کسی وقت تاخیر سے نہ دینا چاہئے۔ **وَمَنْ يَتَّقِ اللَّهَ يَجْعَلْ لَهُ مَخْرَجًا**
وَيُؤْتِ مِنْ غَيْرِ مَحْسُوبًا ضرور اس امر پر غور کرو۔

دورانِ سیاحت اناطولیہ میں بعض دلخراش واقعات میری نظر سے گزرے ہیں
انہوں نے میرے قلب کو مجروح کر دیا ہے سقوطِ عسکری شہر کے وقت میں اینہ پولی
جار ہا تھا۔ میں نے دیکھا کہ ترکی خواتین کا ایک قافلہ کھلی کھڑیوں میں جا رہا تھا۔
جنہیں چھوٹے چھوٹے بچے اور دیہاتی عورتیں کھینچ رہی تھیں۔ میں نے اُن سے سوال
کیا۔ کہ تم لوگ کہاں جا رہے ہو۔

جواب۔ انگورہ۔ سوال۔ کس لئے۔

جواب۔ یہاں جو مصیبت پڑی ہے۔ اُسکی وجہ سے یہاں کے مرد اپنے بیوی بچوں کو
مختلف مقامات پر منتقل کر رہے ہیں۔ یونانیوں کے منظم سے ہمارے شوہر اور بچے
سب ہلاکت کے گھاٹ اتارے جا رہے ہیں۔ دوسرا واقعہ یہ کہ پیش آیا۔ کہ ایک
گھوڑوں کے تمام ترکی بچے روکیاں اور عورتیں ایک دوسرے گلوں میں پناہ گمبے لگیں

اُن گھاؤں والوں نے اُن غریبوں کو زور و کوب کیا۔ اس سے یہ بچائے مصیبت کے مارے اپنی جان بچا کر بھاگے۔ ان کا تمام مال و اسباب لوٹ لیا گیا۔ ایسے واقعات سے مجھے دلی رنج ہوا ہے۔ اور ان آنکھوں سے یہ نظارہ دیکھا نہیں جاتا ان مظلوم و بیکیس لوگوں کے ساتھ قوم کا تغافل حیرت انگیز ہے میں آپ کو حیا و غیرت قوی و اسلامی کی دعوت دیتا ہوں اور مصیبت زدہ بھائیوں سے کہتا ہوں کہ بھائیو! آپ ہمارے اجداد کے گناہوں کا کفارہ ہو رہے ہیں۔ خدا آپ کو اس کی جزائے خیر دیگا میں قوم کی بے اعتنائی کا شکوہ زبان پر لانا پسند نہیں کرتا۔ لیکن بہر حال ہمیں غیرت و استقامت کا ثبوت دینا چاہئے۔ اس پر جوش خطبہ کے ختم ہوتے ہی حاضرین کے قلوب پر جوش و ولولہ قوی ہوا ایک حیرت انگیز سماں چھا گیا۔ اور تمام حاضرین نے یک زبان ہو کر یہ نعرہ لگایا۔ خداوند تعالیٰ تجھ سے راضی ہو۔ آفرین صد آفرین۔

غازی مصطفیٰ اکمال پاشا کی دعوت | رد ہی تقیر انگورہ نے فیلڈ مارشل غازی مصطفیٰ اکمال پاشا کو ایک ضیافت پر قدم رنجہ فرمایا۔ ان کی دعوت دی جس میں تمام غیر ملکی سفیروں و کیلوں اور مقامی ارکان جزائیر کربلا لگیا تھا۔ کھانے سے فارغ ہونے کے بعد یوسفیو آرا لوف بولہ اش سفیر جمہوریہ روس نے کھڑے ہو کر دلپذیر تقریر کی جس سے حاضرین مجلس بہت مسرور و محظوظ ہوئے۔ تقریر کا اقتباس ذیل میں درج ہے۔ سفیر موصوف نے فرمایا۔ کہ روس اور ترکی کے درمیان صرف ظاہری دوستی نہیں۔ ہمارے اور ترکی کے تعلقات صرف اس لگاؤ تک محدود نہیں۔ بلکہ حقیقی صداقت و دوستی نے دونوں قوموں کو وابستہ کر دیا ہے۔ جو تعلقات در و اباط دونوں حکومتوں میں طے ہوئے۔ وہ روز افزوں کی طرح بڑھتے گئے۔ اور قوت پذیر ہوتے گئے۔ کیونکہ ہم مشرقی اقوام کا ایک گروہ ہیں جو حریت و استقلال کے لئے ہر سر پر کار ہیں۔ ہم دیکھتے ہیں کہ اس مقصد پاک کے حصول کے لئے ہم ہمیشہ فائر لڑاؤ اور کامیاب و کامیگار رہتے ہیں۔ مجھے کامل امید ہے کہ ترکی کا اعتدال آخری حد فتح و نصرت تک پہنچ جائے جس طرح ہم ظفر و کامرانی کا مشاہدہ کریں گے۔ ہسی

طرح دنیا بھی دیکھ لیں گی۔ اور ہمارا لوہا مان جائیگی۔ ہاں ہاں وہ وقت نزدیک ہے جب ترکی کی فوج مظفر موج فتح و شادمانی کے شادو یا نے بجاتی ہوگی اپنی منزل مقصود تک پہنچ جائیگی۔

میں اپنی تقریر ختم کرنے سے پہلے کہ دینا چاہتا ہوں کہ یہ صاف و شفاف شریں پانی سے بھرے ہوئے جام ہماری تمہاری صفائی قلب و محبت باطنی کا نمونہ ہیں اس کو اس صاف صافی کا ایک ایک گلا کر لیں۔ تاکہ ہماری دلی اور قلبی مودت و محبت کی یاد بیکار قائم رہے۔

غازی مصطفیٰ کمال پاشا نے جواب میں فرمایا:-

کہ مہربان آرا لوٹ پولد اش صرف روسی سفیر ہوئی کی حیثیت سے ہمیں عزیز نہیں۔ بلکہ وہ ایک ایسی ذاتی شخصیت کے مالک ہیں جس کے لئے ہمارے دلوں میں قدر و منزلت کی جگہ خالی ہے۔ یہ قدر و منزلت پہلے معمولی تھی۔ اور قاعدہ ہے کہ ہر ایک پیراؤنی حیثیت سے شروع ہوتی ہے۔ پھلتی ہے۔ پھولتی ہے اور بڑی ہو جاتی ہے۔ پہلے ہم نے ایک دوسرے کو مظلوم دیکس سمجھ کر بہ نظر رحم دیکھا تھا لیکن جوں جوں یہ اتفاق ترقی کرتا گیا۔ ہم مضبوط ہوتے گئے۔ اور ہم نے اپنا استقلال حاصل کر لیا۔ جس طرح انہوں نے ہمارے اتحاد و اتفاق کو صاف و شفاف پانی سے تشبیہ دی ہے ہم پاتے ہیں۔ کہ ہمارے تعلقات ہمیشہ مضبوط رہیں اور کبھی متزلزل نہ ہوں۔

غازی مصطفیٰ کمال پاشا سے | حریں و طامح اقوام کی سیاست آستانہ میں یہ امریکین نامہ نگار کی گفتگو رہی ہے کہ دنیا کے اسلام کو اس امر کا یقین لایا جائے کہ غازی مصطفیٰ کمال پاشا خلافت کا مقابلہ کر رہے ہیں۔ اور اس کے خلاف جدوجہد میں مصروف ہیں۔ یہ سیاست اس فتویٰ پر مبنی تھی جو داماد فرید پاشا نے اپنی صدارت عظمیٰ کے عہد میں غازی مصطفیٰ کمال پاشا کے خلاف صادر کیا تھا۔ داماد فرید پاشا کو شش کر رہا تھا کہ غازی مصطفیٰ کمال پاشا کے خلاف یہ الزام لگا کر اور اس امر کا

اعلان کر کے کہ خلافت عظمیٰ کے مخالف ہیں اور اپنی فوج بلشی کرے۔ لیکن اس کی یہ ساری امیدیں تباہ و برباد ہو گئیں اور وہ کچھ نہ کر سکا۔

اس سلسلہ میں امریکہ کے مشہور و کثیر الاشاعت اخبار "امریکن اسٹنڈرڈ" نے اپنے نامہ نگار کی وہ گفتگو چھاپی ہے جو اس نے غازی مصطفیٰ اکمال پاشا سے کی ہے چنانچہ نامہ نگار مذکور کہتا ہے غازی مصطفیٰ اکمال پاشا کی خدمت میں حاضری کا موقع جب مجھے ملا تو سب سے پہلے اس کی زبان سے جو الفاظ بیتے تھے وہ یہ تھے کہ "ٹرکی صرف ترکوں کیلئے ہے۔"

اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ کسی طرح یہ امر قرین صواب نہیں ہے۔ کہ اس قوم کو جو اپنے استقلال و حریت کی مدافعت کر رہی ہو قتل کیا جائے اسی بناء پر ہم نے قرار دیا ہے کہ ہم برابر اپنے حقوق کی مدافعت میں جنگ کرتے رہیں گے۔ اور ہم نے عزم مصمم کر لیا ہے کہ اپنے ملک سے یونانیوں کو باہر نکال کر دیں گے۔ خواہ اپنے اس مقصد کو حاصل کرنے کیلئے ہمیں برسوں لڑنا پڑے اور یہ کوئی عجیب بات نہیں ہے تاریخ شاہد ہے کہ اس مقام پر سو سال تک برابر جنگ جاری رہی ہے یہ امر طبعی ہے کہ مغلوب فریق کو تاوان جنگ ادا کرنا پڑتا ہے اسلئے یونان کو جو اپنے ہم مثل تو آبادیاں تایم کرنے کے خواہشمند دل کی امداد پر اعتماد رکھتا ہے اور اناطولیا پر اس کی امانت کے بہرہ رسد پر حملہ آور ہوا ہے اس کو فراموش نہ کر دینا چاہئے۔

قسم ہے خدائے بزرگ و بزرگ کی کہ ترکی قوم کی اراضی کو تقسیم کرنا اور اس کا ایک حصہ یونان کو دنیا ایک صریح ظلم ہے اور جنگ سے ہماری جو غرض ہے وہ کسی سے مخفی نہیں ہے بلکہ عالم پر آشکارا ہے۔

سمرنا ترکی ہے اور ہمیشہ ترکی رہے گا۔ اسی طرح مشرقی تھریس ہمارے ملک کا ایک ایسا جزو ہے جس کو جدا نہیں کیا جاسکتا۔ اور جس میں زیادہ حصہ ترکوں کا آئے ہے میری رائے یہ ہے کہ ہمارے قبیح کا صرف ایک حل ہے اور وہ یہ ہے کہ اپنا دل اس کا ترکوں کے پاس رہنا ترکی کی حفاظت کیلئے ضروری ہے نیز اس لئے بھی کہ اپنا دل کی

حفاظت صرف ترک ہی کر سکتے ہیں۔ اگر دول حلفاء (فی الواقع) اس کے خواہشمند ہیں کہ امن و سکون قائم ہو تو اسکی بہتر حرکت یہ ہے کہ وہ ہمارے ساتھ ملکر مسائل کا حل کریں اور ہم اس کے لئے تیار ہیں کہ ایسی مناسب شرائط پر جن سے دار الخلافہ یا سلطنت عثمانیہ اور خلافت اسلامیہ کے مرکز کی حفاظت ہو سکے مسئلہ کو حل کر نیکے لئے تیار اور بالکل تیار ہیں۔

میں اس سچی طرح واقف ہوں کہ جنگ کثیر مصارف کو چاہتی ہے میں جنگ کے آلام و مصائب سے بھی بہت متاثر ہوتا ہوں اور اسی لئے میں امن و سکون کا زیادہ خواہشمند ہوں۔ اگر ہم کو امن و سکون سے زندگی کے بسر کرنے کا موقع دیا گیا تو ہم اپنی تمام کوششوں کو ترکی کی فلاح و بہبود اور ترقی میں صرف کریں گے اور ترکی کو نئی زندگی بخشنے کے جس قدر وسائل ہمارے مکان میں ہوں گے۔ ہم پہنچائیں گے ہم نے اناطولیہ میں شراب کے استعمال کے خلاف سخت قوانین نافذ کئے ہیں اور اسی طرح جوے کی ممانعت کا قانون نافذ کیا گیا ہے اور ہم اسکی امید رکھتے ہیں کہ امریکہ ہمارا دوست بن جائے گا اور ہمارے ساتھ تجارتی تعلقات قائم کر لے گا۔

ہم اگرچہ اون لوگوں میں سے نہیں ہیں جو جمہوریت کو ناپسند کرتے ہیں مگر ہم نے اپنے ملک میں جمہوریت قائم نہیں کی ہے البتہ ہم جمہوریت کے نسب العین کو ہر وقت پیش نظر رکھتے ہیں۔ اور امریکہ کی طرح اسی اصول پر کام کر رہے ہیں اور نہ کبھی میرے دل میں یہ خیال پیدا ہوا ہے کہ اپنے ملک میں جمہوریت قائم کر کے میں اس کا صدر بن جاؤں۔

ہمارے لئے ہمارا خلیفہ کافی ہے۔ ہماری تمام ترامیدیں مقدس مرکز خلافت سے وابستہ ہیں اور ہم اس مقدس مقام کو تمام دنیا کے اسلام کی طرح واجب التحظیم مقام خیال کرتے اور اسکی تقویت اپنا فرض سمجھتے اور اسکی اطاعت ایک دینی امر مانتے ہیں خلافت اسلامیہ ہمیشہ باقی رہے گی اور (انشاء اللہ) اس کا مرکز آستانہ ہی رہے گا۔ کیونکہ ہمارا دینی اتباع اور مذہبی فرض اسی کو لازم ٹھہراتا ہے۔

رہا سلطان کی شخصیت کا سوال یہ ایک دیگر مسئلہ ہے اور اس صورت میں سلطان کی شخصیت ذمہ داری سے برہی ہے کیونکہ حکومت نمایندگان قوم کے ماتھے میں ہے اور ہم سب متحد ہیں۔

انگلو ازمین محرک ایں دانی کی یادگاریں ایک شاندار مجلس انگریزہ کی قومی مجلس نے عثمانی سپاہ کے افسروں۔ سیاسی آدمیوں۔ علماء و مذہبی اشخاص اناطولیہ کے ادیبوں شاعروں اور اخبارات کے اڈیٹروں کو تازہ معاہدات کی تکمیل کے بعد ایک شاندار مجلس میں شرکت کے لئے مدعو کیا۔ جس میں دول کے سفر اراکو بھی دعوت دی گئی تھی۔

تمام اشخاص کے جمع ہو جانے پر پر جوش تقریروں کا تبادلہ ہوا اور پھر فوجی باجوں میں قومی گیت گائے گئے جن سے تمام حاضرین نہایت متاثر ہوئے۔ باجوں کی دلکش آواز اور پر جوش قومی نظموں نے حاضرین پر اس قدر اثر ڈالا تھا کہ گویا کہ وہ ایک نئی زندگی پا گئے ہیں۔ اور صحت و ناکامی یا مایوسی و حرمان نصیبی کے بعد ان کو حیات تازہ اور کامیابی و شاندار مانی نصیب ہوئی ہے اس کے بعد فوجیوں کے رسالے اور دستے حاضرین کے سامنے سے گزرے۔ سپاہیوں کی حمیت و غیرت اور قومی جوش سے لوگ اس قدر متاثر ہوئے کہ اکثر کی آنکھیں آنسوؤں سے بھری ہوئی تھیں۔ سفراء دول اور اخبارات کے قائم مقام بھی بہت متاثر تھے اور ترکی سپاہیوں اور افسروں کا جوش شجاعت و بھیکہ حیرت سے بیخود تھے۔ اس ناشر کی کیفیت یہ تھی کہ ایک منہی نامہ نگار اپنے ناشر کو ضبط نہ کر سکا۔ اور بے اختیار اس کی زبان سے یہ الفاظ نکل گئے۔

سپاہیوں کی پر جوش فوجی آواز اس بات کا پتہ دیتی ہے کہ ترکوں کے قلوب میں جنگ کا بہت زیادہ مشوق و شغف ہے اور ہر لمحہ وہ جنگ میں شریک ہونے کے لئے اپنے کو بچپن پاتے ہیں۔

اس اجتماع میں غیر ترکی حاضرین پر ترکوں کی غیرت و حمیت کا بہت زیادہ اثر تھا۔ جب کوئی رسالہ سامنے گزر جاتا۔ تو وہ یہ خیال کرنے کہ شاید یہ آخری رسالہ ہے۔ لیکن اس کے بعد اور رسالہ آنا۔ اور پھر اس کے بعد اور بہت سے دستے گزرتے۔

پھر سواروں کے رسالے برہنہ شمشیر لئے ہوئے سامنے آئے اور حاضرین ان کی چالاکي و چستی سے مسرور ہو کر بے اختیار صدائے مسرت بلند کرتے اور تالیاں بجاتے تھے۔ غیر ملکی اور وطنی لوگوں کو سب سے زیادہ تعجب کرو سواروں کے دستہ کو دیکھ کر ہوا جو ترکی سپاہ کے ساتھ شریک ہے۔ اس رسالہ کے گزرنیکے بعد بجنیروں اور فوجی کارکنوں کی جماعت گذری پھر انجن ہلال احمر کی مختلف جماعتیں جن میں ہندوستان، افغانستان ایران اور قفقاز وغیرہ ہندوستانی ممالک کی ہلال احمر بجنیں تھیں گذریں۔

رسالوں اور دستوں کے گزر جانے کے بعد حقوڑی ویر حاضرین نے آرام کیا۔ اور چاء وغیرہ کا شغل رہا۔ اس کے بعد ہوائی فوج کا معائنہ شروع ہوا اور ہوائی جہازوں نے اپنے کرتب دکھانے شروع کئے جس سے حاضرین حیرت میں رہ گئے ہوائی جہازوں کے طریق انشافات اور دشمن کے حالات معلوم کرنے کے طریقوں اور کام کے خطرات کو دیکھ کر حاضرین بہت متاثر تھے۔ ہوائی جہازوں نے شمال و جنوب کے طور پر وہ تمام باتیں دکھلائیں۔ جو میدان جنگ میں اور دشمن کے حالات معلوم کرنے کے لئے انہیں اختیار کرنی پڑتی ہیں۔ یعنی جبکہ ہوائی جہاز دشمن کی توپوں میں گھر جائے تو کیا کرے اور جب بہت سی توپوں سے اوپر گولہ باری شروع ہو تو وہ کیونکر ان سے اپنے آپ کو بچائے۔ ان تمام کاموں کو دیکھ کر حاضرین کے چہروں کا رنگ زرد ہو گیا۔ اور ہوائی جہازوں کے خطرناک کاموں سے وہ گویا سہم گئے جب ہوائی جہازوں کا کام ختم ہو گیا تو حاضرین نے انڈیا کے اکر کے نعروں اور تالیوں سے جو دیر تک جاری رہیں ایک قیامت کا شور برپا کر دیا۔ دو ہوائی جہاز جو آپس میں ایک دوسرے کے مخالف و مقابل تھے ٹوٹی ہوئے گھنٹہ تک عثمانی توپوں کی کارگذاری میں مشغول جنگ رہے اس مقابلہ کا سماں نہایت زبردست تھا۔ لوگ خوفناک نگاہوں سے آسمان کی طرف دیکھ رہے تھے گویا یہ معلوم ہوتا تھا کہ ان کی عقول سلب ہو گئی ہیں اور آنکھوں کی روشنی جاتی رہی ہے اور وہ مدہوش پڑے ہیں۔

ہوائی جہازوں کا کام ختم ہونے پر وہ تمام تماشائی لوگ جن سے بازار اور

راستہ بھرے ہوئے تھے چلے گئے اور غازی مصطفیٰ اکمال پاشا نے جلسہ گاہ میں کھڑے ہو کر ایک تقریر کی جس میں اول حاضرین کا شکریہ ادا کیا کہ انہوں نے قومی مجلس کی دعوت کو قبول فرما کر جلسہ میں شرکت فرمائی اور پھر بیان کیا۔

یہ لشکر جو آپ نے ابھی ابھی ملاحظہ فرمایا ہے۔ قومی حکومت کی غرض اسکی ترتیب و تشکیل سے صرف یہ ہے کہ دائمی امن و امان کو قائم کیا جائے اور امن و امان دائمی اُس وقت ہی قائم ہو سکتا ہے جبکہ حق و اربوں کو ان کے حقوق دیئے جائیں۔ اگر حق و اربوں کو ان کے حقوق دیئے گئے تو سمجھ لیجئے کہ اسوقت صلح نامہ ناممکن ہے جب تک کہ تمام شہر ملکداران جیسے سینکڑوں ترکی لشکر تباہ و برباد نہ ہو جائیں۔ اور ترکی سرزمین کے غیرت مند خزانہ اپنی ہستی کو خاک میں نہ ملا دیں۔ مجھے حاضرین جلسہ سے اُمید ہے کہ وہ انسانیت کے مساوی ثابت ہوں گے اور خطرناک زخموں پر مرہم رکھ کر انسانیت کا ثبوت دیں گے۔ غازی مصطفیٰ اکمال پاشا کی تقریر کے بعد جنرل فوزی پاشا کھڑے ہوئے اور آپ نے فرمایا: معرکہ ابن ادانی کی یادگار میں ہم نے آج کا جلسہ منعقد کیا ہے۔ ہم کسی معرکہ کی یادگار میں کوئی جلسہ منعقد نہ کرتے لیکن چونکہ یہ معرکہ نہایت زبردست تھا جس میں عثمانی سپاہ کو شاندار فتح حاصل ہوئی ہے اس لئے ہم نے اس کی یادگار سنائی ہے اور انا والہانہ ہر سال اس یادگار کو ہم منائیں گے۔

یہ یادگار اس اعتبار سے بہت اہم ہو جاتی ہے کہ معرکہ ابن ادانی میں یونانیوں کی سپاہ ہیشمار بھی سامان جنگ اور توپوں کی کمی نہ تھی۔ برخلاف اس کے ترکی سپاہ کی تعداد بہت کم جس کا زیادہ حصہ صرف وہ والیٹر تھے جن کے پاس ہتھیار تک نہ تھے لیکن ہمارا بھروسہ خدا پر تھا اور خدا ہی نے ہم کو شاندار فتح عنایت فرمائی اُس وقت ہمارے پاس کوئی ہوائی جہاز بھی نہ تھا۔ حاضرین کو یاد ہو گا کہ جنرل پاپاس (یونانی جنرل) ہم پر ایک لشکر جہاز ریکہ حملہ آور ہوا تھا۔ جدید قسم کی توپیں کثیر تعداد میں اُس کے پاس تھیں اور وہ بڑی تیزی کے ساتھ آگے بڑھ رہا تھا۔ اُس وقت اُس کا مقابلہ کرنے کے لئے صرف ایک چھوٹی سی تعداد ہمارے پاس تھی۔

جس کے پاس ہندیا رسک کا ٹی تعدا میں نہ تھے۔ ہماری یہ جماعت دشمن کا مقابلہ کرتی ہوئی پیچھے ہٹ رہی تھی اور یونانیوں کی پیش قدمی کو روک رہی تھی۔ یہاں تک کہ جنرل عصمت پاشا نے محقول تعدا میں ترکی سپاہ کو جمع کیا اور سکو ترتیب دیا خطوط جنگ قرار دیئے گئے اور کاموں کو تقسیم کیا گیا۔ اس طریقہ پر ہماری فوجی طاقت میں روز بروز اضافہ ہونے لگا۔ جنرل پاپولاس نے عسکی شہر اور قوالیجہ پر قبضہ کر لیا اور آخرین آدانی پر ہماری اُس سے ٹڈ بھڑک ہوئی۔ ۱۰ دسمبر کی تاسیخ تھی اور قلوب کی طاقت توپوں کی قوت سے مقابلہ کر رہی تھی آخر خدا نے ہماری مدد کی اور ہم نے شاندار فتح حاصل کی جس کی یادگار آج ہم سنارہے ہیں۔

جنرل فوزی پاشا کے آخری الفاظ پر حاضرین نے سپاہ زندہ باش کے نعرے لگائے اور دیر تک تالیاں بجاتے رہے۔

انگورہ کے اخبار حاکمیت ملیت نے اس یادگار میں اپنا ایک خاص نمبر نکالا جو نہایت شاندار تھا۔ بلاشبہ یہ دن ترکوں اور ہر اُس شخص کے لئے جو آزادی کو چاہتا ہے نہایت عجیب اور مسرت کا دن تھا۔

سمسون پر گولہ باری ایونانیوں کے انسانیت سوز مظالم کی استان طوفانی کا قصہ مختصر ہوتا دکھائی نہیں دیتا۔ آئے دن یونانی تازہ ٹنگو نے کھلانے سے ہمیں چنانچہ انہوں نے سمسون پر گولہ باری شروع کر دی جو ایک غصہ بندار بندر گاہ تھا۔ سمسون ایشیائے کوچک کا ایک ساحلی قصبہ ہے جس پر یونانیوں نے موقع پا کر گولے برسائے اور اس غیر مستحکم مقام پر عین ان ایام میں جب کہ ساسے یورپ میں صبح کی تباہی و تاراج کی جا رہی تھیں۔ اور جنگ و جدال عملی طور پر بند ہو چکا تھا۔ تباہی خیز منظر پیدا کر دیا۔

اس گولہ باری کی مفصل کیفیت یہ ہے کہ یونانیوں نے مسلسل گھنٹوں تک بندر گاہ سمسون پر گولہ باری کی۔ یہ بندر گاہ ترکوں اور بالشیویکوں کے اتحاد کا خاص مرکز تھا۔ اس کے ذریعہ سے بالشیویک سامان حرب ترکوں کے لئے آتا

تھا۔ یونانی بحری دستہ نے یکا یک بندر گاہ پر حملہ کر دیا۔ اس وقت بندر گاہ میں ایک امریکن تار پیٹھ و پڑی ہوئی تھی۔ یونانی بحری افسر نے اس تار پیٹھ کے ذریعہ سے ترکی سفیر کو پیام بھیج کر سامان حرب اور توپوں کے مصالح کرنے کا مطالبہ کیا۔ ساتھ ہی اس کے یہ دہشکی وی۔ کہ اگر تعمیل حکم میں کچھ بھی دیر ہوئی تو گولہ باری فوراً شروع کر دیا جائیگی۔ نیز غیر ملکی سفراء کو یہ حکم دیا گیا۔ کہ فوراً شہری آبادی کو خالی کر دیں۔ ترکوں کو جواب کے لئے صرف ایک گھنٹہ ۱۵ منٹ کی مہلت دی گئی۔ نیز ترکی گورنر کو یہ بتلایا گیا۔ کہ اگر اس آئینی گولہ باری کی وجہ سے ترکوں نے قتل کا بازار گرم کیا۔ تو مجبوراً یونانی سخت کارروائی کر نیگی۔ دو گھنٹہ کے بعد ترکی گورنر کا جواب پہنچا۔ جس میں اس نے یونانی مطالبات کو مسترد کر دیا۔ اور لکھا کہ سمسون ایک غیر قلعہ بند شہر ہے۔ اس لئے بین الاقوامی قانون کے خلاف گولہ باری کرنا سخت نا انصافی ہوگی۔ سمسون میں کثرت سے سامان جنگ موجود تھا۔ اور پولشٹوکیوں نے یہاں پر گولہ بارود کے ڈھیر لگا دیئے تھے۔ ترکی گورنر کا یہ جواب سن کر یونانی افسر نے ایک گھنٹہ اور صبر کیا۔ بعد ازاں جنگ شروع کرنے کے لئے بطور علامت ایک آگ بلند کی۔ اس علامت کے بعد یونانیوں نے گولہ باری شروع کر دی۔

جو پہلی یونانی بیڑہ نے گولہ باری شروع کی۔ تو امریکن تار پیٹھ کے افسر نے بذریعہ لاسلکی پیام یونانی افسر سے اظہار ناراضگی کیا۔ کمالیوں نے یہ حالت دیکھ کر اپنی توپوں کا رخ یونانی جہازوں کی طرف پھیر دیا۔ یونانی افسر نے امریکن سفیر کو جواب دیا کہ وہ اس واقعہ کو نوٹ کر لیں۔ کہ غیر قلعہ بند شہر کہتے ہوئے بھی ترک اپنی توپوں کے دھماکوں سے آگ برسا رہے ہیں۔ ایک یونانی سپاہی کا بیان ہے۔ کہ یونانیوں نے قعداً آبادی پر گولہ باری نہیں کی۔ گولہ باری کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ یونانی باشندے گولیوں کی نظر ہوئے۔ اور ترکی ذخائر حرب کو بھی نقصان پہنچا۔ ترکوں کا بیان ہے۔ کہ یونانیوں کی گولہ

باری سے شہر کے کئی محلے آگ کی نذر ہوتے اور غیر ملکی تاجروں کے سامان کو بھی نقصان پہنچا۔ انگور اگورنٹ کا بیان ہے کہ اس میں شک نہیں کہ یونانیوں نے اس مجرمانہ حملہ سے بہت سے بیگناہ انسانوں کی جانیں ضائع ہوئیں۔ لیکن اس کا خاص مقصد ترکوں کو سمسون کے یونانی باشندوں کے برخلاف مشعل کرنا تھا کہ ترک جوش قومی میں آکر عیسائیوں پر دست درازی کریں اور اس طرح یونان کے ساتھ مفروضہ مظالم ترکی کو صحیح ثابت کرنے کے لئے ثبوت بھجائے۔ تاہم انگور اگورنٹ نے ارادہ کر لیا تھا کہ وہ ہر ممکن کوشش سے عیسائیوں کی حفاظت کرتی رہے گی۔

اس طرح بین الاقوامی قواعد جنگ کی خلاف ورزی دیکھ کر انگور اگورنٹ کے نمائندہ میثم آستانہ نے انگلستان اٹلی۔ فرانس اور جاپان کے نمائندگان میثم آستانہ سے ملاقات کی۔ اور ان کے سامنے یونانی شرارتوں پر انگور اگورنٹ کی طرف سے پروردہ لائے احتجاج پیش کی۔ اور بیان کیا کہ اس یونانی گولباری کا نتیجہ اس کے سوائے اور کچھ نہ نکلیگا۔ کہ انگور اکی قومی مجلس کے ارکان کے قلوب میں یونانیوں کے خلاف آتش غضب بھڑک اٹھیں گی۔ اور یوپ کی متمدن حکومتیں۔ یونان کے اس فعل پر اظہار نفرت کریں گی۔ دول حلفاء کے نمائندگان نے انگور اگورنٹ کی صدا کے احتجاج کی یادداشت کو لے لیا۔ اور اس کا وعدہ کیا۔ کہ وہ اپنی گورنمنٹوں کو یہ یادداشت بھیج دیں گے۔ انگور اگورنٹ کی یادداشت کا متن ذیل میں درج ہے۔

انگور اکی قومی مجلس کی حکومت آپ کی توجہ فوراً اس یونانی شرارت کی طرف مبذول کرنا چاہتی ہے۔ جو اس کی بحری قوت نے بحر اسود میں کی ہے یونانی بحری بیڑہ نے جس میں تین جنگی جہاز اور ۵ باربرواری کے جہازات تھے۔ شہر شمسون پر توجہ آزاد تیار تھی بندرگاہ ہے گولہ باری کی جس سے بعض کمالات کو نقصان پہنچا اور لوگ مارے گئے۔

یہ امر ظاہر ہے کہ یونانیوں کی یہ حرکت ایک فوجی حرکت ہے جس سے مقصود صرف یہ تھا کہ جان و مال کا نقصان کیا جائے اور خوریزی کو جاری رکھا جائے۔ اور یہ کہ مسلمانان اناطولیہ میں ہیجان پیدا کیا جائے لیکن انگور کی قومی مجلس کی حکومت نے باوجود اس کے کہ وہ جنگ کو حصول استقلال و جسامت کے لئے جاری رکھنا چاہتی ہے۔ یہ امر ثابت کر دیا ہے کہ وہ ابھی انتظام کی قابلیت رکھتی ہے۔ اور اس قسم کے ہیجان پیدا کرنے والے واقعات میں بھی اس کے انتظام میں خلل نہیں آیا ہے۔

یونانیوں کی یہ کوششیں بھی خدا کے فضل و کرم سے تباہ و برباد ہو گئی ہیں۔ اور وہ اناطولیہ کے مسیحوں اور مسلمانوں میں کسی قسم کا فرق نہیں ڈال سکے ہیں۔ کیا یہ امر باعث مسرت نہیں کہ اناطولیہ کے مسیحی اور مسلمان نہایت خوش ہیں۔ اور اپنے اپنے کاروبار میں مصروف ہیں۔

انگور اگورمنٹ کا وزیر خارجہ آپ کی حکومتوں کو یونانیوں کی جیجا کارروائیوں کی طرف متوجہ کرتا ہے۔ اور اس پر صدائے احتجاج بلند کرتا ہے۔ کہ اس گولہ باری اور اس قسم کی دوسری کارروائیوں سے یونانیوں کا مقصد صرف یہ ہے کہ اناطولیہ کے مسیحی اور اسلامی عنصروں کے دوستانہ اور مخلصانہ تعلقات کو شکست کر دے۔ اور یہ بیجا حرکتیں ان کے ان مظالم کے علاوہ ہیں۔ جو انہوں نے مختلف مقامات میں بیگناہوں پر روا رکھی ہیں ان مظالم اور بیجا کارروائیوں کی باز پرس دنیا کی عام رائے کر سکتی ہے۔ اور دول کی توجہ ان کارروائیوں پر یونانی و سائس و فیب کاری کی طرف دلا سکتی ہے۔ اس مسئلہ میں دنیا کی عام رائے مرتبہ پھر مطالبہ کرتی ہے۔ کہ اناطولیہ کو دول حلفاء کے اقرار کے بموجب اور مشرق قریب میں امن و سکون قائم کرنیکی خاطر فوراً یونانیوں سے خالی کر دیا جائے۔

(دھتھ) یوسف کمال وزیر خارجہ انگور اگورمنٹ۔

بعد ازاں حکومت یونان نے ان مظالم کی نسبت ایک معذرتی اعلان شائع کیا جو مسکون کی گولہ باری سے ظہور پذیر ہوئے تھے۔ اور جن سے بین الاقوامی کی صریح خلاف ورزی ہوئی تھی۔ اس اعلان میں طرح طرح کی تاویلیں کی گئی تھیں۔ اور لکھا تھا کہ گولہ باری کا مقصد میگنیزین اور ذخائر قریبہ کو تباہ کرنا تھا۔

مجلس عالیہ ملیہ میں دکیل فوری پاشا کی زیر صدارت ایک جلسہ ہوا۔ جس میں مسکون پر گولہ باری کے نتائج پر نہایت شد و مد سے مباحثہ ہوا جناب فوری پاشا نے ایک دھواں دھار تقریر کی۔ جس کے اخیر میں آپ نے فرمایا۔ جو چہیرہ دستی مسکون میں ظہور پذیر ہوتی ہے۔ عنقریب یونان اس کا خمیازہ بھگت کر رہیگا۔ اور ہم آگ کا بدلہ آگ سے اور تلوار کا انتقام تلوار سے لیں گے۔ ریش آنے والی ہیں۔ اور ایسے دن قریب ہیں۔ جو زندہ رہیگا۔ دیکھ لیگا۔

ایک نئی سچوئیر جب سے عیسائیت کو عروج حاصل ہوا ہے۔ اس کا یہی خاصہ رہا ہے کہ ترکوں کو روند کر پیس ڈالا جائے۔ اور صفو ہستی پر ان کا نام تک نہ رہنے پائے۔ اس مقصد کے لئے عیسائی دنیا ہر رنگ اور ہر پہلو سے نئی نئی چالیں نکھیلتی رہی ہے۔ چنانچہ سیاسی پہلو کے لحاظ سے ان کا رویہ ترکوں کے خلاف کچھ اور ہی رہا ہے۔ اور مذہبی تعصب کسی اور ہی رنگ میں نمایاں ہوتا رہا ہے ہم کو اس بگڑے صورت موخر الذکر حالت کو مد نظر رہنا ہے کہ عیسائی دنیا مذہبی تعصب کے رنگ میں کس طرح ترکوں کے خلاف زہر انگھتی رہی ہے۔ اور اب بھی انگھ رہی ہے۔ یہ مجرم مسیحی پادریوں کی زبان مجرم نما سے ظاہر ہوتا رہا ہے۔ یعنی انہوں نے ترکوں کو ظالم کا خطاب روز اول سے ہی دیدیا ہوا ہے۔

ترکی میں مسلمانوں کی آبادی کے علاوہ یہودی بھی آباد ہیں۔ نصرانی بھی اور عیسائی بھی۔ ان عیسائی مسیحوں نے ترکوں پر ظالم کا الزام اس طرح لگایا کہ وہ عیسائی آبادی کو برا بھلا کہنے کے لئے گونا گوں اندازوں اور سازشیں کرتے رہتے تھے۔ ترکی کی عیسائی آبادی اور وہ عیسائی اس بیرونی حمایت

داعانت پر فتنہ و فساد پیرا مادہ ہو جاتی تھی۔ حکومت کو اس فتنہ و فساد کو دبانے کے لئے نعرہ یری کا ردائیاں کرنی پڑتی تھیں۔ جیسا کہ ہر سلطنت کا قاعدہ ہے خواہ وہ سلطنت عیسائی ہو یا مسلمان کہ ملک میں امن قائم رکھنے کے لئے جیسی تدابیر مناسب ہوں۔ اختیار کیجاتی ہیں۔ اور مجرموں کو سزائیں دی جاتی ہیں اور ان مشورتنوں کو دبا کر اس قائم کرنیکی خاطر سزائیں دیتے تھے۔ یہ مشورتنیں ہمیشہ عیسائی آبادی بیرونی بل بوتے پر کرتی تھی۔ اور یہی لوگ اپنے اعمال کی پاداش میں سزائیں بھگتے تھے۔ تو پھر بیرونی عیسائی دنیا ایسے واقعات کو سن کر اصل واقعات پر پردہ پوشی کرتی۔ اور انصاف کو خاطر میں نہ لا کر ترکوں کو ظالم قرار دیتی۔ تاکہ دنیا میں ترکوں کے خلاف نفرت و حقارت پیدا ہو۔ اور ترک دنیا میں ذلیل و خوار ہوں۔ اسی طرح ترک آج تک ظالم۔ خودخواہ و جش اور حکومت کے نا اہل مشہور چلے آتے ہیں۔ اصل حقیقت دنیا پر کبھی روشن ہی نہ ہوئی تھی۔ کیونکہ رسل و رسائل کے انتظامات عیسائی دنیا کے ماتھے میں ہیں۔

بعض مسیحی سیاح جب ترکی میں ان واقعات کی حقیقت معلوم کرنے کے لئے آتے۔ تو وہ بھی ترکی سے باہر جا کر تعصب کی حرارت سے مملو ترکوں اور مسیحیوں کی یوں تصویر کھینچتے۔ کہ ایک طرف ظالم ترک ہے۔ جو لال آنکھیں لکائے خجراتھ میں لئے کھڑا ہے۔ اور دوسری طرف مظلوم یونانی پادری ہے جو اس کے آگے ماتھے جوڑے گھٹنوں کے بل کھڑا ہے۔ اس قسم کی حکایتوں پر فرضی ترکی مظالم کی بنیاد رکھی جاتی تھی۔ اور اب بھی رکھی جاتی ہے۔ اور ترکوں کو بدنام کیا جاتا ہے۔

یہ بدنامی اور مفرورہ مظالم آج تک ترکوں پر بھڑپے جاتے ہیں۔ یورپ کے عیسائی خود ترکی کے عیسائیوں سے فساد برپا کرنے کی حرکتیں کر داتے ہیں۔ چنانچہ اوپر سادہ واقعہ سمسون کی گولہ باری کا ہی یہی مطلب

تھا کہ یونانیوں کی اس شرارت سے مسلمان بھڑک اٹھیں گے۔ اور عیسائیوں کو بے دریغ تہ تیغ کرنا شروع کر دیں گے۔ تب ان کو بدنام کرنے کا موقع ملا تھا آ جا بیٹھا لیکن ترکوں نے اپنی عادت کے مطابق ہنایت ہی جو صلی اور برہنہ باری سے کام لیا ترک خواہ کننا ہی اپنے آپ کو دنیا کے سامنے پاک و صاف ظاہر کرنے کی کوشش کریں مگر عیسائی ان کو کبھی بھی اس الزام سے بری الذمہ نہ ہونے دیں گے۔ بلکہ مفرودہ مظالم ان کے سرخو پتے ہی رہیں گے۔ حالانکہ اناطولیہ کے عیسائیوں کی زبان پر کوئی حرف شکایت نہیں ہے۔ اناطولیہ کے سب بڑے پادری بابا انیم نے بارہا ان الزاموں کے خلاف اعزاز کئے۔ کہ ہم کو ترکوں کے ماتحت کوئی تکلیف نہیں بلکہ وہ انہی عیسائی آبادی کو بھائیوں کی طرح دیکھتے ہیں۔ اور ہم ترکوں کے زیر سایہ رہنے کے لئے بہت خوش ہیں۔ مگر یورپ کبھی ایسی تحریروں کی طرف متوجہ نہیں ہوا ہے۔ بڑھا اور نظر انداز کر دیا۔ اپنی پالیسی پر اڑا رہا۔ انہی مفرودہ مظالم کی بنا پر یورپ کے سرمایہ دار شہنشاہیت پسندوں کی رگ حمیت میں نقصانہ خون نے جوش مارا کہ ان مظالم کی تحقیقات کی جائے چنانچہ اس غرض کے لئے تجویز ہوئی کہ اتحادیوں کا ایک وفد ترکی میں جائے جس میں امریکہ بھی شامل ہو۔

اس نئی تجویز کی رپورٹ انکو راکی حکومت کو بھیجی گئی۔ غازی مصطفیٰ کمال پاشا اتحادیوں کی اس تجویز پر بہت بھروسے۔ انہوں نے ہمد کے مقام پر ایک تقریر میں سرکاری طور پر اتحادیوں کے وفد تحقیقات کو اجازت دینے سے انکار کر دیا۔ آپ نے فرمایا کہ اگر غیر معاندانہ منہ کو محاذ جنگ سے نکال کر دوسری جگہ پہنچانے کا نام ظلم ہے۔ تو اس ظلم کی ذمہ داری تیجمنہ یاد دنیا کے سب سے بڑے دارالسلطنت پر عاید ہوتی ہے۔

پس ترکان احرار نے اناطولیہ میں تحقیقاتی کمیشن بھیجنے کے متعلق اتحادیوں اور امریکہ کے مطالبات کو مسترد کر دیا۔ اور صحیح الفاظ میں کہہ دیا۔ کہ جن کا ذیہ و اباطیل کو شہرت دی جا رہی ہے۔ وہ بالکل غلط اور بے بنیاد ہیں ایسے بہتان

وافتر اکا مخزن متعصب پادریوں کے قلوب ہیں۔ علاوہ ازیں ترکان احرار ان باتوں کی شتمہ برابر پرواہ نہیں کرتے۔ کہ ان کے خلاف لوگوں کے جذبات بھڑکائے جا رہے ہیں۔ اور مخالفانہ خیالات کی نشو و اشاعت کی جا رہی ہے۔ اور وہ اس وقت تک ان باتوں کی چندال پرواہ نہیں کریں گے۔ جب تک انہیں قوت بازو سے اس مسئلہ کو حل کرنے کا یقین اور اعتماد ہے۔

ترکان احرار کا یہ جواب سن کر امریکہ نے اپنا وفد بھیجنے سے انکار کر دیا۔ مگر شاہی پھر بھی اس بات کے درپے ہے۔ کہ وہ اناطولیہ میں ضرور بھیجا جائیگا۔

بعد ازاں فرانس نے یہ تجویز پیش کی کہ مظالم کی تحقیقات کے لئے غیر جانبدار حکومتمنوں کے وفد جانے چاہئیں۔ اور ساتھ ہی یہ بھی کہا۔ کہ انجن صلیب احمر قسطنطنیہ کے کارکنوں کے وفد مقرر کئے جائیں۔ اس تجویز کو اتحادیوں نے منظور کر لیا۔ کہ یہ وفد ہر جگہ جا کر برای الحین تمام باتیں دیکھیں۔ اور تحقیقات کریں۔ دو وفد مقرر ہوئے۔ ایک اناطولیہ کے لئے اور ایک یونانی علاقہ کے لئے۔ لیکن بعد میں فرانس نے اپنی اس تجویز کو منسوخ کر دیا۔ اور عملی جامہ پہنانے سے روک دیا۔ اور کہا کہ اس تجویز کی کوئی ضرورت محسوس نہیں ہوتی۔

صلح کی نئی کوشش | پیچھے آپ پڑھ آئے ہیں۔ کہ پریس کانفرنس کو صلح کے مشعلق کوئی کامیابی نہ ہوئی۔ کیونکہ نہ تو ترکوں کی شرائط صلح کانفرنس نے منظور کیں۔ اور نہ ترکان احرار نے کانفرنس کی تجاویز صلح تسلیم کیں۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ لڑائی کا دوبارہ آغاز ہو گیا۔ ترک ایک جنگجو قوم ہے۔ لیکن یونانی جو چنداں ایسی قوم نہیں ہے۔ پھر مجبوراً اپنی خواہش کے خلاف ان شیروں کے خلاف میدان میں آئے۔ صرف بیرونی اعانت ہی ان کو میدان جنگ میں لا رہی تھی۔ ورنہ ان میں ذاتی ہمت اور دلیری کہاں تھیں۔ کہ وہ خوشی سے جنگ کے لئے آمادہ ہوتے۔ جنگ کا چندن ہار انہوں نے اپنے گلے ڈال تو لیا تھا۔ مگر اب وہ ہار ان سے امارنا مشکل ہو گیا۔ ترک تو ہمیشہ اپنے مخالف کو سزا دینے کیلئے نیا

ہوتے ہیں۔ وہ شیروں کی مانند یونانیوں پر ٹوٹ پڑے۔ اگرچہ پیرس کانفرنس کے بعد کوئی سخت محرکہ نہیں ہوا تھا۔ لیکن تاہم بھی یونانیوں نے چھوٹی چھوٹی بہت سی ہزیمتیں اٹھائیں اور بے شمار نقصان جان مال برداشت کیا۔

اس بھڑکتی ہوئی آگ کو روکنے کے لئے پھر فرانس نے صلح کی تجویز کی تاکہ مشرق میں قیام امن کے اسباب معلوم کرنے کے لئے برطانیہ عظمیٰ، فرانس، اٹلی، ٹرکی اور یونان کے درمیان ابتدائی کانفرنس کی جائے برطانیہ نے اس تجویز کو منظور کر لیا۔ لیکن برطانیہ عظمیٰ نے اس تجویز کو منظور کرنے سے پہلے چند شرائط پیش کیں۔ تاکہ پیرس میں منظور شدہ پروگرام پر کوئی حرف نہ آ سکے اور ترکوں کی طرف سے غفلت و انکار کا اظہار نہ ہو سکے۔ اس امر کا کوئی فیصلہ نہ ہوا۔ کہ کانفرنس کا انعقاد کس جگہ ہو۔

بعد میں فرانس نے یہ شرط پیش کی۔ کہ یونانیوں اور ترکوں کے درمیان ایک علیحدہ جلسہ منعقد کیا جائے۔ جس میں برطانیہ، اٹلی، فرانس بطور ثالث بالآخر اس کام کریں۔ برطانیہ نے اس کو منظور کر لیا۔ حکومت برطانیہ نے پھر یہ تجویز پیش کی۔ کہ اتحادیوں ترکوں اور یونانیوں کے درمیان کوئی کانفرنس نہ ہو۔ بلکہ مستحق صمیم کے نمائندگان کا ایک جلسہ اتحادی مائٹی کشنوں کی زیر نگرانی منعقد ہو۔ جو فلسطینہ میں مقیم ہیں۔ یہ اجلاس حسب ذیل ۴ شرائط کے مطابق منعقد ہو۔

(۱) کانفرنس اسمد میں منعقد نہ ہو۔ بلکہ فلسطینہ کے قریب بیکوز میں۔

(۲) سمسوں کی گولہ باری ایسی خصوصیتوں سے بچنے کے لئے اور منوع اشیاء کا راستہ روکنے کے لئے یونانی جہازوں کی آمد و رفت کی اجازت دی جائے (۳) صلح کے اصول وہی قائم رکھے جائیں جو ۲۴ مارچ کو پیرس کانفرنس میں قرار دیے گئے تھے۔

(۴) جہاں مظالم کی تحقیقات کی ضرورت محسوس ہو۔ وہاں قلیل التعداد

جماعتوں کی حفاظت کی مزید ضمانت کا مطالبہ کیا جائے حکومت فرانس نے اس تجویز کو منظور کر لیا۔ جب دول یورپ نے ترکی کے ساتھ صلح کی ٹھان لی تو اس پر غازی مصطفیٰ اکمال پاشا نے یہ اظہار رائے کیا کہ وہ مسند دہین وطنی کے رئیس خود ہونگے اور توفیق پاشا بالیالی کے دند کمر دار ہوں گے۔ اس تجویز کی اطلاع یونان اور ترکی کو دی گئی۔ اور صلح کو بنیادی اصولوں سے بھی متینا صحیح کو مطلع کیا گیا حکومت انگلور نے ان پر یہ اعتراض کیا کہ بیکوز انعقاد کانفرنس کے لئے موزون مقام نہیں ہے۔ کیونکہ یہ مقام اتحادیوں کے علاقہ میں واقع ہے اور اس پر یونان کا قبضہ ہے۔ اس لئے حکومت انگلور نے اس بات پر زور دیا کہ اسمد شہر کو منظور کیا جائے۔ کیونکہ یہی مقام ہے۔ جہاں سے مصطفیٰ اکمال پاشا انگلور سے خط و کتابت کر سکیں گے۔ لیکن سلطان اسمد اور بیکوز دونوں جگہوں پر کانفرنس کا انعقاد نہیں چاہتے تھے۔ چونکہ ترکوں نے بیکوز کی نسبت اسمد کو پسند کیا تھا۔ اور سلطان نے دونوں جگہوں پر انعقاد کانفرنس پسند کیا۔ اس لئے غالباً یہ امید تھی کہ ہر دو فریق اس امر پر راضی ہو جائیں کہ خلیج اسمد کے فرانسیسی جنگی جہاز پر گفت و شنید ہو۔

اتحادیوں نے ترکوں اور یونانیوں کے درمیان باہمی صلح کی گفت و شنید کی طرح ڈال دی۔ مگر بد قسمتی سے یہ تجویز پایہ تکمیل کو نہ پہنچ سکی۔ کیونکہ اس تجویز کے دوران میں یونانیوں نے اس امر کا اظہار کیا کہ وہ قسطنطنیہ پر حملہ کر کے قبضہ کر لیں گے۔ جس کا آگے ذکر آچکا۔ جب اس حلقہ کا خطرہ دور ہوا۔ تو پھر اتحادی کشمکش نے اس تجویز کی تجدید کی اور رائے ظاہر کی کہ مشرق قریبہ کی کانفرنس جنس میں منعقد ہو اور ترکی و یونانی نامدگان بھی اس کانفرنس میں مدعو کئے جائیں۔ چنانچہ جنس کانفرنس کے انعقاد کے متعلق اتحادیوں کے درمیان خط و کتابت ہوتی رہی حکومت فرانس نے برطانیہ کی تقریباً تمام اتحادیہ منظور کر لیں۔ البتہ یہ ضرور ہے کہ حکومت فرانس اس بات پر ضرور اڑی ہوئی تھی کہ اگر اتحادیوں کی شرائط جو ماہ مارج میں پیش

لی گئی تھیں۔ امن لی جائیں۔ ان پر موثر عمل درآمد سے پہلے ایٹار کو چیک کا مکمل تحلیلہ ضروری ہے۔ لیکن اس کا نفوس کا بھی انعقاد عمل میں نہ آیا۔ کیونکہ واقعات مابعد نے ایسا موقع ہی بہم نہ پہنچایا۔ جیسا آگے چلکر ناظرین کو معلوم ہو گا۔

یونانیوں کو قسطنطنیہ کے خواب اتحادی تو یہ کوشش کرتے ہیں کہ مشرق قریب میں امن و امان قائم ہو جائے۔ اور ترکوں کی بھی یہی خواہش تھی۔ ان کے مطالبات قومی میثاق کے مطابق پورے ہد جائیں۔ لیکن یونان کو قسطنطنیہ پر قبضہ جانے کے خواب نظر آنے لگے۔ یہی وجہ تھی کہ متذکرہ بالا مجوزہ کا نفوس قائم نہ ہو سکی۔

چنانچہ یونانی وزارت میں اس امر کے متعلق کچھ چیمگیوں ہوتی رہیں۔ اس مطلب کے لئے یونانیوں نے تھریس میں اپنی فوجیں جمع کرنی شروع کر دیں اور اتحادیوں کو یہ لکھا کہ وہ غیر جانبدار علاقوں پر حملہ کرنے کا کوئی ارادہ نہیں رکھتے اور وہ اپنی فوجوں کو صرف اس غرض کے لئے ترتیب دے رہے ہیں کہ اگر اتحادی قسطنطنیہ پر حملہ کر نیکی اجازت دیں۔ تو اس وقت اس ثبوت کا استعمال کیا جائیگا۔

جولائی کے آخر میں یونانیوں نے اپنی اس جدید خواہش کا پھر اظہار کیا۔ اور کہا کہ اس کا حاصل یہ تھا کہ قسطنطنیہ کو غیر جانبدار اثر و اقتدار میں رکھنے سے دول متحدہ ترکی کو نقصان پہنچانے کے بجائے اس کی حفاظت کر رہے ہیں۔ اور یونانیوں کو قیام امن کے ذرائع سے محروم کر رہے ہیں۔ اس مکتوب میں یہ بھی درج تھا کہ اس طرز عمل پر اصرار کرنے سے علیسیائیوں کے قتل کے معاملات میں ہمت افزائی ہو رہی ہے۔ امن و امان کے قیام کا د اخلہ و راجہ یہ ہے کہ یونانیوں کو قسطنطنیہ پر قبضہ کرنے کی اجازت دی جائے یونان نے اس کیلئے ضروری انتظامات کر لئے ہیں۔ اور وہ اتحادیوں سے انتہا کرتا ہے کہ افواج مقیم قسطنطنیہ کو ضروری احکام صادر کر دیئے جائیں۔

اتحادیوں کا جواب انٹرنیشنل جنرل ہسٹنسن نے اس کے جواب میں کہا کہ اگر یونانیوں نے قسطنطنیہ کی جانب نقل و حرکت کی۔ تو وہ ان کے مقابلہ میں قوت

کا استعمال کرے گا۔ اس جواب نے امتیختہ کو نہایت متاثر کیا۔ اور یونانی پارلیمنٹ میں اس کے متعلق تین گھنٹہ تک بحث ہوئی رہی۔ لیکن انکو اسی نمائندگان نے یونانی وزیر خارجہ کو یونانی مکتوب کا جواب دیدیا۔ جس میں یونانیوں کی استدعا کو رد کر دیا گیا تھا۔ اور انہوں نے اس بات کا حکم دیدیا کہ اقواج مقیم قسطنطنیہ کا کمانڈر اعظم یونانیوں کی پیش قدمی کی مزاحمت کرے۔ اس پرویزہ وزیر خارجہ یونانی نے صاف طور پر یقین دلایا کہ یونانی فوجیں اتحادیوں کی اجازت کے بغیر غیر جانبدار حلقوں کے قریب بالکل نہ جائیں گی۔

اتحادی تباہی اتحادیوں نے یونانی حملہ کا خطرہ دور کرنے کے لئے چکیاں جوش تباہ لائن پر واقع تھیں۔ اور بھی مضبوط کر دیں۔ اور اتحادی پیادہ اور سوار فوج نے سرحدات پر مواقع قائم کر لئے اور سرحد پر ہر طرح سے امن سکون قائم ہو گیا۔ جرینل بمبلی اطالوی کمانڈر اعظم قسطنطنیہ برطانی اور فرانسیسی افسروں کی معیت میں شتاجہ گیا۔ تاکہ یونانی کمانڈر اعظم سے باتیں کر کے سرحد کا فیصلہ کرے اور سرحد کی دونوں جانب غیر جانبدار علاقے کا انتظام کرے۔ اور طلباء گرو دستوں اور ہوائی جہازوں کو ان علاقوں میں جانے کی ممانعت کرے اگرچہ اتحادی قسطنطنیہ پر یونانی حملہ کو رد کرنے کے لئے تدابیر کر رہے تھے۔ لیکن کہا جاتا ہے کہ قسطنطنیہ کے باہر ہزار ہا یونانی فوج جمع تھیں۔ مگر اس کے حکومت یونان نے ۲۴ اگست کو دول یورپ کو پھر لکھا۔ کہ اس نے قسطنطنیہ پر قبضہ کرنے کا فیصلہ کر لیا ہے۔ تاکہ فی الفور امن وامان قائم ہو جائے۔ اور اگر دول متحدہ یونانیوں کو حملہ آور ہونے کے حقوق حاصل کرنے میں مزاحم ہونگے تو اس سے معاملات میں اور بھی نزاکت پیدا ہو جائیگی۔ اس جواب میں تاخیر کے خطرات پر توجہ دلائی گئی تھی۔ اور بتایا گیا تھا کہ اس سے عیسائیوں پر مزید مظالم کی بارش ہو گی۔ اور مشرق قریب کی نالافتہ بہ حالت میں ترقی ہو جائیگی۔ اس کے بعد حکومت یونان نے ایک اور جدید مکتوب روانہ کیا جس

میں اتحادیوں کو یقین دلایا گیا تھا کہ یونان اتحادیوں کی مرضی کے بغیر قسطنطنیہ پر قبضہ کرنے کا کبھی ارادہ نہیں کرے گا۔ اور اس امر پر زور دیا گیا تھا کہ قسطنطنیہ غیر جانبدار رہنے سے ترکوں کو تقویت پہنچتی ہے اور یونان کو فیصلہ کن حملہ کرنے میں رکاوٹ پیدا کرتی ہے۔ حالانکہ اتحادی یہ تسلیم کر چکے ہیں کہ ترک قوت کے استعمال کے بغیر کسی مصالحت یا کسی قسم کی شرائط کو تسلیم نہ کریں گے۔

اگرچہ یونان نے اتحادیوں کو یقین دلایا تھا کہ وہ قسطنطنیہ پر حملہ نہیں کرے گا لیکن باوجود اس اقرار کے وہ مشرقی تھریس میں فوجوں کو بڑے زور شور سے تیار کیا کر کے لارانا نکھا۔ اور یونانی فوجیں شتاجہ لائن کے قریب ہوتی جاتی تھیں۔ جہاں بہت سی مشکلات رونما ہو رہی تھیں۔ آخر کار یونانیوں اور اتحادی کمانڈروں کے درمیان ایک سمجھوتہ ہو گیا جس کی بنا پر یونانی ۶ میل شتاجہ لائن سے پیچھے ہٹ گئے۔ روڈسٹو میڈیا لائن سے یونانیوں کی ایک بھاری فوج نکل گئی۔ اور محاذ شتاجہ کے غیر جانبدار علاقے کے نقشے پر ۱۵ اگست کو دستخط ہو گئے۔ اور جو مشکلات پیش آ رہی تھیں دور ہو گئیں۔

حالات اناطولیہ اب ہم پھر اناطولیہ کے حالات ناظرین کے سامنے پیش کرتے ہیں۔ یہ قسطنطنیہ کی کشمکش ناک حالت جو درمیان میں سرزد ہوئی تھی یہ ایک فی البدیہہ واقعہ تھا جس کا بیان کرنا اس موقع پر از بس ضروری تھا کیونکہ یہ واقعہ بھی اناطولیہ کے میدان کو کامیاب بنانے میں امدادی واقعہ ہوا تھا۔ جیسا کہ آگے چلکر ظاہر ہو گا۔

تعب تو یہ ہے کہ ہر روز نئے نئے واقعات رونما ہوتے جاتے تھے جو پہلے واقعات میں ملکر مشرقی مسئلہ کو اور بھی پیچیدہ کر دیتے تھے۔ اتحادیوں نے کانفرنس منعقد کرنے پر زور ڈال دیا۔ مگر مشرقی معاملات کا حل کسی میں بھی نہ کر سکے۔ کیونکہ وہ دل سے تو نہیں چاہتے تھے۔ ان کا اصلی مقصد یہ تھا کہ معاملہ طول کھینچا جائے اور یونان کی قوت میں برابر ترقی ہوتی رہے اور وہ محاذات

پر اپنی جمیعتوں کو جمع کرنا ہے تاکہ ترکوں کے مقابلہ کے لئے تیار ہوتا جائے۔ مگر ترکوں نے ان کا نفر نسیوں کی مطلق پرواہ نہ کی۔ کیونکہ وہ یورپ کی چالوں سے خوب واقف تھے۔ وہ اپنی جنگی کارروائیوں اور تیاریوں میں برابر مشغول ہے۔ حکومت انگلور اقصیہ جلسے کرتی تھی۔ اور نئی ستادیں پاس ہوتی تھیں۔ ترکوں نے صلح کے خیال کو بالکل ترک کر دیا۔ وہ اپنے حقوق کی حفاظت کے لئے حرب و ضرب کو انتہائی معراج تک پہنچانا لازمی خیال کرنے لگے۔ اس نیت سے انگلور میں مجلس حربیہ کا ایک اجلاس منعقد ہوا۔ محاذ کے قرب و جوار کے حکام کے نام احکام جاری ہو گئے۔ کہ وہاں کے باشندگان اندرون ملک کی طرف نقل مکانی کر جائیں۔ اور رخصت پر جانے والے سپاہیوں کو اڑتالیس گھنٹہ میں اپنی اپنی چھاؤنیوں میں پہنچ جائیں تاکہ ہوئی۔ غازی مصطفیٰ کمال پاشا خود محاذ پر معائنہ کے لئے تشریف لے گئے جولائی کے انجام میں یہ سنا گیا تھا کہ ایشیائے کوچک میں ترکوں اور یونانیوں کی جنگ شروع ہو جائیگی ایسا ہی ہوا لڑائی کا بازار گرم ہو گیا۔ اور چھوٹی چھوٹی جنگیں ہوتی رہیں۔ اس اثنا میں یمنان نے اپنا یہ عندیہ ظاہر کر دیا تھا۔ کہ وہ قسطنطنیہ پر قبضہ کرنے کا قصد رکھتا ہے۔ اس خبر نے تمام عالم اسلام میں ایک قسم کا ہیجان پیدا کر دیا۔ ترک بہت جوش میں آئے۔ انجمن اتحاد ملی نے جو وسط ایشیائیں قائم ہے۔ انور پاشا کو لکھا۔ کہ بالشویکوں سے تمام جھگڑے سمیٹ کر اور جن شرائط پر بھی صلح ہو سکے۔ صلح کر کے اپنی فوجوں کو ہمراہ بیکر مقام خلافت کو بچانے کے لئے قسطنطنیہ کی طرف بڑھے۔ کیونکہ اگر قسطنطنیہ ماتحت سے چلا گیا تو پھر از حد ذلت کا سامنا ہوگا۔ معاہدہ قسطنطنیہ و انگلورہ بھی غالباً انہی ایام میں عمل میں آیا تھا۔ جس کی رو سے حکومت قسطنطنیہ نے بعض کارخانے اور فوجی صیغے اناطولیہ میں منتقل کئے جانے کا فیصلہ کیا۔ تاکہ قسطنطنیہ کی مالی اخراجات سے سبکدوشی نصیب ہو۔

اطمینان میں بڑے زور و شور سے بھرتی شروع ہو گئی۔ نو جوان وطن پر پُرس جوش و ولولہ کے ساتھ بھرتی کرنے والوں اور دفاع کنندگان وطن کے ساتھ شامل ہو گئے۔ ترکان احرار سخت غیظ و غضب میں بھر گئے۔ اور اناطولیہ میں انہوں نے بڑے زور و شور سے یونانیوں پر حملہ شروع کر دیا۔ ترکی کمانڈر کا یہ مقصد تھا۔ کہ سمرنا کے قریب وجار کے علاقہ جات فتح ہو جائیں۔

ترکوں کے عساکر ملی کا حال جب یونان میں معلوم ہوا۔ اور یونانی فوجوں کی شکست کی خبر پہنچی۔ تو ارباب حکومت نے ان خبروں کو چھپا دیا۔ یونانیوں کے فرار ہونے کی خبروں کو نہایت احتیاط سے مخفی رکھا جاتا تھا۔ حالانکہ چارنہار کی قہار و تنگ یونانی مفردین ہو گئے تھے۔ یہ سپاہی پوری طرح سے مسلح تھے۔ اور انہوں نے نیف کی پہاڑیوں میں پناہ لی جب یونانی افسروں کو ان کے فرار ہونے کی خبر پہنچی۔ اور لشکر میں ترکوں کا رعب طاری ہونے لگا۔ تو مفردین کے نام ایک معافی نامہ لکھ کر بھیجا گیا۔ اور یقین دلایا گیا۔ کہ اگر وہ واپس آ کر فوج میں شامل ہو جائیں۔ تو ان کا قصور معاف کیا جائیگا لیکن مفردین نے اس معافی نامہ کی پرواہ تک نہ کی۔ اور واپس ہونے سے انکار کیا۔ اس پر یونانی افواج کے قائد اعظم نے گجھرا کر ان مفردین کے مقابلہ کے لئے پہاڑوں میں فوج بھیجی۔ زیادہ تر سپاہی سمرنا اور ایدین کے میدان جنگ سے بھاگے تھے۔ کیونکہ ان میدانوں میں ترکوں نے اپنے دشمنوں کو بہت زک دی تھی۔ اور ان پر بہت غلبہ حاصل کیا تھا جب یونانی افواج مفردین کی سرکوبی کے لئے پہنچیں تو خوب مقابلہ ہوا اور مفردین نے پہاڑیوں سے فائدہ اٹھا کر خوب جنگ کی۔ اور قائد اعظم کی فوج کے بہت سے آدمی کام آئے۔

مذکورہ بالا مثال یونانیوں پر عساکر ملیہ کی طاقت کا رعب طاری ہونے کی ایک بین دلیل ہے۔ یونانی ہراسان ہو رہے تھے۔ اور ہر روز انہیں اتر کی لشکروں کی طرف سے حملہ کا اندیشہ لگا رہتا تھا۔ اخبار ٹائمز کے نامہ نگار کو ترکی

ذرائع سے اُس میں ترکی افواج کی تعداد میں اضافہ ہونے کی اطلاع موصول ہوئی تھی۔ جس میں بتلایا گیا تھا کہ ترکوں کی افواج اعداد و شمار میں ۴۰ ڈویژنوں تک پہنچ گئی تھی۔ اس نقل و حرکت کے مختلف وجوہ بیان کئے جاتے تھے۔ بعض کہتے تھے کہ یہ اضافہ محض پھریس میں یونانی افواج کے اجتماع کا جواب ہے۔ بعض کہتے تھے کہ اگر وینس کی تجویز کردہ کانفرنس میں صلح و آشتی کی طرف سہ ماہی ہوئی تو غازیان احرار اتحادیوں پر دباؤ ڈالیں گے۔

ترکان احرار کی فتوحات اب ہم آپ کو اس زمانہ کی تاریخ بتاتے ہیں۔ جو غازی مصطفیٰ اکمال پاشا کی تمام سوانح میری میں نہایت ہی مشہور و معروف و خفاں زمانہ ہے۔ اس زمانہ نے غازی موصوف کی زندگی کا تاریخی و تاریخی نہایت ہی مزین کر دیا ہے۔ ترکی کی گذشتہ شان و شوکت کو اس نے ایک دفعہ پھر دہرایا ہے اور سلطان عثمانیہ کی مولت و عظمت کو از سر نو تازہ کر دیا ہے۔ یہ زمانہ اسلام کے عروج اور ترقی کا پیش خیمہ ہے۔ جس سے ثابت یہ ہوتا ہے کہ اسلام کو ان اوقات پھر پہلی سی شان و شوکت حاصل ہوگی۔ یہ زمانہ اس زمانہ کی یاد دلاتا ہے جب تک اپنے عروج کے زمانہ میں بچے و بچے فتوحات حاصل کرتے جاتے اور مخالف مخالف و ترساں بھاگتے پھرتے تھے۔ ممکن ہے کہ یہ وقت ابھی نہ آتا جیسا کہ اکثر یہی اُمید تھی کہ ابھی حل مشکلات کا وقت بعید ہے۔ مگر اسرار الہی سے کوئی واقف نہیں ہوتا۔ قیاسوں اور خیالوں کے علی الرغم اس نے تمام مشکلات کو حل کر دیا۔ فتح و شادمانی کے دور کے بہت جلد نمودار ہونے کی بین وجہ یونانیوں کا قسطنطنیہ پر قبضہ کرنے کا عزم معلوم ہوتا ہے۔ اگر یونانی ایسا ناپاک ارادہ دل میں نہ لاتے۔ تو ممکن تھا کہ فتوحات دیر سے حاصل ہوتیں اور ترک اپنی چارخانہ کارروائیاں ایک لمبے عرصہ تک کرتے رہتے۔ یونانیوں کے خیال فاسد نے ان کو چونکا دیا۔ اور انہوں نے سمجھ لیا کہ اگر قسطنطنیہ پر یونان کا قبضہ ہو گیا۔ تو پھر تباہی اور بربادی کے سر پر موجود ہونے میں کوئی شبہ باقی نہ

رہیگا۔ اور ذلت اور خواری کا ٹیکا تا دم زلیت ماتھے پر لگا رہیگا۔ چنانچہ یونانیوں نے ترکوں کے رگ و پے میں جوشِ غیرت بھردیا۔ اور وہ نہایت ہی غیض و غضب کی حالت میں بھڑک اُٹھے۔ اور یونانیوں کے ساتھ ایک آخری فیصلہ کن جنگ کرنے کے لئے آمادہ ہو گئے۔ ترکوں کی تیاریاں تو مکمل ہو ہی چکی تھیں۔ انہوں نے اگست کے آخری حصہ میں جارجمانہ کا ردائیاں شروع کر دیں۔ چنانچہ ۱۹ اگست سے انکی جارجمانہ سرگرمیاں ڈینزبلی کے گرد و نواح سے شروع ہوئیں۔ میاندر کے علاقہ میں ایک ترکی دستے نے جس کے ہمراہ گرد و نواح کے کسان تھے۔ یونانی فوج کے بڑھے ہوئے حصہ پر حملہ کیا۔ اور ریل کی پٹری کو اکھاڑ پھینکا۔ ترکوں کا دعویٰ ہے۔ کہ یونانیوں کو عظیم نقصان پہنچا تھا۔ پھر ترکوں نے اہمد کے علاقے میں کلونیویر کے مقام پر یونانیوں کی چھاؤنی پر حملہ کیا۔ دریا کے اکار سے بیکر حسن تک لڑائی کا بازار مسلسل تین روز تک گرم رہا۔ کہا جاتا ہے کہ اس وقت ترکوں کے ۴۰ ڈوئین میدان جنگ میں موجود تھے۔ خیال کیا جاتا ہے کہ ترکان احرار کا یہ مقصد تھا۔ کہ ریلوں پر قبضہ کر لیں۔ تاکہ یونانیوں کی چھاؤنیوں کو جو سمرنا اور بروصہ میں تھیں۔ بالکل علیحدہ کر دیں۔ اور دیگر حصص ملک سے ان کے تعلقات منقطع کر ڈالیں۔

انگور اگورمنٹ کی کارروائی انگور اگورمنٹ نے فوجی نقل و حرکت اور دوسرے اسرار کو محفوظ رکھنے کے لئے سخت تدابیر اختیار کیں۔ یہاں تک کہ برقی تاروں کو بھی کاٹ دیا۔ ترک کی حملہ شروع ہونے کے وقت مجلس وطن نے ایک اعلان شائع کیا جس میں سرکاری طور پر ذیل کے احکام نافذ کئے گئے۔

(۱) اناطولیہ میں باہر کا کوئی شخص داخل نہیں ہو سکتا۔

(۲) اناطولیہ سے ہر شخص کو باہر جانے کی اجازت نہیں۔

(۳) اناطولیہ سے کسی قسم کی کوئی اطلاع یا خبر باہر بھیجنے کی سخت ممانعت ہے۔

(۴) اگر احکام مذکورہ بالا کی کسی نے مخالفت کی۔ یا ان کے خلاف کوئی امر وقوع میں آیا۔ تو اس پر امانت وطن کا جرم قائم کر کے مقدمہ چلایا جائیگا۔ کیونکہ مذکورہ بالا

تجاویز تجسس کو روکنے کے لئے اختیار کی گئی ہیں۔

ان احکام کے نفاذ کے بعد فرانس کے ایک سٹیمر فریجی نے سمسون کے ساحل پر ۲۶ اگست کو داخل ہوئی کوشش کی۔ لیکن فوراً ہی اس کو حکم دیا گیا کہ وہ واپس چلا جائے۔ اس طرح انگلور گورنمنٹ نے آستانہ کے پورٹ آفسوں کو اطلاع دیدی تھی کہ وہ انگلور یا اناطولیہ کے لئے کوئی خط یا تار قبول نہ کریں۔ بحر اسود میں بھی کشتیوں کی نقل و حرکت بند کر دی تھی۔

انگلور گورنمنٹ نے ڈاکخانوں اور ٹیلیگراف آفسوں کو باہر ڈاک و تار بھیجنے کی ممانعت کے ساتھ اسکی پیام رسان کو بھی روک دیا تھا۔ اور کسی قسم کی کوئی اطلاع باہر جانے کی سخت پابندی عائد کر دی تھی۔

شیخانیوں قرہ حصار اعلیٰ است انگلور کی ان پوشیدہ کارروائیوں سے یہ

پتہ چلتا ہے کہ انہوں نے سخری اور فیصلہ کن جنگ کرنیکا تہیہ کر لیا تھا۔ جب گورنمنٹ اپنے راز کو پوشیدہ رکھنے کے لئے تمام تدابیر مکمل کر چکی۔ تو ترکوں نے سخت ترین حملے کا یونانیوں پر آغاز کیا۔ جو ۲۶ اگست سے شروع ہوا تھا۔ اس وقت ترکان احرار کے لشکر کی کمان نہایت قابل جنگ آزموہ افروں کے ہاتھ میں تھی۔ اور یونانی سپہ سالاری پر بزدلی اور سہیل لوگہ متعین تھے۔ چنانچہ غازی منسلک

کمال پاشا نے اپنے ارادوں کو اس طرح سے صیغہ راز میں رکھا کہ یونانی خود حیرت سے اُٹشت بد مذاں تھے کہ اس زبردست حملے کے وقوع پذیر ہونے سے تین روز قبل تک انہیں لشکر احرار کی نقل و حرکت یا اس کے ارادوں کا کوئی پتہ نہ چل سکا تھا

غازی کمال پاشا نے تین افواج انیون قرہ حصار کے جنوب و مغرب میں مقام صندیقہ نقل پر مجتمع کر لی تھیں۔ اور چونکہ یہ مقام ایک بیاضی جبل تھا۔ بدنیو جہ یونانی پیہ بازوں کو ترکی افواج کے اس اجتماع کا پتہ نہ چل سکا۔ اس کے علاوہ مشہور

ترکی سپاہ کو انیون کے شمال مشرق میں مقام بازید پر جمع کیا گیا تھا۔ بالآخر تمام کارروائی مکمل ہونے پر اسمد اور مند بر مقامات پر دھاوا بول دیا گیا۔

کہا جاتا ہے کہ سپہ سالار جنرل عصمت پاشا نے اس حملہ کی تیاریوں کے زمانہ میں اس قسم کے فوجی احکام اور فوجی خبریں اناطولیہ کے اس حصہ میں جو یونانیوں کے قبضہ میں تھیں پھیلائی شروع کیں جن سے مترشح ہوتا تھا کہ ترکی سپاہ میں عصیاں۔ شرکشی۔ نافرمانی و نمرود کی روح پھیل گئی تھی۔ اور بعض ترکی دستوں اور حکومت کے عہدہ داروں کے درمیان مخالفت کی روح پیدا ہو گئی ہے۔ جنرل عصمت پاشا وغیرہ نے جو احکام اس عرصہ میں جاری کئے۔ ان میں کبھی تو سپاہ کو زبردستی کی جاتی تھی۔ اور سپاہیوں کو خوف دلایا جاتا تھا۔ اور کبھی نرمی و اخلاق سے کام لیا جاتا تھا۔

یونانی سپاہ میں جو لوگ اس قسم کی خبروں کو پہنچا یا کرتے تھے۔ وہ خوب نمک مرچ لگا کر خبریں بیان کرتے تھے سب سے بڑی بات جو جنرل عصمت پاشا نے اس سلسلہ میں کی وہ یہ تھی کہ آستانہ کے ان لوگوں کو جو ترکان احرار کے ہمنوا تھے اس قسم کی خبریں آستانہ میں پھیلانے پر مقرر کیا گیا۔ کہ علی احسان پاشا کا جو انگورا گورنمنٹ کے ایک بہت بڑے فوجی افسر ہیں۔ اور فنون جنگ میں غیر معمولی قابلیت رکھتے ہیں۔ انگورا گورنمنٹ کے عہدہ داروں سے ایک سخت جھگڑا ہو گیا ہے اور قومی مجلس کے ارکان سے بھی ایک شدید نزاع وقوع میں آیا ہے۔ اس لئے وہ (علی احسان پاشا) قومی مجلس اور ارکان انگورا کے دشمن ہو گئے ہیں اور انہیں تحت سپاہ کی قوت سے وہ قومی مجلس اور گورنمنٹ سے انتقام لینا چاہتے ہیں۔ یہ کہ غازی مصطفیٰ اکمال پاشا کو جب علی احسان پاشا کے ارادوں کا علم ہوا۔ تو انہوں نے فوراً ان کو اپنے حکم سے گرفتار کر کر قید خانہ میں ڈال دیا ہے۔ چونکہ علی احسان پاشا کے بھی بہت سے دوست ہیں۔ اس لئے غازی مصطفیٰ اکمال پاشا کی اس حرکت کا ان پر بہت اثر پڑا ہے۔ اور وہ غازی مصطفیٰ اکمال پاشا کی فکر میں ہیں۔ اور موقع کے منتظر ہیں اور سپاہ میں نمرود سرکشی کے جذبات پیدا کر رہے ہیں۔ ترکان احرار کے ہمنوا باشندگان آستانہ نے اس قسم کی خبروں کو آستانہ

کے اخبارات میں کچھ ایسے الفاظ اور لب و لہجہ میں لکھا۔ کہ اس کا خاطر خواہ اثر ہوا۔ غیر ملکی اخبارات نے ان خبروں کو آستانہ کے اخبارات سے نقل کیا اور یونانی اخبارات نے تو خوب ان پر حاشیہ آرائی کی۔

مختصر یہ کہ اس قسم کی خبروں کی مسلسل شہادت نے یونانیوں اور دوسری قوموں میں اس امر کو راسخ کر دیا۔ کہ ترکاں احرار اور ان کی سپاہ میں اختلاف رائے بلکہ مخالفت و عداوت پیدا ہو گئی ہے۔ افیوں قرہ حصار کا یونانی جنرل اس قسم کی خبروں کو پورے شوق سے سنتا اور خوش ہوتا تھا۔ اور اس کو اس امر کا یقین ہو گیا تھا۔ کہ ترک یونانی سپاہ پر حملہ نہیں کر سکتے۔

اور اس قسم کی خبریں یورپ کے نضام میں اپنا کام کر رہی تھیں۔ اور یونانی سپاہ اناطولیہ کے میا وین جنگ میں بے فکر پڑی ہوئی تھی کہ یکایک افیوں قرہ حصار پر ترکوں نے حملہ شروع کر دیا۔ اور یونانیوں نے دیکھا۔ کہ وہ ترک سپاہ جو افیوں قرہ حصار پر حملہ آور ہوئی تھی۔ اس کا افسر اعلیٰ وہی علی احسان پاشا ہے۔ جس کی نسبت انہوں نے یہ سنا تھا۔ کہ وہ قید میں ہے۔ اس وقت یونانیوں کو معلوم ہوا۔ کہ ترکوں نے اس قسم کی خبروں کی اشاعت صرف یونانیوں کی آنکھوں میں خاک چھونکنے کے لئے کی تھی تاکہ وہ یہ معلوم کرنے کی کوشش نہ کریں۔ کہ ترک خطوط جنگ کے باہر کیا کر رہے ہیں۔

مصطفیٰ اکمال پاشا نے اپنے خطوط جنگ کے پیچھے کوئی ایک ہفتہ پہلے ۱۰ چیدہ چیدہ پیادہ ڈویژنوں کو تیار کر رکھا تھا۔ جن میں سے ہر ڈویژن ۶۰۰ جانبا زوں پر مشتمل تھی۔

حملہ آور فوجیں رات کو نقل حرکت کرنی اور دن کو آرام کرتی تھیں۔ اس طرح یونان کے دیکھ بھال پر تیرا لے ہوئی جہازوں کی مشاقی متجسس نظروں سے پوشیدہ رہیں۔ خود حملہ آور کمالی فوجوں کو اس بات کا علم نہیں کرایا گیا تھا۔ کہ انہیں محاذ کے کس حصہ پر حملہ کرنا ہو گا۔ بلکہ خود افسروں کو بھی ہدایت

کی شام کو ہی اس کے متعلق ہدائتیں موصول ہوئی تھیں۔ انگور کے پڑاؤ کے
 مکے و سٹاف نے اس حملہ کے کام کو نہایت ہی رازداری سے بڑی خوبی کے ساتھ
 سر انجام دیا۔ شام ہوتے ہی فوجیں اپنے مقام پر صف آرا کر دی گئیں۔ چچ میل
 تک ترکی محاذ پر پڑھنے والے سپاہیوں کا ایک متحرک خط تھا۔ اور ان کی
 توپیں اور سامان نقل و حرکت بھی عقب میں چلا آ رہا تھا۔ دس بجے کے قریب پہلے
 کرنے والے ڈویژنوں کو میدان جنگ کے اگلے حصہ میں قائم کر دیا گیا تھا۔
 لیکن یونانیوں کو ان ترکی حملہ آور فوجوں کی بالکل خبر نہ تھی۔ یہاں تک کہ صبح کے
 سب سے ترکی ہرجا جمہ کی ساری توپیں آگ اگلنے لگیں اور ان کی پرہیز گار جہاز
 میں ایک باہر آتشین نقارہ کی آواز معلوم ہوتی تھی۔ اس لئے کہ یکے بعد
 دیگر سے توپخانہ بڑی باقاعدگی سے گونج رہا تھا۔ یونانی توپخانہ نے بھی جواب میں
 سر مستی نہیں کی۔ لیکن ترکی توپخانہ کی فوجخواری کو سبک کرنے سے قاصر رہا۔ پانچ
 بجے کی گولہ باری میں یونانیوں کی کئی توپیں بیکار ہو گئیں۔ اس کی وجہ یہ تھی۔
 کہ ترکوں نے آتشباری کے آغاز سے قبل ہی ان کی توپوں کو تاک نہایت اور برابر
 نشانہ پر گولے اتارنے تھے۔ ابھی سفیدہ سحر نمودار نہیں ہوا تھا۔ کہ گولہ اندازی پر
 ترک مشورے ہوئے لگی۔ اور بڑے بڑے پھٹنے والے گولے یونانی خندقوں اور ٹرے
 ہوئے مورچوں پر برسے گئے۔ کوئی نصف گھنٹہ سے زیادہ اس ہیبت و جلال کی
 آتشباری ہوتی رہی۔ اور جب اوجالا ہونے لگا۔ تو ترکی فوجوں نے بھی بڑھنا
 شروع کر دیا۔ اور ۶۔ ۷۔ ۸۔ ۹۔ ۱۰۔ ۱۱۔ ۱۲۔ ۱۳۔ ۱۴۔ ۱۵۔ ۱۶۔ ۱۷۔ ۱۸۔ ۱۹۔ ۲۰۔ ۲۱۔ ۲۲۔ ۲۳۔ ۲۴۔ ۲۵۔ ۲۶۔ ۲۷۔ ۲۸۔ ۲۹۔ ۳۰۔ ۳۱۔ ۳۲۔ ۳۳۔ ۳۴۔ ۳۵۔ ۳۶۔ ۳۷۔ ۳۸۔ ۳۹۔ ۴۰۔ ۴۱۔ ۴۲۔ ۴۳۔ ۴۴۔ ۴۵۔ ۴۶۔ ۴۷۔ ۴۸۔ ۴۹۔ ۵۰۔ ۵۱۔ ۵۲۔ ۵۳۔ ۵۴۔ ۵۵۔ ۵۶۔ ۵۷۔ ۵۸۔ ۵۹۔ ۶۰۔ ۶۱۔ ۶۲۔ ۶۳۔ ۶۴۔ ۶۵۔ ۶۶۔ ۶۷۔ ۶۸۔ ۶۹۔ ۷۰۔ ۷۱۔ ۷۲۔ ۷۳۔ ۷۴۔ ۷۵۔ ۷۶۔ ۷۷۔ ۷۸۔ ۷۹۔ ۸۰۔ ۸۱۔ ۸۲۔ ۸۳۔ ۸۴۔ ۸۵۔ ۸۶۔ ۸۷۔ ۸۸۔ ۸۹۔ ۹۰۔ ۹۱۔ ۹۲۔ ۹۳۔ ۹۴۔ ۹۵۔ ۹۶۔ ۹۷۔ ۹۸۔ ۹۹۔ ۱۰۰۔
 آگئیں اور ترکی توپخانہ و طیاروں نے شہر پر گولہ باری شروع کر دی۔
 کہیں کہیں یونانیوں نے بڑھنے والی ترکی فوجوں کا مقابلہ کیا۔ لیکن کہا
 جاتا ہے۔ کہ رفعت پاشا نے جو اس محاذ کے کمانڈر تھے۔ اپنی فوجوں کو وہ
 سے قبل ہی یونانی خندقوں کے اندر گھسایا ہوا دیکھا۔ بڑھنے والی پیادہ فوجوں کے
 شمال میں ترکی رسالہ ان کو غنیم سے پاک۔ و صاف کر رہا تھا۔

چونکہ یونانیوں کو اس حملہ کے متعلق وہم و گمان بھی نہ تھا۔ بلکہ انہیں خوف تھا۔ کہ ترک قسطنطنیہ پر حملہ کریں گے۔ اس لئے انہوں نے اپنی افواج اسی علاقہ میں جمع کر رکھی تھیں۔ اچانک حملہ ہو جانے کی صورت میں یونانی افواج کا ایوں قرہ حصار کی حفاظت کے لئے بھاگ کر آنا ناممکن تھا۔ یونانیوں کے دوسرے ڈویژن نے جو اس شہر کی محافظت پر متعین تھا۔ کچھ دیر تک مقابلہ کیا۔ بالآخر توپ خانہ اور مشین گنوں کا شکار ہو گیا۔ جو یونانی بچے وہ قسطنطنیہ کی طرف بھاگ گئے۔ مغرب کی جانب یونانیوں کا چوتھا ڈویژن موجود تھا۔ مگر شمال کی جانب سے ترکی سوار سپاہ نے پہلی اور دوسری ڈویژن کے درمیان سے گزر کر اس چوتھی ڈویژن پر حملہ کیا۔ یہ فوج حملہ کا دباؤ پڑتے ہی میدان چھوڑ کر بھاگ نکلی۔ اور منتشر ہو گئی۔ الغرض دو پہر ہوتے ہوئے یونانی پر اچھٹ گیا۔ اور سپاہی پیچھے دکھا کر فرار ہونے لگے۔

بیان کیا جاتا ہے۔ کہ جنرل سیٹجیا نیز یونانی کمانڈر کو ترکی یورش کی سعی کی اس وقت تک خبر نہ ہوئی۔ اور جب ہوئی تو اس وقت پانی سر سے گزر چکا تھا۔ یونانیوں کو ایک گھنٹہ بھر کی بھی ہمدت نہ دی گئی۔ ترک فتح و ظفر کے نشے میں جھومے ہوئے محفوظ فوج کی قطاروں پر جا پڑے۔ اور شام ہونے سے پہلے ہی چوبیس گھنٹوں کے اندر دشمن کو کھلے میدانوں میں مار بھگایا۔ یونانی فوجوں نے ایوں قرہ حصار کا تحلیہ کر دیا۔ حتیٰ کہ ایوں قرہ حصار پر ترکان احرار کا علم حریت لہرانے لگا۔ یہ یونانی افواج کی سپاہی نہ تھی بلکہ سراسیمگی کی حالت میں تمام سامان چھوڑ کر بھاگ نکلی تھی۔ مگر چونکہ ترکی سوار سپاہ نے تعاقب کرنے اور مغرور یونانیوں کو چاروں طرف سے گھیرنے میں قابل سے کام لیا تھا۔ اس لئے یونانی فوج بھاگ کر سماؤ پہنچ گئی۔ اور وہاں دم لیکر پھر مقابلہ کی تیاریاں کرنے لگی۔ ترک احرار کی پُر جو صلا سپاہ نے دونوں کی جنگ میں ان کا منہ پھیر دیا۔ اور یونانی فوج کو مجبوراً تیجیے ہٹ کر ہرشک لی طرف جانا پڑا۔

یونانی سپاہ کے نمبر دو کے دستہ نے ایفوں قرہ حصار کو بچانے کی پوری کوشش کی اور نہایت جوش کے ساتھ مدافعت کی لیکن ترکی سپاہ کی تعداد زیادہ تھی۔ جس نے اپنی توپوں اور ہوائی جہازوں کے ذریعہ سے یونانیوں کی آدھی سپاہ کو برباد کر دیا۔ اور حملہ کی شدت سے عاجز آ گئی۔ آخر ایک زبردست جنگ کے بعد ترک غالب آئے۔ اور انہوں نے یونانی سپاہ کو پسپا ہونے پر مجبور کیا۔ ترک یونان کی غیریت خوردہ سپاہ کے پیچھے تھے اور وہ بدحواس و منتشر حالت میں بھاگ رہی تھی۔

۲۷ اگست ۱۹۲۲ء کی شام کو ایفوں قرہ حصار کا سقوط ہوا۔ اور ترکوں نے اس پر قبضہ کر لیا۔ یونانیوں کا دستہ نمبر مغرب میں پسپا ہو کر چلا گیا۔ اور چونکہ دستہ جو پہلے منتشر ہو چکا تھا۔ اس سے جدا ہو گیا۔ اور دونوں کے درمیان کس قسم کا اتصال یا تعلق باقی نہ رہا۔

ترک سواروں کے دستوں نے یونانیوں کو ان کے شمالی قرہ حصار کے مقامات سے بھی ہٹا دیا۔ اور پھر یونانیوں کے دستہ نمبر اول اور دستہ نمبر کے درمیان اس خالی مقام پر قبضہ کر لیا۔ جس کو یونانیوں کے چوتھے دستہ نے خالی کیا تھا۔ یونانیوں کے دوسرے دستہ نے یہ حالت مخدوش پا کر لڑنا چاہا۔ لیکن ترکوں نے اس پر ایک کاری ضرب لگائی اور وہ تباہ و برباد ہو گیا۔ اور جس قدر سپاہی بچے وہ کوتاہی کی طرف یہ حالت سرسبکی بھاگ نکلے۔ ترکوں نے بھاگتے ہوؤں کا تعاقب کیا جس کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ یونانی سپاہی راستہ سے بھٹک کر جنگلوں میں چلے گئے۔ اور سرگرداں و آوارہ بہ حالت تباہی و بربادی وادیوں میں پھرنے لگے۔ ان کے پاس نہ تو کوئی کھلنے کا سامان تھا۔ اور نہ کوئی ہتھیار۔ کیونکہ ترکوں نے ان پر ایسی کاری ضرب لگائی تھی۔ کہ وہ کوئی چیز اپنے ساتھ نہ لے جاسکے۔ اور تمام سامان تو یہیں اسلحہ اور گاڑیاں وغیرہ ترکوں کے لئے ان کو چھوڑنا پڑیں۔

ترک سواروں نے تعاقب میں ذرا غفلت سے کام لیا اور کافی سرعت نہیں دکھائی۔ اگر وہ دوسرے دستے کے تعاقب میں تیزی سے روانہ ہوتے۔ تو ان کو چاروں طرف سے گھیر لیتے۔ اور سب کو گرفتار کر لیتے۔ اس تاخیر سے یونانی سپاہ کے تیسرے دستے نے فائدہ اٹھایا۔ اور وہ درمیان میں موقع پر آگیا۔ جو اس وقت مبصرہ کی جانب تھا۔ اور ترکوں کے درمیان حائل ہو کر دوسرے دستے کے بھاگتے ہوئے سپاہیوں کو بچا لیا۔ اور اپنی سپاہیوں کو ہمراہ لیکر وہ نہایت تیزی کے ساتھ سماؤ کی طرف روانہ ہوا۔ یہ یونانی سپاہ چونکہ ہتھیار و توپوں سے خالی تھی۔ اس لئے اس تیزی سے روانہ ہوئی۔ کہ جس کی نظیر گذشتہ جنگوں میں نہیں ملتی بلکہ یو کہنا چاہئے۔ کہ یہ ہزیمت اس قدر شاندار تھی۔ کہ آج تک دیکھنے میں نہیں آئی۔

یونانی سپاہ کا پہلا دستہ آہستہ آہستہ پیچھے ہٹا۔ اور ”دو ملو بیکار“ پہاڑیوں کی ان چوٹیوں پر پہنچ گیا۔ جو ”دو ملو بیکار“، چاروں طرف سے گھیرے ہوئے تھیں پہلے دستے کی تیسری پلٹن برابر پیچھے ہٹ رہی تھی۔ اور اس کی پسپائی برابری تھی۔ دوسرا دستہ جس پیرتوں نے کاری ضرب لگائی تھی۔ اس کا افسر جنرل شاپ تھا۔ جو تجربہ کار جنرل سمجھا جاتا تھا۔ اس نے اس منتشر گروہ کو یکجا کر کے ریلوے لائن کے دونوں جانب پھیلا دیا۔ اور مضبوط موچے قائم کر لئے۔ بعد میں اس سپاہ میں پہلے دستے کے سپاہیوں کی ایک تعداد اور بھی آکر شامل ہو گئی۔ جنرل شاپ نے ان کو بھی ریلوے لائن پر لگا دیا۔ ترک اس موقع پر آ پہنچے۔ اور یونانیوں پر حملہ کر دیا۔ مگر بہت سحرکہ ہوا۔ یہ مقابلہ بھی قابلہ بد تھا۔ تلواروں کی جھنکار سے دشمنوں کے دل دھل گئے۔ دستی و اٹنا میٹ کی بوچھاڑ ہونے لگی۔ غازیان اسلام کی بہادری نے دشمن کے دانت کھٹے کر دیئے۔ چونکہ یونانیوں کے پہلے دستے کو کوئی امداد نہ پہنچ سکی اور ترکوں کی تعداد بھی اس سے زیادہ تھی۔ اس لئے یونانیوں کو اس جگہ بھی شکست ہوئی۔ یونانی اگرچہ مضبوط مورچوں پر تھے۔ لیکن زیادہ عرصہ تک وہ مقابلہ نہ کر سکے۔ اور صرف دو روز کی شدید جنگ کے بعد ان کو اپنے مورچے خالی کر دینے پڑے اور اوشک

کی سمت میں پسپا ہونا پڑا۔ بھاگتے وقت یونانیوں کی یہ حالت تھی کہ انہوں نے ایک دفعہ بھی پیچھے مڑ کر نہ دیکھا۔ یونانی افواج اور سرداروں نے ہتھیار بڑا دیئے اور اپنے آپ کو ترکوں کے حوالے کر دیا۔ ناپولیہ کے گذشتہ معرکوں میں یہ دوسرا اور آخری معرکہ تھا جس کے بعد کوئی زبردست جنگ نہیں ہوئی۔

زال بعدتر کی سوار سپاہ نے گیدنیر پر قبضہ کر لیا۔ اور اس کے دوروز بعد سماداکو قبضہ میں لے لیا۔ یونانی فوجیں قرہ حصار پر شکست کھا کر دو حصوں میں بھٹ گئی تھیں۔ ایک حصہ شمال کی جانب پسپا ہوا۔ اور دوسرا حصہ جنوب کی طرف یونانیوں کی فوجوں کے ہر دو گروہوں کے درمیان کا سلسلہ تھا۔ منقطع کر دیا گیا تھا۔

کہا جاتا ہے کہ اس معرکہ میں کمانڈر اعظم غازی مصطفیٰ اکمال پاشا تھے ان کے ہمراہ دفتر حربیہ کے ارکان تھے۔ ترکی فوج کا ہیمنہ جس نے حملہ کیا تھا اس کے پاس ۴۰ توپیں۔ ۵۰ ہوائی جہاز۔ ۷ قلعہ شکن گاڑیاں۔ اور دس ہزار فوجی سوار تھے۔ ترکان احرار یونانی مرکز مدافعت پر آٹھ حملے کرنے کے بعد کامیاب ہوئے تھے۔ یونانیوں کے ہاں دو جہتیں تھیں۔ پہلی رجمنٹ کی کمان ٹریوکس کے ماتھے میں تھی اور دوسری کی کمان جنرل ڈیمیس کے ماتھے میں تھی۔ ان دستوں نے شہر سے نکلنے وقت ریلوے اسٹیشن۔ اس کے قریب کی انجن کامکان۔ فوجی مکان دو ہوٹلوں ۱۱ گھوڑ۔ اور عین تجارتی گداموں۔ ۴۵ دوکانوں۔ آٹھ توہ خانوں۔ ۱۰۷ مکانوں اور دس سرکاری دوکانوں کو آگ لگا دی۔ حمیدیہ بازار میں بھی ۲۵ مکانات آگ کی نذر کر دیئے گئے سرکاری مکانات کی کھڑکیاں اور درختے ٹوڑ ڈالے گئے۔ علاوہ ازیں جب یونانی سپاہی یہاں سے بھاگنے لگے۔ تو عیسائی اور ارمنی باشندوں کو اپنے ہمراہ لے گئے۔

اسلامی فوجیں جس وقت شہر میں داخل ہوئیں۔ اس وقت مسلمانوں نے

نفاہ شدہ شہر سے ان کا استقبال کیا۔ خوشی میں اللہ اکبر کے نعرے بلند کئے۔ یہاں فوج نے آرام نہیں کیا۔ بلکہ دشمن کے قلعہ میں روانہ ہو گئی۔ اور دو ملبوہ بیکار ہیں۔ پھر مقابلہ ہوا۔ کیونکہ یہاں دشمن نے کچھ فوج جمع کر لی تھی۔ جیسا اور پوزکر ہو چکا ہے۔

محرک افیو قرہ حصار ۶ مارگست سے ۸ مارگست تک رہا۔ جو ترکوں کی فتح پر ختم ہوا۔ یہ مقام یونانی افواج کا ایک زبردست ریلوے سٹیشن تھا۔ اس محرک میں ۱۵ انہار یونانی ماسے سکے۔ اور ۶۰ ریلوے گاڑیاں وہ نہایتوں کی بھر کر لے گئے۔ یونانیوں کی ہر میت اس قدر خوفناک تھی کہ اسپاہی افسروں کا حکم مانتے تھے اور بعض اوقات افسروں کو مجبوراً سپاہیوں کو قابو میں رکھنے کے لئے ہتھیار استعمال کرنے کی ضرورت محسوس ہوتی تھی۔

ان محرکوں کے بعد یونانی سپاہ ہوتے جاتے تھے۔ اور ترک نہایت تیزی سے آگے بڑھتے جاتے تھے۔ یہاں تک کہ ترک پیش قدمی کرتے کرتے افیو قرہ حصار سے عشاق تک ۳۰ مارچ کو پہنچ گئے۔ یہ دونوں مقام ایک دوسرے سے ۷۰ میل کے فاصلہ پر واقع ہیں۔ گویا کہ ترکی فوج نے ۷۰ میل کا فاصلہ ۴ روز میں طے کیا تھا۔ اور ۱۵ میل روزانہ کی اوسط سے ان کی پیش قدمی جاری رہی پہلے پہل ترکوں کی پیش قدمی کی رفتار زیادہ تھی۔ کیونکہ یونانی اس وقت سپاہیوں نے کی حالت میں بھی مقابلہ کرتے جاتے تھے۔ پھر یونانیوں کی ہر میت نے ترکوں کی رفتار کو اور بڑھا دیا۔ اور وہ پوری قوت سے آگے بڑھنے لگے۔ غرض ترکی فوج برابر بڑھتی ہی یہاں تک کہ وہ الاشتر تک جو افیو قرہ حصار سے ۱۵۰ میل کے فاصلہ پر ہے۔ پہنچ گئی۔ عشاق سے الاشتر تک ترکوں کی پیش قدمی کی رفتار تقریباً ۳۰ میل روزانہ کی اوسط سے رہی۔ جس کی نظیر کسی گزشتہ جنگ میں نہیں ملتی۔ البتہ سلیمانیہ میں جرمنی فوج کی رفتار جنگ یورپ کے زمانہ میں اتنی ہی تھی۔

انیسوں قرہ حصار کے گرد و نواح کے علاوہ شمالی اناطولیہ میں بھی نائرہ حرب بلند تھا۔ اور سخت آتش جنگ مشتعل تھی۔ احمد کے علاقہ میں ترکی طلائیہ گردستہ یونانیوں کو مار مار کر بھگا رہے تھے۔ بہت سے یونانی اسیر ہو گئے۔ اسلحہ اور سامان حرب گولہ بارود بھی ہاتھ آیا۔ اور یونانیوں کو نقصان عظیم برداشت کرنا پڑا۔

اگرچہ قرہ حصار کی فتح کی خوشخبری ہندوستان میں سب سے پہلے رومرچہ جیسی کے ذریعہ آئی تھی۔ لیکن بعد میں نیر ایکسینی جلال الدین عارف نے ذیل کا بھری پیغام ہندوستان میں بھیج کر ہندوستان کو اور بھی مسرور فرمایا۔

”قرہ حصار ترکوں نے فتح کر لیا۔ مسلمانان ہند اور مسلمانان عالم اسلام اگر آج اپنی دعاؤں سے مدد فرمادیں۔ تو انشاء اللہ فتح کامل حاصل ہوگی۔ مرکزی خلافت کمیٹی نے اس بھری پیغام کے جواب میں جھٹ حکومت انگور اکو مسلمانان ہند کی طرف سے اس شاندار فتح پر مبارک باد دی۔

جب یہ خبر تمام ہندوستان میں منتشر ہوئی۔ تو مسلمانوں کی خوشی کی کوئی حد نہ رہی۔ ہر ایک مسلمان کے منہ میں ترکوں کی فتح و نصرت کے لئے کلمات جاری رہتے تھے۔ اور مساجد میں نیچگانہ دعائیں کی جاتی تھیں۔ بعد میں ہمتیہ کا دن خاص طور پر تمام ہندوستان میں دعا کیو اسطے مقرر ہوا۔ اور یہ تجویز ہوئی کہ اس روز شب کے ہینے تمام مسلمان مساجد میں جمع ہو کر نہایت ہی اہم و ندری ہو بارگاہ الہی میں دست بدعا ہوں۔ تاکہ اللہ تعالیٰ ترکوں کو کامیابی اور فتح عطا فرمائے۔

عسکی شہر کی تسخیر قرہ حصار پر یونانی شکست کھا کر دو حصوں میں تقسیم ہو گئے۔

ایک حصہ عسکی کی طرف بھاگا۔ یعنی شمال کی طرف اور دوسرا جنوب کی طرف۔ اس لحاظ سے ترک بھی دو حصوں میں ہو گئے۔ جو حصہ عسکی شہر کی طرف بھاگا۔ ترک بھی اس کے عقب میں برابر پیش قدمی کرتے گئے۔ اور عسکی شہر پر پہنچ گئے۔ وہاں یونانیوں سے پھر مقابلہ کی نوبت آئی۔ مگر یونانیوں کے دلوں پر ترکوں کی قوت و جھیت کا سکھ بیٹھ چکا تھا۔ وہ عسکی شہر پر بھی ترکوں کا مقابلہ اطمینان کے ساتھ نہ کر سکے۔ اور وہاں

سے بھی شکست کھا کر بھاگے۔ اور عسکی شہر پر ترکوں کا قبضہ ہوا۔ اس فتح کی اطلاع لندن کے اسرارگت کے ایک برقی پیام نے ہندوستان میں پہنچائی یہاں تک ہی ایک اور سرسرت انگیز اطلاع موصول ہوئی۔ کہ ترکان احرار ہر جگہ فاختانہ پیشقدمی کر رہے ہیں۔ اور یونانیوں کو گرفتار کر رہے ہیں۔ یونانی سامان کثیر تعداد میں چھوڑ کر اپنی جانیں بچانے کے لئے بھاگے پھرتے ہیں۔ یونانی انواع کے دو حصے تھے۔ ایک شمالی اور ایک جنوبی۔ شمالی حصہ ٹوٹا ہوا تھا۔ اور جنوبی حصہ کو طلویا کے علاقہ میں سخت ہزیمت اور شکست ہوئی۔ یہ فوج شکست کھا کر اور شکست کی طرف پسپا ہوئی۔ سامان حرب جس میں ڈیڑھ سو توپیں بھرتیں۔ ترکوں کے ہاتھ آیا۔ ترکوں نے قید و زور اور قوطا لید پر بھی قبضہ کر لیا۔ یونانی سرکاری اطلاع نے اس بات پر روشنی ڈالی۔ کہ عسکی شہر کے بہت سے مجروحین آئے تھے۔ جن کے لئے ایک ہسپتال کا فوری انتظام کیا گیا ہے۔ یونانی حکومت ان شکستوں پر بالکل خاموش تھی۔

اوشک پر اجتماع | یونانی فوج کا وہ حصہ جو جنوب کی طرف پسپا ہوا تھا۔ راستے میں شکستیں اور ہزیمتیں اٹھاتے ہوئے اس نے اوشک شہر پر جا کر سہارا لیا۔ حکومت یونان نے حکم دیا۔ کہ تمام یونانی فوجیں سمیٹ سمیٹ کر اوشک کے محاذ پر جمع ہو جائیں۔ کیونکہ اس جگہ مستحکم کوہستانی موپے تھے۔ جن سے سمرنا جانے والی ریل کی سڑک کی محافظت ہوتی تھی۔ اسرارگت کو ترکان احرار کا مقدمہ بمبارش پر سخت تمام اوشک میں پہنچ گیا۔ یونانی یہاں مدافعت کے لئے آمادہ تھے۔ فریقین میں ٹھکسان کی لڑائی ہوئی۔ مگر یونانی فوجوں کو وہاں بھی عثمانی شمشیر ران سے پناہ نہ ملی اور مجاہدین فی سبیل اللہ کے مقابلے میں وہاں سے بھاگ کھڑے ہوئے۔ یہ سہراگت تک قائم رہا۔ اوشک ترکوں کے قبضہ میں آیا۔ یونانی اس جگہ سے شکست کھا کر الاشہر کی طرف بھاگے مگر وہاں پہلے سے بربادی وار دم بکری تھی۔ اس طرح یونانی فوجوں نے ترکوں کو اپنی آخری محاذ جنگ کی طرف کھینچا۔

کے لوٹنے کے بعد ساحل سمرنا ان کی زندگی کا ادنیٰ سہارا باقی تھا۔ یہی وہ مقام ہے۔ جہاں یونانی دم واپسین گذارنے کی فکر میں تھے۔ اسے آگے ان کی موجہ بندی کا کوئی مقام نہ تھا۔ ارباب جنگ کا بیان ہے۔ کہ جنگ اوشک مصر کے انہیوں قرہ حصار سے کچھ کم نہ تھی۔ یہاں دشمن کی قوت کا خاتمہ ہو گیا اور ترکاں احرار کی کامل فتح کا صاف راستہ اسی جگہ سے نظر آنے لگا۔ اس مکان میں ان یونانیوں پر یہ گزری اور دہر پہلی ستمبر کو تمام میدان جنگ میں قتل عام کا بازار گرم ہو گیا جس میں یونانیوں کی ۶ رجمنٹیں برباد ہو گئیں۔ اوشک کی جنگ میں بھی ترکوں کو بھیجا مال غنیمت ملتا تھا۔

غازی انگور کا پیغام غازیان اسلام کے نام | ان فتوحات کی خوشی میں یکم ستمبر کو اعلیٰ حضرت غازی مصطفیٰ کمال پاشا نے فوجی اعلان اپنے عساکر علیہ کے نام شائع کیا۔ جو ذیل میں درج ہے۔

عساکر مجلس عالیہ ملیہ ترکیہ کے نام
ہذا ذات افیون قرہ حصار و دولی بریکار وغیرہ میں تم نے مغرور و ظالم دشمن کی فوجوں کو بخوڑی مدت میں شکست فاش دیکر یہ ثابت کر دیا۔ کہ تم اس امر کے مستحق ہو کہ تم اس عظیم الشان بہادری و مقدس ترکی قوم کے فرزندانوں میں شمار کئے جاؤ۔ اس عظیم الشان مدت کو تم سے مستقبل میں بہت کچھ امید ہے۔ میں پہاڑوں اور ٹیلوں پر سے تمہاری بہادری اور جانبازی مشاہدہ کرتا رہتا ہوں۔ اور تمہاری قوم تمہارے ان زرین کارناموں پر جس قدر فخر کرے وہ سب ہے۔

میں اپنی خدمت کو برابر انجام دیتا رہوں گا۔ اور میں نے محاذ کے ذمہ دار فوجی افسروں کو مطلع کر دیا ہے۔ کہ وہ قیادت علیا (مرکز کمان) کے ساتھ اسکی تباہ و تیر پہ آگے نہ گئے۔ یہاں یہاں بھائیوں سے خواستگار ہوں۔ کہ وہ آگے بڑھیں۔ اور خیال رکھیں کہ انہی اناطولیہ میں اس میدان جنگ کے علاوہ اور جگہ بھی دشمن سے برسرِ پیکار ہونا ہے۔ ہر ایک کا فرض ہے کہ وہ اپنی قوت عقیدہ سے پیش قدمی کرے

دور اپنی بہادری اور جوانمردی کے جوہر دکھائے۔ نور ایمان کے لئے یہی وقت ہے کہ وہ چمکے۔ اور میدان جنگ کی تاریکی میں فتح و نصرت کی روشنی سے غارت بنیبرست کو تروتازہ کر دے۔

اے بہادر سپاہیو۔ تمہارا حقیقی نشانہ راہ بحیرہ بیض ہے۔ لہذا جبر صو
اللہ اکبر واللہ اکبر لا الہ الا اللہ واللہ اکبر۔

رئیس مجلس امت ترکیہ اعظم۔ القائد عام مسطفیٰ کمالی۔
ترکان احرار کی سمرنا کی طرف پیش قدمی اور شک سے پسپا ہو کر یونانی سمرنا کی طرف

بھاگے۔ لیکن ترکوں کی پیش قدمی کا سلسلہ برابر جاری رہا۔ ان فتوحات پر قسطنطنیہ میں بہت خوشی منائی گئی۔ ہم ترکیہ کو جھنڈے اڑائے گئے۔ یونانی سخت اضطراب اور پریشانی کی حالت میں تھے۔ اتحادیوں نے کوشش کی کہ صلح کا سوال ترکوں احرار کے سامنے پیش کیا جائے۔ لیکن انہوں نے جواب دیا کہ ترک عارضی صلح سے لئے اس وقت تک تیار نہ ہوں گے، جب تک یونانی ایشیا کے کو چک خالی نہ کر دیں۔ ترکان احرار کی جارحانہ کارروائی میں نہایت زبردست توجہ دینے کے دس ڈویژن مصروف بہ پیکار تھے۔ ان کا ارادہ یہ تھا کہ میل پر قبضہ کر کے بردعہ اور سمرنا کے یونانیوں کو باقی علاقہ سے علیحدہ کر دیا جائے۔ فتح و ظفر ترکوں کے قدم چومتی تھی۔ وہ پونے تین سو میل لمبے محاذ پر مصروف بہ پیکار تھے۔ یونانیوں کے نقصانات عظیم تھے یونانیوں کو از حد کمزور کر دیا تھا۔ انہوں نے لڑائی سے انکار کر دیا۔ اور معرکہ اور شک کے بعد وہ ترکوں کا کہیں بھی تھکاؤ نہ کر سکے۔ بلکہ ان کے آگے آگے بھاگتے چلے گئے۔ لہذا کے باختر طغوتوں میں عام طور پر یہ رائے قائم کر لی گئی تھی کہ یونانی فوج کی نہاد ہی و بہادری یا یہ تکمیل تک پہنچ چکی ہے۔ اب تو وہ برابر امید نہیں ہے کہ یونانیوں نے کی مکمل نہایت کامل انتشار اور شیرازہ کی پرگندگی کو کوئی چیز روک سکے۔ بیسی حالت تشویش ناک نے حکومت یونان کو اس بات پر مجبور کیا کہ وہ اپنے سپہ سالار کو تبدیل کر دے۔ اب تو یونانی خود بخود مانتے تھے کہ وہ ارشیا کے کو چک خالی

کروں گے۔ بشرطیکہ ترکہ التوائے جنگ منظور کریں۔ اس امر کے متعلق یونان نے ایک فیصلہ کن فیصلہ دیا کہ یونان کے پاس بھیجی لیکن فرانس نے جواب دیا کہ حکومت انگلورا پرو باؤ ڈان اب بہت مشکل ہے۔

انگورائی سرکاری ملازمت سے ثابت ہوا کہ احرار کو تازہ فتوحات میں کثیر سامان جنگ وغیرہ ملتا تھا۔ اور میزکی۔ عیدین اور سووما پر ترک قابض ہو گئے۔ بعد ازاں ترک بریگاد کی جانب بڑھے۔ اور وہاں بھی قابض ہو گئے۔

علاوہ ان کامیابیوں کے ترکوں نے اور کئی شہروں پر قبضہ کر لیا۔ ان کی افواج کا ہرہ ہرہ ایجنس تک جا پہنچی۔ پھر انہوں نے منسیا کی طرف پیش قدمی کی۔

یونانیوں کا یہ زبردست مورچہ تھا۔ لیکن ترکی جانبا زبہادوں کا وہ اس جگہ میں مقابلہ کر سکے۔ ادیشکست کھا کر بھاگ نکلے۔ منسیا ترکوں کے ہاتھ آیا اس فتح میں بہت سا سامان ترکوں کو ملا۔ جس کی مقدار سات سو توپیں، گیارہ ہولٹی جہاز اور دو نہر کھداتوہیں تھیں۔ یہ فتح اس قوت کو حاصل ہوئی تھی جو قرہ حصہ کی فتح کے بعد شمالی جانب میں عسکی شہر کی طرف یونانیوں کے لحاظ میں بڑھی تھی اس قوت کی کمان عصمت پاشا نے لے لی تھی۔

اس حالت نازک میں یونانیوں نے ترکوں سے خائف ہو کر ورہ دانیال کے ایشیائی ساحل کے بہت سے اضلاع خالی کر دیئے۔ ترکوں نے جندارمہ کا ایک دستہ وہاں انتظام کے لئے بھیج دیا۔ منسیا کو عبور کر کے ترکان احرار کی فوج حفظہ صبح قاہرہ سلیکی میں پہنچ گئی۔ بائیس نہار کے ایک ترکی رسالہ نے پوڈیمک پر قابض ہونے کے بعد سمرنا کی جانب پیش قدمی کی۔

قاہرہ سلیکی کے مقام پر یونان کے سپہ سالار عظیم ترکیس اور اس کا تمام عہدہ دار چارکر نیل ترکوں نے گرفتار کر لئے۔ اس گرفتاری کے متعلق عجیب خبریں اور وہ یہ ہے کہ یونانی فوج بے خبر تھی۔ اور سپہ سالار بہ عملہ لڑائی کے نقشے پر چلے گئے تھے۔ کہ وہاں تک ایک سنتری نے اندر کا اطلاع دی کہ ترکی رسالہ اپنی

سپہ سالار معہ ہٹات گرفتار ہو گیا۔

کہا جاتا ہے۔ کہ یونانی وزیر جنگ نے مختلف معاہدات جنگ کے دوران میں انیوں قرہ حصار میں اپنی فوج کے سامنے کچھ کہنا چاہا۔ تو اس وقت مسلح سپاہیوں کے درمیان اس قدر شور و غل برپا ہو گیا۔ کہ وزیر موصوف اسے خوف زدہ ہو گیا۔ سپاہیوں نے وزیر موصوف کو چاروں طرف سے گھیر کر کہا۔ کہ ہم آپ کو صاف طور پر کہہ دیتے ہیں۔ کہ آج کے بعد سپاہی اپنے ہتھیار استعمال نہ کریں گے۔ کیونکہ ہم موجودہ حالت سے ناامید ہو چکے ہیں۔ اور ترکوں کے ساتھ ہم جنگ کرتے کرتے ٹھک گئے ہیں۔

ترکوں کا سمرنا پر قبضہ | ہزارہا کی رسالہ پوڈیاک پر قابض ہونے کے بعد

سمرنا کی طرف بڑھا۔ اگرچہ یونانیوں نے اپنی پراگندہ جمعیاتوں کو جمع کر کے مقابلہ کرنے کی کوشش کی۔ مگر ان کی قمت شکست خوردہ تھی۔ شکستوں پر شکستیں ہی ان کو نصیب ہوتی تھیں۔ وہ سمرنا پر بھی ترکوں کا مقابلہ نہ کر سکے۔ اور انہوں نے زور بفرار کر کہا۔ ترکی افواج کا مقدمۃ الجہش جنرل نور الدین پاشا کے ماتحت ۱۸ ستمبر کو بلا کسی روک اور مقابلہ کے سمرنا میں داخل ہو گیا۔ کیونکہ یونانی جنرل اسٹاف ایک دن قبل شب کو سپاہیوں والی افواج کے ہمراہ چشم کو چلا گیا تھا۔ ترکان احرار جس وقت سمرنا کے قریب پہنچے۔ تو انہوں نے دو گھنٹہ تک مزید امداد کا انتظار کیا۔ اس دوران میں ترکی ہوائی جہاز سمرنا کے اوپر رشت لگاتے تھے اور برابر اہل سمرنا پر شائع شدہ اشتہارات گراتے تھے۔ ان اعلانات میں ذیل کی عبارت درج تھی۔

غفریب ترکی لشکر سمرنا کی خلاصی کے لئے آیا ہے۔ اہل سمرنا کو چاہئے کہ سکون وطمینان سے رہیں۔ اور وقت پر ترکوں کا ہاتھ بٹائیں۔ ان اعلانات کو دیکھتے ہی کثیر آبادی ترکوں کے استقبال کے لئے بڑھی۔ ظہر کے بعد ترکوں کا دوسرا دستہ کرنل محمد ترکی باب کی قیادت میں شہر میں داخل ہوا۔ ہر طرف سے نوحہ تکبیر و پرچوش قومی گیتوں کی صدا میں آ رہی تھیں۔

ساحل پر اتحادی افواج کا پہرہ تھا۔ جب ترکمان احرار سمرنا میں داخل ہوئے تو برطانوی قنصل نے معہ بیڑہ بیکرہ روم کے سپہ سالار فرانسس اور اطالوی قنصلوں کے ترکمان احرار کے افسروں سے ملاقات کی۔ اور کہا کہ یونانی شہر چھوڑ کر چلے گئے ہیں۔ تو ترکمان احرار نے جواب دیا کہ ہم امید کرتے ہیں کہ اتحادی اس وقت تک شہر کی محافطت میں امداد کریں گے۔ جب تک کہ ترکی افواج اپنا قلعہ شہر پر قائم کریں۔ ترکی افسروں نے یہ بھی بتلایا کہ غازی مصطفیٰ کمال پاشا بہت جلد سمرنا پہنچ جائیں گے۔ دوسرے دس دنوں کے بعد پانچواں دن شہر کے قلعے کے بعد داخل ہوا۔ یونانی سامان جنگ چھوڑ کر اپنی روانگی کی تیاریاں شروع کر دیں لیکن صرف چند افسروں کو فرار ہونے کا موقع ملا۔ باقی تمام لشکر معہ سامان جنگ ترکوں کے ہاتھ آیا۔

الغرض ترکوں کا قبضہ شہر سمرنا پر ۱۹ ستمبر ۱۹۲۲ء کو شب کے بارہ بجے تک ہو گیا۔ یاد رہے کہ یہی دن ہندوستان بھر میں متفقہ طور پر ایک ہی یوم الدعا تھا جس کی شب کو ۱۰ بجے کے وقت تمام مسلمانان ہند بعد تعاضے کی بارگاہ میں گڑ گڑا کر اور درود ترکوں کی فتح کے لئے دعائیں مانگتے تھے۔ یہ دن بھی ہندوؤں بھد میں ایک خاص نوعیت کے لحاظ سے اپنے اندر ایک تاریخی شرف رکھتا ہے۔ یعنی اسی روز رات کے ۱۲ بجے سمرنا فتح ہوا تھا۔ دعائیں مانگنے کے تین گھنٹہ بعد یہ دن تاریخ میں بطور یادگار قائم رہیگا۔

کہا جاتا ہے کہ اتحادیوں نے سمرنا میں حفاظتی تدابیر اختیار کی ہوئی تھیں تاکہ یونانی بھاگتے وقت شہر کو کوئی نقصان نہ پہنچائیں۔ جیسا کہ انکی عادت تھی۔ لیکن یونانی اور ارمنی باوجود اس انتظام کے اپنی شرارتوں سے باز نہ آئے اور جاتے ہوئے شہر کے ایک حصہ میں آگ لگا گئے جس سے کچھ نقصان ہوا شہر میں انہوں نے گولیاں بھی چلائیں۔

ساحل سمندر پر ایک یونانی نے وحشیانہ طریق پر ایک ریواورس کر کیا جس

سے ایک ترکی افسر خفیف ساز بھی ہو گیا تھا۔ مگر باوجود اس زیادتی کے بھی ترکوں نے یونانیوں پر کسی قسم کے تشدد کا سلوک نہ کیا۔ کیونکہ غازی مصطفیٰ کمال پاشا نے اپنی فوج کو سخت تاکید کر دینی ہوئی تھی کہ باوجود یونانیوں کے آگ لگا دینے اور دیگر جوش و لانے والی باتوں کے بھی وہ یونانیوں سے کسی قسم کی سختی نہ کریں۔ اس لئے ترکی افسروں نے اپنی فوجوں کو یونانیوں پر کسی قسم کا حملہ کرنے سے روک رکھا۔ اور سمجھ کو تسلی دی کہ خوف کی کوئی بات نہیں بھین انگریزوں کا جو گرد و فواح میں ۱۵ میل کے فاصلے پر رہتے تھے۔ بیان ہے کہ یونانیوں نے ترکوں کا قبضہ ہونے سے قبل کی رات میں سرکاری کوارٹر کو جلاسنے کا مصمم ارادہ کر لیا تھا۔ مگر سول نگاروں نے ان کو ایسا کرنے سے باز رکھا۔ اس میں شک نہیں کہ ترکوں کا یہ شاندار طرز عمل یونانیوں کے لئے باعث شرم ہے۔ کیونکہ ۱۹۱۹ء میں جب یونانی شہر میں داخل ہوئے تھے۔ تو انہوں نے فتح کے زعم باطل میں ساحل پر اس ترکی افسروں کو موت کے گھاٹ اتار رکھا۔ اور تمام لاشیں سمندر میں پھینک دی تھیں۔ اس مرتبہ بھی بھاگتے ہوئے یونانیوں نے کئی دیہات جلا کر خاک سیاہ کر دیئے۔ مگر نرکان احرار نے یونانیوں پر کسی قسم کا ظلم نہیں کیا۔

ترکوں نے اس امر کے متعلق جمیعۃ الافواہ سے شکایت کی کہ یونانی اپنی پسپائی کی وقت مظالم توڑتے رہے ہیں۔ اور اپنی حرکات مذمومہ سے باز نہیں آتے۔ پہلے پہل تو یہ خیال کیا گیا کہ یہ شکایت بدلہ لینے کے لئے تہدید ہی نہ ہو۔ لیکن بعد میں سمرنا میں ترکوں کے داخلہ کے متعلق سرکاری پوٹ نے ان شکوک و ادنام کو رفع کر دیا۔ اور معلوم ہوا کہ ترکوں نے کسی قسم کی زیادتی نہیں کی جب فلک شہر میں داخل ہونے لگے۔ تو ارمینوں یا یونانیوں نے اندھا دھند گولیاں چلائیں جس سے شہر میں ہیبت طاری ہو گئی۔ لیکن ترکی کمانڈر نے اپنی افواج کو حکم دیا تھا کہ کسی کو تنگ نہ کریں۔ اس لئے ایک گھنٹہ کے اندر اندر

اسن قائم ہو گیا۔ ہفتہ کے روز پھر گولیاں چلیں اور کچھ لوٹ مار بھی ہوئی۔ ترک کمانڈر نے شہر میں گشت لگانی شروع کر دی۔

کہا جاتا ہے کہ اس اثنا میں چند اروتیں ہوئیں۔ لیکن ترکوں نے فوراً اس کا انتظام کر لیا۔ اور مزید واقعات رونما نہ ہونے پائے مجرموں اور بدعاشوں کو سزائیں دی گئیں۔ فساد پیدا کرنے والوں کو گولی سے اڑا دیا گیا۔ اور چوپیس گھنٹوں کے اندر اندر مکمل اسن قائم ہو گیا۔

یونانی سمرنائیں ترکوں کی تشلیف آوری سے پہلے پہلے اپنی افواج کو نکال لے جانے کی ہمت کوشش کرتے رہے۔ اوہراوہر ہانپتے پھرتے تھے۔ بالآخر ہانہر بربری طرح مجروح شدہ یونانی یونان کی طرف جہازوں میں لڑا کر بچا سکے۔ ہانہر تازہ دم یونانی فوج جو تھریس سے آئی تھی۔ خالی مورچہ پر جا پہنچی۔ اس کے بعد یونانیوں کا صدر مقام مشلین کو منتقل کر دیا گیا۔ جہاں سے نقل و حرکت کے لئے ہدایات موصول ہوتی تھیں۔ یونانی وزیر حرب سمرنا سے یونان واپس چلا گیا۔ اور سمرنا کے مکمل تحلیہ کی خوشخبری یونانیوں کو دی اس پر یونانی بہت گھبرا گئے۔ لیکن شاہ قسطنطین نے اپنی رعایا کو نصیحت فرمائی کہ اس اندہ بگین ابتلا و آزمائش کو صبر و تحمل سے برداشت کریں۔ اپنی فوج کے شجاعانہ کارناموں کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ بادشاہ کی مرضی ہے کہ وہ دستور العمل حکومت کے مطابق عمل کرے۔ اور قوم کے مفاد کو جو اس کے ذمہ ہے۔ پورا کرے میں آپ حضرات کے محاسن۔ معروضہ حب الوطنی اور اتحاد و یکجا نگت کے مظاہرہ پر کامل اعتماد رکھتا ہوں۔ لیکن یونانی رعایا قسطنطین کے برخلاف تھی۔ قسطنطین چاہتا تھا۔ کہ جو افواج قسطنطین پر قبضہ کرنے کے لئے تھریس میں جمع ہوئی تھی۔ وہ ایشیا کو چک بھیجی جاوے۔ اخبارات نے شور مچا دیا کہ تھریس کو بچاؤ۔ کہتے ہیں کہ افواج یونانی متعینہ تھریس نے تمام حملہ آوروں کی مداخلت کے لئے مسمم ارادہ کر لیا تھا۔

سمرنائیں یونانی آبادی ترکوں کے خوف سے نہایت ہی بے چین تھی۔ انکا

خیال تھا کہ ترک کہیں انتقام لینے کی غرض سے ان کو تکالیف پہنچائیں گے۔

لیکن ایک اعلان میں ان کو اس امر کی تسلی دلائی گئی کہ ان پر کسی قسم کا تشدد نہ کیا جائے۔ تب یونانیوں کے دم میں دم آیا۔

جنرل نور الدین گورنر سمرنا اغازی مصطفیٰ کمال پاشا نے اعلان کیا ہوا تھا کہ جو فوج کا جرئیل سب سے اول شہر سمرنا میں داخل ہوگا۔ اس کو ۵۰۰ پونڈ انعام دیئے جائیں گے۔ چنانچہ سب سے اول جنرل نور الدین پاشا شہر میں داخل ہوئے۔ لہذا فتح سمرنا کا سہرا اس بہادر جرئیل کے سر پہ۔ جنہوں نے کمال قابلیت اور اہلیت تسخیر سمرنا کے وقت ظاہر کی۔ قبضے کے بعد انہیں کو اس جگہ کا گورنر مقرر کیا گیا۔ اور ۵۰۰ پونڈ بطور انعام انہیں کے حصے میں آئے۔ آپ اغازی مصطفیٰ کمال پاشا کے واسطے بازو ہیں۔ معرکہ سکاریہ میں یونانیوں کی شکست فاش اور کثیر نقصان انہیں کی عدیم المثال بہادیوں کا نتیجہ تھے۔ ترکوں نے سمرنا میں ایک متاعی پولیس تیار کی۔ جس سے شہر کی حفاظت کی گئی۔ تسخیر سمرنا کے بعد اغازی مصطفیٰ کمال پاشا بھی ترکی فوج کا کثیر حصہ ہمراہ بیکر شہر میں داخل ہوئے۔

جزیرہ ناشمسی جو سمرنا کا ایک مختصر حصہ ہے۔ اس میں یونانیوں کی بھڑائی سی فوج اڑی ہوئی تھی۔ ترکوں نے اس کو بھی شکست دیکر جزیرہ نا پر قبضہ کر لیا۔ یونانی فوج سمرنا اور دیگر مقامات سے بھاگ کر بروصہ کی طرف چلی گئی ترک بھی ان کے قناتب و ہاں پہنچے۔ اور اس پر بھی قبضہ کر لیا۔ یونانی و ہاں سے بھی بھاگے اور موادینہ کیے راستہ سے ہزاروں وغیرہ کے ذریعہ سے روڈسٹو (مشرقی تھریس) میں چلے گئے۔

ترکی حملہ غیر متوقع تھا عجیب و غریب بات۔ جو ترکی حملہ کے متعلق قوت میں آئی ہے۔ وہ یہ ہے کہ کسی کو اس حملہ کی توقع نہ تھی۔ یہاں تک کہ آستانہ والوں تک کو اسکی بالکل خبر نہ تھی۔ اور آستانہ کے اخبارات و سرائے کی شام تک یعنی ترکی

حملہ شروع ہونے کے ایک روز بعد تک اس امر کے متوقع تھے کہ صبح و شام میں یونانی حملہ اناطولیہ میں شروع ہونے والا ہے۔ تاکہ وہ اس حملہ سے بندوقیہ کا نفرین پر اثر ڈال سکیں اور یونانی حملہ کے شروع ہونے کی توقع اس امر سے اور بڑھ گئی تھی کہ یونانی جنرل ماجیلکیس اسی غرض سے سمیرنا آیا تھا۔

۲۵ اگست ۱۹۱۴ء کو ترکوں کا حملہ شروع ہو گیا جس کی نسبت یونان نے یہ اطلاع شائع کی کہ ترکی حملہ بالکل معمولی ہے۔ اور کوئی اہمیت نہیں رکھتا اور یہ کہ یونانی سپاہ اس مقام پر بھیج دی گئی ہیں۔ جہاں ترکوں نے حملہ کیا ہے اور جلد اصلی حالت قائم ہو جائیگی۔

اسی قسم کا ایک بار اخبار بڑے دس نے ۲۴ اگست کو شائع کیا۔ جس میں ظاہر کیا گیا تھا کہ ترکوں کا حملہ اور جنگی حرکات کچھ اہمیت نہیں رکھتی۔

۲۶ اگست ۱۹۱۴ء کی صبح کو آستانہ کے لوگ بیدار ہوئے اور اخبارات میں پڑھا کہ ترکان احرار نے حملہ شروع کر دیا ہے۔ ان خبروں کو پڑھ کر لوگ حیرت میں رہ گئے اور چونکہ کوئی ثبوت اور قریبہ اس حملہ کا نہ تھا۔ اس لئے خبروں پر زیادہ اعتماد نہ کیا گیا۔ اور نہ مقامی اخبارات نے ان خبروں پر کوئی اظہار رائے کیا پھر اخبارات میں یہ خبریں شائع ہوئیں کہ ترکان احرار نے قوجہ ایلی کے میدان میں روم کوئی پر حملہ کر دیا ہے۔ اور اس حملہ کی کچھ تفصیل بھی موصول ہوئی اور اب آستانہ والوں کو یہ کہنا پڑا کہ کیا فی الواقع ترکان احرار نے حملہ شروع کر دیا ہے۔ ایک سو دو سو سے بہت شخص یہی سوال کرتا تھا کہ حرکت سے زود اضطراب میں یہ فیصلہ کرنا پڑا کہ انتظار کیا جائے اور دیکھا جائے کہ کیا وقوع میں آتا ہے۔

۲۸ ستمبر ۱۹۱۴ء کا آفتاب طلوع ہوا اور آستانہ میں کسی حملہ کے شروع ہونے کے متعلق جو شک کیا جاتا تھا۔ وہ یقین سے بدل گیا۔ صبح کے اخبارات شائع ہوئے اور ان میں نہایت جلی ظلم سے یہ بشارت دی گئی کہ ترکان احرار کا حملہ شروع ہو گیا ہے۔ اور ترکی سپاہ فاسخانہ دشمن کو کھپتی ہوئی آگے بڑھ رہی ہے اور اناطولیہ کی حکومت نے اس

خط اتصال کو منقطع کر دیا ہے جو آستانہ اور ناٹولویہ کے درمیان قائم تھا۔ اور حیدر پاشا کے اسٹیشن میں ازبیت کو ریلوے لائن پر جو گاڑیاں آتی باقی تھیں انکو بند کر دیا گیا۔ یہ خبریں پڑھ کر آستانہ کی آبادی کا اضطراب کبھی کم ہوا لیکن خبروں کے انقطاع سے چینی بڑھ گئی اگرچہ آستانہ اور ناٹولویہ کے درمیان کوئی بڑا فاصلہ نہ تھا۔ لیکن خبریں بہت کم آتی تھیں۔ اور لوگ اسوجہ سے اور پریشان مضطرب رہتے تھے کہ اسی جنگ پر ترکوں کی حیات، عزت اور مستقبل کا دار و مدار تھا۔

۲۴ ستمبر کو سرکاری اطلاعات نے پردہ کو چاک کر دیا آستانہ کے باشندہ دل مضطرب رہے ہو گیا اور سکونِ اطمینان کی لہریں دوڑ گئیں ان یونانی اطلاعات میں ظاہر کیا گیا تھا کہ ایون قرہ حصار یونانیوں کے ہاتھوں سے مکمل کیا اور ترکان احرار نے نین شب و روز کی سخت جنگ کے بعد اس پر قبضہ کر لیا۔

ایون قرہ حصار کے سقوط کی خبر نے آستانہ کے ترکوں میں نئی زندگی بھر پیدا کر دی۔ جوش و سرور سے ترکوں کے چہرے چمکنے لگے اور ہر جگہ تکبیر و تہلیل کے نعرہ بلند کئے جانے لگے۔ اخبارات نے غازی مصطفیٰ اکمال کی تصویریں شائع کیں اور غازی مصطفیٰ اکمال کی طرف سے یہ اعلان بھی کیا کہ وطن نے جو فرض ادا کرنے کا عہد کیا تھا۔ وہ انہوں نے خوبی کے ساتھ انجام دیا۔ اور اپنے اس قول کو پورا کر کے دکھا دیا۔ جو انہوں نے قومی مجلس ذیل کے الفاظ میں کیا تھا۔ یعنی یہ کہ ہماری سپاہ دشمن کو گرفت میں لینے کے لئے ہر طرح تیار ہے اور وقت پر وہ دشمن کے ٹکڑے کر کے رکھ دے گی۔ البتہ وہ مناسب موقع کی منتظر ہے اور یہ کہ ہم یونانیوں کی فحشوں پر ادا کرنے کے تعاقب میں سرگرم رہیں گے۔ اور ان کو سمندر میں بھیکس دیں گے۔

قسط طیبہ میں خوشیاں اب ذرا قسطنطنیہ والوں کا حال نسخیر سمرنا کے موقع کا بھی سنئے۔ کہ جب قسطنطنیہ میں نسخیر سمرنا کی خبر موصول ہوئی۔ تو فی الفور جمہور کے جذبات اور بھی خوشی سے مشتعل ہو گئے۔ مسرت بے اندازہ سے ہر ایک مسلمان ترک اچھل پڑا۔ ترکان احرار کی فتح و نصرت پر خوشیاں منائی گئیں اور مجلس عالیہ

ملیہ انگور کی خدمت میں مبارکبادی کے پیامات بھیجے گئے۔ اسلام کی تائید میں یہ پہلا موقع ہے کہ قسطنطنیہ کی مساجد میں چراغاں کیا گیا۔ اور منیاردوں کے درمیان شکتے لگائے گئے۔ جو روشنی سے جگمگا رہے تھے۔

ابا صوفیہ کی مسجد میں بیس ہزار نمازی جوش مسرت سے بھرے ہوئے دل لئے کھڑے تھے۔ صحن میں تل وھرنے کی جگہ نہ تھی۔ صحن میں تاریخی پرچم اور جھنڈے لہرا رہے تھے۔ نماز کے بعد پابندی تقریریں ہوئیں۔ اور نعرہ ٹائے خوشی بلند کئے گئے۔ اب تک ایسا کوئی واقعہ ظہور پذیر نہیں ہوا تھا۔

قسطنطنیہ میں خوشی مسلمانوں کی حد ابسراط سے بڑھ گئی۔ انہوں نے مظاہر شروع کر دیئے۔ مظاہرہ کرنے والوں نے غیر ملکی دفاتر کی کھڑکیاں توڑ ڈالیں۔ اور پیرائے مقام میں یورپین دوکانوں کو نقصان پہنچایا۔ یہ لوگ بڑے زور سے نعرے لگاتے تھے کہ عیسائیوں کو قسطنطنیہ سے نکال دو۔ اس پیرس چارلس ہرنیکلن اتحادی کماندار اعظم نے ایک اعلان جاری کیا جس میں کہا گیا تھا کہ اگر اس قسم کے فسادات کا اعادہ ہوا تو فوجی قانون نافذ کر دیا جائیگا۔

ان فتوحات پر نہ صرف قسطنطنیہ میں ہی خوشیاں منائی گئیں۔ بلکہ انگور شہر میں بھی ان فتوحات پر بے اندازہ اظہار جوش و مسرت کیا گیا تھا۔ حکومت انگور نے اعلان کر دیا کہ اب سیاہ جھنڈے اتار کر سبز جھنڈے بلند کئے جائیں۔ سرکاری عمارتوں پر سیاہ رنگ نمایاں تھا۔ ان پر بھی سبز رنگ کیا گیا۔ کیونکہ مسلمان مسرت کے موقع پر اس رنگ کو پسند کرتے ہیں۔

علاوہ بریں تمام عام اسلام بھی ترکوں کی ان بے نظیر کامیابیوں پر بے حد خوش تھا۔ والئے افغانستان نے بھی غازی مصطفیٰ کمال پاشا کو ان فتوحات پر مبارکبادی کا پیام ارسال فرمایا۔ اس مبارک نامہ میں اپنے غازی موصوف کو بھائی کے لفظ سے مخاطب کیا۔ مختصر یہ کہ تمام مسلمانان عالم کے قلوب سید جوش و مسرت سے لبریز تھے۔ مضطرب و مضطرب مسلمانوں کے دلوں کو

اطمینان نصیب ہوا۔ ورنہ مسلمان عالم ۱۹۱۸ء کے بعد نہایت ہی غمگین اور مایوس ہو گئے تھے۔ یہ مایوسی دلوں میں ہی پنہاں تھی۔ غم ہی کھانے لگے۔ اور غم ہی پیتے تھے۔ دل سے آپس میں سر دھکیلتے اور امدت تلاش کی بارگاہ میں درو بھری آواز سے دعائیں مانگتے تھے۔ اس عرصہ میں مسلمانوں کو نہ تو عیسائی سوجھتی اور نہ ہی شب قدر۔ گویا کہ دلوں سے خوشی ہی اٹھ گئی تھی۔ آج چار پانچ سال کے بعد مسلمانوں کو دوبارہ یہ دن خوشی اور مسرت کے نصیب ہوئے ہیں۔ وہ خوشیاں کیوں نہ منائیں تمام عالم اسلام نے حیات ثانیہ میں مل گئی ہے۔ اس سے بڑھ کر اور خوشی کا موقع کونسا ہو سکتا ہے۔ اس موقع پر جو وعدہ تھے۔ وہ بھی دوست بن گئے ہیں۔ مسلمانوں کی ٹال میں ٹال ملانے ہیں انکی خوشی سے خوشی حاصل کرتے ہیں۔ مگر یہ بانیوں کی طفیل حاصل ہوئیں۔ حضرت شہیر عثمانی کی طفیل۔ جو غازی مصطفیٰ اکمال پاشا کے ماتھے میں ہے جس کی تیز دھار سے دشمن نے پناہ نہ لاکر رزاں اور ترساں بھاگ کر جان بچائی ہے لہذا الحمد۔ کہاں وہ دن تھے۔ جب کہ غازی مصطفیٰ اکمال پاشا نہایت ہی عاجزی اور انکساری سے اتحادیوں کے پاس یہ درخواستیں کرتے تھے۔ کہ اے اے ترحم و مہربانی ہم کو صوف وہ علاقے دید و جہاں ترکوں کی کثیر آبادی ہے۔ تاکہ ترک بچارے مصیبت کے مائے اپنا سر چھپا کر اس سے بچ سکیں۔ آسائش کی زندگی بسر کریں۔ اور اپنی اندرونی اصلاحات کی طرف متوجہ ہوں۔ مگر سرمایہ داروں نے کبھی اس بات پر توجہ نہ کی۔ بلکہ وہ تو کہتے تھے۔ کہ ہم مصطفیٰ اکمال پاشا سے بات ہی نہیں کرنی چاہتے کیونکہ وہ باغی اور بغاوتی واجب القتل ہے۔ آج وہی غازی موصوف کی عاجزی اور انکساری رنگ لائی ہے۔ جس نے سرمایہ داروں کے اس استحکام نہ غور کو سر کے بل گرایا ہے۔ اور وہ ہی سرمایہ دار خود ترکوں سے مصیبت قائم کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ مگر غازی مصطفیٰ اکمال پاشا کا رویہ وہی شہینشاہ ہے اور ہر وقت وہ صلح کے لئے تیار ہیں۔ فاتح ہونیکے صوت میں بھی نوحہ و غور

سے پاک و صاف ہیں۔

غازی انور پاشا کا پیام مبارک باوی | انور پاشا اور مصطفیٰ کمال پاشا کے درمیان بخیر معاہدہ ہو چکا ہے جس پر یہ قرار ہوا کہ لذل الذکر وسط ایشیا میں اپنی سرگرمیاں قائم رکھیں گے۔ اور موخہ کر کے کوشش کا میدان سرزمین لڑکی ہوگی۔ ان فتوحات سے غازی انور پاشا بھی نہایت ہی خوش ہوئے۔ انہوں نے ذیل کا تہنیت نامہ غازی مصطفیٰ کمال پاشا کو روانہ فرمایا۔

وہ گویا اس وقت میں مادر وطن اور ملت غیور کی کوئی عملی مدد نہیں کر سکتا۔ لیکن میں نہایت فخر سے اعلان کرتا ہوں کہ آج ترک کی فداکاروں کی رہنمائی وہ سپہ سالار اعظم کر رہا ہے جس پر ساسے مشرق کو ناز ہے ترکمانی ریاستیں میرے توسط سے جناب کو اپنی گہری عقیدت اور محبت کا پیغام بھیجتی ہیں۔ اور آپ کی فتوحات پر مبارک باد دیتی ہیں۔

گذشتہ جنگوں کی مجمل رویدا | اناطولیہ میں ترکی جنگ کا خاتمہ ہو گیا۔ اب ہم ایک مجمل رویداوان تمام معرکوں کے متعلق پیش کرتے ہیں۔ جو ۲۶ اگست سے شروع ہوئے۔ پیچھے آپ پڑھ آئے ہیں۔ کہ ۲۶ اگست کو ترکوں کی جابانہ کار رویدا شروع ہوئی تھیں۔ اور قرہ حصار کی جنگ کے متعلق مفصل حالات کا بھی آپ نے مطالعہ کیا ہے۔ قرہ حصار کی تسخیر نے یونانی فوجوں کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا۔ اور وہ اپنے بحری استحکامات پر ٹھننے کے لئے مجبور ہوئے۔ ایک حصہ اوشاک کی طرف پسپا ہوا۔ اور دوسرا حصہ شمالی جانب پسپا ہوا۔ یونانیوں کی فوج کی اس تقسیم کے بغیر قب میں ترکی لشکر بھی دو حصوں میں منقسم ہوا۔ سمرنا کی پوزیشن کا محاذ رکھتے ہوئے۔ ہم ان دونوں لشکروں کو شمالی اور جنوبی قوتوں سے موزون کرتے ہیں۔ وہ حصہ لشکر جو اوشاک کی طرف بڑھا اسکی فتوحات کا سلسلہ سمرنا پر ختم ہو گیا۔ برگاما یا برغانا کی تسخیر کے بعد ترکمان احرار نے شمالی محاذ پر پیش قدمی عثمانی کے جوہر دکھائے۔ اور شاندار گولہ باری اور بخروں کی جھنکار

میں سوما پر قدم جمائے۔ شہر سوما سمرنا کے شمال جنوب میں ۳۰ میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔ پھر انہوں نے عسکی حصار وغیرہ کو طے کرتے ہوئے منسیا پر قبضہ کر لیا۔ یہاں یونانیوں کی قوت بہ نسبت دیگر مقامات کے زیادہ مستحکم تھی اور انہیں کافی یقین تھا کہ ان کا فیصلہ اسی جگہ ہو گا۔ اس لئے انہوں نے وہ سب کچھ کیا جو ایک انسانی قوت کے اختیار میں ہوتا ہے۔

لیکن تقدیر ابھی یونانیوں کے مخالف تھی۔ اس لئے یونانیوں کا جو بھی قدم اٹھا۔ پسپا ہوا۔ اور جو تلوار چلی۔ اس نے یونانیوں کے غرے من ہستی کو کاٹا۔ اور یونانی پوزیشن کو نقصان پہنچایا۔ آخر وہ منسیا سے بھاگے۔ اور سمرنا سے ۵۰ میل کے فاصلے پر انہوں نے اپنی قوت کو جمع کرنا شروع کیا۔ مگر مبصرین جنگ کی یہ رائے تھی کہ یہ یونانی سختکامات حفاظت سمرنا کی ضمانت ہرگز نہیں کر سکتے۔ کیونکہ ترک اپنے شمالی محاذ کی طرح جنوبی محاذ پر بھی قوت رکھتے تھے اور یہ دونوں قوتیں مشین کے پرزوں کی طرح کام کر رہی تھیں۔ اگر شمالی محاذ کا لشکر جبار گاما۔ سوما۔ کسا با اور منسیا کو فتح کرتا ہے۔ تو جنوبی قوت والا شہر۔ ایدین اور سلطی پر قبضہ کرتی ہے۔ منسیا اور سلطی فوجی نقطہ سے نہایت اہم تھے۔ سلطی پر ترکوں نے ۳۰ ہزار سواروں سے یورش کی۔ اور چشم ندون میں اس پر قابض ہو گئے۔ منسیا کی فتح بھی اس طرح عمل میں آئی لیکن فرق صرف اتنا تھا کہ شمالی قوت کو منسیا کی فتح میں ۱۰۰ توپیں گیارہ ہوائی جہاز اور دو ہزار کلاں توپیں ملے آئی تھیں۔ جس کو یقیناً فتح سمرنا کے لئے سامان جنگ کہا جاتا ہے۔

فوجی مبصرین کی رائے یونانیوں کے آخری محاذ کے متعلق بالکل درست لکھی۔ ترکوں نے اس محاذ کو فوراً فتح کر لیا۔

ترک اس مرحلہ کو طے کر کے فوراً سمرنا پر پہنچ گئے۔ کیونکہ اوشک کے مقام کے بعد یونانیوں نے کسی جگہ بھی مقابلہ نہ کیا۔ اور بھاگنے لگے۔ اس جگہ ہم

جناب جلالت مآب احمد فرید نے نمایندہ ترکان احرار مقیم پیرس کا مقولہ درج کئے ہیں۔ جس میں سراسر ایک قسم کی پیشین گوئی کا سار ورج بھرا ہوا تھا۔ انہوں نے کسی ملاقات کے دوران میں فرمایا کہ مرزا کی تسخیر محض ایک دو دن کی بات ہے۔ ترکی فوج جس میں ۱۲ لاکھ نوجوان تندرست و توانا موجود ہیں۔ اتوار یا پیر تک مرزا تک پہنچ جائیگی۔ آپ نے یہ خیال ظاہر فرمایا تھا کہ یونانیوں کی طرف سے مدافعت کا خیال محال ہے۔ کیونکہ ان کی فوج کا پیشتر حصہ کام آچکا ہے۔ اور وہ ہمت مار بیٹھے ہیں۔ آپ نے پر روز الفاظ میں فرمایا کہ ترکان احرار قسطنطنیہ ادا نہ۔ اور تھکس کا مطالبہ کرتے ہیں۔ ہمدردہ دانیال خالی کرالیں گے۔ ہم اس بات کی مطلقاً پرواہ نہیں کرتے۔ اگر وہ دانیال پر کسی قوم کی افواج کا قبضہ کیوں نہ ہو۔ فی الواقع ایسا ہی ہوا۔ ترکوں نے سمرنا پر بہت آسانی سے ۸ ستمبر کو قبضہ کر لیا۔ عثمانی شمشیر برائے تقریباً دو ہفتوں کے عرصہ میں یونانیوں کو اناطولیہ کی سرزمین سے خارج کر کے جنگ اناطولیہ کا خاتمہ کر دیا۔ یہی اناطولیہ ہے جس کے واسطے ترک اتحادیوں سے اس کے تخلیہ کے متعلق بار بار درخواستیں کر چکے تھے۔ مگر اتحادی اس پر کان نہ دھرتے تھے۔ اور بیش از بیش قوت اور دیر سے کام لیتے تھے۔ ان کے دہم و گمان میں یہ بات سمجائی ہوئی تھی کہ ترک کمزور ہیں۔ اور یونانیوں کا مقابلہ کرنے سے قاصر ہیں جس واسطے وہ اتحادیوں سے تخلیہ اناطولیہ کی التجا کرتے ہیں۔ دراصل بات یہ ہے کہ ترک جنگ کی نسبت صلح پر زیادہ ترجیح دیتے ہیں۔ ان کا منشا تھا کہ کسی طرح سے خوزیری نہ ہونے پائے۔ اور امن و آشتی سے تمام مسئلہ حل ہو جائے لیکن جب انہوں نے دیکھا کہ انکی درخواستوں کی طرف اتحادیوں نے کوئی توجہ نہ کی۔ اور صرف یونانیوں سے ہی ہمدرد کا اظہار ہوتا ہے۔ تو پھر انہوں نے مصالحت کا خیال ترک کر دیا۔ اور اللہ پر بھروسہ کر کے شمشیر زنی پر اتر آئے۔ خدا کے

فصل و کرم سے انہوں نے صرف دو ہفتوں میں یونانیوں کو یک بینی و دو گوش اناطولیہ سے باہر نکال دیا۔ اور نیا کو دکھا دیا۔ کہ ترکوں کی تلوار میں ایسے ایسے جو ہر بھرے ہیں۔ جو دشمن کے خرمن ہستی پر گد کر تباہ و برباد کر دیتی ہے۔

سمرنا کی فتح کے بعد ترکوں نے یونانی فوجوں کو اناطولیہ کی چپہ چپہ زمین سے خارج کر دیا۔ اور ان کے پس ماندہ استحکامات کو شکست کر دیا۔ آخری مقام یونان کی پناہ کا بروصہ تھا۔ وہ بھی ترکوں نے لے لیا۔ اس محاذ پر عصمت پاشا جرحل تھے۔ پھر دمہ سے یونان روڈسٹو بھاگ گئے اور یونانی سپہ سالار عام نیختریں پہنچ گیا۔ اور اس نے وزارت جنگ اور شاہ یونان کی خدمت میں اپنی رپورٹ پیش کر دی۔ اس رپورٹ میں سپہ سالار عام نے اس بات پر زور دیا ہوا تھا۔ کہ نوری کارروائی کر کے یونانی سپاہ کو موجودہ خطرناک مقام سے فوراً ہٹا لیا جاوے۔ اس کے بعد نیختریں ایک مجلس مشوری شاہ یونان کی صدارت میں منعقد ہوئی۔ جس میں تمام وزراء سپہ سالار عام اور جنگی کمیٹی کے جملہ ارکان شامل ہو گئے۔ اس جلسہ میں یونان کی سیاسی اور حربی حالت پر بحث کی گئی۔ اور غور و بحث کے بعد چند تجاویز پاس کی گئیں جن کو مجلس وزراء کے حوالہ کیا گیا تاکہ وہ ان پر مکرر غور کرے۔ جو تجاویز پاس ہوئی تھیں۔ ان میں ایک یہ تجویز بھی تھی۔ کہ انگلورامی گورنمنٹ کو ایک آخری دھمکی دی جائے۔ اور جنگ دوبارہ شروع کرنے سے قبل اس کو پھر متنبہ کر دیا جائے۔ اس تجویز میں یہ بھی درج تھا۔ کہ انگلورامی گورنمنٹ ان شرائط کو منظور کرے۔ جو اناطولیہ میں یونانی حقوق کے مضرت ہوں۔ اگر ترکوں نے اس تجویز کو منظور نہ کیا۔ اور قومی عیشاق پر بدستور قائم رہے تو خیال ہے۔ کہ جنگ دوبارہ شروع ہو جائیگی۔ بہتانا کی اخباروں نے اس دھمکی کے جواب میں لکھا۔ کہ ترکی قوم اپنے مطالبات سے ہرگز ایک انچ بھی پیچھے نہ ہٹے گی۔ اور اپنے قومی عیشاق پر مضبوطی سے قائم رہے گی۔

یونان کی یہ وہی فتول ہے۔ وہ آگے بڑھے۔ اور سپاہ کو جنگ کا حکم دے۔
ترک ان سے رٹنے کے لئے بالکل تیار ہیں۔

یونانی سمنا سے کٹھ بھاگے | اب ذرا یونانیوں کے سمنا سے بھاگنے کی کیفیت

بھی سنئے۔ میرٹھ واہ پراس نے اس کو ایک دلچسپ قصہ کے طور پر بیان کیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ شاہ قسطنطین کی بچی کچی فوج کو جہازوں پر سوار کر کے جزیرہ کیوس کی طرف لے گئے جہاں سے ان کو اتھینر پہنچا کر منسٹر کر دیا گیا تھا۔ قیچ سمنا میں وہ خانی جہازوں کی بہ کثرت آمد و رفت سے یونانی حالت کا کافی ثبوت ملتا تھا کہ وہ کس قدر جو اس باختہ اور وحشت زدہ ہو کر فرار پر فرار کر رہے تھے۔ تمام آبادی فوجی ہو یا سول نکل بھاگنے کی کوشش میں تھی۔ یونانی باربردار می کے وقیانوسی اور مرمت طلب جہاز یکے بعد دیگرے خلیج کے اندر آئے تھے۔ اور یہی جہاز تھے۔ جو بجلت تمام وقت پر ہاتھ لگ گئے۔ یونانی سپاہی جان بچانے کی آرزو میں اس قدر دے ہوئے تھے۔ جیسے کھیلوں کے چھتے۔ چھوٹی چھوٹی بادبانی کشتیاں سواریوں کے بوجھ کے ماسے بمشکل حرکت کر سکتی تھیں۔ ساحل پیرا وہ خانی جہاز اور دیگر ہلکے جہازوں میں سول آبادی لہی ہوئی۔ اور خلیج کے جنوب میں یونانی پیدل فوجیں رسلے اور موٹریں جانب مغرب جزیرہ نہلے شمسی کے جا رہی تھیں۔ خوب جو اس باختہ اور پریشان تھیں۔ گودیوں میں بدحواس یونانیوں کے ٹھٹ لگ رہے تھے۔ جن کی کیفیت عجب مضحکہ انگیز تھی۔ یعنی کہہ دیتے تھے۔ اور کہہ ہاتھ جوڑ کر کشتی والوں کو بلاتے تھے۔ اور پاؤں رکھنے کی جگہ کے لئے بڑی سے بڑی اجرت دینے کے لئے تیار تھے۔ ترکوں کے ہر ادنیٰ دستے بلا مزا جنت سمنا میں داخل ہو گئے۔ اس جگہ ہم ایک اناطولیہ کا ایک نقشہ دیتے ہیں جس سے آپ جنگ اناطولیہ کے مقامات اچھی طرح ملاحظہ فرما سکیں۔ اور محاذ جنگ بھی سمجھ لیں گے۔

یونانیوں کا نقصان | اگر اتحادی ترکوں کی درخواستوں کو تسلیم کر لیتے ہیں اور صلح کر دیتے۔ تو یونانیوں نے جو ۱۱ انتہا تعداد میں مال و جان کا نقصان برداشت کیا ہے۔ وہ ہرگز نہ کرتے۔ مال نقصان کے علاوہ جانی نقصان کی تعداد بھی بیشمار ہے۔ چنانچہ دو ستمبر کی تاریخ کو یونانیوں کے ۴۰۰ یونانی انسر اور دس ہزار سپاہی گرفتار ہوئے۔ ان اسیروں میں بڑے بڑے مقتدر یونانی افسر تھے جن میں یونانی فوج کا جرنیل بھی تھا۔

۲۶ اگست سے یکم ۲۷ ستمبر تک یونانیوں کا کل نقصان یہ تھا۔ جو ترکوں کے ہاتھ بطور غنیمت آیا۔

۹۱۰ توپیں۔ ۱۲۰۰ باروداری کے ہوائی جہاز۔ ۵ ہزار نیزہ و فسا توپیں۔

۴۵۰ سامان حرب و ذخائر سے بھری ہوئی کھاڑیاں۔ اور ۲۰ ہزار سے زیادہ ہندو قیں بھینس۔ قیدیوں کی تعداد اس تاریخ تک ۲۰ ہزار کو پہنچ گئی تھی۔

منسیا غالباً ۶ ستمبر کو فتح ہوا۔ اس فتح میں ترکوں نے سات سو توپیں، گیارہ ہوائی جہاز اور ۲ ہزار کلدار توپیں بطور مال غنیمت حاصل کیں۔

سبکی مقام پر جو ۶ ستمبر کو فتح ہوا تھا۔ یونانی فوج کا سپہ سالار عام اور اس کا تمام عملہ اور چار کرنیل ترکوں نے گرفتار کئے۔

یونانی نقصانات کے متعلق غازی مصطفیٰ اکمال پاشا نے مجلس علیہ ترکیب کے نام ایک اعلان شائع کیا۔ جس میں انہوں نے ظاہر کیا تھا کہ یہ عظیم شان فتوحات فقط ان کے دم کا صدقہ ہے۔ اور بیان کیا۔ کہ غنیمت کا نقصان جان ایک لاکھ سے زیادہ ہوا ہے۔ اور بقابلہ اسکے ترکان ہزار کا نقصان صرف دس ہزار ہے جس میں چوتھائی صرف مجروح ہیں۔ گویا ایک لاکھ یونانیوں نے موت کا جام وصل پایا اور یونانی سرنگی تعداد جو اس کی فتح تک شمار کی گئی ہے۔ وہ ۶ ہزار بتائی گئی ہے۔ ان میں مجروحین کا کوئی ۱۰۰۰ ذکر نہیں۔ آپ اندازہ دیکھ سکتے ہیں کہ جب مقتدیوں کی تعداد ایک لاکھ ہے۔ اور قیدیوں کی تعداد ۶ ہزار ہے۔ تو پھر مجروحین کی تعداد کس قدر ہوگی

مختصر اقطاع میں یہ کہئے کہ یونان بالکل تباہ و برباد ہو گیا۔ جنگ سکاریہ میں بھی یونانیوں نے بہت شدید نقصانات اٹھائے تھے۔ کیا مادی اور کیا جانی لیکن یہ جنگیں یونانیوں کے لئے بالکل ہی فناء کا نقارہ ہو گئی ہیں۔

صلح کے دوسرے ترکوں نے تمام ایشیائے کوچک اور درہ دانیال کے ساحلی علاقوں پر قبضہ کر لیا ہے۔ لیکن ابھی ترکوں نے اور بھی بہت سے علاقے

فتح کرنے ہیں۔ یعنی فلسطین، مصر کا علاقہ کیلی پولی اور درہ دانیال فتح سمرا

کے بعد جب یونانیوں کی کاغذ کی ناؤ ڈوب گئی۔ تو اتحادیوں کی تمام امیدیں

خاک میں مل گئیں۔ اگرچہ یونان کہتا تھا کہ وہ مصر میں ڈٹ کر مقابلہ کرے گا۔ مگر

ان اقاروں پر کس کو اعتبار تھا۔ کیونکہ ایک تو یونانی فوج ترکوں کے خوف سے

اناطولیہ میں روانے سے انکار کر چکی تھی۔ دوسرے یونانیوں میں خود بھوٹ کا

مادہ بھوٹ پڑا تھا۔ فلسطین کے خلاف جہد یونان آواز سے کس رہی تھی۔ شاہ

دور کے مائے تخت چھوڑ کر بھاگ گیا تھا۔ اس لئے ایسے نازک وقت میں اتحادیوں

کو کچھ نہ سوچا۔ سوائے اس بات کے کہ وہ ایک دفعہ پھر صلح کا جال بچھائیں

لہذا انہوں نے حکومت انگورہ کے پاس صلح کی درخواست کی۔ اور ونیس میں

کانفرنس کے انعقاد کے متعلق لکھا کہ اس میں ترکی نمایندوں کو بھی شریک کیا

جائے گا۔ اور ترکوں کے مطالبات بھی اس میں تسلیم کر لئے جائیں گے۔ اتحادی اب

اس لئے صلح کی تجاویز کرتے تھے۔ کہ ترکوں کا سمرا کے بعد صلح نظر درہ دانیال

فلسطینیہ اور مصر میں تھے۔ بناؤ کی آزادی کا مسئلہ درپیش تھا۔ اس لئے اتحادی

باہم اس امر پر مشورہ کرتے تھے کہ ترکوں کو مصر میں دے دیا جائے۔ باقی

درہ دانیال اور دیگر غیر جانبدار علاقوں کو قبضے میں رکھنے کی کوشش کی

جائے۔ یہ بھی سوال درپیش تھا کہ اگر ترکوں اور اتحادیوں کے درمیان ان

قبضوں کی بنا پر جنگ چھڑ بھی جائے۔ تو اتحادی متفقہ طور پر ترکوں کا مقابلہ

کریں گے۔ لیکن فرانس نے اس بات سے انکار کر دیا۔ اور کہا کہ اگر جنگ

شروع ہو گئی تو وہ ترکوں سے نہیں لڑیگا۔ بلکہ متنازعہ فی معاملہ بذریعہ تحریر فیصلہ کریگا۔ بعد ازاں یہ تجویز ہوئی کہ وینس کانفرنس سے پہلے پہل ترکوں اور یونانیوں کے نمائندہ کو مدعو کر کے صلح کے بنیادی اصول مقرر کر لینے چاہئیں۔ تاکہ پھر وینس کانفرنس میں ان اصولوں پر بحث کر کے صلح ہو جاوے اتحادیوں کی التوائے جنگ کی درخواست کے متعلق حسب ذیل شرائط ترکوں نے پیش کیں۔

۱) یونان غیر مشروط طور پر علاقہ قصو بہ میں اپنی تمام فوجیں اور سامان جنگ ترکوں کے حوالہ کرے۔

۲) ولایت اطالیہ و تھرس میں ترکی حکومت کو تسلیم کرے اور ان کے متعلق اپنے خیالی بلطکوسلوں اور حرصانہ منصوبوں کو خیر باد کہے۔

۳) آج تک جس قدر یونانیوں کے ہاتھوں نقصان پہنچا ہے۔ اس کا معاوضہ اور جس قدر مصارف ترکوں کو برداشت کرنے پڑے ہیں۔ اسکی رقم ادا کرے (۴) دوران حملہ میں جو جنگ زیادتیوں کے ذمہ دار ہیں۔ ان کو ترکوں کے حوالے کرے۔

کہا جاتا ہے کہ ترکوں نے کہا کہ ان شرائط کے سوا کئے اور شرائط منظور نہیں ہو سکیں گی۔ اگرچہ اتحادی صلح کی کوشش میں مصروف تھے۔ مگر وہ قوت کو جمع کرنے سے بھی غافل نہ تھے۔ قسطنطنیہ میں انہوں نے میگزین تیار کر لئے۔ بحیرہ روم کی تقریباً تمام فوج قسطنطنیہ اور ورہ دانیال میں لائی گئی۔ کیونکہ ترکوں نے ورہ دانیال پر حملہ کا اندیشہ ظاہر کر دیا تھا۔ اور غیر جانبدار علاقہ میں پیش قدمی شروع کر دی تھی۔ جس کے متعلق اتحادیوں نے متفقہ طور پر حکومت انگلوراکو ایک نوٹ تحریر کیا کہ غیر جانبدار علاقہ میں فوجی نقل حرکت نہ کی جائے۔ اور ان جگہوں کا احترام کہا جائے۔ جس کے جواب میں حکومت انگلوراکو نے اطمینان دلایا۔

لیکن دوسری طرف ترک بھی اپنی قوت میں تازہ دم فوجوں کو بھرنی کرنے کے لئے کوشش کرتے رہے۔ رضا کاروں کی جماعتوں میں اضافہ ہوتا رہا۔ اور ترکان احرار کو جو برلن میں تھے۔ ان کو برلن سے واپس آنے اور مجاہد اسلام کی صف میں کھڑا ہونے کی ہدایت کی گئی جس کے دوسرے معنی یہ ہیں کہ ترکان احرار پھر فلسطینیہ اور ورہ دانیال پر قابض ہونے اور دول یورپ کے مقابلہ میں بشرط ضرورت شمشیر عثمانی کے جوہر دکھانے کا فیصلہ کر چکے تھے۔ ترکان احرار تو کہیں رہے۔

... قسطنطنیہ کی مسلم آبادی بہت بے چین تھی۔ وہ لوگ چاہتے تھے کہ ترک ترکان احرار قسطنطنیہ میں داخل ہوں۔ انہوں نے اس جگہ مظاہرے شروع کر دیے۔ ترکان احرار نے ان کو ہدایت کی کہ وہ مجاہدین کی آذناک صبر و سکون سے رہیں۔

غازی مصطفیٰ کمال پاشا نے ڈیلی میل کے نمائندے مسٹر وارڈ پرائس سے دوران ملاقات میں کہا۔

اب آگے جنگ کی ضرورت نہیں ہے۔ میں دل سے صلح کا خواہشمند ہوں۔ میں یونانیوں پر یہ جارحانہ حملہ کرنا نہیں چاہتا تھا۔ لیکن میں نے دیکھا کہ یونانیوں کو ایشیائے کوچک سے نکالنے کے سوائے دوسرا کوئی چارہ نہیں۔ ترکی سرحد کا جو مطالبہ ہم کرتے ہیں۔ اس میں شام و عراق عرب شامل نہیں ہے۔ لیکن جس حصہ میں ترک آباد ہیں۔ وہ ہم کو ملنا چاہیے۔ ہم کو ایشیائے کوچک پھر ورہ دانیال سے آنے جانے کی آزادانہ طور پر اجازت دیدیں۔ لیکن ہم چاہتے ہیں کہ بحرہ مارمورا پر ہدافمانہ انتظام کریں۔ تاکہ قسطنطنیہ کی حفاظت ہو سکے۔

مسٹر پرائس۔ اگر اتحادیوں نے قسطنطنیہ حیثیت سے انکار کیا۔

غازی مصطفیٰ کمال پاشا۔ تو میں مجبوراً اپنی فوج کو نیکر قسطنطنیہ پہ حملہ

کر دوں گا۔ اور یہ صرف چند دنوں کا کام ہے۔ ہم صلح سے قبضہ کو ترجیح دیتے ہیں۔ لیکن قدرتاہم اس کے لئے بچہ انتظار نہیں کر سکتے۔

دوسرا مطالبہ غازی مصطفیٰ اکمال پاشا کا یہ ہے کہ غیر ملکی لوگوں کو خاص خاص جو حقوق دیئے گئے ہیں۔ وہ چھین لئے جائیں گے۔ یونان اپنا تمام بڑھ میرے حوالے کرے اور پاپائی کے وقت جو کچھ اُس نے نقصان پہنچایا ہے۔ اس کا تاوان دے۔ نیز وہ ہر جگہ کانفرنس میں شرکت کے لئے آمادہ ہیں لیکن اگر کانفرنس ترکی علاقہ میں نہ ہوئی۔ تو وہ مجبور ہیں۔ اور ذاتی طور پر شرکت نہیں کر سکتے۔ جبکہ وجہ یہ ہے کہ انگورہ کی قومی مجلس ان کو جانے کی اجازت نہ دیگی۔

پیرس کانفرنس اگیا کہ اس طرح سے مشرق قریب کا حل اتحادیوں کے نقطہ نگاہ سے ہنایت ہی مشکل ہو گیا تھا۔ ترک اپنی فتوحات کے نشہ میں سرشار تھے۔ انہوں نے التوائے جنگ کی شرائط پیش کر کے مسئلہ مسٹ کو اور بھی پیچیدہ کر دیا۔ اور صلح کی گفت و شنید کے آغاز سے قبل وہ اپنی شرائط منوائی چاہتے تھے۔ اٹلی اور فرانس تو بالکل ترکوں کی شرائط ماننے پر تیار تھے۔ صرف برطانیہ ہی ہچکچاتی تھی۔ اخبارات شور مچا رہی تھیں۔ کہ ترکوں کی شرائط منظور کر لی جائیں۔ اور ان کے حقوق تسلیم کر لئے جائیں۔ انگلستان کی یہ ایک بھری رحمان رکھتی تھی۔ برطانیہ یہ چاہتی تھی۔ کہ ترکوں پر متفقہ طور پر دباؤ ڈال کر معاہدہ سیوسے کی کسی طرح سے تکمیل کرائی جائے۔

چنانچہ اس صعب ترین اور مشکل ترین وقت میں پیرس میں اتحادیوں کے درمیان ایک اور کانفرنس منعقد ہوئی۔ تاکہ مشرق قریب کا حل سوچا جائے اور آئندہ کی کانفرنس دینس میں وہ تجاویز پیش کر کے مشرق قریب میں امن و امان قائم کر دیا جائے اور اتحادیوں کی باہمی پھوٹ کا بھی سدباب کیا جائے۔ یہ کانفرنس مسٹبکے انجام میں ہوئی۔ اس میں اٹلی فرانس اور برطانیہ کے سفرا شامل تھے۔

اس کا نفرنس میں جانہ نے یہ اعلان کیا۔ کہ ایشیائی علاقوں میں افواج کا قیام لازمی ہے لیکن اس بات نے فرانسیسی اور اطالوی حلقوں میں بیجا اثر ڈالا۔ حکومت فرانس کو یقین تھا۔ کہ حکومت انگلہ اس وقت تک صلح کا نفرنس میں شریک نہ ہوگی۔ جب تک کہ اس کے مطالبات متعلقہ سرحد مر تفنی۔ اور تخلیہ ایڈریانوئل کو تسلیم نہ کیا جائیگا۔ چنانچہ اس نقطہ نگاہ کو مد نظر رکھ کر کانفرنس کا انعقاد عمل میں آیا۔

کانفرنس میں مشرقی معاملات پر بحث و تجویز ہوتی رہی۔ چار گھنٹہ تک یہ سلسلہ جاری رہا۔ دول فرانس اور اٹلی اس کوشش میں تھیں۔ کہ موادینہ میں ایک ابتدائی کانفرنس منعقد ہو۔ اور ترکان احرار کو اس میں شرکت کی دعوت دی جائے۔ اور اس میں ان کو یہ یقین دلایا جائے۔ کہ قسطنطنیہ تقریباً اور ایڈریانوئل ان کے حوالے کیا جائیگا۔ لیکن لارڈ کرزن نے کہا کہ معاہدہ میوینہ میں ذرہ برابر ترجمہ بھی صرف کانفرنس مصالحت میں ہی ہو سکتی ہے۔ لارڈ کرزن کی اس مخالفت کو دیکھ کر فرانس اور اٹلی نے ترکوں کو علیحدہ علیحدہ مکتوب لکھنے کی ٹھان لی۔

فرانس کا ارادہ تھا۔ کہ قسطنطنیہ ترکوں کو مکمل طور پر واپس دیدیا جائے اور دول متحدہ کی افواج واپس بلالی جائیں۔ البتہ تقریباً پر ترکوں کی بادشاہت اور جمہیتہ الاقوام کی سیادت ہوگی۔ آبنائے سے فوج ہٹالی جائیگی۔ لیکن بعض پیش بندیاں ضرور کی جائیں گی۔ جب لارڈ کرزن نے فرانس اور اٹلی کا ایسا رویہ دیکھا تو وہ بھی مان گئے۔ کہ ایک متحدہ مکتوب ترکوں کے پاس بھیج دیا جائے۔ چنانچہ دول متحدہ کی طرف سے ذیل کا مکتوب بھیجا گیا۔

ترک یونانیوں اور دول متحدہ کے درمیان ایک باہمی معاہدہ صلح مرتب کرنے کے لئے جس قدر جلد ممکن ہو سکے مملکت برطانیہ۔ فرانس۔ اٹلی۔ جاپان۔ رومانیہ۔ یوگوسلافیہ۔ ترکی اور یونان کے سفراء وینس یا کسی اور جگہ جمع ہوں

دول متحدہ تیار ہیں۔ کہ ترکوں کی اس سرحد کا تعین کر دیں۔ جو پہلے بیان کی جا چکی ہے۔ یہ یقین کیا جاتا ہے کہ ترکی اور اس کے ہمسایوں کے مفاد کو تحفظ کے لئے بعض علاقوں میں تخفیف اسلحہ و فوج کی تجویز منظور کی جائیگی۔ ان تجاویز سے مقصود اقتدار کی بحالی اور مصالحت ہے۔ تاکہ انجام کار دورہ دانیال۔ بحیرہ مامورا۔ اور باسفورس کی آزادی کے لئے جمیعہ الاقوام کی سیادت میں قابل یقین کفالت کا تبیق ہو سکے۔ بعض قبیل المتعداد آبادیوں کے نسلی اور مذہبی مفاد کی محافظت کی جاسکے۔

دول برطانیہ فرانس۔ اٹلی ترکوں کو جمیعہ الاقوام میں داخل کرنے کی حمایت کریں گی۔ دول متحدہ وعدہ کرتی ہیں کہ جب معاہدہ کا اثر ظاہر ہو جائیگا۔ تو قسطنطنیہ چھوڑ دیا جائے گا۔

کافر نس کے انعقاد سے پہلے دول متحدہ اپنے اتراؤ رسوخ کو کام میں لا کر یونانیوں کو اس خط پر پیا ہونے پر مجبور کر دیں گی جس سے دول متحدہ کے جرنیل ترک اور یونانی افسر منظور کریں گے۔ اس مطلب کے لئے دول متحدہ کے نمائندے اور غازی مصطفیٰ کمال پاشا مدانیہ یا احمدہ کے مقام پر گفتگو کریں گے اس مکتوب کے انجام میں اس یقین کا اظہار کیا گیا تھا کہ دول متحدہ مصالحت کے بعد ترکی سے ایک حلیف سلطنت کی طرح موالات کریں گے قابل ہو جائیگی۔

الغرض اس کافر نس کا یہ نتیجہ برآمد ہوا کہ ہر سر دول نے ترکوں کو شرکت کافر نس کی دعوت دی۔ اور اس بات کے مواعید کئے کہ سرحد رضی معہ ایڈریا نوپل تسلیم کر لی جائیگی۔

اور غیر جانبداری کی ذمہ داری کے ساتھ آبناے پر ترکی بادشاہت

مان لی جائیں گی۔
ترکان احرار کے ارادے | اب دیکھنا یہ سنت کہ ترککان احرار اس مکتوب

کو کس زاویہ نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ اس کے متعلق صحیح خبر معلوم نہ ہوئی۔ کیونکہ متضاد خبریں آتی تھیں۔ قسطنطنیہ کے بعض حلقوں میں یہ مشہور تھا کہ اس مکتوب کا بہت اچھا اثر ہوا ہے لیکن دیگر حلقوں کی اطلاعات سے یہ پتہ چلتا تھا کہ ترکوں کا رویہ غیر مصالحانہ ہے۔ وہ اس بات پر زور دے رہے ہیں کہ تھریس فوراً غیر مشروطہ طور پر ترکوں کے حوالے کیا جائے اور کافر فرانس میں نمایندگان روس کو بھی شرکت کی دعوت دی جائے۔ ہاں اس مکتوب کا اتنا اثر ضرور ہو گا کہ انگور ایس اعتدال پسندوں اور انتہا پسندوں میں سیاسی مخالفت رونما ہو گئی۔ جیسا کہ ٹائمز کے نامہ نگار قسطنطنیہ نے اطلاع دی تھی۔ اعتدال پسندوں کی طرف از روہ جماعت تھی۔ جو جنگ کی مخالف تھی۔ اور انتہا پسندوں کے حامی فوجی افسر تھے۔ جو فتوحات کے نشہ میں سہ مشغول تھے۔ اور اطمر نے کے لئے تیار تھے۔ بالشویک سفیر بھی اس موخر الذکر جماعت کا طرفدار تھا۔ حکومت فرانس نے اپنے نمایندہ کی معرفت ترکوں کو معتدل حکمت عملی پر لانے کی از حد کوشش کی۔ مگر حکومت فرانس اس میں کامیاب نہ ہو سکی۔ کیونکہ خود غازی مصطفیٰ اکمال پاشا جنگ کی حمایت میں تھے نیز حکومت انگور نے غرم معمم کر لیا تھا کہ تھریس پر قبضہ کر لیا جائے۔ مجلس عالیہ نے کثرت رائے سے غازی مصطفیٰ اکمال پاشا کو یہ حق عطا کر دیا۔ کہ جب تک ترکان احرار کے مطالب کامیابی کے ساتھ حاصل نہ ہو جائیں جنگ جاری رکھی جائے۔

ان واقعات اور مابعد کے واقعات سے یہ پتہ چلتا ہے کہ ترکان احرار تھریس پر ضرور قبضہ کرنا چاہتے تھے۔ دوسرا وہ یہ چاہتے تھے کہ درہ دانیال پر بھی ضرور قبضہ ہو جائے۔ اگر درہ دانیال کے تمام قلعوں پر قبضہ نہ ہو تو کم از کم ایک آدھ مشہور قلعوں پر قبضہ ہو جائے۔ دیگر ان کا یہ مطلب تھا کہ غیر جانبدار علاقوں میں گھس کر ٹرکی کے تمام ممالک محروسہ پر قبضہ کر لیا جائے

ان اغراض کو مد نظر رکھتے ہوئے ترکوں نے اپنی فوجیں اطراف و اکناف میں پھیلا دیں۔ یعنی کچھ درہ وانیال کی طرف بڑھیں۔ کچھ غیر جانبدار علاقوں کی طرف اور کچھ اُسمد پر مجتمع ہونی شروع ہوئیں۔ پہلے ہم آپ کو ان افواج کا حال سناتے ہیں۔ جو چٹاق کیطرت بڑھی تھیں۔

ترکی فوج کی پیشقدمی چٹاق کیطرت | جب انگریز ایسی صورت حالات تھی کہ خود سرِ عسکر جنگ کے لئے آمادہ تھے۔ تو دیگر فوجی افسروں کا کیا کہنا۔ بس ترکوں نے اتحادیوں کے مکتوب کی طرف کوئی توجہ نہ کی انکی فوجیں غیر جانبدار علاقوں میں تو پہلے ہی گھس چکی تھیں۔ بڑھتے بڑھتے غیر جانبدار علاقہ کی آخری حد تک پہنچ گئیں۔ باوجود اس امر کے کہ اتحادیوں نے متعدد بار ترکوں کو غیر جانبدار علاقہ کے احترام کو مد نظر رکھنے کی تاکید کی تھی۔ مگر انہوں نے اپنی پیش قدمی کو بند نہ کیا۔ چنانچہ ترکی سوار بغہ کے نواح میں جو غیر جانبدار علاقہ کی حد پر چٹاق سے ۵۰ میل کے فاصلے پر واقع ہے جا پہنچے۔ گویا کہ اس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ اس وقت ترکوں کا مطمح نظر محض چٹاق تھا۔ یہ درہ وانیال کے ساحل پر ایک نہایت ہی مشہور و معروف قلعہ ہے جس کو ترک اپنے قبضہ میں رکھنا چاہتے تھے۔ تاکہ قبضہ سمرنا اور مستحکم ہو جائے۔ غالباً یہ قلعہ اتحادیوں نے یونانیوں کو دیدیا تھا۔ بدیں غرض کہ یونانیوں کا قبضہ سمرنا پر مستحکم ہے۔ لیکن جب یونانی بھاگ گئے تو پھر اس پر اتحادیوں نے قبضہ کر لیا جس میں اتحادیوں کی متحدہ فوجیں رہا کرتی تھیں جب فرانسسوں اور اطالیوں نے ترکان احرار کی پیشقدمی اس قلعہ کی طرف دیکھی۔ تو انہوں نے اپنی فوجیں وہاں سے واپس بلا لیں۔ صرف برطانیہ کی فوجیں باقی رہ گئیں۔ فرانس کی اس کارروائی پر بہت لڑے فٹے ہوئی مارشل فاش نے بیان کیا۔ کہ ساحل کی زمین پر قبضہ جمائے رکھنا۔ اور عین وہ بار کی طرف پشت کئے رہنا نہایت ہی خطرناک ہے۔ اور چٹاق پر قبضہ قائم رکھنے کے لئے ایک لاکھ سپاہیوں کی ضرورت ہے۔ لہذا معمولی سی فوج چٹاق پر قابض

نہیں رہ سکتی۔ لیکن برطانوی سرکاری حلقوں میں یہ خیال ظاہر کیا جا رہا تھا کہ چناق پر اس وقت تک قبضہ ضرور رہیگا جب تک کہ غازی مصطفیٰ کمال پاشا یہ نہ بتائیں کہ وہ آئندہ کیا کرنا چاہتے ہیں۔

مزید برآں فرانس نے اس بات کا بھی اعلان کر دیا کہ اگر ترکوں سے لڑائی چھڑ جانے کا احتمال ہوگا۔ تو فرامیسی فوجیں ترکوں سے ہرگز نہیں لڑیں گی۔ برطانیہ نے کہا کہ اگر ترکوں سے جنگ کا موقع آگیا۔ تو وہ تنہا ہی میدان میں اترے گی۔ لیکن اس پالیسی سے ملک میں سخت ہل چل مچ گئی۔ مزدور پارٹی جنگ کے سخت مخالف تھی۔ لہذا برطانیہ کو پھر یہ کہنا پڑا۔ اگر کوئی طاقت اس کے ساتھ شامل ہوئی۔ تب وہ ترکوں سے لڑے گی۔ ورنہ کیلی نہیں لڑے گی۔

برطانیہ کا قیودہ ارادہ تھا۔ لیکن حکومت عالیہ ملیہ انگلور اصم ارادہ کر چکی ہوئی تھی۔ کہ جب تک ترکان احرار چناق پرنفا بفس نہ ہو جائیں۔ وہ صلح کی گفت و شنید نہیں کریں گی۔ اور اس قبضہ کے بعد حکومت ملیہ کیلی پولی میں مکمل قلعہ گیر فوج رکھنا منظور کر لیتی ہیں۔ ترکان احرار غیر جانبدار علاقہ میں ٹھکے چلے گئے۔

اٹھائے راہ میں ترکان احرار نے درہ دانیال کے ایشیائی ساحل پر قبضہ آئیرینی پر قبضہ کر لیا۔ اور کم کلید کی طرف بڑھے۔ یہ مقام اہم کلید اور مقام کامیابی ہے۔ اس وقت ترکان احرار کے ہمراہ بڑے بڑے کوچمانے تھے۔ برطانی ہوائی جہاز ترکان احرار کے محاذات پر اڑتے تھے۔

۲۳ ستمبر کو ایک ترکی سوار دل کی ایک زبردست جماعت چناق کے علاقے میں سرحد کے اس پار چلی گئی۔ یہ جماعت موضع ارمن گیتی کے قریب برطانوی محاذ سے گولی مار پر جا پہنچی۔ چناق کے گورنر نے اس جماعت کو پسپا ہونے کے لئے کہا۔ کیونکہ وہ غیر جانبدار علاقہ میں مداخلت بے جا کا ارتکاب کر رہی تھی۔

جنرل شیل ورٹھ نے ۲۴ ستمبر کی صبح کو چھ بجے ترکی مجلس شوریٰ کے ارکان سے ملاقات کی۔ جنرل ہرنگٹن نے بھی نمایندہ احرار تقیم قسطنطنیہ کو طلب کیا۔

تاکہ وہ اس سے اس موقع پر درخواست پیش کریں لیکن نمایندہ موصوف نے صاف کہہ دیا۔ کہ وہ ترکان احرار کی طرف سے غیر جانبدار علاقہ کے احترام کا وعدہ نہیں کر سکتے۔ اگرچہ انہیں متنبہ کر دیا گیا ہے۔ کہ جارمانہ کارروائی سے مراد برطانیہ عظمیٰ سے جنگ ہے۔ لیکن انہوں نے کسی قسم کا وعدہ نہیں کیا۔ بایں ہمہ امید کی جاتی ہے کہ غازی مصطفیٰ کمال پاشا بیرونی مصالحانہ مشوروں سے بجا طور پر غیر جانبداری میں رخنہ اندازی کے لئے تیار نہ ہونگے باوجود اتحادیوں کی ان یادداشتوں کے ترکان احرار نے اپنی پیشقدمی میں کوئی فرق نہ آنے دیا۔ وہ برابر چٹاق کی طرف بڑھتے چلے گئے۔

ترکوں کی پیادہ فوج نے جو سمرنا سے آ رہی تھی۔ بالیکیری پر جو برومہ سے ۵ میل کے فاصلہ پر ہے قبضہ کر لیا۔ نین ڈویژن پندرہ کے قریب جوار میں موجود تھے۔ خیر تو یہ رہی کہ باوجود ترکوں کی پیشقدمی کے برطانوی افواج سے کوئی جنگ وقوع پذیر نہ ہوئی اور نہ غالب امید تھی۔ کہ چٹاق پر ضرور جنگ ہوگی۔ مگر اس جگہ نہ تو ترکوں نے اتحادیوں پر حملہ کیا اور نہ ہی اتحادیوں نے ترکوں کو کوئی تکلیف دی۔ مخالف فوجیں مخالف سمتوں میں ڈیرہ ڈالے رہیں۔ ترک چاہتے تھے۔ کہ پہلے اتحادی حملہ کریں۔ مگر اتحادی طرح جنگ نہیں ڈالنی چاہتے تھے۔ اتحادیوں نے باوجود اس خاموشی کے اپنے بحری بیڑے وہاں جمع کر دیئے اور ملک بھی طلب کر لی۔

ٹائمز کے نامہ نگار تقیم قسطنطنیہ نے چٹاق پر ترکوں کی پیش قدمی کو چند مختصر الفاظ میں بیان کیا ہے۔ جو ہم اس جگہ درج کرنا ضروری خیال کرتے ہیں۔ نامہ نگار مذکور لکھتا ہے۔ کہ تیسری ہزار ارجنٹ کے سوار رسالہ کی ایک جماعت کو سب سے اول اس بات کا علم ہوا کہ ترک غیر جانبدار علاقہ کی حدود میں داخل ہو گئے ہیں۔ دو سو ترک سواروں نے چٹاق سے ۷ میل کے فاصلہ پر سہراچلی پر قبضہ کر لیا اور وہاں کے باشندوں سے وہ انگریزی

سپاہ کی نقل و حرکت کے متعلق دریافت کر رہے تھے۔ خود انگریزی کمانڈر ترکی رسالہ کے کمانڈر کے پاس گیا۔ اور کہا کہ وہ غیر جانبدار علاقہ میں داخل ہو گئے ہیں جس کے جواب میں ترکی کمانڈر نے کہا کہ اس کو مطلق اس کا علم نہیں ہوا اور نہ اس نے انگریزی جھنڈے کو حدود پر دیکھا۔ بلکہ وہ مسلح یونانی جاغتلوں کے قنائب میں آیا تھا۔ تب اس سے یہ کہا گیا کہ وہ اس علاقہ کو خالی کر دیں۔ لیکن ترکی کمانڈر نے کہا کہ میں بغیر اپنے افسر اعلیٰ کے علم کے ایسا نہیں کر سکتا۔ اس کے بعد انگریزی رسالہ خود پیچھے ہٹ گیا۔ اس کے بعد پھر چار سبے سہ پہر کو آٹھ سو ترک سوار غیر جانبدار علاقہ میں داخل ہوئے جن میں سے ایک سو پچاس حملے قریب پہنچ گئے۔ اس کے بعد پھر انگریزی سواروں کا ایک اور طاق تور دستہ بارہ بج سے آگے بڑھا۔ اور اس نے یہ خواہش کی کہ وہ ترکی رسالوں کے کمانڈر (جو ایک کرنل تھا) سے گفتگو کرنا چاہتا ہے۔ ترکی کرنل نے اس کے جواب میں کہا کہ ترک انگریزی فوج سے جھگڑا کرنا نہیں چاہتے۔ بشرطیکہ انگریزوں کی شرائط کو مان لیں۔ انگریزی رسالہ پیچھے ہٹ گیا۔ اور اس نے آبنائے کے انگریزی کمانڈر انجیف کو اطلاع دی جس نے چناق کے ترکی گورنر کو لکھا کہ وہ ترکی رسالہ کے کمانڈر کو متنبہ کر دیں کہ اس کا رد والی کا نتیجہ ترکی کے لئے بہت ہی خراب ہو گا۔

ترکی گورنر نے اس کے جواب میں لکھا کہ ترکی کرنل اسکی درخواست کو منظور نہیں کرتا۔ اس عرصہ میں ترک برابر آگے بڑھتے رہے۔ اور انہوں نے چناق اور ارگینی کی سڑک پر تین فوجی استحکامات کو منہدم کر دیا۔ استحکامات کو منہدم کرنے کے بعد ترکی کمانڈر ایک سعید جھنڈا لیکر آگے بڑھا۔ اور اس نے یہ خواہش ظاہر کی کہ وہ دوسرے روز صبح کو انگریز کمانڈر سے بھٹام پیری ملاقات کرے گا۔ اس کو جواب دیا گیا کہ اگرچہ ترکی کمانڈر نے بالارا وہ غیر جانبدار علاقہ میں زبردستی مداخلت کی تاہم انگریز کی رسالہ انگریزی سے

بے صلح تک پہنچ جائیگا۔ تو انگریزوں کو اس سے بخوشی ملاقات کر لیا۔
اب خواجہ کافرنگا کی بھی ارادہ ہو بلکہ ان کے لئے اس قدر سہولتیں ملانے پر اب
بھی قبضہ کر لیا ہے کہ وہ وہاں چلی گئی۔ انہیں یہاں سے لے کر آگے کے
راستہ کو خودوش بنا سکتے ہیں۔ اس سے پہلے سبقت کے ایک تار میں قوم
نہا کر ان کی مجلس نمبر لایا ہوا ہے کی جانب اشارہ ہے اور اس کے آگے بڑھا
بروز ایک اور انہیں کے خط نمبر کے ساتھ ایک ہفتہ کی مسوار رسالہ
بھی بطور نامے۔ وہاں ہزاروں اور سو سو ہزار روپے کی پولی پر گولہ باری
ہونے کے خوف سے وہاں سے دوسرے ملکوں کی طرف پلے گئے۔

تھریس اور قسطنطنیہ پر قبضہ | اسی زمانہ میں یونانیوں نے یونان پر قبضہ کرنے کے خیال
یاگی تھیں کہ غازی مصطفیٰ کمال پاشا نے ایک چٹاق پر حملہ کرنے کے خیال
کو بدل دیا۔ کیونکہ تھریس میں یونانی مسلمانوں کی بہت سی تعداد تھی۔ اس لئے
پہلے وہاں پہلے ہی غازی مصطفیٰ کمال پاشا کو انہیں اس کے ایک تھریس کے ایک
اغراض تو یہی تھے کہ وہاں جنگ جاری رکھی جائے۔ اس وقت یونانیوں کی
ناپاک حرکت ظلم و ستم نے ترکمان احرار کو مشتعل کر دیا۔ لہذا انہوں نے چٹاق
پر قبضہ کرنے کی تجویز کو ملتوی کر دیا۔ تاکہ سب سے پہلے تھریس کو یونانیوں سے
پاک و صاف کیا جائے۔ اور مسلمان آبادی وہاں کی ان ذاتوں سے محفوظ
رہ سکے۔ اور ہزاروں صلح کرانے کی دھن میں لگے ہوئے تھے۔ پیرس میں
اجلاس پر اجلاس ہو رہے تھے۔ ان اجلاس میں یہ فیصلہ ہوا تھا کہ ترکمان
احرار کی شرائط مان لی جائیں۔ اور تھریس کو واپس ویدیا جائے اور صلح کافرنگا
میں بھی ان کو شریک کیا جائے۔ یہ سب باتیں انہوں نے اپنے مستند مکتوب میں
تسلیم کر لی تھیں۔ ہوا آپ پیچھے چھوڑ کر۔ لیکن ابھی صلح کافرنگا کے انعقاد کی
کوئی تاریخ مقرر نہ ہوئی تھی کہ غازی مصطفیٰ کمال پاشا نے اتحادیوں سے
درخواست کی کہ ان کی فوج کو سب سے اول تھریس پر قبضہ کرنیکی اجازت دیدیں

اگر مظلوم مسلمان آبادی کو زبردستی اس کے گھر سے اوردہ دینا چاہیے تو ہر فرد اس کا
سکتا ہے۔ اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے
و نواح میں واقع ہیں۔ یہاں پر اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے
نے احمد پرنسپل فوجی اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے
نفس و جان جو تھے علاقہ فوجی اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے

حمید بے نائیدہ ترکان، احمد پرنسپل فوجی اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے
ترکان اترار نے عزم جمیم کر دیا۔ یہاں پر اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے
بروک تھام کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے
وقت تک کوئی نہ چلا بیٹھ گیا۔ یہاں پر اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے
یہ پسند نہیں کرتے کہ وہاں اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے
ترکوں کے حواس کو دیا جائے۔

حمید بے نے یہ بھی کہا کہ اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے
وردہ دانیال عبور کرنے کی اجازت دی گئی تھی۔ اگر اب ترکوں کو اجازت نہ دی
گئی۔ تو اتحادیوں کی جنس اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے
افواج دانیال گئی۔ تو اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے
ہوں گے۔

اتحادیوں کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے
اس امر کے متعلق یہ سمجھا گیا کہ اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے
وقت وردہ دانیال اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے
جائیں گی۔ یہاں پر اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے
کو روکیں گے۔ یہاں پر اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے
اور یہاں پر اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے
کمالی پاشا جہاں چاہیں مصطفیٰ کمال کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے

میں جلسہ منعقد ہو۔ خواہ سمرنا میں۔ یا کسی اور جگہ۔

ایک طرف تو ترک اتحادیوں کی کوئی بات نہیں سنتے تھے۔ دوسری طرف بالمشو یک بھی ترکوں کی امداد پر اترا آئے تھے۔ ان کا خاص مقصد یہ تھا کہ درہ دانیال ترکوں کے ماتحت رہے۔ یہ بیان کرنا کبھی بے جا نہ ہو گا کہ اس وقت لینن بالشو کیوں کا سردار بیمار ہو کر چھ ماہ کی رخصت پر چلا گیا تھا۔ اور اس کی جگہ ایک مسلمان بالشو کیوں کا صدر مقرر ہوا تھا۔ اور وزیر خارجہ بھی ایک مسلمان ہی تھا۔ خدا کی قدرت کا ملاحظہ فرمائیے۔ کہ روس کی وہ سر زمین ہے۔ جہاں کبھی کوئی مسلمان حکمران نہیں ہوا ہے۔ لیکن اب اسلام کی ترقی کا زمانہ کہتے۔ یا اعداء کی بد بختی یا زوال کا وقت سمجھتے۔ کہ اس سر زمین روس پر مسلمان حکمران ہے۔ چنانچہ حکومت روس نے غازی مصطفیٰ اکمال پاشا کی فوجی کارروائیوں کا ملاحظہ کر کے انقلابی فوجی مجلس کا ایک غیر معمولی جلسہ منعقد کیا جسکی صدارت ٹراشکی کے وزیر تھی۔ اس جلسے کی قراردادیں خفیہ بھی گیر تھیں۔ لیکن باخبر لوگ کہتے تھے کہ مجلس کو ریفیصلہ کیا ہے کہ جمہوریہ تفتاز اور ماسکو کی تمام فوجیں جو فقط زاور بچہ اسود کے بیڑے میں متعین ہیں۔ فوراً جنگ کے لئے تیار کر لی جائیں۔ یہ بھی خیال کیا جاتا ہے کہ سویت سپاہ کا ایک جیش پہلے ہی سے انگور کی سرحد پر مقیم تھا۔ اس غرض سے کہ اگر قسطنطنیہ کی طرف ترکی ہتھیادہنی ہوئی۔ تو فوراً بڑھ کر مصطفیٰ اکمال پاشا کی مدد کرے۔

نیروں اور انگورہ کے معاہدہ کی رو سے ماسکو تسخیر ورہ دانیال میں بھی غازی مصطفیٰ اکمال پاشا کی امداد کرنے پر تیار ہوا تھا۔ بشرطیکہ بحیرہ اسود میں کامل آزادی دی جائے۔ علاوہ بریں بالشو کیوں نے بشمار سامان اسلحہ اٹلی سے خرید کیا۔ تاکہ وہ جنگ کی صوت میں ترکان احرار کا ہاتھ کامیابی سے بٹا سکیں۔ خدا کی ذات پاک کی ہرمانیوں کا اندازہ کیجئے کہ وہی روس جو کسی زمانہ میں سلطنت ترکی کو بالکل ٹھہرپ کرنا چاہتا تھا۔ وہ آج ترکوں کا سب نے بڑھ کر

خیر خواہ اور دوست نظر آتا ہے۔ جہاں ترکوں کا پسینہ بہے وہ وہاں اپنا خون بہانے کو تیار ہوتا ہے۔ مگر یہ بات پوشیدہ نہ رہے کہ یہ روس اب زار کے زمانہ کا روس نہیں ہے۔ بلکہ یہ روس یورپ کی نیش کا زخم خوردہ ہے۔ ادھر ترک بھی یورپ کے ماتحتوں زخم کھائے ہوئے ہیں۔ جس طرح زخم خوردہ طرفین آپس میں ایک دوسرے کی ہمدرد ہو سکتی ہیں۔ اس طرح متضاد حالت کی طرفین ایک دوسرے کی ہمدردی نہیں کر سکتیں۔

آپ نیچے پڑھ آئے ہیں۔ کہ احمد پیر ترکان احرار نے اپنی افواج اور سالانہ جمع کر دیا تھا۔ جس سے معلوم ہوا۔ کہ ترکان احرار قسطنطنیہ اور تھریس پر حملہ کرنے کا ارادہ رکھتے تھے۔ ترکان احرار کی ان تیاریوں کو دیکھ کر فرانسیسی افسر اعلیٰ غازی مصطفیٰ کمال پاشا کی ملاقات کے لئے سمرنا گیا۔ تاکہ کسی بہتر سمجھوتہ کی صورت نکالے اور ترکان احرار جوش میں کوئی شتوخی نہ کر سکیں۔

حامد بے نے فرمایا۔ کہ فرانسیسی افسر اعلیٰ اور غازی مصطفیٰ کمال پاشا ملاقات کی کامیاب نتائج کی بہت ہی کم امید ہو سکتی ہے۔ کیونکہ حکومت انگور نے تھریس فتح کرنے کا مصمم ارادہ کر لیا ہے۔ اور کوئی طاقت اس ارادے کو نہیں روک سکتی۔ درحقیقت غازی مصطفیٰ کمال پاشا اور فرانسیسی افسر اعلیٰ کی ملاقات نتیجہ خیز ثابت نہ ہوئی۔ ترکان احرار کے حلقہ ہائے سیاسی میں نہایت ہی خوشگوار امیدوں کا اظہار ہو رہا تھا۔ ہر شخص کے منہ پر یہی الفاظ تھے۔ کہ تا وقتیکہ اتحادی تحلیلہ تھریس کی مکمل ضمانت نہ دیں گے ترک کی افواج کی فاختانہ پیش قدمی میں کوئی افواج حارج نہ ہو سکیں گی۔

کہا جاتا ہے۔ کہ ترکان احرار نے مطالبہ کیا۔ کہ قسطنطنیہ ۶ یوم کے اندر خالی کر دیا جائے۔ اور تھریس ۴۸ گھنٹہ کے اندر اگر ایسا نہ کیا گیا۔ تو ایک نازک حالت پیدا ہو جائیگی۔ اس اثنائے بہت سے کمائی افسر تھریس میں جا پہنچے۔

لیکن ترکان احرار کی مزید پیش قدمی کے متعلق خواہ چنانچہ پریا تھریس

اور قسطنطنیہ کی طرف مزید خبر کوئی نہ آئی۔ اگر آئی۔ تو سفیر دولت خدا وادان ^{نشان} مقیم شمل کے ذریعہ۔ یہ نہایت فرحت انر خبر یہ آئی۔ کہ ترکان احرار اور مجاہدین اسلام نے قسطنطنیہ اور تھریس پر قبضہ کر لیا ہے۔ یہ خبر کوئی کم خوشی اور انساباط کی خبر نہ تھی۔ کون اس خبر پر چھو لا نہ سکاے، کون اس خبر پر خوشی نہ کرے۔ اس خبر نے پہل اسلام کے دلوں میں روح تازہ اور طراوت بے اندازہ ڈال دی۔ ہر مسلمان خدا کا لاکھ لاکھ شکر ادا کر رہا تھا۔ مردہ جسموں میں جان آئی۔ ساکن قلوب میں خون متحرک ہوئے۔

معلوم ہوتا ہے۔ کہ ترکان احرار نے احمد سے آگے بڑھ کر سقوط طرمی کے رستہ درہ وانیال کو حصہ عبور کر کے قسطنطنیہ پر حملہ کر لیا ہو گا۔ اور فوجی افسران نے جن کے متعلق ہر اطلاع ملی تھی۔ کہ وہ تھریس میں پہنچ گئے ہیں۔ تاکہ وہاں کی مسلمان آبادی کو یونانیوں کے خلاف برا بھلا کہیں۔ قسطنطنیہ پر قبضہ کرنے کے بعد ترکان احرار کی خواجہ ہماراہ بیکر تھریس بھی حملہ کر دیا ہو گا اور اس پر قبضہ کر لیا ہو گا۔ مگر اس خبر کی تصدیق سرکاری طور پر نہ ہوئی۔ بلکہ آج تک اس خبر کی تصدیق یا تردید کوئی نہیں ہوئی ہے۔ جس سے یہ ثابت ہوتا ہے۔ کہ ان خاموشی نیم رضا۔ قسطنطنیہ اور تھریس کی فتح کی خبر بالکل درست ہو گئی۔ اگر یہ خبر غلط ہوتی۔ تو ریوٹر ایجنسی کی طرف سے فوراً اس کی تردید ہو جاتی یا سرکاری طور پر اس کے متعلق تشریح ہو جاتی۔ اتحاد مشرقی نے اس خاموشی مسلم کو اس طرح توڑا۔ کہ معتبر نامہ نگاروں کی اطلاع یہ ثابت کر رہی ہیں۔ کہ کمالیوں کی منتظم فوجیں غیر جانبدار علاقہ میں داخل ہو گئی ہیں۔ اور غازی مصطفیٰ اکمل پاشا درہ وانیال میں داخل ہو کر گیلی پولی اور تھریس پر بھی قابض ہو گئے ہیں۔ قسطنطنیہ کے اتحادیوں نے بھی شہر کو خالی کر دیا۔ اور یونان کا بادشاہ انقلاب کے اثر سے تخت سے برطرف کر دیا گیا ہے۔ سلطان المعظم خود تخت و سبت بردار ہو گئے ہیں۔ اور ترکی شاہی خاندان کے چند آدمی بالٹا چلے گئے ہیں۔ اور فی الحال

ترکی فوجیں ساحل یورپ پر غیر جانبدار خطہ میں رہتی ہیں۔

اگر مان لیا جائے کہ یہ خبریں صداقت کے بالکل برابر ہیں تو کوئی مضائقہ نہیں، ایسا کانفرنس میں اتحادیوں نے ترکوں کو علاوہ قبرص میں اپنے کاتھمی طور پر قرار کیا اور قسطنطنیہ مکمل صلح کے بعد مالی کنٹرول کا وعدہ کیا تھا لیکن یہ کانفرنس بعد بہت جلد ہی وکیل صلیح کی کانفرنس کے انعقاد کے بہت قبل قسطنطنیہ کے متعلق خبریں سننے رنگ میں موصول ہوئی تشریع ہو گئیں۔ جن سے یہ منتر شخ ہوتا تھا۔ کہ داعی قسطنطنیہ ترکوں کے لئے خالی کر دیا گیا ہے۔ یا ترکوں کا اس میں داخلہ ہو گیا ہے۔ کیونکہ آستانہ کی پرنسپل پارلیمنٹ نے اس شخص کو دیدیا تھا۔ اور ترکوں کا انھوں نے نئی پارلیمنٹ منتخب ہوئی۔ حکومت انگور نے رفعت پاشا کو قسطنطنیہ کا گورنر مقرر کر کے بھیجا۔ رفعت پاشا پہلے گورنر تھے اتحادی جنرلوں کے ایک جلسہ میں مدعوئے جہاں انھوں خوف انتشار پیدا کر کے ان کو غصہ سے گورنمنٹ قسطنطنیہ کی تباہی کا اچانک تذکرہ کیا۔ اس نے ترکی مسالیدہ کو صلبہ مذکور میں اس غرض سے بلایا گیا تھا۔ کہ گیلی پولی اور چناق کے غیر جانبدارانہ علاقہ پر برطانیہ کی ماتحتی میں ترکی جنرل رامہ قائم کرنے کا بحث مباحثہ کیا جائے۔ مگر پاشائے موصوف نے صاف انکار کر دیا۔ اور کہا۔ کہ کسی صورت اور کسی طریقہ پر بھی برطانوی ماتحتی منظور نہیں کی جاسکتی۔ پاشائے موصوف نے اس امر پر رضامندی ظاہر کی کہ اس معاملہ کو انگور میں طے ہونیکے لئے بھیج دیا جائیگا۔ ذرا بعد انہوں نے یکدم یہ سسٹمی خبر پھیلنا کہ دی جنرلوں کو سسٹائی۔ کہ میں آپ کو اطلاع دیتا ہوں۔ کہ آج دوپہر سے حکومت قسطنطنیہ کا کوئی وجود نہیں اور میں دکان کا گورنر بن گیا ہوں۔ لیکن میں مدینہ کانفرنس کی شرائط کا لحاظ ضرور رکھونگا۔ اور برطانی قبضہ کا احترام ضرور کرونگا۔ لیکن اندرونی معاملات میں کسی مداخلت کو گوارا نہیں کیا جاسکتا۔

ایک طرف تو ترکی پارلیمنٹ نے رفعت پاشا کا تقرر بطور گورنر قسطنطنیہ کیا۔ اور دوسری طرف ترک قومی پارلیمنٹ نے ۲۔ نومبر کو ایک جلسہ منعقد کر کے یہ فیصلہ کیا کہ سلطان العظم سے قطع تعلقی کر کے قومی پارلیمنٹ کے نام سے ملک پر حکمرانی کی جائے جب رفعت پاشا قسطنطنیہ پہنچے۔ تو قسطنطنیہ کی انتظامی کونسل نے جو رفعت پاشا کے

اشاروں پر حل رہی تھی۔ ایک اجلاس کر کے اتفاق رائے سے قرار دیا۔ کہ قسطنطنیہ و سلطان کے متعلق ترکی پارلیمنٹ کے مذکورہ بالا فیصلے کے مطابق عمل کر کے اس کا نفاذ کیا۔ جبہ راسمہ کے افسر اعلیٰ اور پولیس نے بھی ترکی پارلیمنٹ کے حق میں حلف و فاداری اٹھا لیا۔ اور رفعت پاشا نے اُن کو سابقہ عہدوں پر مستقل طور پر مقرر کر دیا۔ اگرچہ ترکی پارلیمنٹ کے قواعد و ضوابط کا اعلان تا فیصلہ صلح کا فرنس ملتوی رکھا گیا۔۔۔۔۔ اس تبدیلی حکومت پر لوگوں کو نین دن تک خوشیاں منانے کی اجازت دی گئی۔ تمام ترکی محلوں میں ایک جلوس نے گشت لگائی۔ جولا لیتیں ہلائی جھنڈے اور کمال پاشا کی تصاویر لٹے ہوئے تھے۔ اس سلسلہ میں ہزارا تہذیب و تمدن کی فیر کی گئی۔ اگرچہ قومی پارلیمنٹ نے بادشاہ سے قطع تعلقی کر لی تھی۔ اور قسطنطنیہ میں قومی حکومت کی بنیاد ڈالی تھی۔ مگر سلطان کو کسی قسم کی تکلیف دے بغیر قسطنطنیہ میں رہنے کی اجازت تھی۔ دائے انیسویں سلطان المعظم سلطان وحید الدین پر جو اس وقت تخت خلافت پر متمکن تھے۔ یہ سمجھے کہ شاید ترکان اصرار کوئی اُن کو تکلیف دیں گے۔ وہ تخت سے دست بردار ہو گئے۔ اتحادی اُکسا کر اُن کو مالٹا لے گئے حالانکہ ترکان اصرار نے اُن کی برطرفی کے متعلق کوئی سوال پیش نہیں کیا تھا۔ انہوں نے صرف سیاسی انتظامات قومی پارلیمنٹ کو دے دیے تھے۔ اور خلیفہ کی ذات کے متعلق انہوں نے یہ اظہار رائے کیا تھا۔ کہ تمام عالم اسلام سے خلیفہ المسلمین کے متعلق ایک عام مشورہ لیا جائیگا جو عام رائے کے مطابق منتخب ہوگا۔ وہی خلیفہ المسلمین مقرر ہوگا۔ خواہ سلطان وحید الدین منتخب ہو یا کوئی اور شاہنژادہ آل عثمان سے ہو۔ لہذا جب ترکان اصرار نے سلطان وحید الدین کے چھینکے سے مفرور ہو نیکو خبر سنی۔ تو انہوں نے ایک جلسہ میں سلطان کی اس حرکت کو احکام شرعیہ کے خلاف قرار دے کر ایک منہر سی فتویٰ کی بنیاد ڈالی اور سلطان کو تخت سے محروم کر دیا۔ اور شاہنژادہ عبد المجید کو تخت خلافت کے لیے منتخب کیا۔

متذکرہ بالا واقعات صاف طور پر ظاہر کر رہے ہیں۔ کہ ترکان اصرار کا قسطنطنیہ

میں داخلہ ہے۔ اگر اُن کا اس میں کوئی دخل نہ ہوتا۔ اور اتحادیوں کا ہی اقتدار
 دہاں قائم ہوتا۔ تو سلطان وحید الدین کو تخت چھوڑ کر بھاگنے کی کیا حاجت تھی
 پھر حکومت انگور نے ایک نیا اعلان یہ کیا۔ کہ آنا میں صرف ایک ہزار داخل
 ہو سکتا ہے۔ اور وہ بھی پروانہ اجازت حاصل کر کے۔ اور پھر چار ہزار داخل ہو
 جائے۔ تو نئی حکومت کو سلام کرے۔ جب رفعت پاشا نے کوئی گورنمنٹ کا اقتدار
 قسطنطنیہ میں قائم کر لیا۔ تو پھر انہوں نے اعلان کیا۔ کہ اتحادی فوراً قسطنطنیہ کو
 خالی کر دیں۔ کیونکہ ایک شہر میں دو حکومتیں قائم نہیں رہ سکتیں۔ بعد ازاں ترکوں
 اور اتحادیوں میں کچھ دھینگا مشقی بھی ہوئی۔ اور شہر میں عام حالت امن مخدوش
 ہو گئی۔ اس پر اتحادیوں نے صدائے احتجاج بلند کی۔ اور ترکان اصرار کو قسطنطنیہ
 خالی کرنے کو کہا۔ اور دھمکی بھی دی۔ کہ اگر ایسا نہ ہوا یا شہر میں امن قائم نہ ہوا
 تو بوقت ضرورت شہر کا محاصرہ کر لیا جائیگا۔ جس میں تمام اتحادی متفق نظر آتے
 تھے۔ اور ظاہر کیا گیا۔ کہ مدانیہ کانفرنس کی خلاف ورزی کر کے قسطنطنیہ میں دخل
 کر لیا گیا ہے۔ اب بوثوق کہا جاسکتا ہے۔ کہ ترکان اصرار کا اگر قسطنطنیہ پر
 مکمل قبضہ نہیں ہے۔ لیکن داخلہ ضرور ہے۔ اور مکمل قبضہ صلح کانفرنس
 کے بعد ہوگا۔

مخبریں پر بھی ترکوں کا پھر برا مکمل طور پر لہرا رہا ہے۔ یہ علاقہ مدانیہ کانفرنس کی زیر نظر
 کے مطابق یونانیوں سے خالی کر اگر ترکوں کے حوالے کر دیا گیا تھا۔ اور رفعت پاشا
 وہاں کے گورنر مقرر ہوئے تھے۔

اب رط آبادوں کا معاملہ۔ سو وہ مکمل صلح کانفرنس میں طے ہوگا۔ جولائی
 میں منعقد ہوگی۔ پہلے اس کے انعقاد کی تاریخ ۱۳ نومبر تھی۔ لیکن بعد میں انعقاد
 کانفرنس کو کسی اور تاریخ تک ملتوی کر دیا گیا۔ اس کانفرنس کے حالات انشاء اللہ
 پھر کسی موقع پر سپرد قلم کئے جائینگے۔ اس جگہ اب صرف مدانیہ کانفرنس کے حالات
 لکھ کر اس کتاب کو ختم کیا جاتا ہے۔

مدانیہ کا نفرنس

ہم یہ ضرورت محسوس نہیں کرتے۔ کہ مدانیہ کا نفرنس کے مکمل حالات ناظرین کی خدمت میں عرض کئے جاویں۔ صرف ترکوں اور اتحادیوں کی شرائط ہی سمجھ کر ہم اکتفا کر بیٹھے۔ کانفرنس کا انعقاد ۱۰ اکتوبر کو شروع ہوا جس کا افتتاح جنرل بیرنگٹن نے کیا۔ ترکی وفد زیر سرکردگی عصمت پاشا مدانیہ کانفرنس میں شریک ہوا۔ اور یونانی وفد کانفرنس کے افتتاح سے ایک روز بعد مدانیہ پہنچا۔ اسکا صدر روڈیونیوس تھا۔ ترکوں نے مطالبہ کیا کہ پھریس فوراً خالی کر دیا جائے۔ مگر اتحادی اس میں کچھ لین و لعل کرتے نظر آتے تھے۔ اور کہتے تھے۔ کہ ناصح مکمل علاقہ پھریس اتحادیوں کے ماتحت رہے گا۔ مگر جنرل عصمت پاشا نے اصرار کیا۔ کہ پھریس بہت جلد خالی کر اگر ترکوں کا انتظام وہاں قائم کر دیا جائے۔ ساتھ ہی اس کے ترک تخلیہ چناق بھی چاہتے تھے۔ برطانوی مبصرین کی رائے تھی۔ کہ تخلیہ پھریس تو ممکن ہے۔ مگر تخلیہ چناق ناقابل تسلیم ہے۔ اتحادیوں نے کہا۔ کہ تخلیہ پھریس کی صورت میں عیسائی آبادی کی حفاظت کی ضمانت ترکوں کو دینی چاہئے۔ اُس وقت عصمت پاشا نے کہا کہ ہم مطالبہ کرنے والے کون ہو۔ ہم فاتح ہیں۔ اور ہمارا مطالبہ یہ ہے کہ نہ صرف مشرقی پھریس بلکہ مغربی پھریس بھی ہمیں بلا کسی شرط حوالے کر دو اگر ہمارے مطالبات نہ مانے گئے۔ تو ترکی فوج حملہ آور ہوگی۔

مختصر یہ کہ صلح کانفرنس میں کمی نثیب و فرار واقع ہوئے عصمت پاشا اس پر بہت ہی مشتعل ہوئے۔ انہوں نے کہا کہ ہم فوراً پھریس کو واپس لینا چاہتے ہیں۔ ورنہ حالت نازک پیدا ہو جائیگی۔ اتحادی ترکوں کے مطالبات فی الفور مان لینے کو تیار نہ تھے۔ ترکی فوجوں نے غیر جانبدار علاقوں میں بے پناہ شہروع کر دیا۔ اور چناق کے گرد سیاہ جمع کر فی شروع کر دی۔ بلکہ اتحادیوں میں بھی آپس میں تفاق پڑ گیا۔ کیونکہ فرانس ترکوں کے تمام مطالبات

تسلیم کرتا تھا۔ اور انگلستان بعض مطالبات کو نظر انداز کرنا چاہتا تھا۔ اس کے علاوہ حالات کے متعلق جنرل ہیریٹن نے کنڈن میں اطلاع دی۔ رات کے گیارہ بجے کا بینہ کا اجلاس منعقد ہوا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ترکوں کے جائز مطالبات مان لیے گئے۔ مگر تھلبہ چناق نہ مانا گیا۔ اور کہا گیا کہ اگر وہ تھلبہ چناق پر اصرار کریں تو اس صورت میں ان کو الٹی میٹم دیا جائے چنانچہ کا بینہ کے فیصلہ کے مطابق جنرل ہیریٹن کو اطلاع دی گئی۔ اور ساتھ ہی الٹی میٹم بھی بھیج دیا گیا جب جنرل موصوف کو یہ اطلاع بمبہ الٹی میٹم ملی۔ تو بہت حیران ہوئے کہ اب کیا کیا جائے۔ وہ ترکوں کی حالت سے خوب واقف تھے۔ انہوں نے اس وقت نہایت ہی عقلمندی اور فرزانگی کا اظہار کیا۔ اور الٹی میٹم کو چھپائے رکھا۔ اور اپنی حکمت عملی پر اڑے رہے۔ بہت اعلیٰ نفا۔ کہ تھلبہ چناق کا مسئلہ صلح کی کانفرنس کو کبھی فیصلہ پر پہنچنے کے بغیر ہی درہم برہم کر دے۔ انہوں نے کوشش کر کے پھر کانفرنس کا آغاز کیا۔ اور اپنی دانائی سے ترکوں کے غصے کو فرو کر کے صلح پر رائل کیا اور پھر اس کے متعلق یہ اقرار کیا کہ دو ہفتوں میں یونانیوں سے خالی کر کے ترکوں کا انتظام قائم کر دیا جائیگا۔

الغرض بہت رد و دک کے بعد ترک صلح پر رائل ہوئے۔ صلح نامہ پر طرغبن نے دستخط کر دئے اور التوائے جنگ ہوا۔ بعد ازاں جنرل ہیریٹن نے جب سے انگلستان کا الٹی میٹم نکال کر جنرل عصمت پاشا کو دکھلایا۔ اور کہا کہ میں نے ہی اپنی حکمت عملی سے جنگ کو روکا ہے۔ ورنہ انگلستان الٹی میٹم دے چکی ہوتی جس کو میں اب ٹکڑے نہیں کیا تھا اس پر جنرل عصمت پاشا نے جنرل موصوف کا شکریہ ادا کیا۔ شرائط ترکوں اور اتحادیوں کی ذیل میں درج کی جاتی ہیں۔

ترکوں اور اتحادیوں کی شرائط | اتحادی شرائط یہ تھیں۔ (۱) مشرقی تھرس ترکوں کو حوالے کیا جائے۔ خاص خاص علاقوں کو غیر مستحکم کیا جائے (۲) قسطنطنیہ سے اتحادی فوجیں ہٹائی جائیں۔ (۳) لیگ اقوام کے ماتحت دو ذیلیاں

باسفورس اور بحیرہ مارمورا کی آزادی کا یقین دلایا جائے۔ (۴) قلیل التعداد قومیں اور ان کے مذہب کی حفاظت۔ (۵) اتحادی اس امر میں ترکوں کی تائید کرینگے کہ اس لیگ کا قوام کا ایک رکن قرار دیا جائے۔ (۶) اتحادیوں کا فرض ہے کہ وہ یونانیوں کو اس علاقہ سے نکلانے میں اپنا اثرا استعمال کریں جس کے متعلق ترکوں۔ یونانیوں اور اتحادیوں میں باہمی فیصلہ ہو چکا ہے۔ (۷) ترکی کا فرض ہے کہ بغیر جانب دار علاقہ میں فوج نہ بھیجے گی۔ آبنائوں اور بحیرہ مارمورہ کو عبور نہ کیگی۔ +

ترکی مطالبات یہ ہیں۔ (۱) مشرقی تھریس ترکوں کو واپس دے دیا جائے (۲) عراق۔ عرب۔ شام اور ارض مقدس کا فیصلہ باشندوں کی رائے سے حل میں آوے۔ (۳) کارس۔ باطوم۔ ارداں کا فیصلہ بھی اسی اصول پر رہی ہو۔ (۴) مغربی تھریس خود مختار ہو۔ (۵) قسطنطنیہ اور بحیرہ مارمورہ کو مخالف حملوں سے محفوظ رکھا جائے۔ (۶) درہ دانیال کی آزادی کے متعلق جو کارروائی کی جائے اس میں ترکی اور متعلقہ دول اتحادی کا اتفاق ہونا چاہئے۔ (۷) قلیل التعداد اقوام کی حفاظت کے عمومی اصول ہونے چاہئیں جو اتحادیوں اور ان کے مخالفوں کے درمیان متفق علیہ ہیں۔ (۸) ترکی کے غیر ملکی باشندوں کی حفاظت کی جائے +

جلد چہارم تمام شد

الحمد لله اکبر

حکمت حق

سوانح عمری
امام مصطفیٰ کمال
جلد پنجم

از

ڈاکٹر محمد عبد اللہ اعوان ایم ڈی ہومیو پتھی فاضل

جسکو

اعوان بک ڈپوشہر سیالکوٹ
نے

تعلیمی برائیک میں صدیقی سٹریٹ میں شیرانوالہ دروازہ لاہور میں باہتمام ایم محمد فاضل ہومیو پتھی کراچی شائع کیا

فہرست مضامین سوانح عمری مصطفیٰ کمال پاشا جلد پنجم

| | | | |
|---------|----------------------------------|--------|---------------------------------|
| صفحہ ۵۳ | ترکوں کی فوجی تیاریاں | صفحہ ۲ | دیباچہ |
| ۵۵ " | حفظانِ صحت | ۹ " | تسخیرِ قسطنطنیہ |
| ۵۶ " | مصطفیٰ کمال کی تقریر | ۱۰ " | قسطنطنیہ میں ورود |
| ۵۸ " | جدید وزارت | ۱۱ " | قسطنطنیہ میں انقلابات |
| ۵۹ " | درہ وانیال کی مورچہ بندی | ۱۲ " | جدید قانونِ خلافت |
| ۶۰ " | میشاق سدا آباد | ۱۴ " | غازی راحت پاشا اور اتحادی جرنیل |
| ۶۱ " | غازی مصطفیٰ کمال کی تقریر | ۱۷ " | لوزان کانفرنس |
| ۶۳ " | مصطفیٰ کمال کی علالت | ۲۰ " | ترکی وفد کی واپسی |
| ۶۶ " | وفاتِ حسرت آیات | ۲۱ " | چین کی نیت |
| ۶۶ " | آتا ترک کا آخری پیغام | ۲۲ " | خلافت کا خاتمہ |
| ۶۷ " | رسم تدفین | ۲۷ " | نیا آئین |
| ۶۹ " | وصیت نامہ | ۲۹ " | اصلاحات کا دور |
| ۷۰ " | حریمِ انشرفین کی حفاظت | ۳۰ " | جمہوریت |
| ۷۱ " | آتا ترک کے اقوالِ نرین | ۳۲ " | تشکیلِ جمہوریت |
| ۷۳ " | زندگی کا فلسفہ | ۳۴ " | صدائیت |
| ۷۷ " | شکل و شباهت | ۳۵ " | انگور کی تعمیر |
| ۷۸ " | اخلاق و عادات | ۳۷ " | تسلیم و تربیت |
| ۷۹ " | بسالیت و شجاعت | ۴۰ " | لباس میں تبدیلی |
| ۸۳ " | مصطفیٰ کمال کا تدبیر | ۴۱ " | مستورات شاہراہِ ترقی پر |
| ۸۵ " | موقعہ شناسی | ۴۲ " | کاروبار کے متعلق اصلاح |
| ۸۶ " | حب الوطنی | ۴۳ " | لاٹینی رسم الخط |
| ۸۹ " | سیاستِ دانی | ۴۴ " | تقریبِ تولید |
| ۹۰ " | افسروں کی تابعداری | ۴۵ " | تقریبِ ختمہ |
| ۹۱ " | مصطفیٰ کمال کا ارادہ | ۴۵ " | تقریبِ بسم اللہ |
| ۹۴ " | اسلام سے محبت | ۴۶ " | تقریبِ سناخ |
| ۹۳ " | موت کا خوف نہیں | ۴۷ " | تجہیز و تکفین |
| ۹۴ " | خانی زندگی | ۴۸ " | سلسلہ رسل و رسائل |
| ۹۵ " | مصطفیٰ کمال کو بڑا مکران کی کوشش | ۴۹ " | صنعت و حرفت |
| ۹۷ " | تمت بالآخر | ۵۲ " | زراعت اور معدنیات |

دیباچہ

وائے افسوس ! مصطفیٰ کمال پاشا اس دار فانی سے حلت کر کے
 دارِ جاودانی سے ہمکنار ہوئے۔ اِنَّا لِلّٰہ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُونَ۔ دعا ہے کہ ربِّ
 غفور الرحیم آپ کو اپنے سایہ رحمت میں جگہ دیں اور آپ کی عاقبت بخیر ہو۔ آمین
 آپ کی وفات اس پانچویں حصے کی تدوین و طباعت کا باعث ہوئی
 آپ کے اس دنیاوی زندگی کے انقطاع کے ساتھ ہی واقعات کا بھی انقطاع
 اور خاتمہ ہوا۔ مگر یاد رکھیں کہ مصطفیٰ کمال کا صرف چند غصری ہی اس ظاہری
 کارگاہ سے کتم عدم کی طرف منتقل ہو گیا ہے۔ ورنہ مصطفیٰ کمال لمجاذ اپنی ذات
 و صفات اور کمالات اور کارناموں کے ہم میں زندہ ہیں۔ یہ ایک فلسفہ
 حیات ہے۔ جس کو خود مصطفیٰ کمال نے حل کر دیا۔ اس مسئلہ کا درس یوں
 دیا ہے کہ جو شخص اس جہانِ آفرینش میں رہ کر اپنے دورِ حیات کو اپنے
 کار و باری حلقہ کے اندر صرف اپنی زندگی تک ہی محدود رکھتا ہے اور اپنے
 چند روزہ مستعار نفوس کو خوش وقتی کے ساتھ گزارتا ہے۔ اور اپنے پیانگان
 اور اپنی آنے والی نسلوں کے لئے کوئی بہتر اور اصلاحیت رکھنے والا کام نہیں
 کرنا ہے تو ایسا شخص ضرور موت سے ہمکنار ہوتا ہے۔ دُنیا سے نیست و نابود
 ہو جاتا ہے۔ اور دُنیا سے بے نام و نشان مٹ جاتا ہے۔ کیوں؟ اسلئے کہ اُسے

پسماندگان اور اپنی آنے والی نسلوں کے لئے کوئی ایسا ظاہری نشان اس دار و گیر کے اندر نہ کہ میں نہیں چھوڑا کہ جس سے اس کا نام و نشان دنیا کے اندر باقی رہے۔ برعکس اسکے جس نے اپنے پسماندگان اور آئندہ آنے والی نسلوں کیلئے کوئی بہتر اور مفید نشان اپنی موت کے بعد باقی رکھا ہے۔ تو وہ موت سے بے شمار نہیں ہوا۔ صرف اس کا ظاہری جسم اس دنیا سے ناپید ہوا۔ ورنہ اس کا نام دنیا کے اندر ہمیشہ تک قائم رہے گا۔

پس مصطفیٰ کمالؐ کو بھی ہم اس کو فلسفہ حیات کے مطابق دیکھتے ہیں کہ وہ دنیا کے اندر زندہ ہے۔ اس کا نام زندہ ہے۔ صرف اس کا جسدِ فانی ہی مخفی ہوا ہے۔ کیوں؟ اسلئے کہ اس نے ٹرکی کی موجودہ اور آنے والی نسلوں کے لئے بہت کچھ کیا ہے۔ قدیم ٹرکی کا قدیم چولا اس نے تبدیل کر دیا قدیم ٹرکی کو جدید ٹرکی بنا دیا۔ ٹرکی کی سرزمین سے شخصی اقتدار کو مٹایا۔ اور جمہوریت کا جامہ جدید ٹرکی کو پہنا کر آراستہ و پرستہ کر دیا۔ کیا مصطفیٰ کمالؐ کا مرثیہ یہی ایک فعل اس کے نام کو رہی دنیا تک قائم و دائم رکھنے کیلئے کافی نہیں؟ اُسے ترکوں کے گھر کو اغیار کی دُشمنی سے بچایا۔ ٹرکی کی قدیم روایات کو برقرار رکھا۔ اور ٹرکی کی کھوئی ہوئی شان کو بحال کر دیا۔

اس کے علاوہ اُسے اپنے دور حیات میں ٹرکی میں کمی و صلاحی پر درگرم جاری کئے جنکے ذریعہ ٹرکی کی سرزمین نہ صرف سرسبز و شاداب ہو گئی ہے۔ بلکہ بے شمار مختلف قسم کی صنعت و حرفت اور کارخانوں سے مالا مال ہو گئی ہے۔ جس سے ٹرکی کی موجودہ اور آنے والی نسلیں ہمیشہ خوشحال زندگی بسر کریں گی۔

فوجی استحکامات ایسے مضبوط اور قوی بنایا دوں پر قائم کئے گئے ہیں کہ جنگ و دنیا کی کوئی مادی طاقت متزلزل نہ کر سکے گی۔ اور نہ ہی ٹرکی دنیا کی بڑی سے بڑی طاقتوں حکومت کے مقابلے میں جنبش پذیر ہوگی۔ بلکہ کوئی طاقت ٹرکی کی

طرف نظر اٹھا کر بھی نہ دیکھ سکے گی۔

مسلکہ تعلیم جوڑ کی کے اندر محدود تھا آج ہم دیکھتے ہیں کہ مصطفیٰ کمال کی کوشش دینی سے ملک کے اندر وسیع پیمانہ پر جاری و ساری ہے۔ تعلیم لازمی قرار دی گئی ہے۔ بے شمار ابتدائی مدارس جاری کئے گئے ہیں۔ جن سے شریک بچے ہزاروں اور لاکھوں کی تعداد میں تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔ کوئی وقت ایسا آئے گا کہ کوئی شریک بچہ جاہل نظر نہ آئے گا۔ اعلیٰ تعلیم کے لئے اعلیٰ مدارس اور کالج موجود ہیں۔

علاوہ اُنکے نقل و حرکت کے وسائل۔ ریل و رسائل کے ذرائع۔ زراعت و تجارت موجودہ سائنٹیفک ایجادات ملک کے اندر جاری و ساری ہیں۔ بھلا بتائیے کہ یہ جو کچھ مصطفیٰ کمال نے کیا ہے۔ صرف اپنی ہی ذات کیلئے کیا؟ نہیں جو کچھ کیا اپنے ملک اور قوم کیلئے کیا ہے۔ علاوہ ازیں مصطفیٰ کمال کی اور بھی بہت سی تجاویز باقی ہیں۔ جن پر آگے چل کر ملک کا رہنہ ہوگا۔ یہ سب کچھ اسلئے کیا کہ ملک میں کسی قسم کی کمی نہ رہے۔ اور ملک دوسری قوموں سے پیچھے نہ رہے۔ اور آنے والی نسلیں یہ نہ کہیں کہ ہمارے آباؤ اجداد نے کچھ نہیں کیا ہے۔

اب غور کریں کہ جب مصطفیٰ کمال کی جاری کردہ اصلاحات اور اصلاحی پروگرام اور سکیمیں اور تجاویز ملک کے اندر موجود ہیں۔ اور ملک اپنے کاربند ہے اور اُنہیں مستفید ہو رہا ہے۔ تو کیا آنے والی نسلیں اب بھی کہیں گی کہ مصطفیٰ کمال نے ہمارے لئے کوئی بہتری کا سامان ہتیا نہیں کیا ہے؟ ہرگز نہیں۔ بلکہ آنے والی نسلیں مصطفیٰ کمال کی ان تمام مساعی جمیلہ اور خدمات جلیلہ سے شکر گزار ہو کر اُنکے مفاد سے بہرہ اندوز ہونگی۔ شاہراہ ترقی پر گامزن ہو کر اپنی زندگی کے مقاصد میں کامیاب ہونگی۔ اور مصطفیٰ کمال کا نام نامی اور اسم گرامی ابد الابد تک زندہ اور

روشن کرینگے۔ اندرین حالات مصطفیٰ کمال ہرگز نہیں مرا ہے۔ وہ اب دلا بابت ک
اور رہتی دنیا تک زندہ ہے اور زندہ رہے گا۔ اسکا نام نامی اور اسم گرامی
شرکی میں بالخصوص اور اسلامی دنیا کے اندر بالعموم روشن اور منور رہے گا۔
ہاں مرنے والی نفس ذائقۃ الموت کی چاشنی سے اُسے آشنا ہونا تھا۔ سو وہ
ہو گیا۔ کیونکہ یتیم اللہ ہے۔ یہ کبھی نہیں ٹل سکتی۔ بڑے بڑے الٰہ العزیز
یعنیر۔ بزرگ۔ اولیاء۔ بہادر۔ پہلوان۔ بادشاہ موت سے نہ بچے۔ لیکن
اُن کی نیکو کاریوں اور بڑے بڑے کارناموں نے اِس صغیر ہستی پر اُنکے
ناموں کو روشن رکھا ہے۔ اِس طرح سے مصطفیٰ کمال کے کارناموں اور
اصولوں سے ترکی قوم اور آئندہ الی نسلیں فائدہ اٹھائیں گی۔ اور اُسکے نام کو
روشن اور زندہ رکھیں گی۔

لوزان کانفرنس کے بعد مصطفیٰ کمال کی ہنگامہ رانیوں اور جنگ آزمائیوں کا
خاتمہ ہوا۔ اور امن و امان کی زندگی کا دور دورہ شروع ہوا۔ آپ نے اِس وقت
فرصت کو غنیمت جانا۔ اور دوسری تگ و دو میں مشغول ہوئے۔ جو کہ امن و امان
کے زمانہ میں ہر ایک مصلح قوم کو مد نظر ہونا کرتی ہے۔ کیا عیش و آرام کی زندگی؟
نہیں۔ بلکہ اصلاحی پروگرام کی تعمیر کا آغاز ہوا۔

جنگ یونان ۱۹۲۲ء میں ختم ہوئی۔ اور مصطفیٰ کمال نے ۱۹۲۳ء کے
انجام میں داعی اہل کولتیک کہا۔ لہذا اصلاحی تجاویز کے لئے آپ کو صرف پندرہ
سولہ سال قدرت نے دئے۔ اِس تھوڑی سی مدت میں ترکی نے مصطفیٰ کمال
کی زیر نگرانی جس سرعت اور تیزی کے ساتھ مارج و محاسن حاصل کئے ہیں دُنیا
کی کوئی قوم ایسی سریع ترقی کی نظیر پیش نہیں کر سکتی۔ کیا یہ ترکی کیلئے حیرت انگیز
بات نہیں کہ ترکی نے اِس تھوڑی سی مدت میں وہ کچھ حاصل کر لیا جسکو دُنیا کی
متمدن سے تھوڑی توہیں بھی سالہا سال کی لگاتار اور مسلسل کوششوں سے بھی حاصل

کرنے کے قابل نہیں ہو سکتیں۔ بیشک یہ حیرت و تعجب کی بات ہے۔
 بلکہ دنیا ترکوں کی اس سیرجہ الاثر حکمت عملی پر حیران و ششدر رہے۔
 اس حصے کے اندر مصطفیٰ کمال کی صرف اصلاحی سکیموں اور تجویزوں کو
 درج کیا گیا ہے۔ علاوہ انہیں آپ کے اخلاق و عادات، شکل و شبابہت،
 بسالت و شجاعت اور اوصاف و محاسن وغیرہ پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ اور
 رٹکی کے اس مفکر اعظم اور مصلح اعظم کی زندگی کے حالات کو پایہ تکمیل تک
 پہنچا دیا گیا ہے۔ قبضہ تھریس اور قسطنطنیہ کے تھوڑے سے حالات شروع
 میں درج کر دئے گئے ہیں۔

چونکہ اب یہ تاریخ تکمیل ہو چکی ہے۔ ہم نے ہر طرح سے اس امر کی
 کوشش کی ہے کہ کتاب دلچپ اور مرغوب طالع ہو۔ ہمیں اس کتاب کے
 اندر مبالغہ آمیز باتوں سے احتراز کیا ہے۔ جب واقعات خود ہی دلچپ
 ہیں۔ تو ان پر رنگ چڑھانے کی ضرورت ہی نہیں۔ واقعات کو صحیح
 اور درست رنگ میں پیش کرنے کی کوشش کی ہے۔

اس پانچویں حصے کا دابہ تدوین یہ ہے کہ اسکو تین ابواب میں تقسیم کیا
 گیا ہے۔ پہلے باب میں قبضہ تھریس اور قسطنطنیہ وغیرہ اور لوزان کانفرنس کے
 حالات اور شرائط درج ہیں۔ دوسرے باب میں اصلاحی پروگرام۔ تیسرا کنڈرٹ
 مصطفیٰ کمال پادشاکی وفات اور تجہیز و تکفین کے حالات ہیں۔ تیسرے باب میں
 مصطفیٰ کمال کی شکل و شبابہت، اخلاق و عادات اور محاسن و اوصاف وغیرہ
 درج کئے گئے ہیں۔

ان تین ابواب میں پانچواں حصہ مکمل کیا گیا ہے۔ نہ صرف پانچواں حصہ ہی
 مکمل ہوا ہے۔ بلکہ مصطفیٰ کمال کی سوانح عمری پانچ حصوں میں پایہ تکمیل کو پہنچی
 ہے۔ الحمد للہ۔

اب ہم اس دیباچہ کو اسی جگہ ختم کرتے ہیں۔ اور ناظرین سے دعائے خیر کے متنبی ہیں۔ آمین و ملکہ دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ آپ کے اور ہمارے کاروبار میں اور زندگی میں خیر و برکت کرے۔ اور عاقبت بخیر انجام ہو۔ آمین !
خدا حافظ۔ یار زندہ اور صحبت باقی۔

مقام شہر سیالکوٹ تحریر یافت

۲۴ دسمبر ۱۹۳۸ء

نیامند

ڈاکٹر محمد عبداللہ ایم۔ ڈی۔ ہومیو پتھی فاضل

مالک اعوان بک ڈپو

شہر سیالکوٹ

بابِ اوّل

تخلیہ تھریس

جو تھے حصّے کے آخر میں ہم مدانیہ کانفرنس کے حالات اور شرائط صلح درج کر آئے ہیں۔ وہاں تخلیہ قبضہ تھریس اور قسطنطنیہ وغیرہ کے حالات درج نہیں کئے گئے تھے۔ اس حصّے میں یہ حالات بھی مدنیطین کئے جاتے ہیں۔

مدانیہ کانفرنس کی رو سے ہنگامی صلح قائم ہوئی۔ جانبین نے جنگ سے دست برداری کی اور مستقل صلح کے اصولوں کی بنیاد رکھی گئی۔

یونانیوں نے مدانیہ کانفرنس کی شرائط صلح پر بہت چیخ و پکار کی۔ دواویا کیا۔ مگر اب کیا کر سکتے تھے۔ شکست خوردہ تھے۔ ہزیمت اٹھائے ہوئے تھے فاتح قوم کے سامنے انکی کوئی پیش نہ گئی۔ اتحادی بھی اب فاتح قوم کی مخالفت نہیں کر سکتے تھے۔ اگر یونان کی جنبہ داری کرتے تو صلح کانفرنس کا اکھاڑا پھر اکھڑ جاتا۔ اور جنگ شروع ہو جاتی۔ لہذا اتحادیوں نے زور ڈالا کہ اس کشمکش کا خاتمہ ہو جائے۔ طوعاً کرہاً یونانی نمائندہ نے ۱۲ اکتوبر ۱۹۲۲ء کو حکومت یونان کی طرف سے معاہدہ مدانیہ پر دستخط کر دئے۔

اس اثنا میں ترکی افواج جو کہ جمع ہو چکی تھیں غیر جانبدار علاقہ میں پہنچ گئیں۔ جنرل میر بنلیکن نے ترکی سپہ سالار کی توجہ اس طرف منعطف کرائی کہ معاہدہ کی خلاف ورزی ہو رہی ہے۔ وجہ یہ تھی کہ ابھی ترکی افواج کو پیش قدمی بند کر نیکی

احکام نہیں پہنچے تھے۔ چنانچہ غازی عصمت پاشا نے جنرل سپرینٹنڈنٹ کو اہل مراکین دلیا کر معاہدہ کا احترام کیا جائے گا۔ اور ترک افواج کی پیش قدمی روک جائے گی۔

اسکے بعد مجلس مصالحت کے انعقاد کی گفتگو شروع ہوئی۔ اور معاہدہ کی شرائط کو عملی جامہ پہنانے کی تجویز شروع ہو گئی۔ بنا بریں تھریس سے یونانی افواج خست ہونے لگیں۔ ۱۳ اکتوبر سے ۲۹ اکتوبر تک یونانی افواج تھریس سے بالانساط یونان کو روانہ ہوتی رہیں۔ ۲۹ اکتوبر کو یونانی افواج کو لچاتالی آخری گاڑی تھریس سے یونان کی طرف روانہ ہو گئی۔ یونانی افواج کے تحلیہ تھریس کا یہ اثر یونانی آبادی پر ہوا کہ انھوں نے بھی افواج کی نقل و حرکت کے ساتھ ساتھ ہی نقل مکانی شروع کر دی۔ اور اپنے وطن مالوف کو ہمیشہ کیلئے خیر یاد رکھ دیا۔ ہرچند اتحادی اور یونانی افسروں نے اس آبادی کو یقین دلانے کی کوشش کی کہ انکی جان و مال کو کسی قسم کا خطرہ نہیں۔ لیکن ان کے دلوں پر فاتح ترکوں کا خوف اس قدر چھایا ہوا تھا کہ انکی کسی طرح بھی تسلی نہ ہوئی۔ اور اپنے افسروں کی ایک نہ سنی۔ ملک کو چھوڑ کر یونان کی راہ لی انھیں معاہدہ مدانیہ کی اہم شرط کا پہلا حصہ اس طرح پایہ تکمیل کو پہنچا۔ اور یہی ترکان احرار کا مشاقتا۔ کہ تھریس کا تحلیہ فوراً ہو جائے۔ تاکہ ترک سپر قبضہ کر لیں۔

مدانیہ کانفرنس کی شرائط کے مطابق اتحادیوں نے

قسطنطنیہ میں ورود

تھریس یونان سے خالی کر دیا۔ مجلس عالیہ ملیہ انورہ نے غازی رافت پاشا کو حاکم اعلیٰ مقرر کر کے بھیج دیا۔ غازی موصوف ۲۴ اکتوبر ۱۹۲۲ء کو پولیس کے دو سو سپاہی ہمراہ لے کر دار قسطنطنیہ ہوئے باشندگان قسطنطنیہ نے پرجوش استقبال کیا۔ بندرگاہ پر تمام اسلامی آبادی

جمع تہی جھنڈیاں لہرا رہی تھیں۔ فوجی نعروں اور فوجی باجوں سے قصائے آسمان گونج رہی تھی۔ اتحادی جرنیلوں اور غازی رافت پاشا نے مشورہ کر کے تھریس پریز کی قبضہ جمانے کے لئے ایک لاکھ عمل تیار کیا۔ جس کی رو سے تھریس کا علاقہ رفتہ رفتہ قبضہ میں آ سکتا تھا۔ چنانچہ مقامات قازانی شیوالو سرائے۔ جائز۔ دمار۔ کوئی کا انتظام اس تجویز کی رو سے یکم نومبر کو ترک قبضہ اقتدار میں آیا۔ اور قرق کلپ سجنوک کے علاقے ۸ نومبر کو صوبہ ورد ستوبا انتظام ۱۱ نومبر کو اور تھریس کے باقی حصص مرتقی تک ۲۰ نومبر سے پہلے ترکی کے زیر اقتدار آ گئے۔ غازی رافت پاشا حاکم تھریس قسطنطنیہ سے ترکی جنرل رامہ دپولیس کو مذکورہ بالا تاریخوں پر قبضہ کیلئے روانہ کرتے رہے۔

غرضیکہ غازی رافت پاشا نے قسطنطنیہ پہنچ کر سب سے پہلے

قسطنطنیہ میں انقلاباً

تھریس پر قبضہ کی تکمیل کی۔ اسکے بعد آپ نے قسطنطنیہ کے اختلالات کو درست کرنے کا ذمہ اٹھایا۔ باب عالی کی کمزوری اور چند افراد کی غدار کی وجہ سے شہر کا نظم و نسق اتحادیوں کے قبضہ میں آ گیا تھا۔ شہر کے اتحادیوں کے ہاتھ میں آچکا تھا۔ چنانچہ آپ نے تھریس کے قبضہ سے فارغ ہو کر شہر کے اندر ضروری احکامات صادر کر دیئے۔

۳۱ اکتوبر تک قسطنطنیہ میں عام طور پر یہ خیال کیا جاتا تھا کہ سلطان عبدالعزیز

خان، مجلس عالیہ ملیہ کو ملک کی نمائندہ جماعت منظور کر لینگے۔ اور دو عملی کاخاتہ ہو جائے گا۔ ۱۳ اکتوبر کو غازی رافت پاشا نے سلطان اعظم سے ملاقات کی اور چار گھنٹے تک گفتگو کرتے رہے۔ آپ نے سلطان کی خدمت میں مجلس عالیہ ملیہ کا نقطہ نگاہ پیش کیا۔ اور یقین دلایا کہ مجلس عالیہ ملیہ آپ کو معذول نہیں کرے گی۔ لیکن ترکی پارلیمنٹ کے رکھنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ کیونکہ ملک کی واحد نمائندہ جماعت مجلس عالیہ ملیہ انکوار ہے۔ ترکی کی مٹی ہوئی آبرو اور عزت کو محفوظ رکھو گا

سپریم کورٹ کے سرپرست اور آئینہ بھی ہی جماعت سیاہ و سفید کی مالک ہوگی۔ اسپریم کورٹ کے سرپرست نے ایک جلسہ منعقد کیا۔ جن میں یہ قرار دیا منظور کی گئی کہ حکومت انگور اسے استدعا کی جائے کہ باب عالی کو منسوخ نہ کیا جائے۔ کیونکہ دونوں حکومتیں ایک ہی مقصد کے حصول کیلئے کوشاں ہیں۔ لیکن حکومت انگور اس دو عملی کا فائدہ کرنے پر تیار ہوئی تھی۔ اور باب عالی کا جس نے ملت ترکیہ کے پیغام موت یعنی معاہدہ سیورے پر دستخط کئے تھے۔ خاتمہ کرنے پر تہیہ کئے بیٹھی تھی۔ اس درخواست کا جواب مجلس عالیہ ملیہ نے کچھ نہ دیا۔ کیونکہ وہ باب عالی کی ہستی کو ہرگز تسلیم نہ کرتی تھی۔

بلکہ یکم نومبر ۱۹۲۲ء کو مجلس انگور نے ایک جدید قانون پاس

جدید قانون خلافت

کیا۔ جو خلیفہ کی حیثیت اور خلافت کے متعلق تھا۔ اس

قانون میں منظور کیا گیا کہ ۱۶ مارچ ۱۹۲۰ء سے سلطنت ترکیہ کی حکومت مجلس عالیہ ملیہ کے ہاتھ میں ہے۔ اس مجلس کے سوا کسی دوسرے اقتدار یا نظام حکومت کو ملت ترکیہ تسلیم نہ کرے گی۔ خلافت خاندان عثمانیہ کے ہاتھ میں رہے گی لیکن اس منصب پر فائز کر نیکے لئے اس خاندان میں سے کسی دیندار اور موزون شاہزادہ کا انتخاب ہوا کرے گا۔ جسکی میرٹ اور جس کا اخلاق اس عہدہ جلیلہ کے لئے مناسب ہو حکومت ترکی خلافت کا جزو اعظم ہوگی۔

اس قانون کی منظوری کا اعلان ایک سو ایک اقواب کی سلامی سے کیا گیا۔ انگورہ میں خوشیاں منائی گئیں۔ جشن کے کئے۔ انگورہ کے بازار آرمستہ و پیرامستہ تھے۔ ہر طرف پھیرے لہر مارے تھے گھر گھر میں چراغاں ہو رہے تھے۔ دولت انگور کے استعلا و استحکام کیلئے دعائیں مانگی جا رہی تھیں۔ نیز اس جدید قانون کی منظوری کے احترام کیلئے ہر سال یکم نومبر کا روز تعطیل مقرر کیا گیا۔

جدید قانون کی منظوری کے ساتھ ہی حکومت انگور نے ایک یہ اعلان شائع کیا کہ

مجلسِ عالیہ ملیہ ان تمام مہادات کو منسوخ کرتی ہے۔ جو بابِ عالی نے دیگر دول کے ساتھ کئے ہیں۔

جب اس قانون کی خبر بابِ عالی کو ہوئی۔ تو وزراء میں سرگوشیاں مچنے لگیں۔ خاص خاص وزراء شاہی محل کے اندر جمع ہوئے۔ اور شور مچاتے رہے۔ چنانچہ ۲ نومبر کو کامیئہ وزارت مستعفی ہو گیا۔ اور رافت پاشا نے قسطنطنیہ کا انتظام اپنے ہاتھ میں لے لیا۔

۲ نومبر کو غازی رافت پاشا نے وزارتِ عظمیٰ اور وزارتِ خارجہ کے محکمے توڑ ڈالے۔ لیکن دفترِ حربیہ اور دفترِ بحریہ کے کاروبار کو نائبِ معتمدین کے زیرِ ہدایات جاری رکھنے کی اجازت دیدی۔ محکمہ فوج محکمہ پولیس اور محکمہ عدالت نے حکومتِ انقرہ کے ساتھ الحاقِ منظور کر لیا۔ اس لئے ان محکموں کے اندر کسی قسم کی تبدیلیاں واقع نہ ہوئیں۔ اس انقلابِ کبیبے یا شہدگانِ قسطنطنیہ میں بہت جوش و خروش پھیل گیا۔ اور احرارِ انقرہ کے ساتھ اظہارِ ہمدردی کے مظاہرے ہونے لگے۔ اور لوگوں نے سلطان وحید الدین کو معزول کر دینے کا مطالبہ شروع کر دیا۔

۱۹۲۲ء میں خلیفہ وحید الدین کا انتقال ہو گیا۔ اور خلیفہ عبد المجید نصابِ تختِ خلافت پر متمکن ہوئے۔ چند دنوں بعد شہر میں جمہوریت قائم ہو گئی جس کے صدر کمال پاشا تھے۔ جب جمہوریت کا اعلان ہوا تو سلطان کی معزول فرودیا اور یقینی بنی۔

سلطان عبد الحمید خان نہایت ہی مہذب اور تعلیم یافتہ انسان ہیں۔ آپ کے اخلاق نہایت ہی وسیع اور حمیدہ ہیں۔ آپ کا دلچسپ شغل کتابیں اور نقاشی ہے۔ آپ بہت کم گو اور شریف انسان ہیں۔ آپ کی خانگی زندگی بہت سادہ ہے یہ شریف الطبع انسان کسی کو بے جا تنگ کرنا اور ستانا بعید از اخلاق حمیدہ خیال

کرتا تھا۔ آپکا ہر قول و فعل شریفانہ تھا۔ لیکن انہوں نے اسلاف کی خطاؤں کا خیازہ
آئینیں جگستا پڑا۔ آپ تحت خلافت سے دست بردار ہو کر عازم سوئزرلینڈ ہوئے۔

جب قسطنطنیہ کے انتظام داخلی کی طرف سے غازی

غازی رافت پاشا اور اتحادی جرنیل

رافت پاشا کو خاطر خواہ اطمینان حاصل ہو گیا

تو پھر انہوں نے اتحادی جرنیلوں کے اقتدار کا خاتمہ کرنے ٹھانی۔ کیونکہ اب
آب قسطنطنیہ باب عالی کے ماتحت نہ تھا۔ بلکہ مجلس عالیہ ملیہ انکورا کا پرچم اُسپر
لہرا رہا تھا۔ چنانچہ ان لوگوں کو نمائندگان انکورائے اتحادیوں کے ہائی کمشنر کو
ایک یادداشت روانہ کی کہ فوراً قسطنطنیہ کو خالی کر دو۔ اب قسطنطنیہ پر فوج قبضہ
عبرت ہے۔ کیونکہ اس شہر کا تمام وکمال انتظام حکومت انکورائے اپنے ہاتھ
میں لے لیا ہے۔

جب یہ یادداشت اتحادی کمشنر کو پہنچی تو اتحادی جرنیلوں نے ایک ہنگامی
اجلاس منعقد کیا۔ اس اجلاس میں غازی رافت پاشا بھی شریک تھے۔ اس
اجلاس میں اتحادی جرنیلوں نے متفقہ طور پر فیصلہ کیا کہ ترکی افواج گیلی پولی
چناق اور درہ دانیال کے دیگر مقامات پر بھیج دی جائے۔ لیکن قسطنطنیہ میں
ابھی اتحادی اقتدار قائم رہے گا۔

غازی رافت پاشا نے استہار کر دیا۔ کہ اتحادیوں کا اقتدار کسی صورت میں
بھی قسطنطنیہ کے اندر قائم نہیں رہ سکتا۔ آئینیں فوراً قسطنطنیہ خالی کر دینا چاہئے
کیونکہ ایک نیام میں دو تلواریں نہیں ساسکتیں۔ ایک ملک کے اندر بہ یک وقت
دو مختلف قانون رائج نہیں ہو سکتے۔

اس فیصلہ کے بعد ہی نمائندگان انکورائے ایک اور یادداشت ہائی کمشنر کو
روانہ کر دی۔ جس میں ان کو واضح کیا گیا کہ درہ دانیال میں سے گزرنے کے
لئے ہر جہاز کو حکومت انکورائے اجازت حاصل کرنی پڑیگی۔ اور بندرگاہ میں پہنچ کر

حکومت انگریز کو سلامی اتارنی ہوگی۔

غازی رافت پاشا نے تمام انتظام قسطنطنیہ اپنے ہاتھ میں لیتے ہی حکومت انگریز کی طرف سے محاصل جنگی عائد کر دئے۔ اور محکمہ چونگی کو حکم دیدیا کہ آئندہ محاصل چونگی حکومت انگریز کے خزانہ عامرہ میں داخل کئے جائیں۔

محاصل چونگی کا انتظام کرنے کے بعد غازی رافت پاشا نے اپنی توجہ عدالتوں کی طرف مبذول کی۔ غازی موصوف نے تمام برطانی عدالتوں کو بند کر دیئے کا حکم صادر فرمایا۔ محکمہ حفظان صحت کو بھی اتحادیوں سے چھین کر اپنے ہاتھ میں لے لیا۔ اتحادی جرنیل غازی رافت پاشا کی ان کارروائیوں کو دیکھ کر بہت ہی سنج پا ہوئے۔ اور اپنے اقتدار فرعون کی سلب ہوجانے پر بہت ہی بگڑے چنانچہ انہوں نے اپنی اپنی حکومتوں سے اجازت مانگی کہ ان کے اختیارات میں توسیع کی جائے۔ تاکہ موقع اور محصل کے مطابق رافت پاشا کی انقلاب انگیز کارروائیوں کا سدباب کیا جائے۔ اور قسطنطنیہ کے اندر اتحادی اقتدار قائم رہ سکے۔ حکومت برطانیہ نے اپنے جرنیلوں کو اجازت دیدی۔ کہ اگر وہ اور ان کے رفقاء مناسب خیال کریں تو قسطنطنیہ میں مارشل لا کا نفاذ کریں۔ اور اتحادی اقتدار کو فوجی طاقت کے بل بوتے پر قائم رکھیں۔ لیکن فرانس اور اطالیہ کی حکومتوں نے انصاف اور امن پسندی کو مد نظر رکھتے ہوئے جنگ و جدال کا بازو گرم کرنا مناسب نہ سمجھا۔ اور اپنے جرنیلوں کو مارشل لا کے نفاذ کی اجازت نہ دی۔ تاکہ مارشل لا کے نفاذ سے دوبارہ جنگ شروع نہ ہو جائے۔

۸۔ رنومبر کو غازی رافت پاشا نے اتحادی جرنیلوں سے کہا کہ میں اپنی اقتصادی اور انتظامی سرگرمیوں میں تخفیف کر دوں گا۔ لیکن حکومت انگریز برقی پیغام کے ذریعہ بحالیہ قسطنطنیہ اور جنگی جہازوں کی ممانعت کیلئے مطالبہ کیا۔ اُس روز سے ۱۲ نومبر تک اس معاملہ کے متعلق چھ میسج گئیاں ہوتی رہیں۔ اور

کشیدگی کا عالم برپا رہا۔ خطرہ تھا کہ کہیں مجلس مصالحت کے انعقاد سے پہلے ہی دوبارہ جنگ نہ چھڑ جائے۔ غرضیکہ ۱۲ نومبر تک غازی رافت پاشا اور اتحادی چیف و سپار کے باوجود قسطنطنیہ پر پورا پورا تسلط اور غلبہ حاصل کر لیا۔ اور انتظام کے ہر شعبہ کو اپنے ہاتھ میں لے لیا۔ اندرین حالات اگر فرانسیسی اور اطالوی جرنیل برطانوی جرنیلوں کا ساتھ دیتے تو یقیناً مجلس صلح کے انعقاد سے پہلے ہی جنگ کا آغاز ہو جاتا۔ لیکن فرانس اور اطالیہ نے اپنے جرنیلوں کے اختیار میں تو مسیح نہ کرتے ہوئے کمال عقلمندی اور دور اندیشی سے کام لے کر حالت کو خطرہ کی صورت اختیار کرنے سے بچا لیا۔ ورنہ جرنل ہیرینگٹن کو برطانیہ کی حکومت نے تو اجازت دے ہی دی تھی۔ کہ مارشل لا کو جاری کر کے فوجی طاقت و نمائش کے ذریعہ سے اتحادی اقتدار کو برقرار رکھا جائے۔ لہذا جرنل ہیرینگٹن اس اقتدار کے سلب ہو جانے پر بہت درہم برہم ہوئے۔ لیکن سوائے خاموشی اختیار کر نیکی اور کوئی نتیجہ برآمد نہ ہوا۔ اور ناجائز قناعت کے ساتھ قسطنطنیہ میں عافیت کے ساتھ دن گزارنے کے متمنی ہوئے۔

اس دو عملی کے دوران میں چند ایک ناخوشگوار واقعات بھی رونما ہوئے لیکن اتحادیوں کو حیرت نہ ہوئی۔ کہ وہ چوں سے چر اسی کر سکیں۔ اتنی سراسیمگی اور پستی کی حالت میں تھے۔ چنانچہ ایک دن قسطنطنیہ کے ایک بازار میں انگریزی فوج کے دو سپاہی ایک ترک سے جھگڑ پڑے۔ معاملہ طویل پکڑ گیا۔ یہاں تک کہ وہ دونوں انگریزی سپاہی ترک کے ہاتھوں راہی ملک عدم ہوئے۔ امپیرجنرل ہیرینگٹن بطور احتجاج غازی رافت پاشا کے پاس گئے۔ اور حکمانہ لہجہ سے بولے کہ اگر اس قسم کے واقعات پھر رونما ہوئے تو اسکا نتیجہ اچھا نہ ہوگا۔ جس کے جواب میں غازی رافت پاشا نے نہایت ٹھنڈے دل سے کہا کہ آپ کا انداز گفتگو نہایت ہی اچھا ہے۔

وزیرِ باریان سنبھال کر بولے۔ جنرل مہرنگلشن یہ جواب سن کر چپکے سے واپس آ گئے اور اپنی حکومت سے غازی رافت پاشا کی بے اعتنائی کی شکایت کی۔ حکومت انگلستان نے رسمی طور پر حکومت انگورہ کے پاس ایک احتجاجی یادداشت روانہ کی۔ جہیں لکھا تھا کہ قسطنطنیہ میں آپ کے حکام کا انتظام بہت ناقص ہے۔ اور جنرل رافت پاشا ہمارے جرنیل کے ساتھ اچھے انداز سے پیش نہیں آتے حکومت انگورہ نے واقعہ کی تحقیقات کے بعد جرنیل رافت پاشا کو واپس بلایا۔ اس بنا پر کہ آسکا سلوک اتحادی جرنیلوں کے ساتھ ضرورت سے زیادہ اٹھا رہا ہے۔ اور آپ کی جگہ ڈاکٹر مرزاں بے کو تھریس کا گورنر مقرر کر کے بھیج دیا۔ جب اتحادیوں نے دیکھا کہ حکومت انگورہ جرنیل رافت پاشا کی پالیسی کو نرم اور مست خیال کرتی ہے۔ تو وہ دم بخود رہ گئے۔ اور خاموشی کے ساتھ انتفاض کا نفرینک وقت گزارنے لگے۔

ندانیہ کی صلح کانفرنس کی رو سے ترکوں اور یونانیوں کے **لوزان کانفرنس** درمیان ہنگامی صلح کی بنیاد قائم ہوئی۔ کچھ مطالبات ترکوں کے اس کانفرنس میں پورے ہوئے۔ اور باقی مطالبات لوزان کانفرنس نے پورے کر دئے گئے۔

یہ کانفرنس ۱۳ نومبر کی بجائے ۲۰ نومبر ۱۹۲۲ء کو پیرس شہر میں منعقد ہوئی۔ یونان اور ترکی کے مندوبین کانفرنس میں شرکت کیلئے آئے ترکی وفد کا صدر ہنری کیلیجینی عصمت پاشا تھے۔ ندانیہ کانفرنس میں بھی ترکی وفد کے ہی رئیس تھے۔ لہذا لازمی طور پر اب بھی انہیں کو رئیس وفد بن کر بھیجا گیا۔ ترکی وفد فائنل نہ شان کے ساتھ کانفرنس میں پہنچا۔ کانفرنس میں کسی کو جرأت نہ تھی کہ اس کامیاب وفد کی طرف نظر مٹا کر ان سے دیکھ سکے۔ یہ وہی ترکانِ احرار ہیں جنکو باغی طاغی۔ ڈاکو اور لیڈر کہا جاتا تھا۔ آج انہیں کی شمشیر تیراں نے

استادیوں کو اس امر پر مجبور کیا۔ کہ ان لوٹیروں کے گروہ کے ساتھ صلح کر کے جنگ کا خاتمہ کیا جائے اور امن و آسائش کی بنیاد رکھی جائے۔

سلطنت برطانیہ۔ فرانس۔ اٹلی۔ جاپان۔ یونان۔ رومانیہ۔ سربوہ کی حکومتیں ایک طرف اور سلطنتِ ترکی کی ایک طرف تھی۔ سب نے اس امر پر اتفاق کیا کہ ۱۹۱۴ء سے جو جنگ جاری ہے۔ اب اس کا خاتمہ کیا جائے اور آپس میں خوشگوار اقتصادی اور سیاسی تعلقات پیدا کئے جائیں کیونکہ تمام حکومتوں اور قوموں کا مفاد ایسے ہی تعلقات پر منحصر ہے ان حکومتوں نے اس امر پر بھی اتفاق آراء کر لیا کہ مذکورہ بالا تعلقات کی بنیاد باہمی عزائم آزادی پر قائم ہونی چاہئے۔ لہذا حکومت ہائے اس صلح نامہ کی شرائط پر اتفاق ظاہر کرتی ہیں۔

یہ صلح نامہ اگست ۱۹۱۴ء میں ترکوں اور دولِ یورپ کے درمیان تصدیق ہوا۔ اس عہد نامہ کی سب سے ترکوں نے اپنے ممالک پر از سر نو قبضہ کر لیا۔ عصمت پاشا میں دفعہ کی بے مثال بہادری اور قابلیت اس تاریخی عہد نامہ کی ترتیب کا باعث ہوئی۔ اس عہد نامہ کی سب سے غیر ملکی رعایا کو جو مراعات حاصل تھیں۔ وہ سب کی سب ترکی نے واپس لے لیں۔ یہ عہدہ کئی حصوں پر مشتمل ہے۔ اگر اس کو مکمل طور پر ملح کیا جائے تو مضمون طوالت پذیر ہوگا۔ البتہ عصمت پاشا کی سوانح عمری اس بات کی توثیق ہوگی کہ اس میں عہد نامہ مکمل طور پر ملح کیا جائے۔ اس سوانح عمری میں صرف اختصار کو ہی مدنظر رکھا جاتا ہے۔

اس معاہدہ کے نفاذ کے وقت حکومت ہائے مذکورہ میں پہلی فصل ملح ہو جائے گی۔ اور آپس کے سرکاری تعلقات بین الاقوامی قانون کے مطابق قائم ہو جائیں گے۔ سیاسی اور اقتصادی نمائندے ایک دوسرے کے ممالک میں بین الاقوامی قانون اور حقوق سے باہمی فائدہ حاصل کریں گے۔ اس کے علاوہ اس بات کا بھی قطعی طور پر فیصلہ ہو گیا۔ کہ

مستقبل میں جو معاہدات ہونگے۔ اُن پر اسکا اثر نہ ہوگا۔ نیز اس معاہدہ کی رُو سے ترکی۔ بلغاریہ۔ یونان۔ شام وغیرہ کی سرحدات کا فیصلہ کیا گیا اور آپس میں عہد و پیمان باندھے گئے۔ کہ ان سرحدات کو قائم کرنے کیلئے ایک دوسرے کی مدد حاصل کیا جائے گی۔ اور سرحدات کو قائم رکھنے کا انتظام کیا جائے گا۔

یونان اور ترکی کے جزائر کے متعلق یہ طے پایا کہ نہ تو ترکی ہوائی جہاز یونان کے جزیریوں پر اڑیں۔ اور نہ ہی یونان کے ہوائی جہاز ترکی کے جزائر پر پرواز کریں۔ نیز باشندوں کی بھی حفاظت کا انتظام کیا گیا۔ ترکی مصر۔ اور سوڈان کے حقوق سے دست بردار ہوئی۔ اور جو عثمانی قرضے جزیرہ مصر کی ضمانت پر لئے گئے تھے۔ انکی ضمانت سے ترکی سبکدوش ہوئی۔ جزیرہ قبرص کی سلطنت برطانیہ کو تسلیم کیا گیا۔ اور یہ بھی تسلیم کیا گیا کہ جو ترک اس جگہ آباد ہیں۔ وہ برطانی رعا یا مستقر ہونگے۔ انکی ترکی قومیت باقی نہ رہے گی۔ نیز اس امر کو بھی تسلیم کیا گیا کہ ترکی میں خارجی قوموں کے امتیازات و مراعات کا وجود کسی شکل و صورت میں باقی نہ رہے گا۔ جو علاقے ترکی سے علیحدہ کر لئے گئے ہیں۔ انکے باشندوں کا بھی تعلق ترکی سے منقطع ہو گیا۔ بلکہ وہ ان حکومتوں کی رعایا کہلائیں گے۔ جن کو یہ علاقے تفویض ہوئے۔ پھر قلیل اقوام کی ذمہ داری اور حقوق کی نگہداشت کے متعلق فیصلہ ہوا۔ کہ قلیل امتداد باشندے خواہ کسی قوم یا مذہب کے ہوں انکو ہر ممکن مراعات حاصل ہونگی۔ نیز انکے تجارتی اور صنعتی حقوق کی نگہداشت ہوگی۔ اور ان اقلیتوں کی تسلیم کے متعلق بھی مسئلہ حل ہو گیا۔

عثمانی قرضوں کا حصہ ان ممالک کے ذمہ ڈالا گیا۔ جو ترکی سے

فصل دوم

جنگ بلقان یا جنگ عظیم کے بعد علیحدہ ہو گئے۔ نیز تادان

جنگ کے متعلق فیصلہ ہوا کہ کوئی حکومت تناوان جنگ نہیں لے گی۔ دول
 غلطی ان پچاس لاکھ اشرفیوں سے دست بردار ہوئی۔ جو کہ برلن میں بینک میں جمع
 تھیں۔ ترکی ان جہازوں کی قیمت سے دست بردار ہوئی جو کہ ۱۹۱۴ء میں انگلستان
 نے جنگ کے آغاز کے موقعہ پر لئے تھے۔ یونان نے اعتراف کیا کہ ترکی کو تناوان
 جنگ دینا لازمی ہے۔ لیکن یونان کی موجودہ حالت پر فطر کرتے ہوئے
 ترکی اس تناوان کے مطالبہ سے دست بردار ہوئی۔

فصل سوئم
 اس فصل میں اقتصادی شرائط کے متعلق مسائل حل کئے گئے۔
 نیز پیداوار۔ جائداد اور مصالح ملکی پر بحث کی گئی۔

فصل چوتھی
 اس میں ذرائع رسل و رسائل اور صحت عامہ وغیرہ کے متعلق شرائط
 درج ہیں۔ نیز یونان۔ بلناریہ و ترکی کی حدود کے اندر ریوے

لامتوں کے متعلق بحث کی گئی ہے۔ اور یہ بھی تحریر ہے کہ آئندہ ترکی میں خارجی اقوام کے ڈاکخانے
 نہیں رہیں گے۔ جنگی قیدیوں کے تبادلہ اور مقتولین جنگ کے مقابر کی.....
 حفاظت کے متعلق شرائط درج ہیں۔ خاص طور پر گیلی پولی کے مقابر کے متعلق
 اس معاہدہ میں اتفاق کیا گیا۔ جو ہر فروری ۱۹۲۲ء کو جانبن میں ہوا تھا۔

درہ دانیال اور باسفورس
 اس کے متعلق یہ طے ہوا کہ ہر دو آبنائوں میں جہاز رانی
 کی پوری آزادی ہوگی۔ اس جزیرے کو جو معاہدہ
 آبنائوں کے متعلق ہوا تھا۔ اس میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی۔

ترکی فنڈ کی دہی
 یہ معاہدہ صلح لے کر ترکی و فنڈشادمان و کامران فتح کے
 پھریرے اڑاتے ہوئے اپنے گھر کو واپس ہوئے۔ گھر میں

اس فنڈ ہائپر تپاک خیر مقدم کیا گیا۔ اس فتح و کامیابی کی خوشی میں جا بجا چراغاں
 کیا گیا۔ جلسے کئے گئے۔ اور مبارکبادیں دی گئیں۔ ملک کے اندر ہر جگہ فاتحانہ
 سپرٹ کام کر رہا تھا۔ لوگ خوش و خرم نظر آتے تھے۔ اس معاہدہ کی رو سے فاتح

قومیں مفتوح ہو گئیں۔ اور مفتوح قوم فتح ہو گئی۔ سچائی ہمیشہ غالب ہوتی ہے۔ اور غرور کا سر نیچا ہوتا ہے۔ طرح کے صفت تین حرف ہیں۔ اور تینوں ہی خدائی ہیں۔ اتحادیوں نے اپنے حرص و آرزو کو لمبا کرنا چاہا۔ اپنی جوع الارضی کی اشتہا کو بڑھا کرنا چاہا۔ ایک نیک نیت قوم کو دنیا سے نیست و نابود کرنا چاہا خلافت مقدسہ کی بیخ کنی کرنی چاہی۔ تو ان سب باتوں کا قدرت نے ایک ہی کرشمہ دکھایا۔ کہ فتح کے بعد شکست کا ٹیٹکا اُنکے ماتحتوں پر لگا دیا۔ اتحادیوں کی تمام اُمیدیں خاک میں مل گئیں۔ اور اپنا سامنہ لے کر رہ گئے۔ ترکوں کی شمشر بڑاں نے عہد نامہ سیورے کو پارہ پارہ کر کے سمندر میں پھینک دیا۔

آج ترکوں کیلئے خوشی کے دن اور سرت کی راتیں ہیں چین چین کی نیند کی نیند سوتے ہیں۔ شادان و فرحان نظر آتے ہیں۔ اُن کی بات چیت لب و لہجہ میں نیا انداز اور نیا رنگ نیا ڈھنگ نظر آتا ہے۔ اُن کی نشست و برخاست پر اطمینان اور تسلی بخش ہے۔ کیوں نہ ہو۔ قدرت کاملہ نے اُن کو آج کئی سالوں کے بعد یہ خوش بخت دن نصیب کئے ہیں۔ اور برہنہ ازم سے اُنکو مہلت ملی ہے۔

یہ بہادر قوم ۱۹۱۷ء سے لے کر ۱۹۲۲ء تک مسلسل محاربات میں مشغول رہی ہے۔ یہ بہادر بھر و غامیں نہنگ کی مانند غوطہ زنی کرتے رہے ہیں۔ نبرد آزمائی کے کدوہ و ہاموں سے شیر بر کی مانند گر جتے۔ کودتے۔ اور پھاندتے چلے گئے ہیں۔ لیکن ہمت نہ ہاری۔ حوصلے پست نہ ہونے دئے۔ اعدائے اُن کو جنگ کی کسوٹی پر بہت دیر تک گرگڑا۔ مگر اُنہیں پائے ثبات متزلزل نہ ہوا۔ تقدیر اُنکے سر پر کھڑی ہنستی تھی۔ اور زبان حال سے پکار رہی تھی کہ لے بہادر دو! بڑے چلو۔ فتح آخر تمھارے ہی

تدم چوسے گی۔

کوئی قوم دنیا کی ایسی نظیر پیش نہیں کر سکتی۔ جس کو اتنی مدت تک جنگ و جدال سے واسطہ پڑا ہو۔ اتنی مدت تک ہتھیار بند رہی ہو۔ اور اس قدر کثیر القواد قریبائیاں کی ہوں۔ یہ صرف ترک ہی تھے۔ جو کازاٹش میں پورے اترے۔ اب خدا خدا کر کے انکو یہ دن خوشی کا نصیب ہوا ہے۔ کیوں نہ وہ آج جی بھر کر سوتیں۔ اور کیوں نہ خراٹے لیں۔ خدا ان کی ہمت اور جرات میں برکت کرے۔ مگر ان کو جنگ سے مہلت سونے کے لئے نہیں ملی قدرت نے ایک اور بارگراں ان کے کندھے پر ڈال دیا ہے۔ وہ کیا ہے؟ وہ قوم کی حفاظت اور ترقی اور اصلاحات میں۔ تاکہ وہ اپنے قدموں پر کھڑے ہو جائیں اور آئندہ دشمنوں کو آٹکے متعلق ریشہ دوانیاں کرنے کا موقع نہ ملے۔ لہذا اب ترک اصلاحات پر غور کر رہے ہیں۔ ترقی کی سیکمیں سوچ رہے ہیں۔ یہاں تک ترکوں کے رزمی کارناموں کا خاتمہ ہونا ہے۔ اور اسکے آگے اصلاحی زندگی کا دور شروع ہوتا ہے۔ آگے چل کر ہم آپ کو انجی اصلاحی زندگی کا نظارہ دکھلائیں گے۔ انشاء اللہ العزیز، اگرچہ سلطان وحید الدین کے بعد انگور اگور منٹ نے

خلافت کا خاتمہ

سلطان عبد المجید خان کو خلافت کیلئے موزون خیال کر کے خلیفہ بنا دیا۔ جمہوریت کے ماتحت خلیفہ کے اختیارات میں کچی کوئی کمی۔ اور قسطنطنیہ کی حکومت پر انگور اگور منٹ کا جمہوری پھر یہاں ہر راجھا لیکن پھر بھی شرکان اصرار کے خلاف اشتعال ایجنز کا ردائیاں جاری تھیں۔ خفیہ ریشہ دوانیوں کا سلسلہ برابر جاری تھا۔ یورپ کا تدبیر چاہتا تھا کہ اگر ترکوں کے خلاف رختہ اندازی کے لئے معمولی سا بھی سوراخ مل جائے۔ تو پھر آہستہ آہستہ یہی سوراخ ایک بڑے شکاف کی

صورت اختیار کر لے گا جو ترکاں احرار کو نصیت و نابود کرنے کیلئے کافی ہوگا۔ چنانچہ جونہی یورپ نے دیکھا کہ انگور اگر منٹ نے سلطان کے اختیارات میں کمی کر دی ہے۔ تو ملک کے اندر خلافت کے اقتدار کی بحالی کیلئے مختلف خفیہ سازشیں شروع کر دیں۔ مختلف اقطاع بالخصوص کردستان کے اشتعال پذیر باشندوں کو اکسایا گیا۔ اور تو اور خود ترکوں کے گھر میں ایک ایسی جماعت پیدا کر دی گئی۔ جو خلیفہ کے دنیوی اقتدار کی بحالی کی حامی تھی جب ترکاں احرار نے دیکھا کہ حجاز مقدس کی سر زمین بھی خلافت کے نام پر ریشہ دوانیاں کر کے چھین لی گئی ہے۔ اور عربین اشرعین کی خدمت سے ترک محروم کرنے کو ہیں۔ ایسا اختیار یہ نہیں چاہتے کہ ہمارا اپنا گھر ہمارے پاس ہے اس خلافت کا ڈھونگ رہا کہ ہمارا گھر ہم سے چھین لینے کی کوشش ہو رہی ہے۔ کیوں نہ ہو کہ جس چیز کو سامنے رکھ کر ہمارے برخلاف پراپیگنڈے ہو رہے ہیں۔ اور ہم کو ذلیل و خوار کرنے کی سعی کی جا رہی ہے۔ اس چیز کو ملک سے محال دیا جائے۔ اور آئندہ کیلئے اس خانہ برانداز فتنہ کا ہمیشہ کیلئے سد باب کر دیا جائے۔ چنانچہ آنحضرت نے اس خوفناک خلافت کے ڈھانچہ کو ملک سے باہر نکالنے کی کوشش کی۔ کیونکہ یہی خلافت کا ستم ترکوں کو مفید ثابت ہونے کی بجائے مضر ثابت ہو رہا تھا۔ اسلامی علاقہ جات شام و عرب و عراق عرب وغیرہ تمام علاقے ایسا طرح لے گئے۔ روپیہ اور نہری نظاروں کے سبز باغ دکھا کر عربوں کو ترکوں کے خلاف کر دیا گیا۔ اس وقت ترکوں کی کشتی ایک بڑی خطرناک منزلیں طے کر رہی تھی۔ مگر استخادیوں کا چونکہ عربوں پر پھر چل چکا تھا۔ انکو خلافت اور آزادی وطن کے چمکے دئے جا چکے تھے۔ یہاں تک عربوں نے اتحادیوں کے دام تزدیر میں چھنس کر ترکوں کی تابعداری سے انحراف کیا۔ اور ایسے خطرناک موقع پر ترکوں کی وفائی کا اظہار کیا۔ اور ترکوں کی صدیوں کی خدمات کو

جرودہ حجاز مقدس کے واسطے بجالا رہے تھے۔ ایک آن واحد میں پینسٹ ڈالڑا چنانچہ ترکوں نے ان تمام واقعات کو مد نظر رکھ کر ۱۹۲۲ء میں ایک بین قانون وضع کر کے مجلس عالیہ ملیہ کے سامنے پیش کر دیا۔ جسکی رو سے منہم خلافت کا بور یہ بستر ملک سے باندھا گیا۔ اس قانون کی رو سے سلطان عبدالمجید ان کی خلافت بالکل ہی موقوف کر دی گئی۔ اور انکو ملک سے جلا وطنی کا ٹکٹ دیدیا گیا۔ وہ عازم برلن ہوئے۔

۳ مارچ ۱۹۲۲ء کو خلافت کی مسند کا خاتمہ ہوا۔ اور حکومت جمہوری قرار دیدی گئی۔ اور ہر قسم کے اختیارات مجلس کبیر ملی انگور اکو تفویض کئے گئے ترکوں نے جب انکے خلافت کے متعلق نیا دستور قائم کر کے منصب خلافت کو اپنے ملک کے اندر ختم کر دیا۔ اور تمام وکمال جمہوریت کا دور دورہ ہو گیا۔ تو بیرونی دنیا میں بہت شور برپا ہوا۔ یورپ کو اب ایک اور موقعہ ہاتھ آ گیا اور ترکوں کے برخلاف اشتعال اور شہر پیدا کرنے کی کوشش کی۔ ترکوں کو ملحد، بے دین، خلافت کا منکر وغیرہ کے خطابات ملے۔ مگر ترکوں نے اس اس امر کی کوئی پروا نہ کی۔ انھوں نے بار خلافت اپنے نکلے سے اتار کر سرخ روئی حاصل کی۔ اور جو چیز ملک کے اندر امن و امان قائم رکھنے سے مانع تھی۔ اس سے خلاصی پائی۔

عالم اسلام نے شور مچایا کہ ترکوں نے خلافت کو اپنے ملک سے خارج کر کے اتحاد اسلامی کو بڑی ٹھیس لگائی ہے۔ اب اتحاد اسلامی تباہ ہو جائیگا خلافت ہی ایک ایسا ذریعہ تھی کہ جسے مذہبی اعتقادات کی بنا پر عالم اسلام کے اندر اتحاد قائم رہ سکتا ہے۔ اور دنیا کے مسلمان اخوت کی ایک لڑی میں پروئے جاسکتے ہیں۔ وہ اور کوئی ذریعہ نہیں کہ جسکی بنا پر مسلمان عالم ایک دوسرے سے متوکل ہو سکیں کیا یہ بات درست ہے کہ ترکوں کے اس فعل سے فی الحقیقت اتحاد بین المذاہب کو

ٹھیس لگی ہے۔ اور اس اتحاد کے تباہی کے آثار و حقیقت پیدا ہو گئے ہیں ؟
 خلافت کی ہسٹری پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ خلافت کا منصب جلیلہ بہت
 عرصے سے خاندان عثمانی میں چلا آ رہا ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ اس طویل مدت
 میں خاندان مذکورہ کو عالم اسلام کے درمیان کہاں تک استحباب پیدا کرنے میں کامیابی
 حاصل ہوئی ہے۔ واقعات سے پتہ چلتا ہے کہ خاندان عثمانیہ کے اپنے ملک کے
 اندر ہی غبروں کی ریشہ دوانیاں کام کرتی رہی ہیں۔ اعدا کی اشتعال انگیزیاں
 یہاں تک ترکوں کے اندر بڑھی ہوئی تھیں کہ آٹے دن اُنکے جسم سے گوشت
 تو مچا جا رہا تھا۔ اور نئی آزاد حکومتیں پیدا کر دی جاتی تھیں۔ بلکہ ٹرکی کو مروجہ
 خطاب دیا گیا تھا۔ بھلا جب مقام خلافت کے اندر ہی باہمی اتحاد و ارتباط کی یہ
 حالت ہو تو دوسرے اسلامی ممالک جو مقام خلافت سے بہت دور واقع ہیں ان پر
 خلافت کا کیا اثر پڑ سکتا تھا۔ اور کیا اتحاد قائم ہو سکتا تھا۔

کیا اس خلافت کا عالم اسلام پر بھی اثر تھا کہ ترکوں سے عربوں نے بغاوت
 کر کے اختیار کا ساتھ دیا۔ اور ترکوں کی کشش کو یا لغوریس کے اندر ڈبوں نے میں
 کوئی کسر باقی نہ رکھی۔ گو یا کہ خلافت کی موجودگی میں بھی اتحاد بین المسلمین کو مولیٰ
 دور تھا۔ اور اسلامی حکومتوں کو ایک دوسرے کے ساتھ کوئی مہر و دی نہ تھی۔
 بلکہ دور کا بھی واسطہ نہ تھا۔

جب یہ حالت ہے تو فرمائیے کہ مصطفیٰ کمال نے کونسا گناہ کیا کہ منصب
 خلافت کو اپنے ملک سے باہر نکال دیا۔ حالانکہ خلافت کے سایہ کے نیچے عیسائی
 دنیا کی تجاویز مملکت ٹرکی کی تخریب کے لئے آئے دن پردیش پاتی رہتی تھیں
 چنانچہ اسوقت جب کہ ملک کے اندر خلافت بھی موجود ہے اور ضلیفہ بھی اپنے کم
 اختیارات کے ساتھ اپنے ملک پر حکمرانی کرتا ہے۔ اور جمہوری گورنمنٹ بھی قائم ہے
 لیکن پھر بھی جمہوری گورنمنٹ کے خلاف ریشہ دوانیوں کا سلسلہ ختم نہیں ہوتا۔ تو

کیا بھرجیا مصطفیٰ کمالؐ ایسی خطرناک چیز کا ملک سے استیصال نہ کرتا۔ تو اور کیا کرتا۔ کیا دشمنوں کے بھرے میں آکر اپنے ملک کی لٹیا ڈبو دیتا۔ اپنی تمام قسم کی محنت کو رائیگاں کر دیتا۔ اور دشمنوں کیلئے دروازے کھلے چھوڑ دیتا تاکہ دشمن بلا درک ٹوک خلافت کے سایہ تلے پرورش پا کر ملک کے اندر گھس آتے۔

ملک اور قوم کا مصلح کبھی بھی گوارا نہیں کر سکتا۔ کہ ملک کو تباہ کر دیا۔ غرض ملک کے اندر موجود رہیں۔ یہ خلافت کا عنقرض کی کوگرٹھے کے اندر کھینچنے والا عنقرض تھا۔ لہذا اُس نے اپنے مقامی حالات کے مطابق اپنے ملک کو تباہی اور بربادی سے بچانے کے لئے جو کچھ کیا بہتر کیا۔

باوجود اسکے کہ اب ملک میں خلافت کا منصب جلیلہ موجود نہیں لیکن میرے مصلحتی کمالؐ نے مشرقِ قریب میں اسلامی ممالک سے اتحاد قائم کر کے ثابت کر دیا۔ کہ عالمِ اسلام میں اتحاد میں مسکین بغیر خلافت کے بھی قائم رہ سکتا ہے۔ بلکہ آپؐ نے اخوتِ اسلامیہ کو پہلے بھی زیادہ ٹھوس بنیادوں پر کھڑا کر دیا۔ اور اسلامی ممالک کو بیدار کر دیا۔ اور اپنی اعلیٰ قابلیت۔ اور دُور اندیشی کا ثبوت دیا۔ سچ تو یہ ہے کہ دورِ خلافت میں کبھی بھی ایسا اتحاد مضر نہ آیا تھا۔

خلافت کے متعلق غازی اعظمؒ کا حکم یہ تھا کہ سب سے پہلے تمام اسلامی حکومتوں کو آزاد اور استوار بنیادوں پر کھڑا ہونا چاہئے۔ اپنے اندر آزادی کی روح اور ترقی پیدا کرنی چاہئے۔ غیر مسلم خارجی اثرات سے مکمل طور پر آزاد ہونا چاہئے۔ پھر آپس میں ایسے سیاسی۔ اقتصادی اور معاشرتی تعلقات پیدا کرنے چاہئیں کہ ان سب کا مفاد ایک ہو جائے۔ پھر ان متحدہ اسلامی ممالک کی ایک پارلیمنٹ یا کمیٹی بنائی جائے جسے دُنیا نے اسلام کے اندر

خلافت کا منصب حاصل ہو۔ تب خلافت دین میں اور ملت اسلامیہ کی صحیح رنگ میں ہی خواہ ہوگی۔ ورنہ جب تک اسلامی حکومتیں غیر مسلم اثرات میں رہیں گی صحیح طور پر اسلام کی خدمت نہیں ہو سکے گی۔

خلافت کا قاتمہ ہو چکا ہے۔ مصطفیٰ کمال پر طعن و تشنیع۔ اور

نیا آئین

الزاموں کی بارش ہو رہی ہے۔ مگر انھوں نے ان تمام باتوں کو گاہ برابر بھی وقت نہ دی۔ اور یہ سب باتیں پادرسوا ثابت ہوئیں۔ چنانچہ مصطفیٰ کمال اپنے ملک کی اصلاح و فلاح کو مد نظر رکھتے ہوئے ایک باقاعدہ نیا آئین مرتب کرنے کی طرف متوجہ ہوئے۔ آپ کے مشورہ کے مطابق مجلس عالیہ ملیہ نے ۱۹۲۴ء میں نیا آئین منظور کیا۔ یہ نیا آئین اسجگہ بالاختصار درج کیا جاتا ہے۔

۱۔ نیشنل اسمبلی کے قانون ایسے اصول پر وضع کئے جائیں کہ جن سے اہل ملک کی انفرادی اور مجموعی حقوق کی حفاظت ہو سکے۔ اسمبلی حقوق آزادی حقوق مساوات۔ تحفظ جان و مال اور تحفظ حقوق مذہبی کی ذمہ دار ہوگی۔

۲۔ ملک میں بیک وقت دو سیاسی جماعتیں نہیں رہ سکتیں۔ بلکہ ایک ہی پارٹی حکومت کا کام اپنے ہاتھ میں رکھے گی۔

۳۔ ملک کا نظام جمہوری ہوگا۔ اور اس دفعہ میں جو جمہوریت کو لازمی قرار دیتی ہے۔ کبھی کوئی ترمیم و تنسیخ نہیں ہو سکے گی۔

۴۔ آئین جدید کی رو سے امور سلطنت کے تمام اختیارات لمبیلٹیڈ ایگزیکٹو کو حاصل ہونگے۔ اور جوڈیشل اختیارات کی حامل مجلس وطنی کبیر ہوگی

۵۔ مجلس وطنی کبیر قوم کی انتخاب کردہ جماعت ہے۔ اور ترکیہ کے ہر باشندے کو جب تک عمر اٹھارہ سال سے کم نہ ہو۔ بلا کسی خوف و خطر اور بغیر دباؤ کے رائے دہی کا حق حاصل ہے۔

۶۔ مجلس کی برکنیت کیلئے تیس سال عمر کی قید ہے۔ اور یہ بھی ضروری ہے کہ اُمیدوار نر کی زبان میں لکھ پڑھ سکتا ہو۔

۷۔ مجلس کا انتخاب چار سال کیلئے ہوگا۔

۸۔ صدر جمہوریت کا انتخاب اسمبلی کریگی۔ صدر کی میعاد بھی چار سال ہوگی بعد ازاں دہی صدر دوبارہ منتخب ہو سکتا ہے۔

۹۔ صدر کو مجلس کے مباحث میں حصہ لینے کا اختیار نہ ہوگا۔ بلکہ وہ مجسٹریٹ

گورنمنٹ کے صدر کی حیثیت سے ملک کے نظم و نسق کا ذمہ دار ہے۔ اور اسے کابینہ وزارت مرتب کرنے کا حق حاصل ہے۔

۱۰۔ صدر کو اختیار ہے کہ وہ اسمبلی کے منظور کردہ بل کو نظر ثانی کے لئے

واپس کر دے۔ لیکن جب یہ قانون دوبارہ پاس ہو جائے۔ تو صدر اسے دس روز کے اندر نافذ کرنے کا ذمہ دار ہوگا۔

۱۱۔ یدامنی کے زمانہ میں صدر اس امر کا مجاز ہے۔ کہ کسی علاقہ میں

مارشل لاء نافذ کر دے۔

۱۲۔ نئے آئین کے ماتحت مردوں اور عورتوں کے حقوق مساوی ہیں



باب دوم

ترکی کی سرزمین کے آفاق سے نخواست کا ستارہ زوال پذیر ہو چکا ہے۔ ترقی اور فائز المرامی کا آفتاب طلوع ہو رہا ہے۔ اسکی نیک، نال اور فرخندہ نال شاعیں ملک کے کونہ کونہ پر چمک رہی ہیں۔ ہر طرف سے خوشحالی اور ترقی کی خوشبوئیں دماغ کو تروتازہ کر رہی ہیں۔ شخصی اقتدار اور خلافت کا خاتمہ ہو چکا ہے۔ جمہوریت کا دور دورہ ہے۔ وِشا وِ حتم فی الامم کی تفسیر کا مضمون ملک کے اندر جاری ہے۔

مصطفیٰ کمال پاشا کو قدرتِ کاملہ کی امداد غائبانہ سے کامیابی نصیب ہوئی تمام خارجی محاربات و محاصرات اختتام پذیر ہو چکے ہیں۔ دشمن مغلوب اور ترک غالب ہیں۔ اب اسکے بعد کیا غازی موصوف آرام کی زندگی بسر کریں گے؟ اور سب ذمہ داریاں اپنے سر سے اتار دیں گے؟ نہیں ہرگز نہیں۔ اب چونکہ انکو بیرونی اور اندرونی آویزشوں سے فرصت ملی ہے۔ لہذا وہ پہلے سے بھی زیادہ مستعدی اور سرگرمی کے ساتھ ملک کی داخلی اصلاح کے لئے مشغول ہونگے۔ چنانچہ اب آپکے مد نظر یہ امر ہے کہ اصلاحات کے لئے ایک ایسا لائحہ عمل تیار کر کے ملک کے سامنے رکھ دیا جائے کہ جیسے کار بند ہو کر تمام قوم یورپ کے مقابلہ میں ڈٹ کر کھڑی ہو جائے۔ اور اقوام یورپ کو تباہی کے دہی ٹھکی جسکو مرد بیمار کہہ کر ذلیل و خوار کیا جاتا تھا۔ اور آئے دن اسکے حصے بخرے

کرنے کے مقصود کئے جاتے تھے۔ آج وہی ٹرکی اپنے پاؤں پر مضبوطی سے قائم ہے
 کسی تمدن قوم سے پیچھے نہیں۔ بلکہ یورپ کے دوش بدوش کام کر نیکے لئے تیار ہے۔
 چنانچہ اس غرض کے لئے اپنے نیشنل اسمبلی سے ۱۹۲۴ء میں جدید
 آئین مرتب کر کرپاس کر لیا جس کا خلاصہ ہم کچھ باب میں درج کر آئے ہیں
 اس جدید آئین کے مطابق اپنے ملک کی اصلاح و فلاح کی طرف توجہ
 مبذول کی۔ اور پندرہ سال کے مختصر عرصہ کے اندر بیشمار مختلف اصلاحات
 ملک کے اندر جاری کیں۔ آپکی دور رس نظروں سے زندگی کا کوئی بھی شعبہ
 اوجھل نہ رہا۔ اقتصادیات۔ سیاسیات۔ تمدن و معاشرت۔ مذہبی رسوم و
 امور۔ صنعت و حرفت۔ زراعت و تعلیم۔ امور بحلیہ۔ اسلحہ سازی۔ سیاحت
 حرب و مغرب۔ قوانین و فرامین۔ نظم و نسق فوجی و تمدنی۔ انون کی
 ترتیب و تنظیم۔ ذرائع ارسال و ترسیل اور اعلائے کلمتہ اللہ وغیرہ۔ غرضیکہ
 ہر شعبہ زندگی اور معاملات کے متعلق اصلاحات کی کوشش کی گئی۔ تاکہ ملک
 ان اصلاحات کا پابند رہ کر ترقی و مدارج کی شاہراہ پر گامزن ہو۔ اور
 بیرونی ممالک بجز مشاہدہ این ترقیات و اصلاحات عیش عیش کر اٹھیں۔
 مصطفیٰ کمال کے یا ہم انقلابات اور اصلاحات اس بات کی بین
 دیں ہیں کہ فازی موصوف ایک ایسے فاتح کی حیثیت رکھتا ہے کہ جس کی
 کامیابی کی آواز میانگ دہل دنیا کے چپے چپے اور کونہ کونہ میں غلغلہ
 اٹھا رہی ہوگی۔

سب سے پہلی اصلاح جو ملک کے حقہ میں آئی۔ وہ جمہوریت کا

جمہوریت

قیام ہے۔ جو ۱۹۲۴ء میں مصر میں وجود میں آئی۔ اس جمہوری

حکومت کا سب سے پہلا صدر مقام انکارا تھا۔ جہاں سے سول اور فوجی احکام
 مبادیہ پر ملک کے اندر اشاعت پذیر ہوا کرتے تھے۔ جوں جوں ترکوں کا دین دشمنوں کے پاپاک قدموں

پاک و صاف ہوتا گیا۔ انگور کی جمہوری گورنمنٹ کا دائرہ وسیع ہوتا گیا
 بالآخر ۱۹۲۲ء میں انگور گورنمنٹ کا اثر تمام ملک پر چھا گیا۔ صرف قسطنطنیہ
 کے اندر خلافت کو برقرار رکھا گیا۔ مگر بادشاہ کو امور سلطنت میں دخل
 دینے کی اجازت نہ تھی۔ بلکہ امور سلطنت انگور گورنمنٹ کے ہاتھ میں
 تھے۔ یا یوں کہتے کہ خلیفہ بھی انگور گورنمنٹ کے ماتحت تھا۔ لیکن خلافت کا
 منصب ایسا تھا کہ باوجود جمہوری حکومت کے ترکوں کو چین لینا محال تھا۔
 کیونکہ خلافت کے اقتدار کو از سر نو بحال رکھنے کے لئے قزاقان اصرار کے
 برخلاف طرح طرح کے چیلے اور سازشیں کیا جاتی تھیں۔ تاکہ جمہوری گورنمنٹ کو
 ایک دفعہ پھر تہ و بالا کیا جائے۔ مصطفیٰ کمال نے خلافت کو ایسا خطرناک
 عنصر خیال کیا کہ جس کی موجودگی میں نہ تو ملک کے اندر امن و امان قائم
 رہ سکتا تھا۔ اور نہ ملک ترقی و فلاح کی منزلیں طے کر سکتا تھا۔ اور جب تک
 ملک کے اندر خلافت کا وجود قائم رہے گا۔ تب تک کوئی نہ کوئی الجھن
 پیدا ہوتی رہے گی۔ چنانچہ مجلس عالیہ ملیہ نے مارچ ۱۹۲۲ء کو خلافت کے
 ختم ہونے پر اصرار کو بالکل گل کر دیا۔ اس کے تمام انتظامات اور امور سلطنت
 حکومت انگور کے سپرد ہوئے۔ اور قسطنطنیہ کے علاقے پر بھی جمہوری گورنمنٹ
 مکمل طور پر حاوی ہو گئی۔

الغرض اس جمہوریت کا آفتاب انگور کی وادیوں سے طلوع ہوا۔
 ہر لوگوں سے اس کی شعاںیں اور کرنیں تمام ملک کے اندر پھیل کر ملک کو سنور
 جیتی روشن کرتی ہیں۔ انگور کی جمہوری گورنمنٹ آفتاب نصف النہار کی مانند صبح پر
 نہ بچ چکی ہے۔ اور باہم شریا سے ہنوائی کر رہی ہے۔

الحمد للہ مصطفیٰ کمال کی محنت بروئے کار آئی۔ ملک اعداء کے
 زور و دس سے پاک ہوا۔ اور ترکی جمہور نام جمہوری گورنمنٹ کی نعمت سے لالہ مال ہوئی

یاد رکھیں کہ اس جمہوری حکومت سے لوگوں کو آشنا کرنے والا سب سے پہلا شخص مدحت پاشا ہی تھا۔ وہی دراصل اس جمہوری طریق کی حکومت کا بانی مبنی تھا۔ اُسے دستور اسماعیلی کی بنیاد ڈالی۔ اور بادشاہ کو مجبور کیا کہ وہ ملک کو دستوری حکومت عطا کرے۔ سلطان عبدالحمید خان چونکہ شخصی اقتدار کا دلدادہ تھا۔ اُسے جمہوری حکومت دینے سے لیت بول کیا۔ بلکہ ایک موقعہ پر دام ترزیر پھیل کر سلطان نے مدحت پاشا کو گرفتار کر لیا۔ اور اس بانی دستور کو باسفورس کی تہ میں غرق کر دیا۔ ۱۹۰۸ء میں نوجوان ترکوں نے سلطان عبدالحمید خان کی حکومت کا تختہ الٹ دیا۔ اُس کو معزول کر کے سلطان محمد خان فاس کو تخت خلافت پر بیٹھ کر دیا۔ سلطان محمد فاس نے تخت نشین ہوتے ہی دستور عنایت کرنے کا اعلان کر دیا۔ لیکن شخصی حکومت کا اقتدار و وقار ویسے کا دیا ہی قائم رہا۔ مصطفیٰ کمال جیسی قائم کردہ جمہوری حکومت سے بالکل مختلف تھا۔ یہ جمہوری حکومت اصل رنگ کی جمہوری حکومت ہے۔ جس کی نظیر فی زمانہ دنیا میں موجود نہیں۔ اس کا ظاہر و باطن یکساں ہے۔ خود غرضیوں کا اسمیں شائبہ تک نہیں۔

مصطفیٰ کمال نے مدحت پاشا جیسے اولوالعزم لیڈروں کے لٹریچر کا مطالعہ کیا اور اپنے دماغ کو اسی سانچے کو مطابق ڈھال لیا۔ شروع میں جب وہ ان لوگوں کی کتابوں کا مطالعہ کرتے تھے۔ تو وہ خود ہی اپنے دل کے اندر ان مختلف طریقوں کا موازنہ کرتے۔ اور سوچتے کہ ان دونوں طریقوں میں سے بہتر طریقہ کونسا ہے۔ آخر اس بات کا قائل ہونا پڑا کہ شخصی حکومت ملک اور قوم کی ترقی میں سدراہ ہوا ہے۔ اور جمہوری حکومت ملک کو فائدہ پہنچا سکتی ہے۔

چنانچہ مصطفیٰ کمال کے اس زمانہ کے پوشیدہ جذبات آہ منصفہ شہود پر جلوہ گر ہوئے ہیں۔ جن سے آپ نے ملک

بہت فائدہ - آرام اور ترقی دی ہے۔

اگر آج مدحت پاشا بائے دستور دنیا میں موجود ہوتے۔ تو ضرور اس حقیقی رنگ کی جمہوریت کو دیکھ کر دل و جان سے محظوظ ہوتے۔ اور مصطفیٰ کمال کی قوت بازو اور عقلمندی کی داد دیتے۔ بہر حال جس چیز کا مدحت پاشا نے بیج بویا تھا۔ وہ مصطفیٰ کمال کے ہاتھوں سرسبز شاہد اب ہو کر پائیدار تکمیل کو پہنچا۔ اور جو روح مدحت پاشا نے اپنی زندگی میں ترکوں کے کانوں میں بھونکی تھی۔ وہ آج مصطفیٰ کمال کے ہاتھوں جلوہ فگن ہوئی ہے۔

غرضیکہ جمہوری حکومت ایک قسم کی نعمت غیر مترقبہ ہے۔ جس کو ترکوں نے اپنی شمشیر برائے کے بلی بوتے پر حاصل کیا ہے۔ یہ سب پہلی اصلاح ہے۔ جو ملک نے اپنی جدوجہد سے حاصل کر لی۔ اور مدحت پاشا کی روح کو از سر نو زندہ کر دیا۔ اس جمہوری گورنمنٹ کی طفیل آج ترکی ترقی و مددِ راج کے منازل طے کر رہی ہے۔ کوئی قوم اس شاہراہ ترقی سے ترکی قوم کو پیچھے نہیں ہٹا سکتی۔

مصطفیٰ کمال نے خود فرمایا کہ ترکی جمہوری حکومت صحیح معنوں

تفکیر جمہوریت

میں روسے زمین پر بہترین جمہوری حکومت کہلانے کا

حق رکھتی ہے۔ انگور امیں نہ تو کوئی سردار ہے۔ نہ ہی کوئی بادشاہ۔ اور ہی کوئی صدر۔ تمام اختیارات مجلس عالیہ ملیہ کے قبضہ اقتدار میں ہیں۔ اس مجلس میں جمہور کے وہ نمائندے ہیں جن کا انتخاب لوگ نہایت ہی آزادی اور بغیر دباؤ کے کرتے ہیں۔ صدر کا انتخاب کثرت آراء سے ہوا کرتا ہے۔ انھیں منتخب شدہ اشخاص میں سے وزراء مقرر کئے جاتے ہیں۔ صلح و جنگ اور امن و امان انھیں کے اختیار میں ہوتا ہے۔ صدر کو حق حاصل ہے کہ وہ کسی قانون کو جسے مجلس عالیہ ملیہ ترکیہ نے پاس کیا ہو۔ نامنظور کر دے۔ یا اس قانون کو

دوبارہ غور و غوض کے واسطے مجلس میں واپس کر دے۔ صدر کو یہ بھی حق حاصل ہے کہ فتنہ و فساد کے زمانہ میں امن قائم کرنے کی خاطر مارشل لافیاں فوراً جاری کر دے۔

اس ملک کی واحد نمائندہ جماعت کے مقاصد قومی۔ مذہبی۔ اور ہستی ترقی ہیں۔ اسکا نظریہ آزادی ہے مثلاً سیاسی و اقتصادی و معاشی آزادی۔ یہ جماعت انھیں امور و پول پر اصلاحات کو مانتی ہے۔ اس جماعت نے ۱۹۲۴ء کے نئے آئین کی رو سے مردوں اور عورتوں کے حقوق مساوی قرار دیدئے ہیں۔ شہریوں کے حقوق بھی مساوی ہیں۔ خواہ وہ کسی فرقہ یا مذہب سے تعلق رکھتے ہوں۔

صوبہ بھارتی حکومت کے متعلق مصطفیٰ کمال نے فرمایا کہ صوبوں کی حکمرانی مقامی جماعتوں اور وہاں کے نمائندوں کو تفویض کی گئی ہے۔ پڑانے طریقوں کے مانند مرکز میں ہر ایک بات کے اجتماع کے خیالات کو بدل دیا گیا ہے۔ مقامی امور کا انتظام اور انصرام و التیام انھیں باشندوں کے سپرد کیا گیا ہے۔ اور یہی ملک کے حکمران عمومی ہیں۔

جمہوریت ۱۹۲۸ء میں بمقام انجمن قائم ہوئی۔ لوگوں کے اتفاق سے اس جمہوریت کا پہلا صدر مصطفیٰ کمال منتخب ہوئے۔ ۱۹۲۹ء

میں جب دوبارہ انتخاب کا موقعہ آیا۔ تو اسوقت دو امیدوار مجلس عالیہ ملیہ کی صدارت کیلئے کھڑے ہوئے۔ ایک مصطفیٰ کمال اور دوسرا عصمت پاشا لیکن پہلے کو مصطفیٰ کمال پر بہت اعتماد تھا۔ اور وہی حقیقی معنوں میں قوم کا بہترین معمار بھی تھا۔ لہذا تمام ووٹ پہلے کی طرف سے مصطفیٰ کمال نے حاصل کئے اور عصمت پاشا نے صرف ایک ہی ووٹ مصطفیٰ کمال کا حاصل کیا۔ لہذا دوسری

مرتبہ کے انتخاب میں بھی مصطفیٰ کمال ہی صدر بنے۔ ۱۹۳۲ء میں اسمبلی نے ایک دفعہ پاس کر دی کہ ہر دو سالوں میں ایک بار دوبارہ۔ سہ بارہ۔ یا زیادہ مرتبہ بھی صدارت کی ہر دو جلیلہ کیلئے منتخب ہو سکتا ہے۔ لہذا اس دفعہ کے اسمبلی میں پاس

ہو جانے کے بعد مصطفیٰ کمال کی زندگی میں جتنے بھی انتخابات ہوئے ہیں۔ ان سب میں مصطفیٰ کمال کو ہی صدارت کا موقعہ ملتا رہا ہے۔ مصطفیٰ کمال نے اپنی زندگی میں آخری صدارت کے موقعہ پر قوم سے خواہش ظاہر کی کہ اب کی مرتبہ کسی اور کو موقعہ دیا جائے تاکہ خود مصطفیٰ کمال مجلس شورے میں داخل ہو کر قوم کی ترقی کیلئے مشورہ دیں۔ لیکن قوم نے نہ مانا۔ اور مصطفیٰ کمال ہی صدر چنے گئے۔ اب ابھی وفات کے بعد عوام لناس کے اتفاق آراء سے عصمت پاشا صدر منتخب ہوئے ہیں۔ لہذا مصطفیٰ کمال پاشا اس جمہوری حکومت کی آفرینش سے لیکر تا دمِ زلیست خود جمہوریتِ ترکیہ کی مدار کا کام سرانجام دیتے رہے ہیں۔ آپ اس جمہوری جماعت کے بھی صدر تھے۔ جس کے تمام نمائندے مجلس عالیہ ملیہ سے منتخب رکھتے ہیں۔ اسلئے صدر کو اسمبلی اور اسکے کام کی رہنمائی کا بھی اختیار حاصل ہے۔

اسوقت ترکی مشرقِ قریب کی ایک بہت بڑی جمہوری
ترکی کی موجودہ صورت حکومت ہے۔ جو ایشیائے کوچک کے علاوہ آرمینیا اور
 کردستان کے ایک بڑے حصے پر مشتمل ہے۔ اسکے علاوہ ترکی کا کچھ یورپنی علاقہ
 بھی ہے۔ جو بحیرہ امود اور جزائر ایجن کے درمیان واقع ہے۔ کل رقبہ اس
 جمہوریت کا دو لاکھ پچانوے ہزار مربع میل ہے۔ یورپین ترکی کا رقبہ نو ہزار
 دو سو پانچ مربع میل ہے۔ آبادی ۱۹۱۷ء کی مردم شماری کے مطابق ایک کروڑ
 باسٹھ لاکھ ہے۔ اس میں مسلمانوں کی تعداد بہت غالب ہے۔ حکومت کا ترکی
 مذہب اسلام ہے۔ یورپین ترکی اور ارمنی اصلاخ میں عیسائیوں کی آبادی
 زیادہ ہے۔ اسوقت ترکی کے اندر کرد اور یہودی بھی آباد ہیں۔ قبیل التعداد
 اقوام کے حقوق کی نگہداشت مکمل طور پر کی جاتی ہے۔

انگورائی تعمیرات
 انگور جمہوریہ ترکیہ کی حکومت کا صدر مقام ہے۔ یہ شہر ارضِ حکومت کا
 بھی کسی زمانہ میں پایہ تخت رہ چکا ہے۔ اسوقت اس کا نام انقرہ تھا۔

لیکن آجکل اس شہر کا نام غازی مصطفیٰ کمال پاشا کی یادگار میں انگور کی بجائے
آنا ترک رکھا گیا ہے۔ اس شہر کی آبادی ایک لاکھ پچیس ہزار ہے۔

قسطنطنیہ ٹرکی کے اندر سب سے بڑا شہر ہے۔ اس کی آبادی سات لاکھ
۲۵ ہزار ہے۔ جمہوریت کے قیام سے پہلے ہی شہر مقام خلافت اور خاندان
عثمانیہ کا دارالخلافہ تھا۔

انگورا دوہیں۔ ایک قدیم۔ دوسرا جدید۔ قدیم انگورادہ ہے۔ جہاں
جمہوریت سے پہلے اول سلطنت میں جنم لیا تھا۔ اُس کی گلیاں تنگ و تاریک
کچی سڑکیں۔ کچے بازار اور کچے مکان ایک خطرناک منظر پیش کرتے تھے۔ ترکی
حکومت کے ارکان کی تجویز تھی کہ قدیم انگوراکو ہی اصلاحات کا جامہ پہنا کر
دارالسلطنت بنایا جائے۔ اُس کی سڑکوں کو وسیع کیا جائے۔ قدیم عمارات
کی جگہ جدید عمارات کی تعمیر کی جائے۔ اور تباہ شدہ محلوں کو باغات کی
صورت میں تبدیل کر دیا جائے۔ چنانچہ اُس تجویز کی مطابق چند سرکاری
عمارات بھی تعمیر ہوئیں۔ اور چند مدارس بنائے گئے۔ لیکن بعد میں یہ طے
تبدیل کر دی گئی۔ اور قدیم شہر پر وقت اور زر صرف کرنے کی بجائے جدید
انگوراکے بنیاد رکھنے کی تجویز ہوئی۔ کیونکہ ہر ان بن کا خیال تھا کہ قدیم انگورا
کی درستی کے لئے بڑا وقت درکار ہے۔ اور زر کثیر کی ضرورت ہے چنانچہ
اُس تجویز کی بنا پر ایک سکیم تیار کی گئی۔ اور ۱۹۱۷ء میں مجلس وطن کے
سامنے پیش کر کے منظوری لی گئی۔ اور جدید انگوراکے بنیاد رکھ کر اُس کی
تعمیر شروع کی گئی۔ یہ نیا شہر قدیم شہر کے قرب و جوار میں ہی تعمیر ہوا ہے۔
لیکن اس جدید شہر کے لئے ایک وسیع قطعہ شامل کیا گیا ہے۔ تاکہ شہر
کشادہ نظر آئے۔ اس میں ہر طرف جدید قسم کی عالی شان عمارات ہیں۔
باغات کے لئے کشادہ قطعے چھوڑے گئے ہیں۔ اور بڑی بڑی کشادہ

سڑکیں تیار کی گئی ہیں۔

آج جدید انجنیئر اور مین شہر وں کی طرح نہایت ہی شاندار غنہ شہر بن گیا ہے۔ دوسری قسم کی اصلاحات کے ساتھ ساتھ اس کی بھی اصلاح اور تعمیر ہو رہی تھی۔ غریب کو حکومت نے مفت مکان بنوا دئے۔ شہر کے وسط میں ایک عجیب و غریب مصنوعی جھیل ہے۔ جو نہایت ہی خوبصورت اور دلکش نظارہ پیش کرتی ہے۔ جھیل کے چاروں طرف سرکاری عمارات۔ دفاتر۔ اور چیمبر ہال وغیرہ واقع ہیں۔ جھیل کے وسط میں پانی کے اندر مصطفیٰ کمال کا بت نصب ہے۔ شہر کی صاف اور تھری سڑکیں اور بازار ہر طرف چلے جا رہے ہیں علاوہ دفاتر کے اس میں متعدد پبلک باغات۔ عجائب گھر۔ چڑیا گھر۔ جامنا مساجد عدالت۔ ہسپتال وغیرہ ہیں۔

ترکی میں تعلیم عامہ حیرت انگیز رفتار کے ساتھ ترقی کر رہی ہے۔ تعلیم و تربیت دنیا کا واحد جمہوری ملک ہے۔ جہاں طلبہ کو صحیح مسنون میں جمہوری اصولوں پر تعلیم دی جاتی ہے۔ جمہوری جذبہ کے ماتحت تعلیم پر نا واجب پابندیاں عائد نہیں کی جاتی ہیں۔

مسئلہ اء کے قانون کی رو سے وہ مدارس اور کتب بند کر دئے گئے۔ جو بیرونی حکومتوں کے سرمایہ سے چلتے تھے۔ اور جن میں مذہبی تبلیغ کے ذریعہ نفرت و منافقت کے اثرات ملک کے طول و عرض میں پھیلانے جاتے تھے۔ ان قدیم درس گاہوں کی جگہ پر وزارت معارف جدید نے مدرسے قائم کئے۔ جن میں تمام قومیں بلا امتیاز مذہب و ملت تعلیم حاصل کر سکتی ہیں۔ یہ درس گاہیں مذہبی پابندیوں سے آزاد ہیں۔ ترکی میں جبری تعلیم کا قانون جاری ہے۔ جو شخص اپنی اولاد کو تعلیم دلانے سے پہلو ہتی کرتا ہے۔ اسے سخت سزا دی جاتی ہے۔ سترہ اور اٹھارہ سال کی عمر کے درمیان طلباء و طالبات کے لئے عسکری تعلیم حاصل کرنا

ضروری ہے۔ شرکی غیر مسلم رعایا کیلئے بھی فوجی تہذیب و تربیت لازمی ہے۔ پرائیویٹ سکول بھی قائم کئے جاسکتے ہیں۔ لیکن ان سکولوں کیلئے سرکاری نمائندہ کامیابی لازمی ہے۔

ابتدائی ثانوی اعلیٰ مدارس اور صنعتی سکولوں میں تعلیم نامہ ماحول دیکھتی ہے ابتدائی تعلیم لازمی ہے۔ چند صنعتی سکولوں اور کالجوں میں امیر گھرانوں کے بچے طلبہ اپنے قیام و طعام کے مصارف خود برداشت کرتے ہیں۔ اس کے سوا داخلہ یا تعلیم کے لئے کوئی رقم وصول نہیں کی جاتی۔

تمام ابتدائی ثانوی اور اعلیٰ مدارس میں مخلوط تعلیم رائج ہے۔ سکولوں میں لڑکوں اور لڑکیوں کے مابین فرق و امتیاز نہیں رکھا جاتا۔ البتہ ان مقامات پر جہاں لڑکوں کی تعداد کافی ہے۔ وہاں لڑکیوں کے سکول الگ قائم کر دیئے گئے ہیں۔ اور جن جگہوں میں لڑکوں کی تعداد کافی نہیں وہاں لڑکیاں بھی یہاں سکولوں اور کالجوں میں تعلیم حاصل کر سکتی ہیں۔ علیٰ ہذا تقاضا تجارتی اور صنعتی اسکولوں میں مخلوط تعلیم کا رواج ہے۔

تمام سکول اور کالج جمہوری اصولوں پر مشروط ہیں۔ تمام قسم کی جہاد و سترائیاں قطعاً ممنوع ہیں۔ طلبہ کو سترائیاں نام نہیں دیا جاتا ہے۔ بلکہ قواعد و ضوابط کے ماتحت طلبہ کو مترشحہ سترائیں خفیہ طور پر دیا جاتی ہیں۔ صرف مجرم طلبہ کے لئے اور ارباب انتظام یا طلباء کے والدین کو ہی اس ستر کی خبر ہوتی ہے۔ اس کے علاوہ طلبہ کی تعلیمی کمزوری اور ناکامی بھی سترائیاں رکھی جاتی ہے۔ لیکن طلبہ کی تعلیمی رفتار کا خیال خاص طور پر رکھا جاتا ہے۔

اچھے طلبہ کو اپنا تعلیم کرنے کی سخت ممانعت ہے۔ جماعت کے کمزور طلبہ کی تعلیم کی منتہی ہی اندازت رکھی جاتی ہے۔ اس سے طلبہ میں ایک دوسرے پر کسی قسم کی فوقیت یا امتیاز ظاہر نہیں ہوتا۔

ایک اور خوبی کی بات یہ ہے کہ ترکی کی درسگاہوں میں معاشری مساوات کو خاص اہمیت دی جاتی تھی۔ پانچ نائب علم اور آسٹا معاشری مرتبہ صرف ارباب انتظام مدرسہ کو ہی معلوم ہوتا ہے۔ طالب علم کے متول اور ملاس کو دوسروں پر غلبہ نہیں ہونے دیا جاتا۔ طلباء سکول اور کالج کے دستخطی امور میں سرگرم حصہ لیتی ہیں طلباء کو کاروباری احساس اور جذبہ کفایت شکاری بھی سکھایا جاتا ہے۔ کیونکہ علی زندگی کی ایسی درندہ دیاں ہیں۔ جو طلباء کو آئندہ زندگی میں پیش آتی ہیں۔ ملک کے تقریباً ہر تعلیمی ادارے میں گواہیوں سے انہیں بھی قائم کر دی گئی ہیں۔ جو طلباء کو اتھارڈ تعلیم دیتی ہیں۔ جن سکولوں میں یہ موسائیاں قائم ہیں انہیں طلباء کو مالی فوائد بھی حاصل ہو رہے ہیں۔ مثلاً ہر سال ۱۲ جنوری اور ۱۲ جنوری کا درمیانی ہفتہ ”ہفتہ کفایت شکاری“ کے نام سے ملک کے طول و عرض میں پوری شان و شوکت سے منایا جاتا ہے۔

جسمانی ورزش کی وزارت تعلیم کی زیر نگرانی خاص انتظام ہے۔ طلباء سپورٹس کے کلب سکولوں میں قائم کر سکتے ہیں۔ سکولوں کے باہر کی کلبوں میں یہ طلباء شامل نہیں ہو سکتے۔ ہر سال مئی کے مہینے میں ٹورنمنٹ ہوا کرتا ہے۔ بواسطے سکولوں اور گراؤنگ گاہوں کی انجینئری بھی قائم ہیں۔ جو قومی زمین کی تقریب پر منعقد ہونے والی پریٹیڈوں میں حصہ لیتی ہیں۔

بامقابلہ سکولوں کے علاوہ ملک میں قریباً ایوننگ کلاسز بھی جاری ہیں۔ جہاں تحصیل علم کا شوق رکھنے والوں کو حق تعلیم دیا جاتا ہے۔ ان کلاسوں میں ترکی قوم کے تمام افراد فائدہ حاصل کر سکتے ہیں۔ یہ کلاسیں ملک کے جہالت اور لاعلمی کو دور کرنے میں ایک بہترین مددگار ثابت ہوئی ہیں۔ ان کلاسوں نے ۱۹۴۵ء اور ۱۹۴۶ء کے درمیان کھلم کھلا طلباء اور طالبات کو علم سکھا دیا ہے۔

مزید برآں عربی رسم الخط کی بجائے لاطینی رسم الخط کے اجراء نے بھی اس تعلیمی ترقی میں بہت بڑی مدد کی ہے۔ لڑکی کی تعلیمی حالت کے متعلق وزیر تعلیمات ترکیہ نے مسئلہ اء میں ایک تقریر کے دوران میں فرمایا۔ کہ ”اب سے پہلے ہمارے ملک میں تعلیم مذہب کے لئے مفید تھی۔ نہ دین کیلئے۔ لیکن اب حالت بالکل بدل گئی ہے۔ اب ہماری تعلیم ہر قسم کے دباؤ سے آزاد ہے اور دماغ و خیال کے دباؤ سے آزاد ہیں۔ اور ہماری ترقی کے تمام راستے کشادہ ہیں۔ اب ہماری تعلیم جدید ترین اصولوں پر جاری ہے۔ اور لڑکی کویت کے جذبہ کو بیدار کر رہی ہے۔ اس تعلیم نے لڑکوں کو صحیح معنوں میں زندہ قوم بنادیا ہے۔ مختصر یہ کہ اب ہماری تعلیم کا طرز نظر مدد جمہوریہ غازی مصطفیٰ کمال تاتارک کے الفاظ میں یہ ہے کہ تعلیم کی غرض یہ نہیں ہونی چاہیے کہ اس سے مستفید ہر باقوی اور مستور رہیں۔ تعلیم کا اصل مقصد یہ ہونا چاہیے کہ اپنی سادی یا معززی زندگی میں کامیابی حاصل کی جائے۔“

تعلیمی درنگ ہوں کے علاوہ دستکاری۔ صنعت اور زراعت کا کام کھانے کے لئے ہر جگہ درنگ نہیں موجود ہیں۔ چار یونیورسٹیاں ملک کے اندر قائم ہیں۔

ترک قوم جمود و خواب غفلت میں سو رہی تھی۔ اُنکی روحیں مردہ تھیں اور فرسودہ ہو چکی تھیں۔ غازی اعظم نے اُن کو خواب غفلت

لیاس میں تبدیلی

سے بیدار کرنے کیلئے اُنکی روزمرہ کی زندگی میں بھی تبدیلیاں پیدا کر دیں چنانچہ آپنے اس خیال کو نظر رکھ کر قدیم و متبع لیاس کو تبدیل کر کے یورپین منہج کا لباس پہننے کا اعلان کر دیا۔ اس طرح تمام قوم کے لباس کے اندر یکسانی اور یکجہتی پیدا ہو گئی۔ علماء نے اسے خلاف بہت کہرام مچایا۔ مگر حکومت نے اُنکی ایکہ نشانی بلکہ مخالف علماء کو جبراً جدید طرز کا قومی لباس پہنایا گیا۔ لیکن جس نے ایسا کرنے سے انکار کیا وہ مستوجب سزا ٹھہرایا گیا۔ لباس کی تبدیلی کے ساتھ ہی

عزیزوں کی طرزِ خودِ باش کے اندر بھی تغیرات رونما ہو گئے۔ تو ہم پرستی کو بیچ دین سے اکھاڑ کر پھینک دیا گیا۔

عورتوں کی تعلیم کے لئے زمانہ مدارس ملک میں موجود ہیں مستورات شاہراہِ ترقی پر جنہیں عورتوں کا کثیر التعداد طبقہ تعلیم حاصل کر رہا ہے

عورتیں اکثر و بیشتر جگہوں میں کام کرتی نظر آتی ہیں۔ وہ ایسی ہی کی رکن بھی ہو سکتی ہیں۔ غرضیکہ مصطفیٰ اکمال پاشا نے ترکی کی نسوانی زندگی میں حیرت انگیز انقلاب پیدا کر دیا ہے۔ پہلے خوشحال گھرانوں کی عورتیں اپنے گھروں کی چار دیواری کے اندر بند رہتی تھیں۔ بیرونی دنیا سے انھیں کوئی سروکار نہ تھا۔ لیکن آج ہم دیکھتے ہیں۔ کہ ترکی کی عورتیں زندگی کے ہر شعبہ میں مردوں کے ساتھ ساتھ اپنی قوتِ عمل کا ثبوت دے رہی ہیں۔ وہ وطن اور قوم کے تعمیری پروگرام کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کے لئے مردوں کی طرح ہمہ تن سرگرم عمل اور مستعد کار نظر آتی ہیں۔ اور اپنے فرائضِ کار کو ایسی خوش اسلوبی سے سر انجام دیتی ہیں کہ مردوں کو انکی شاندار خدمات کا اعتراف کرنا پڑتا ہے۔ وہ سرکاری اور غیر سرکاری اداروں اور تجارت اور صنعت و حرقت کے مختلف شعبوں میں کام کرتی نظر آتی ہیں۔ فوجی خدمت میں بھی پورا حقہ لیتی ہیں۔ وہ اپنے وطن کی شمع پر پروانہ وار قربان ہونا اپنی زندگی کا مقصد و حید خیال کرتی ہیں۔ نقل و حرکت میں بالکل آزاد ہیں۔ لیکن اس آزادی کے باوجود عفت و عصمت اور شرم و حیا کے نقطہ خیال سے انکی سیرت کا پایہ اس قدر بلند ہے کہ ترک اس پر مبنی فخر کریں بجا ہے۔

مصطفیٰ اکمال نے قرآن کریم کے احکام کے مطابق کثرت ازواج کو جائز قرار دیا۔ لیکن ترک کی عورتوں کے حقوق و وجہیت کو برقرار رکھا۔ اور ان کو مردوں کے دوش بہ دوش میدانِ عمل میں لا کر کھڑا کر دیا۔ طلاق اور

خلع کے قانون نافذ ہوئے۔ عورت کے درجہ کو مرد کے برابر تسلیم کیا گیا۔ عورتوں پر سے پردے کی نامناسب پابندیاں دور کر دی گئیں۔ اور انکو منشاء اسلام کے مطابق آئین فطری حقوق سے بہرہ اندوز کیا گیا۔

مصطفیٰ کمال نے کاروبار کے متعلق بھی اصلاحات جاری کیں۔ قوانین بنائے۔ تاکہ تجارتی لوگ آہل پابندی میں رہ کر کاروبار کو چلائیں۔

قوم کی صحت بحال رکھنے کیلئے حکومت نے ایک قانون بنادیا۔ کہ دکاندار صبح نو بجے سے پیشتر اپنا کاروبار شروع نہ کریں۔ اور شام کو چھ کے بعد اپنے کاروبار کو جاری نہ رکھیں۔ البتہ ڈاکڑان اور سوداگران ادویات لائسنس حاصل کر نیچے بعد اس پابندی سے مستثنیٰ ہیں۔ انکو رفاہ عام کی خاطر دین رات دکانیں کھلی رکھنے کی اجازت ہے۔ ہفتہ میں جمعہ اور اتوار کو دکاندار دکانیں بند رکھتے ہیں۔ تعطیل کے دنوں میں کسی قسم کا کاروبار نہیں ہوتا۔ بلکہ بازاروں میں دکانداروں کی بجائے پولیس کا پہرہ رہتا ہے۔ تاکہ عوام سرکاری قانون کی خلاف ورزی نہ کریں۔ اور اگر کوئی خلاف ورزی کرے۔ تو اس کے لئے سخت سزا مقرر ہے۔

مصطفیٰ کمال نے برائیوں کا قلع قمع کرنے کیلئے اپنی طبیعتوں کی برائیوں کا استعمال کی رسائی سے ایسے قوانین کی مینا در کھتی۔ جن کے ذریعہ سے ایسے ایسے لوگ جو مشائخت و تصوف کے رنگ میں اپنے آپ کو ظاہر کر کے قوم کو مفت میں لوٹ لوٹ کر اپنا پیٹ پالتے۔ اور تصوف اور بزرگی کے پاک نام کو بدنام کرتے۔ صوفیانہ چولے کے اندر ہر طرح طرح کے صوفیانہ افحال کے مرتکب ہو کرتے۔ انکو قانوناً پھیلے مائس اور شریف الطبع انسان بن کر زندگی بسر کرنے پر مجبور کر دیا۔ اور ان تکیوں اور خانقاہوں کی اصلاح کی جنہیں خدا اسلام

تصوٹ اور بزرگی کا لباس پہن کر اسلام پر زور دیکھنے پرورش پاتے تھے مساجد کے اندر آئینہ کا تقریر کیا۔ خطبات و مواعظ کو منظم و مرتب کیا۔ اور ان تمام مفاسد اور فتن کی روک تھام کی۔ جو دین مبین کے نام پر اٹھائے جاتے تھے۔ مساجد اور خانقاہیں جو عیسائی مشنریوں نے فتنہ انگیزی کیلئے ایک بڑی آماجگاہ بن رکھی تھیں۔ جہاں سے ٹرکی کی خوبیوں اور کمزوریوں کی رپڑیں عیسائی دنیا کے اندر شائع ہوتی تھیں۔ ایسے ناپاک عنصر سے پاک کر دی گئیں۔

صوفی منش اور گندی نیتوں کو غازی مصطفیٰ کمال کی یہ اصلاحات ایک نفیسی نہ بچاتی تھیں۔ آغوشوں نے دم نمازعت اور مخالفت بھرنا شروع کر دیا۔ مصطفیٰ کمال نے ان تمام مذہبی دیوانوں اور درویشوں کو گرفتار کر کے قوج میں جبراً بھرتی کرنا شروع کر دیا۔ ملک ان لوگوں کی ناپاک حرکتوں سے پاک ہوا۔ اور وہ بھی حلال کی روزی کما کر کھانے لگے۔ شراب خانے۔ جوئے خانے۔ قہوے خانے سب بند کر دئے غرضیکہ مصطفیٰ کمال نے ٹرکی کی زندگی کو ایک نہایت ہی پاکیزہ اور نیک زندگی کے رنگ میں بدل دیا۔

مصطفیٰ کمال کی انقلابی روح نے علمی دائرہ کے اندر بھی ایک سیلاب

لاطینی رسم الخط

عظیم برپا کر دیا۔ اور ترکی حروف کی بجائے لاطینی رسم الخط کا اجراء کر کے ترکوں کو تجدید کی لذت سے آشنا کر دیا۔ نسلی تحقیقات اور سانی تعلیم کیلئے علی ادارے قائم کئے۔ اور ترکی دماغوں کو جو صرف قنون حرب و ضرب کی لذت سے آشنا تھے حصول علم کی چاشنی بھی اُنھے دماغوں کے اندر پیدا کر دی۔

لاطینی رسم الخط کو جاری کرنے کی ایک وجہ وجہ یہ ہے کہ آپ نے اپنی ملکی کاروباری منڈیوں کو بیرونی دنیا کی کاروباری منڈیوں سے ملحق کر دیا۔

مصطفیٰ کمال نے ایک اور بڑا کارنامہ یہ کیا کہ قرآن کریم کو ترکی زبان میں ترجمہ کرکے اپنی قوم کے سامنے رکھ دیا۔ تاکہ ان کو کلام الہی کا مفہوم سمجھنے میں سہولت ہو۔

تمدن

ان اصلاحات کے علاوہ آؤ آب ذرائع کوں کے تمدن کا بقیہ
 دیکھیں۔ جہاں ترکی جمہوریت کے اندر دیگر شیعہ زندگی کے اصلاح
 پیر ہو رہے ہیں۔ وہاں تمدنی حالت سے کبھی غافل نہیں ہو سکتا۔ اگر ترکوں نے
 اپنی سیاسی زندگی کو درست اور مضبوط کیا ہے۔ تو ضروری ہے کہ ترکوں کا تمدن اور
 طرز معاشرت بھی ترکی قانون کی نگرانی میں رواج پذیر ہو۔ اگر ترکوں کا تمدنی
 پیش قدمی درجہ جائے تو ہم کہیں گے کہ ابھی اصلاحات اور دوری ہیں۔ لیکن مصطفیٰ کمال
 کی ہوشیار اور دور رس نظر اس پہلو سے غافل نہیں رہی۔ ساتھ ساتھ پیشہ بھی
 مصطفیٰ کمال کی عقل و دانش سے سیراب ہوتا رہا ہے۔ جس سے تمدن کا انتظام
 درست اور صحیح ہوتا گیا ہے۔ چنانچہ آپ نے بیاہ شادی۔ مرنے جینے۔ نکاح طلاق
 ختنے اور مہانداری کے قانون بھی نافذ کئے ہیں۔ جنکی پابندی ہر جمہور انام پر
 واجب ہے۔

تقریب تولد

جب کسی گھر میں بچہ پیدا ہوتا ہے تو امین محلہ کیلئے فرم ہے کہ
 سرکاری دائی اور مقامی ہسپتال کے ڈاکٹر کو اطلاع دے۔
 یہ مقامی شعبہ پیدائش و اموات کا رجسٹرار بھی ہے۔ خوشحال لوگ اعلیٰ درجے کی
 پرائیویٹ سیڈیکل ایڈ حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ لیکن متوسط الحال لوگ
 جو زیادہ خرچ برداشت کر سکتے قابل نہ ہوں۔ وہ سندیانہ دائیاں بلا اجرت
 طلب کر سکتے ہیں۔ یہ دائیاں حکومت کی طرف سے مقرر ہیں۔ جنکو حکم موقعہ پر
 حاضر ہونا پڑتا ہے۔ پنشن یافتہ یا غیر جنگی سپاہیوں کو نہ صرف سرکاری دائیاں
 ہی مہیا ہوتی ہیں۔ بلکہ حکومت زچہ و بچہ کی خورد و نوش کیلئے اخراجات دیتی ہے۔
 پیدائش کے موقعہ پر کوئی بھی بچہ کی خوشی میں انداز سے زیادہ خرچ نہیں کر سکتا۔
 اگر کوئی شخص اپنے بچہ کی پیدائش کے موقعہ پر ضرورت سے زیادہ خرچ کر کے
 اصرار کا مظہر ہوگا۔ تو محکمہ اقتساب کو اختیار ہے کہ وہ اسکے خلاف قانونی کارروائی کرے۔

جس زمانہ کی سزا دے سکتا ہے۔ مسجد کائنسدار پیش امام بیچہ کے کان میں آذان کہہ کر مقرر کردہ نذرانہ لے سکتا ہے۔ کیونکہ انہی پرورش حکومت کی طرف سے ہوتی ہے۔

بسم ختنہ بھی حکومت کی نگرانی میں ہو ا کرتی ہے۔ مقامی میونسپل کمیٹیاں موسم کے لحاظ سے کسی صحت افزا کھلے مقام پر ختنہ کا انتظام کرتی ہیں۔ اور ختنہ کا دن مقرر کیا جاتا ہے۔ اسکی اطلاع جمہور نام کو کئی روز پہلے کی جاتی ہے۔ چنانچہ فریب اور امیر لوگ اپنے بچوں کو وقت مقررہ پر ختنہ کے لئے لے جاتے ہیں۔ مقامی ڈاکٹروں کا ایک دستہ اس مقصد کے لئے موقعہ پر موجود ہوتا ہے۔ ختنہ کا وقت عام طور پر بعدِ غروب ہی مقرر کیا جاتا ہے۔ جن بچوں کو ختنہ کیا جاتا ہے۔ اُنکے والدین بھی وہیں موجود ہوتے ہیں۔ اور اُن کو ختنہ کے بعد اسی جگہ رکھا جاتا ہے۔ حکومت کی طرف سے پلنگ اور والدین کی طرف سے بستر وغیرہ کا انتظام ہوتا ہے۔ ختنہ شدہ بچے کو حکومت کی طرف سے ایک جوڑہ اور شیرینی ملتی ہے۔ ڈاکٹر ہر روز ختنہ شدہ بچوں کا معائنہ کرتے ہیں۔ جب یہ بچے درست ہو جاتے ہیں۔ تب انکو گھر جانے کی اجازت ملتی ہے۔ جس جگہ ختنہ کیا جاتا ہے۔ اُس کی سجاوٹ اُس کا انتظام والیتام متعلقہ روشنی وغیرہ حکومت خود کرتی ہے بلکہ بچوں کو اس موقعہ پر خوش رکھنے کیلئے تماشے اور دل لگی کوسامان بھی ہتیا کئے جاتے ہیں۔

جمہوریت کے قیام سے پہلے بسم اللہ کی رسم بڑی دھوم دھام سے کی جاتی تھی۔ غریب ہو۔ یا امیر اس موقعہ پر دل کھول کر خرچ کرتے تھے۔ اور بچوں کا جلوس نکالا کرتے تھے۔ مگر آج جب جمہوری گورنمنٹ قائم ہوئی ہے۔ اور تعلیم قانوناً جبری اور مفت دی جاتی ہے۔ تب سے

تقریب بسم اللہ

حکومت نے لوگوں کو تقریب بسم اللہ کے معارف سے بے نیاز کر دیا ہے۔ اور اس بے جا اور غیر مناسبات کا سد بائیکاٹ کیا ہے۔ البتہ والدین پر ایسٹوٹ طور پر شریعی تقسیم کر لیتے ہیں۔ تمام مساجد میں مکتب کھل چکے ہیں۔ اور والدین کا فرض ہے کہ اپنے بچوں کو پانچ اور سات سال کی عمر کے درمیان مدرسے میں داخل کرالیں بصورت عدم تعمیل تحریری کارروائی کیجاتی ہے۔

اگرچہ نکاح قرہقین کی رضامندی سے ہوتا ہے۔ لیکن نام تقریب نکاح حکومت نے اسکے متعلق بھی پابندیاں عائد کر دی ہیں نکاح۔ حق مہر۔ اور طلاق کے متعلق سخت قوانین نافذ کر کے لوگوں سے ایسے عمل کرایا جاتا ہے۔ نکاح پر ایسٹوٹ طور پر نہیں ہو سکتا۔ بلکہ قرہقین یا انکے والدین مقامی قاضی کے روبرو پیش ہوتے ہیں۔ اور اپنی حیثیت کے مطابق پارچات۔ زیورات اور دعوت و لمیہ کے کھانے کی فہرست پیش کرتے ہیں اس فہرست کے ساتھ یہ ظاہر کرنا پڑتا ہے کہ نکاح قرہقین کی رضامندی سے قرار پایا ہے۔ نیز انکو یہ بھی ظاہر کرنا پڑتا ہے۔ کہ مرد اور عورت میں سے کوئی مستندی مرض میں مبتلا نہیں۔ پارچات اور زیورات کی مقدار متعین ہو حق مہر شرعی ہو تو کوئی مضائقہ نہیں۔ ورنہ اسکی مقدار بھی مقرر کی جاتی ہے۔ نکاح حکومت کا مقرر کردہ قاضی پڑھتا ہے۔ اور وہ سرٹیفکیٹ دیتا ہے۔ اور سرٹیفکیٹ پر اشٹام لگایا جاتا ہے۔ جو فیس نکاح منظور ہوتی ہے۔ دعوت لمیہ غریبوں کے لئے دو کھانوں سے زیادہ نہیں ہو سکتی۔ اور صاحب حیثیت چار کھانوں سے زیادہ متجاوز نہیں کر سکتے۔

محکمہ جنگی کے لوگوں کیلئے نکاح کے متعلق یہ قانون ہے کہ وہ بچپن اور تیس برس کی عمر کے درمیان نکاح کرنے پر مجبور ہوتے ہیں۔ اگر وہ نکاح کرنے سے پہلو ہتی کریں یا انکار کریں تو قانون نے انکے لئے یہ سزا مقرر کی ہے کہ وہ نوکری و علیحدہ

کر دئے جاتے ہیں۔ اور جب تک یہ سپاہی لوگ اپنی نوکریوں پر حاضر رہتے ہیں
 اُنہی عورتوں کو حکومت کی طرف سے گزارہ ماہانہ ملتا ہے۔ اور ہر ایک بچے
 کیلئے ضروری مصارف اور تعلیم مفت دی جاتی ہے۔ جو لوگ کنوارے رہتے
 ہیں۔ اُن سے ٹیکس وصول کیا جاتا ہے۔

حب و نسب کی صحت کو برقرار رکھنے کیلئے حکومت نے قانون وضع کر دیا ہے
 کہ کوئی ترک غیر ترک کی عورت سے۔ اور کوئی غیر مسلم مرد ترک عورت کی ساتھ
 حکومت کی اجازت کے بغیر نکاح نہیں کر سکتا۔

حکومت نے قانون کے ذریعہ سے زن و شوہر کے تعلقات کی تعیین
 طلاق کے امکان کو بہت مشکل کر دیا ہے۔ اور اگر کوئی
 صورت ایسی پیدا ہو بھی جائے۔ کہ جہاں طلاق ناگزیر ہے تو فریقین بحکم
 عدالت کی طرف رجوع کر کے طلاق لینے کے حقدار ہیں۔

بد اخلاقی کا انتظام پولیس کے ذمہ ہے۔ اس کے متعلق
 انسداد بد اخلاقی پولیس کو وسیع اختیارات حاصل ہیں۔ پہلی دفعہ یہ ہے کہ
 ترک عورت علانیہ طور پر ایسے فعل کی مرتکب نہیں ہو سکتی۔ اور صرف سٹریٹ
 میں ارمنی۔ یونانی اور یہودی وغیرہ عورتوں کے اُدے موجود ہیں۔ انکو
 رجسٹر خاص اہتمام کے ساتھ رکھے جاتے ہیں۔ وہاں جانیوالے لوگوں کو
 پولیس کے پاس کچھ پاں لینا نام و نشان اور پتہ لکھوانا پڑتا ہے۔

ترکی شہن کی ایک نمایاں خاصیت یہ ہے کہ کسی عزیز
 کی وفات پر شہرت کے ساتھ رنج و غم کا اظہار نہیں کیا
 جاتا۔ بلکہ نہایت خاموشی سے رسم جنازہ ادا کی جاتی ہے۔ ایسے سائیکھ احوال پر
 غریبوں اور محتاجوں کو علانیہ خیرات دینے کا رواج نہیں۔ اور نہ ہی ماتم
 پڑسی کر نیوالوں کی کسی قسم کی تواضع کی جاتی ہے۔

شمرک مرد اور عورتیں جمعہ کی نماز ادا کر کے قبرستان میں چلے جاتے ہیں۔ اور وہاں کچھ وقت گزارنا پسند کرتے ہیں۔ اور اپنے متوفیوں کے مزار پر فاتحہ پڑھتے ہیں۔

ریلوے اور سڑکیں ملک کی اقتصادی و تجارتی ترقی کا انحصار وسائل حمل و نقل کی فراوانی پر موقوف ہوتا ہے۔ جمہوریہ ترکیہ نے اپنی تجارت کو ترقی دینی ہے۔ اور صنعت و صرفت کا اپنے ملک کے اندر اجراء کرنا ہے۔ لہذا ترکی حکومت نے ضروریات ملکی کے پیش نظر سب سے اول ریلوے لائنوں کی تعمیر کی طرف اپنی توجہ مبذول کی۔ یقیناً غازی عسمت پاشا کی وزارت کا یہ بہت بڑا کارنامہ ہے۔ کہ آٹھ سو نو آبادیہ شہروں اور مقامات کو ریلوں کے ذریعہ سے ملحق کر دیا۔ جنگ عالمگیر میں وہ ریلوے لائنیں جن کا اتصال فوجی چھاؤنیوں سے تھا۔ بالکل تباہ ہو گئی تھیں۔ حکومت نے انہیں دوبارہ تعمیر کرا دیا۔ جمہوریت کے قیام سے قبل غیر ملکی کمپنیوں کے قبضہ میں ۶۲۰۶ کلومیٹر ریلوے لائن تھی۔ لیکن ۱۹۲۵ء میں وہ صرف ۷۸۴ کلومیٹر رہ گئی۔ ۱۹۳۵ء تک جمہوریہ ترکیہ نے ۸۰۳ کلومیٹر جدید ریلوے لائن تعمیر کر دی۔ ان ریلوے لائنوں کے علاوہ قومی چندوں سے عام نچتہ سڑکوں کو تعمیر کیا گیا۔ آج ترکی کی سڑکیں اپنی معنائی۔ نفاست اور خوبصورتی کے لحاظ سے یورپ کے بعض ملکوں کی سڑکوں پر فوقیت رکھتی ہیں۔

قسطنطنیہ اور انقرہ کے درمیان ۳۶۰ میل کا فاصلہ ہے۔ جس کو ریل لائنیں ملحق کرتی ہے۔ ۱۹۳۰ء میں یہ فاصلہ ریل کے ذریعہ ۶ گھنٹوں میں طے ہوتا تھا۔ مگر آج یہ مسافت دس گھنٹوں کے اندر ختم ہوتی ہے۔ یہ ریلوں کی ترقی کی علامت ہے۔

سلسلہ رسل و رسائل تار۔ ڈاک۔ اور ٹیلیفون کے سلسلے ملک کے طول و عرض میں

قائم کئے جا چکے ہیں۔ ایک فرانسیسی کمپنی نے انگورہ میں بے تار برقی کا ایک بڑا زبردست مرکز قائم کیا ہے۔ جس کے ذریعہ واشنگٹن تک نامہ و پیام ہو سکتا ہے ایک دیگر مرکز کم طاقت کا قسطنطنیہ کے اندر بھی قائم کیا گیا ہے۔ ایک سوئٹین کمپنی نے انگورا اور ایشیائے کوچک کے تمام بڑے بڑے شہروں کا ٹیلیفونی اِبحاق انگورا اور دوسرے تجارتی مراکز سے قائم کر دیا ہے۔

محکمہ ڈاک نے تیس سال کیلئے ایڈمرنٹ ٹیلی گراف کمپنی سے تار برقی کے انتظام کا معاہدہ کیا ہے۔ اور یہ طے ہوا ہے کہ ابتدائی اٹھارہ ماہ کی تعلیم و اخوت کے بعد تمام افسر اور کارندے ترک ہونگے۔ آلات نشر صوت یعنی ریڈیو بھی ملک کے اندر موجود ہیں۔

روس کے تعمیری پروگرام اور اقتصادی ترقی سے متاثر ہو کر مصطفیٰ کمال نے اپنے ملک کے اندر صنعت و حرفت کو فروغ

صنعت و حرفت

دینے کیلئے اپنے ہاں سب سے اول پانچ سالہ پروگرام مرتب کر کے جاری کیا۔ اس مفید کام کیلئے سب سے پہلے روسی ٹرکی کو ۵۴ کروڑ پونڈ قرضہ دیا۔ جس سے روسی اڈا پارچہ بانی کے عظیم الشان کارخانے کھولے گئے۔ ان تیار کردہ کارخانوں کا مال روس کو قرضہ میں دیا گیا۔ اور کارخانے ترکوں کی ملکیت میں آگئے۔ چنانچہ انھیں کارخانوں کا مال تمام ٹرکی میں فروخت ہوتا ہے۔ بیرونی دنیا سے کوئی کپڑا ٹرکی میں نہیں جاسکتا۔ مزید برآں طرہ یہ کہ ان کارخانوں میں بیرونی عنصر کیلئے ملازمت کی گنجائش نہیں۔ بلکہ ترک انجنیئر میں۔ مستری بھی ترک ہیں۔ اور مزدور پیشہ بھی ترک۔ نیز تمام افسر ترک ہیں۔ جو قرضہ ٹرکی نے روس سے لیا تھا اُسکی شرائط نہایت ہی آسان تھیں۔ اور قرضہ بھی بلا سود تھا۔ یہی وجہ ہے کہ ٹرکی ان کارخانوں کے تیار شدہ اموال روس کو قرضہ میں دیکر قرض سے بہت جلد سبکدوش ہوئی۔ یہ قرضہ اور یہ کارخانے روس اور ٹرکی کے درمیان نہایت ہی گہرے تعلقات

اور دوستانہ روابط قائم کرنے کا باعث ہوئے۔ چونکہ اس قرضہ سے دیگر ممالک میں یہ غلط فہمی پھیل گئی تھی۔ کہ روس کا اثر ترکی کے اندر روز بروز بڑھ رہا ہے۔ اسلئے برطانیہ نے بھی ترکی کو بلا سود قرضہ دیدیا۔ جس سے کاسٹن وغیرہ کی صنعتوں کو ترقی پہنچی۔ اور اس پیداوار سے قرضہ ادا کرنے کا فیصلہ کیا گیا۔ روس اور برطانیہ کے ان اقدامات کو دیکھ کر جرمن کے منہ میں بھی پانی بھرا آیا۔ چنانچہ جرمن وزیر اقتصادیات تمام بلقانی ریاستوں کا دورہ کرنے کے بعد ترکی میں پہنچا۔ اور پندرہ کروڑ مارکس کا قرضہ بلا سود دینے کی خواہش ظاہر کی۔ جس سے صنعت و حرفت کی ترقی کے لئے مشینیں۔ اور سامان حرب خرید آگیا۔ اور ترکی کے لئے جس کیسکیل صنعت کی زیادہ ضرورت تھی۔ اُسکے اجراء اور فروغ پر یہ سرمایہ صرف کیا گیا۔ یہ امر مصطفیٰ کمال پاشا اور اُنکے مشیروں کی روشن ضمیری پر دلالت کرتا ہے کہ وہ غیر ممالک سے بلا سود قرضہ لے کر جن مصنوعات اور صنعتی کارخانوں کو ترقی دینگے۔ انہیں کی پیداوار سے قرضہ ادا کیا جا رہا ہے۔ اس طرح ترکی کے ذمہ ایک پائی بھی قرض نہیں۔ ملک کی اقتصادی ترقی کے لئے ملک کے ہر گوشہ میں صنعتی کارخانے جاری ہو چکے ہیں۔ جو بڑی سرعت سے سامان تیار کرتے ہیں۔ کان کنی بھی جاری ہے اسوقت ترکی سے کوئلہ تمام یورپ کو سپلائی ہوتا ہے۔ ترکی بھی اپنا روپہ ایران کی طرح باہر نہیں جانے دیتی۔ صرف ملک کی پیداوار ہی باہر فروخت ہوتی ہے۔ اور روپیہ ملک میں آتا ہے۔

غرضیکہ گزشتہ دس سال میں تجارت اور صنعت و حرفت کے شعبہ جات نے اپنی داخلی حکمت عملی سے ملک کو زبردست فائدہ پہنچایا ہے۔ تجارتی اداروں کو سفارت خانوں سے علیحدہ کر دیا گیا ہے۔ اور اب ہر قوم نہایت ہی اطمینان اور تسلی بخش طریق پر اپنے تجارتی کاروبار میں آزادانہ طور پر کام کر سکتی ہے و تجارت پر

کسی قسم کا بار نہیں۔ بلکہ مزید یہاں یہ کہ الوان تجارت کی طرف سے قسطنطنینہ میں ایک خاص بیورو کا قیام عمل میں آیا۔ جمہیں فرانس۔ ہنگری مختلف ممالک سے تجارتی معاہدات طے ہو گئے۔ جمہوریہ ترکیہ کی برآمد کو دوسرے ممالک میں جو مراعات حاصل ہیں۔ انہیں مراعات کو ممالک غیر کی درآمد کو نوازنا جارہا ہے۔

صنعت و حرفت کی ترقی کچھ کم قابل ذکر نہیں۔ اس وقت ٹرکی میں کارخانوں کی تعداد ۲۵۹۵ ہے۔ قالین سازی۔ ابریشم سازی۔ ادنیٰ اور سوتلی کپڑے بننے کے کارخانے ترقی کر رہے ہیں۔ آٹے کی مشینیں میوہ محفوظ کرنے کی مشینیں۔ صابن سازی اور شکر سازی کے کارخانے ہر شہر میں قائم ہو رہے ہیں۔ معدنیات کی ترقی تسلی بخش ہے۔ جدید کانیں معلوم ہونے کی وجہ سے ترکی کا بے کار طبقہ مصروف کار ہو گیا ہے۔ ۱۹۲۰ء میں معدنیات کی آمد ایک لاکھ ترکی پونڈ تھی۔ لیکن ۱۹۳۵ء میں یہ آمدنی سترہ کروڑ گیارہ لاکھ ترکی پونڈ تک پہنچ گئی ہے۔ معدنی پیداوار سے مزید فائدہ اٹھانے کیلئے ۱۹۳۵ء میں ایک سالہ پروگرام اور منظور کیا گیا۔

علاوہ ازیں چینی تانبے کے برتن وغیرہ خاص جاپانی ماہرین فن کی خجراتی میں تیار کئے جاتے ہیں۔ ریشمی کپڑا بننے کے لئے چین کے کاریگر منگولے گئے ہیں۔ دیاسلائی بنانے کا کام سویڈن کے لوگوں سے سیکھا گیا ہے۔ کپڑا سینے کی مشینوں کیلئے امریکوں کی خدمات حاصل کی گئی ہیں۔ تمام قسم کا کپڑا ملک کے اندر تیار ہوتا ہے۔ ترکوں کو بدیشی کپڑا خریدنے کی ممانعت ہے۔ ہاں اگر کوئی بدیشی مال خریدنا چاہے تو اسکو اتنی ہی رقم حکومت کے خزانے میں جمع کرانی پڑتی ہے۔ کپڑا بننے کے لئے مشینیں روس سے منگوائی گئی ہے۔ غرضیکہ مصنوعات کو فروغ دینے کے لئے ترک بڑی

سرگرمی سے کام کر رہے ہیں۔ اور ہر چیز متعلقہ ضروریات زندگی اور سامان متعلقہ حرب و ضرب وغیرہ ملک میں تیار کیا جاتا ہے۔

ابتدائی پانچ سالہ پروگرام کی تکمیل ہو چکی ہے۔ اور دوسرا پروگرام ۱۹۳۷ء سے شروع کیا گیا ہے۔ جس کا سب سے بڑا مقصد یہ ہے کہ ملک کے مختلف حصوں میں برقی طاقت کے اسٹیشن قائم کئے جائیں۔ اور ایسے کارخانے بنائے جائیں جنہیں ترک اپنے جہاز تیار کر سکیں۔ ملک میں کئی کارخانے بحری جہاز تیار کر نیکے لئے قائم کئے گئے ہیں۔

جمہوریہ ترکیہ نے زراعت کو ترقی دینے کیلئے بڑی کوشش کی ہے۔ زراعت سائنٹیفک اصولوں کے مطابق کی جاتی ہے کسانوں کو مشینیں حکومت قیماً ہٹیا کرتی ہے۔ جسکی قیمت باقسط فراہم کی جاتی ہے غریب اور نادار کسانوں کو یہ مشینیں حکومت کی طرف سے مفت عطا ہوتی ہیں گنہوں۔ جو۔ دیگر غلے۔ تباکو۔ انجیر۔ مونگ پھلی وغیرہ ٹرکی کی زرعی پیداوار میں خاص اہمیت رکھتی ہیں۔ ملک کے اندر معدنی پیداوار کے ذرائع بھی قدرت نے بے شمار پوشیدہ رکھے ہیں۔ مگر ابھی ان سے ایک وسیع پیمانہ پر فائدہ نہیں اٹھایا جاتا۔ معدنی پیداوار میں کروم۔ کوئلہ۔ تانبا شامل ہیں۔

فروری ۱۹۳۷ء میں جمہوریہ ترکیہ کی مجلس عالیہ ملیہ نے اپنے تین آئینی ترمیمیں دستور اساسی کے لئے تین آئینی ترمیمیں منظور کیں۔ ایک ترمیم کا مفاد یہ تھا کہ جماعت جمہوریہ کے اصول پر عمل کیا جائے۔ دوسری ترمیم یہ تھی۔ کہ کسانوں کے فائدہ کیلئے بڑی بڑی دیہاتی جائدادیں وقف کر دی جائیں۔ تیسری ترمیم یہ تھی کہ جو فرقہ مذہبی رسوم کی بجاآوری کے لئے تحفیہ جلیے منعقد کرتے ہیں۔ وہ مذہبی آزادی سے محروم کر دئے جائیں۔

۱۹۳۷ء میں جمہوریہ ترکیہ نے اپنا ایک مرکزی بینک قائم کیا۔ جسکو

بنک کا اجراء

حکومت نے نوٹ بنانے کے پورے پورے اختیارات دیدئے۔ اس سرکاری بینک کے علاوہ چار اور بینک بھی ملک کے اندر کام کر رہے ہیں۔ انہی انگریزی حکومت نے اپنے ذمہ لی ہے۔ مسئلہ میں ایک بینک کا افتتاح ہوا۔ جس کا نام بحری بینک رکھا گیا۔ اس بینک کا تعلق صرف بحری تجارت سے ہے۔ ایک عثمانیہ بینک بھی ہے۔ جسکی شاخ لندن میں ہے۔ یہ بینک تمام ملک اور مشرق قریب میں یونان اور مصر سے ایران تک کاروبار کرتا ہے۔ جمہوریہ ترکیہ کا سکہ لیرا یا ترکی پونڈ ہے۔ جسکے تلو پیاسٹر ہوتے ہیں۔

فوجی خدمت فوجی خدمت رعایا کے ہر تنفس کے لئے لازمی ہے۔ مستقل فوج کئی لاکھ سپاہیوں پر مشتمل ہے۔ ریزرو فوج بے شمار ہے

ہوائی جمعیت کے سپاہیوں کی تعداد قریباً ۹ ہزار ہے۔ اور درجہ اول کے طیاروں کی تعداد چار سو ہے۔ ترکوں کے پاس چار جنگی جہاز اور کروڑ ہیں۔ اس کے علاوہ چھوٹے جنگی جہاز بے شمار ہیں۔

۱۹۳۷ء میں حکومت نے ایک قانون وضع کیا تھا۔ جسکی رو سے عورتوں پر بھی مردوں کی طرح فوجی خدمت لازمی قرار دی گئی ہے۔ اور مدرسوں کی طالبات کیلئے فوجی تعلیم کا انتظام کیا گیا ہے۔

ترک کی جمہوریت اپنی فوجی تباہیوں کی مناکش ہر سال ترکوں کی فوجی تیاریاں کرتی ہے۔ چنانچہ ترک کی جمہوریت کا پندرہواں جشن،

نہایت خیر و خوبی سے منایا گیا۔ فیلڈ مارشل غازی عصمت پاشا نے جنگی اور دفاعی وسائل پر تبصرہ کرتے ہوئے ترک کی قوم کو یقین دلایا۔ کہ آئندہ جنگ میں ترک سپاہی دنیا کو بتا دیں گے کہ ترک اب کسی اجنبی طاقت کو ہاتھوں میں نہ ڈالیں۔ اس وقت ہمارے پاس چھ لاکھ سپاہی جنگی آلات سے مسلح موجود ہیں۔ اگر آئندہ جنگ ہوئی۔ جیسا کہ عام طور پر خیال کیا جاتا ہے

تو ہمارے یہ نوجوان سپاہی گذشتہ جنگ عظیم کا پورا پورا بدلہ لے کر چھوڑینگے
 ۱۹۳۸ء کے درمیان ترکی میں جنگی مناکش ہوئی۔ اور وزرائے
 غیر ملکی و فوج اور ہزاروں آدمی ترکی افواج کے عسکری کمالات دیکھنے
 کے لئے موجود تھے۔ اس موقع پر یونانی فوج کے جنرل اعظم بھی موجود
 تھے۔ جنرل موصوف نے ترکی افواج کے جنگی کمالات دیکھنے کے بعد
 یہ رائے ظاہر کی کہ نظام تعلیم۔ جرنیلوں کی قابلیت و استعداد غرض ہر
 اعتبار سے ترکی فوج دنیا کی بہترین فوجوں میں شمار ہو سکتی ہے۔

الغرض ترکی اس وقت اپنے ملک کے اندر بہت ہی خوشحال ہے۔ اور
 خوش رہنا چاہتی ہے۔ اسے فخر ہے کہ اُسے تھوڑے عرصہ میں بہت زیادہ
 ترقی حاصل کر لی ہے۔ اسکی فوج نہایت ترقی یافتہ اور آزمودہ کار ہے۔
 اسکی تجارت و صنعت کا دائرہ نہایت ہی وسیع ہے۔ اگرچہ بعض حکومتیں شدید
 مالی دشواریوں میں مبتلا ہیں۔ لیکن حکومت ترکی اپنی اقتصادی حیثیت سے
 بالکل مطمئن ہے۔ علاوہ بریں ترکی حکومت نے تمام حکومتوں بالخصوص
 ہمسایہ حکومتوں کے ساتھ اپنے سیاسی تعلقات بہتر بنانے کیلئے خاص طور پر
 کوشش کی ہے۔ برطانیہ عظمیٰ سے بھی اُسکے تعلقات نہایت ہی خوشگوار
 ہیں۔ فرانس کے ساتھ بھی تعلقات بہت عمدہ ہیں۔ یہی حال اٹلی یوگس
 جرمنی اور دول بلقان کے ساتھ ہے۔ مشرقی حکومتوں میں سے افغانستان
 عراق۔ ایران کے بھی ترکی کے ساتھ دوستانہ تعلقات ہیں۔ بلکہ یہ تعلقات
 دوستانہ حیثیت سے گذر کر برادرانہ نوعیت اختیار کر چکے ہیں۔

۱۹۳۸ء میں استنبول کی صنعتی مذاکشی کا افتتاح کرتے ہوئے غازی انارکلی
 نے ایک محرکہ الآرا تقریر کی۔ جس کا خلاصہ درج ذیل کیا جاتا ہے۔

دو اسلامی سلطنتوں اور عام مسلمانوں کو تجارت کرنی چاہئے۔ اور تجارتی

کاروبار کو فروغ دینا چاہئے۔ ہمارے آقا مولا حضور بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دُنیا کے سب سے بڑے تاجر بن گئے ہیں۔ آپ نے اپنی امت کو جہاں زندگی کے مختلف پہلوؤں سے عمل کرنے کی تعلیم دی ہے۔ وہاں ایک جلیل القدر تاجر کی حیثیت سے ہمیں درس دیا ہے۔ کہ ہم تجارت کریں۔“

۴ جنوری ۱۹۳۲ء کو کمال پاشا نے ایک تقریر نشر کی۔

دفاعی استحکامات

جیہیں آپ نے فرمایا ہے یورپ کی فضا مکدر ہو رہی ہے۔ جنگ و جدل کی چٹکاریاں سلگ رہی ہیں۔ ہمیں معلوم کہ جنگ کے شعلے کس وقت بلند ہو جائیں۔ اور دُنیا کے خرمین امن کو جلا کر خاکستر کر دیں۔ آئندہ جنگ کیمیائی جنگ ہوگی۔ جیہیں زہر ملی گئیں۔ مہلک ایڈ استعمال ہونگے۔ جن سے بچنے کے لئے حکومت دیہاتی اور شہری آبادیوں میں غلافوں کے استعمال کی تبلیغ کر رہی ہے۔ آئندہ جنگ میں ترکی کو حصہ لینا پڑے گا۔ یا نہیں۔ اسکے متعلق وقت فیصلہ کرے گا۔ لیکن موجودہ حالات کے پیش نظر میں اسکا وضاحت سے اعلان کر دینا چاہتا ہوں۔ کہ اپنی حفاظت کیلئے ہمیں بڑی سے بڑی قربانیاں کرنی پڑیں گی جس کے لئے میری قوم کو تیار ہو جانا چاہئے۔ ہم کسی کے حق کو دانا نہیں چاہتے اور اپنے حق سے دست بردار ہونا بڑی سمجھتے ہیں۔“

خاندان عثمانیہ کی حکومت میں محکمہ حفظانِ صحت موجود نہ تھا۔ لیکن مجلس کبیرائی نے یہ محکمہ ۱۹۳۲ء میں قائم کیا۔ قلتِ ذرائع کے

حفظانِ صحت

باوجود اس محکمہ کی زیر نگرانی اس وقت پانصد سے زائد شفا خانے موجود ہیں اور کامیابی کے ساتھ لوگوں کو فائدہ پہنچا رہے ہیں۔ انگورا۔ سیواس۔ ارض روم دیار بکر۔ قسطنطنیہ اور ازمیر میں بڑے بڑے ہسپتال قائم ہیں۔ جن سے پنک فائدہ حاصل کر رہا ہے۔

طبی مدارس سے جو طلباء فارغ التحصیل ہو کر نکلتے ہیں۔ ان کو قانوناً*

خدمات سرانجام دینی پڑتی ہیں۔ جنگی آب و ہوا خراب ہے۔ یا جہاں موسمی بخار کا زور ہوتا ہے۔ سند یافتہ طبیبوں کی تعداد ۱۹۲۶ء میں صرف تین ہزار تھی۔ لیکن اب ان طبیبوں کی تعداد دس ہزار سے تجاوز کر گئی ہے۔ قونیہ اور انگورامیں زچہ خانے بھی ہیں۔ جہاں بچوں کی اموات کے لئے خاص تحقیق کی جاتی ہے۔ اور شرح اموات کو کم کرنے کی تدابیر پر غور ہوتا ہے۔ ترکی میں عام صحت کی حالت تسلی بخش ہے۔

ہم ذیل میں مصطفیٰ کمال کی وہ تقریر درج کرتے ہیں جو اپنے مصطفیٰ کمال کی تقریر ۱۹۳۵ء کو مجلس وطنی کبیر کے مبدی افتتاح کے موقع پر فرمائی۔ اس میں اپنے اصلاحات کے متعلق ایک مختصر سا نقشہ کھینچ کر اپنی قوم اور ملک کے سامنے پیش کیا ہے۔

”حضرات! آپکا ولی خیر مقدم کرتے ہوئے آج میں مجلس وطنی کے دورِ پنجم کا افتتاح کرتا ہوں۔ مجلس ہذا اس وقت میدانِ عمل میں اُتری جبکہ سیاستِ دولِ یورپ پر آشوب دور سے گزر رہی تھی۔ ملتِ ترکیہ کی حکمتِ عملی کے اس وقت دو زبردست اصول یہ ہیں۔ کہ اپنے وطن اور اپنے حقوق کی قوتِ حاملہ پر قناعت کئے ہوئے مدافعت کرنا۔ اور ان مملعتوں کے ساتھ اشتراکِ عمل جو قیامِ صلح و امن کی خواہاں ہیں۔ استعزازِ صلح میں جو اس وقت نفل آپڑا ہے۔ اُس کا عدم شعور خارجِ اندازِ مکان ہے۔ انسانیتِ متذنبہ کا واحد طرہ امتیاز کیا ہے۔ امانِ سلیم۔ مگر اُقتِ کچھ ایسے اسبابِ زوالِ نظر آ رہے ہیں کہ ہکو لازماً حصہ لینا پڑ گیا۔ تاکہ صلح و آشتی کو جس کے لئے جمعیتِ اقوامِ چند در چند تجزوں کے بعد میثاب ہی ہو رہی ہے۔ اپنی حکمتِ عملی کی اساسِ اولین بنا سکیں۔ ہم ہر حالت میں جمعیتِ اقوام کے ساتھ صلح و امن کے قیام میں اشتراکِ عمل کے لئے تیار ہیں۔

بروردانِ ہم کو اپنی داخلی تنظیم اور اتفاق کی اہمیت کا پوری طرح احساس ہے۔

چنانچہ ولایاتِ شرقیہ کے متعلق مادی تنظیمات رو بہ رواج لائی جا رہی ہیں۔ بعض ولایات میں ہیکو جدید ادارہ تفتیش قائم کرنے کی ضرورت محسوس ہوئی۔ سچے اس ضرورت کو پورا کر دیا۔

ہماری مشرقی ولایت میں اہم ترین امور میں سب سے مقدم مسئلہ راستہ آہنی کا اتصال تھا۔ تاکہ مغربی اور مشرقی ولایات کا الحاق ہو جائے۔ دو خطوط رئیسِ مشرق سے مغرب تک بسرعت تانے ڈالے جا رہے ہیں اس طرح سے ایران اور ترکی میں تجارتی سامان کی نقل و حرکت میں سہولت ہو جائیگی۔ جدید العصر ایجادات و اختراعات سے نیز ترکی کے جملہ بڑے بڑے شہروں میں صنعتی ادارے قائم کرنے کا مسودہ قانون بھی عنقریب پاس ہو جائیگا۔ ہمارا منظرِ نظریہ ہے کہ ترکی کے چھوٹے سے چھوٹے قریہ سے لیکر بڑے سے بڑے شہر تک عمرانی اور اقتصادی سہولتیں یکساں طور پر فراہم کی جائیں۔ حفظانِ صحت کے ادارے۔ تعلیمی مراکز غرض جو کچھ ایک متمدن یافتہ ملک کے لئے ضروری ہوں۔ انہی قصبات اور قریہ محدود نہ رہیں۔

خواتین و حضرات! ملکی صنعتوں کے فروغ کی جانب میں اپنے لوگوں کو بطور خاص توجہ دلانا چاہتا ہوں۔ کیونکہ یہ کسی ملک کو بامِ ترقی تک پہنچانے کے لئے درمیانی تربیوں کا کام دیتی ہیں۔ اس عرصہ میں ہمارے ملک میں جو ملکی تحریک صنعت کے بارہ میں وجود میں آئی ہے۔ وہ ایک گونہ طمانیت بخش ہے۔

عنقریب قانون کے ذریعہ اہم مصنوعات صرف ترکوں کے لئے مخصوص کر دی جائیں گی۔ ہمارے ملک میں کوئلہ اور فلز کی جدید کانیں حال میں معلوم ہو رہی ہیں۔ یہ قدرت کی طرف سے ہم پر الطافِ بیکراں کی علامت ہے کیونکہ فی زمانہ کوئلہ اقتصادی امور کیلئے سنگِ بنیاد ہے۔

حضرات! ہم بلا توقف اپنی ملکی ثقافت کی ترویج کیلئے لگاتار کوشاں ہیں۔ ملت ترکیہ کی تاریخ اور ثقافت ترکیہ کی تالیف کی جانب خاص توجہ دی جا رہی ہے چنانچہ اُسکے جو آثار اسوقت تک ہاتھ آئے ہیں۔ وہ حد درجہ اطمینان بخش ہیں علاوہ انہیں ہم حدود علم و حدیث تک اپنی قومی ہستی کو ترقی دینے کی کوشش کر رہے ہیں۔ ریڈیو ہماری ثقافت قومیت کے نشر کے لئے اہم ضروریات میں شامل ہے۔

حضرات! دنیا کی سیاست دو لی کے چہرہ پر ایک رنگ آتا ہے۔ تو ایک جاتا اور اس بوقلمونی اور گونا گونی نے ہلکے دعوت دی۔ وسائل و فارغ پر غور و غوض کرنے کیلئے میں آپ سے توقع رکھتا ہوں۔ کہ ہمارے اُن وسائل کی تقویت مزید کے لئے تدابیر مالیہ پر غور کرتے وقت نہایت حزم و احتیاط سے کام لیں۔ کیونکہ ہم پر واجب ہے کہ ان مسائل میں بد رجحان اعتدال برتیں۔ تاکہ نہ تو اس قدر تجاؤں ہو جائے کہ جادہ صلح سے دگرگن جائیں۔ نہ اس قدر قلت ہو کہ مدافعت قومی پر آئینہ آنے کا امکان پیدا ہو سکے۔ ہمارا فضائی بیڑہ خاطر خواہ طریقہ پر مروجہ ترقی ہے۔ اور اس جہل فضائی استحکامات ہی حیات کی علامتیں ہیں۔

ہمارے وطن مقدس کو ہوائی تاراجی و غارتگری سے بچانے کے لئے جو ہتمام کیا جا رہا ہے۔ اُسکی توقع کامل ہے کہ ہم کو کوئی تکلیف نہ پہنچے گی۔ اس طرح بحری اور بری قوت و نمود کیلئے اطمینان بخش طور پر جدوجہد جاری ہے۔

ہمارے اعمال کثیرا در وسیع الاثر ہیں اور پراہمت بھی۔ اور مجھ کو تحریکات وطن سے انتہائی دلچسپی ہے۔ کیونکہ مجلس وطن انعام قومی کے حق میں مبلغ اعلیٰ کی حمایت رکھتی ہے۔ اور وطن عمران کی مدافعت کا بیڑہ اُس نے اٹھایا ہے۔

جنرل عصمت پاشا انو تو کے ہاتھ میں ۱۲ سال تک وزارت کا

جدید وزارت

قلمدان رہا ہے۔ اس عرصہ میں اپنے ملک کی ترقی کے لئے بہت سی سرگرمیاں ظاہر کیں۔ اور ملک کو ترقی کے اعلیٰ رتبہ تک پہنچا دیا۔ اب

آپ ۲۷ ستمبر ۱۹۳۷ء کو یہ قلمدان وزارت جلال بیر کے حق میں چھوڑ کر وزارت کے عہدہ جلیلہ سے سبکدوش ہوئے۔ انہی جگہ جلال بیر وزیر اعظم مقرر ہوئے۔ جنال بیر ایک بینکر اور مجلس ملیہ کے سابق وزیر اقتصادیات تھے۔ انہوں نے وزارت کا قلمدان ہاتھ میں لیتے ہی وعدہ کیا کہ انہی وزارت ٹیکس اور زندگی کے مصارف کو کم کرنے اور صنعت و حرفت اور نقل و حرکت کے وسائل کو ترقی دینے کی کوشش کرے گی۔

جون ۱۹۳۷ء میں در سلیم ضلع کوردستان میں جو وسطی

کردستان میں بناوت

ایشیائے کوچک کا ایک پہاڑی دور افتادہ علاقہ ہے کوردستان کے قبائل نے علم بناوت بلند کر دیا۔ آستانقا مطالبہ یہ تھا کہ آستانقا قبائلی نظام برقرار رکھا جائے۔ ٹیکس سے انہیں مستثنیٰ کیا جائے۔ اور انہیں ہتھیار رکھنے کا حق دیا جائے۔ حکومت نے اس بناوت کو فرو کر نیکے لئے تیس ہزار فوج اور ایک ہوائی بیڑہ بھیجا۔ باغی مفت ابلہ کی تاب نہ لاسکے۔ بھاگ نکلے۔ باغیوں کا لیڈر گرفتار ہو گیا۔ اور بناوت فرو ہو گئی۔ اس سلسلہ میں دسمبر ۱۹۳۷ء میں ۱۶ کر دول کو سزائے موت کی دی گئی۔

ترکوں نے ۱۹۳۶ء میں درہ دانیال کو زبردست پناہ پر

درہ دانیال کی مورچہ بندی

مستحکم کر لیا۔ جس کے متعلق یورپ میں بہت کہرام مچا۔ آخر یہ معاملہ مجلس اقوام میں پیش ہوا۔ نومبر ۱۹۳۷ء میں مجلس اقوام نے بھی اس امر کو تسلیم کر لیا کہ ترکوں کا حق ہے کہ درہ دانیال کی مورچہ بندی کر دیں۔ فروری ۱۹۳۷ء میں اٹلی نے مجلس کے اس فیصلہ پر مہر تصدیق ثبت کر دی۔ لیکن جرمنی نے اس ماہ کے آخر میں چند اعتراضات اٹھائے۔ آخر گفت دشمن کے بعد جرمنی بھی مان گیا۔ اگست ۱۹۳۷ء میں درہ دانیال کی جمعیت طلایہ دگنی کر دی گئی۔ ترکوں کے اس فعل سے درہ دانیال کی پوزیشن نہایت ہی مستحکم ہو گئی۔

الگوینڈیٹیا کی سبھی کامیابیاں
 جون میں مجلس اقدام کے سامنے الگوینڈیٹیا کی
 سبھی کامیابیاں پیش ہوا۔ جو فرانس اور جمہوریہ ترکی کے
 درمیان بنائے محاسن بنا ہوا تھا۔ آخر مصالحت سے یہ معاملہ اس طرح حل
 ہوا۔ کہ سبھی تذکرہ کو اندرونی معاملات میں خود مختاری دیدی جائے۔ شام و الجزائر
 کے زیر انتداب ہے۔ اسکے خارجی معاملات کا نگران ہوگا۔ اسکے علاوہ
 یہ بھی قرار پایا کہ الگوینڈیٹیا کی سرکاری زبان میں ترکی بھی شامل کی جائے۔
 نیز فرانس اور ترکی اور شام کے درمیان سبھی کی سرحدوں کے قیام و استحکام کے
 متعلق معاہدے ہو گئے۔

میشاق بعد آباد
 مصطفیٰ کمال ہمیشہ اس کوشش میں رہتے تھے کہ اسلامی
 ممالک آپس میں متحد ہو کر رہیں۔ آپ اس سکیم کو عملی جامہ پہنانے
 کے لئے کچھ عرصہ تک غور و خوض کرتے رہے۔ اور اسلامی ممالک کے قیام سے
 سلسلہ گفت و شنید جاری رہا۔ چنانچہ آپ کی کوشش رنگ لائی۔ اور اتحاد
 بین المسلمین کی بنیاد قائم ہوئی۔ اس اتحاد کو مضبوط اور مربوط بنانے کے لئے
 ایک میثاق تیار ہوا۔ ۸ جولائی ۱۹۳۷ء میں اس میثاق پر دستخط ہوئے۔ اسکا
 نام میثاق مسجد آباد طہران رکھا گیا۔ اتحاد المسلمین کے نقطہ خیال سے یہ میثاق ایک
 ایسے زمانہ میں ہو جاوے کہ یورپ کی حکومتوں نے ایشیا کو اپنی ہوس رانیوں کیلئے
 تہمت مشرق بنا رکھا ہے۔ یہ میثاق ایک غیر معمولی اہمیت رکھتا ہے۔ اس میثاق
 میں عراق۔ ایران۔ ترکی اور افغانستان شامل ہیں۔ اب حجاز بھی اس میثاق
 میں شامل ہو گیا۔ ان پانچ اسلامی طاقتوں کے اتحاد کا سہرا غازی اتاترک مرحوم
 کے سر ہے۔ اس اتحاد کا مقصد یہ ہے کہ اسلامی حکومتیں ضرورت کے موقع پر
 ایک دوسرے کی معاون و مددگار ہوں۔ اور باہمی تعلقات کا دائرہ وسیع ہو۔ یہ
 میثاق مسجد آباد مصطفیٰ کمال کی دانش اور فراخی کا بہترین ثبوت ہے۔

یہ بت درگاہ ملک شام میں بحیرہ روم کے کنارے پر واقع ہے
 اسکندرونہ کی واپسی جو گذشتہ جنگ یورپ کے بعد کچھ عرصہ کیلئے فرانس کی حکمرانی
 میں رکھ دیا گیا تھا۔ ۱۹۲۷ء میں حکومت ترکی نے فرانس سے اسکی واپسی کا مطالبہ کیا جو
 کہ فرانس سے ترکی کے زیر اثر آنے کی شرائط میں مفر تھا۔ لیکن فرانس نے اسکو
 واپس کرنے سے کچھ لیت لٹل کی۔ مصطفیٰ کمال کے حکم سے ایک ہم بھیجی گئی تاکہ
 اسکندرونہ میں فوجی طاقت کے بل بوتے پر داخلہ کیا جائے۔ اور امپیراٹسلٹ
 قائم کیا جائے۔ جب فرانس کو ترکوں کے ان ارادوں کا علم ہوا۔ تو اسنے عہد نامہ
 کی رو سے اسکندرونہ ۱۹۳۷ء کے انجام میں ترکوں کے حوالے کر دیا۔ ترکی افواج
 فاتحانہ طور پر اسکندرونہ میں داخل ہو گئیں۔ اور اپنا اقتدار قائم کر لیا۔ بعد ازاں
 نومبر ۱۹۳۷ء میں خود مصطفیٰ کمال نے بنفس نفیس نہایت ہی تنگ و احتشام کیا تھا
 اس شہر کو اپنے قدوم میںنت لزوم سے شرف عزت بخشا۔ اہالیان اسکندرونہ نے
 بھی زمین جمہوریہ ترکیہ کا استقبال نہایت ہی شاندار طریقہ پر دلی خلوص کے ساتھ کیا
 ۲۳ نومبر ۱۹۳۷ء کو اسکندرونہ میں جدید نظام نافذ کیا گیا۔ اور مجلس بھی
 کے انتخابات اپریل ۱۹۳۸ء میں ہوئے۔

غازی مصطفیٰ کمال پاشا نے پارلیمنٹ میں تقریر کی
 غازی مصطفیٰ کمال پاشا کی تقریر جس میں آپنے ترکی حکومت کے مستقبل پر تصریح کی۔
 جس کو نہ صرف ترکی حکومت میں بلکہ ریاست ہائے بلقان اور عربی ممالک میں
 بھی خاص اہمیت دی گئی۔ غازی موصوف نے ترکی حکومت اور دولت عثمانیہ
 کی سیاسی تاریخ پر ایک جامع تبصرہ کیا۔ آپنے فرمایا پارلیمنٹ اور ترکی حکومت
 کے ارکان خوب واقف ہیں۔ کہ ہم نے اپنے ۱۶ سال کے دور میں ترکی کو کہاں سے
 کہاں تک پہنچا دیا۔ یہ وہی ترکی ہے جس پر دشمنوں نے قبضہ کر لیا تھا۔ اور قریب تھا
 کہ اسکو پارہ پارہ کر کے ہٹپ کر جائیں۔ مگر ہم نے اپنے ساتھیوں کی مدد سے

دشمنوں کے حلق سے اندرا منجلی ڈال دی۔ اور جب تک اپنے مادر وطن کو ان کے منہ سے نہ اٹھلوا لیا۔ نہ خود چین سے بیٹھے۔ اور نہ آنکھ چین سے دم لینے دیا آخر حق بھگدا برسید و حریص مغلوب شد۔ (چیر ز)

ہمارا ماضی بھی شاندار ہے۔ اور میں یقین دلاتا ہوں کہ ہمارا مستقبل بھی شاندار ہوگا۔ ہم نے ارادہ کر لیا ہے کہ نہ صرف ترکی کو اپنے قدموں پر کھڑا کر دیں بلکہ ہماری قلمرو کے جو حصے ابھی تک دوسروں کے قبضہ میں ہیں۔ انکو تدریج اور رفتہ رفتہ واپس لے لیں۔ جب تک ہم اپنے مقبوضات کو واپس نہ لیں گے بین الاقوامی پیچیدگیوں میں اضافہ ہی ہوتا رہے گا۔

اسکندرونہ پر ہمارا قبضہ ہو چکا ہے۔ جس کے یہ معنی ہیں کہ بحیرہ روم کی حفاظت کی ذمہ داری بہت بڑی حد تک ہم پر عائد ہو گئی ہے۔ ہم اسکندرونہ کی بندرگاہ کو اتنا مضبوط بنادیں گے۔ کہ دیکھنے والوں کو اس پر شک کا پورا دھوکا ہوگا۔ اسکندرونہ کی آزادی اور دگرذاری کے بعد ہمارا دوسرا قدم کیا ہوگا۔ اس کا جواب مستقبل دیگا۔ اور میں یقین دلاتا ہوں کہ ہماری حکومت جو قدم اس سلسلہ میں اٹھائیگی۔ وہ عین ترکوں کی مرضی کے مطابق ہوگا۔ (تمام مال تالیوں سے گونج اٹھا)

اس سلسلہ میں غازی اموصوف نے فرمایا کہ فرانس چاہتا ہے کہ اسکندرونہ کے مقابلہ میں لاذقیہ کو اپنا بحری مستقر بنائے۔ حالانکہ اسے معلوم ہے کہ لاذقیہ ترکی قلمرو کا جزو اعظم ہے۔

آپنے بین الاقوامی نزاکتوں پر تبصرہ کرتے ہوئے فرمایا کہ دنیا کی حکومتیں ایک دوسرے سے خواہ کسی حد تک دست و گریبان ہوں۔ مگر ہماری طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھیں۔ کیونکہ اسکا یہ نتیجہ ہوگا کہ ترکی قوم اپنی سلطنت کیلئے ہر جائز و ناجائز کام کر گزرے گی۔ اور اپنی ملی بروایات اور شان و شوکت کے بحال رکھنے میں کسی طرح بھی کمی نہ آنے دیگی۔

آس اجمالی تذکرہ کے بعد فرمایا کہ ترکی قوم بہترین مبادی جمہوریت سے استفادہ کر سکے گی۔ اور جمہوریہ ترکیہ میں روح جمہوریت کو اساس اولین قرار دیا گیا ہے۔ غازی نے ترکی عساکر پر اپنا کامل اعتماد ظاہر کیا۔ اور کہا کہ انکی قوت ہوائی اسلحہ کے اعتبار سے بھی قوی ہو چکی ہے۔ آپ ان ترک فوجوالوں کی اچھی طرح سے بھروسہ رکھتے ہیں۔ جو اپنی قوم کی غلط ادب کے مستقبل کی فلاح کیلئے کوشاں ہیں۔

آپ نے ترکی کی مجلس اقوام سے موالات اور تعاون کا مسرت کے ساتھ اظہار کیا۔ اور کہا کہ اگرچہ دول یورپ کے رویوں میں عظیم تغیرات واقع ہو رہے ہیں اور آئندے باہمی اعتماد و خلوص میں تبدیلی ہو رہی ہے۔ لیکن آپ ترکی کی طرف سے کہہ سکتے ہیں کہ آئندے سب سے بہترین تعلقات قائم اور جاری رکھے ہیں۔ بحر ابیض متوسط اور بحر اسود بلقان اور مشرق قریب میں باہمی تعلقات اچھے ہیں اسکے بعد فرمایا کہ ترکی اپنی سیاسیات خارجہ میں پہلے سطح نظر یہ رکھتی ہے کہ اسکے تعلقات تمام مہاسیہ ممالک اور چھوٹی بڑی سلطنتوں سے موافق و پسندانہ اور امن جو یا نہ رہیں۔

مصطفیٰ کمال پاشا کی صحت ایک شہری اور دیہاتی مصطفیٰ کمال کی علالت

ترک کے مقابلہ میں کوئی فخر یا سر پیش نہیں کر سکتی غازی مرحوم کی جہانی حالت عام طور پر کمزور رہتی تھی۔ قدرت کی طرف سے مقتدر ذہانت اور لطافت غازی موصوف کو عطا ہوئی تھی اسکے مقابلے میں صحت کا پتہ ہلکا تھا۔ چونکہ مصطفیٰ کمال قوم اور ملک کے کاموں میں جو میں گھٹنے ہی نہ ہک رہتے تھے۔ ہر وقت قوم کے متعلق فکر اور سوچ بچار میں مشغول رہنا ان کا مشیوہ تھا صرف چند گھنٹے ٹنڈ کر تے تھے۔ لہذا اکثر مشاغل اور غور فکر انکی صحت پر اثر انداز ہونے کا باعث ہوئے۔ انکو نہ تو اپنی جان کا فکر تھا اور نہ صحت خیال

اگر اُن کو خیال تھا۔ تو اپنی قوم اور ملک کی بہتری اور ترقی کا خیال تھا۔
 آپ نے لطیفہ خانم سے شادی کی۔ لیکن لطیفہ خانم آنسو قوم اور ملک کی بہتر
 اور قومی کاموں میں کم دلچسپی لینے کی ترغیب دیتی رہی۔ بلکہ وہ ایک قدم اور
 آگے بڑھ گئی۔ اُس نے رفتہ رفتہ مصطفیٰ کمال کے دماغ پر غلبہ حاصل کرنے
 کی کوشش کی۔ اور مصطفیٰ کمال کے کان میں پھونکنا شروع کر دیا کہ مطلق العنانی کا
 اعلان کر دو۔ اور خود مختار بادشاہ بن کر تاج و تخت قائم کر کے ملک کا واحد
 مالک بن جاؤ۔ بیشک یہ درست ہے اگر مصطفیٰ کمال چاہتے۔ تو خود بادشاہ
 بن سکتے تھے۔ کیوں؟۔ اس لیے کہ آنسو نے اپنے ملک کو دشمنوں سے
 اپنے ناخن تدبیر سے پاک و صاف کیا تھا۔ اور ملک کے سب سے اول
 و کیڑے تھے۔ مگر یہ ہرگز ممکن نہ تھا کہ وہ خود ہی شخصی اقتدار کا جواز ملک سے باہر
 نکالتے ہیں۔ اور پھر خود ہی شخصی اقتدار قائم کر کے اس دربار و درجنہ کو
 دوبارہ ملک کے اندر واپس لائے۔ وہ تو شخصی اقتدار کے جانی دشمن تھے۔ اور
 ملک اور قوم کیلئے شخصی اقتدار کو سم قاتل خیال کرتے تھے۔ اگر اُنکے دماغ میں
 کوئی حکومت کا بہترین طریقہ سمایا ہوا تھا۔ تو وہ جمہوری طرز کی حکومت تھی
 چونکہ اُن کی اپنی قوم اور اپنا وطن جان سے بھی زیادہ عزیز تھا۔ وہ کس طرح
 دوبارہ ملک اور قوم کے جسم کے اندر سم قاتل بھر سکتے تھے؟۔ مدحت پاشا
 جیسے با نیاں دستور کے لڑکچہر کا آنسو نے مطالعہ کیا ہوا تھا۔ اور اُن کا
 دماغ زمینیں خیالات سے لبریز تھا۔ مصطفیٰ کمال کے دماغ سے ان خیالات کو
 نکالنے کی کوشش کرنا ایک فعل عبث تھا۔ لطیفہ خانم نے مصطفیٰ کمال کو
 خود مختار بادشاہ بننے کی رائے دیکر غلطی کھائی۔ جس کا نتیجہ اس کے حق میں
 نہایت تریوں ہوا۔ بلکہ اُس کو مصطفیٰ کمال کی بنس سے جدا ہونا پڑا۔
 اُس کو طلاق مل گئی۔

اس واقعہ سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ وہ اپنی قوم اور ملک کے برخلاف کوئی بھی ایسی بات سننے کیلئے تیار نہ تھے جس سے ملک اور قوم کے وقار کو ٹھیس لگتی نظر آئے قصہ کوتاہ ملک اور قوم اُنکی نظروں میں یہاں تک عزیز تھی کہ ایک لطیفہ خانم نہیں بلکہ ہزار لطیفہ خانم بھی ہوتیں۔ تو بھی وہ ملک اور قوم کے وقار پر سے نشانہ ہو جاتیں۔ اور ملک اور قوم کے وقار کو آج نہ آنے دیتے۔

لطیفہ خانم سے بڑھ کر اگر اُن کو متاعِ عزیز کچھ ہو سکتا تھا۔ تو وہ صرف اپنی جان تھی۔ لیکن اُنھوں نے اُسکو اپنے ملک پر سے قربان کر نیسے درینہ کیا جب نظر آتے تب ہی قوم اور ملک کے کاموں میں مشغول ہوتے۔ تو اس کثرتِ غور و فکر نے اُنکی صحت کو ابھرنے نہ دیا۔ جنگِ ستاریہ کے موقعہ پر آپ بسترِ علالت پر پڑے ہوئے تھے۔ اور دشمن بڑی تیز روی کے ساتھ بڑھا چلا آ رہا تھا جب دشمن کی یہ ترقی سنئی۔ تو نہ بیماری کا خیال رہا۔ اور نہ دکھ درد کا۔ فوراً بسترِ علالت سے اُٹھے۔ اور میدانِ جنگ کی طرف چلے گئے۔ بیماری کی حالت میں جاتے ہی فوج کی کسانِ اپنے ہاتھ میں لے لی۔ اور دشمن کو ناک چنے، چبوا دے۔

اس تمام قیل و قال سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ ہر وقت اُنکا مسلح نظر ملک اور قوم پر تھا۔ اپنی جان اور صحت کی اُنکو کوئی پرواہ نہ تھی۔ ۱۹۳۸ء کا انجام کیا کیا حزن و ملال کا ذخیرہ اپنے ہمراہ لایا۔ اُسے بطلِ حریت کا انجام بھی قریب کر دیا آپ مسلسل کئی ماہ تک بسترِ علالت پر پڑے رہے۔ لیکن اکتوبر ۱۹۳۸ء میں آپ کی حالت دو تین روز تک نہایت ہی خطرناک رہی۔ گھڑی پل تک نوبت آگئی تھی قدرتِ کاملہ کے حکم سے اُسوقت اُنکو کئی آفاقہ ہوا۔ تخلیف جاتی رہی اور آپ کی زندگی کی امید بندھ گئی۔ وہ بسترِ علالت سے اُٹھتے ہی قوم کے کاموں میں مشغول ہوئے۔ نہ تو کس دماندگی کی پرواہ کی۔ اور نہ ہی کمزوری کا خیال کیا۔ چنانچہ

نومبر ۱۹۳۲ء میں اس بیماری کا دوبارہ حملہ ہوا۔

لیکن اس دوبارہ حملہ سے یہ بطل جلیل جانبر نہ ہو سکے دین
وفات حسرت آیات روز تک حالت بہت ہی مخدوش رہی۔ آخر وقت آن پہنچا
اور کئی نفس ذائقۃ الموت کا عمل شروع ہو گیا۔ آپ نے ۱۰ نومبر ۱۹۳۲ء کو
دوپہر کے وقت ۱۲ بجے ۲۵ منٹ پر داعی اجل کو لبیک کہا۔ اور روح اس
ترنِ ثنائی سے پرواز کر کے اعلیٰ علیین تک پہنچ گئی۔ اور آفتابِ حریت کسم
عدم میں غروب ہوا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

وفات سے دو دن پہلے آپ دو دن تک بیہوش پڑے رہے بلکہ
آخر دم تک یہی حالت رہی۔ کمزوری بڑھتی گئی۔ جبکہ ساتھ دل پر بھی اثر
ہوتا گیا۔ آپ نے عمر صرف ۷۵ سال پائی۔ آپ کی وفات کے بعد پارلیمنٹ کا
قوری اجلاس بلا یا گیا۔ جمیں غازی عصمت پاشا نے صدر چنے گئے۔ غازی محرم
کی رسم تدفین کو ۱۲ نومبر تک ملتوی کیا گیا۔

اتاترک کا آخری پنیام اتاترک مرحوم اپنی بیماری کے دوران میں قصر شاہی
کی بجائے دولہدر کے باغیچہ کے میٹیم خانہ میں رہے
آپ کو تشیخ سے دور رہتے رہے۔ ڈاکٹروں نے اس بیماری کا نام فالج رکھا
انہی حالت بہت نازک تھی۔ اس وقت آپ کے کمرے میں جلال بابا اور رشیدی
آز اس موجود تھے۔ اور کسی کو اندر جانے کی اجازت نہ تھی۔ ان کا خاص ارڈلی
ہاتھ بے بھی موجود تھا۔ یہ انتہا عزیز ترین خدمت گزار ہے۔ میٹیم خانہ کی چار
لڑکیاں باری باری سے آپ کی تیمارداری میں مشغول تھیں۔ آخری دور تشیخ کا
ایسا شدید ترین شکل میں ظاہر ہوا کہ ڈاکٹر بھی آپ کی زندگی سے مایوس ہو گئے۔
اس وقت تو فین رشیدی فرط غم سے اشکبار تھے۔ بیاتاترک نے انکو
دستے ہوئے دیکھ کر کہا ” پیارے دوست تم پرواہ نہ کرو۔ میں راضی

برضاے مولا ہوں۔ اگر خدا تعالیٰ کو تجھ سے کام لینا منظور ہے۔ اور ملتِ اسلامیہ کی خدمت کو نایمیری قسمت میں ہے۔ تو میں ہرگز نہ مروں گا۔ اگر میرا وقت آگیا ہے تو میں خوشی سے دنیا کو خیر باد کہنے کیلئے تیار ہوں۔ اگر میں سرجاؤں تو تم دینائے اسلام کو میرا یہ پیغام پہنچا دینا۔ کہ زندگی حرکت کا نام ہے۔ اگر مسلمانوں کو زندہ رہنا ہے تو رسولِ عربی کے فقر، قدم پر چلیں۔ سادہ زندگی اختیار کریں۔ محنت و مشقت کو اپنا شعار بنائیں۔ فضول ٹیپ ٹاپ اور تفسیح اوقات سے پرہیز کریں۔ اور فوجی ضبط و نظام سے رہیں۔ جس طرح کہ قاروق اعظم نے پروانِ اسلام کو عسکری نظام کی تاکید کی تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے مطابق علم حاصل کریں۔ عقل سے کام لیں۔ اور زندگی کا ایک لمحہ بھی بیکار نہ جاتے دیں۔“

جب آپ یہاں تک پہنچے تو آپ پر غنودگی طاری ہو گئی۔ ہونٹوں پر مسکراہٹ نمودار ہوئی۔ اور آپ نے آہستہ سے اللہ نگاہ اور خاموش ہو گئے۔

تاریخ مختصرہ کے مطابق یعنی ۱۲ نومبر ۱۹۱۷ء کو بطلِ حریت۔ مجاہدِ ملت۔ حاجی ملت ترکیہ کمال اتاترک کو شاہانہ طریق پر دفن کیا گیا جنازہ کیلئے ایک خاص پروگرام بنایا گیا تھا۔ جو وقت جنازہ اٹھایا گیا اس وقت بارش شروع ہو گئی۔ مگر بارش کے باوجود بھی ترک ہزاروں کی تعداد میں دور دورہ کھڑے تھے۔ عورتیں رو رو کر کہہ رہی تھیں ”اتاترک اتاترک تم کہاں ہو“ غازی مرحوم کی ہمشیر بھی جنازہ کے ہمراہ رو رہی تھیں۔ توپوں کی دنداہٹ اور ٹپکاروں کی پرواز کی گڑ گڑاہٹ اور ماتم کرنیوالوں کی چیخ و پکار سے فضا میں ایک عجیب شور پیدا ہو رہا تھا۔ آپ کی تدفین شاہانہ طریق پر عمل میں لائی گئی۔ اس وقت یہ ماتمی نظارہ ایک عجیب پُر کیف حالت پیش کر رہا تھا ہستفنس مرحوم کی مفارقت۔ میں غم کے آنسو بہا رہا تھا۔

یہ ان خصوصیت سے قابل ذکر ہے کہ آج تک ترکی کے کسی سلطان کی رسم تدفین اس تزک و احتشام سے ادا نہیں کی گئی۔ تدفین کے بعد تین سنٹ کی خاموشی کا اعلان کیا گیا۔ تمام شہروں۔ قصبہ جات اور موصعات میں مرحوم کیلئے دعائے مغفرت مانگی گئی۔ ترکیہ بھر میں ماتمی جلوس نکالے گئے۔ اور چلے گئے۔ ترکیہ میں اسلان کیا گیا کہ ۱۲ نومبر کو ہمیشہ کے لئے قومی ماتم کا دن قرار دیا گیا ہے۔ اور ہندوستان میں بھی سرکاری عمارتوں کے جھنڈے سرنگوں کر دئے گئے۔

آخری زیارت کے لئے مرحوم کی نعش ۷۰ گھنٹے کے لئے ترکی پارلیمنٹ کے صحن میں رکھ دی گئی۔ چنانچہ جب ظہر کی نماز ادا ہو چکی تو جلوس جنازہ اُسی مقام سے شروع ہوا۔ اور شہر کے بڑے بڑے بازاروں میں سے ہوتا ہوا ایتھنو گریفک میوزم میں پہنچا۔ جہاں مرحوم کی نعش کو مقبرہ تیار ہونے تک دفن کر دیا گیا۔ ترکی قسطنطنیہ کے انسپکٹر جنرل اور غازی مرحوم کے عزیز دوست سرمد ترکی غیر ملکی فوجی دستوں کے ہمراہ جنازہ کے آگے آگے جا رہے تھے۔ جنازہ کے پیچھے جنرل عصمت پاشا انونو جدید صدارت جمہوریہ ترکیہ کا سینئر وزیر اعلیٰ فوجی انسپکٹر لیڈر۔ علماء و مشائخ۔ سول کے محکموں کے اعلیٰ افسر۔ نمائندگانِ مملکت فوج کے دستے اور لاتعداد شہری موجود تھے۔

تمام سلطنتوں کے نمائندے بھی جلوس جنازہ میں شریک تھے۔ ملک معظم جارج ششم کی نمائندگی کیلئے فیلڈ مارشل لارڈ برڈوڈ موجود تھے۔ یہ ان خصوصیت سے قابل ذکر ہے کہ جب ۱۹۱۵ء میں درہ دانیال پر انگریزوں اور ترکوں کے درمیان لڑائی ہو رہی تھی تو اس وقت فیلڈ مارشل موصوف انگریزی افواج کے کمانڈر انچیف تھے۔ اور غازی مرحوم ترکی افواج کے جبرین کمانڈر کے چیف آف دی سٹاف تھے سر ڈوبے پونڈ جو بحیرہ روم کے بحری بیڑے کے کمانڈر انچیف تھے دو سو فوجیوں اور فوجی ٹینک کے ہمراہ برطانوی نمائندوں کے ساتھ ساتھ تھے۔

دوسرے ممالک سے جو دفود آئے تھے۔ اُن میں یونان کے وزیر اعظم جنرل مٹیس جرمین پرلوی کونس کے افسر اعلیٰ بارن وان نیور تھے۔ فرانسیسی مہم جویم سپرات روس کے اسسٹنٹ کسٹنبرائے امور خارجہ ایم یونمکن۔ سفیر امریکہ۔ وسطی یورپ کی دوسری حکومتوں اور شرق ارضی کی ریاستوں کے نمائندے قابل ذکر ہیں سابق شاہ افغانستان میرامن اللہ خان بھی جنازہ کے ہمراہ تھے۔ اسلامی حکومتوں کے نمائندے بھی جلوس جنازہ میں شریک تھے۔

غازی مرحوم ایک وصیت نامہ لکھ چھوڑ گئے تھے۔ جو رسم تدفین سے فارغ ہونے کے بعد ۲۹ نومبر ۱۹۳۸ء کو سرکاری طور پر کھولا گیا۔

اندازہ ہے کہ غازی مرحوم دس لاکھ پونڈ ترکہ میں چھوڑ گئے ہیں۔ انا ترک نے اپنی تمام قیمتی اشیاء اور روپیہ اور جائیداد جمہوریت پارٹی کے سپرد کی ہیں۔ جو ترکی کی واحد سیاسی جماعت ہے۔ تمام جائیداد کے کرایہ کی آمدنی سے جو رقم وصول ہوگی۔ انہی وصیت کے مطابق انہی ہمیشہ اور پانچ مہینے لڑکیوں کو گزارہ کیلئے معقول رقم ملے گی۔ ایک معقول رقم گیوگین (جو مینز کے نام سے مشہور ہے) ترکی ہوا باز خاتون کیلئے مکان خریدنے کے واسطے محفوظ کی ہے یہ عورت دنیا کی با منابطہ ہوائی فوج کی واحد افسر ہے۔ ایک رقم موجودہ صدر جمہوریہ ترکیہ عصمت پاشا انونو کے دستچوں کے لیے محفوظ کی گئی ہے کہ وہ اعلیٰ تعلیم دلانے کیلئے صرف کیجائے۔ اور باقی تمام روپے اس سوسائٹی پر صرف کیا جائیگا۔ جو ترکی زبان اور تاریخ کے تحفظ اور ترتیب و تدوین کے لئے قائم کی گئی ہے۔

آپ کی بیماری کے دوران میں مجلس کبیر قلی ترکیہ کا غازی انا ترک کی آخری تقریر

افتتاح ہوا۔ یہ موقع نہایت ہی بابرکت اور شاندار تھا۔ جمہور نام یہ شاندار نظارہ دیکھنے کیلئے حاضر تھے۔ چونکہ غازی مرحوم صدر

اسلئے اس انتلاح کے موقعہ پر اسکا موجود ہونا ضروری تھا۔ لیکن آپ بیمار تھے آپ بیماری کے باعث خود افتتاح نہ کر سکے۔ البتہ آپ نے اپنی تقریر لکھوا کر بھیجی جس کو نہ صرف ارکان مجلس کبیر ملی اور سفراء دول خارجہ نے سنا۔ بلکہ ایران کے باہر لاکھوں انسانوں کے مجمع نے اس تقریر کو سنا۔ یہ تقریر ریڈیو کے ذریعہ ملک بھر میں نشر کی گئی۔ مجلس کبیر ملی میں غازی جلال بایار وزیر اعظم نے تقریر پڑھ کر سنائی۔

اس تقریر میں سب سے پہلے اہم داخلی امور کا تذکرہ کیا گیا تھا۔ پھر ترکی کی خارجہ حکمت عملی بیان کرتے ہوئے بتایا گیا کہ معاصر حکومتوں سے بلا تشکیص کے ترکی کے تعلقات خوش گوار ہیں۔ نہ کسی سے مخالفت اور نہ کسی سے غیر معمولی دوستی۔ آگے چل کر مرحوم نے فرمایا کہ ترکی نے ایک کروڑ ساٹھ لاکھ گنتی انجینڈ سے۔ اور ایک کروڑ ڈھائی لاکھ گنتی جرمنی سے قرضہ لیا ہے۔ ترکی کا فرض ہے کہ ان رقم سے مجوزہ پروگرام کے مطابق صنعتی ترقی کی شاہراہ پر گامزن ہو۔ آخر میں نے فرمایا کہ ترکی کو چاہئے۔ اپنی حفاظت آپ کرے۔ ریاست۔ صداقت اور امن کو ہاتھ سے جانے نہیں دینا چاہئے۔ اور ترکی میں کسی سلطنت کے اثرات کو بڑھنے سے بہت سختی سے روکنا چاہئے۔

غازی مصطفیٰ کمال کا دماغ حرمین الشریفین کی حفاظت

حرمین الشریفین کی حفاظت

کے خیال سے کسی طرح بھی غالی نہ تھا۔ اُن کو ان متبرک مقامات کی حفاظت کی فکر و امن گیر رہتی تھی۔ چنانچہ جو وقت معاہدہ اتحاد پر غازی مرحوم نے مبنی و بنیادی و فود سے گفتگو کی۔ تو اسکی توجہ اس طرف دلائی کہ آئندہ جنگ زیادہ تر آسمان ہوگی۔ اور ملک عرب کا فرض ہے کہ وہ حرمین الشریفین کو ہوائی حملوں سے محفوظ رکھنے کی تدابیر اختیار کریں۔ تاکہ استعمار پسند طاقتیں اس ارض مقدس کو تاخت و تالاج نہ کر سکیں۔ چنانچہ بغل حریت نے

حفاظتِ حرمین اشریفین کیلئے پچاس طیارہ شکن توپوں کے بھیجنے کا اقرار کیا۔ اور یہ بھی فرمایا کہ سو عرب توپچیوں کو اگر انقرہ بھیجا جائے۔ تو انقرہ کے جنگی کالج میں انکو طیارہ شکن توپوں کے کام کی تربیت دی جائے گی۔ مگر موت نے آپ کو مہلت نہ دی کہ وہ اپنے اس قولِ اقرار کو پورا کرتے۔ ہاں البتہ معلوم ہوا ہے کہ غازی عصمت پاشا نے انا ترک مرحوم کی اس تجویز کو عملی جامہ پہنا دیا ہے اور مرحوم کی خواہش اور تجویز کے مطابق پچاس طیارہ شکن توپوں کی روانگی کا حکم دیدیا ہے۔ اور یہ بھی حکم دیا ہے کہ اگر نوجوان عرب آئیں تو انکو انقرہ کے جنگی کالج میں تعلیم دلائی جائے۔

(۱) حکومت کو ایک ایسی مستقل پالیسی اختیار کرنی چاہئے
 انا ترک کے اقوالِ زیرین جو واقعات پر مبنی ہو۔ اور اسکا نصب العین ایک اور صفت ایک ہی ہو۔ وہ یہ کہ اپنے قدرتی حقوق کے اندر رعایا کی جان اور آزادی کی حفاظت کرے۔ خواجوں اور پرچائیوں کی دنیا سے دور رہنا چاہئے۔ آئے ہو کو سخت نقصان پہنچے ہیں۔

(۲) میں نے دشمن کو مغلوب کر لیا ہے۔ میں نے ملک کو فتح کر لیا ہے لیکن کیا میں لوگوں کے دلوں کو بھی اپنا بنا سکتا ہوں۔ سب سے مشکل کام ہے۔

(۳) جو کوئی ہاتھ میں تلوار اٹھا سکتا ہے۔ اسے عصائے شاہی اٹھانا چاہئے۔
 (۴) ہکو اس ملک کو آسکے نام کے شایان بنادینا چاہئے۔ ہکو اپنے ملک کو وہ کچھ دینا چاہئے جو اسکی تہذیب میں سب سے بہتر ہے۔ اور وہ بھی جو کہ دوسری تہذیبوں میں سب سے بہتر ہے۔ ترکی کو ہر لحاظ سے ایک مہذب ملک ہو جانا چاہئے۔

(۵) بڑی خرمیک دہی ہے جو لوگوں کی روجوں سے سخی ہو۔ کہ وہی تمام

قوت اور بزرگی کا حقیقی سرچشمہ ہے۔

(۷) ایشیا سے تصنیق رکھنے کیلئے ہمارا اصول وہی ہے جو یورپ سے تصنیق رکھنے کا۔ ہم ہر نوع سے جوان میں بہتر ہے اُس کو حاصل کرینگے۔ لیکن ہم اپنی آزادی کی حفاظت کرینگے۔ ہم ہر چیز کو ترستی یا سمجھنے سے دیکھیں گے۔ ہمیں ترستی مفاد بخیز ہوگا۔

(۸) میں نے تمام قوم کو جان لیا ہے۔ میں نے میدانِ جنگ میں گولیوں کی بوجھاڑیں موت کے منہ کے سامنے جبکہ ہر شخص کی کردار برہنہ ہو جاتی ہے اُنہیے مٹا لے دیا ہے۔ بھائیو! میں قسم کھاتا ہوں کہ ہماری روحانی قوت تمام دنیا سے بڑھ کر ہے۔

(۹) میں اپنی قوم کی رہنمائی اُس وقت تک کرتا رہوں گا۔ جب تک مجھے یقین نہ ہو جائے گا کہ اُنکے قدم ٹھیک راستے کی طرف اُٹھ رہے ہیں۔ اور وہ سارے کے نشیب و فراز سے واقف ہو گئے ہیں۔ اسکے بعد اُنکو اختیار ہے کہ وہ اپنے سے خود مرز ملکوت تجویز کریں۔ اور اپنے لئے کسی کو بھی اپنا قائم منتخب کریں۔ اُس وقت میرا کام ختم ہو جائے گا۔

(۱۰) دنیا میں جو آدمی اپنی شخصیت کی قیمت بہت زیادہ لگاتے ہیں۔ اور یہ خیال کرتے ہیں کہ ملک و قوم کی بہتی کا انحصار اُنکے شخصی وقار پر ہے حالانکہ وہ اُس قوم و ملک سے متعلق ہے۔ اُنکی نسبت یہ نہیں کہا جاسکتا کہ اُنہوں نے اپنی قوم کی خوشی کیلئے کام نہیں کیا ہے۔ جو لوگ اُنہندہ نسلوں کی فلاح و بہبود کا خیال رکھتے ہیں۔ اور اسکے لئے کام کرتے ہیں۔ صرف وہی اپنی قوم کیلئے زندگی اور ترقی کا راستہ صاف کرتے ہیں۔

(۱۱) یہ خیال کرنا بڑی غلطی ہے کہ جب کوئی شخص اس دنیا سے اُٹھ جائیگا تو اسکے بعد ترقی اور سس کی راہیں بند ہو جائیں گی۔

(۱۱) زندگی کا ہر لمحہ قیمتی ہے۔ معلوم نہیں کہ سانس کب ٹرک جائے۔

(۱۲) میاست۔ امن اور صداقت کو کبھی ہاتھ سے نہیں جانے دینا چاہئے۔

زندگی کے متعلق مصطفیٰ کمال کا نظریہ فلسفیانہ رنگ میں نہایت ہی عجیب و غریب اور سبق آموز ہے۔ ذیل میں آپ کے خیالات کو

زندگی کا فلسفہ

درج کر کے ہدیہ ناظرین کیا جاتا ہے۔ چنانچہ مصطفیٰ کمال نے فرمایا ہے۔

میں نے فلسفہ حیات کے متعلق معلوم کر نیکے لئے نامور فلسفیوں کی کتب کا مطالعہ کیا۔ انہیں سے بعض نے تو صرف زندگی کے تاریک پہلو پر دلائل پیش کئے ہیں۔ اور بعض نے صرف روشن رخ کو مدنظر رکھا ہے۔

ایک فریق کے نزدیک دنیا کی ہر چیز فانی اور زوال پذیر ہے۔ اسلئے یہ چند روزہ مستعار زندگی راحت و مسرت کا باعث نہیں ہو سکتی۔

دوسرا فریق جو دانش اور عقلمندی کے لحاظ سے پہلے فریق کی نسبت بہت بڑھ چڑھ کر ہے۔ اس رائے کا مالک ہے کہ چونکہ آخر کار زندگی فنا ہو نیوالی ہے۔ اسلئے اس مستعار زندگی میں مسرت اور خوشی کو غنیمت خیال کرنا چاہئے۔ میں بھی موخر الذکر مسلک کو قرین صواب سمجھتا ہوں۔ لیکن اسکے ساتھ چند شرائط کو ضرور مدنظر رکھنا چاہئے۔

حقیقت یہ ہے کہ جو شخص خود غرض اور خود پرست ہوگا۔ اس کا غم کبھی شادی سے نہیں بدل سکتا۔ اس کو اپنے سوا دوسرا کوئی دنیا میں نظر نہیں آتا۔ چونکہ وہ کہنے آپ کو دنیا کا فردِ واحد خیال کرتا ہے۔ اسلئے اس شخص کی ہمتی بہت جلد فنا ہوتی رہتی ہے۔

ذاتی اغراض کو دل سے نکال کر انیوالی نسلوں کی فلاح و خوش کیلئے کام کرنا مسرت زندگی کی اولین شرط ہے۔ زندگی کی راحتوں اور مسرتوں کی منزلوں کو طے کرنے کیلئے یہ لازمی امر ہے کہ آنے والی نسلوں کیلئے باعزت زندگی کے

سامان مہیا کئے جائیں۔ تاکہ وہ اپنے رفیقان کی مساعی جمیلہ کے مشاوریہ ہو کر خود بھی اپنی آتیوالی نسلوں کیلئے باعزت زندگی کے سامان مہیا کئے کریں۔

یہی ایک طریقہ ہے جس سے حقیقی مسرت حاصل ہو سکتی ہے۔ آنے والی نسلوں کی ترقی کیلئے بے لوث کام کرتے ہوئے دل میں ایسا خیال تک نہیں سنا چاہئے کہ میرے بعد آتیوالی نسلیں میری ان مخلصانہ محنتوں کا خیال کریں گی میرے نزدیک تو وہ لوگ سب سے زیادہ خوش قسمت ہیں۔ جو اپنی تمام خدمات کے باوجود ہمیشہ کیلئے گناہم رہنا چاہتے ہیں۔ اور اپنے نام کی شہرت نہیں چاہتے۔ شہرخص کی طبیعت کسی خاص کام کی طرف مائل ہوتی ہے۔ کسی کو ذراعت اور پھولوں کے پودے لگانے کا شوق ہوتا ہے۔ اور کسی کو اچھے اور خوش سیرت لوگ بنانے کا خیال ہوتا ہے۔ کیا پھولوں سے دلچسپی رکھنے والا شخص پھولوں سے کوئی توقع رکھتا ہے؟ اس طرح اُس آدمی کو جو عمدہ سیرت والے آدمی بنانا چاہتا ہے یہ غرض کام کرنا چاہئے۔

صرف وہی لوگ اپنی قوم اور ملک کی مستقبل فلاح و فوز کیلئے مفید ثابت ہو سکتے ہیں جو اس ذہنیت اور نیت کے مالک ہوں گے۔

جو شخص ملک اور قوم کی نسبت اپنا خیال زیادہ رکھے وہ معمولی قدر ترقی یافتہ انسان ہے۔

بعض لوگ اپنے آپ کو معزز و محترم خیال کرتے ہیں۔ اور یہ خیال کرتے ہیں کہ قوم کی ترقی اور اقبال صرف ہماری ذات سے وابستہ ہے۔ لیکن درحقیقت انکو قوم کی حقیقی عظمت اور مسرت سے کچھ سروکار نہیں ہوتا۔

صرف وہی لوگ آتیوالی نسلوں کی زندگی کی ترقی کے مسائل اور ذرائع فراہم کر سکتے ہیں جو اس غرض کو دوسری اغراض پر فائق سمجھتے ہیں اور زندگی میں انکا مطلع نظر ہی ہوتا ہے کہ آتیوالی نسلیں باعزت زندگی بسر کر سکیں۔

یہ فرض کر لینا غلطی ہے کہ کسی شخص کی وفات کے بعد سلسلہ ترقی و عمل مسدود ہو جائے گا۔

اس وقت تک جو خیالات میں نے ظاہر کئے ہیں۔ وہ مختصراً تو یہ اور جماعتوں کے متعلق تھے۔ لیکن اب دنیا کی تمام اقوام زیادہ تر باہمی تعلق پیدا کرنے کی سعی کر رہی ہیں۔ اسلئے میدان عمل میں قدم زدن ہوتے ہوئے اپنی ہی قوم کی بہتری مد نظر نہیں ہونی چاہئے بلکہ اقوام دیگر کے سود و بہبود اور مسرت اور خوشی کو مد نظر رکھنا چاہئے۔

تمام دانشمند اس امر پر متفق ہیں کہ اس طریق کا دین کوئی نقصان اور خطرہ نہیں۔ اسلئے تمام اقوام کی عافیت اور مسرت کیلئے کام کرنا بھی اپنی ہی قوم کی خدمت کا ایک طریقہ ہے۔ اگر اقوام عالم کے درمیان خوش گو اہلقات قائم نہ ہوں۔ تو ایک قوم بجائے خود امن و امان قائم رکھنے کیلئے سخت ترین جدوجہد کر نیکی باوجود اپنے مقصد کو حاصل نہ کر سکے گی۔ اسلئے میں ترکوں کو یہ نصیحت کرتا ہوں۔

اقوام کی رہنمائی کر نیوالے لوگوں کو طبعاً قوم کی بہبودی اور زندگی کا جزو بننا چاہئے۔ لیکن انہیں یہی جذبہ دیگر اقوام کے متعلق بھی رکھنا چاہئے۔ دنیا کے تمام واقعات سے ہمیں اس امر کا یقین ثبوت ملتا ہے۔ اور کسی واقعہ کے متعلق یہ نہیں کہا جاسکتا کہ اسکا اثر تمام اقوام پر نہیں پڑیگا۔

ترکی اور اس کے حلیف طاقتور میں ہمیں کسی طرف سے کوئی خطرہ نہیں۔ اور نہ ہی خطرہ کے اباب موجود ہیں۔ اسلئے عالمگیر عافیت اور آسائش کو پیش ہمارا رکھنا چاہئے۔ اور اس غرض سے کام کرنا چاہیے۔ کیسی نہیں کہنا چاہئے کہ اگر دنیا کے کسی بعید ترین حصے کے اند کوئی اضطراب یا تکلیف ہے تو ہمیں اسکی پروا نہیں اگر کسی ملک کے اندر آشوب و خطرہ موجود ہو تو ہمیں اسکی طرف اس طرح متوجہ ہو جانا چاہیے کہ

گو یا کہ وہ اضطراب ہمارے اپنے ہی ملک میں موجود ہے۔ کوئی بیڑا واقعہ خواتین کے کسی حصہ میں ظہور پذیر ہو۔ یہ اصول ہمیشہ پیش نظر رکھنا چاہئے۔
یہی اصول ہے جس پر عمل پیرا ہونے تو میں اور حکومتیں خود غرضی سے محفوظ رہ سکتی ہیں۔

خود غرضی انفرادی ہو۔ یا اجتماعی اُسے ہر حالت میں مذہم سمجھنا چاہئے۔ اپنے مفاد کے بعد دینا کے مفاد عمومی کی طرف متوجہ ہونا نہایت ہی ضروری ہے۔ اس سلسلہ میں یہ واقعہ قابل ذکر ہے۔ کہ میں جنگ عظیم کے موقع پر ایک فوج کی قیادت کے فرائض ادا کر رہا تھا۔ اس زمانہ میں دیگر اقوام کی افواج بھی ترکی کی سرزمین میں موجود تھیں۔ میری توجہ صرف اپنی ہی فوج کی طرف نہ تھی۔ بلکہ دیگر افواج کی طرف بھی میری توجہ رہتی تھی۔ ایک روز میرے ایک مددگار نے کہا کہ محاذ ارض روم میں آپ کو دیگر افواج کے احوال معلوم کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ اس پر غور فرم کر کیسیوں زحمت گوارا کرتے ہو۔؟

میں نے جواب دیا۔ جب تک یہ معلوم نہ ہو کہ دیگر افواج کا کیا حال ہے۔ میں اپنی فوج کا انتظام و التیام کی طرح کر سکتا ہوں۔؟

یہ واقعہ ہے جو اقوام کی بڑھائی کرنیوالوں کو کبھی فراموش نہ کرنا چاہیے۔
مجھے عوام سے آفت ہے۔ میں اپنے دل کی تمام باتیں اُن سے بے کم و کاست کہہ دیتا ہوں۔ اگر کوئی بات غلط ہوگی۔ تو وہ رد کر دیجائے گی۔ لیکن آج تک کبھی میری کسی بات کی تردید نہیں کی گئی۔

باب سویم

اس باب میں مصطفیٰ کمال کی شکل و ثباہت اخلاق و عادات اور خصوصیات پر بحث کی جائیگی۔ نفس مضمون بذات خود اپنے اندر ایک بیضا اور وسیع دائرہ رکھتا ہے۔ اگر اس پر ممکن بحث کی جائے تو اسکے لئے ایک علیحدہ دفتر تیار ہو جائے۔ مگر چونکہ واقعات کی رفتار اور طوالت کے سبب سے یہ سوانح عمری پانچ حصص میں ختم ہوتی ہے۔ اس لئے اس باب کو زیادہ لمبا کرنے کی گنجائش نہیں۔ ہم چاہتے ہیں کہ مصطفیٰ کمال کے اوصاف و عنات کو چند اوراق میں ہی ختم کر دیا جائے۔ چنانچہ سب سے پہلے غازی موصوف کی شکل و ثباہت ملاحظہ ہو۔

مصطفیٰ کمال جوان عمر میں ایک خوبصورت اور قوی جوان تھے

شکل و ثباہت

جسم دبلا مگر چھریا۔ سر وقدر۔ دراز قامت اور سپاہیانہ وضع رکھتے تھے جس سے ذہانت و مسانت ٹپکتی تھی۔ آنکھ دہان و ذقن مجزبانہ اور نیر و آزمائی مترشح ہوتی تھی۔ آنکھ چہرے اور خصوصاً آنکھوں سے تنیل پرستی کی جھلک پائی جاتی تھی۔ لیکن انہی تنیل پرستی صحیح اور درست نتائج پیدا کرتی تھی۔ رنگ زردی مائل۔ رخسار بھرے ہوئے۔ مونچھیں بھورے رنگ کی تھیں۔ آواز مہیب اور رعب دار جس سے جنگی لہجہ اور فوجی حکم ظاہر ہوتا تھا۔ اور یہ ظاہر ہوتا تھا کہ شیخ جس کی طرح حکم کرتا ہے اور کتنی جلدی اطاعت کیا جاتا ہے۔ محمد ستم بے مضیر

سابق مقیم امریکہ فرماتے ہیں کہ آپ ائمہ الربیض رہتے تھے۔ جسکی وجہ سے آپ ترکوں کی طرح قوی اور مضبوط نہ تھے۔ لیکن قدرتی قوتِ جسمانی کی کمی کا ازالہ اسطرح کیا کہ آپ کو خلقِ عظیم عطا فرمایا۔ شکل سے آپکی شخصیت کی طاقت اور خوبی ظاہر ہوتی تھی۔ چہرہ چوڑا جس سے ہمت اور عزتِ عظیم ٹپکتا تھا۔ خط وصال سے ظاہر ہوتا تھا کہ دل میں درد۔ طبیعت میں سوز اور روح میں تڑپ بھری ہے فہم و ذکا کے آثار سویدائے۔ مسلسل بیماری جو آپ کو گھٹن کی طرح لگی ہوئی تھی اس کے سبب سے آپ کی آخری عمر میں کچھ شکل و شبابت میں فرق پیدا ہو گیا تھا۔ اور یہ قدرتی بات ہے کہ تندرست شکل و چہرہ کچھ اور ہی چمکے دمک ظاہر کرتا ہے۔ اور بیمار چہرہ سے کچھ اور ہی رنگ نمایاں ہوتا ہے۔ آخری نوٹ جو آپ کی وفات سے پہلے لیا گیا تھا۔ وہ کچھ اور ہی رنگ ظاہر کرتا ہے۔ یتیم تبدیلیاں قسدرتی ہوتی ہیں۔ مصطفیٰ کمال بڑھاپے کی عمر میں قدم رکھنے سے پہلے ہی اس دار فانی کو خیر باد کہہ گئے ہیں۔ اسلئے یہ شکل کی تبدیلی محض بیماری کے باعث ہی ہے۔ احمیں بڑھاپے کو کسی قسم کا دخل نہیں۔

مصطفیٰ کمال پاشا صابر اور قانع شخص تھے۔ آنکھ آرام کا خیال تک اخلاق و عادات

نہیں تھا۔ صحیح معنوں میں وہ پورے طور پر بشریتِ انفس۔ مہذب مہمان خواہ اور باسلطنت شخص تھے۔ وہ ہر مغربی سے ملاقاتی کمرے میں بے تکلفی سے کام لیتے۔ فرانسیسی زبان وہ نہایت رواں بولتے۔ اپنے سپاہیوں اور ماتحت افسروں سے نہایت ہی علیی اور اشتی کا برتاؤ اور سلوک کرتے۔ مصطفیٰ کمال جذبہ وطن پرستی تعلیم کے زمانہ سے ہی اپنے دل میں رکھتے تھے۔ انکی یہ عادت تھی کہ بے اوقات وہ امور سلطنت و سیاست پر غور و فکر کیا کرتے تھے۔ ممالک کے انتظام و التیام کی اکثر آنکھیں دل میں یہ خواہش رہتی تھی۔ اور خونخوار اور خطرناک مقامات پر دلیری اور بہادری سے اقدام کرتے۔ وہ آپس کے معاملات میں

نہایت ہی نرم دل تھے۔

درہ دانیال کے معرکوں میں وہ اپنے اعداء سے حسن سلوک

مخالقوں سے سلوک

سے پیش آتے تھے۔ جبکی وجہ سے وہ شہرہ آفاق ہو گئے

بسا اوقات وہ اپنے دشمنوں کو وقفہ جنگ میں اگر سگریٹوں کی ضرورت پڑتی تو سگریٹ بھی دیتے۔ بلکہ انکو فوٹو گراف سننے کیلئے کہتے۔ تاکہ وہ اپنا غم غلط کریں۔ یہی وجہ ہے کہ دشمن بھی انہی سیرت و بہادری کا اعتراف کرتا ہے۔

الفضل ماشہدات یہ الاعداء

مصطفیٰ کمال پاشا جس بات کا اقرار کرتے اُسکو بہادرانہ

قول و اقرار کی پابندی

اخلاق کی ساتھ پورا کرتے۔ کیونکہ بہادر کا یہی کام ہوتا ہے۔

کہ اپنے قول کو پورا کرے۔ چنانچہ مصطفیٰ کمال نے ایک موقع پر اخلاقِ متینہ

امریکہ کے میجر جنرل ہاربرڈ سے اس امر کا وعدہ کیا کہ وہ ٹرکی میں غیر مسلم

قلیل التعداد جماعتوں کے حقوق کی نگہداشت کریں گے۔ میجر موصوف خود اس

امر کی شہادت دیتے ہیں۔ کہ غازی موصوف نے غیر مسلم قلیل التعداد اقوام

کے حقوق کے مسئلہ پر جو اقرار کیا تھا۔ انھوں نے اسکو پورا کیا۔ چنانچہ

ایک خاص اعلان کے مطابق جو انگور کی مجلس اعلیٰ نے شائع کیا تھا۔ الشیاع

کو جک کے تمام عیسائی اس بار سے سبکدوش ہو گئے۔ جو اناطولیہ کی حفاظت کے اخراجات

میں حصہ لینے کے باعث آپر پڑتا تھا۔ اس اعلان کا یہ نتیجہ ہوا۔ کہ عیسائی نہ

صرف ترکوں کے ہی شکور ہوئے۔ بلکہ وہ ترکوں کے گردیدہ ہو کر انکے دوش بدوش

یونان کی چیر و دستیوں کا مقابلہ کرتے رہے۔

مصطفیٰ کمال پاشا نہایت ہی شجاع اور بہادر سپاہی تھو

بالت و شجاعت

انھوں نے درہ دانیال میں اپنی خدمات اور فوجی کارروائیاں

شجاعانہ اور فائزانہ طور پر نہایت ہی عمدہ طریق میں انجام دیں۔ کہ جن سے آپ کی قابلیت

اور تجربہ کار کی ثبوت ملتا تھا۔ آپ کی اس شجاعت و قابلیت کا جنرل لیمان وان سائڈس اور دوسرے جرمن افسران کی غیر معمولی اولوالعزمی کا یار بار اعتراف کرتے ہیں۔ درہ دانیال کی مہم کے کمان افسر جنرل لیمان وان سائڈس اور اسد پاشا تھے۔ مصطفیٰ کمال کو کوئی بھی نہ جانتا تھا۔ لیکن اب وہ درونیال کا مدافع ہونے کی حیثیت سے سب سے زیادہ مشہور ہیں۔ مسٹر کاریلے مصطفیٰ کمال کی بہادری اور شجاعت کے متعلق لکھتے ہیں۔ کہ اگر مصطفیٰ کمال پاشا عیسائی ہوتے اور جرمن کے خلاف جدوجہد کرتے تو برطانیہ میں یقیناً ایک شجاع اور دلادغازی کی حیثیت سے آنکھیں کھل جائیں۔

غازی مصطفیٰ کمال پاشا جنگ جو بھی تھے۔ آپ مشہور و معروف جنگی قابلیت رکھتے تھے۔ یہ قابل وقت پاشا ناز و افتخار سے یہ دعوے کر سکتا ہے کہ آسنے پیغیر اسلام کی طرح اپنے ہاتھ سے کسی انسان کو قتل نہیں کیا ہے۔ آپ کی سرگرمیوں اور تقریروں نے ظاہر کر دیا ہے۔ کہ آپ ایک عظیم الشان اہل سیف ہی نہیں۔ بلکہ اہل قلم اور تدبیر بھی ہیں۔

نیک نیتی۔ دیانت۔ اور حریت پرستی ایسی نعمتیں ہیں کہ جس کو غیب ہو جائیں وہ دشمنوں سے بھی اپنی تعریف کرتا ہے۔ ایک زمانہ تھا کہ غازی مصطفیٰ کمال کو حکومت قسطنطنیہ اتحادیوں کے افتخار کے اقتدار کے ماتحت باغی سرکش خارج البلد۔ واجب القتل ٹھہراتی تھی۔ اور سڑ بالہ قورعبیا و سح النظر بدرجہۃ الاقوام کے ذمہ دار اجلاس میں غازی موصوف کو قزاق اور ڈاکو کے الفاظ سے یاد کرتا تھا۔ لیکن جب ترکوں کے اس نظیر یہی اور لاثانی رہنما کی خوبیاں دنیا پر روشن ہوئیں اُن کی وطن پرستی۔ حریت پسندی۔ دیانت اور شجاعت و دنیا والوں پر ظاہر ہوئی۔ تو بڑے بڑے فرعون کو بھی اُس کا لوہا ماننا پڑا۔ عیسائی دنیا بالعموم اور اسلامی دنیا بالخصوص اُس کی حریت پسندی کے جذبات کے متاثر ہوئی۔ بلکہ دل متحدہ نے بھی

آٹھ بجی حکومت کو تسلیم کر کے اُنکے نمائندے لندن کی مجلسِ صلح میں طلب کئے۔ اخبار انگلش میں نے لکھا درمہ مصطفیٰ کمال پاشائی احمیتت ایک عظیم الشان اور شجاع سپاہی ہیں۔ جسکی حکمت عملی ذاتی طبع اور شخصی جاہ پر مبنی نہیں۔ پاشائے موصوف ایشاء کو چمک کے نشو و ارتقا کے متعلق بہت ہی وسیع اور بڑبڑانہ خیالات رکھتے ہیں۔ اگرچہ بالشویکوں کے ساتھ اُنکا بہت گہرا یارانہ ہے۔ اور وہ برطانیہ عظمیٰ کے دوست نہیں کہلا سکتے۔ بہر حال انگریز پاشائے موصوف کی دیانت اور شرافت آمیز طرزِ جنگ کے بید تراج ہیں۔

احمد شہم بے سابق سفیر ترکی مقیم امریکہ غازی مصطفیٰ کمال پاشا کے محاسنِ حربیہ کے متعلق بیان کرتے ہیں کہ مصطفیٰ کمال سپاہی آدمی ہے۔ اہل سیف ہے۔ جنگِ عظیم کے دوران میں اس تلوار کے دھنی نے وہ جوہر دکھلائے جو مرد میدان اور قائدِ حرب ثابت کر نیکے لئے کافی ہیں۔ فریقِ متحارب کے دانت ایسے کھٹے کئے اور وہ عظیم الشان فتح حاصل کی۔ کہ اتحادیوں نے قسطنطنیہ کی تسخیر کا خیال بالکل ترک کر دیا۔ اور تمام کوششوں سے دست بردار ہو گئے۔ آپنے اس جنگ میں فوج کی قیادت جس طرح، حاصل کی ہے۔ وہ آپکے فضائلِ جمیلہ پر دلالت کرتی ہے۔ اور ایک دلچسپ داستان ہے۔ یہ وقت تھا جب کہ ترکوں کی تباہی آنکھوں سے نظر آرہی تھی۔ جب مارشل دان باندٹس کی عقل اور اُسکے حواس نے جواب دیدیا۔ تو اسوقت کماندار اعظم نے مصطفیٰ کمال سے پوچھا۔ کہ اب فرمائیے نجات کا کیا طریقہ ہے۔ اسوقت مصطفیٰ کمال کرنیل تھے۔ اور ایک معمولی سے ڈوئیزن کے افسر لیکن جرمن افسر کی عادات اور فوجی قابلیت کے کماحقہ واقف تھا۔ ٹیلیفون پر حسبِ ذیل گفتگو ہوئی۔ جو اگرچہ اسقدر مربوط نہیں۔ تاہم ایک گفتگو ہے۔

جیس سنہی مذاق اور غمزہ رخ ایک دوسرے سے پیوستہ ہیں۔

ٹیلیفون کی گھنٹی بجتی ہے۔ مصطفیٰ کمال دریافت کرتے ہیں۔ فرمائیے کون بھائی کماندار اعظم۔ میں کماندار۔

مصطفیٰ کمال۔ فرمائیے حضور۔ احکام کی تمہیں میں بسرِ چشم حاضر ہوں۔

کماندار اعظم۔ کیا ہم موقعہ کو نباہ سکیں گے ؟
 مصطفیٰ کمال۔ کیوں نہیں۔ یقینی طور پر نباہ سکیں گے۔
 کماندار اعظم۔ یقینی طور پر ؟
 مصطفیٰ کمال۔ جی حضور یقینی طور پر۔
 کماندار اعظم۔ کس طرح ؟
 مصطفیٰ کمال۔ بس اتنا کہیے کہ مجھے بریگیڈیر بنا دیجئے۔ اور جنگ کا انتظام
 و انتہام میرے سپرد کر دیجئے۔
 کماندار اعظم۔ کیا یہ حد سے زیادہ نہیں ؟
 مصطفیٰ کمال۔ یہ تو اعترافِ خدمت پر مبنی ہے۔ میرا خیال تو یہ ہے کہ میں
 کماندار اعظم کے فرائض کا بار بھی اپنی گردن پر لے سکتا ہوں۔
 سلسلہ گفت و کلام ختم ہوا۔ رات کے دوران میں حالتِ ادب بھی ابتر ہو گئی۔ پھر
 مصطفیٰ کمال کے خیمہ میں ٹیلیفون کی گھنٹی بجی۔
 مصطفیٰ کمال اٹھے اور کہا۔ جی جناب ! فرمائیے آپ کون صاحب ہیں
 کماندار اعظم۔ میں ہوں کماندار اعظم۔
 مصطفیٰ کمال۔ بہ چشم۔ فرمائیے کیا حکم ہے ؟
 کماندار اعظم۔ آپکو بریگیڈیر بنا دیا گیا ہے۔ اور میدانِ جنگ کی
 افواج کا کماندار مقرر کر دیا گیا ہے۔ برائے مہربانی فی القہر معروف کار
 ہو جائیے۔

مصطفیٰ کمال۔ بس ایک ذرا سی مہلت دیجیئے کہ میں اپنا سپاہیانہ جوبہ بدل دوں
 مصطفیٰ کمال پاشا بریگیڈیر مقرر ہو چکے تھے۔ بس پھر کیا تھا۔ اگلے دن ہی آپکی
 محنتی سی فوج جیکے سپاہیوں کی تعداد کم تھی۔ جیکے پاس سامانِ حربِ مہافت کے
 ناقابلِ تھا۔ انفنزہ کے مقام پر اتحادی فوج کے حملہ کو روکنے کیلئے سینہ سپر ہو گئی۔

اور وہ ہاتھ دھکائے کہ سبحان اللہ۔ اتحادی افواج کو باوجود کسلس ساز و سامان کے شکست فاش ہوئی۔ اور مصطفیٰ کمال پاشا کی نئی فوج کامیاب ہوئی۔ اس موقع پر مشکلات و مصائب سے عہدہ برآ ہوئیے مصطفیٰ کمال نے صرف اپنا قول ہی پورا نہیں کیا۔ بلکہ آپ کے اس فعل کا یہ نتیجہ ہوا کہ درہ دانیال کی مدافعت کا بار گراں جو اسپرٹ اٹھا تھا۔ اُسے نجات مل گئی۔

درہ دانیال کی محافظت صرف سلطنت عثمانیہ میں نہیں۔ بلکہ سچ پوچھیے تو تاریخ عالم کے فوجی کارناموں میں بہترین کارنامہ ہے۔ جس کے سبب سو اپنی ملکی گورنٹ نے اُس کو پاشا کا خطاب عطا فرمایا۔ اور یورپی دنیا نے اُس کو پناہ درہ دانیال کے لقب سے ملقب کیا۔

مدبر سے مراد حسن تدبیر ہے۔ یعنی ہر معاملہ کو باحسن وجہ تدبیر کے مصطفیٰ کمال کا تدبیر ذریعہ سے آراستہ و پیراستہ کرنا۔ تاکہ انجام اس معاملہ کا بہترین غازی مرحوم بے نظیر مصلح ہو نیکی علاوہ نہایت ہی عمدہ اور بہترین تدبیر بھی تھے اس شبہ میں پہلے درجہ کے متبر اور شاعر تھے۔ موجودہ زمانہ میں دنیا ایسی کوئی نظیر پیش نہیں کر سکتی۔

سلطان عبدالحمید خان کا یہ تدبیر تھا کہ آسنے اپنے عہد حکومت میں طرکی کو بہت اہلاک ضائع کر دئے۔ اور مصطفیٰ کمال کا یہ تدبیر تھا کہ انھوں نے مٹی ہوئی طرکی کو از سر نو بحال کر دیا۔ اور ترکوں کے اندر ایک نئی زندگی کی نہ صرف روح ہی پھونکی۔ بلکہ عملی طور پر زندگی پیدا کر دی۔

کیا اچکودہ وقت یاد ہے جبکہ اتحادیوں نے قسطنطنیہ پر قبضہ کر لیا۔ اور ظلم و ستم و معانے شروع کر دئے۔ اور ملک میں عام ہرجاں اور بے چینی پھیلی ہوئی تھی۔ اس وقت مصطفیٰ کمال کا تدبیر ہوئے کار آیا آسنے اپنی دوسرا تدبیر شروع کر دی اور تجربہ کاری کا ثبوت دیکر کہنے لگا کہ ایک باہر ناز و فخر سیاہی ثابت کر دیا۔ اور تمام حالت کو ناکار

قابو پا لیا۔ اور پرآگندہ جماعت کو ایک سطح پر لا کر ایک متحدہ اور منظم جماعت بنایا پھر اسکے علاوہ دوسری تدبیر آپ نے یہ کی کہ بیرونی حکومتوں سے ساز باز کیا! بلکہ مہمدی حاصل کی۔ اسلامی حکومتوں سے بھی رابطہ اتحاد پیدا کیا۔ اور موقع پر امداد حاصل کر کے اپنے مقصد میں کامیاب ہوئے۔ کیا یہ کم تدبیر کی بات ہے کہ تاغیبتوں کی طرح بکھرے ہوئے حالات کو آپ نے قبضہ میں کر کے اپنے ناخن تدبیر سے تمام ملک کے تباہی اور زلزلت سے بچایا۔

آپ کے حسن تدبیر کی ایک اور مثال آپ کے سامنے رکھتے ہیں۔ جسے آپ پر مصطفیٰ کمال تدبیر روز روشن کی طرح واضح ہو جائیگا۔ آپ اس موقع کو یاد کریں کہ جو وقت مصطفیٰ کمال نے یونانیوں پر ایک فیصلہ کن آخری جنگ کر نیکے لئے حملہ کیا۔ جبکہ یونانی سرنا چھوڑ کر بھاگ نکلے تھے۔ اس وقت حملہ سے پہلے آپ نے اپنی تمام حرکات و سکنات کو پوشیدہ رکھا۔ کہ آپ نے کب حملہ کرنا ہے۔ اور کس طرف حملہ کا رخ ہوگا۔ یونانی تو علیحدہ رہے۔ آپ کے ترک بھائیوں کو بھی اس حملہ کے متعلق کوئی علم نہ تھا۔ تمام کارروائیاں پردہ اغما میں رکھی گئیں۔ اور یونانیوں کو اس حملہ کا اس وقت علم ہوا جبکہ ترکی افواج یونانیوں کے کمپوں اور خندقوں کے اندر پہنچ چکی تھیں۔ قسطنطنیہ میں اس حملہ کا اس وقت علم ہوا۔ جبکہ یونانی شکست کھا کر سرسبز ہو کر بھاگنے شروع ہوئے۔ کیا کوئی دنیا کا تدبیر جنگ کے متعلق ایسا انتظام و بندوبست کر سکتا ہے۔ اس سے بڑھ کر مصطفیٰ کمال کی حسن تدبیر اور کیا ہوتی ہے۔

آپ مصطفیٰ کمال کے حالات پر نظر دوڑا کر مشاہدہ کر سکتے ہیں۔ کہ آپ نے اپنی زندگی میں کیسے اعلیٰ پایہ کے تدبیر اور جن خوبی کے ساتھ مگر شہرے واقعات کو سلجھایا ہے۔ جنگ کے اختتام پر آپ نے یونانیوں کی ٹرکی کو نئی ٹرکی بنادیا۔ پرانا لباس اُترا کر نیا لباس زیب تن کرا دیا۔ ملک میں بے شمار قسم کی اصلاحات جاری کیں۔ اور ملک کو بلند پایہ شوکت سے ہمکنار کر دیا۔ ترک اس سرعت کے ساتھ بام ترقی پر پہنچے کہ تمام یورپ انکسرت بندواں رہ گیا کیونکہ مشرق اقوام ایسی کوئی نظیر پیش نہیں کر سکتیں۔

موقعہ شناسی

مصطفیٰ کمال میں ایک بڑی خوبی یہ تھی کہ آپ موقعہ اور محل دیکھ کر بھاپ جاتے تھے۔ کہ انجام نزولوں ہو گا یا مفید۔ چنانچہ واقعات اس امر کی شہادت دیتے ہیں۔ کہ جہاں آپ نے کہہ دیا کہ اس جگہ نقصان ہو گا۔ ویسا ہی ہوا اور جہاں آپ کی رائے اس امر پر قائم ہوئی کہ اس میں فائدہ ہو گا۔ ویسا ہی ہوا۔ انجام کو وہ بہت جلد تاثر جاتے تھے۔ جنگ کا نقشہ دیکھتے ہی فتح یا شکست کی پیش گوئی کر دیتے تھے۔

آؤراور کمال دونوں قومی اور ملکی فرد ہونے کے لحاظ سے ایک ہی سطح پر کھڑے ہیں۔ ان دونوں بیکتا ہستیوں میں فرق صرف اتنا ہے کہ آؤر جو نقشہ جنگ تجویز کرتے وہ اُسکے انجام پر نظرنہ دوڑاتے۔ بلکہ توکل بر خدا آپر عمل پر ایسا ہو جاتے۔ لیکن مصطفیٰ کمال میں یہ دونوں ہی خوبیاں موجود تھیں۔ وہ ہر تجویز کا انجام بھی سوچ لیتے تھے اور خدا پر بھی ہوسکتے آؤر ایک مچھلا۔ جلد باز اور چٹیلہ جوان تھا۔ لیکن مصطفیٰ کمال عکس اس کے برعکس آؤر اس کے متحمل مزاج۔ یہی وجہ ہے کہ مصطفیٰ کمال کسی کام میں جلد بازی نہ کرتے۔ تاؤدقشیکہ اُسکے عواقب کو نہ دیکھ لیں۔ جب آؤر پاشا نے ٹرکی کو جنگ میں دھکیلنا چاہا تو اُسوقت مصطفیٰ کمال نے ہر طرح مخالفت کی کہ ملک کسی طرح جنگ میں قدم نہ رکھے۔ وہ کہتے تھے کہ ٹرکی جنگ کیلئے تیار نہیں ہے۔ نیز جرمنی کی فوجی قوت بھی اتنی مضبوط نہیں جتنی کہ خیال کی جاتی ہے۔ اسلئے ٹرکی کو جنگ میں شریک ہونے سے بہت سائنقصان اٹھانا پڑیگا۔ مگر چونکہ آؤر ایشادریز جنگ تھے۔ مصطفیٰ کمال کی کوئی پیش نہ گئی۔ اور ملک کو مثلاً جنگ عظیم کر دیا گیا۔ جیسا تجویز ٹرکی کے حق میں نزولوں ہی ثابت ہوا۔

آؤر نے قفقاز کے محاذ کا نقشہ عجیب و غریب قسم کا تیار کیا اور بہت لمبا سا محاذ بناؤ اس نقشہ کو دیکھ کر مصطفیٰ کمال نے کہا کہ اتنا لمبا محاذ فہول ہے۔ اسکو قابو میں رکھنے کیلئے افواج کہاں سے آئیں گی۔ مگر آؤر اپنی طبیعت کا مالک تھا۔ اُس نے ایک نہ ٹھنی اور جنگ کو اس تیار کر نقشہ کے مطابق شروع کر دیا۔ تو سہ ہزار ترکی افواج قاہرہ ہمراہ لے کر قفقاز کے محاذ کی طرف بڑھا۔ لیکن نتیجہ اچھا برآمد نہ ہوا۔ اور بے شمار فوج تباہ

ہوئی۔ جسکی تلافی کبھی نہ ہو سکتی تھی۔ صرف ۱۲ ہزار فوج بچی۔

گیلی پولی کے محاربات میں آپسے موقعہ کا ملاحظہ کر کے اپنے کماندار اعظم کو نہایت ہی تسلی آمیز لہجہ میں کہا کہ اتحادی کبھی کامیاب نہیں ہو سکتے۔ چنانچہ آپسے اپنی سستی بھر جاں نثار فوج کو ہمراہ لے کر مذکور اول اتحادی فوج کو تباہ ویرانہ کر دیا۔ اور سب دیریں دھکیل دیا۔ کہ پھر آتھوں نے کبھی گیلی پولی کا رخ نہ کیا۔

جنگ یونان میں جتنے بھی جنگ کے نقشے تیار ہوئے۔ وہ سب آپکی مرئی کے مطابق تیار ہوئے۔ اور آپسے ہر موقع پر فتح حاصل کی۔ جنگ ستاریہ کے موقعہ پر آپ بیمار تھے۔ اور عصمت پاشا ان لوگوں میں سے تھے کہ سارے کارڈ کا انچارج تھا۔ کئی روز تک جنگ جاری رہی۔ لیکن فتح یا شکست فریقین میں سے کسی کو بھی نہ ہوتی تھی۔ عصمت پاشا بہت گھبراہٹ میں تھا کہ اب کیا کیا جائے۔ اسوقت عصمت پاشا نے مصطفیٰ کمال کو میدان جنگ میں بلایا اور کہا کہ اس مشکل کو حل کر دیا جائے۔ چنانچہ آپ فوراً میدان ستاریہ میں پہنچے اور جنگ نقشہ دیکھ کر آپسے عقدہ کشائی کر دی۔ اور یونانی شکست کھا کر اور سر پر پاؤں رکھ کر گھبراہٹ میں نکلے۔ یہ ہے آپ کی موقعہ شناسی۔

آپ کو جنگ عظیم میں جرمنی میں جانے کا اتفاق ہوا۔ جرمن کا نقشہ جنگ دیکھ کر آپتے وزیر جنگ کو کہہ دیا کہ جرمن بہت دیر تک جنگ جاری نہیں رکھ سکتی۔ بلکہ اسکو ہزیمت کا سامنا ہونا پڑے گا۔

غازی مصطفیٰ کمال کے قلب میں حب الوطنی کا درد قدرت نے کوٹ کوٹ کر

حب الوطنی

بجھرا ہوا تھا۔ اُنکو ہر وقت یہ خیال رہتا تھا کہ انکا مادر وطن کیسے مضرط اور طاقتور ہو۔ اور غیر اُسکی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھ سکے۔ آپسے جب ملوکیت کا معاملہ کیا تو آپ پر پرامر و زور روشن کی طرح واضح ہو گیا کہ شخصی حکومت نہ تو ملک اور قوم کی ترقی کا باعث ہو سکتی ہے اور نہ ہی دنیا قائم رہ سکتا ہے۔ بلکہ خود مختار بادشاہ اپنی ذاتی اغراض کے فتنے سے چور ہو کر ملک کو تباہی کے گڑھے میں بہت چلا کر اسکا ہر سلطان عبدالحمید خان انیسویں ہجری

میں کٹھ پتلی کی طرح تھا۔ نہ تو اُسکو اپنے ملک کی قدر اور نہ اپنی قوم کی عزت کا خیال حکومت کے بہت بلند پایہ عہدے اکثر اختیار کے ہاتھوں میں تھے۔ جو وہ چاہتے کرتے۔ سلطان عبدالحمید خان خود تو قلعہ کے اندر ہی رہتا تھا۔ قلعہ یلڈیز کو شک بہت ہی بڑا اور وسیع قلعہ تھا۔ اُسکے اندر ہی باغات تھے۔ اُسکے اندر جنگلات بھی تھے۔ شکار گاہیں بھی تھیں۔ غرضیکہ بادشاہ کی تمام لچسپیوں کے اسباب اندر ہی پائے جاتے تھے۔ ایک طرف سلطان نے بڑی سی دکان بنا رکھی تھی۔ دوسری طرف سنار کی۔ اور تیسری طرف لوہا کی کبھی کسی دکان پر جا بیٹھتے۔ اور کبھی کسی پر دقت مناسبت کرتے۔ غرضیکہ ایسی ہی باتیں شنل کی کہنے مقرر کر رکھی تھیں۔ اُن کو یہ معلوم نہ تھا۔ کہ باہر رعایا کا کیا حال ہو جو خوال ہے۔ یا تنگ ہے۔ آپ صرف جمعہ کے روز اپنے محل سے باہر نکلتے اور جمعہ کی نماز عشاء بعد ابا صوفیہ میں ادا کر کے پھر قلعہ کے اندر چلے جاتے۔ اور اپنے پرانے مشن پر لگ جاتے کبھی بڑھئی کی دکان پر بیٹھ کر کچھ بناتے اور کبھی سنار کی دکان پر بیٹھ کر کچھ وقت صرف کرتے۔ سی۔ آئی۔ ڈی آپکے عہد میں بیشمار تھی۔ جو پورٹ اُس محکمہ کی آئی اُسکے مطابق حکم کر دیتے دیکھ حکومتوں نے متوازی حکومت آپکے ملک کے اندر پیدا کر رکھی تھی۔ غیر اقوام کیلئے ڈاکٹری نہ جات اور عدالتیں علیحدہ مقرر تھیں۔ دوسری اقوام پر تقدمات ترکی عدالتوں میں چل ہی نہ سکتے تھے۔ اس طرح ملک کے اندر دو قسم کی حالت تھی۔ آمدنی بھی کم تھی۔ مگر سلطان کو خرچ کا خیال ہے کہ یورپ کا ایک سوداگر گھوڑے لیکر بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوتا ہے تو آپ تمام کے تمام گھوڑے خرید لیتے اور قلعہ کے اندر چھوڑ دیتے۔ یا کوئی کتوں کا ڈوگر آیا تو آپ اچھی اچھی قسم کے کتے ہی خرید لیتے اور قلعہ کے اندر چھوڑ دیتے۔ بعد میں آپ کو کوئی علم نہیں کہ وہ گھوڑے یا کتے جو کہ بعرفت زر خریدے گئے ہیں۔ اٹھا کیا حال ہے۔ جو کہ مرتے ہیں۔ یا کھاتے پیتے ہیں۔ کوئی پرواہ نہیں۔ ایک دفعہ رقم خرچ کر دی۔ اور اُنکو قید کر دیا۔ یہ نقشہ ہے سلطان عبدالحمید کی حکومت کا۔ جو کہ آپکے سامنے رکھ دیا ہے اسکے علاوہ اور بھی بہت سی قباحتیں ملک کے اندر موجود تھیں۔ تعلیم کا کوئی خاص انتظام

نہ تھا۔ صنعت و حرفت ملک کے اندر کوئی نہ تھی۔ تجارت و زراعت کے متعلق حکومت کوئی خیال نہ تھا۔ ملک بکریوں، بھوکا تھا۔ فوجیوں کی تنخواہیں کئی کئی مہینوں تک ادا نہ ہوتی تھیں۔ مصطفیٰ کمال نے جب اس شخص کی حکومت کا مطالعہ کیا تو آپ کو معلوم ہو گیا کہ ملک شخصی حکومت کے تحت رہ کر ہرگز ترقی کی منزل تک نہیں پہنچ سکتا۔ آچے دل کے اندر حب الوطنی کی تڑپ پیدا ہوئی۔ آپ نے اس ملکیت کا خاتمہ کرنا چاہا۔ غیر ملکیوں کو جو کہ ملک کے اندر برسرِ اقتدار تھے۔ ان کے وجود سے ملک کو پاک و صاف کرنا چاہا۔ مشرق کے انقلاب میں آپ نے کوشش کر کے دستوری حکومت حاصل کر لی لیکن شخصی اقتدار کا بت دیے کا دیا ہی قائم رہا۔ غیر ملکیوں کو ملک سے ہانک دینے کی آپ نے از حد کوشش کی۔ مگر آپ کی کوئی پیش نہ گئی۔ اس بارے میں آپ کا خیال تھا۔ کہ ترکی عہدے ترکوں کے ہاتھ میں رہتے چاہئیں۔ دورانِ جنگ یورپ میں اوردپاشا وزیرِ جنگ کی مرتبی کے مطابق بہت سے فوجی عہدے جرمینوں کو دے گئے۔ آپ نے مخالفت کی۔ مگر آپ کی مخالفت بار آور ثابت نہ ہوئی۔ اور آپ کو خاموش ہونا پڑا۔ بالآخر ۱۹۲۲ء میں جب ملک غیروں سے پاک ہوا۔ تو اس وقت آپ کا جذبہ حب الوطنی پھر کارفرما ہوا۔ آپ نے سب سے پہلے ملکیت کا ملک سے خاتمہ کیا۔ پھر تمام مراعات جو کہ غیر ملکیوں کو سلطان عبدالحمید خان کے زمانہ سے حاصل تھیں۔ سب چھین لیں۔ یہ آپ کی حب الوطنی کا عالم۔ مصطفیٰ کمال کا خیال تھا کہ ترکی ترکوں کیلئے ہے۔ کسی دیگر قوم کا حق نہیں کہ اس میں قدم رکھے اور فائدہ اٹھائے۔ ۱۹۲۲ء کے بعد جو کچھ اصلاحات آپ نے ملک کے اندر نافذ کی ہیں۔ یہ سب حب الوطنی کے جذبہ سے سرشار ہو کر اپنے کیں۔ آپ نے اپنی قوم اور اپنے ملک کو دنیا کی بڑی سے بڑی تہذیب و اقوام اور طاقتور ممالک کے مقابلہ میں کھڑا کر دیا۔ کہاں تک آچے جذبہ حب الوطنی پر بحث کی جائے۔ مضمون ہے لمبا اور وقت کم ہے۔ گنجائش نہیں کہ مفصل بحث کی جائے

ہم اسی جگہ اب اسکو ختم کرتے ہیں۔ اور اپنی سیاست دانی پر کچھ تھوڑی سی بحث کرتے ہیں
 سیاست دانی آپ کی زندگی کا ایک بہت ہی اہم پہلو ہے حقیقت
 تو یہ ہے کہ آپ کو پیدائش کے ساتھ ہی قدرت کی طرف سے سیاست دانی کا
 ملکہ حاصل ہوا ہے۔

سیاست دانی کا حقیقی جذبہ اسوقت پیدا ہوا جب کہ آپ فوجی سکول میں تعلیم
 حاصل کر رہے تھے۔ اسوقت آپ نے آزاد خیال لوگوں کی کتب کا مطالعہ کیا۔ اور ایک
 آزاد انجمن کی بنیاد ڈال دی۔ گویا کہ اسوقت سے آپ نے میدان سیاست میں قدم رکھا۔
 حکومت نے ہر چند اپنے پابندیاں عائد کیں کہ وہ سیاست میں حصہ نہ لیں۔ اور
 آزاد منش آدمیوں کی کتب کا مطالعہ نہ کریں۔ لیکن نہ تو حکومت کو ہی اپنے ارادوں
 میں کامیابی ہوئی۔ اور نہ ہی مصطفیٰ کمال نے اپنی سیاسی سرگرمیوں میں کمی ظاہر کی۔ حالانکہ
 ان کو قید بھی کر دیا گیا۔ پھر ملک سے جلا وطن بھی کر دیا گیا۔ مگر یہ تمام کوششیں دیر نہ
 مفید ثابت نہ ہوئیں۔ شخصی حکومت کا وہ تختہ الٹنے کی کوشش کرتے رہے۔ آخر تختہ
 الٹنے میں کامیاب ہوئے۔

یہ تو آپ کی داخلی سرگرمیاں ہیں جو کامیاب ہوئیں۔ آپ کی خارجی سیاسی سرگرمیاں
 بھی ملاحظہ ہوں۔ آج کل یورپ کا تدبیر اور سیاست تمام مغربی پرکار فرما رہے۔ اور تمام دنیا
 یورپ کی سیاست دانی سے مرعوب ہے۔ مگر مصطفیٰ کمال پاشا کی سیاست دانی یورپ سے بھی
 کمی قدم آگے نکل گئی۔ یہ آپ کی ہی سیاست دانی تھی کہ جس نے اپنے ملک کو اعیانہ کے ہاتھوں سے بچالیا
 حالانکہ یورپ کی طرف سے بڑی بڑی تحریکیں جاری تھیں۔ لیکن مصطفیٰ کمال نے ان چالوں کی ذرا بھر بھی پروا نہ کی۔ اور اپنے کام میں
 سرگرمی کے ساتھ کوشاں رہے۔ ترکی کی ٹٹی ہوئی عزت کو از سر نو برقرار کر دیا۔ گذشتہ روایا کو
 تباہی سے بچالیا۔ اور یورپ سمیت دنیا کی کھاکر مایوس اپنے وطن کو نصرت ہوا۔

کیا یہ کہ سیاست دانی ہے کہ ایک نیا واحد ایک بڑے کام کو اپنے ہاتھ میں لیتا ہو اور بلا

خطر رکاوٹوں کے باوجود اپنے دُشمن میں نگار تھا ہے۔ اور آخر جمعیت و قوت حاصل کر کے کامیاب ہو جاتا ہے۔ اگر اسکو ٹرکی کا چولین کہا جائے تو بجا ہے۔

کامیابی کے بعد آپکی سیاست نے ایک بہت بڑا کارنامہ یہ کیا کہ تمام وسطیہ ممالک ایک ہی سلک اتحاد میں منسلک کر دیا اور مشرق وسطیہ کا وجود پیدا ہوا۔ یورپین حکمرانوں نے اس نئے رنگ کے اتحاد پر انگشت بندھاں رہ گئیں۔ کہاں تک آپکی سیاست دانی کے جوہر آپکے روبرو رکھتے جائیں۔ داستان طولانی اور وقت کم ہے۔

بیدار مغزی اور دانائی آپ میں استقدر تھی کہ یورپ کی تمام حکومتوں کے

بیدار مغزی

آپنے دانت کھٹے کر دئے۔ اور آپکی ایک چال بھی اُنکے سامنے کامیاب نہ ہو سکی۔ اتحادیوں نے بیٹھار موقوفوں پر التوائے جنگ کرایا۔ کانفرنس منعقد کیں تاکہ مصطفیٰ کمال کسی موقعہ پر اپنی ہوشیاری اور دانائی سے چوک جائیں۔ اور معاہدہ سیدورے کامیاب ہو جائے۔ اور ٹرکی کو ملیا میٹ کر دیا جائے۔ لیکن آپ نے ہر موقعہ پر سی فرزانگی اور تجربہ کاری کا ثبوت دیا۔ اپنے مطالبات پر دیوار آہنی کی طرح جتھے رہے۔ ایک ایسے بھی سمجھے نہ بیٹے۔ اسکا نتیجہ یہ ہوا کہ معاہدہ سیدورے کی حیثیت ایک رڈی کے کاغذ کے برابر ثابت ہوئی۔ ترکوں نے لوازن میں نیا عہد نامہ مرتب کیا اسپر دستخط کئے اور کرائے۔ اپنی اہلاک تمام وکمال حاصل کر لیں۔ اور ٹرکی کو نئی اور غیر متزلزل بنیادوں پر کھڑا کر دیا۔

مصطفیٰ کمال میں یہ کمال تھا کہ آپ افسروں کے ہمیشہ تنی بعد آ

افسروں کی ابداری

رہے ہیں۔ اور اُنکے حکم سے خواہ وہ غلط ہو یا صحیح کبھی بھی انحراف کرنے کی جرأت نہ کی۔ اُنکے دل میں ہر وقت یہ خیال رہتا تھا کہ انتظام میں خلل واقع نہ سم۔ اور پاشا اور کمال پاشا میں فوجی نقطہ نگاہ سے اکثر اختلاف رائے ہو جایا کرتا تھا۔ مگر انور جو کہ وزیر جنگ تھا۔ اور مصطفیٰ کمال اُنکے ماتحت۔ اگرچہ مصطفیٰ کمال اپنی رائے کا اظہار کر کے یہ کہہ دیا کرتے تھے کہ یہ حکم غلط ہے یا منفعہ بخش۔ لیکن وہی کیا

جو انور نے حکم دیا۔ افسر کے حکم کی بجا آوری میں موہر بھی فرق نہ آنے دیا۔

غازی کی قوت اور ارادہ کا یہ حال تھا کہ ۱۶۸۵ء میں جب اپنی

مصطفیٰ کمال کا ارادہ

جان پر قاتلانہ حملہ کیا گیا تو انھوں نے مخالفین کا اصرار سے انصاف

کیا کہ شب کے کھانے کے بعد جب آنکھ بہت سے جہان خست ہوئے۔ تو انگوڑا کے

بازاروں میں انھوں نے دفعہ دیکھا کہ بہت سے مشہور لیڈروں کی لاشیں سربراہانک

رہی ہیں۔ اس ضیافت میں دول یورپ کے سفر ابھی شامل تھے۔ اور کسی کو وہم

گمان بھی نہ تھا کہ جیوقت وہ غازی کے دسترخوان پر بیٹھے ہوئے تھے شہر کے بازار میں

کرنل عارف اور جاوید جیسے مخالف لیڈروں کی لاشیں آویزاں کیا رہی تھیں۔ اپنی

اس قوت کو غازی نے بہت محوڑا عرصہ استعمال کیا۔ ملک میں متفان قائم کر نیسے بعد

اُنکی آمریت کی یہ شان باقی نہ رہی۔ بلکہ جو لوگ اُنکے خوف سے ترک وطن کر چکے

تھے وہ بھی واپس بلائے گئے۔

جو ارادہ اور عمل اور جوش و قوت مصطفیٰ کمال میں پایا جاتا تھا۔ وہ

جوشِ عمل

دُنیا کے کسی دُکھ کو حاصل نہیں۔ لیکن یاد رکھیں کہ اُنکی قوت کا ارادہ

اُنکا جوشِ عمل تعمیری ہفت اپنے اندر رکھتا تھا۔ آتا

ہر قول و فعل دیانت اور استبازی پر مبنی تھا۔ جو کام مصطفیٰ کمال نے کیا۔ وہ اپنی

ذاتی غرض کیلئے نہیں کیا۔ بلکہ ملک اور قوم کی فلاح و بہبود کیلئے۔ اپنی شان اور

آن بڑھانے کیلئے نہیں کیا۔ بلکہ قوم و ملک کی سستی کو دوسری اقوام کے مقابلہ میں بلند

و بالا کرنے کیلئے کیا۔ اگر بغور مطالعہ کیا جائے تو مصطفیٰ کمال کی زندگی کے تمام

واقعات مصطفیٰ کمال کے ہر قول و فعل کی ترجمانی کرتے ہیں۔ اُنکی چہیتی بیوی لطیفہ خانم

نے آپ کو کہا کہ سر سرتاج شاہی رکھو۔ اور تخت پر ٹمکن ہونے کی صورت پیدا کرو۔ مصطفیٰ

کمال کو اس بات پر بہت ہی رنج پیدا ہوا۔ اور سمجھے کہ اُنکی بیوی تاج و تخت کی خواہ

ہے۔ جمہوریہ ملیہ ترکی کی بدترین دشمن اور بدخواہ ہے۔ ملک

اور ترکی قوم کی فلاح و بہبود کی منافی ہے۔ تب آنکھوں نے کہا کہ میں جو کچھ کر رہا ہوں ذاتی اغراض اور انسانی خواہشات پر مبنی نہیں۔ بلکہ میں جو کچھ کر رہا ہوں اپنی قوم اور ملک کیلئے کر رہا ہوں۔ اور ملک اور قوم میرے لئے محبوب ترین اشیاء ہیں۔

غازی مصطفیٰ کمال کی شخصیت انقلاب پسندی۔ کامرانی۔ کامنگاری اور فتح قابلیت

و نصرت خداوندی کا ایک مجسم پیغام تھی۔ جنگ کا میدان ہو۔ یا سیاست کی بساط۔ معاشرت کا حلقہ ہو۔ یا تحقیقی علمی دائرہ غرضیکہ ہر شعبہ میں غازی موصوف کو فکر و عمل کی قوتوں نے کامنگار بنادیا۔ انقلاب و اصلاح کے حیرت انگیز کارنامے سر انجام دئے۔ یہ انہیں کے عقل و فکر کا نتیجہ ہیں۔ قوموں کی تقدیر کا نقشہ پلٹ دینا۔ قدرت بڑی نے خاص طور پر اپنی کے نامیہ حال پر مقرر کیا تھا۔

آپ کی فوجی قابلیت اور جنگی مہارت کی شہادت گیلی اور دہ ایال فوجی قابلیت اور جنگی مہارت کے سرکوں سے ملتی ہے۔ جبکہ سخت خطرہ تھا۔ اتحادیوں کے آتشبار جنگی جہاز پے در پے آتش فشاں پہاڑ کی طرح آتشباری کر رہے تھے۔ اسوقت مصطفیٰ کمال کی خداداد ذہانت اور قابلیت نے وہ کام کیا۔ جسکو دنیا کی کوئی بڑی سے بڑی طاقت بھی سر انجام نہیں دے سکتی تھی۔ یا مصطفیٰ کمال کی فوجی لیاقت کا میاں طرابلس کے عربوں سے دریافت کریں۔ جسکو مصطفیٰ کمال نے چند ہی دنوں میں فوجی قواعد پر پٹ سکھا کر ایک باقاعدہ لشکر جہاز تیار کر دیا۔ جس نے اٹلی کے چمکے چمڑا دئے۔ ہسکو مصطفیٰ کمال کی فوجی قابلیت کیلئے خاص نقص معنوں کی تلاش کی ضرورت نہیں۔ اگر اسکی زندگی کی طریقت نظر دوڑائی جائے۔ تو اسکی زندگی ہی ایک مجسم قابلیت کا نمونہ ثابت ہوگی۔ اپنے اپنی قابلیت سے ہی ملوکیت ان شخصی حکومت کا خاتمہ کر کے اپنی قوم کو آزادی اور جمہوریت کا درس دیا۔

اسلام سے محبت

اسلامی ممالک کے ساتھ سیاسی سلوک آپ نے اور پلان خطہ فرمایا کہ آپ نے بین الاسلامی اتحاد کی بنیاد ڈالی۔ تمام اسلامی آزاد ممالک کو رابطہ اتحاد و اخوت میں منسلک کر کے ایک دوسرے کے ساتھ بندگان کر دیا۔ یہ ملت اسلامیہ سے

محبت کی ایک بین اور روشن دلیل ہے۔ آپ ان تمام اسلامی ممالک کو اورج ترقی پر دیکھنا چاہتے تھے
تقسیم فلسطین کے متعلق مصطفیٰ کمال نے ایک تقریر کی جس کا ایک ایک لفظ آپ ہی اسلام سے
محبت کے جذبہ کو ظاہر کرتا ہے۔ آپ نے فرمایا: ہم چند سالوں کے عرصے تک ایک تھلک ہیں
لیکن اب ہم اپنی ذات پر اعتماد کر چکے ہیں اور کافی طاقتور ہو گئے ہیں کہ اسلام کی مقدس
سرزمین کو یوہود اور نصاریٰ کے تسلط سے بچائیں۔ ہم یہ اعلان کر دینا چاہتے ہیں ہم ابن
مقدس کو کبھی استعمار پسندیوں کا بازی گاہ نہ بننے دیں گے۔ ہم پر یہ بہتان تراشا گیا ہے کہ
ہم لاندہب اور اسلام سے لاپرواہ ہو گئے ہیں۔ اس بہتان کے باوجود بھی ہم اپنا خون
بہا دیے کیلئے تیار ہیں۔ تاکہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ آخری خواہش پوری ہو جائے
اور ارض مقدس ہمیشہ مسلمانوں کے قبضہ اقتدار میں رہے۔

آپ لڑائیوں میں گولیوں کی بارش میں اور محاذ صحر پر تے نظر آتے
موت کا خوف نہیں ہیں۔ مگر قدرت انکو ان گولیوں کی زد سے محفوظ رکھتی ہے ایک فیض

ایک گولی سیدھی آپ کی طرف آئی۔ اور یقین تھا کہ آپ کا وہاں غارتہ ہوجائے گا۔ مگر حکومت
کاملہ بچائے اسکو مارے کون۔ وہ گولی آپ کی کلائی کی گھڑی پر لگی۔ اور آپ بال بال چلے گئے
آپ کو محافظ حقیقی نے کوئی زخم تک نہ آنے دیا۔ ایک موقع پر آپ کھڑے اپنے
افسروں باتیں کر رہے تھے۔ کہ ایک گولہ آپ سے پچیس فٹ کے فاصلہ پر پڑا۔ دو فٹ
بعد دوسرا گولہ آپ سے بیس فٹ کے فاصلہ پر پھٹا۔ تیسرا گولہ آپ سے پندرہ فٹ کے
فاصلہ پر پھٹا۔ آپ چوتھا گولہ وہاں پھٹنا تھا کہ جہاں آپ کھڑے تھے۔ ایک افسر نے
اگے بڑھ کر کہا کہ جناب اس جگہ سے ہٹ جائیے جو تھا گولہ آپ کے قدموں پر آکر پھٹے گا
مگر مصطفیٰ کمال نے جواب دیا کہ میں آپ لوگوں کے سامنے بڑی مثال پیش نہیں کرنا
چاہتا۔ اور ہنسی خوشی منہ میں سرگٹ ڈال موت کے انتظار میں کھڑے ہو گئے۔ لیکن
دشمن کی توپ نے چوتھا گولہ نہ پھینکا اور قادر مطلق کی قدرت کاملہ سے آپ بال بال
بچ گئے۔ بعد میں معلوم ہوا کہ دشمن کی توپ کی مشین بچر لگئی تھی۔

ایسے مواقع دیکھ کر مصطفیٰ کمال کو یقین ہو چکا تھا کہ انہی موت تپ اور گولیوں سے نہیں ہو گی بلکہ وہ طبعی موت کا شکار ہونگے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اسی بناء پر وہ جنگ عظیم میں گولیوں کی بارش میں سگرٹ پیتے اور سگراتے ہوئے خطرناک مقامات پر چلے جاتے اور کوئی خوف نہ کھاتے۔

ملاقات کر نیو الوکس پکایہ جن سلوک تھا کہ آپ ملاقاتیوں کو سب سے

ملاقاتیوں سے سلوک

اول فرصت میں ملتے۔ اور انتظار کی طویل شدت سے ہمیشہ محفوظ رکھو کی کوشش کرتے۔ ملاقاتیوں سے ہمیشہ خوش و خرمی سے ملتے۔ اُن سے سگراتے اور سگراتے کرتے۔ جس سے یہ ظاہر ہوتا تھا کہ آپ ملاقات کر نیو الوکس بہت ہی محفوظ ہیں۔ مصطفیٰ کمال انگریزی زبان میں اچھی طرح گفتگو نہیں کر سکتے تھے۔ لہذا ان کے درمیان اور ملاقاتیوں کے درمیان ایک ترجمان ضرور ہوا کرتا تھا۔ جو بائیں کے خیالات کی ترجمانی کیا کرتا تھا۔

موجودہ اصول حرکت کے مطابق سپہ سالار میدان جنگ مصطفیٰ کمال جنگ میں پیش پیش رہتے تھے

میں افواج سے بہت پیچھے رہتا ہے۔ لیکن غازی

مصطفیٰ کمال کلیتہً اس اصول کے خلاف تھے۔ وہ میدان جنگ میں اپنی افواج کے ہمراہ پیش پیش رہتے تھے۔ تاکہ ان کے سپاہیوں کو بھی آگے بڑھنے کی ہمت اور دلیری حاصل ہو۔ جنگ یونان میں انھوں نے اپنا مستقر ایک پہاڑ کی چوٹی پر مقرر کیا۔ جہاں سے یونانی افواج صرف دو میل کے فاصلہ پر تھیں۔ آپ اس مقام پر مسلسل چھ ماہ تک حائل کا مطالعہ کرتے رہے۔ دو مہینے ہر وقت آنے ہاتھ میں رہتی۔ اور اس مقام سے وہ ایک ایک یونانی سپاہ کے خط و حال دیکھ سکتے تھے۔ اس آٹھ میل لمبی فوج انکو درمیان میں روکا تھا۔ اور دشمن کے مقابلے کیا ہو رہی تھی

غازی مصطفیٰ کمال کی خانگی زندگی نہایت ہی سادہ تھی۔ انکو مکان کے اندر بھاڑ

خانگی زندگی

نہایت ہی سادہ ہوتی تھی۔ شاہانہ شوکت اور باہر جلال کو اپنے قریب نہ بٹھانے دیتے تھے۔ کیونکہ وہ اپنے آپ کو ملک ایک جان فروش سپاہی تصور کرتے تھے۔ اور اپنے ملک اور قوم کی بہتری ہر وقت سوچا کرتے تھے۔ ہر گھنٹوں میں صرف ۴-۵ گھنٹے ہی سوتے۔ کیونکہ ملک اور قوم کے کام ہی مصطفیٰ کمال کیلئے ایک عزیز ترین اور محبوب ترین مشغلہ کار تھے۔ اور باقی وقت قومی

کاموں میں صرف کرتے! الخضر مصطفیٰ کمال نے اپنی تمام زندگی صرف ترکوں کیلئے ہی وقف کر دی۔ اگر چاہتے تو یا شاہ بنجاتے اور ملک پر شاہانہ طریق پر حکومت کرتے۔ مگر وہ اس شانِ شوکت کے بالکل برخلاف تھے۔ بلکہ وہ ملک کا ایک تن فرس سپاہی بننا اپنا نیکو فخر کا مقصد خیال کرتے تھے۔

ملک اور قوم کی جبکہ بعد اگر اٹلی انسانی تاریخ پر نظر ڈالی جائے تو وہ صرف والدہ سے محبت

دو چیزوں پر ہی ختم ہو جاتی ہے۔ ایک تو اپنی ماں اور دوسری اپنی بیماری۔ اپنی والدہ کیلئے ان کا دل محبت سے معمور تھا۔ لیکن وہ قوم و ملک کے سبب اس محبت کے پابند بھی نہ رہتے تھے۔ ابتدائی عمر میں وہ ہمیشہ اس بات کی کوشش کرتے تھے کہ والدہ ان کے ساتھ ساتھ رہیں لیکن دوسری مصروفیتیں آچکی اس ارادہ پر غالب آ گئیں۔ ہاں البتہ یہ ضرور کہا جائیگا کہ دنیا کی عورتوں میں ان کو اپنے صرف اپنی ماں کا وجود ہی ایسا تھا جس سے وہ آخر دم تک وابستہ رہے۔ کیونکہ جو کچھ بچہ و رتبہ مصطفیٰ کمال نے حاصل کیا۔ وہ انہی والدہ کی محبت اور دُعا کا ہی نتیجہ ہے۔

غازی اعظم ترکی کا بہترین ڈکٹیٹر تھا۔ نیکدل اور نیک نیت مدبر اعظم مصطفیٰ کمال کو بنام کریم کی کوشش

آپ کو بنام کریم کی چند کوشش کی۔ آپچے دامنِ اخلاق پر بدنام داغ لگانے کی کوشش کی۔ آپ کو بیدین۔ بد اخلاق کہا گیا۔ اعدائے عبودیت رنگ کا بیٹھنے کا خطاب یا آپ کی ذاتِ گرامی کو خلیفہ خان اور ملاکو کے لباس میں پیش کر کے مذہب اور ناکارہی کو کوشش کی۔ یہ سب عدلیٰ فریب کا راند چالیں تھیں تاکہ دنیا نے اسلام کے قلوب اس فردِ اسلام کی طرف سے مکر ہو جائیں۔ اور آپ کو استغیا اور دل بستگیا قائم نہ رہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ آپ کا اخلاق ایک بہترین نمونہ ہے۔ آپ نے خیرِ اسلام کے نقش قدم پر چلنے والے کو ہی جو ہے کہ ایسی عظیم ترقی اور کامیابی سے ہمکنار ہو گئے ہیں۔ اگر آپ اسلام کے پیرو اور پابند نہ ہوتے تو آپ کو یہ ترقی حاصل نہ ہوتا۔ ذلک فضل اللہ تعالیٰ عنہ من یشاء۔ اگر آپ کا دامنِ اخلاق بدنام داغ سے مٹت ہوتا تو آپ کبھی بھی اتنے جری بہادر اور دلیر سا بنی ہوتا۔ کیونکہ باخلاق کی تمام اخلاقی جڑیں اسی عظیم شجرِ حیات میں ہیں۔ تو بے تفنگ ہو آسنا نہ رہے گا نہ ہو جائے گی۔ غرضیکہ اعدائے جو کچھ بھی اس شہسوار کے فتراک پر باندھا وہ بہتانِ عظیم باندھا۔ امر واقعہ یہ کہ فی زمانہ ایسا نیک طبعیت اور پاکیزہ کوئی ڈکٹیٹر اور قائد نہیں ہے

اچکی شان کی محبت کا عالم ہے کہ دشمن بھی انکی عظمت اور بزرگی کے سامنے بقیہ خاطر حیران ہو کر
مجبور ہو گئے ہیں۔ انھیں ان کی پوری کے معرکوں کو کتاب کی فصل میں بتا کر کے انکی ہر عزیز
محبت۔ نیک طبیعت اور نیک چلنی کا ایک مہتمم ثبوت پیش کیا ہے۔ اہل فطرت نگاہ سے آپ کے حیرانہ پرکشت
اجتماع ہی اس بات کی دلیل ہے کہ آپ اسلام کے نہایت ہی نیک مہموت ہیں۔ آپ کی دستداری کا
ایک واقعہ ابھجک درج کیا جاتا ہے جس سے ظاہر ہو گا کہ آپ کو اسلام سے کتنی محبت تھی۔

ایک موقع پر جب نماز کیلئے بگول بجا۔ اور قریب آراستہ ہوئی۔ تو بعض سپاہی وضو کے حیلہ سے دھر
اُدھر سٹ گئے۔ انا ترک نے نماز کے بعد جنرل عصمت پاشا سے اس مسئلہ پر گفتگو کی۔ اُس وقت
لاؤڈ سپیکر کے ذریعہ خود انا ترک نے اعلان کیا۔ کہ نماز قریبی مضابطہ میں داخل ہے۔ جو شخص نماز
سے غیر حاضر ہو گا۔ اسکو ڈبل ڈرل کی سزا دی جائیگی۔ کہاں میں وہ لوگ مجھ کو کمال کو میدیں اسلام
سے منکر اور بد اخلاق کہہ رہے ہیں۔ میں اور کھینک آپ کا اخلاق اس بلند پایہ ہو سکتا ہے۔ آپ کا اخلاق
بے لوث تھا۔ مٹا تھا۔ اُسکے دامن پاک بادی پر کسی طرح کا کندہ نہ تھا۔ وہ بے عیب اور پاک اس دنیا
میں آیا۔ اور اسی طرح اس دنیا سے رخصت ہوا۔ اگرچہ غازی علم اس دنیا کا گناہ کر کے حیات جاودانی
حاصل کر گئے ہیں لیکن جو کچھ ترک کیلئے اور دنیا کے اسلام کیلئے چھوڑ گئے ہیں۔ یہی دنیا کا اسلامی نہیں بلکہ کبھی
بھی راہوں نہ کرینگے۔ جو لائحہ عمل وہ ترک کو ترک میں لیکے رہیں ایک کام نہ بنایا ہے۔ جو ترک اور ترک کی
ہندہ نہیں ایک قسم کی شل راہ کے طور پر اُجال کرینگے۔ اللہ تعالیٰ انکو ان نیک کاموں کی جہائے خیر سے اور
محروم و مغرور کو اپنے سایہ عاطفت اور حریت میں رکھتے (آمین۔ ثم آمین!) مصطفیٰ کمال اپنی زندگی کا
مقصد بوجہ اس پر کر کے اس دنیا کے فانی سے حلت کر کے دنیا سے جاودان میں تشریف لے گئے ہیں۔ لیکن
انکے کام اپنے نام کو صریح اور چاند کی مانند روشن اور نور کئے ہوئے ہیں۔

مہموت علی کمال کے اخلاق و عادات اور خصوصیات اور اجمالی رنگ میں تبصرہ کر دیا ہے۔

مہموت باخبر اگرچہ بسا وہیں کہ ہے۔ لیکن بلحاظ دلچسپی یہ ایک بے بہا مجموعہ قرار دیا جاسکتا ہے۔ اس
مضمون کو طوالت دی جاتی تو یقیناً یہ کم مایہ باب کہیں نہ ہوتا۔ بلکہ ایک علیحدہ دفتر کی ضرورت پڑ جاتی۔ لہذا
طوالت تفصیل سے اجتناب کرتے ہوئے ہم اس تھوڑے کو ناظرین کی مہمانت طبع کیلئے کافی و خیرہ خیال
کرتے ہیں۔ اور اس باب کو ابھجک ختم کرتے ہیں۔ اور ناظرین سے رخصت چاہتے ہیں۔

مطبوعات اعوان بک پوٹ

- ۱، آتاترک مصطفیٰ کمال با تصویر حصہ اول .. ۷
- ۲، مصطفیٰ کمال اور محاربات آرمینیا و فرانس .. ۸
- ۳، مصطفیٰ کمال پاشا اور محاربات یونان .. ۷
- ۴، دو ہفتوں میں یونانیوں کی مکمل تباہی .. ۱۲
- ۵، آتاترک مصطفیٰ کمال .. ۱۰
- ۶، محمود شوکت پاشا با تصویر .. ۸
- ۷، انور پاشا با تصویر (ذریعہ طبع) .. ۷
- ۸، کلید جنت - ورد و وظائف کی بہترین کتاب (ذریعہ طبع) .. ۱۰
- ۹، سلک گوہر - قومی نظمیں کا مجموعہ .. ۳
- ۱۰، انشائے نسواں جدیدہ زمانہ خط و کتابت .. ۴

ملنے کا پتہ

اعوان بک پوٹ شہر سیالکوٹ